ہجرتِ کشمیر

مولانا محمد اشرف قریشی

Marfat.com

خودنوشت

ہجرت کشمیر

تالیف

محمد اشرف قریشی ۰ برمنگھم

مکتبۂ جمال

لاہور

Marfat.com

297.9924
84559
124051

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : ہجرت کشمیر
مصنف : محمد اشرف قریشی
نظر ثانی و پروف خوانی : چوہدری انجم سلطان شہباز
کمپیوٹر کیلی گرافی : مصنف
اہتمام : میاں وقار احمد کھٹانہ
ناشر مکتبہ جمال • لاہور
تابع : ریاض شہباز پریس • لاہور
سن اشاعت : 2013ء
قیمت : 700 روپے

ملنے کے پتے:

۱۔ مکتبہ جمال، تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
فون : 92-42-37232731 موبائل : 0300-8834610
ای میل: mjamal09@gmail.com

۲۔ جامعہ عربیہ جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ
موبائل: 0300-6429873 ای میل: jamia.arbia@gmail.com

برطانیہ میں ملنے کا پتہ:

An-Nur Islamic Store
825 Stratford Road Sparkhill Birmingham B11 4DA
Tele: 0044 (0) 121 778 4888
sale@annur.co.uk. w. www.annur.co.uk

Marfat.com

Copyright ENQUIRIES

The Author Muhammad Ashraf Qureshi asserts all rights to be identified as the sole Copyrights owner holder for this work

HIJRAT - E - KASHMIR

All enquries regarding reproduction or Cpyright issues are to be directed to his beloved daughter

Dr. SADIAH QURESHI

s.qureshi.1@bham.ac.uk

Arts Building History 354

University of Birmingham

Edgbaston B15 2TT UK.

Marfat.com

Name Of The Book

HIJRAT - E - KASHMIR

Migration from Kashmir in 1965 - Auto biography

Author

MUHAMMAD ASHRAF QURESHI

881 STRATFORD ROAD

HALL GREEN

BIRMINGHAM

B28 8BH U.K.

Tel : 00 44 (0)121 777 3726

Mob : 00 44 (0)7958 42 5557

ma.qureshi@hotmail.co.uk

Publisher

Jamia Arabia GT Road Gujranwala Pakistan

Tel : - 0092 554 272519 - 0092 554 218237 - 0092 554 50652

Fax : 0092 554 271419

jamia.arbia@gmail.com

www.aljamia.org

Marfat.com

انتساب

☆ سراپا خیر واخلاص، موثر ومونس، محبّ ومحبوب اور حلیم وکریم شخصیت اور بے مثال بھائی

حضرت مولانا الحاج **قاضی نذیر احمد قریشی** نوّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ وَمَنْ حَوْلَہٗ

اَلْمُتَوَفّٰی جمعة المبارک 11 شوال المکرم 1427ھجری-3 نومبر 2006ء کے نام جو اپنے اسلاف کی سیرت واخلاق، عادات وروایات اور بہت سی عظمتوں کے امین تھے، سارا شباب اور تمام صلاحیتیں اللہ کی راہ میں خود بھی صرف کرنے والے اور بیالیس سال سے دوسروں کو بھی روزانہ پانچ وقت اسی کار خیر "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کی دعوت دینے والے جن کی وفات دراصل میرے اندر کے شخص کی موت تھی۔ مگر ہمارے لئے یہ بات باعث فخر ہے کہ

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی () وَذَکَرَاسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی () بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا () وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌوَّ اَبْقٰی ()
اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی () صُحُفِ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی" () اَلْاَعْلٰی ۱۴-۱۹

☆ **محمد اعجاز شہید**

پیدائش: بروز سوموار 24 ذوالحجہ 1400ھ-03 نومبر 1980ء۔ ۱۱ بجے شب۔ میرپور آزاد کشمیر

شہادت: بروز ہفتہ 4 شعبان 1422ھ-21 اکتوبر 2001ء۔ مقام اڑائی ضلع پونچھ مقبوضہ کشمیر

برادرزادہ محمد اعجاز شہید بن حاجی محمد رفیع قریشی کے نام جو خاندان کی معلومہ تاریخ میں پہلا نوجوان ہے جس نے تحریک آزادیٔ کشمیر میں عملاً حصہ لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کر کے نہ صرف مرتبۂ شہادت حاصل کیا بلکہ خاندان کی تاریخ میں ایک سنہرے باب کا اضافہ کرتے ہوئے سب کو سرخرو کر گیا۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ () ۰۲ : البقرۃ ۱۵۴

اللھم احفظھما من بین یدیھما ومن خلفھما وعن یمینھما وعن شمالھما ومن فوقھما ومن تحتھما.

آمین

بیٹھ کر سایۂ گل میں ناصر
ہم بہت روئے وہ جب یاد آیا

Marfat.com

فہرست عنوانات

انتساب ---------------- 5
تقریظ۔ چوہدری انجم سلطان شہباز ---- 28
تقریظ۔ حافظ ضیاء الحسن طیب ------ 36
اظہار تشکر ---------------- 43
ہجرت کشمیر ایک نظر میں/تقریظات -------- 28
تقریظ: علامہ ڈاکٹر اختر الزمان غوری 34
حرف آغاز ---------------- 38

باب اول: تاریخ کشمیر

حسن اور حسن کشمیر ---------------- 48
اگر فردوس بر روئے زمین است ------ 56
کشمیر کے موسم ---------------- 66
Kashmir & Switzerland ------ 54
جنت تجری من تحتھا الانہار -------- 65
کشمیر کا موسمی کیلنڈر ---------------- 66

کشمیر وجہ تسمیہ

ستی سر ---------------- 67
کشپ رشی/کشپ رشی ---------------- 67
کشف۔میر ---------------- 68
کش۔کشپ،مر ---------------- 69
لفظ کشمیر ---------------- 71
جلد بھو/جلو د بھاؤ ---------------- 67
آڈون ---------------- 68
کم۔شیر ---------------- 69
شش ---------------- 70
قشمیر ---------------- 71

محل وقوع اور خدوخال

شہ رگ پاکستان ---------------- 75
مجموعی رقبہ اور جغرافیائی حالات ------ 76
جغرافیائی ارتفاع ---------------- 75

سلسلہ ہائے کوہ

قراقرم ---------------- 78
پیر پنجال ---------------- 79
ہمالیہ اعظم ---------------- 79

Marfat.com

کشمیر کے پہاڑی درے

درہ ---------------- 80
سلسلہ پیر پنجال ---------------- 80
درہ توسہ میدان ---------------- 80
درۂ پیر پنجال ---------------- 80
درۂ بدھل ---------------- 81
درۂ بانہال ---------------- 81
درۂ ماربل ---------------- 81
سلسلۂ وادیٔ جہلم ---------------- 81
شمال مشرقی سلسلہ ---------------- 82
رنچن ---------------- 82
درۂ حاجی پیر ---------------- 82

کشمیر کے دریا

دریائے سندھ ---------------- 83
دریائے جہلم ---------------- 83
دریائے جہلم کا ماخذ ---------------- 84
دریائے جہلم کے ظہور کی اصل حقیقت ---------------- 84
وادیٔ کشمیر میں دریائے جہلم کی گزرگاہ -- 85
بارہ مولا ---------------- 87
جہلم و پنجاب کا سنگھم ---------------- 88
دریائے چناب ---------------- 88
دریائے نیلم ---------------- 88
ذرائع آمدورفت ---------------- 89

ریاست میں قدرتی پیداوار

قدرتی جڑی بوٹیاں ---------------- 90
املتاس ---------------- 91
آبادی ---------------- 92

معلومہ تاریخ کشمیر کی ابتدا

1148ء ---------------- 93
راج ترنگنی دور ---------------- 93
ہانجی ---------------- 94
تاریخ عہد مسلم سلاطین کشمیر ---------------- 95
سلطان فتح شاہ ---------------- 95
جون راج ---------------- 95
موریہ خاندان ---------------- 96
کشان ---------------- 97
ھن خاندان ---------------- 97
کارکوٹ خاندان ---------------- 97
للتادت ---------------- 97

Marfat.com

کشمیر میں اسلام کا اولین تخم

حمیم بن سامہ السامی ---------- 98
499 سالہ مسلم اقتدار ---------------- 99
کشمیر میں اولین مسلم حکمران ---------- 99
سید علی ہمدانیؒ کی کشمیر آمد ---------------- 100
حضرت سید احمد ہمدانیؒ ------------ 100

موئے مبارک کا کشمیر میں ورود

موئے مبارک کا کشمیر میں ورود ------- 102
خوجہ نورالدین ایشہ بریؒ ---------------- 104
بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے موئے مبارک کی کشمیر منتقلی کا حکم 105
طلع البدر علینا ------------ 106
خانقاہ حضرت بل کی تعمیر ---------------- 106
بشارت ---------------- 106

ایسٹ انڈیا کمپنی

غلامی ہند کا عبرتناک پس منظر -------- 107
قومے فروختند ------------------ 110
جمعیت الاقوام ------------ 110
اقوام متحدہ ---------------- 112
سلامتی کونسل ------------ 113
اقتصادی ومعاشرتی کونسل ------------ 113
تولیتی کونسل ------------ 113
بین الاقوامی عدالت انصاف ------------ 114
سکریٹریٹ ------------ 114
آدم بسر مطلب ------------ 114

کشمیر میں سکھا شاہی دور

سکھا شاہی دور ------------ 116
سکھ ازم کی مختصر تاریخ ------------ 117
سکھ گرو ------------ 117
گرو گرنتھ صاحب ایک نظر میں ------------ 117
اسلام دشمنی کی ابتدا ------------ 119
خالصہ تحریک ------------ 120
بھنگی مسل ------------ 120
کنہیا مسل ------------ 121
شکرچکیہ مسل ------------ 121
نکئی مسل ------------ 121
فیضلپوریہ مسل ------------ 121
اہلو والیہ مسل ------------ 121
ڈلے والیا مسل ------------ 121
رام گڑھیا مسل ------------ 121
نشان والیہ مسل ------------ 121
کروڑ سنگھی مسل ------------ 121
شہیدا مسل ------------ 122
پھولکیا مسل ------------ 122

Marfat.com

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا خاندانی پس منظر

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا خاندانی پس منظر --- 123
مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پیدائش ------------ 124
ولادت سے اقتدار تک سوانحی خاکہ ---- 125
لاہور پر قبضہ ---------------- 125
کشمیر پر غاصبانہ قبضہ ------------ 125
کوہ نور ہیرا------------ 126

خالصہ راج ایک نظر میں

مصر دیوان چند ---------- 129
دیوان موتی رام------------ 129
سردار ہری سنگھ نلوہ ----------- 129
دیوان چونی لال ------------ 130
دیوان کرپا رام ---------- 130
بھمان سنگھ اردلی------------ 131
شہزادہ شیر سنگھ ----------- 131
کرنیل میہاں سنگھ ------------ 132

کشمیر پر ڈوگرہ راج کی ابتدا

ڈوگرہ راجپوت ------------ 133
رسم دختر کشی --------------- 135
ڈوگرہ راجپوتوں کا کشمیر ورود--------- 135
گلاب سنگھ --------------- 135
رنبیر سنگھ ---------- 135
پرتاب سنگھ --------------- 135

ڈوگرہ راج میں مظالم

ڈوگرہ راج میں مظالم کی تفصیل ------ 136
یوم بعاث --------------- 137
مہاراجا ہری سنگھ ----------- 138
دختر چوہدری غلام عباس------------ 141
ایک دردناک خط------------ 141
ڈوگرہ ٹیکس کی تفصیل--------------- 142

مسئلہ کشمیر کا پس منظر

مسئلہ کشمیر کا پس منظر ---------- 143
کشمیر میں ہلاکتیں --------------- 143
بھارتی حکومت کا اعتراف----------- 144
عالمی اداروں اور تنظیموں کا اعلان ----------- 144
حریت کانفرنس ----------- 144
اعداد و شمار ------------------- 144

تحریک آزادئ کشمیر کی ابتدا

تحریک آزادئ کشمیر کی ابتدا---------- 146

Marfat.com

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام ---------- 148

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا تعاقب

مسلم کانفرنس کی بنیاد ---------- 149

پہلا تعارف ---------- 149

چوہدری غلام عباس ---------- 152

کشمیر میں مرزائیت ---------- 148

---------- 148

شیخ محمد عبداللہ ---------- 149

شیر کشمیر کا اصل چہرہ/حلف نامہ ---------- 150

مسئلہ کشمیر کا پس منظر

مسئلہ کشمیر کا پس منظر ---------- 153

سرحدی خلاف ورزیاں/اعداد و شمار ---- 154

پاک بھارت جنگ 1965 ---------- 154

کشمیر کے موضوع پر مفید کتب ایک نظر میں

راج ترنگنی ---------- 106

تاریخ جموں ---------- 157

مسئلہ کشمیر ---------- 157

مکمل تاریخ کشمیر ---------- 158

تاریخ اقوام پونچھ ---------- 158

روداد قفس ---------- 159

کشمیر کا سیاسی انقلاب ---------- 159

شہاب نامہ ---------- 159

فردوس کشمیر ---------- 160

تذکرۂ بے مثل راجگان راجور ---------- 160

تاریخ تحریک آزادئ کشمیر ---------- 161

بانہال کے اس پار ---------- 161

تاریخ پنجاب ---------- 161

کشمیر مسلم سلاطین کے عہد میں ---------- 162

کشمیر میں اسلام۔ منظر و پس منظر ---------- 162

قدیم ترین جغرافیہ جموں و کشمیر ---------- 157

جدوجہد آزادی کشمیر ---------- 157

تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں ---------- 158

تواریخ اقوام کشمیر ---------- 158

شباب کشمیر ---------- 158

مسئلہ کشمیر کا حل ---------- 159

کشمیر شناسی ---------- 159

جموں کہ ایک شہر تھا ---------- 159

تاریخ میر پور کا ایک اہم دور ---------- 160

یگانۂ کشمیر ---------- 160

کشمیری مسافر ---------- 161

کشمیر کی رانیاں ---------- 161

تاریخ مخزن پنجاب ---------- 162

کشمیر میں اشاعت اسلام ---------- 162

مسئلہ کشمیر ---------- 163

Marfat.com

وادیٔ جنت نظیر ---------------- 163
اوراق جموں و کشمیر ---------------- 163
میر پور میرا شہر میرا عہد ---------------- 163
ماہنامہ شیرازہ سرینگر ---------------- 163

باب دوم: قبیلہ قریش کے جدامجد کی کشمیر آمد

جدامجد کی کشمیر آمد کا پس منظر ---------- 166
حضرت حافظ محمد عبداللہ ---------------- 166
راجوری آمد کی وجہ ---------------- 167
راجوری کے حالات ---------------- 167
راجوری آمد کا پس منظر ---------------- 167
راجوری وجہ تسمیہ ---------------- 168
حضرت کا نکاح ثانی ---------------- 169
جامع مسجد چڑہان کی تاریخ ---------------- 169

حضرت جدامجد کی اولاد

میاں محمد عظیم ---------------- 170
میاں بخت جمال ---------------- 170
میاں محکم دین ---------------- 171
میاں کرم دین ---------------- 171

باب سوم: علماو عالمات اور مشائخ قریش

ایک تمثیل ---------------- 173
واقول ---------------- 174
جدامجد ---------------- 175
مولانا حافظ محمد عبداللہ ---------------- 175
حضرت مولانا میاں محمد عظیم ---------------- 176
حضرت مولانا میاں بخت جمال ---------------- 176
حضرت مولانا میاں محمد محکم دین ---------- 171
سوہ کا ناڑہ ---------------- 177
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی ہاشم الدین- 177
حضرت مولانا میاں جمال الدین ---------------- 178
مائی بگی بیگم ---------------- 178
حضرت مولانا حافظ محمد نصر اللہ ---------------- 179
فقیہ العصر حضرت مولانا میاں عصمت اللہ سلطان القلم ---------------- 179
تالیفات ---------------- 179
تبرک ---------------- 180
نظم ---------------- 180
میاں احمد دین ---------------- 180

حضرت میاں عطا محمد

سوانح ---------------- 181
منہوٹ ---------------- 189
کوٹ ---------------- 181
جامع مسجد منہوٹ کی دوآتش زدگی ---------------- 181
حضرت پیر فضل شاہ صاحب ---------------- 182
نارسنگھ ---------------- 182
حضرت بابا اللہ دین مجذوب ---------------- 183

Marfat.com

حضرت میاں محمد حسین

اولاد واسباط میں علماو حفاظ ---------- 183
نکاح ------------ 184
باباوھاب دین ---------------- 184
حضرت باباقطب دین مغل ------------ 185
بابامحمد شفیع مغل ----------------- 185
اولاد ------------ 185

حضرت میاں یار محمد

مائی عنایت بی بی -------------- 186
مولانا حافظ محمد نصراللہ ----------------- 186
قرآن کی کرامت۔ایک قبر کو آگ لگنے کا واقعہ
------------------------------------ 186
دینی غیرت -------------- 187
مہیسیانوالہ -------------- 187
میاں عبدالکریم -------------- 188
میاں عبدالعزیز -------------- 188
برادر عبدالرحمٰن -------------- 188
میاں محمد شفیع ----------------- 188
احمد بی بی -------------- 189
فاطمہ بی بی ---------------- 189
سفر آخرت -------------- 189

استاذ المشائخ حضرت مولانا محمد عثمانؒ

سوانح ------------ 190
میاں عبدالرحمٰن -------------- 190
سائرہ بیگم -------------- 190
فاطمہ بی بی ----------------- 190
مریم بی بی -------------- 191
حضرت سے پہلا تعارف -------------- 191
حضرت مولانا سیاکھوی ------------ 192
ہم جماعت علمائے کرام -------------- 193
حضرت کھمباہی سے تلمذ -------------- 193
جامعہ امینیہ دہلی -------------- 194
حضرت مولاناواقعات کی روشنی میں ---- 196
ایک ایمان افروز واقعہ -------------- 196
السراجی فی المیراث کا حفظ 201
گلی ------------ 202
حضرت مولانا کے تلامذہ -------------- 203

حضرت مولانا حکیم میاں محمد حسین

سوانح ---------------- 204
اولاد ------------------ 204

Marfat.com

حضرت مولانا حافظ سائیں عبدالرحمٰن

سوانح ---------- 205
قبور خمسہ ---------- 205
اولاد ---------- 205

میاں محمد شفیع

سوانح ---------- 208
یادیں ---------- 208
سوانحی واقعات ---------- 215
صفیہ بیگم ---------- 214
حاجی عبدالمجید ---------- 216
شمشاد بیگم ---------- 217
حاجی محمد رفیع ---------- 217
محمد اشرف ---------- 217
عظمت بیگم ---------- 217

شاعر اسلام میاں محمد فاضل

سوانح ---------- 218
سی حرفیاں ---------- 218
اولاد ---------- 220

حضرت میاں عالم دین

سوانح ---------- 221
اولاد ---------- 222

مولانا قاضی عبدالرحیم

سوانحی خاکہ ---------- 223
اولاد ---------- 223

حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم

سوانح ---------- 224
پہلی ملاقات ---------- 224
حضرت واقعات کی روشنی میں ---------- 224
ایک فتویٰ ---------- 226
احترام استاذ ---------- 229
دوسرا نکاح ---------- 231
اولاد۔ سکینہ بی بی ---------- 232
رضیہ بیگم۔ صفیہ بیگم ---------- 232
عبدالرحمٰن ---------- 232
حاجی محمد الیاس ---------- 232
حکیم منصور الحق ---------- 232
حکیم محمد ریاض ---------- 233

Marfat.com

محمد شعیب ---------- 233
محمد الطاف ---------- 233
شمیم بیگم ---------- 233
کلثوم بیگم ---------- 233

حاجی مجیب اللہ

سوانحی خاکہ ---------- 234
خدمات ---------- 234
اولاد ---------- 234

حاجی میاں محمد سعید

سوانح ---------- 235
اولاد ---------- 236

حضرت مولانا محمد سلیمان

سوانح ---------- 236
اولاد ---------- 236

حضرت مولانا عبدالرحیم

پیدائش وابتدائی تعلیم ---------- 237
سوانح ---------- 237
رجوع الی الحق ---------- 239
اولاد ---------- 240

حضرت الاستاذ قاضی محمد عبداللہ

میاں برہان الدین ---------- 241
مسجد میاں برہان الدین ---------- 242
میاں امام دین ---------- 243
میاں محمد دین ---------- 243
ہجرت پاکستان ---------- 243
حضرت استاذ کی ولادت ---------- 243
نظام قدرت ---------- 243
آغاز تعلیم ---------- 243
مکتب سکول منہوٹ میں داخلہ ---------- 245
حضرت کی شادی ---------- 245
لاہور آمد ---------- 246
مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ ---------- 246
راجوری واپسی ---------- 246
دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ---------- 247
حضرت استاذ کی پریشانی ---------- 247
تاریخ فراغت از دارالعلوم دیوبند ---------- 248
دیوبند کے اساتذہ ---------- 248
حضرت الاستاذ واقعات کی روشنی میں ---------- 249
پہلی ملاقات-سنتولیا ---------- 249
پہلا تاثر ---------- 250
حضرت استاذ بحیثیت بیٹا ---------- 250
انت ومالک لابیک ---------- 250

Marfat.com

وانذر عشیرتک الاقربین --- 255
اصلاحی انداز ---------- 258
بحیثیت معلم ---------- 262
مدرسہ عربیہ قدیم کی اصطلاحات ---------- 262
لوھن ---------- 263
سلم العلوم ---------- 263
قانونچہ کیھوالی ---------- 264
جامعہ کا احترام ---------- 265
دقت ---------- 266
اساتذہ کرام ---------- 270
حضرت کا فقہی مسلک ---------- 271
بحیثیت مفتی ---------- 272
بحیثیت قاضی ---------- 274
مشاہدات ---------- 275
تلامذہ ---------- 276
احباب گرامی ---------- 277

مولوی عبدالرشید

سوانح ---------- 278
امامت ---------- 278
اولاد ---------- 279

حضرت قاری عبدالرحمٰن

سوانح ---------- 280
اولاد ---------- 281

حضرت علامہ قاضی مطیع اللہ گولڈ میڈلسٹ

پیدائش وابتدائی تعلیم ---------- 282
عظیم مثال ---------- 284
مشاہیر اساتذہ ---------- 284
اولاد ---------- 285

شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن

پیدائش ---------- 287
آغاز تعلیم ---------- 287
چڑہان کی یادیں ---------- 288
اسلامیہ کالج حضرت بل ---------- 289
حضرت میاں نظام الدین ---------- 289
خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون ---------- 290
تھانہ بھون ---------- 290
امامت ---------- 291
تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی ---------- 291
نصیب خفتہ ---------- 292
مسلسلات ---------- 294
چڑہان واپسی ---------- 295
ہجرت ---------- 295
اساتذہ کرام ---------- 296
اولاد ---------- 297
تدریس وخطابت ---------- 297

Marfat.com

حضرت مولانا محمد رفیق ایم اے

ابتدائی تعلیم ---------------- 299
گوجرانوالہ ---------------- 299
اساتذہ کرام ---------------- 299

حضرت مولانا قاضی نذیر احمد

سیرت وسوانح ---------------- 301
مرکزی جامع مسجد میر پور کے حجرے سے سفر آخرت ---------------- 302
یوم الجزاء ---------------- 304
بہن رقیہ بیگم ---------------- 308
ایک سبق ---------------- 314
مقام افسوس ---------------- 314
یوم التلاق ---------------- 315

مولانا عبدالکریم

سوانح ---------------- 316
اولاد ---------------- 316

علامہ پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ

پیدائش وابتدائی تعلیم ---------------- 317
رقیہ بیگم ---------------- 317
الانتفاع باجزاء الآدمی فی فقه الاسلامی ---------------- 318
شرح مختصر الطحاوی فی الفقه الحنفی ---------------- 318
خطابت ---------------- 319
پاکستان میں تعلیمی سفر کا آغاز ---------------- 322
مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ میں داخلہ ---------------- 324
والدہ کی پاکستان آمد ---------------- 326
چند سال بلد حرام مکہ مکرمہ میں ---------------- 327
اساتذہ ---------------- 330
اولاد ---------------- 332

صاحبزادہ مولوی عبدالقیوم

سوانح ---------------- 333
دینی خدمات ---------------- 333

مولانا مفتی محمد صادق

سفر تعلیم ---------------- 333
اساتذہ ---------------- 334

Marfat.com

علما کا نوجوان طبقہ

پروفیسر ضیاء الرحمٰن ---------------- 335
مولانا عبدالرؤف ---------------- 335
مولانا عتیق الرحمٰن ---------------- 336
مولانا جاوید الرحمٰن ---------------- 336
مولانا محمد عارف ---------------- 336
مولانا محمد اسد ---------------- 336
مولانا ارشد محمود ---------------- 337
صاحبزادہ ظہیر احمد ---------------- 337
مولانا محمد غالب ---------------- 337
مولانا زاہد محمود ---------------- 337
مولانا قاری فرید احمد ---------------- 338
مولانا محمد معروف ---------------- 338
مولانا حافظ عمران رشید ---------------- 338
قاری محمد سرفراز ---------------- 339

حفظ کے بعد زیر تعلیم حفاظ

حافظ شکیل احمد محمد شفیق۔ میر پور ---------------- 339
حافظ محمد عبداللہ خالد۔ میر پور ---------------- 339
حافظ محمد سجاد محمد رفیق۔ میر پور ---------------- 339
حافظ راشد محمود مطیع اللہ۔ میر پور ---------------- 339
حافظ عبدالبصیر عبدالرؤف۔ میر پور ---------------- 339
حافظ محمد وسیم میاں محمد شفیع۔ میر پور ---------------- 339
حافظ محمد عظیم محمد شفیع۔ میر پور ---------------- 339
حافظ رضی اللہ۔ بیلہ مضافات راجوری ---------------- 339
حافظ شکیل احمد محمد فاضل۔ چڑہان مضافات راجوری ---------------- 339
حافظ محمد الیاس احمد دین۔ چڑہان مضافات راجوری ---------------- 339
حافظ محمد اعظم محمد رقیب۔ چڑہان مضافات راجوری ---------------- 339
حافظ محمد معروف فضل عالم۔ چڑہان ---------------- 339
حافظ محمد امجد فضل عالم۔ چڑہان ---------------- 339

حافظات

حافظہ حمیرا عصمت اللہ۔ اسلام آباد ---------------- 340
حافظہ طیبہ خالد۔ میر پور ---------------- 340
حافظہ انیسہ افضل۔ میر پور ---------------- 340
حافظہ بشریٰ عبدالرؤف۔ میر پور ---------------- 340
حافظہ عافیہ الیاس۔ میر پور ---------------- 340
حافظہ عالیہ الیاس۔ میر پور ---------------- 340

عالمات قریش

مریم بی بی ---------------- 341
عابدہ عبداللہ ---------------- 341
القرآن اکیڈمی ---------------- 341
ساجدہ سحر عصمت اللہ ---------------- 342
فریدہ مطیع اللہ ---------------- 343
نسرین عبدالکریم۔ برمنگھم ---------------- 344

Marfat.com

جمیلہ عبدالحکیم۔میرپور ---------------- 344
سعیدہ لطیف۔میرپور ---------------- 344
نبیلہ عبدالرزاق۔میرپور ---------------- 344
عفیفہ ریاض۔میرپور ---------------- 344
نادیہ الیاس۔میرپور ---------------- 344
عائشہ عصمت اللہ۔اسلام آباد ---------------- 345
عابدہ عصمت اللہ اسلام آباد ---------------- 345
حمیرا عصمت اللہ اسلام آباد ---------------- 345
شاہدہ عبداللہ۔میرپور ---------------- 345
شاکرہ عبدالرؤف۔میرپور ---------------- 345
ثناء نذیر۔میرپور ---------------- 345
رفعت نذیر۔میرپور ---------------- 345

☆محمد اعجاز شہید☆

پیدائش ---------------- 346
شہادت ---------------- 346
شہید بیٹے کو والد کا منظوم نذرانہ ---------------- 347

ادیب شعراء، مصنفین وخطاط

حضرت میاں بابا عصمت اللہ سلطان القلم 357
حضرت مولانا محمد عثمان ---------------- 357
حضرت میاں محمد فاضل ---------------- 357
پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ ---------------- 357
حاجی محمد رفیع ---------------- 357
محمد اشرف صاحب کتاب ہٰذا ---------------- 357
پروفیسر ڈاکٹر سعدیہ قریشی ---------------- 357
محمد رفیق میاں عبدالحفیظ ---------------- 357
مولانا جاوید الرحمٰن ---------------- 358
ساجدہ عصمت اللہ ---------------- 358
حاجی عبدالمجید ---------------- 358
مولانا محمد عارف ---------------- 359

گریجویٹس

حضرت علامہ قاضی مطیع اللہ ---------------- 360
پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ ---------------- 360
پروفیسر ڈاکٹر سعدیہ قریشی ---------------- 360
سمیہ قریشی ---------------- 360
سمیرا قریشی ---------------- 360
عمر فاروق قریشی ---------------- 360
خالد فاروق قریشی ---------------- 361
خالد محمود حاجی مجیب اللہ ---------------- 361
مولانا عبدالرؤف ---------------- 361
مولانا محمد رفیق ---------------- 361
پروفیسر ضیاء الرحمٰن ---------------- 361
محمد رضوان قاری عبدالرحمٰن ---------------- 361

Marfat.com

عطاء الحق ---------- 361
ماجدہ فاطمہ ---------- 362
انجینئر انظر محمود ---------- 362
شاہد الرحمٰن ---------- 362
ساجد رشید ---------- 362
ابرار حسین ---------- 362
شائستہ اسلم ---------- 363
فریدہ ---------- 363
مدیحہ الیاس ---------- 363
فیصل اقبال ---------- 364
عابدہ شریف ---------- 364
عائشہ عصمت اللہ ---------- 364
حمیرا عصمت اللہ ---------- 364
ماریہ عبداللہ ---------- 364
ذاکرہ عبدالرؤف ---------- 365
محمد اظہر نذیر ---------- 365
رفعت نذیر ---------- 365
جاوید اقبال عبدالمجید ---------- 365
محمد خالق ---------- 366
فاروق احمد فضل عالم ---------- 366
نصرت جبین ---------- 366
آمنہ رشید ---------- 366
راشدہ فاطمہ ---------- 361
مولانا عتیق الرحمٰن ---------- 362
طاہر محمود ---------- 362
جاوید الرحمٰن ---------- 362
مسعود ریاض ---------- 362
ابرار اسلم ---------- 362
فرحت صادق ---------- 363
وحیدہ ---------- 363
ساریہ ضیاء الرحمٰن ---------- 363
عدنان منصور ---------- 364
عابدہ رفیع ---------- 364
ساجدہ عصمت اللہ ---------- 364
ظہیر احمد ---------- 364
شاکرہ عبدالرؤف ---------- 365
محمد نوید نذیر ---------- 365
نزہت نذیر ---------- 365
حافظ عمران رشید ---------- 365
مرتضیٰ احمد عبدالمجید ---------- 366
محمد اسلم عبداللہ ---------- 366
محمد اسلم عبدالرحمٰن ---------- 366
قاضی محمد زبیر ---------- 366
شجرہ نسب خاندان ---------- 367

چوتھا باب : چڑہان میرا گاؤں

وجہ تسمیہ ---------- 376
قدیم نام ---------- 376
محل وقوع ---------- 376
مضافاتی دیہات ---------- 377
طرز زندگی اور ذرائع معاش ---------- 377
مال مویشی ---------- 378

Marfat.com

مردانہ لباس ---------- 378
زنانہ لباس ---------- 378
موسم ---------- 378

مقامی دریا

دریائے کھانڈل ---------- 379
دریائے انسی/انس ---------- 381
پٹھی انسی ---------- 382
مقامی زبانیں ---------- 383
مقامی قبائل ---------- 385

خودرو مقامی درخت

اک ---------- 385
املتاس ---------- 385
براں ---------- 385
بھیکڑ ---------- 385
بیسہ ---------- 386
تن ---------- 386
تہمن ---------- 386
تہاوی ---------- 386
چکھڑی ---------- 386
چنار ---------- 386
چیڑ ---------- 387
دریک ---------- 387
روح کیوڑہ ---------- 388
ریں ---------- 388
سنبل ---------- 388
کھڑک ---------- 388
کہو ---------- 388
گوگل ---------- 389
کال بڑ ---------- 389
کنگڑ ---------- 389
کھجور ---------- 389
کمیلا ---------- 389
میدے سک ---------- 389
ہرنولی ---------- 389

خودرو پھلدار درخت

آخرے ---------- 391
آڑو ---------- 391
آملہ ---------- 391
اخروٹ ---------- 391
دنداسہ ---------- 392
املوک ---------- 392
بنگ ---------- 392
بیر ---------- 392
ٹھسی ---------- 392
جامن ---------- 393

Marfat.com

چروٹی ---------- 393
خوبانی ---------- 393
وڑنی ---------- 393
دندلی ---------- 393
گرنڈا ---------- 394
سمبلو ---------- 394
سندھارو ---------- 394
کٹھاڑی ---------- 394
کیمری ---------- 394
کلیاڑ ---------- 394
ککوہ ---------- 395
مٹھی ---------- 395

خودرو بیلیں

انگور ---------- 395
بڈبیل ---------- 395
داکھ ---------- 395
سرم گنڈہا ---------- 395
گڑوں ---------- 395
سبزیاں ---------- 396
پڑل ---------- 396
تیڑ ---------- 396
کھکھن ---------- 396
بھت گچھیاں ---------- 396
ڈابے ---------- 396

من آنم

پیدائش ---------- 398
بچپن کے حالات ---------- 398
والدصاحب ---------- 398

اماں جی

عالم بی بی ---------- 400
کالی بیگم ---------- 400
چڑیلیں ---------- 401
عبدال لوہار ---------- 401
ڈائن ---------- 402
شادی ---------- 402
بدیع الجمال کے چنداشعار ---------- 403
گھر گرہستی ---------- 404
سماجی مصروفیات ---------- 405
سادگی ---------- 407
دیہی کہانیاں ---------- 408
سکینہ بی بی ---------- 411

خاندانی پس منظر

خاندانی پس منظر ---------- 412
آبائی ورثہ ---------- 413

Marfat.com

ریچھو ---------- 414
پہلی محبت ---------- 416
عبرت ---------- 417
بچپن کی سگائی کے منفی اثرات ---------- 418
اہم مسئلہ ---------- 419
صورت مسئلہ ---------- 420

ڈھوکیں

پس منظر ---------- 421
ذیلدار مرگ ---------- 421
مرگ ---------- 422
کلر گالا ---------- 422
شمس دین کا ڈہارا ---------- 423
سموٹ ---------- 423
اداسیٹھ ---------- 424
غفور سیٹھ ---------- 424
گرل کوٹ ---------- 425
تلہوٹ ---------- 427
دیوی جی. ---------- 427

ہجرت 1965

تلہوٹ مضافات کالاکوٹ سے ہجرت کا آغاز ---------- 430
سیال سوہی ---------- 431
پاک فوج کی واپسی ---------- 432
بھوک ---------- 434
پاکستان ---------- 434

پانچواں باب: طالبعلمی

مدتے باگل نشستم ---------- 436
اساتذہ کرام ---------- 437
بگی بیگم ---------- 439
والدہ ---------- 441
والد صاحب ---------- 441
حافظ سید عبدالرقیب ---------- 441
حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم ---------- 442
خاندانی پس منظر و پیدائش ---------- 442
سوانحی خاکہ ---------- 446
خدمات و آثار ---------- 446
حضرت قاری عبدالرحمٰن ---------- 447
حافظ نور محمد ---------- 447

جامعہ محمدیہ بھکھی

داخلہ ---------- 447
زندگی میں پہلا خط ---------- 448
حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب ---------- 449
حضرت مولانا محمد نواز ---------- 451
حضرت استاذ حافظ نذیر احمد ---------- 452

١٣٧٥٥١

Marfat.com

حضرت استاذ حافظ کریم بخش ---------- 452
حضرت استاذ حافظ محمد عارف ---------------- 452

جامعہ محمدیہ بھکھی سے جامعہ عربیہ گوجرانوالہ

جامعہ محمدیہ سے جامعہ عربیہ ----------- 454
نہر بنگلہ چیچیاں ---------------------- 454
حضرت استاذ قاضی محمد عبداللہ صاحب سے دوسری ملاقات 455
یارسول اللہ دے مجھی ---------------- 456
جماعت اسلامی/بہشتی زیور --------------- 456
تنگ آمد بجنگ آمد ----------------- 457
ایک خواب ---------------------------- 458
داخلہ مدرسہ عربیہ ------------------- 459
دشمن کرے نہ ہوتی بات ------------------- 459

حضرۃ الاستاذ مولانا محمد چراغؒ

پیپلز پارٹی ------------------------- 460
مولانا احتشام الحق تھانوی ------------------ 461
مولانا عبدالرحمٰن جامی --------------- 461
مولانا جامی کی عظمت ------------------------ 462
مولانا محمد اسماعیل سلفی --------------- 462
مدرسہ نصرۃ العلوم ------------------------- 463
وحید العصر حضرت مولانا مفتی محمودؒ ------ 463
اشرف العلوم ----------------------------- 464
مولانا حافظ عبدالغنی ---------------- 463
حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ------ 465
حضرت مولانا ضیاء القاسمی ------------- 465
احتیاط، ٹھگے موتری ------------------------- 466
مدرسہ عربیہ قدیم ------------------ 467
دیانت ---------------------------------- 467
طلبہ کی امانت ------------------ 469
حساب وکتاب --------------------------- 470
اعتراف عظمت ----------------------- 471
قاضی محمد فاضل ------------------------ 471
جامعہ عربیہ کا امتیاز ------------------ 472
دو واقعات -------------------------------- 472
جامع مسجد -------------------------- 473
جمعیت اتحاد العلماء ------------------------- 474
مولانا غلام غوث ہزاروی --------------- 474
ایک ملفوظ ------------------------------ 475
انداز نصیحت --------------------- 475
چراغ ہدایت ------------------------------ 476
طلبہ کے ساتھ رویہ ------------------ 476
اپنے شیخ کا تذکرہ -------------------------- 477
حضرت شیخ الحدیث کی آمد ------------- 477
قانونچہ کھیوالی کی کلاس ---------------------- 478

حضرۃ الاستاذ مولانا حافظ مفتی حافظ نذیر احمد

پیدائش ووفات -------------------- 480
سیرت وسوانح چھوٹے استاذ پس منظر ----------- 483

Marfat.com

لگدا اے لہوردا ---------------- 487

صحیح مسلم شریف ---------------- 488

حضرت استاذ قاضی محمد عبداللہ 489

حضرت استاذ حافظ محمد حنیف 489

حضرت استاذ حافظ محمد انور القاسمی 490

وجہ تسمیہ ---------------- 490

سیرت وسوانح ---------------- 490

معیار رفاقت ---------------- 491

پابندی عہد کی مثال ---------------- 493

یادداشتیں ---------------- 494

حضرت شیخ الجامعہ کا احترام ---------------- 496

جامعہ عربیہ کا ماحول ---------------- 500

چھڈ یار میرا موڈ خراب کردتا ای ---------------- 504

حکایت ----------------

آخری ملاقات ---------------- 513

سفر آخرت ---------------- 513

حضرت استاذ شیخ الحدیث مولانا معین الدین خٹک

سیرت وسوانح ---------------- 518

حضرت شیخ الجامعہ کا ایک ملفوظ ---------------- 519

یادداشتیں ---------------- 520

جامعہ میں تشریف آوری ---------------- 520

اولین ہدایت ---------------- 521

قران السعدین ---------------- 522

کلاس کا آغاز ---------------- 523

انت عبدی وانا ربک ---------------- 524

چودہ سال بعد ---------------- 524

حضرت شیخ کا حافظہ ---------------- 525

مأبون ---------------- 526

صدرا ---------------- 527

آب حیات اور صدرا ---------------- 527

حافظے کا راز ---------------- 528

مولانا مودودی کی تقریر کا پشتو ترجمہ ---- 529

سادگی کی ایک مثال ---------------- 529

پشتو میں تقریر ماروں یا اردو میں ------ 530

حضرت شیخ کی سرخروئی ---------------- 531

درحیرت انداخت ---------------- 532

جماعتی نظم کی پابندی ---------------- 532

چینی کیلئے چائے ---------------- 534

معین القاری شرح صحیح بخاری ---------------- 534

اردو زبان پر دسترس ---------------- 535

جامع مسجد الفتح حافظ آباد ---------------- 535

اعلیٰ تعلیم یافتہ ---------------- 537

بزم ادب ---------------- 537

مولانا مودودیؒ سے تعارف ---------------- 538

میرا پور تشریف آوری ---------------- 540

Marfat.com

حضرت شیخ التفسیر مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب قلعہ دیدار سنگھ

جامعہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ میں داخلہ ----- 541
واقعات ---------------- 541
تمہارا مودودی---------------- 542
ہوئے ہم جو مر کے رسوا ---------------- 544

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری

دورہ تفسیر میں آخری درس ---------- 546
سند ---------------------------- 546

حضرت الشیخ حسن راشد

مختصر تعارف ------------- 546
تلمذ ------------------------ 546

معمار اعظم

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ---------- 5547
مولانا مودودی کا امتیاز---------------- 547
چند مشاہدات ---------------- 553
جماعت اسلامی ---------------------- 557
تجربات ---------------------- 558
ایمان کے تین درجے ------------------- 564
مسلمان کو گالی دینا ------------------ 564
مسلمان کو کافر کہنا--------------------- 566

حماقتیں

جامعہ عربیہ کی یادداشتیں---------------- 568

جماعت اسلامی کے ساتھ وابستگی

قیم جماعت اسلامی گوجرانوالہ -------- 572
گرفتاری------------------------------ 572
غائبانہ نماز جنازہ---------------- 574
ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ ---------------- 574
رہائی---------------------------- 574

شادی

استخارہ---------------------------- 575
لمحہ اقرار --------------------------- 576
حکایت حضرت سلیمان بن داؤد ------- 577
عبرت ------------------------------- 578

Marfat.com

قرآن کریم کی راہ نمائی ---------- 581
حلاف ---------------------- 581

برطانیہ آمد

حکایت -------------------- 584
حضرت مولانا نثار احمد ------------------ 585
ماہنامہ اذان کی ادارت 588
Radio XL 588

اولاد

ڈاکٹر سعدیہ قریشی ----------- 587
سمیہ قریشی ---------------------- 587
عمر فاروق قریشی ----------- 587
سمیرا قریشی ---------------------- 87ر
خالد فاروق قریشی ----------- 588
سدرہ قریشی ---------------------- 588

تالیفات

کتاب النکاح -------------- 589
زنبیل ---------------------------- 589
آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری -------- 589
ہجرت کشمیر ------------------------ 589

چھٹا باب: میرے احباب 590

ڈاکٹر اختر الزمان غوری ---------- 592
مولانا صاحبزادہ امداد الحسن نعمانی ---------- 596
بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری ---------- 597
چوہدری انجم سلطان شہباز ------------ 597
چوہدری عبدالخالق ------------ 602
علامہ مفتی عبدالرسول ------------- 603
ڈاکٹر عصمت اللہ --------------- 605
شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن ---------- 605
برادر محمد ایوب مسلم ------------ 605
مولانا محمد قاسم ------------------ 606
مفتی منیر احمد صابر الازہری-------- 608
مولانا محمد رفیق ایم اے ------------ 609
مولانا ضیاء الحسن طیب ---------- 609
مولانا قاری محمد امداد اللہ قاسمی ----------- 610
حاجی محمد سلیم ---------------- 611
رفعت چوہدری ------------------ 612
شعرائے کرام ---------------- 613
مصادر و مراجع ------------------- 615

Marfat.com

عرض ناشر

علم دوست نامور محقق، ادیب اور دانشور مولانا محمد اشرف قریشی صاحب کی کتاب ''ہجرتِ کشمیر'' کشمیر کے تاریخی پس منظر، جغرافیائی حالات و واقعات اور جدوجہد آزادی کی قربانیوں پر لکھی گئی تحریروں کا ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے۔ فاضل مصنف نے جس ترتیب و تدوین کے ساتھ واقعات و حالات کو ایک لڑی میں پرویا ہے اُس نے اِس کتاب کو قاری کے لیے سلاست و روانی کی ''تاریخی دستاویز'' بنا دیا ہے سچ تو یہ ہے کہ مولانا محمد اشرف قریشی صاحب نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ مصنف کا اندازِ بیاں اتنا فصیح و بلیغ ہے کہ کشمیر کے حسن و جمال کا بیان قاری پر سحر انگیز کیفیت طاری کر دیتا ہے اور ہجرت کے حالات پڑھ کر دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ اسی طرح کشمیر میں جدوجہد آزادی کی تحریک خون کو گرما کر رکھ دیتی ہے۔ غرضیکہ قاری مصنف کے ساتھ ساتھ مختلف ذہنی و دلی کیفیات کا سفر بھی طے کرتا چلا جاتا ہے۔ مصنف نے جگہ جگہ برمحل اشعار کا استعمال کر کے تحریر کو دو آتشہ بنا دیا ہے۔ عربی زبان و بیان پر مصنف کو جس قدر دسترس و عبور حاصل ہے۔ ان کا یہی امتیاز انھیں دوسرے مصنّفین سے ممتاز مقام عطا کرتا ہے۔

عام طور پر خودنوشت کتب میں خاندانی حالات کا ذکر تو ضرور کیا جاتا ہے لیکن مصنف نے جس طرح اپنے اساتذۂ کرام کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے وہ ایک سعادت مند شاگرد کا ہی خاصہ ہے۔ یہ ان کے والدین، بزرگوں اور اساتذۂ کرام کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ ایک بہترین شاہکار تصنیف لکھنے میں کامیاب ہو سکے۔ ان کی زندگی کے نشیب و فراز، جدوجہد تعلیم، اُصول و ضوابط اور کامیابیاں قاری کو ان کی پُرکشش شخصیت سے طاقت و توانائی لینے کا ذریعہ بنا دیتی ہیں۔ مصنف کی کتاب ''ہجرتِ کشمیر'' کا ہر ورق ایک آئینہ ہے جس میں ہمیں ہجرت اور جدوجہد آزادی کے حالات کا عکس واضح طور پر نظر آتا ہے۔ یہ کتاب تاریخ کے طالب علموں کے لیے جہاں انتہائی مفید اور کارآمد ثابت ہوگی وہاں عام قارئین کے لیے دلچسپی و معلومات کا عمیق اور قیمتی خزانہ بھی ہے۔ جس سے وہ بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پڑھیے اور مصنف کی ذہانت و فطانت، محنت و عرق ریزی کو داد دیجیے۔

میاں مختار احمد کھٹانہ

Marfat.com

ہجرت کشمیر ایک نظر میں

چوہدری انجم سلطان شہباز

عظیم مصنف، صحافی، شاعر، نقاد اور ممتاز ماہر تعلیم

....

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلمین والصلوۃ والسلام علی مُحَمَّدٍ سید المرسلین و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ الطیبین الطاھرین وعلی الائمۃ المجتھدین وعلی جمیع عباداللّٰہِ الصٰلحین.

''ہجرت کشمیر'' فاضل مصنف، مولانا محمد اشرف قریشی ﴿فاضل جامعہ عربیہ گوجرانوالہ، حال مقیم برمنگھم﴾ کی خود نوشت کتاب ہے جسے انہوں نے اپنے بھائی ''حضرت مولانا الحاج قاضی نذیر احمد قریشی'' اور بھتیجے محمد اعجاز شہید کے نام نامی سے منسوب کر کے ان کے ساتھ اپنی محبت و یگانگت کا اظہار کرنے کے علاوہ ان کو بھرپور خراج تحسین بھی پیش کیا ہے۔ قاضی نذیر احمد کے سانحۂ ارتحال کو آپ نے اپنے ''اندر کے شخص کی موت'' قرار دیا ہے۔ جس سے آپ کی ان کے ساتھ الفت و موانست کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے خطۂ کشمیر جنت نظیر کے تاریخی پس منظر سے لے کر جغرافیائی خال وخد تک کا نہایت تفصیلی ذکر کیا ہے۔ مسئلہ کشمیر اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والی ہولناک جنگوں اور ان سے ثبت ہونے والے خونی نقوش واثرات کا ذکر کیا ہے۔ مسئلہ کشمیر برسوں سے اقوام متحدہ کی سرد مہری اور بے حسی کا شکار ہے۔ اس حوالے سے آپ نے جمعیت الاقوام کے ابھرنے اور ڈوب جانے کا تذکرہ کیا ہے۔ اقوام متحدہ کا پس منظر اور کردار بیان کیا ہے جو کشمیر کے حوالے سے غیر مؤثر ثابت ہو رہا ہے۔

آزادئ کشمیر کی جدوجہد آج تک جاری ہے۔ اہل کشمیر مسلسل جانوں کے نذرانے پیش کرتے چلے آ رہے ہیں۔ قبرستان کے قبرستان آباد ہو چکے ہیں مگر تا حال یہ قربانیاں رنگ نہیں لائیں۔ مصنف نے بڑے احسن انداز میں پاکستان کو اہل کشمیر کی معاونت جاری رکھنے کا کہا اور بتایا ہے کہ مسئلہ کشمیر سے دستبرداری کا مطلب پاکستان کی ''سیاسی موت'' ہوگا۔

انگریزوں نے کس طرح اہل کشمیر کو بیچا اور غلامی کی زنجیریں پہنا کر ڈوگرہ راج کے ظلم وجبر کی گہری دلدل میں دھکیل دیا۔ یہ عبرت انگیز حالات مصنف نے بچشم خود ملاحظہ کیے اور اپنے درد دل کا حال ''ہجرت کشمیر'' میں سمو دیا۔

حسن کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف موصوف نے اپنی عربی دانی کے جوہر دکھانے کے علاوہ بڑی چابکدستی

Marfat.com

سے موقع محل کے مطابق موزوں اشعار کا انتخاب کیا ہے جو ان کے ذوقِ سلیم اور سخن شناسی کے شاہد ہیں۔ انہوں نے مرصع و مسجع اردو بھی بڑی مہارت اور خوش اسلوبی سے استعمال کی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''افسوس کہ اس وقت سمندروں دور یہ سطور لکھتے ہوئے میں کھڑکی سے بار بار باہر جھانک رہا تھا مگر میرے سامنے آسمان کے بجائے بادلوں کے تہہ در تہہ دبیز پردے اور تاریکی پہ تاریکی چھائی ہے جیسے دشت و بیاباں کی رات اور سردی کی لہر کہ جیسے زمہریر کا در کھلا ہو سانسیں منجمد ہوتی محسوس ہوتی ہیں''۔

یہ اقتباس ان کی فصیح اللسانی کا مظہر ہے اور اس میں جو حلاوت و سرور پنہاں ہے اظہار کا محتاج نہیں۔

کشمیر جنت نظیر کے حسن کا دلنشیں بیان انہیں حسن نسواں کی توصیف تک لے گیا۔ انھوں نے عربی، فارسی اور اردو ادب سے استفادہ کرتے ہوئے حسن زن کے عمیق پہلوؤں کا جزوی جائزہ نذر قارئین کیا۔ اس میں روشنی، چاشنی اور لذت ادا بھی ہے۔ ایک ایک سطر قادر الکلامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

'' حسن جس رنگ میں ہوتا ہے جہاں ہوتا ہے
اہل دل کیلئے سرمایہ ٔ جاں ہوتا ہے

جگر مراد آبادی

فرمان جگر بجا ہے مگر بات اتنی نہیں بلکہ حسن ہی سرمایۂ دو جہاں، مقسم بہ، مسجود ملائک، درشہوار اور احسن الخالقین کا تخلیقی شاہکار ہے۔ لیکن صنف نازک کے وجود کا حصہ بن کر خود حسن اور بھی حسین اور باعث حیرت ہے۔

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے
شکن زلفِ عنبریں کیوں ہے
نگہِ چشم سرمہ سا کیا ہے

مرزا غالب

ہجرت کے دلخراش مناظر کو بڑی چابکدستی سے قلم بند کر کے اس عہد کی ایک جیتی جاگتی تصویر پیش کی گئی ہے۔ مسلموں اور غیر مسلموں کے باہمی روابط کو بیان کیا گیا ہے۔ لوگوں نے کتنے دردناک انداز میں اپنے آشیانوں کو الوداع کہا، کس طرح ان کے بسیرے لٹے، کس طرح وہ بوجھل دلوں کے ساتھ آگ اور خون کے دریا پار کر کے کے نئی منزلوں تک پہنچے۔ ان کی اپنی داستان کے اندر بھی ان گنت داستانیں سسک رہی ہیں۔ یہ کسک جوان کے اندر جوالا کی طرح ابل رہی تھی آخر ان کی نوک قلم سے ''قرطاس کشمیر'' پر ٹپک پڑی۔ اس لئے یہ کتاب نہ صرف اہل کشمیر کی تاریخی حقیقت ہے بلکہ خونی لکیر کے دونوں اطراف، اک دوجے سے بچھڑ کر بسنے والے کشمیریوں کے مابین ایک کڑی اور رابطہ بھی ثابت ہوگی۔

کشمیر کی وجہ تسمیہ کے حوالے سے بڑی مدلل بحث کی ہے۔ پہاڑی سلاسل کا جغرافیائی محل وقوع اور تاریخی پس

Marfat.com

منظر بیان کیا ہے۔ ہمالیہ کے دامن میں بکھری ہوئی بلند و بالا چوٹیوں، دروں، برفانی تودوں (گلیشیئر ز)، گلپوش وادیوں، انواع اقسام کی جڑی بوٹیوں اور زرعی پیداوار کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

مختلف سیاسی ادوار کی تاریخ اور اس کے اثرات،، کشمیر کے عروج وزوال کی داستان، موئے مبارک اور دیگر تبرکات کے کشمیر میں لانے کا بیان ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ آپ کے خاندانی حالات و واقعات پر مشتمل ہے جس میں اپنے اسلاف، خاندان کی معروف شخصیات کا تذکرہ، شجرہ نسب اور مذہبی خدمات کا ذکر ہے۔ اپنی والدہ محترمہ اور والد محترم کا ذکر بڑی خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ والدہ کی سادگی کا اظہار کیا ہے۔ آپ کی والدہ نے آپ کی تعلیم کیلئے جو تگ و دو کی وہ ایک مثال ہے اور ممتا کے اظہار کی ایک سچی تصویر بھی ہے۔

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر میرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا
دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات
عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی

اقبال

ماں تیرے پیراں وچ جنت ہے وے رب دا
تیرے جیہا پیار مینوں کدھروں نئیں لبھدا
سانبھ سانبھ پھلاں وانگوں مینوں تساں رکھیا
تہاڈے ای وسیلے نال جگ نوں میں تکیا!

اللہ دتہ جوگی جہلمی

اپنے بچپن کے معصوم جذبوں اور بے ضرر شرارتوں کا بیان ہے۔

اپنے گاؤں چڑہان کا ذکر کچھ اس انداز سے کیا ہے کہ پڑھتے پڑھتے قاری چڑہان جا پہنچتا ہے اور گویا سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ چڑھان کے اردگرد مضافاتی دیہات اور ڈھوکیں جو اپنا جوبن دکھلانے کے بعد جل گئیں اور خاکستر سے پھر جنم لیا۔ یہاں کے لوگوں کا رہن سہن اور ماحول ہمیں اپنے تصور کی آنکھ سے متحرک اور جیتا جاگتا نظر آتا ہے۔

مولانا محمد اشرف قریشی نے یہ کتاب اگرچہ فراغت سے، لیکن ڈوب کر اور بڑی عرق ریزی و ریاضت سے لکھی ہے۔ اس میں کہیں تصنع و بناوٹ نہیں بلکہ سیدھے اور کھرے انداز میں بے ساختہ سی بے ساختگی کا احساس ہوتا ہے۔

Marfat.com

اپنے خاندان کے مختلف شعبوں میں معروف افراد کا ذکر کیا ہے۔ان کی دینی اور ملی خدمات کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔اولیائے کرام، حفاظ کرام، ڈاکٹرز اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کا تعارف کرایا ہے۔اپنے اساتذہ کا تفصیلی ذکر کرنے کے علاوہ ان سے منسلک دیگر احباب کا ذکر بھی موجود ہے۔

عظمت استاذ کا تذکرہ جس طرح انھوں نے کیا ہے یہ انہی کا خاصا ہے اور بقول ہری چند تمنا:

تجھے تو قیر کیا معلوم ہے اپنے مدرس کی
خدا کے علم سے جا کر ملتا ہے سلسلہ اس کا
خدا اس کو سرافرازِ مذاقِ علم کرتا ہے
فلک پر مائل پرواز ہے ذہن رسا اس کا
بلند ہے اس کا پیشہ اور دُنیا بھر کے پیشوں سے
جہان علم میں اڑتا ہے پرچم بے ہوا اس کا
ہزاروں دل اس کی روشنی سے جگمگاتے ہیں
دماغ و ذہن کی محفل میں جلتا ہے دِیا اس کا

اس کے علاوہ تصوف وکشف کے کئی رموز واسرار بھی اس میں ملتے ہیں۔کرامات کا دلچسپ احوال ہے اور موقع کی مناسبت سے اسلامی مسائل اور حکایات بھی شامل کی گئی ہیں۔جگہ جگہ قرآن و حدیث کے حوالے ہیں۔مولانا نے پندونصائح کا کوئی موقع ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔ان کی یہ خودنوشت درحقیقت ایک ''اندازِ تبلیغ'' بھی ہے۔

اپنی زندگی کے شب و روز اور نشیب و فراز کو بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔اپنی پیدائش سے تصول تعلیم، بچپن اور جوانی کے مشاغل، مناکحت سے اولاد تک ہر اک پہلو اور مرحلے کو بحسن وخوبی بیان کیا ہے۔حصول تعلیم کی کٹھنائیوں کی کٹھالی اور جہد مسلسل کی تپش نے آخر انھیں بھی وقت کی بھٹی سے کندن بنا کر نکالا۔

چڑھان پہنچ کر ایک لمحہ موجود میں یوں گویا ہوتے ہیں:

''اگرچہ سال کے چاروں موسم اپنے اپنے وقت پہ خوشگوار تہواروں اور تبدیلیوں کا پیغام لیے آتے ہیں مگر موسم بہار ایک ایسا موسم ہے کہ آسمان حسن برساتا ہے زمین پرورش کرتی اور ہوائیں نکھارتی ہیں۔دن کو حد نگاہ تک ہریالی، ابلتے چشمے، مترنم کوئلیں، متنغم پپیہے، پھولوں پہ منڈلاتی بلبلیں، چہچہاتے پرندے، ہوا میں تیرتے جھنجار، جھومتے درخت، قدرتی تراشیدہ پہاڑ، متنوع پھل اور مسکراتے پھول نظروں کے سامنے رہتے ہیں اور شام ہوتے ہی ٹمٹماتے جگنو روشنی نچھاور کرنے آنکلتے ہیں۔اس ماحول میں زندگی کا ہر لمحہ انسان کو خالق اکبر کے قریب لاتا جاتا ہے۔

آج نصف صدی گزر جانے کے باوجود کسی بہار کی چاندنی میں ڈوبے چڑہان کے درودیوار پھر سے سامنے آگئے ہیں، پھلواڑی کی الہڑسی خوشبو، چمبے کی مہک، کلباڑ کی کلیوں، موٹھی کی پھلیوں اور اس پار پاتھی میں بہار کی برسات کے بعد

Marfat.com

رقصاں کھیریوں نے سمندروں وصحراؤں کے فاصلے سمیٹ دیے ہیں۔

بہت سے معصوم چہرے مجھے اپنے لئے اسی طرح منتظر نظر آتے ہیں جیسے قصبے کے نشیب میں نرگس کے پھول

میرا جی چاہتا ہے کہ عقاب سے پر مستعار کر کے دوستوں کے ساتھ چھپن چھوت، سنتولیہ، پنجگیٹڑہ، چینکلی، گھوڑی میں دڑنی کی کلیوں کی باراتیں اور تنکوں کے کہراٹ (پن چکی) بنا کر کھیل آؤں۔ تصور نے چھیالیس سال کے طویل وقفے کو لمحہ موجود بنا دیا ہے۔

ایسا لگتا ہے میں اس وقت کھوڑ اٹھل پہ بیٹھا ہوں، کسی کے حنائی ہاتھوں کی خوشبو میری سانسوں میں تحلیل ہو رہی ہے اور

ہتھ چھاپ ترامے نی

پھوپھی نیا جی پنترا۔ میں تہی تھوآڑے مامے نی

جبکہ سامنے حد نظر تک چاول کی لہلہاتی آبی زمینیں منگ، نگاہیں فطری حسن کے سحر میں جھپکنا بھول چکی ہیں۔ دریا کے درمیان آبائی گھراٹ (پن چکی) اور منگ کی زمین کے ساتھ میری بہت سی یادیں وابستہ ہیں اور چھیالیس سال کا ماضی لمحۂ موجود کی طرح میرے سامنے اور پیارے پیارے چہرے ماحول سے بیگانہ کیے ہوئے ہیں"۔

یہاں محسوس ہوتا ہے کہ مصنف گویا امراء القیس کی طرح دارۃ الجلجل کے کنارے کھڑا اپنے ایام شباب میں لمحہ موجود بن گیا ہے اور جس طرح اسے اسی برس کی عمر میں اپنے گذرے ہوئے عہد شباب کی یاد تازہ ہو گئی، دوشیزاؤں کا پانی میں اٹکھیلیاں کرنا، اونٹوں کے گلے میں بندھی گھنٹیوں کی سریلی کھنکھناہٹ اور سلگتا ہوا دھواں ذہن کے پردۂ سیمیں پر متحرک ہے یوں ہی ہمارے مصنف بھی اس مقام پر زمان ومکان کی حدود پار کر کے بیتے ہوئے سمے میں جا پہنچے ہیں۔

اس وقت بازار میں سیکڑوں ہزاروں کتابیں دستیاب ہیں جن میں سے اکثر کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ آخر ان کی تصنیف کا مقصد اور ضرورت کیا تھی اور دوسری حیرت اس وقت ہوتی ہے جب لوگ انھیں خرید کر پڑھ بھی لیتے ہیں۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہجرت کشمیر نہ صرف ایک بامقصد، مفید اور اثر آفریں کتاب ہے بلکہ مصنف موصوف نے اپنے ذاتی تجربات، مشاہدات اور درد کی سوغات کو نہایت شائستگی، شگفتگی اور دلنشیں تاثیر کے ساتھ قارئین کی نذر کیا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب محض تفریح طبع یا گدگداہٹ کیلئے نہیں لکھی گئی بلکہ اس میں ہر ورق پر اصلاحی پہلو نمایاں ہے اس لئے اس کا مطالعہ تضیع اوقات نہیں بلکہ حاصل زندگی ثابت ہوگا۔

مولانا محمد اشرف قریشی صاحب نے اپنی کتاب "زنبیل" میں لکھا تھا کہ اہل کشمیر جب کہیں باہر جاتے ہیں تو ہاتھ میں ایک ٹوکری (زنبیل) لیے ہوتے ہیں اور جو کار آمد چیز، پھل یا پھول نظر آئے اس میں رکھ لیتے ہیں۔ مولانا نے بھی یہ روایت برقرار رکھی اور اسے دنیائے ادب کے دانش وخرد کے جواہر سے لبریز کر لیا۔ جب یہ زنبیل پوری طرح بھر گئی تو انھوں نے اس کے شہ پاروں کو زیر نظر کتاب کی شکل میں مرتب کیا اور اس "زنبیل" میں موجود انمول اشیاء کو بڑی فیاضی سے خواص وعوام میں بانٹ دیا۔ یہی زنبیل اس وقت "ہجرت کشمیر" کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

Marfat.com

اس کتاب میں برفپوش چوٹیاں، گل پوش وادیاں، جھومتے ہوئے چنار، آبشاروں کے گیت، چشموں کی گنگناہٹ، اٹھلاتی بل کھاتی ندیوں کا ترنم، بادلوں کے منڈلاتے ہوئے غول، دریاؤں کے تند و تیز دھارے، پرندوں کے سریلے گیت، مخملیں سبزہ زار، مخمور چمن، پھلوں سے بھرے باغات، متنوع موسموں اور رنگ و نور کی باتیں ہیں۔ یہ باتیں بہت دلچسپ بھی ہیں اور دلنشیں بھی۔ اللہ نے چاہا تو موضوع کشمیر پر ''ہجرت کشمیر'' کوکب برج، جواھر دُرج اور مایہ تحقیق ثابت ہوگی۔ یہ قرطاس کشمیر ہے جس میں نکتہ وروں کیلئے نکتہ آفرینی بھی ہے۔ اس لئے اس میں چیل و چنار کے علاوہ بھی بہت سے شاخسار ہیں۔ یقیناً یہ ایک قابل قدر اضافہ اور قابل مطالعہ تصنیف ہے جس کیلئے مصنف داد و تحسین کا مستحق ہے۔ لیجئے آپ بھی پڑھیئے اور مصنف کو داد دیجئے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ ان کو مزید توفیق عنایت فرمائے اور اس کتاب کو قبولیت عام کا شرف عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

چوہدری انجم سلطان شہباز۔ دینہ ضلع جہلم

12 - 12 - 12 - دسمبر 2012

Marfat.com

تقریظ

شیخ المشائخ حضرت علامہ ڈاکٹر اختر الزمان غوری چشتی دامت برکاتہم العالیہ، امیر جمعیت علمائے برطانیہ۔ بانی الحیات دواخانہ، برمنگھم

انسان کے زمین پر قدم رکھتے ہی، اللہ کریم کی طرف سے اس کی راہ نمائی کا انتظام بھی شروع ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں بہت سے صحائف کا نزول اور بعثت انبیائے کرام علیہم السلام کا سلسلہ، نزول قرآن اور بعثت ختم الرسل ﷺ تک جاری رہا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ ہی خاتم النبیین اور ختم الرسل ہیں اس طرح آپ ہی کی تعلیمات رہتی دنیا تک واحد ذریعۂ ہدایت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی پاک زندگی جن مقاصد کی تکمیل میں صرف ہوئی اور جو حضرات آپ کے جانشین مقرر ہوئے انہوں نے بھی اپنی زندگیاں انہی مقاصد کی تکمیل کیلئے صرف کر دیں۔

اس کے بعد اللہ کریم نے اس سلسلے کو قائم اور وسعت دینے کیلئے امت میں سے کچھ پاکیزہ افراد کو منتخب فرما کر انہیں دولت علم سے نوازتے ہوئے کھڑا کر دیا تاکہ وہ ہر دور میں تعلیمات نبوی ﷺ کو قائم اور باقی ہر خارجی آمیزش سے پاک وصاف رکھیں۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں جس دور میں بھی شریعت کے کسی پہلو کی تشریح کی ضرورت پیش آتی ہے تو اللہ کریم کسی نہ کسی کو منتخب کر کے اس سے وہ خدمت لے لیتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ لہٰذا وہ لوگ کہ جنہیں اللہ کریم نے اپنے دین کی ترویج واشاعت کیلئے منتخب فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور ہمارے محسن ہیں۔

ہمارے حلقہ احباب میں مولانا محمد اشرف قریشی بھی انہی اہل علم وقلم کے طائفہ سے ہیں جن کا اوڑھنا بچھونا نہ صرف مطالعہ وحصول علم بلکہ انتقال علم ہے۔ مولانا قریشی اور آپ کے خاندان سے اگرچہ ایک عرصہ سے دینی، روحانی اور قلبی تعلق رہا ہے مگر برطانیہ آنے کے بعد مولانا قریشی کی ذاتی لائبریری جو خود اپنی مثال ہے، دیکھ کر رشک آتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ شاید ہی کوئی ایسی مجلس ہو کہ جس میں احباب آپ کے علمی نکات سے محظوظ نہ ہوتے ہوں۔ مولانا قریشی نہ صرف ایک عمدہ ادیب بلکہ بہت عمدہ خطیب بھی ہیں۔ گزشتہ سولہ سال سے مقامی ریڈیو XL پر آپ کے علمی دروس سے نہ صرف عوام الناس بلکہ علمائے کرام بھی گھر بیٹھے مستفید چلے آتے ہیں۔ جبکہ ایسے مواقع پر ہمیشہ دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ کریم اس لائبریری اور اس کے قائم کرنے والے سے کوئی ایسا کام لے کہ رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کیلئے ذریعۂ ہدایت ثابت ہو۔

Marfat.com

الحمدللہ کہ اس ناکارہ خلائق کی دلی آرزو کو اللہ کریم نے شرف قبولیت بخشا تو تھوڑے ہی عرصے میں '' کتاب النکاح '' جیسی مدلل و ضخیم کتاب مارکیٹ میں آ گئی جسے اللہ کریم نے بے پناہ مقبولیت بخشی ۔جس کے بعد'' زنبیل '' جیسی علمی ، ادبی اور تاریخی شاہکار کتاب دیکھ کر سب احباب نقش حیرت بن گئے ۔اسی طرح عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد حیات علی چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح ''عرفان حیات'' کو مولانا قریشی نے ایڈٹ کر کے اسے حیات نو بخش دی جس کیلئے میں ذاتی طور پر ممنون ہوں ۔اسی طرح میرپور کی دینی تاریخ اور شخصیات پر مشتمل '' آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری'' مولانا قریشی کی عمدہ، ضخیم اور یادگار ادبی تصنیف اور دستاویز ہے۔

ہجرت کشمیر

اب زیرِ نظر کتاب ''ہجرت کشمیر'' کشمیر کی تاریخ میں ایک ایسا خوبصورت علمی اضافہ ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی ۔کیونکہ مولانا قریشی نے تاریخ کے موضوع کو جس ادبی انداز میں پیش کیا ہے اور جس طرح اشعار و ضرب الامثال سے مزین کیا ہے یہ کوئی آسان کام نہیں بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے ۔مولانا قریشی کی تحریریں پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ الفاظ و اشعار اور ضرب الامثال مولانا کے دربار علم میں اس طرح دستہ بستہ کھڑے اور رقم ہونے کے منتظر رہتے ہیں گویا کہ آپ کو مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ کا روحانی فیض حاصل ہے اور یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ کتاب کا ہر صفحہ اس پر شاہد عدل ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم علامہ قریشی کی محنت کو اپنی بارگاہ رحمت میں شرف قبولیت بخشتے ہوئے آپ کی تمام کتب کو ان کے حق میں صدقۂ جاریہ کے طور پر قبول فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

مولانا حافظ ضیاء المحسن طیب

فاضل جامعہ عربیہ گوجرانوالہ، صاحب نکتۂ نظر، انمول سفرنامہ مراکش و سپین، ڈائریکٹر قرطبہ اکیڈیمی برمنگھم

....

ہمارے علمائے کرام میں بہت کم ایسے ہیں جنہیں تحریر و تقریر دونوں شعبوں میں مہارت حاصل ہوتی ہے۔ بعض شعلہ بیان مقرر جو ہزاروں کے مجمع کو گھنٹوں مسحور رکھتے ہیں وہ خود اپنی تقریر لکھنے پہ قادر نہیں ہوتے اور اسی طرح بعض مصنفین چند کلمات کہتے ہوئے ہچکچا جاتے ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہمارے حلقۂ احباب میں برادر مکرم حضرت مولانا محمد اشرف قریشی مدظلہ العالی کو اللہ کریم نے نہ صرف دونوں شعبوں میں یکساں مہارت عطا فرمائی ہے بلکہ قابل رشک ادبی ذوق کے مالک بھی ہیں۔

جس طرح مولانا کا دلنشین انداز درس و تقریر سامعین کو مسحور رکھتا ہے اسی طرح آپ کی کتب ہیں جو قاری کو اکتاہٹ محسوس نہیں ہونے دیتیں۔ زیر نظر کتاب ''ہجرت کشمیر'' اردو ادب میں ایک انتہائی خوبصورت اضافہ ہے جس کے ذریعے مولانا نے ایک نیا اسلوب نگارش متعارف کرایا ہے۔ مثال کے طور پر اپنے ننہالی گاؤں اور دریا کا تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''سفر راجوری کے دوران۔ 23-11-2010ء۔ سلسلہ پیر پنجال کے پہلو میں دریائے انسی کے مأخذ کے متصل دائیں کنارے ایک ڈھلان پر واقع اپنے خوبصورت ننہالی گاؤں ''کنڈھی'' نانی جان کے مکان کے سامنے بدھل روڈ پر عزیزان ماسٹر محمد اسلم، ماسٹر محمد زبیر اور ماسٹر محمد نواز کے ساتھ بہت سی سوچوں میں ڈوبا اشکبار کھڑا ہوں۔

ہجرت سے تین سال پہلے جب آخری بار چڑہان سے 12 کلومیٹر کا فاصلہ صرف ایک ملیشیا کی میلی سی قمیص اور ننگے پاؤں طے کر کے یہاں پہنچا تو یہ گاؤں میرے ننہال سے آباد اور ان کے درمیان اپنے حصے کا ایک ننھا سا چاند میرا منتظر تھا جس سے آنکھوں کو فرصت ہی نہ تھی کہ میں یہاں کے فطری حسن پہ غور کرتا اور آج نصف صدی بعد بھی احساس کے افق پر اس کی جھلجھلاہٹ تازہ ہے گویا میں اسی کی تلاش میں یہاں کھڑا ہوں:

آرزو ہے کہ تو یہاں آئے
اور پھر عمر بھر نہ جائے کہیں

Marfat.com

برف پوش لاجوردی پیر پنجال اسی طرح استادہ اور اس کے دامن سے جنم لیتا ہوا دریائے انسی ہفت چشمۂ بہشت کی طرح رواں ہے۔ عجب ترنم ہے اس کا اور عجب رنگ، جیسے کوئی فاختہ نغمہ سرا ہو اور آج بھی اسی طرح، فضا میں تیرتی جھڑ بدلیاں، کو کو کرتی کوئلیں، پھولوں پہ منڈلاتے بلبل، پی پی کرتے پپیہوں کے جُھلو اور پنہاریوں کے جمگھٹ، پیوند دار میلے کچیلے لباس مگر ہیرے اور موتی'' كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ '' مگر افسوس کہ

ہزار چہروں میں اس کی مشابہتیں ملیں مجھ کو
پر دل کی ضد تھی ' وہ ' ہی اس ' جیسا بھی نہیں

اور دریا کے ساتھ ساتھ بکوری اور جگلانوں کی طرف بڑھتے ہوئے ایک سے بڑھ کر دوسرا خوبصورت منظر،'' جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار''

ہماری دعا ہے کہ اللہ کریم حضرت مولانا کو مزید توفیق عطا فرماتے ہوئے کتاب کو مقبول عام بنائے۔ آمین

Marfat.com

حرف آغاز

أَلتَّارِيْخ: هُوَمَعْرِفَةُ أَحْوَالِ الطَّوَائِفِ وَبُلْدَانِهِمْ ، وَرَسُوْمِهِمْ ، وَعَادَاتِهِمْ ، وَصَنَائِعْ أَشْخَاصِهِمْ ، وَأَنْسَابِهِمْ وَوَفَيَاتِهِمْ اِلَى غَيْرِ ذَالِکَ .

أبجدالعلوم. للشيخ صديق بن حسن ألقِنُوجي رحمه الله تعالى

اقوام عالم، ان کے شہر، بستیوں اور محلات، ان کی رسوم وعادات، ان کے پیشے اور مہارات، ان کی طرز زندگی اور شخصیات، ان کے انساب اور وفیات سے آگاہی کا نام ہے تاریخ۔

اور تاریخ کی نظر میں انسان کی سعادت یہ ہے کہ وہ اپنے اور اقوام عالم کے ماضی سے سبق سیکھ کر اپنے حال کو سنوارتے ہوئے آج کا ورثہ آئندہ نسلوں کو منتقل کر دے۔

کیوں کہ جس فرد یا قوم کا آج، کل سے مربوط ومنسلک نہیں وہ آئندہ کل کیلئے نشان عبرت تو ثابت ہو سکتی ہے مشعل ہدایت نہیں اور یہی حقیقت ہے کہ

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اقبالؔ

حضرت شاعر مشرق نے اسی پس منظر میں مزید فرمایا کہ:

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

ہم سب کا ایمان اور عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہی اس کائنات کی غایت اولیٰ ہیں:

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمہی تو ہو

مولانا ظفر علی خان رحمہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اس کے باوجود اللہ کریم نے آپ کو ماضی سے جڑے رہنے کی تاکید فرمائی ہے:

"ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" ۱۲۳ : النحل ۱۶

پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں جو مشرکوں میں سے نہ تھے۔

خاندانی پس منظر کی اہمیت

ہم دیکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر ایک صاحب بارگاہ رحمت عالم ﷺ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے مگر جلال نبوۃ کی تاب نہ لا سکے اور ان پر تھر تھراہٹ طاری ہو گئی تو رحمت عالم ﷺ نے مصافحہ کیلئے دست مبارک بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا گھبراؤ نہیں "اِنَّمَا اَنَا ابْنُ امْرَاَۃٍ تَاْکُلُ الْقَدِیْدَ" کیوں کہ میں بھی کوئی ظالم بادشاہ یا شہزادہ نہیں بلکہ قریش میں سے ایک ایسی خاتون کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں خشک کیے گئے گوشت کے ٹکڑے کھا کر گزر بسر کرتی تھیں۔

رواہ ابن ماجہ فی "الأطعمة باب القدید" وانفرد بہ و صححہ الألبانی رحمهما اللہ تعالیٰ

چوں کہ آپ کا مخاطب ایک محنت کش دیہاتی تھا لہٰذا آپ ﷺ نے اپنی جفاکش، محنتی اور خودداروالدہ کا حوالہ دیا تاکہ اس کی اجنبیت دور ہو اور ہاتھ ملاتے ہوئے تردد نہ ہو۔

مگر غزوۂ حنین کے موقعہ پر میدان جنگ میں آپ نے اپنے دادا سردار حضرت عبدالمطلب کے اقتدار واستقامت اور خدمات کے حوالے سے مجاہدین کی ہمت بڑھائی۔

"أَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ" میں کوئی کم ہمت جھوٹا نبی نہیں کہ پسپائی اختیار کرلوں گا اور نہ میرے خاندان ہی میں کوئی ایسی روایت موجود ہے بلکہ ایسی باہمت، حوصلہ مند، متوکل اور بہادر شخصیت کی اولاد ہوں جسے ابرہہ کی سطوت مرعوب نہیں کر سکی۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جب اہل طائف نے نہ صرف آپ کی دعوت ٹھکرا دی تھی بلکہ بد اخلاقی سے پیش آتے ہوئے آپ کے پیچھے لونڈے لگا دیئے تھے اور اس دوران جب آپ ﷺ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے باغ میں پناہ گزیں ہوئے تو ان دونوں بھائیوں نے ترس کھاتے ہوئے اپنے غلام عَدّاس کے ہاتھ انگور کا تازہ گچھا آپ کیلئے بھیجا تو آپ نے بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے تناول فرمانا شروع ہی کیا تھا کہ عَدّاس نے تعجب سے عرض کیا۔ مگر بسم اللہ شریف پڑھنا اس بستی کے لوگوں کی عادت تو نہیں؟ فرمایا تو بتاؤ تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟ عرض کیا نصرانی اور نِینوی بستی کا رہنے والا۔ فرمایا "مِنْ قَرْیَۃِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی" اس کا مطلب ہے تم ایک نیک ہستی یونس بن مَتّٰی کی بستی کے رہنے والے ہو؟

عرض کیا جی ہاں مگر آپ ان کے بارے میں کیا اور کیسے جانتے ہیں؟ فرمایا" ذَاکَ أَخِیْ کَانَ نَبِیًّا وَأَنَا نَبِیٌّ " وہ میرے ہم مشرب نبی تھے اور میں بھی اسی سلسلے کی آخری کڑی ہوں۔ یہ سنتے ہی عداس رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

Marfat.com

چمٹ گیا اور آپ کے سر مبارک اور ہاتھ پاؤں پہ بوسے دینے لگا:

دنیا میں رحمت دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر ، وہ تنہا تمہی تو ہو

مولانا ظفر علی خان

نسب کی تعلیم

مذکورہ واقعات سے معلوم ہوا کہ دعوت دین اور خیر کے کاموں میں خاندان کا حوالہ نہ صرف مفید بلکہ عین مطلوب اور عبادت ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نسب سیکھ کر محفوظ رکھنے کا حکم فرمایا ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ ، فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِيْ الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِيْ الْمَالِ ، مَنْسَأَةٌ فِيْ الْاَثَرِ .

رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب من هذا الوجه واخرجه احمد فی مسنده والحاکم وقال صحیح

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ نے حضور نبی رحمت ﷺ کا ارشاد روایت کیا ہے: ”فرمایا کہ اپنا نسب (اور اس کی شاخیں) سیکھو تا کہ اپنے رشتے ناتے معلوم کر کے ان سے حسن سلوک کر سکو کیوں کہ رشتہ داروں کے حقوق معلوم کر کے ادا کرنے سے گھر اور خاندان والوں میں محبت بڑھتی ہے۔ مال میں برکت پیدا ہوتی ہے اور موت مؤخر ہو جاتی ہے“۔

نسب سے مراد اپنے آباؤ واجداد کا شجرۂ نسب محفوظ رکھنا ہے تا کہ قبیلے کی شاخوں سے واقفیت رہے اور ہر ایک کا حق اس تک پہنچ سکے جس کے نتیجے میں صلہ رحمی اور قرابت داروں کی دعاؤں کی برکت سے ایک تو انسان قبیلے میں معتبر و معظم قرار پاتا ہے جس سے اہل خانہ بھی مستفید ہوتے اور محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ روزی میں برکت دیتے ہیں اور یہی بات عمر میں بھی برکت پیدا کر دیتی ہے اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ عرصہ دراز تک لوگ نیکی کے باعث اچھے لفظوں میں یاد رکھتے اور دعائیں دیتے ہیں۔

خاندان کی خیر خواہی

برادری ازم اور عصبیت جاہلانہ طرز زندگی اور اس حال پر مرنا جاہلی موت ہے۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلَى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ.

رواه ابوداودفی کتاب الادب باب فی العصبیة ومسلم فی الامارات باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین والنسائی فی سننه من حدیث ابی هریرة بمعناه اتم منه باب التغلیظ فیمن قاتل تحت رایة عمیة.

Marfat.com

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی دعوت دیتا ہے اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنیاد پر لڑائی کرتا ہے اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مرتا ہے۔

مگر خاندان کی خیر خواہی عین مطلوب ہے اور وہ اس طرح کہ تمام صدقات واجبہ و نافلہ پر قرابت داروں کا حق مقدم ہے جبکہ اللہ کریم نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرماتے ہوئے فرمایا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں سے دعوت کا آغاز کریں " وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ " ۲۶ : الشعراء ۲۱۴

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جن و انس اور دیگر حیوانات پر مشتمل عظیم لشکر کے جلو میں حضرت سلیمان علیہ السلام سفر کرتے ہوئے ایک ایسی وادی میں پہنچتے ہیں جہاں ہر طرف چیونٹیاں ہی چیونٹیاں پھیلی ہیں

'' قَالَتْ نَمْلَۃٌ یٰۤاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ''

۲۷ : النمل ۱۸

تو صورت حال ملاحظہ کرتے ہوئے ایک چیونٹی صدا لگاتی ہے :'' اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ بیخبری میں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں رونڈ ڈالے''۔

چیونٹی اگرچہ ایک حقیر مخلوق ہے لیکن اپنے قبیلے کیلئے خیر خواہی اللہ تعالیٰ کو ایسی بھاتی ہے کہ نہ صرف قرآن کریم میں اس کا قول نقل فرمایا بلکہ پوری سورت کو'' النمل / چیونٹی'' کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

ان حقائق کی روشنی میں ایک عرصہ سے میرا ارادہ تھا کہ اپنے قبیلے کو اس کے شاندار ماضی سے منسلک کر دیا جائے مگر تاریخ کشمیر کی تلخیص باعث تاخیر ہوئی۔

تاریخ کشمیر کی تلخیص

چونکہ 1700ء کے اواخر میں ہمارے جد امجد بسلسلہ تبلیغ پنجاب سے کشمیر میں منتقل ہو کر آباد ہوئے ہیں۔ حالانکہ کشمیر کی نسبت پنجاب زیادہ محفوظ اور روزگار کیلئے مناسب تھا۔ اس پس منظر کو واضح کرنے کیلئے کشمیر کے حالات کی ایک تلخیص بیان کرنا ضروری تھا۔

جبکہ میں نے اکتوبر 1965ء اور نو سال کی عمر میں خاندان کے ساتھ کشمیر سے ہجرت اختیار کی تھی اور تاریخ و سیر مطالعے کی حد تک تو میرا پسندیدہ موضوع ہے مگر اس پہ لکھنا کار دشوار۔ چوں کہ والدین سے نور نامہ، پکی روٹی، روشن دل اور کریما کے بعد جامعہ عربیہ کی تعلیم کے علاوہ میرے پاس کوئی فالتو تعلیم نہیں۔ کبھی سکول کا منہ تک نہیں دیکھا یہاں تک کہ میں نے اردو قاعدہ بھی نہیں پڑھا جبکہ مادری زبان صرف کشمیر کی وادیوں میں مترنم کوئلوں، متنغم پپیہوں، فضا میں تیرتے، درختوں پہ چہچہاتے، سبزے پہ لوٹتے، فراز کوہ سے پھوٹتے آبشاروں اور نشیب میں ابلتے چشموں کے گرد

Marfat.com

احسن الخالقین کی حمد وثنا میں رطب اللسان پرندوں کے لہجے میں بولی اور سمجھی جا سکتی ہے لکھی نہیں جا سکتی اور اردو کا معاملہ یہ ہے کہ:

نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہہ دو
آتی ہے اردو زباں آتے آتے

داغ دہلوی

لہٰذا پینتالیس (45) سال بعد سمندروں دور اس موضوع پر قلم اٹھانا چاہا تو میری حیثیت ایک ایسے طفل مکتب سے مختلف نہ تھی جسے نرسری میں پہلے روز قلم تھما دیا جائے۔

اس بے بسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی تو کچھ ماٴخذ جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا جن کے مطالعہ کی مدد سے پہلے باب کی تکمیل ممکن ہو سکی۔ میں نے باب کے آخر میں اس موضوع پر دستیاب کتب کا تعارف پیش کرنا ضروری سمجھا ہے تا کہ نئے رائٹرز کو سہولت رہے۔

اللہ تعالیٰ کی کریمی سے یہ مرحلہ بھی آسان ہونے کے بعد میں ''ہجرت کشمیر'' آپ تک پہنچانے میں فخر محسوس کرتا ہوں جس کے مطالعہ کے بعد قارئین کیلئے فیصلہ کرنا آسان ہو گا کہ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا۔

Marfat.com

اظہار تشکر

اس کتاب کی ترتیب میں میرے بعض عزیز اور دوست کسی نہ کسی حوالے سے میرے معاون رہے ہیں جن کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب۔ اسلام آباد

ڈاکٹر صاحب اور میں چوں کہ کلاس میٹ کی حیثیت سے طویل عرصہ تک اکٹھے رہے ہیں لہٰذا کسی تحقیق کے سلسلے میں ان کی طرف رجوع کرنا میرے لئے بہت آسان ہوتا ہے اور وہ مصروفیات کے باوجود مجھے مایوس نہیں کرتے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب۔ میر پور۔ حضرت علامہ مفتی عبدالرسول صاحب منصور الازہری ۔ برمنگھم ۔ چوہدری انجم سلطان شہباز صاحب دینہ ضلع جہلم ۔ برادر محترم میاں محمد عبداللہ چڑھان ،راجوری۔ مولوی عبدالکریم صاحب، چڑھان، راجوری۔ حضرت مولانا محمد رفیق صاحب میر پور ،مولوی عبدالقیوم صاحب سانونکوٹ، راجوری۔ برادر عزیز اللہ صاحب، سانونکوٹ، راجوری۔ ماسٹر محمد اسلم میاں عبدالرحمن صاحب سانونکوٹ، راجوری۔ حاجی محمد رفیق (رقیب) صاحب چڑھان ،راجوری۔ ماسٹر محمد اسلم میاں محمد عبداللہ صاحب چڑھان ،راجوری۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب سانونکوٹ، راجوری۔ خلیل الرحمن ۔ برمنگھم

بیگم قریشی

میں نے کتاب النکاح کی تالیف کے دوران عورت ذات اور اس کی مرغوبات کو سمجھنے کیلئے بہت مطالعہ کیا ہے۔ کتب بینی اور ذاتی تجربے کی بنیاد پر جو نتیجہ میں اخذ کر سکا ہوں وہ یہ ہے کہ جس طرح جگنو اپنی روشنی اور اس کی اہمیت سے بے خبر ہوتا ہے اسی طرح اکثر خواتین اپنے نسوانی جوہر اور اس کی اہمیت سے بے خبر رہتی ہیں یہاں تک کہ نکاح کی صورت میں اگر دیندار اور مونس وغمگسار جیون ساتھی مل جائے تو بعض کو جلدی ادراک ہو جاتا ہے کہ آہا

کسی معصوم جگنو کی طرح میں
خود اپنی روشنی سے بے خبر تھی

جس کی دلیل کے طور پر اُمہات المؤمنین، صحابیات اور بعد کی چالیس ہزار محدثات وعالمات کی زندگی شاہد عدل ہے۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ اگر اطیب الطیبات ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جاہلی معاشرے میں پروان چڑھتیں اور رسول اللہ ﷺ جیسے خیر الخلائق شوہر کی رفاقت میسر نہ آتی تو وہ خواتین کی تاریخ میں سب سے بڑی عالمہ نہ ہوتیں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اِنَّ الدُّنْیَا کُلَّھَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ''

أخرجه مسلم عَنْ طريق عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ : في الرضاع ، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة

''بیشک دنیا نفع حاصل کرنے کی جگہ ہے اور انسان اس میں سے جو بھی حاصل کر سکتا ہے اس میں نیک عورت سے بہتر کوئی چیز نہیں''۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں ایمان اور عمل صالح کے ساتھ انسان جتنی چیزوں سے فائدہ اور لذت حاصل کرتا ہے ان میں نیک بیوی سے زیادہ کوئی چیز انسان کو سکون مہیا نہیں کر سکتی۔

جبکہ عورت کی فطری مرغوبات میں سے ہے کہ وہ اپنے شوہر کو دوسروں کے مقابلے میں ممتاز و محترم دیکھنے کی خواہشمند رہتی، خواہشات کا احترام کرتی اور بسا اوقات خود طبیعت مائل نہ ہونے کے باوجود تکلیف سہتے ہوئے سکون مہیا کرتی ہے جس کے بعد اسے خوش دیکھ کر اپنی تکلیف بھول جاتی ہے۔ اسی بنیاد پر میں کہتا ہوں کہ والدین کے بعد کوئی رشتہ بیوی سے زیادہ Favorer & favorable نہیں ہو سکتا۔

سب ضدیں اس کی میں پوری کروں، ہر بات سنوں
ایک بچے کی طرح سے اسے ہنستا دیکھوں

پروین شاکر

مگر ہماری تعلیم، روشن خیالی، فرقہ بندی، نسل پرستی، لسانی تعصب اور سیاسی عدم استحکام نے ایک بار پھر سے ہمیں جاہلیت کی دلدل میں دھکیل دیا ہے اور

تفرقہ جب در و دیوار میں بس جاتا ہے
قلعہ مضبوط ہو کتنا ہی بکھر جاتا ہے

جمیل ارشد خان

کے مصداق گراوٹ اور بدنصیبی کی انتہا ہے کہ ہمارا نوجوان طبقہ دوسرے کی بیوی اور بہو بیٹیوں کو جھانکنے، اداکاراؤں کو ٹی وی سکرین پر دیکھنے، غلیظ قسم کے ٹی وی اشتہارات اور فلمی پوسٹرز پر نظریں مرکوز رکھنے پہ شرمندہ نہیں۔ مگر اپنی بیوی کو پاؤں کا جوتا تصور کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے:

عجب طرح کے لوگ بستے ہیں تیرے شہر میں محسنؔ
انا میں مٹ جاتے ہیں مگر محبت نہیں کرتے

محسن نقوی

Marfat.com

جس کے نتیجے میں ہمارا معاشرہ ایک ماتم کدہ بن کر رہ گیا ہے اور اس وقت بھی بہت سے معاشرتی مناظر میرے سامنے اور باعث اذیت ہیں کیوں کہ:

عورت کو سمجھتا تھا جو مردوں کا کھلونا
اس شخص کو داماد بھی ویسا ہی ملا ہے

تنویر پیرا

محبت کے اس موضوع پر گزشتہ سولہ سال سے مقامی Radio XL پہ درس دے رہا ہوں۔ علاوہ ازیں اسی دوران لکھی گئی ''کتاب النکاح'' کے سیکنڈ ایڈیشن پر بھی کام جاری ہے اور انشاء اللہ ''ہجرت کشمیر'' کے بعد بہت جلد آپ کے ہاتھوں ہوگی۔ تحدیث نعمت کے طور پر یہاں چند گزارشات اس لئے ضروری تھیں کہ اس کتاب کے پیچھے ایک پوشیدہ ہاتھ کارفرما رہا ہے کہ:

دکھ سارے سمیٹ لیے اس نے
مجھ سے فقط اتنا کہا تم میرے ہو

فہد ملک

اللہ کریم بہترین جزائے خیر اور صحت عطا فرمائے میری بیگم رشیدہ قریشی کو جو تمام گھریلو ذمہ داریاں اپنے ذمے لیتے ہوئے اس کام کیلئے مجھے زیادہ سے زیادہ فارغ رکھتی ہیں۔ ورنہ گھریلو سکون کے بغیر یہ کام اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ زیر نظر کتاب ''ہجرت کشمیر'' کیلئے گزشتہ دو سال سے مسلسل مصروف رہا ہوں اور یہ تبھی ممکن تھا کہ توفیق الٰہی کے ساتھ ساتھ بیگم کا تعاون حاصل رہتا۔

وَ مِنْ شَمَا ئِلِهَا الْغَرَّاءِ أَنَّ بِهَا
یَزْدَادُ فَضْلِیْ فَلَا یَعْرُوْهُ نُقْصَانٌ

قسطندی داوود

اس کے عمدہ اور روشن اخلاق وعادات ایسے ہیں جن کے باعث اگرچہ میری عزت میں اضافہ ہوتا ہے مگر اس کے محاسن میں کمی واقع نہیں ہوئی۔

بے فائدہ ہے زیست میں احباب کا ہجوم
ہو پیکرِ خلوص تو کافی ہے ایک شخص

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْ وَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ○ الفرقان ۷۴/

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الْاَعْلٰی الْاَعَزِّ الْاَجَلِّ الْاَکْرَمِ اَنْ اَصْلِحْ وَاحْفَظْ نِسَاءَ نَامِنَ

Marfat.com

الْفِتَنِ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ – أَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُنَّ مُسْلِمَاتٍ ، مُؤْمِنَاتٍ ، قَانِتَاتٍ ، حَافِظَاتٍ لِلْغَيْبِ ، تَائِبَاتٍ ، عَابِدَاتٍ ، سَائِحَاتٍ ، طَيِّبَاتٍ هَادِيَاتٍ ، مَهْدِيَّاتٍ ، رَاضِيَاتٍ ، مَرْضِيَّاتٍ ، تَقِيَّاتٍ ، نَقِيَّاتٍ ، مُتَعَفِّفَاتٍ ، صَالِحَاتٍ ، مُصْلِحَاتٍ ، مُتَسَتِّرَاتٍ ، مُجَاهِدَاتٍ ، وَقِهِنَّ شَرَّ التَّبَرُّجِ وَالتَّشَبُّهِ بِأَعْدَاءِ الدِّيْنِ ، وَاجْعَلْهُنَّ أَللّٰهُمَّ فِي الْجَنَّاتِ .

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ خَيْرًا مِمَّايَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِيْ مِمَّا لَايَعْلَمُوْنَ . آمين

محتاج دعا بندۂ ناچیز و حقیر پر تقصیر

محمد اشرف قریشی

جمعرات ، یکم محرم الحرام۔ ١٤٣٤ھ

15 نومبر 2012ء

5 بجے شام۔ برمنگھم

Marfat.com

باب اوّل

تاریخ کشمیر

- ☆ کشمیر
- ☆ حسن کشمیر
- ☆ محل وقوع
- ☆ آبادی
- ☆ پیداوار
- ☆ تنازعہ کشمیر کا پس منظر
- ☆ جنگ 1965ء کا پس منظر
- ☆ مسئلہ کشمیر اور اس کا حل
- ☆ کشمیر کے موضوع پر مفید کتب

Marfat.com

کشمیر

حُسن اور حسنِ کشمیر

حسن جس رنگ میں ہوتا ہے جہاں ہوتا ہے
اہل دل کیلئے سرمایۂ جاں ہوتا ہے

جگر مرادآبادی

فرمان جگر بجا ہے مگر بات اتنی نہیں بلکہ حسن ہی سرمایۂ دو جہاں، مقسم بہ، مسجود ملائک، درشہوارا ور احسن الخالقین کا تخلیقی شاہکار ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ()

وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ () وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ () وَھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ () لَقَدۡخَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ()
التِّیۡن ۱/۴

ترجمہ: قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور قسم ہے طور سینا اور اس امن والے شہر (مکہ) کی بیشک ہم نے پیدا کیا ہے انسان کو بہترین ساخت پر۔ یعنی احسن الخالقین کی بارگاہ میں جو تخلیقی معیار مقرر ہے اس کے مطابق صرف انسان ہی اس کا تخلیقی شاہکار ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ()

یٰۤاَیُّھَاالۡاِنۡسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الۡکَرِیۡمِ () الَّذِیۡ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ () فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَا شَآءَ رَکَّبَکَ () الانفطار ۶-۸

ترجمہ

اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا۔ جس نے تجھے پیدا کیا' تجھے نِک سُک سے درست کیا' تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ کر تیار کیا۔

مگر صنف نازک کے وجود کا حصہ بن کر خود حسن اور بھی حسین اور باعث حیرت ہے۔

Marfat.com

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے
شکن زلفِ عنبریں کیوں ہے
نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

مرزا غالب

کوئی بات تو ہے کہ اللہ کریم نے حسن کو اپنی جنت کے خزانے قرار دیتے ہوئے اپنے مطیع و فرمانبردار بندوں کیلئے محفوظ و مخزون کر رکھا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ()

فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ () فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ () كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ () فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ () ألرحمٰن ۵۶ – ۵۹

ترجمہ

جنت کی ان نعمتوں کے درمیان شرمیلی نگاہوں والی حوریں ہوں گی جن کو ان جنتیوں سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں ہوگا۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ایسی خوبصورت (حوریں) جیسے ہیرے اور موتی۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ () فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ () حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ () فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ () ألرحمٰن ۷۰ – ۷۳

ترجمہ

جنت کی ان نعمتوں کے درمیان خوبصورت اور خوب سیرت (حوریں) بیویاں۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ خیموں میں ٹھہرائی ہوئی حوریں۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

جس طرح اللہ کریم نے حسن کو غمزہ و عشوہ و ادا اور رعنائیاں ودیعت فرمائی ہیں اسی طرح عربی زبان کو ترجمانی کیلئے سمندروں وسعتیں اور ظرف عطا فرمایا ہے۔

أَلصَّبَاحَةُ فِی الْوَجْهِ – أَلْوِضَاءَ ةُ فِی الْبَشَرَةِ – أَلْجَمَالُ فِی الْأَنْف – أَلْحَلَاوَةُ فِی الْعَیْنَیْن – أَلْمَلَاحَةُ فِی الْفَمِ – أَلظَّرْفُ فِی اللِّسَانِ – أَلرَّشَاقَةُ فِی الْقَدِّ – أَللَّبَاقَةُ فِی الشَّمَائِل.

دولة النساء تالیف الاستاذ عبدالرحمٰن البرقوقي رحمه الله : الحسن فی اللغة : الناشر دار ابن حزم بیروت لبنان

أَلصَّبَاحَةُ فِی الْوَجْهِ

چہرے کی نورانیت کے اظہار کیلئے

Marfat.com

وہ آئے بزم میں اتنا تو میرؔ نے دیکھا
پھر اُس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

میر تقی میر

اَلْوَضَاءَۃُ فِی الْبَشَرَۃِ

گالوں کی سفیدی میں سرخی کی آمیزش و معصومیت کے اظہار کیلئے

رات مجلس میں، ترے حسن کے شعلے کے حضور
شمع کے منہ پہ، جو دیکھا، تو کہیں نور نہ تھا

میر درد

نوٹ: ہماری زبان میں ایسے چہرے کو ''دِینِھِیْ'' سے تشبیہ دی جاتی ہے اور ''دِینِھِی'' چیڑ کی لکڑی کے مغز کو کہتے ہیں جس سے مشعلیں بنائی جاتی ہیں۔

افسوس کہ اس وقت سمندروں دور یہ سطور لکھتے ہوئے میں کھڑکی سے بار بار باہر جھانک رہا تھا مگر میرے سامنے آسمان کے بجائے بادلوں کے تہہ در تہہ دبیز پردے اور تاریکی پہ تاریکی چھائی ہے جیسے دشت و بیاباں کی رات اور سردی کی لہر کہ جیسے زمہریر کا در کھلا ہو، سانسیں منجمد ہوتی محسوس ہوتی ہیں وگرنہ

اگر یہ دھند نہ ہوتی تو دل کی لہروں پر
اسی کو چاند کا عکس جمیل ہونا تھا

قتیل شفائی

اَلْجَمَالُ فِی الْاَنْفِ

ناک کی خوبصورتی بیان کرنے کیلئے: اَلْجَمْلَاءُ: ایسی عورت جس کا سراپا بے عیب ہو

لَهَا صَحِيْفَةُ وَجْهٍ يُسْتَضَاءُ بِهَا
لَمْ يَعْلُ ظَاهِرَهَا طُوْلٌ وَلَا كَلَفُ
عَيْنَاءُ حُوْرَاءُ فِيْ أَشْفَارِهَا هَدَبٌ
وَلَيْسَ فِيْ أَنْفِهَا طُوْلٌ وَلَا ذَلَفُ

ألنابغة الشيبانی

ترجمہ: اس کے کتابی چہرے سے اندھیرے میں روشنی حاصل ہوتی ہے۔ جس کے ظاہر پر بدنما لمبائی غالب نہیں اور نہ اس کے سراپا پر بدنما داغ دھبے پائے جاتے ہیں۔ لمبی پلکوں والی ایسی خوبصورت آنکھیں جن میں سفیدی اور سیاہی ایک مناسب مقدار میں عیاں ہے اور ایسی خوبصورت ناک جو معیوب حد تک لمبی بھی نہیں اور ہموار بھی نہیں۔

Marfat.com

اَلْحَلَاوَۃُ فِی الْعَیْنَیْنِ

آنکھوں کی حلاوت وانس بیان کرنے کیلئے

آنکھ تمہاری مست بھی ہے مستی کا پیمانہ بھی
ایک چھلکتے ساغر میں، مے بھی ہے میخانہ بھی

ساغر نظامی

اے از فروغ رویت روشن چراغِ دیدہ
مانندِ چشم مستت چشم جہاں ندیدہ

حافظ شیرازی

اے کہ تیرے چہرے کے نور سے آنکھوں کا چراغ روشن ہے۔ تیری مست آنکھ جیسی دنیا میں کسی کی آنکھ نہیں دیکھی۔

اَلْمَلَاحَۃُ فِی الْفَمِ

منہ کا حسن بیان کرنے کیلئے

اپنی تصویر پہ نازاں ہو تمہارا کیا ہے
آنکھ نرگس کی، دہن غنچے کا، حیرت میری

مرزا داغ دہلوی

وَمَلِیْحَۃٌ قَدْ أَشْبَھَتْ شَمْسَ الضُّحٰی
فِی الْحُسْنِ عِنْدَ طُلُوْعِھَا وَ مَغِیْبِھَا

ابن معصوم

وہ سانولی سلونی جو اپنے حسن میں چاشت کے سورج کے طلوع وغروب ہونے کے ساتھ اس سے مشابہت رکھتی ہے۔

یعنی : بات کرتے وقت اس کا ماحول ایسا محسوس ہوتا ہے جس طرح چاشت کے سورج کی کرنیں اور خاموشی کے وقت اس طرح کہ جیسے چاشت کے وقت اچانک سورج بادلوں میں اوجھل ہو جائے۔

میں طلوع صبح نو سے ابھی مطمئن نہیں ہوں
ترا حسن بھی تو ہوتا کسی خوشنما کرن میں

قتیل شفائی

اَلظَّرْفُ فِی اللِّسَانِ

زبان کی مہارت ودانائی بیان کرنے کیلئے

Marfat.com

گلے میں اس کے خدا کی عجیب برکت ہے
وہ بولتی ہے تو اک روشنی سی ہوتی ہے

بشیر بدر

اے گفتگوئے لعلِ تو درکام جاں لذیذ
ذکرِ لبت چو طعمِ شکردر دہاں لذیذ
دندانِ تست قطرۂ شیر و شکر لبت
در کامہاست شیر و شکر بہر آں لذیذ

حافظ شیرازی

اے وہ کہ تیرے ہونٹوں کی بات جان کے تالو میں لذیذ ہے۔ تیرے ہونٹوں کا ذکر شکر کے ذائقہ کی طرح منہ میں لذیذ ہے۔ تیرے دانت دودھ کے قطروں کی طرح' اور تیرے ہونٹ شکر ہیں۔ دودھ اور شکر حلق میں اسی وجہ سے لذیذ ہیں۔

اَلرَّشَاقَةُ فِی الْقَدِّ

قد کے بانکپن Smartness کو بیان کرنے کیلئے یعنی سرو قد

چو رویت مہر و ماہ تاباں نباشد
چو قدت سرو در بستاں نباشد

حافظ شیرازیؒ

جس طرح چاند اور سورج تیرے چہرے کی طرح روشن نہیں۔ اسی طرح باغ میں سرو تیرے قد کی برابری نہیں کر سکتا۔

بدن کے جام میں کھلتے گلاب جیسی ہے
سنا ہے اس کی جوانی شراب جیسی ہے
کنول کنول ہے سراپا' غزل غزل چہرہ
وہ ہوبہو کسی شاعر کے خواب جیسی ہے

قتیل شفائی

اَللَّبَاقَةُ فِی الشَّمَائِلِ

نرم خوئی، ذہن وذکاوت اور سگھڑ پن کو بیان کرنے کیلئے

Marfat.com

هِیَ الْعُرُوْسُ الَّتِیْ حَازَتْ شَمَائِلُهَا
مِنَ الْبَدَائِعِ أَنْوَاعًا وَ أَقْسَامًا

قاسم الكستی

وہ ایسی دلہن ہے کہ اس کی انواع واقسام کی خوبیاں اور اخلاق وعادات بلند ونمایاں ہیں۔

وَ مِنْ شَمَائِلِهَا الْغَرَّاءِ أَنَّ بِهَا
یَزْدَادُ فَضْلِیْ فَلَا یَعْرُوْهُ نُقْصَانٌ

قسطندی داوود

اس کے عمدہ اور روشن اخلاق وعادات ایسے ہیں جن کے باعث اگرچہ میری عزت میں اضافہ ہوا ہے مگر اس کے محاسن میں کمی واقع نہیں ہوئی۔

مَاالْبَدْرُوَالْغُصْنُ أَحْلَی مِنْ شَمَائِلِهَا
کَأَ نَّهَا مِنْ بَنَاتِ الْحُوْرِ وَالْعَیْنِ

عبدالغفار ألأخرس

ماہ کامل یا تروتازہ شاخ کا نظارہ بھی اس کے خَلقِیْ و خُلقِیْ اوصاف کے مقابلے میں کچھ نہیں لگتا ہے کہ وہ بڑی بڑی آنکھوں والی جنتی عورتوں کی بیٹی ہے۔

آمدم بسر مطلب

خالق اکبر جل جلالہ نے نہ صرف حسن پیدا فرمایا بلکہ اپنی حکمت بالغہ کے تحت اس کی تقسیم بھی فرمائی ہے لیکن جو حسن خطہ کشمیر کے حصے میں آیا ہے دنیا میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ کشمیر نہ صرف انسانی حسن کی جنت ہے بلکہ پوری وادیٔ کشمیر سبزے کی کیاری اور پھولوں کا تختہ Flowerbed & vegetabal patch معلوم ہوتی ہے۔

Marfat.com

KASHMIR AND SWITZERLAND

معروف برطانوی سیاح اور مصنف جس نے نہ صرف یورپ میں پرورش اور تعلیم پائی بلکہ چین کو سامنے دیکھا اور 1902ء سے 1904ء تک تبت میں اور اس کے بعد 1906ء سے 1909ء تک برٹش انڈیا کے ایجنٹ Representative کی حیثیت سے کشمیر میں تعینات رہے اور پھر برطانیہ لوٹنے کے بعد 1919ء میں وہ The Royal Geographical Society کے صدر منتخب کیے گئے تھے کشمیر کے موضوع پر آپ کی دو کتابیں اس وقت میرے سامنے ہیں:

1- The Northern Frontier Of Kashmir by F.E. Younghusband

Printed By Oriental Publishers - 1488 Pataudi Daryaganj Delhi 6 India

- First Edition 1890 - First Reprint 1973

With thanks to the British Library

2 - Kashmir by Lieutenant Colonel Sir Francis Edward Younghusband

31 May 1863 - 31 July 1942 (1909)

http://kasmirglobal.com/content/kashmir-francis-younghusband

downloaded @ 15,50 12 / 07 / 2010

مؤخرالذکر کتاب ''کشمیر'' میں موصوف نے دنیا میں صرف Switzerland کی خوبصورتی میں کشمیر کے ساتھ جزوی مماثلت محسوس کی ہے۔ وہ کشمیر اور سویٹزرلینڈ KASHMIR AND SWITZERLAND کا عنوان قائم کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

I can see a complete circle of snowy mountains surrounding a plain of anything like the length and breadth of the Kashmir valley, for the main valleys of Switzerland are like the side valleys of Kashmir , And above everything there is not behind Switzerland what there is at the back of Kashmir, and visible in glimpses from the southern side , - a region of stupendous mountains surpassing

Marfat.com

every other in the world .

Kashmir by Lieutenant Colonel Sir Francis Edward Younghusband 31 May 1863 - 31 July 1942 (1909)

htp://kasmirglobal.com/content/kashmir-francis-younghusband

downloaded @ 15,50 12 / 07 / 2010

برف پوش سلسلۂ کوہ کے ہالے میں وادئ کشمیر کو میں دیکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ اس کے مقابلے میں سویٹزرلینڈ کی وسیع اور طویل وعریض وادیاں کشمیر کی چھوٹی چھوٹی اور ذیلی وادیوں کے برابر ہیں یعنی سویٹزرلینڈ کے مناظر کشمیر کے عقبی مناظر کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں اور سویٹزرلینڈ میں کوئی ایسا قدرتی منظر نہیں جو کشمیر میں مفقود ہو کیوں کہ کشمیر میں جنوبی طرف سے اس کی دلفریب جھلک، حیرت انگیز بلند وبالا پہاڑوں کا سلسلہ ہے جو پوری دنیا میں اور کہیں نہیں ملتا''۔

یعنی دنیا کے نقشے پر اگر کسی ملک کے ساتھ کشمیر کی خوبصورتی کا موازنہ کیا جا سکتا ہے تو وہ سوئٹزرلینڈ ہو سکتا ہے جو اگر چہ بہت خوبصورت اور جھیلوں اور پہاڑوں کے تناسب سے کشمیر سے بڑھ کر ہے لیکن ایسا مقام صرف ایک چھوٹی سی جگہ واقع ہے جہاں برف پوش پہاڑی سلسلے کا پھیلاؤ نہیں سوئٹزرلینڈ میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں برف پوش پہاڑوں کے مکمل ہالے کو دیکھا جا سکے جو کشمیر کے طول وعرض اور ہموار میدانوں میں نظر آتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ کی مرکزی وادی کشمیر کے اطراف کی چھوٹی چھوٹی وادیوں کی طرح ہے علاوہ ازیں سوئٹزرلینڈ کے پس منظر میں کشمیر کی طرح ایسے پہاڑی سلسلوں کا کوئی منظر موجود نہیں اور کشمیر کا یہ ایسا امتیاز ہے کہ باقی دنیا میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر آرتھر نیور قمطراز ہیں کہ:

At the foot of the Kashmir mountains the copious snowfed rivers tapped ancient canals wich distribute the water to the plateaux and valleys . But the rivers are more beautyful higher up, where the waters foam through narrow gorges and force their way over obstructing rocks.

THIRTY YEARS IN KASHMIR ; SRINAGAR IN THE EIGHTIES ; (Published 1913 by Edward Arnold in London) (Dr Arthur Neve born 1859 in Sussex, died 1919 in (Kashmir)

کشمیر کے پہاڑوں کے دامن میں برف سے لبریز دریا پرانی نہروں میں پانی تقسیم کرتے ہوئے وادیوں کے درمیان سے اس طرح رواں ہوتے ہیں جس طرح ایک عجوبہ، یہ دریا فراز کوہ سے گرتے ہوئے اس وقت اور بھی خوبصورت لگتے ہیں جب پانی کے جھاگ گھاٹیوں میں سے چٹانوں سے ٹکراتے اور بل کھاتے ہوئے اس طرح راستہ بناتے ہوئے گزرتے ہے کہ اس کا ہر منظر حسین تر محسوس ہوتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کشمیر قدرتی حسن میں اپنی مثال آپ ہے جس کیلئے یہی کہنا مناسب ہے

Marfat.com

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

حضرت امیر خسرو

اگر فردوس بر روئے زمین است

نوٹ

حسن کشمیر کی ترجمانی کیلئے ہمارے ادب میں یہ شعر بہت سے شعرا کی طرف منسوب ہے مگر تحقیقی طور پر یہ شعر حضرت امیر خسرو رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہی۔ نیز انٹرنیٹ پر اس عنوان کے تحت بہت سا مواد موجود ہے۔ علاوہ ازیں

ایک روز سپارک ہل لائبریری برمنگھم میں گیا تو دیکھا کہ شیلف پہ پروفیسر علم الدین سالک صاحب کی خوبصورت کتاب ''دختران ہند'' کسی قاری کی منتظر ہے جو اٹھانے کے بعد واپس رکھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا اور جب گھر آ کر دیکھی تو ملکہ نور جہاں کے تذکرے میں یہ انکشاف پڑھ کر میری مسرت کی انتہا نہ رہی جس کی افادیت کے نظر مجھے نقل کرنا پڑا۔

''نور جہاں کی ادب پروری کے سلسلے میں مجھے ایک اور واقعہ عرض کرنا ہے اور وہ یہ کہ ایک دفعہ مجھے سفر کشمیر کے دوران میں سری نگر کے ایک صاحب ذوق شاعر خواجہ حیرت پاندانی کا کتب خانہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کتب خانے کی سب سے بڑی خصوصیت شعر وادب کا وہ ذخیرہ تھا جس پر خواجہ حیرت پاندانی بجا طور پر ناز کر سکتے تھے۔ دواوین کے علاوہ ان کے پاس بیاض بکثرت تھے جن میں شعرا کا کلام ایک خاص سلیقے سے درج تھا

ایک بیاض کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ جب شہزادہ خرم کے اہتمام سے جھیل ڈل کے کنارے باغ فرح بخش تیار ہوا تو سنگ موسیٰ کی بارہ دری میں نور جہاں نے بادشاہ کی دعوت کا اہتمام کیا۔ دعوت کے بعد راگ ورنگ کی محفل برپا ہوئی جس میں نور جہاں بیگم کی جانب سے بعض نغمے گائے گئے جو باغ کی تعریف اور بادشاہ کی مدح میں تھے اور ان کے ٹیپ کا شعر یہ تھا:

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است وہمین است وہمین است

....

ان نغموں میں لطف یہ ہے کہ اگر سب کو یکجا کر کے لکھا جائے تو ایک نہایت اعلیٰ ترجیع بند بن جاتا ہے۔ لہٰذا ذیل میں ان کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے تا کہ قارئین کو اس کا کچھ اندازہ ہو جائے۔ چنانچہ نور جہاں بیگم کے اشارے سے ایک نازنین سیمیں تن، حور پیکر، گل اندام بڑے ناز وادا سے سامنے آئی اور حسب حال یہ نغمہ شروع کیا:

Marfat.com

چہ خوش وقت وخرم سرزمین است
چہ جائے امن وکنج دل نشین است

اس وقت زمین کتنی خوش وخرم ہے اور یہ کس قدر دلنشین کنج عافیت ہے۔

نسیم صبح محو عطر بیزی است
کہ مشک افشاں غزال دشت چین است

صبح کی ہوا خوشبو بکھیرنے میں مگن ہے جیسے صحرائے چین کا کوئی ہرن مشک بکھیر رہا ہو۔

بنفشہ می کند عنبر فشانی
کہ بوئے جعدزلف عنبرین است

خوشبو پاشی سے ہر طرف بنفشی رنگ بکھر گیا ہے کیوں کہ اس کی زلف کی لٹ خوشبودار ہے۔

بناز و طرہ پر پیچ سنبل
اگر گرم تبسم یاسمین است

اگر گل یاسمین مسکرادے تو گویا سنبل میں ناز وادا کا طرہ سج جاتا ہے۔

صدائے خندہ گل می برد دل
نوائے عندلیباں دل دل نشین است

پھول کے کھلکھلانے کی آواز دل لے جاتی ہے اور بلبلوں کے جھنڈ کی آوازیں دلنشین ہیں۔

چہ جام ارغوانی لالہ دارد
چہ گلہا راپر از زر آستین است

لالہ کے پاس کیا خوب ارغوانی جام ہے اور پھولوں کی پنکھڑیاں کیا خوب سونے کی طرح دمکتی ہیں۔

دریدن ہائے حبیب غنچۂ گل
تبسم ہائے روئے نازنین است

پھولوں کی کلیوں کا چٹخنا اس حسینہ کے رخ کی مسکراہٹ ہے۔

نگاہ نرگس مخمور و حیراں
زبان و کام سوسن شکرین است

چشم نرگس مخمور وحیراں ہے سوسن کا لہجہ اور لذت نہایت شیریں ہے۔

ز باد خوش خرام و آب شیریں
مرا اے ہم نشیں، عین الیقین است

اس خوش خرام ہوا اور میٹھے پانی کی وجہ سے اے دوست میرا پورا یقین ہے۔

Marfat.com

اگرفردوس بر روئے زمین است
ہمین است وہمین است وہمین است
اگر روئے زمیں پر کہیں جنت ہے تو وہ یہی ہے یہی ہے اور یہی ہے۔

....

یہ نغمہ سن کر تمام مجلس پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔لوگ ابھی مدہوش ہی تھے کہ ایک دل ربا و مہرلقا نے پردۂ دل کے تاروں سے یہ نغمہ چھیڑ دیا:

زمین چرخ پابوس زمین است
دماغ خاک برعرش برین است
آسماں زمیں کے پیر چوم رہا ہے اور خاک کا دماغ (فخر سے) عرش پر جا پہنچا ہے۔

زنقاشی کِلکِ دستِ قدرت
چمن چو صفحہ اژرنگ چین است
قدرت کے ہاتھ کے قلم کی نقاشی سے باغ کا صفحہ چین کے اژرنگ جیسا ہے۔

صبا کردہ برویش گل فشانی
کہ ایں افشان چرخِ ہفتمین است
ہوا نے اس کے چہرے پر پھول بکھیر دیے ہیں کیوں کہ یہ ساتوں آسمانوں کی پیشانی ہے۔

در شبنم چناں ہر سو نمو دار
شب قدرش تو گوئی خوشہ چین است
اس میں شبنم اس طرح ہر جانب پھیلی ہوئی ہے کہ شب قدر بھی اس کی خوشہ چیں ہے۔

زموج آب جوئے سنگ مرمر
عیاں چینِ جبین حور عین است
سنگ مرمر کی ندی کی لہر گویا اس حور کے ماتھے کی سلوٹ ہے۔

بہر جائے کہ نشیند نگاہم
نمی خیزد ، چہ جائے دل نشین است
جہاں بھی بیٹھتا ہوں نظر کرتا ہوں جہاں بھی دل بیٹھنے کی آرزو کرتا ہے وہاں سے اٹھنے کا نام نہیں لیتا۔

بیا ساقی بدہ گر مہربانی
دلم فارغ ز فکر کِفر و دین است
اے ساقی آ اور مجھے نوازش سے جام دے کہ میرا دل دین اور کفر کی فکر سے آزاد ہے۔

Marfat.com

مقام عیش زیں خوشتر نیابم
زمین پر شباب و انگبین است

اس سے زیادہ مقام عیش میں کہیں نہیں پاتا جس کی زمین جوان اور مخمور شراب جیسی ہے۔

نظر بندی ابر ساحری فن
نقاب انداز چشم دوربین است

اے نظر بندی کے فن کار بادل ساحر، نقاب اتار دے کہ نظر دور دور تک دیکھنے کے قابل ہے۔

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است وہمین است وہمین است

اگر روئے زمیں پر کہیں جنت ہے تو وہ یہی ہے یہی ہے اور یہی ہے۔

....

اس کے بعد ایک اور غارت گر زہد و تقویٰ اپنی جگہ سے اٹھی عشوہ و ناز و ادا سے آگے بڑھی اور کشمیر کے دلکش مقامات کو دل و دماغ میں جاگزیں کیے یوں نغمہ سرا ہوئی۔

خوشا کشمیر و گلزار دل آرا
زمینے غیرت صد ملک دار

بہت خوب اے کشمیر اور خوش کن باغ تو سو ملکوں کی غیرت ہے یعنی تیری آن بان اور شان ان سے بالا ہے۔

خوشا باغ سلیماں ملک کشمیر
بہشتے دل پذیر و عالم آرا

بہت خوب اے سلیمان کے باغ اور ملک کشمیر تو ایک خوبصورت جنت اور حسن جہاں ہے۔

زمینے وادیش وادیٔ ایمن
جبینِ کوہسارش ، طور سینا

اس کی وادی کی زمین، وادی ایمن ہے اور اس کے پہاڑوں کی پیشانی طور سینا کی مانند ہے۔

زفیضِ ویرناگ و 'صاحب آباد
زسندھ و کوثر آب وتستا

ویری ناگ اور صاحب آباد کے چشموں کے اثر سے، دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے آب کوثر سے

زڈل و دولر و صد آبشارش
شدہ باغ ارم ہر سو ہویدا

جھیل ڈل، جھیل دولر اور سیکڑوں جھرنوں سے ہر طرف باغ ارم نمودار ہو گیا ہے۔

Marfat.com

چنار سایہ دار و دیو دارش
بہ فردوس اش نشان شاخ طوبیٰ
اس کے سایہ دار چنار اور دیودار اس کیلئے جنت سے شاخ طوبیٰ کی علامت ہیں۔
زلال چشمہ ہائیش سلسبیل اند
شمال جوئبارش خلد
اس کے چشموں کا میٹھا پانی گویا جنت کا چشمہ سلسبیل ہے اس کی شفاف ندیوں نے اسے جنت بنا دیا۔
جبال اخضرش از برف مستور
مثال لعبت اش ماہ سیما
اس کے سبز پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے ہیں اور اس کا چاندی کا چاند سورج کی تصویر ہے۔
قلاہ قلہ ہائے پیر پنجال
حباب موج ، بحر نور بیضا
کوہ پیر پنجال کی چوٹیوں کی دستار گویا لہر کے بلبلے اور سفید روشنیوں کا ایک سمندر ہے۔
اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است وہمین است وہمین است
اگر روئے زمیں پر کہیں جنت ہے تو وہ یہی ہے یہی ہے اور یہی ہے۔

....

تمام محفل نقش حیرت تھی۔ چاروں طرف ایک سناٹا چھایا تھا۔ کچھ وقفہ کے بعد ایک حورلقا خراماں خراماں آگے بڑھی۔ کورنش وتسلیم بجالائی اور ایک والہانہ انداز میں یوں نغمہ سرا ہوئی۔

زہے کشمیر و باغ شالامارش
ہوائے سرد و شمشاد و چنارش
زہے کشمیر اور اس کا باغ شالا مار اس کے سرو، شمشاد اور چناروں کی ہوا
چمیدن ہائے موج آب صافی
جہیدن ہائے برق آبشارش
شفاف پانی کی اٹھلاتی لہریں، بجلی کی طرح لپکتے اس کے جھرنے۔
روانی ہائے چشم چشمۂ او
شگرفی ہائے جوئے آبدارش
اس کے چشموں کی تیز نگاہی اس کی نہروں کی عجب چمک دمک۔

Marfat.com

خوشا رقصیدن فوارہ از جوش
بہ صحن پر سرود و خوش گوارش

موسیقیت سے بھرپور خوشگوار صحن میں فوارے کا جوش وخروش سے رقص کرنا کتنا دلفریب ہے۔

نہ زیں فوارہ جوشد رشحۂ آب
کند در عدن نہ و قلزم نسارش

اس طرح کسی فوارے کا پانی نہیں اچھلتا نہ باغ عدن میں اور نہ قلزم میں پانی کا ایسا سائبان بنتا ہے۔

مسافر را زسحرش دل زکف شد
بدر شد از سرش سودائی کارش

اس کے سحر سے مسافر کا دل ہتھیلی پہ آ گیا اور وہ اس منظر سے دیوانہ و بے خود ہو گیا۔

دل مردم گرفتار بلا کرد
فریب حسن سبزہ زارش

اس کے سبزہ زار کے فریب حسن نے لوگوں کے دلوں کو یوں مسحور کر لیا۔

کہ مرغان خوش الحان می سرائند
سر ہر برگ و بار و ساسارش

کہ خوش الحان پرندے، ہر شاخ، ہر پتے، پھول و پھل اور ٹہنی پر یہی الاپتے ہیں۔

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است وہمین است وہمین است

اگر روئے زمیں پر کہیں جنت ہے تو وہ یہی ہے یہی ہے اور یہی ہے۔

....

قدرتوقف کے بعد ایک کونے میں حرکت پیدا ہوئی۔ ایک حورش زہرہ جبین عابد فریب اپنی جگہ سے اٹھلاتی ہوئی شہنشاہ کے روبرو یوں ترنم ریز ہوئی۔

بہار جاودانی شالا مار است
ہوائے خلد او دل زندہ دار است

شالامار کی بہار جاودانی ہے اور اس کی جنت کی ہوا سے دل زندہ ہے۔

نواحش جاں فزا و روح پرور
"سوادش ، سرمۂ چشم بہار است "

اس سے ملحقہ علاقے جاں فزا اور روح پرور ہیں اور اس کا شہر بہار کی آنکھ کا سرمہ ہے۔

Marfat.com

بکوہش ہا رواں چو آب حیواں
بپائش آب ڈل آئینہ دار است

اس کے پہاڑوں سے پانی آبِ حیات کی طرح اتر رہا ہے اور اس کے قدموں میں ڈل کی شفاف جھیل ہے۔

بہ حوض کوثرش قصر بہشتی
بطاق و منظرش صورت ہزار است

اس کے حوض کوثر سے قصر بہشت کے ایک ہزار محرابوں کا منظر نظر آتا ہے۔

بخاکش خفتہ گلگشت معلیٰ
بابش جوئبار از لالہ زار است

اس کی خاک میں عرش معلیٰ کی پھولوں کی کیاری محوخواب ہے۔ اس کا دروازہ لالہ زار کی نہر ہے۔

کنارش آب نیساں را نشیمن
بہارش دایہ طفل بہار است

اس کے کنارے ابر نیساں کا نشیمن ہے اور یہ بہار کی دایہ کی آغوش میں ایک بچہ ہے۔

دو ہمشیر اند او را پاک گوہر
کہ ہر یک سبز پوش وگل عذارست

اس گوہر پاک کی دو بہنیں ہیں ہر ایک سبز پوش اور حسین پھولوں جیسے رخساروں والی ہے۔

اگر زہرہ صفت باغ نشاط است
مسیحا دم نسیم پر چنار است

اگر باغ نشاط زہرہ کی مانند ہے تو اس کے چناروں کی ہوا دم عیسیٰ رکھتی ہے۔

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است وہمین است وہمین است

اگر روئے زمیں پر کہیں جنت ہے تو وہ یہی ہے یہی ہے اور یہی ہے۔

....

بعد ازاں ایک زہرہ شمائل بلبل ہزار داستاں کی طرح اس طرح چہچہانے لگی۔

زقرب آستانش کوہ ماراں
زدہ صد طعنہ بر تخت سلیماں

اس کی قربت کی بنا پر کوہ ماراں تخت سلیماں پر سوگنا فوقیت رکھتا ہے۔

Marfat.com

پر است از گوہر گل ، دامن ایں
فرازش تا کمر لعل بدخشاں

اس کا دامن پھول موتیوں سے بھرا ہوا ہے اور اوپر سے کمر تک اس میں لعل بدخشاں جڑے ہوئے ہیں۔

کہ از فیض صبائے صبح نوروز
زمیں شد غیرت خاک صفاہاں

نوروز کی صبح کی ہوا کے فیض سے اس کی زمین اصفہان پر سبقت لے گئی۔

کشود از خواب ناز پر تبسم
بہ مہدش دیدہ طفل بہاراں

جب اس نے مسکرا کر خواب ناز سے آنکھ کھولی تو اس نے اپنے گہوارے میں طفل بہار کو جھولتے دیکھا۔

زمین وادیٔ گل ، گل زمیں
فدائے گل بنش روح ہزاراں

اس کی زمیں پھولوں کی وادی ہے اور پھول اس کی زمیں ہے۔ جس کے پھولوں پر بلبل جان و دل سے فدا ہیں۔

بہر شاخش بہارستان جامی
بہر برگش مضامین گلستاں

اس کی ہر شاخ پر جامی کی بہارستان اور اس کے ہر پتے پر گلستان (سعدی) کے مضامین ہیں۔

بجا کش خفتہ آب ڈل صافی
لبالب از شرابِ نابِ ریحاں

اس کی زمیں میں جھیل ڈل کا صاف و شفاف پانی سویا ہوا ہے گویا جھیل رنگارنگ پھولوں کی پاکیزہ شراب سے معمور و مخمور ہے۔

خوشا ہر جانبش خطِ ہلالی
کشیدہ کوہسارِ خضر داماں

بہت خوب کہ ہر جانب ہلالی قوس کی طرح کھنچے ہوئے پہاڑ دامان خضر کی وسعت کے حامل ہیں۔

شدہ فیروزہ اش عرق زمرد
و یا در کوہ قاف است آب حیواں

فیروزہ عرق زمرد میں تبدیل ہو گیا ہے یا یہ کوہ قاف میں آب حیات کا چشمہ ہے۔

Marfat.com

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است"

اگر روئے زمیں پر کہیں جنت ہے تو وہ یہی ہے یہی ہے اور یہی ہے۔

....

دختران ہند۔تالیف لطیف پروفیسر علم الدین سالک: ملکہ نور جہاں: ناشر نشریات اردو بازار لاہور

واقول

اللہ کریم جزائے خیر عطا فرمائے ملکۂ ہند نور جہاں کو جن کے حسن اہتمام سے ان کی کنیزوں نے حسن کشمیر کے باب میں لغت کوئی سوچ اور الفاظ کا خزانہ مہیا کر دیا۔ میں نے تاریخ کشمیر پر تین سالہ مطالعہ کے دوران حسن کشمیر کی ترجمانی کیلئے ایسی شاعری نہیں دیکھی

اور چوں کہ ملکہ نے طرحی مصرے کے طور پر اس شعر کو استعمال کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صاحب تاریخ ہندوستان شمس العلماء مولانا محمد ذکاء اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس شعر کو حضرت امیر حسن کی طرف منسوب کرنا درست ہے۔

نوٹ

01 : صاحب "تاریخ ہندوستان" شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مغل بادشاہ اکبر کے آباد کردہ شہر "شاہجہان آباد" سے متاثر ہو کر حضرت امیر حسنؒ کے اس شعر کی نسبت شاہجہاں آباد کی طرف کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے کشمیر نہیں دیکھا تھا۔

:02 اردو ادب میں مندرجہ بالا شعر حکیم مشرق حضرت علامہ اقبالؒ، مغل بادشاہ جہانگیرؒ، عرفی اور حضرت امیر خسروؒ کے علاوہ حافظ شیرازی کی طرف منسوب ہے۔ میں نے حضرت علامہ اقبال اور دیوان حافظ کا ایک ایک لفظ چھان مارنے کے بعد شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی "تاریخ ہندوستان" کی ساتویں جلد میں شاہجہان آباد کے تذکرے میں حضرت امیر حسنؒ کی طرف منسوب دیکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی بات درست ہو سکتی ہے۔

رخت بہ کاشمر کشا کوہ و تل و دمن نگر
سبزہ جہاں جہاں بہ بیں لالہ چمن چمن نگر
باد بہار موج موج مرغ بہار فوج فوج
صلصل و سار زوج زوج بر سر نارون نگر

اقبال

ترجمہ: وادیٔ کشمیر کی سیاحت کیلئے سامان سفر تیار کر جہاں قدم قدم سبزہ زار اور چمن چمن لالے کے پھول کھلے ہیں۔ موج

Marfat.com

درموج باد بہار کا عالم ہے جہاں فوج درفوج بہار کے پرندے فضا میں تیرتے پھرتے ہیں اور ہر طرف ناروں کے درختوں پر سارس اور فاختاؤں کے جوڑے بہار کا نغمہ الاپتے ہیں۔

از شاہ جہانگیر دم نزع چو جستند
باخواهش دل ،گفت که کشمیر دگر هیچ

طغری مشہدی

شاہ ہند جہانگیر کے عالم نزع میں مصاحبوں نے کسی عزیز ترین چیز کا نام لینے کی درخواست کی تو اس نے کہا ''کشمیر'' باقی سب ہیچ۔

معروف مؤرخ الامام زکریا بن محمد بن محمود القزوینی المتوفّی ۶۰۵ . ۶۸۲ ھ رحمه الله تعالی نے ''آثار البلاد واخبار العباد'' میں بعنوان کنزة وقرآن کے تحت کشمیر میں فطری اور نسوانی حسن کی بہت تعریف کی ہے۔

قزوینی کا بیان ہے کہ کشمیری و ہندی اور ترکی نسل کے اختلاط کی وجہ سے یہاں کی خواتین اپنے قد وقامت اور حسن وملاحت اور رعنائی میں ضرب المثل ہیں۔قزوینی بیان کرتے ہیں کہ وادیٔ کشمیر بلند پہاڑوں کے ہالے میں گھری ایسی بستی ہے جس میں داخلے کیلئے صرف ایک قدرتی دروازہ موجود ہے جس کے باعث وادی تمام خارجی آفات و وحوش سے محفوظ ہے نیز اس کی چھوٹی چھوٹی وادیاں پھلدار درختوں، باغات چشموں کی دولت سے مالا مال ہیں جہاں خوراک کی کمی محسوس نہیں کی جاسکتی۔

جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

تاہم جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ کشمیر کو جنت نظیر کہہ دینا ہی کافی ہے کیوں کہ انسانی زبان میں وادی کا قدرتی حسن بیان کرنے کیلئے موزوں الفاظ نہیں۔اللہ تعالیٰ نے فردوس بریں کی تعریف میں فرمایا ہے۔

''جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰر'' الِعمْرَان ۱۵۔یعنی ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

اور دنیا میں شاید یہی ایک خطہ ہے جو فردوس بریں سے مشابہت رکھتا ہے جس کے قدرتی باغات کے گرد فصیل نہیں ہوتی تھی۔ہمارے علاقے میں 1965ء کی ہجرت تک کسی کیلئے کہیں سے پھل توڑ کر کھانے پر کوئی پابندی نہ تھی جبکہ باغات کے علاوہ بھی خودرو پھلوں کا شمار مشکل ہے اور کمال یہ ہے کہ ہر موسم کے ساتھ نیا پھل، نئے رنگ وخوشبو کے ساتھ موجود جیسا کہ میں نے آئندہ صفحات میں کچھ تفصیل بیان کی ہے۔انگور، ناکھ، خوبانی، کیلا، بیر، انار، سیب، ناشپاتی، شہتوت ، اخروٹ ، بہی، چیری، شفتالو، عناب، رس بھری، کروندے، سمبلو، گرنڈا، انجیر، بادام، مٹھا، ڈنڈلی، آڑو، چکوترا، تُنہسّہ، جامن، کٹھارے، جبکہ جموں کے مضافات میں خودرو آم بھی کثرت سے پایا جاتا ہے۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا () البقرة ۲۵
اس جنت کے باغوں کے پھل صورت میں دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے جب کوئی پھل انہیں کھانے کیلئے دیا جائے گا تو وہ

Marfat.com

کہیں گے کہ ایسے ہی پھل اس سے پہلے دنیا میں ہم کو دیئے جاتے تھے۔

اس طرح دنیا کے نقشے پر کشمیر کی موجودگی قدرت کی طرف سے اہل ایمان کیلئے اطمینان قلب اور منکرین پر حجت کا اہتمام ہے۔اور کشمیر اپنی انہیں خداداد نعمتوں کے باعث جہاں متلاشیان حسن وجذبہ تعمیر جہاں رکھنے والوں کیلئے باعث کشش رہا وہیں بار بار لٹیروں کی زد میں بھی آیا۔

جس طرح قدرت نے فراخدلی سے کشمیر کو حسن ودیعت فرمایا ہے اسی حساب سے فرزندان کشمیر اس کی حفاظت کیلئے اپنے سروں، بچوں اور خون کے نذرانے پیش کرتے آئے ہیں۔

کشمیر کے موسم

دیکھو پگھلا پگھلا سونا بہہ نکلا کہساروں سے
دیکھو نازک کرنیں ٹوٹ رہی ہیں ٹیلوں پر
دیکھو بھینی بھینی خوشبو آتی ہے گلزاروں سے
دیکھو نیلے نیلے بادل جھول رہے ہیں جھیلوں پر

احمد فراز

رُخ ارض پہ ریاست کشمیر ایک ایسا جنت نظیر خطہ ہے جہاں اللہ کریم نے موسمی تبدیلی کیلئے دو دو ماہ پر مشتمل ایسا کیلنڈر ترتیب دیا ہے جسے ملاحظہ کر کے سے انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

کشمیر کا موسمی کیلنڈر

☆موسم بہار	15 مارچ سے 15 مئی
☆موسم گرما	15 مئی سے 15 جولائی
☆موسم برسات	15 جولائی سے 15 ستمبر
☆موسم خزاں	15 ستمبر سے 15 نومبر
☆موسم سرما	15 نومبر سے 15 جنوری
☆موسم برفباری	15 جنوری سے 15 مارچ

Geography of Jammu & Kashmir State : Climant of Kashmir : Writen by Dr A. N. Raina - Published by Radha Krishna Anand & Co. Pacca Danga , Jammu

Geography of Kashmir.pdf- Adobe Reader - downloaded 03 - 08 - 2010 @ 9,20 pm - Birmingham

Marfat.com

کشمیر: وجہ تسمیہ

کشمیر کے موضوع پر دو سال سے مسلسل مطالعہ کے بعد بھی میرے لئے کشمیر کی وجہ تسمیہ کا یقینی تعین مشکل ہے کیوں کہ اس موضوع پر جن کتب کو بنیادی مصادر تسلیم کرتے ہوئے بعد کے مؤرخین نے استفادہ کیا ہے ان پر مذہبی وثقافتی صنمیات اور دیو مالائی داستانوں کا رنگ غالب ہے جس کی بناء پر میرے جیسے کم علم کا ان میں سے حق کشید کرنا مشکل ہے اور اسی طرح قارئین کو محض حیرانی میں چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں لہٰذا اس عنوان کے تحت چند باتیں لکھنا ضروری ہیں۔

ستی سر

کشمیر و تاریخ کشمیر پر اردو میں دستیاب کتب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرینگر دارالحکومت کی جگہ شروع شروع میں یہاں کسی آبادی کے بجائے چوراسی میل لمبا اور پچیس میل چوڑا برف پوش پہاڑوں کے ہالے میں میدانی علاقہ ''ستی سر'' (ستی کا تالاب) کے نام سے موسوم تھا جس کی کیفیت محض ایک بند یا جھیل کی تھی جس میں کشتیاں بھی موجود تھیں جنہیں استعمال کے بعد باندھنے کیلئے پہاڑوں میں سوراخ کر کے جو کھونٹے بنائے گئے تھے آج تک ان کے نشانات موجود ہیں۔ ''ستی جی'' پہاڑوں کے ہالے میں قدرتی جھیل اور موسم سے متاثر ہو کر عرصہ تک یہاں قیام پذیر رہیں اور انہیں کا نام وجہ تسمیہ بن گیا۔

جلد بھو/جلود بھاؤ

بعد کے کسی زمانے میں یہاں ستی سر کے تالاب میں جلد بھو یا جلود بھاؤ نامی ایک انسان دشمن جن یا دیو آبسا جو بوقت ضرورت تال سے نکل کر مضافات کے لوگوں کو سخت اذیت پہنچاتا تھا اور اس کے بعد پانی میں چھپ جاتا چوں کہ اسے برہما جی کی دعاء حاصل تھی جس کی بنیاد پر جھیل میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا اور موقع ملتے ہی یہاں سے نکل کر تباہی مچا دیتا تھا۔

کشپہ رشی/کشپ رشی

اسی دوران برہما جی کا پڑپوتا کشپہ رشی/کشپ رشی جو، اپنے مذہب کے مطابق ایک عبادت گزار اور نیک آدمی تھا، نے ہندوستان میں اپنے مذہبی مقامات کی زیارت کیلئے سفر اختیار کیا تو ہندوستان سے ہوتا ہوا باختلاف مورخین راجوری کے مضافات ''لوتیر'' یا کوہ شیر پر آ کر مقیم ہو گیا جہاں اس کے خوارق واستدراجات جب ظاہر ہوئے تو''

Marfat.com

جلد بھو" کے مظالم سےتنگ آئے ہوئے لوگ اس کی شکایت لے کر ان کی خدمت میں مدد کیلئے حاضر ہوئے۔

چوں کہ کشپہ رشی ایک رحم دل انسان تھے انہوں نے لوگوں کو تسلی دیکر رخصت تو کر دیا مگر ان کی داستان غم نے انہیں بے چین کر دیا۔لہٰذا لوگوں کے ساتھ وعدے کے مطابق ایک محفوظ مقام میں بیٹھ کر عبادت شروع کر دی تا کہ روحانی قوت حاصل کر کے اس موذی دیو کی بیخ کنی کر دیں۔

ہندو مؤرخین نے ان کا عرصہ ریاضت ایک ہزار سال ظاہر کیا ہے جس کے بعد مہادیو کو کشپہ رشی کی حالت پر رحم آیا تو انہوں نے ان کی معاونت کیلئے بشن اور برہما کو مامور کیا جو کشپہ رشی کے ساتھ مل کر ایک سو سال تک اس موذی کے ساتھ برسر پیکار رہے مگر اس پر قابو نہ پایا جاسکا کیوں کہ تالاب میں اس کا مورچہ مضبوط اور انسانی پہنچ سے دور تھا لہٰذا اس طویل جنگ کے بعد بشن اور برہما نے باہمی مشاورت سے فیصلہ کیا کہ چوں کہ پانی کی تہہ میں اس کا مورچہ ہماری دسترس سے دور ہے لہٰذا اس تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو پہلے ستی سر کا سارا پانی خشک کر دیا جائے۔

چنانچہ اتفاق رائے کے بعد بارہ مولا کے مقام پر بشن نے جکھر نامی ایک آلہ سے اس پہاڑ کو کاٹ ڈالا جس کے گرنے سے کسی زمانے میں پانی کے اخراج کا واحد قدرتی مخرج بند ہو جانے کے بعد پوری وادی نے ایک جھیل کی شکل اختیار کر لی تھی۔

آڈون

کہتے ہیں کہ پانی کے اخراج کے بعد سب سے پہلے جو قطعہ زمین ظاہر ہوا وہ آج تک آڈون کے نام سے موسوم و موجود ہے مگر اس محنت کے باوجود بشن کو مکمل کامیابی حاصل نہ ہو سکی کیوں کہ نکاسی آب کے بعد یہ انسان دشمن دیو یا جن کسی گہرے گڑھے میں مورچہ بند ہو گیا تھا۔اس چالاکی و ہوشیاری کے بعد بشن کوہ سمیر کا ایک ٹکڑا اٹھا لائے جس سے اس گڑھے کا منہ بند کر دیا گیا اور یہ انسان دشمن دیو یا جن اس کے نیچے دب کر ہلاک ہو گیا اور لوگ محفوظ و مامون ہو گئے اس واقعہ کے بیان کرنے والوں کے نزدیک اس موذی کی ہلاکت کی جگہ وہی ہے جہاں کوہ ماراں (ہری پربت) جلوہ گر ہے۔

تاہم اس کامیابی کے بعد جب کشپہ رشی کو اس زمین کی زرخیزی کا یقین ہو گیا تو وہ قرب و جوار کے ممالک سے اپنے چند ہم خیال لوگوں کو بلا لائے جو اس نو آبادیاتی خطے کے بانی ہیں بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف کٹیا چارج ، ممٹا چارج ، اٹبا چارج نامی تین بھائی اور کشپہ رشی کی طرح عبادت گزار تھے اور انہی کی دعوت پر یہاں آ کر آباد ہوئے تھے جس کے بعد خطے کے بانی کشپہ رشی سے، کشپہ میر، کشپ میر اور رفتہ رفتہ "کشمیر" نام مشہور ہو گیا جبکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کشپ رشی کی بیوی کا نام "میر" تھا جن کے انضمام اور کثرت استعمال سے مخفف نام کشمیر مشہور ہو گیا۔

کشف ۔ میر

مسلمانوں کا ایک گروہ اس بات کا مدعی ہے کہ حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام کے دور میں یہاں "کشف" نامی ایک دیو رہتا تھا جو "میر" نام کی ایک پری پر عاشق ہو گیا تھا مگر عفت شعار پری کسی طرح بھی اس کے دام تزویر میں نہ

Marfat.com

پھنس سکی تو عاشق نامراد:

کس درجہ دل شکن تھے محبت کے حادثے
ہم زندگی میں پھر کوئی ارماں نہ کر سکے

ساحرلدھیانوی

کے مصداق مارا مارا پھرتا تھا کہ اسی دوران حضرت سلیمان علیہ السلام ادھر تشریف لے آئے۔آپ نے علاقے کے نشیب وفراز کا مشاہدہ فرمانے کے بعد جھیل ستی سر کا پانی نکالنے کا فیصلہ فرمایا مگر یہ کام چوں کہ مشکل تھا لہٰذا آپ نے کشف کوطلب فرما کر اس سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم یہ پانی نکالنے کا کام سرانجام دے سکو تو میں تمہاری معشوقہ میر پری تمہیں عطا کر دوں گا۔کشف یہ مژدۂ جانفزا سننے کے بعد فرہاد کی طرح اس کام میں جت گیا اور اس نے تھوڑے دنوں میں جکھر نامی ایک آلہ سے پہاڑ کاٹ کر نکاسیٔ آب کے منصوبے میں کامیابی حاصل کرلی۔جس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے حسب وعدہ میر پری اس کے حوالے کر دی جس کے بعد ان عاشق ومعشوق کے سچے عشق کی یادگار کے طور پر جگہ کا نام ''کشف میر'' پڑ گیا اور پھر کثرت استعمال اور مرور ایام کے ساتھ ساتھ ''ف'' ساقط ہونے سے کشیر اور اس کے بعد کشمیر مشہور ہو گیا:

ہم سخن تیشے نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے
قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے
کام اچھا ہے وہ ' جس کا کہ مآل اچھا ہے

غالب

کم۔شمیر

بعض حضرات کا خیال ہے کہ چوں کہ شاستری زبان میں پانی کو ''کم'' اور نکاسیٔ آب کے عمل کو ''شمیر'' کہتے ہیں جبکہ یہ بات طے ہے کہ ستی سر کا پانی نکالا گیا تھا اور اس عمل کی یاد میں پہلے یہ وادی '' کمشمیر '' کے نام سے موسوم ہوئی اور بعد میں ''م'' ساقط ہو کر ''کشمیر'' نام مستقل ہو گیا۔

کش - کشپ،مر

صاحب تاریخ کشمیر جناب محمد الدین فوق صاحب کی مندرجہ بالا توضیحات کے علاوہ ڈاکٹر صابر آفاقی صاحب نے ''تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں'' میں مزید بیان کیا ہے کہ مغل بادشاہ بابر کا خیال تھا کہ کشمیر کا نام قدیم پہاڑی قبیلہ ''کش'' سے ماخوذ ہوگا اس کے بعد انہوں نے کشپ رشی والی داستان دہرا کر وضاحت کی ہے کہ مسلمان مؤرخین میں

Marfat.com

ابوالفضل پہلا آدمی ہے جس نے یہ کہانی درج کی اس کے بعد بدیع الدین کو چھوڑ کر سبھی مؤرخین کشمیر نے اسے دہرایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کشمیر کا نام ''کشپ ۔مر'' سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے کشپ کا گھر جبکہ دیو کو نکالنے والے درویش کا نام ''کشیاپا'' بتایا گیا ہے جس کے بعد تالاب میں محفوظ مورچہ بند ظالم دیو کا نام ''کشپ ۔مر'' ہوسکتا ہے۔

شش

صاحب ''فردوس کشمیر'' محترم چودھری انجم سلطان شہباز کی تحقیق کے مطابق 541ء میں چینی کتب میں کشمیر کا پہلا تذکرہ ''شش'' کے نام سے کیا گیا ہے جبکہ ایک روایت کے مطابق کشمیر پراکرت زبان کا لفظ ہے کش کا مطلب کس' نہر' کھائی یا خندق ہے ''میر'' کا مطلب بلند پہاڑ یعنی ایسی کھائی (جھیل) جس کے دونوں اطراف بلند پہاڑ ہوں۔

واقول

کشمیر کی وجہ تسمیہ کے ذیل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جس واقعہ کی نسبت کی گئی ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں کیوں کہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام میں آپ کے چند ایسے امتیاز ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے وہ ستی سر کی جھیل سے پانی کے اخراج کیلئے میر پری کی مرضی کے خلاف اسے کشف دیو کو عوض میں کیوں عطا فرمانے پر مجبور ہوئے جبکہ آپ کے وزراء میں ایسی شخصیات موجود ہیں جو پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس آپ کے سامنے پیش کر سکتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے جنات اور ہوا کو آپ کے تابع کر رکھا ہے، پرندوں کے ساتھ اسی طرح براہ راست گفتگو فرماتے ہیں جس طرح انسانوں کے ساتھ۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ کشمیر کے موضوع پر جن کتب کو بنیادی مصادر تسلیم کرتے ہوئے بعد کے مؤرخین نے استفادہ کیا ہے ان پر مذہبی وثقافتی صنمیات اور دیو مالائی داستانوں کا رنگ غالب ہے جس کی بناء پر میرے جیسے کم علم کا ان میں سے حق کشید کرنا مشکل ہے۔

اس موضوع پر کلہن پنڈت کی راج ترنگنی جس کا میں آئندہ صفحات پر ذکر کروں گا کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کتاب ہماری دنیا کے بجائے دیوتاؤں اور پریوں کی دنیا میں مرتب کی گئی ہے لہٰذا یقینی طور پر کسی واقعہ کو جس طرح تسلیم نہیں کیا جاسکتا اسی طرح رد نہیں کیا جاسکتا سوائے واقعہ کشف میر کے۔

Marfat.com

لفظ کشمیر

لفظ ''کشمیر'' لغات کے مطابق عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''صُوْفٌ نَاعِمٌ '' یعنی نرم وملائم اون جسے انگریزی میں FINE SOFT WOOL اور فرنچ میں CACHEMIRE کہتے ہیں۔

قاموس عربی ، فرنسی ، انجلیزی : المکتبة الشاملة

صاحب '' تاج العروس من جواهر القاموس '' علامه مرتضیٰ الزبیدیؒ کی تحقیق کے مطابق ''کَشْمَرَ الرَّجُلُ اِذَا أَجْهَشَ لِلْبُکَاءِ '' یعنی فلاں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور '' أَلْکُشَامِرُ کَعَلَابِطُ یعنی أَلْکَبِیْحُ مِنَ النَّاسِ '' کشامر بروزن علابط کے معنی بدصورت انسان کے ہیں اسی طرح صاحب قاموس المحدث قاموس عربی انکلیزی نے حرف الکاف کے تحت لفظ کشمیر کے معنی لکھے ہیں'' صُوفٌ اَوْ قُمَاشٌ صُوْفِیٌّ نَاعِمٌ '' یعنی کشمیر کے معنی ہیں نرم وملائم اونی کپڑا جبکہ صاحب المنجد نے ﴿کَشْمَرَ﴾ رونے کیلئے آمادہ ہونے کے معنی میں لیا ہے۔

صاحب لسان العرب نے اس طرح وضاحت کی ہے کہ ''کَشْمَرَ أَنْفَهُ '' یعنی اس نے فلاں کی ناک توڑ دی ان تصریحات کے مطابق ''ک ش م ر '' کا مادہ عربی میں مستعمل ہے اور کشمیر کی معلومہ تاریخ کے مطابق شروع سے آج تک یہ خطہ کشمیری شال اور بلحاظ موسم عمدہ اونی کپڑے کیلئے مشہور ہے لہٰذا وجہ تسمیہ کے طور پر یہ ایک معقول اور قرین قیاس توجیہ بھی قابل غور ہے۔

قشمیر

قدیم مؤرخین نے کشمیر کو ''ق'' کے ساتھ قشمیر لکھا ہے أَلْقَشْمَرُ کے معنی پستہ قد اور غلیظ وٹھوس جسم والے کے ہیں اور تصغیر کیلئے قُشَیْمِرٌ استعمال ہوتا ہے جبکہ جدید مؤرخین نے بعد میں اس طریق املا کو ترک کردیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ املاء محض مغالطے کا توارد تھا تاہم قدیم تواریخ میں قشمیر (کشمیر) کے تذکرے سے کشمیر کی قدیم تاریخی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ جن مؤرخین نے اپنی تواریخ میں کشمیر کو قشمیر لکھا ہے بطور تذکرہ واحسانمندی اس کی تلخیص بیان کرنا مفید معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

الا زرقی رحمہ اللہ تعالیٰ

محمدبن عبد اللہ بن أحمدبن محمدابن الولیدبن عقبة بن الأزرق . ابوالولید الازرقی المتوفّی نحو ۲۵۰ ھ نے ''أخبار مکة وماجاء فیھامن ا الأثار '' میں بعنوان فھرس البلدان والأمکنة.

البلاذری رحمہ اللہ تعالیٰ

ابوالحسن احمد بن یحی بن جابر ألبلاذری ألمتوفی ۲۷۹ ھ نے ''فتوح البلدان '' میں فتوح السند کے عنوان کے تحت.اور۔

الیعقوبی رحمہ اللہ تعالیٰ

احمدبن اسحاق أبی یعقوب جعفربن وھب بن واضح الیعقوبی مؤرخ جغرافی من اھل بغداد المتوفّی بعد ۲۹۲ ھ نے '' تاریخ الیعقوبی '' میں بعنوان ملوک الھنداور'' ا لبلدان '' میں بعنوان بلخ،بلخ سے براستہ کشمیر ملتان تک کے پیادہ راستے کی منزلیں شمار کی ہیں.

قدامة بن جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ

قدامة بن جعفربن قدامةبن زیادالبغدادی ابوالفرج ألمتوفی ۳۳۷ ھ نے ألخراج وصناعة الکتابة میں بعنوان فتوح السند . . . وغیرہ.

المقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ

مطھربن طاھرالمقدسی االمتوفّی بعد ۳۵۵ ھ نے ''ألبدء والتاریخ '' میں بعنوان وماکان من مشھور امرھم وأبائھم میں.

ابن حوقل رحمہ اللہ تعالیٰ

محمدبن حوقل ابوالقاسم البغدادی المتوفّی بعد ۳۶۷ ھ نے ''صورة الأرض '' میں

اسماعیل بن أبی الفداء رحمہ اللہ تعالیٰ

ألملک المؤید اسماعیل بن أبی الفداء نے " تاریخ أبی الفداء '' میں بعنوان وفاة بادیس.

المسعودی رحمہ اللہ تعالیٰ

علی بن الحسین بن علی ابوالحسن المسعودی من ذریة عبد اللہ بن المسعودرضی اللہ عنہ المتوفی ۳۴۶ ھ نے '' ألتنبیه والأشراف '' میں بعنوان ذکرالبحرالثانی اور مروج الذھب میں بعنوان جیحون نھر بلخ کے تحت.

ا بن خلدون رحمہ اللہ تعالیٰ

علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون ۷۳۲ . ۸۰۸ ھ نے '' تاریخ ابن خلدون'' میں بعنوان فتح قشمیروقنوج . وصول جھان بھلوان ازبک من الھند ...وغیرہ.

Marfat.com

الذهبی رحمه اللّٰه تعالی

الامام شمس الدین محمد بن احمدعثمان ألذهبی المتوفّی ۷۴۸ھ نے "تاریخ الاسلام" میں۔

السبکی رحمه اللّٰه تعالی

تاج الدین ابی نصرعبد الوهاب بن علی بن عبدالکافی ألسبکی ألمتوفّی سنة ۷۷ھ نے "الطبقات الشافعیة الکبری" میں الطبقة الرابع کے ذیل میں۔

النویری رحمه اللّٰه تعالی

احمد بن عبدالوهاب بن عبدالدائم القرشی التیمی البکری شهاب الدین النویری المتوفّی ۶۷۷ . ۷۳۳ھ نے "نهایة الارب فی فنون الادب" میں مایتمثل به مما فیه ذکرالارض ومن القسم الرابع من الفن الاول ألعود وانواعه کے عنوان کے تحت کشمیر میں موجودعوداوراس کی اقسام بیان کی ہیں۔

ابن الأثیر رحمه اللّٰه تعالی

الاستاذ المؤرخ عزالدین أبی الحسن علی بن أبی الکرم محمد بن محمد أبی عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی المعروف بابن الأثیر ۵۵۵ – ۶۳۰ھ نے "الکامل فی التاریخ" میں ذکرغزوة قشمیر وقنوج کے تحت۔

العمری رحمه اللّٰه تعالی

أحمد بن یحی بن فضل اللّٰه ألقرشی ألعدوی ألعمری شهاب الدین ابن فضل اللّٰه العمری ألمتوفّی ۷۰۰ . ۷۴۹ھ نے "مسالک الأبصار فی ممالک الأمصار" میں بعنوان الربع الرابع کے تحت۔

ألحلبی رحمه اللّٰه تعالی

ابوالبقاء الحلبی نے "ألمناقب المزیدیة فی أخبار الملوک الأسدیة" میں رسالة الرسول ﷺ الی کسری کے عنوان کے تحت۔

ألحمیری رحمه اللّٰه تعالی

محمدبن عبد المنعم ألحمیری نے "الروض المعطارفی خبرالاقطار" میں بعنوان سمورة . قندهار.

ألحموی رحمه اللّٰه تعالی

یعقوب الحموی نے " معجم البلدان " میں باب الصاد والیاء ومایلیهما کے تحت۔

Marfat.com

القزوینی رحمه الله تعالی

الامام زکریا بن محمد بن محمود القزوینی المتوفّٰی ۶۰۵ . ۶۸۲ ھ وھو من سلالة أنس بن مالک الأنصاری ألنجاری رضی الله عنه نے ''آثار البلاد واخبار العباد'' میں بعنوان کنزة وقرآن کے تحت کشمیر میں فطری اور نسوانی حسن کی بہت تعریف کی ہے

قزوینی کا بیان ہے کہ کشمیری وہندی اور ترکی نسل کے اختلاط کی وجہ سے یہاں کی خواتین اپنے قد وقامت اور حسن وملاحت اور رعنائی میں ضرب المثل ہیں ۔قزوینی بیان کرتے ہیں کہ وادئ کشمیر بلند پہاڑوں کے ہالے میں گھری ایسی بستی ہے جس میں داخلے کیلئے صرف ایک قدرتی دروازہ موجود ہے جس کے باعث وادی تمام خارجی آفات ووحوش سے محفوظ ہے۔نیز اس کی چھوٹی چھوٹی وادیاں پھلدار درختوں ، باغات اور چشموں کی دولت سے مالا مال ہیں جہاں خوراک کی کمی محسوس نہیں کی جاسکتی۔

قزوینی کا عرصۂ حیات ۶۰۵ . ۶۸۲ ھ مطابق 1209ء تا 1283ء تاریخ سے ظاہر ہے کہ یہ دور کشمیر میں مقامی خود مختار ہندو سلاطین کا دور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کشمیر میں بیرونی لٹیروں کے داخلے تک وادئ کشمیر کی اپنی پیداوار مقامی آبادی کیلئے نہ صرف بہت کافی تھی بلکہ یہاں امن بھی موجود تھا۔

الادریسی رحمه الله تعالی

محمد بن محمد بن عبد الله بن ادریس ألادریسی الحسنی ابوعبدالله من أکابر العلماء بالجغفرافیة نے ''نزھة المشتاق فی اختراق الآفاق'' کی جلد ۸ میں۔

القلقشندی رحمه الله تعالی

احمد بن علی بن احمدالفزاری ألقلقشندی ثم القاھری المتوفّٰی ۷۵۶ . ۸۲۱ ھ نے ''صبح الأعشی'' میں الجملة الرابعة فیما بھٰذه المملکة میں

اَلْقِنَّوْجِیْ رحمه الله تعالی

نواب محمد صدیق خان بن حسن بن علی ابن لطف الله الحسینی البخاری القنوجی ابوالطیب المتوفّٰی ۱۲۴۸ . ۱۳۰۷ ھ نے ''لقطة العجلان مما تمس الی معرفته حاجة الانسان'' میں امم السودان کے تحت کشمیر کا قشمیر کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سے کشمیر کی قدیم تاریخی اہمیت ظاہر ہوتی ہے جس کے پیش نظر میں نے تلخیص بیان کردی ہے۔

Marfat.com

محل وقوع اور خدوخال

گنجان چناروں، خودرو کچناروں، ہمالیہ وقراقرم کے کہساروں، وسیع مرغزاروں، دامن کوہ سے پھوٹتے آبشاروں، جنت نظیر بہاروں، کوکو کرتی کوئلوں، مترنم پپیہوں، چہکتے بلبلوں، ٹمٹماتے جگنوؤں، خوش ذائقہ پھلوں، متنوع پھولوں، روح افزا خوشبوؤں، بل کھاتے دریاؤں، لہلہاتے گیاہستانوں، حدنگاہ تک پھیلے گلستانوں اور بوستانوں کی جنت نظیر وادیٔ جموں وکشمیر کے شمال میں چین کا ''صوبہ سنکیانگ'' واقع ہے جس کا کشمیر کے ساتھ سرحدی اتصال 400 میل طویل ہے۔ مشرق میں چینی تبت آباد ہے جس کا کشمیر کے ساتھ سرحدی اتصال 450 میل طویل ہے۔ جنوب میں بھارتی صوبہ ہماچل پردیش واقع ہے جس کا کشمیر کے ساتھ سرحدی اتصال 350 میل طویل ہے۔ مغرب میں افغانستان کے ساتھ کشمیر کا سرحدی اتصال 160 میل طویل ہے اور جنوب مغرب میں پاکستان کے صوبہ پنجاب اور سرحد کے ساتھ کشمیر کا طویل ترین سرحدی اتصال 700 میل ہے۔

شہ رگ پاکستان

پاکستان، افغانستان، روس، چین اور بھارت کے ساتھ سرحدیں ملنے کے باعث ریاست کو دفاعی اعتبار سے انتہائی اہمیت حاصل ہے جبکہ سات سو میل لمبی سرحد پاکستان کے ساتھ ملتی ہے اس طرح ریاست جغرافیائی نشیب وفراز کے علاوہ تاریخی، مذہبی اور ثقافتی اعتبار سے پاکستان کا جزو لاینفک ہے جس کے پیش نظر بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کا کشمیر کو ''پاکستان کی شہ رگ'' قرار دینا جہاں قائد کی بے پناہ فراست وبصیرت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح حضرت قائد کا اپنی قوم کے نام یہ ایک ایسا پیغام ہے جس سے انحراف اور مسئلہ کشمیر سے دستبرداری کے معنی پاکستان کی جغرافیائی وسیاسی موت ہے۔

جغرافیائی ارتفاع

''کشمیر عظیم کوہ ہمالیہ کے مغربی طرف جہاں سے یہ کوہ ہندوکش اور کوہ قراقرم اور وسطی ایشیا میں مدغم ہو جاتا ہے واقع ہے۔ کشمیر کا علاقہ شمال میں قراقرم کے درے سے جنوب میں گورداسپور تک پھیلا ہوا ہے۔ کم وبیش کشمیر کا تمام علاقہ پہاڑی اور 3000 سے 20,000 فٹ تک بلند ہے۔ اس تمام پہاڑی علاقے کا کل رقبہ 135913.8 مربع کلومیٹر

Marfat.com

ہے۔ یہ خطہ 32.17 سے 36.81 شمالی عرض بلد اور 73.26 سے 80.30 طول بلد کے درمیان واقع ہے۔ یہ ریاست کئی علاقوں پر مشتمل ہے مگر اس کا مرکزی اور قلبی علاقہ وادیٔ کشمیر ہے۔ اس کے جنوب میں جموں اور مشرق میں لداخ اور شمال میں بلتستان واقع ہے۔ شمال میں مزید آگے ہنزہ اور نگر کے علاقے اور ان کے مغرب میں گلگت ایجنسی ہے۔ وادی کے مغرب میں مظفر آباد، پونچھ ومیر پور اور ریاسی کے اضلاع ہیں۔ کشمیر چین، ہندوستان اور پاکستان کے عین درمیان میں واقع ہے۔ شمال اور مشرق میں اس کی سرحدیں 600 میل تک چین کے صوبوں سنکیانگ اور تبت کے ساتھ ملحق ہیں۔ جنوب مغرب میں اس کی سرحدیں پاکستان سے منسلک ہیں۔ تقریباً 30 میل چوڑی پٹی ''واخان'' اسے سابق سوویٹ یونین روس اور اب تاجکستان سے الگ کرتی ہے۔ اس مقام سے کشمیر کا علاقہ پامیر کے سلسلے میں مدغم ہو جاتا ہے۔ کشمیر کے جنوب مشرقی کونے پر زمین کی ایک تنگ پٹی ہندوستان کے ساتھ مشترکہ سرحد کو تشکیل دیتی ہے اور یہی تکنیکی اتصال ریاست کشمیر کے ساتھ بھارت کے دعویٰ اور الحاق کی بنیاد بنتا ہے جبکہ اس طرح برطانوی ہند کی ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم کے اصولوں کی سراسر خلاف ورزی ہوتی ہے۔

کشمیر کا تمام علاقہ وادی کشمیر کے مرکز کے ارد گرد واقع ہے جو زمین کی ایک 85 میل طویل اور 25 میل چوڑی پٹی کی شکل میں ہے۔ اس کا صدر مقام قدیم شہر سرینگر ہے۔ وادی سطح سمندر سے 5000 فٹ بلند ہے اور حکومت آزاد کشمیر کے تحت آزاد کشمیر کا رقبہ 4000 مربع میل ہے اور اس کا دارالحکومت مظفر آباد ہے۔ دوسرے نمایاں شہر باغ، کوٹلی، میر پور اور بھمبر ہیں۔ شمالی علاقہ جات میں 26000 مربع میل کا علاقہ براہ راست حکومت پاکستان کے ماتحت ہے۔ یہ گلگت ایجنسی، ہنزہ اور بلتستان پر مشتمل ہے۔ اس کے نمایاں شہر گلگت اور سکردو ہیں''

فردوس کشمیر: تالیف چودھری انجم سلطان شہباز، ناشر چوہدری برادرز دینہ

مجموعی رقبہ اور جغرافیائی حالات

ریاست کا مجموعی رقبہ 84471 مربع میل ہے، دارالحکومت سرینگر میں چوراسی میل لمبے اور پچیس میل چوڑے برف پوش پہاڑوں کے ہالے میں میدانی علاقے کے علاوہ کوئی بڑا میدان نہیں البتہ جموں میں باقی ریاست کی نسبت زیادہ میدانی بستیاں پائی جاتی ہیں۔

کشمیر ایک پہاڑی علاقہ ہے جس میں برف پوش چوٹیاں' عمودی ڈھلانیں' برفانی تودے Glaciers 'وسیع وعریض وادیاں' ابلتے چشمے اور ندی نالے کثرت کے ساتھ ہیں۔ اس کے پہاڑ پاکستان کے میدانوں سے بلند ہو تے ہیں اور راوی اور دریائے سندھ کے تشکیل کردہ ٹیلوں تک جا پہنچتے ہیں۔ یہ بلندی بتدریج فطری انداز سے ہوتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے میدانی سطح سے اینٹ پر اینٹ رکھتے ہوئے اسے قراقرم کی فلک بوس دیوار تک یعنی انتہائی بلندی پر لے جایا گیا ہے اس علاقے کو ایک ایسے گھر سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس کی بے شمار منزلیں ہوں اور اس کے صحن کا رخ جنوبی

Marfat.com

سمت میں پاکستان کی جانب ہو۔

اس کے مقام آغاز پر میدان کی تنگ جھالر ہے جو پاکستان کے میدانوں کا ایک تسلسل ہے پھر کم بلند پہاڑوں کا چبوترہ آتا ہے جو بے قاعدہ اور ٹوٹا پھوٹا سا ہے اس پر چھدرے چھدرے درخت اور جھاڑیاں نظر آتی ہیں اور ان کے درمیان کاشتکاری کی جاتی ہے اس کے بعد ہم پہلی منزل میں داخل ہوتے ہیں جو باغ سے اودھم پور (کالی دھر) تک ایک سلسلۂ کوہ ہے جو 8000 فٹ سے زیادہ بلند ہے۔آب وہوا کے لحاظ سے یہ شاہ بلوط اور صنوبر کے جنگلات والا معتدل خطہ ہے جو مسحور کن خوبصورتی کا حامل ہے اور یہاں کثرت سے کاشت کاری ہوتی ہے دوسری منزل پیر پنجال کا پر شکوہ سلسلہ ہے جس کے دامن میں وادئ کشمیر واقع ہے۔تیسری منزل عظیم کوہ ہمالیہ ہے جس کی چوٹیاں 23000 فٹ سے زائد بلند ہیں۔پھر دریائے سندھ کی تنگ گزرگاہ کے پار بلندترین منزل ہے جو قراقرم کے نام سے معروف ہے۔

فردوس کشمیر: تالیف چودھری انجم سلطان شہباز، ناشر چوہدری برادرز دینہ

Marfat.com

سلسلہ ہائے کوہ

قراقرم

شمال کے عظیم پہاڑ ''قراقرم'' ہیں جو ہندوکش اور کنلون کے مابین ایک ربط پیدا کرتے ہیں اور یہی پہاڑی سلسلہ ندی نالوں کے ذریعے وسطی ایشیا میں اور اس سے آگے شمال اور جنوب کی سمت سندھ کو چھوٹے چھوٹے نالوں اور ندیوں کے ذریعے پانی مہیا کرتا ہے۔ بڑے سلسلہ کوہ سے بلند و بالا پہاڑ کشمیر تک چلے آئے ہیں اور ایک عظیم الشان سلسلہ کوہ تشکیل دیتے ہیں جو تقریباً 200 میل طویل اور 30 سے 60 میل تک عریض ہے۔ اس سلسلہ کوہ میں 21000 فٹ سے 23000 فٹ تک بلند چوٹیاں ہیں۔ ان میں مغربی جناتی یعنی دیوہیکل چوٹی ''راکاپوشی'' ہے اور مشرق میں دنیا کا بلند ترین پہاڑی سلسلہ ہے جس میں نمایاں چوٹی کے۔ٹو K2: Second Highest Mountain in the World ہے۔ مشرقی جانب مزید آگے وہ پہاڑی سلسلہ ہے جو مختلف پہاڑوں یعنی درۂ قراقرم' اندرا کول' اور درہ ترکستانلہ کے ساتھ سیاچن گلیشیر Glaciers کی مغربی دیوار کو تشکیل دیتا ہے۔

یہ علاقہ قطبین کے بعد سب سے زیادہ برفانی ہے جس میں بہت سے برفانی تودے Glaciers موجود رہتے ہیں ''یہ جنوب وسطی ایشیا کا پہاڑی سلسلہ ہے جو ہمالیہ کے مغربی جانب واقع ہے۔ یہ افغانستان سے جموں اور کشمیر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں کے۔ٹو کی مشہور چوٹی ہے جس کی بلندی 8611 میٹر (28251 فٹ) ہے۔ کے۔ٹو کو Mount Godwin Austen بھی کہا جاتا ہے یہ دنیا کا دوسرا بلند ترین پہاڑ ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ چین اور کشمیر کے درمیان ایک قدرتی سرحد کا کام بھی دیتا ہے۔ کے۔ٹو سے بلند چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ ہے جس کی بلندی 8848 میٹر (29028 فٹ) ہے۔ یہ چوٹی ہمالیہ کے سلسلے میں ہے۔ کے۔ٹو کی چوٹی برف سے ڈھکی رہتی ہے جس کے نیچے گرینائٹ کی چٹان ہے۔ 1856ء میں ٹی۔جے منٹگمری نے اپنے سروے کے دوران اسے کے ٹو کا نام دیا۔ 1861ء میں اسے ایک برطانوی فوجی کے نام پر Mount Godwin Austen سے موسوم کر دیا گیا۔ اس چوٹی کی سیر کرنے والا یہ دوسرا یورپی باشندہ تھا۔

کے۔ٹو کے مقامی ناموں میں چھوگوری، لانبھا پہاڑ، دپسنگ اور کیچو شامل ہیں۔ 1892ء اور 1954ء کے درمیان اس چوٹی کو تسخیر کرنے کی کوششیں کی گئیں جس میں 31 جولائی 1954ء کو اطالوی کوہ

Marfat.com

پیا اپچل کیپینونی Achille Compagnoni اور لینو لیسدیلی Lino Lacedelli کو کامیابی حاصل ہوئی۔

ہمالیہ اعظم

یہ سلسلہ کوہ، دریائے سندھ سے بالائی جانب ہے۔اس کا دوسرا کنارا نانگا پربت 26182 فٹ بلند ہے۔یہاں سے یہ سلسلہ جنوب مشرق کا رخ کرتا ہے اور 14000 فٹ تک نیچے جھکتا چلا جاتا ہے لیکن 100 میل کے فاصلے سے آگے یہ سلسلہ دوبارہ بلند ہونا شروع ہوتا ہے اور ننکون کی چوٹیوں تک 23000 فٹ تک جا پہنچتا ہے۔تقریباً 100 میل کا یہ سلسلہ دریائے سندھ اور کشمیر کے دیگر تین دریاؤں کو پانی فراہم کرتا ہے جن میں کشن گنگا (نیلم)، جہلم اور چناب شامل ہیں۔انتہائی بلندی کی وجہ سے اس کے پہاڑ برف اور برفانی تودوں سے ڈھکے رہتے ہیں۔اس سلسلہ کوہ میں بے شمار درے ہیں مثلاً برزل بائی Burzil Bai اماسی لا Umasi La اور بسالچہ لا Bassalcha La وغیرہ

پیر پنجال: ہمالیہ کا کم بلند سلسلہ

پیر پنجال کا سلسلہ مظفر آباد میں دریائے جہلم کے مقام سے شروع ہوتا ہے اور اختتام کشتواڑ میں دریائے چناب پر ہوتا ہے۔اس سلسلہ کوہ کا درمیانی حصہ بلند ہے جہاں 14000 فٹ سے 16000 فٹ تک بلند چوٹیاں ہیں۔اس پہاڑی سلسلہ کی لمبائی 180 میل اور چوڑائی 25 سے 30 میل کے درمیان ہے۔وادی کشمیر نانگا پربت اور پیر پنجال کے درمیان نہایت موزوں مقام پر واقع ہے۔اس کی سطح سمندر سے اوسطاً بلندی 5500 فٹ ہے۔یہ سلسلہ پاکستان کے میدانوں سے بلند ہونے والے پہاڑوں پر مشتمل ہے۔یہ پہاڑ دریائے جہلم سے دریائے راوی تک 200 میل کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہیں۔دریائے جہلم کے مشرقی کنارے سے بلند ہو کر یہ پہاڑی سلسلہ جموں تک چلتا ہے۔مغرب میں راولاکوٹ کے مقام پر یہ پہاڑ 7000 فٹ تک بلند ہو جاتے ہیں اور پھر بتدریج جھکتے ہوئے جموں کے نزدیک 2000 فٹ کی بلندی تک رہ جاتے ہیں۔

فردوس کشمیر: تالیف چودھری انجم سلطان شہباز، ناشر چوہدری برادرز دینہ

Marfat.com

کشمیر کے پہاڑی درے

درہ

پہاڑوں کے درمیانی راستے اور گھاٹیوں کو درہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بھی کشمیر کو مالا مال کیا ہے اور یوں تو کشمیر ہے ہی چراگاہوں، چشموں، قدرتی باغات، دروں اور گھاٹیوں کی سرزمین مگر چند درے دفاعی وتجارتی اہمیت کے حامل ہونے کی بناء پر مشہور ہیں۔ یہ درے تین بڑے سلسلوں پر منقسم ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

01- سلسلہ پیر پنجال

یہ سلسلہ بانہال کے جنوب مشرق اور سطح سمندر سے 11400 فٹ بلندی پر نیم دائرے کی صورت میں پھیلتے ہوئے شمال مشرق میں ایک مقام پر نمودار ہوتا ہے جہاں سے جہلم ندی بارہ مولا کی تنگ گھاٹی میں گرتی ہے۔ یہی وہ اہم قدرتی راستہ ہے جو کشمیر کو پنجاب سے ملاتا ہے اس کے چار چھوٹے ذیلی درے ہیں جو اسی سلسلہ پیر پنجال سے ہو کر گزرتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

الف: درہ توسہ میدان

پیر پنجال کے پہلو میں واقع اور پونچھ سے وادی کشمیر میں آمد کا ذریعہ ہے اس درہ سے گزرنے والا راستہ آسان اور محفوظ ترین ہے یہی راستہ کشمیر کو پاکستان سے بھی ملاتا ہے۔ 1015ء میں سلطان محمود غزنویؒ نے بارادہ فتح کشمیر پنجاب سے اسی راستے کشمیر میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی مگر لوھرکوٹ کے پہاڑی قلعہ پر مزاحمت اور برفباری کے باعث اسے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا تھا۔ 1021ء میں سلطان محمود غزنویؒ نے دوبارہ اسی راستے بارادہ فتح کشمیر پنجاب سے مہم کا آغاز کیا مگر لوھرکوٹ کے پہاڑی قلعہ پر مزاحمت اور برفباری کے باعث پھرنا کام لوٹنا پڑا۔ مؤرخین کی رائے میں سلطان محمود، کشمیر کے علاوہ سارے متحدہ ہندوستان کا فاتح تھا۔

ب: درۂ پیر پنجال

سطح سمندر سے 11400 فٹ بلندی پر درۂ پیر پنجال راجوری کو پونچھ اور پنجاب کو براہ راست کشمیر سے ملاتا ہے مغل بادشاہ اکبر کے دو سالار، قاسم خان اور سید یوسف خان کشمیر کے آخری خودمختار سلطان یعقوب خان سے اقتدار

Marfat.com

چھیننے کیلئے اسی راستے وادی میں داخل ہوئے تھے جس کے بعد اپنے اپنے دور میں مغل بادشاہوں اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگزیب عالمگیر نے کشمیر کی سیاحت کیلئے یہی راستہ اختیار کیا تھا اور ان کی آمد کے ساتھ ساتھ اس راستے کی تعمیر و توسیع ہوتی رہی۔

ج: درۂ بدھل

سطح سمندر سے 1400 فٹ بلندی پر درۂ بدھل بھمبر کو وادیٔ کشمیر سے ملاتا ہے جس سے جموں کا فاصلہ صرف 129 میل ہے یہی راستہ براہ راست کشمیر کو اکھنور سے بھی ملا دیتا ہے جبکہ پنجاب اور کشمیر کے درمیان یہ نزدیک ترین راستہ ہے۔

د: درہ بانہال

سطح سمندر سے 9200 فٹ بلندی پر پیر پنجال کے مشرقی پہلو میں واقع ہے۔ بانہال روڈ 6500 فٹ بلندی اور ڈیڑھ میل لمبی سرنگ کے ذریعے وادی میں داخل ہوتی ہے۔ ڈوگرہ راج کے دوران جموں اور سرینگر کے درمیان مواصلات و رسل رسائل کیلئے یہی راستہ استعمال میں لایا جاتا رہا ہے۔ اس راستے پر تقریباً تمام سال ٹرانسپورٹ کا سلسلہ بحال رہتا ہے البتہ برفباری کے دوران عارضی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

درہ ماربل

سطح سمندر سے 11570 فٹ بلندی پر واقع سرد ترین درہ ماربل وادیٔ کشمیر سے کشتواڑ کی طرف واقع ہے جس کے ذریعے علاقہ کشتواڑ وادی سے جاملتا ہے مگر موسم سرماء میں ناقابل استعمال ہوتا ہے۔

02 - سلسلۂ وادیٔ جہلم

سلسلۂ وادیٔ جہلم چھوٹے چھوٹے دو پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ سلسلۂ پیر پنجال اور سلسلۂ قاضی ناگ سے ہوتے ہوئے بارہ مولا سے دریائے جہلم کے ساتھ ساتھ 80 میل تک نیچے چلے جاتے ہیں۔ قدیم مورخین نے اس درے کا ذکر کیا ہے جہانگیر نے خود بھی اس راستے سفر کر کے جغرافیائی معلومات لکھی ہیں۔ 1753ء - تا - 1819ء افغان اپنے جابرانہ وغاصبانہ اقتدار کے دوران کشمیر و کابل کے درمیان یہی راستہ استعمال کرتے رہے ہیں جبکہ حضرت شاہ علی ہمدانی المعروف شاہ ہمدان رحمہ اللہ تعالیٰ جن کے ہاتھ پر 37,000 کشمیریوں نے اسلام قبول کیا تھا، نے 1369ء 1379ء 1383ء میں کشمیر میں داخل ہونے کیلئے اسی راستے کی خاک کو عزت بخشی تھی۔

سید السادات سالار عجم

دست او معمار تقدیر امم

Marfat.com

اقبالؔ

ترجمہ: وہ (شاہ ہمدان) جو سید السادات اور عجمیوں کے سالار ہیں، ان کا ہاتھ امتوں کی تقدیر کا معمار ہے۔

03 - شمال مشرقی سلسلہ

شمال مشرقی پہاڑی سلسلہ شمال اور شمال مشرق کی طرف سے نہ صرف کشمیر کو گھیرے ہوئے ہے بلکہ ہمسایہ علاقہ جات لداخ، بلتستان اور دردستان سے علیحدہ کیے ہوئے ہے کہ دونوں کے درمیان ''زوجیلا'' اور ''برزل'' درے حائل ہیں۔

الف: برزل درہ وادی کشمیر کو نہ صرف گلگت و چترال وغیرہ سے ملاتا ہے بلکہ اس کے ساتھ چینی ترکستان، سوویٹ ترکستان اور افغانستان کی سرحدیں ملنے سے اس کی دفاعی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

ب: درہ زوجیلا سے گزرنے والا راستہ لداخ بلتستان اور تبت بلکہ وسط ایشیائی ریاستوں بدخشان، سمرقند، ختن و بخارا اور کاشغر سے ملاتا ہے۔ میں نے گزشتہ صفحات میں بعنوان'' قشمیر '' قدیم مؤرخین کا ذکر کیا ہے ان میں سے احمد بن اسحاق أبی یعقوب جعفر بن وھب بن واضح الیعقوبی مؤرخ جغرافی من اھل بغداد المتوفّٰی بعد ۲۹۲ ھ نے ''البلدان '' میں بعنوان بلخ ۔ بلخ سے براستہ کشمیر ملتان تک کے پیادہ راستے کی منزلیں شمار کی ہیں جس کی منزل بہ منزل تفصیل اس طرح ہے بلخ، فرغانہ، رے ، سجستان، کابل وقندھار، کرمان، کشمیر، خوارزم اور ملتان۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بہت قدیم راستہ ہے جس کے استعمال سے ان علاقوں کے لوگ کشمیر تک آتے رہے ہیں۔

رنچن

کشمیر کا پہلا مسلمان حکمران رنچن جس نے بدھ مت ترک کر کے حضرت سید شرف الدین عرف بلبل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر کے صدرالدین اسلامی نام اختیار کیا تھا اسی درے کے راستے کشمیر میں داخل ہوا تھا لیکن افسوس کہ انہی دروں اور گھاٹیوں سے کشمیر میں ایسے لٹیرے بھی وارد ہوئے جنہوں نے اہل کشمیر کو غلامی کی دلدل میں دھکیل کر نان جویں تک سے بھی محروم کر دیا۔

درۂ حاجی پیر

سطح سمندر سے 8500 فٹ کی بلندی اور سلسلہ کوہ پیر پنجال کا حصہ آزاد کشمیر ضلع باغ کی تحصیل حویلی میں واقع ہے اور پونچھ کو اوڑی سے ملاتا ہے۔

Marfat.com

کشمیر کے دریا

دریائے سندھ

دریائے سندھ کا ماخذ ومنبع تبت میں کیلاش کے پہاڑی سلسلے کی برف پوش چوٹیوں میں واقع ہے۔ یہ دریا مغرب کی جانب لہہ کے مقام تک جو 300 میل کی دوری پر واقع ہے ایک تند و تیز ریلے کی طرح بہتا ہے اور پھر کوہ قراقرم اور کوہ ہمالیہ کے درمیان 300 میل تک اوسط انداز سے بہتا ہے اس مقام سے اس میں اس کے معاونین یعنی شائیوک SHYOK اور زسکر ZASKAR کے علاوہ کئی اور ندی نالے بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں جس کے بعد دریا کے بہاؤ کا رخ شمال مغرب کی طرف ہو جاتا ہے اور یہ اسی طرح راکاپوشی تک جا پہنچتا ہے اس مقام سے یہ اپنا رخ جنوب مغرب کی طرف تبدیل کرتا ہے اور 1600 فٹ سے 25000 فٹ تک بلند ہوتے ہوئے پہاڑوں کے درمیان دریا کا پیندا 15000 فٹ سے 4000 فٹ تک نیچے گر جاتا ہے۔

دریائے جہلم

دریائے جہلم کا ماخذ کوہ ہمالیہ اور پیر پنجال کے درمیان واقع ہے یہ دریا وادی کشمیر کے درمیان شمال مغرب کی جانب بہتے ہوئے سست اور پر پیچ بہاؤ کے ساتھ وولر جھیل Wular Lake Bandi Pur میں داخل ہوتا ہے اور سری نگر کے شمال مغرب کی جانب تقریباً 25 کلومیٹر کے فاصلے پر بہتے ہوئے اور وولر جھیل کو سوپور کے نزدیک خیر باد کہتے ہوئے جنوب مغرب کا رخ کرتا ہے جس کے بعد 20 میل کا فاصلہ طے کر کے بارہ مولہ کی تنگ آبی گذرگاہ میں داخل ہو جاتا ہے جہاں سے اس کے بہاؤ میں شوریدہ سری پیدا ہو جاتی ہے اور یہ اسی تند و تیز انداز سے منگلا کے مقام تک جا پہنچتا ہے۔ اس کا قدیم نام "چوبہت یا بہت" بھی تھا جبکہ یونانی اس دریا کو "ہائیڈاسپس Hydaspes" کے نام سے پکارتے تھے۔

"دریائے جہلم کا نام رگ وید میں "وتستہ" لکھا ہوا ہے جو بعد میں "وید ستہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کا ایک نام "ویہند" بھی تھا۔

رگ وید میں چناب کا نام "سکنی" راوی کا نام "پارشی" (ایروانی) بیاس کا ویاک اور ستلج کا "

Marfat.com

کنزری شاردو '' ہے دریائے جہلم کو اس سے قبل جلہم بھی کہا جاتا تھا '' جل '' کا مطلب پانی اور '' ہم '' کا مطلب ٹھنڈا اور شیریں ہے جبکہ جلہم سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔

جہلم پہلاں جلہم ہے ہیسی ایہدا ٹھنڈا مٹھا پانی ایں
رگ وید گواہی دیندا ہے ایہہ بستی بہوں پرانی ایں

صوفی محمد الدین زآر

آئین اکبری میں دریائے جہلم کا نام '' بہت '' لکھا گیا ہے اور بتایا گیا کہ اس دریا کا سرچشمہ ایک جھیل کی شکل میں کشمیر کے صوبہ ویر میں واقع ہے۔ آئین اکبری میں رقم ہے کہ اس دریا کو '' بدستا '' بھی کہا جاتا ہے اور چناب اور '' بہت '' کے درمیانی علاقے کو جہٹ (چو بہت) اور بہت اور دریائے سندھ کے درمیانی علاقے کو '' سندھ ساگر '' کا نام دیا گیا ہے۔ سندھ ساگر درحقیقت مغل شہنشاہ اکبر کا رکھا ہوا نام ہے۔

دریائے جہلم کا ماخذ

دریائے جہلم کا ماخذ وادئ کشمیر میں '' ویری ناگ '' ہے کشمیر میں اسے '' دیری ناگ '' کہا جاتا ہے۔ دیر بید کے درخت کو کہا جاتا ہے۔ چوں کہ اس چشمہ کے اردگرد بید کے بے شمار درخت تھے۔ اس لئے اس کا نام '' دیری ناگ '' پڑ گیا۔ جہاں تک لفظ '' ناگ '' کا تعلق ہے اس کے پیچھے ہندوؤں کی دیومالائی اور افسانوی داستان ہے۔ میں آپ کی دلچسپی کیلئے اس داستان کا مختصر ساذکر کر رہا ہوں۔

ناگ کشمیری زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب چشمہ ہے جبکہ ہندو عقیدے کے مطابق چشمے کا دیوتا بعض اوقات ناگ (سانپ) کی شکل اختیار کرنے پر قادر سمجھا جاتا تھا جبکہ ایک اور روایت ہے کہ شیو کے مظہر پاروتی (پاربتی دیوی) کی ایک حرکت کے نتیجے میں نیلہ ناگ یعنی ویری ناگ سے دریائے وتستا (جہلم) ظاہر ہوا جو وادی کشمیر میں ایک سانپ کی طرح بہتا ہے۔ ستی سر کے بعد اس کا نام کاسیرہ (پانی ہوا) ہو گیا۔

چشمہ ویری ناگ پر مغل شہنشاہ نور الدین جہانگیر نے ایک خوبصورت باغ بنوایا تھا جو آج بھی موجود ہے کشمیر میں نیلہ ناگ ایک اور چشمے کا نام بھی ہے جو پیر پنجال میں یوس کے میدان کے نزدیک واقع ہے۔ لیکن اصل نیلہ ناگ یا نیلہ کنڈ وہی ہے جسے اب ویری ناگ کہا جاتا ہے۔

دریائے جہلم کے ظہور کی اصل حقیقت

وادی کشمیر شروع میں پانی کی ایک گہری جھیل تھی۔ اس کے علاوہ یہاں گردونواح میں اور بھی جھیلیں موجود تھیں۔ جل اودھو کا مطلب ہے '' پانی کا پہاڑ '' اسے ہم برفانی تودہ یا گلیشیر بھی کہہ سکتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ زبردست زلازل نے

Marfat.com

ان پہاڑوں میں شگاف ڈال دیئے ہوں اور پانی نے ایک دریا کی صورت میں بہنا شروع کر دیا ہو۔ کیوں کہ ریکارڈ کے مطابق 26 جون 1828ء اور 20 مئی 1885ء کو یہ علاقہ ایسے زلزلوں سے دوچار ہو چکا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ سیکڑوں برس پہلے کے کسی زلزلے نے وادی کشمیر کو جنم دیا ہو، اور اصل حقیقت بھی یہی ہے جس کو ہند مصنفین و مؤرخین نے افسانوی رنگ دے کر دیو مالائی داستان بنا دیا۔

بارہ مولہ کو سیلاب سے بچانے کیلئے دریائے جہلم کو کشادہ اور گہرا کیا گیا ہے۔ دریائے جہلم کو کشمیری زبان میں ''ویتور'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہندی زبان میں وتستا ہے۔ فرانسیسی سیاح برنیر نے اسے Bhit بہت (وتھ) لکھا ہے لیکن درست ویتور ہے۔ ویری ناگ سے دریائے جہلم جھیل وولر میں آتا ہے اور وہاں سے منگلا کی جھیل میں داخل ہو جاتا ہے۔ مظفر آباد کے نزدیک دریائے نیلم بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ دریائے جہلم کی کل لمبائی 725 کلومیٹر ہے۔ میدانی علاقے میں پہنچ کر یہ دریا جنوب مغرب کا رخ کرتا اور پہاڑوں سے 386 کلومیٹر آگے جاکر تریموں (ضلع جھنگ) کے مقام پر دریائے چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔ جبکہ پنجند کے مقام پر پانچوں دریا آپس میں مل جاتے ہیں اور ایک عظیم دریا کی صورت میں سمندر میں جا گرتے ہیں۔

دریائے جہلم ضلع جہلم میں نہایت سبک خرامی سے چلتا ہے۔ منگلا سے نکل کر دریا کی تہہ سخت پتھریلی ہے۔ مگر جہلم شہر سے 13 کلومیٹر بالائی سمت پتھر ختم ہو جاتے ہیں اور دریا کی تہہ ریتلی ہو جاتی ہے۔ جہلم سے 16 کلومیٹر بالائی طرف دریائے جہلم کی گہرائی موسم گرما میں 5 میٹر اور موسم سرما میں 3 میٹر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دریا کے مختلف مقامات پر گہرائی مختلف ہوتی ہے۔ دریائے جہلم کے پانی کی عام رفتار تقریباً 3000 سے 4000 کیوبک فٹ فی سیکنڈ ہے اور ایک سیکنڈ میں 2 لاکھ کیوبک فٹ پانی ایک مقام سے گزر جاتا ہے۔ دریائے جہلم کی چوڑائی مختلف مقامات پر 610 میٹر سے پونے دو کلومیٹر تک ہے۔ جبکہ کئی جگہوں پر دریائے جہلم کا پاٹ 3 کلومیٹر تک وسیع ہو جاتا ہے۔ دریائے جہلم کے درمیان بہت سے جزیرے ہیں۔ جن کو بیلہ کے نام سے پکارا جاتا ہے جبکہ ریتلے جزیرے بریتی اور سرسبز غیر آباد جزیرے ''ٹلی'' کہلاتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا جزیرہ یا بیلہ ''وچلہ بیلہ'' ہے جس میں سات دیہات آباد ہیں۔

وادی کشمیر میں دریائے جہلم کی گزرگاہ

پنجاب کی سرزمین کو وادیٔ کشمیر سے آنے والے پانچ دریا سیراب کرتے ہیں جو پنجند کے مقام پر باہم مل کر بحیرہ عرب میں جا گرتے ہیں۔ دریائے جہلم اپنے ماخذ ویری ناگ سے اسلام آباد پہنچتا ہے جہاں تقریباً پانچ کلومیٹر شمال کی طرف اس میں شیشہ ناگ سے آنے والی ندی لیدار کا پانی شامل ہو جاتا ہے۔ کانابل کے مقام پر ''ساندران'' ''برنگ'' اور آرپت نامی ندیوں کے پانی بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔ وہاں سے دریائے جہلم کا یہ شوریدہ سر نیلگوں پانی بیجبہارہ کے نزدیک ''وشاؤ اور ریمبیارا'' کا پانی بھی لے لیتا ہے۔ وشاؤ پنسال کے پہاڑوں میں کونسہ ناگ سے اور

Marfat.com

دوسری ندی نندن سر اور باغ سر کی جھیلوں سے آتی ہے۔

کھنابل (کانابل) سے ''بارہ مورا'' کی طرف دریائے جہلم 165 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے جھیل ولر میں داخل ہو جاتا ہے ولر جھیل سے آگے دریائے جہلم اڑتالیس کلومیٹر تک پچاس میٹر تک نیچے گرتا ہے۔ جبکہ اس سے آگے اڑتالیس کلومیٹر تک یہ ستر میٹر تک مزید گرتا ہے اور بارہ مولا تک تقریباً اوسط مقدار یہی رہتی ہے۔

سری نگر کے مقام پر اس میں ڈھوڈ گنگا ندی بھی شامل ہو جاتی ہے۔ یہ ندی بھی پنسال کے سلسلہ کوہ سے آتی ہے۔ سری نگر سے نیچے کی طرف شادی پور کے مقام پر دریائے سندھ اس کے بالکل متوازی ہو جاتا ہے۔ دریائے جہلم کے بیشمار معاونین ہیں جن میں دریائے سندھ سب سے بڑا ہے دریائے جہلم میں انشر ڈل اور مانسبل جھیلوں کا پانی بھی شامل ہو جاتا ہے۔

ولر جھیل تک یہ دریا متوازی بہتے آتے ہیں۔ ولر جھیل سے نکل کر سوپور کے مقام سے دریائے جہلم اپنا رخ تبدیل کرنا شروع کرتا ہے اور جنوب مغرب کی طرف بارہ مولا تک پہنچ جاتا ہے اور اس دوران پوہرو دریا بھی اس میں ضم ہو جاتا ہے جو وادی لولاب سے بہہ کر آتا ہے۔ دریائے جہلم کے مشرقی معاونین وشو' ریمبیارا' ڈوڈ گنگا' رام شی' سک ناگ اور فیروز پورہ ہیں۔

بارہ مولا سے ڈیڑھ کلومیٹر زیریں جانب دریائے جہلم کشمیر کی سرسبز و شاداب وادی کو الوداع کہہ کر قاضی ناگ کے سلسلہ کوہ کی ایک تنگ گھاٹی سے جھاگ اڑاتا ہوا گذرتا ہے جو سلسلہ پیر پنجال کی ایک شاخ ہے۔

پیر پنجال کی یہ شاخ کوہالہ سے ایک کلومیٹر جنوبی سمت واقع ہے۔ مظفر آباد کے مقام پر کشن گنگا دریائے جہلم میں شامل ہو جاتا ہے جبکہ ہزارہ کی طرف سے دریائے کنہار بھی چند کلومیٹر زیریں جانب اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ دریا برائے نام ہی ہے۔ کھنابل سے بارہ مولا تک دریائے جہلم پر بہت سے پل ہیں جبکہ بارہ مولا سے دومیل تک جہاں کشن گنگا اس میں شامل ہوتا ہے، زیادہ پل نہیں ہیں۔ یہاں دریا کے مختلف حصوں میں کشتی رانی بھی ہوتی ہے۔

اسلام آباد اور بیج بہارہ کے درمیان جہلم کا پانی شفاف ہے اور دریا کی تہہ ریتلی ہے۔ جس پر ٹوٹے ہوئے برتنوں کے ٹکڑے، گھونگھے اور سیپیاں پائی جاتی ہیں۔ چند ایک مقامات پر دریا کی تہہ پتھریلی بھی ہے مگر یہ پتھر چھوٹے اور گولائیوں والے ہیں۔

پام پور کے مقام سے دریا کا پانی گدلا ہو جاتا ہے اور پیندا نظر نہیں آتا۔ پام پور اور پانڈو چک کے درمیان ایک پتھریلا پل بنا ہوا ہے۔

سری نگر کے مقام پر دریائے جہلم کی چوڑائی ستر سے چھہتر میٹر ہے اور گہرائی چھ سے بارہ فٹ تک ہے۔ دریائے سندھ کے جنکشن سے زیریں جانب سمبل کے مقام پر دریائے جہلم کی اوسط گہرائی چودہ فٹ ہے۔ جبکہ بارہ مولا اور سوپور کے درمیان دریا کی تہہ صاف ہے اور اس پر گھونگھے اور سیپیاں وغیرہ ہیں۔

Marfat.com

بارہ مولا

بارہ مولا دریائے جہلم کے کنارے واقع ایک خوبصورت شہر ہے جس کے ساتھ ایک قدیم قلعہ اور خوبصورت باغ بھی واقع ہے جبکہ گردونواح میں بے شمار سرسبز درخت بھی ہیں۔ یہاں کے مکانات عام طور پر لکڑی کے بنے ہوئے اور تین منزلہ ہیں جن کی چھتوں پر سبزہ اور رنگا رنگ پھول ایک خوشنما اور دلکش منظر پیش کرتے ہیں۔ بارہ مولا کے علاوہ سری نگر بھی دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے۔

مظفر آباد تک دریائے جہلم گیارہ سو میٹر تک گر جاتا ہے یعنی دریائے جہلم تقریباً 7 میٹر فی کلومیٹر کے حساب سے گرتا ہے جبکہ یہاں دریا کی لمبائی کا اندازہ 160 کلومیٹر کے لگ بھگ ہے۔

یہاں سے دریائے جہلم کا پرسکون پانی متلاطم ہو کر بپھر جاتا ہے اور نہایت شوریدہ سری سے میدانی علاقے کا رخ کرتا ہے۔ بارہ مولا سے 26 کلومیٹر زیریں جانب تتا مولا کے مقام کے نزدیک دریائے جہلم کے ساتھ 300 سے 400 سو میٹر تک بلند چٹانیں نظر آتی ہیں جو کئی مقامات پر 800 فٹ تک بھی ڈھلان نما صورت میں کھڑی ہیں۔ جبکہ تتا مولا کے نزدیک دریائے جہلم کی سطح سمندر سے بلندی 5000 فٹ ہے، اور کشمیری جھیل سمندر سے 5800 فٹ بلند ہے۔ اگر یہ چٹانیں نہ ہوتیں تو دریائے جہلم کا پانی تمام وادی کشمیر میں پھیل جاتا۔

یوری سے اوپر ایک تنگ مقام پر ایک چٹان سے دوسری چٹان تک ایک پتھروں کا پل بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک معلق پل بھی بنایا گیا تھا جو چمڑے کے مضبوط رسوں سے لٹکایا گیا تھا۔ ہٹیاں سے اوپر ایک اور معلق پل تھا جس کی طوالت 259 فٹ تھی اور تیسرا پل مظفر آباد کے مقام پر کشن گنگا کے سنگم کے نزدیک تھا۔ مظفر آباد سے نیچے پانی کا بہاؤ 3500 کیوبک فٹ فی سیکنڈ ہے۔ مظفر آباد سے گزرنے کے بعد اس دریا میں دریائے نین سکھ (کونرا) شامل ہو جاتا ہے۔ کوہالہ کے مقام پر ایک پل مری اور سری نگر کے راستے کو ملاتا ہے۔ مظفر آباد سے جہلم شہر تک دریائے جہلم کی لمبائی 242 کلومیٹر ہے۔

دانگلی اور منگلا کے درمیان ایک چھوٹا سا دریا پونچھ توی بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ میدانی علاقے میں داخل ہونے کے بعد دریائے جہلم کے بہاؤ کا اندازہ 4000 کیوبک فٹ فی سیکنڈ ہے۔

منگلا سے ویری ناگ تک دریائے جہلم کی کل لمبائی تقریباً 612 کلومیٹر ہے اور کل گراؤ 2438 میٹر کے لگ بھگ ہے۔

جبکہ دریائے چناب (چندر بھاگا) سے سنگم تک اس کا رخ جنوب مغرب کی طرف ہے۔ یہ اُچ شریف اور جھنگ سے گذرتا ہے۔ پہاڑوں سے نکل کر اس کی لمبائی تقریباً 387 کلومیٹر ہے۔ جبکہ ویری ناگ سے لے کر چناب سے سنگم تک اس کی طوالت تقریباً 997 کلومیٹر ہے اور اس کا درجہ حرارت 60 سے 90 ڈگری فارن ہائیٹ تک ریکارڈ کیا گیا ہے۔

Marfat.com

جہلم و چناب کا سنگم

ضلع جھنگ میں دریائے جہلم بار کے وسیع علاقے سے گذرتا ہے اور مگھیانہ سے 16 کلومیٹر جنوب کی سمت تریموں کے مقام پر دریائے چناب (چندر بھاگا) سے مل جاتا ہے۔ یہ مقام 31.11 جنوبی عرض بلد اور 72.12 مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے۔

دریائے جہلم کے کنارے مشہور شہر منگلا سرائے عالمگیر، جہلم' پنڈ دادنخان منڈی بہاؤ الدین' بھیرہ اور خوشاب ہیں۔ دریائے جہلم سے مچھلی کافی مقدار میں حاصل کی جاتی ہے۔ مشہور مچھلی مہاشیر ہے۔ جبکہ کشمیر میں دریائے جہلم میں گولڈ واشنگ Goldwashing کا پیشہ بھی اختیار کیا جاتا ہے۔

دریائے چناب

دریائے چناب ہمالیہ اعظم کے سلسلہ میں ننکون کے مشرقی برفانی تودوں Glaciers سے نکلتا ہے اس کے بڑے معاونین میں سب سے بڑا وردوان WARDWAN ہے جو پیر پنجال کی شرقی ڈھلانوں سے بہہ کر آتا ہے بہت سی ندیاں جو "توی" کہلاتی ہیں جموں کے شمال کی جانب اُدھم پور کے پہاڑوں سے بہہ کر آتی ہیں۔

دریائے نیلم

دریائے نیلم کا ایک نام کشن گنگا بھی ہے جو سونا مرگ سے نکلتا ہے اور مظفر آباد کے قریب "دومیل" کے مقام پر دریائے جہلم میں شامل ہو جاتا ہے۔ اب اس پر نیلم جہلم ہائیڈل پراجیکٹ مکمل کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

ذرائع آمد ورفت

1948ء میں صرف چار سڑکیں پنجاب سے سری نگر جاتی تھیں اور ان ہی سڑکوں کے ذریعے گاڑیوں کی آمد ورفت ہوتی تھی۔

1۔ گورداس پور' کٹھوعہ' جموں' درہ بانہال' سری نگر

2۔ سیالکوٹ' جموں' درہ بانہال' سری نگر

3۔ مری' کوہالہ' دومیل' سری نگر

4۔ راولپنڈی' ایبٹ آباد' مانسہرہ' مظفرآباد' سری نگر

تلخیص: فردوس کشمیر تالیف جناب چودھری انجم سلطان شہباز ناشر چوہدر برادرز دینہ

آج کل پٹھان کوٹ سے لہہ تک ایک سڑک جاتی ہے جو آگے جا کر سیاچن سے بھی مل جاتی ہے۔

سری نگر سے لہہ تک 85 کلومیٹر پختہ سڑک تعمیر کر دی گئی ہے۔

پاکستان میں گجرات سے بھمبر، دینہ سے میرپور روڈ تعمیر ہے۔ نیز آزاد کشمیر اور مقبوضہ جموں وکشمیر میں اس وقت سڑکوں کا ایک جال بچھ چکا ہے جو ہر بڑے اور نمایاں شہر سے لنک کرتی ہیں۔

Marfat.com

ریاست میں قدرتی پیداوار

میں نے اپنے گاؤں چڑہان کے تعارف میں ریاستی زمین کی زرخیزی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جبکہ چڑہان اور مضافات کے علاوہ ''ریاست کے طول وعرض میں میدانی علاقوں سے سر بفلک پہاڑوں تک ہزاروں میلوں پر پھیلے ہوئے گھنے جنگلات متنوع قسم کی دولت سے مالا مال ہیں۔ جبکہ میدانی علاقوں اور کم اونچے پہاڑی علاقوں میں کیکر، پھلاہی، شیشم، ریٹھا، بیری، جامن، کچنار، پیپل، شہتوت، تاڑ، آم اور سفیدے کے درخت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

جبکہ بلند وبالا پہاڑوں میں تین سے سات ہزار فٹ بلندی تک ایش، زیتون، پدم، بن کھوڑ، املوک ،چلغوزہ، چنار، شاہ بلوط، بدلو، پڑتل، چنار اور صنوبر کے درخت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

سات سے دس ہزار فیٹ کی بلندی پر سے کائل، دیودار، فر، سپروس اور بھوج پتر کے درخت پیدا ہوتے ہیں۔

عمارتی لکڑی کے علاوہ ان قدرتی جنگلات میں شہد، زیرہ، زرشک اور چائے بھی پیدا ہوتی ہے۔

2010 میں سفر راجوری کے دوران میں بستیوں کے مضافات اور مقامی جنگلات میں خودرو ادرک کی بہتات دیکھ کر حیران رہ گیا مگر ہماری نئی نسل کی اکثر بچیوں کو ادرک کا ادراک نہیں تھا مگر میرے سمجھانے پر اسی روز سے استعمال شروع ہوگیا۔ یہاں برطانیہ میں بہترین ادرک امپورٹ ہوتی ہے مگر کشمیر کی خودرو ادرک کی خوشبو اور ذائقہ باقی چیزوں کی طرح بہت عمدہ ہے۔

قدرتی جڑی بوٹیاں

ریاستی جنگلات میں ان قدرتی نعمتوں کے علاوہ یہاں کی اصل دولت وہ خودرو جڑی بوٹیاں ہیں جن پر طب یونانی، آیورویدک اور جدید ایلو پیتھک طریق علاج کا انحصار ہے ان میں سے چیدہ چیدہ اور معروف جڑی بوٹیوں کے نام اس طرح ہیں۔

آک، آملہ، ابہل ، اجمود، اجوائن، اڑوسہ، ارنڈ، السی، اسطوخدوس، املتاس، اندرجو، اریسہ (ہریسہ)، بالچھڑ، باؤبڑنگ، بچھناک، بداری کند، برگ، برنجاسف، برو، برہمی بوٹی، بانچکی، بیل گری، بروزہ، بنفشہ، بادیان، بھوج پتر، ہلیلہ، بیدمشک، بادرنج بویہ، بھنگ بہی دانہ، پاڈھل، پاپڑہ، پتھر چٹ، پرسیاؤشان، پھکر مول، تبت، تالیس پتر، تپتی بوٹی، تج تخم ریحان، تگر، جمال گوٹہ، جدوار، جھاؤ، چوہا کنی (گوش موش یا اگن جھاڑ)، چھڑیلہ، چرچٹہ، چرائتہ، چمپا،

Marfat.com

چچومبا، چنبیلی، حب الخیل/ کرش بیج خطمی، خبازی، خسخس، خطائی، دار بلد، دھتورہ، ڈھاک، ریٹھا، ریواس، رتن جوت، روند، زخم حیات، زعفران، سزحسی، سنکھاہولی/ سنکھ پیشی، سوم لتا/ آسمانی بوٹی، سرس، سروالی، سن، سنگھاڑہ، سپستان، سوہانجنا، فالسہ، فندق، کرائتہ، کوار گندل، کاسنی، کاہو، کبابہ خندان، کچنال/ کچنار، کٹائی خورد، کچور، کلونجی، کاکڑہ، کنول، کٹھ، گاؤزبان، گچھی، گرگل/ گلگل، گھوکھرو، لٹوکری، لفاح/ بیلا ڈونا، مال کنگنی، مجیٹھ، مچھچھی، مشک، نسوت نک/ تربد، نچھنی، نیل کنٹھی، مکو/ کاچ ماچ، موصلی سیاہ، مومیائی مہندی، مین پھل، ہتھ جوڑی/ پنجہ مریم

برائے تفصیل: ''کشمیر شناسی'' تالیف جناب جی ایم میر صاحب ناشر مکتبہ رضوان میرپور آزاد کشمیر

املتاس

ریاست کا ایک معروف ومفید درخت ہے جس کے نام سے محترمہ بیگم ثریا خورشید نے ایک خوبصورت ناول لکھا ہے جو اس وقت میرے سامنے ہے۔

Marfat.com

آبادی

1961ء کی مردم شماری کی رو سے ریاست کی کل آبادی 40 لاکھ 21 ہزار نفوس پر مشتمل تھی جس میں سے 80% لوگ مسلمان تھے اور شمالی علاقہ جات کو ساتھ شمار کرنے سے کشمیر میں مجموعی طور پر 90% مسلمان آباد ہیں اس طرح یہ خالص مسلم اکثریت کا علاقہ ہے مردم شماری کی تفصیل اس طرح تھی

علاقہ	کل آبادی	مسلمان	مسلم تناسب
صوبہ جموں	1981433	1215676	62 %
صوبہ کشمیر	1728705	1615478	94 %
سرحدی اضلاع	311478	270093	87 %

مسئلہ کشمیر، تالیف مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

جبکہ حالیہ سالوں میں بھارتی افواج کی طرف سے کشمیریوں کی نسل کشی کے باوجود اس وقت کشمیریوں کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ (1, 20, 00000) سے متجاوز ہے

مسئلہ کشمیر کا حل: تالیف فرزند کشمیر سید علی گیلانی؛ ناشر انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد

Marfat.com

معلومہ تاریخ کشمیر کی ابتداء

1148ء

راج ترنگنی بعہد راجہ جے سنگھ والی کشمیر 49- 1148ء میں وقت کے معروف شاعر کلہن پنڈت نے سنسکرت زبان میں منظوم ضخیم کتاب لکھی تھی جس کے بارے میں ہندوستانی اور یورپین مؤرخین کی متفقہ رائے ہے کہ یہی کتاب کشمیر کی قدیم تاریخ ہے مگر کلہن نے خود اعتراف کیا ہے کہ ''میں نے اپنے پیشرو گیارہ مؤرخین کی کتب سے استفادہ کیا ہے'' لیکن افسوس کہ میرے علم کی حد تک بعد کے کسی مؤرخ نے ان گیارہ مؤرخین یا ان کی کتب کے بارے میں کچھ نہیں لکھا تاہم اس کا مطلب یہ ہے کہ تاریخ کشمیر پر کسی نہ کسی رنگ میں بہت قدیم دور سے کام ہوتا آیا ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بقول دیوان جرمنی داس، صاحب ''مہاراجہ - مہارانی'' کشمیر عظیم ماضی کا حامل ہے جس کی تاریخ شاید ہندوستان کے ہر علاقے سے زیادہ قدیم ہے -

ڈاکٹر آرتھر نیو نے اپنی کتاب THIRTY YEARS IN KASHMIR

Published 1913 by Edward Arnold in London

(Dr Arthur Neve born 1859 in Sussex, died 1919 in Kashmir)

میں لکھا ہے کہ ''قدیم ہندوستان کی کوئی تہذیب کشمیری تہذیب سے برتر نہیں''

راج ترنگنی دور

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ یہی راج ترنگنی دور تاریخ کشمیر کی ابتدا ہے۔ لیکن قدیم وجدید مؤرخین میں سے درمیانی عرصہ کے انتہائی معتبر مؤرخ صاحب ''مکمل تاریخ کشمیر'' جناب منشی محمد الدین فوق رحمہ اللہ تعالیٰ جن کو حکیم مشرق حضرت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مجدد کا شمرہ'' کہہ کر یاد فرمایا ہے اور جن کی مذکورہ کتاب کی پہلی جلد 1910ء میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی تھی وہ اپنی کتاب کے پہلے باب کی ابتدا اس طرح کرتے ہیں:

''حکومت راجگان فرقہ ہنود از ابتدائے ظہور آدم... مدت راجگان ہنود 4504 سال... قبل مسیح سے بھی ایک ہزار سال پہلے کے واقعات اس طبقہ میں درج کیے گئے ہیں... شخصی حکومت قائم ہونے کے بعد 1324ء تک کشمیر

Marfat.com

میں ہندوراجوں کے اکیس خاندان یکے بعد دیگرے حکمران رہے اور انہوں نے چار ہزار پانچ سو چار سال تک بڑے شان وشوکت اور استقلال کے ساتھ حکومت کی''۔

مصنف مرحوم کتاب کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں کہ

''یہ کتاب پانچ ہزار اٹھاسی سال کے تاریخ وار واقعات محیط کرتی ہے جو معتبر کتابوں سے اخذ کیے گئے اور جن کیلئے یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ قرین قیاس اور قابل اعتبار ہونے کی کافی وجوہات رکھتے ہیں۔عرصہ دراز کی جستجو اور تلاش کے بعد وہ چند پرانے نسخے مل گئے جن کے مطالعہ نے اس کتاب کی ترتیب میں بہت مدد دی۔رتنا کر کے ترجمہ کے علاوہ اصل نسخہ رتنا کر کے بھوج پتر پر لکھے ہوئے چند جزو،راج ترنگنی مصنفہ کلہن پنڈت،راج ترنگنی اندرراج،ترنگنی پدمہ مہر بعض علم دوستوں کی پرانی الماریوں سے مل گئیں جنہوں نے میری تحقیق وتفتیش کو پایہ ثبوت تک پہنچایا''۔

نوٹ:فوق صاحب مرحوم کی رتنا کر سے مراد اگر پرمیش رتنا کر ہیں تو ہندو تاریخ کے مطابق ان کا عرصہ چار سو سال بعد از مسیح علیہ السلام ہے جن کی دو کتابیں بہت مشہور ہیں۔

(1) کاماسُترا (KAMASUTRA - Golden India Sries by Ratankar Pramesh) جس کے ٹائٹل پہ ایک مرد وعورت کی حالت مشغولیت میں برہنہ تصویر ہے اور یہی کتاب کا مرکزی موضوع ہے (Lovemanual) ۔1883ء میں پہلی بار سنسکرت سے انگریزی میں ترجمہ کی گئی تھی اسی موضوع پر 1997ء میں کاماسُترا KAMASUTRA کے نام سے ہندی میں ایک فلم بھی ریلیز کی گئی تھی اب اس نام سے انٹرنیٹ پر وہ کچھ موجود ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی جاسکتی ہے۔

(2) ہندوازم: جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب ہندو مذہب کی تاریخ ہے لیکن میرے خیال میں یہ مصنف کا دیا ہوا نام نہیں بلکہ مترجم کا ہے کیوں کہ مصنف کی تالیفات سنسکرت میں ہیں۔فوق صاحب مرحوم نے ان کتب میں سے کیا اخذ فرمایا ہے اس کی تفصیل موجود نہیں،عین ممکن ہے کہ ہندو راجگان جموں وکشمیر کے نام کسی نہ کسی حوالے سے ان کتب میں سے لیے گئے ہوں۔

ہانجی

کشمیر کے قدیم زمانے سے کشتی بان جو ہانجی کہلاتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں مگر وہ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں رکھتے تاہم یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ہی آدم ثانی ہیں علیہما السلام۔

Marfat.com

تاریخ عہد مسلم سلاطین کشمیر

''کشمیر مسلم سلاطین کے عہد میں'' کے پہلے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ خاندان شاہ میر کے ابتدائی دور میں کوئی تاریخ نہیں لکھی گئی البتہ سلطان زین العابدین کے دورحکومت میں جوفنی اورادبی سرگرمیوں کیلیے بہت ممتاز ہے، سنسکرت اور فارسی میں تاریخیں لکھی گئی تھیں، چنانچہ اسی عہد میں ناتھ سوم پنڈت نے سلطان زین العابدین کی سوانح اور کارناموں پر کشمیری زبان میں ''اورجین چرٹ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس کے بعد اسی موضوع پر بودھ بھٹ نے ایک ڈرامہ لکھا تھا۔ سلطان کے درباری شعراء ملا احمد اور ملا نادری نے بھی فارسی زبان میں تاریخیں مرتب کی تھیں لیکن افسوس کہ ان میں سے کوئی کتاب کہیں موجودنہیں۔

سلطان فتح شاہ

کی دوبارہ تخت نشینی کے موقعہ پر قاضی ابراہیم اور خاندان چک کے دورحکومت میں ملاحسن قاریؒ نے تواریخ مرتب کی تھیں مگراب ان کے بارے میں بھی کوئی سراغ نہیں ملتا جس کے بعد کشمیر کی تاریخ کیلیے لازماً ہندوستان کی تاریخ، وسط ایشیا کی تاریخ، مغلوں کی تاریخ، عہد سلاطین دہلی کی تواریخ، کشمیر میں آنے والے مبلغین صوفیائے کرام کی سوانح، آثار قدیمہ اور تاریخ انگلستان کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اور یہ ایک ایسا کام ہے جس پر مستقل کام کرنے کی ضرورت ہے۔

جون راج

اسی طرح جون راج کی ''راج ترنگنی'' میں تاریخ کشمیر کے 1150ء سے 1459ء کے حالات درج ہیں مگران حالات کو نئے سرے سے مرتب کرنے کی ضرورت ہے کیوں کہ ہمارے مؤرخین کے نزدیک اپنے موضوع پر یہ ایک اہم کتاب ابھی تک محفوظ ہے۔ جون راج نے 1459ء میں انتقال کیا تو اس کے بعد اس کے ایک شاگرد شری در نے اپنے استاد کے کام کی تکمیل کیلیے جین راج ترنگنی کے نام سے کتاب لکھی۔ شری در بھی اپنے استاد کی طرح سلطان زین العابدین کا درباری تھا اور سلطانؒ کے انتقال کے بعد حسن شاہ اور محمد شاہ کی ملازمت میں منتقل ہو گیا تاہم جین راج ترنگنی میں سلطان زین العابدین کے بقیہ دورحکومت 1459ء سے 1470ء کے حالات، اور ان کے جانشینوں سے لے کر 1486ء فتح شاہ کے دور تک کے حالات درج ہیں۔

نوٹ: شری در نے جین راج ترنگنی کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''میں نے اس تاریخ کو کچھ سلطان زین العابدینؒ کے

Marfat.com

بے شمار احسانات سے سبکدوش ہونے کیلئے اور کچھ اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر لکھا ہے"۔

لیکن بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ جون راج اور شری ور دونوں نے سلطان کے بارے میں مبالغے سے کام لیا ہے۔ لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کیوں کہ تاریخ کشمیر کے معتبر عالم جناب منشی محمد الدین فوق رحمہ اللہ نے سلطان کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے "شباب کشمیر" کے نام سے مستقل کتاب لکھی ہے اور بعض دیگر مؤرخین نے بھی سلطان کو صاحب استقامت وکرامت ولی اور عالم قرار دیا ہے تاریخ سلطان کے دور اقتدار کو ایک سنہری دور قرار دیتی ہے:

عمر ہا گل رخت بر بست و کشاد
خاک ما دیگر شہاب الدیں نہ زاد

اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ

اس خطہ کشمیر میں عمروں گلاب کے پھول کھلے اور مرجھا کر ختم ہو گئے لیکن ہم کشمیریوں کی مٹی نے کوئی دوسرا شہاب الدین پیدا نہیں کیا۔

تاہم مندرجہ سطور میں جون راج اور شری ور دونوں کے اقرار سے ایک اور خوشگوار پہلو یہ سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ کشمیر کے مقامی سلاطین یا آبادی کی طرف سے ہندو برادری کو کبھی ان کے حق سے محروم نہیں رکھا گیا بلکہ بیرونی مداخلت بالخصوص افغان دور حکومت میں دونوں مقامی برادریوں کو آپس میں لڑا بھڑا کر ایک دوسرے کے سامنے کھڑا کر دیا گیا تھا جس کا نتیجہ رنجیت سنگھ کی فتح پر منتج ہوا۔

1325ء

تاہم اردو مؤرخین اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ سن 1325ء تک کشمیر پر 155 ہندو راجگان کا دور حکومت ہے۔ کلہن پنڈت نے راجا گونند اول قبل از مسیح کے تذکرے سے راج ترنگنی کی ابتدا کی ہے مگر یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ ان تاریخی معلومات کیلئے کلہن کے پاس ایسے کون سے ذرائع تھے جن پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ جس کے بعد 1325ء تا 1585ء مسلم سلاطین نے حکومت کی ہے جس کی تاریخ محفوظ چلی آ رہی ہے جس سے پہلے کشمیر میں چند حکمران خاندانوں کا کچھ نہ کچھ تذکرہ تو موجود ہے مگر کوئی ٹھوس تاریخی ریکارڈ اور تفصیل موجود نہیں۔

موریہ خاندان

کے بادشاہ اشوک جس کا ذکر چینی سیاح "ہیون سانگ" نے بھی اپنے سفرنامے میں کیا ہے بقول کلہن پنڈت اشوک نے سری نگر کی بنیاد ڈال کر اسے اپنا دارالحکومت قرار دیتے ہوئے بہت ساری دنیا پر حکومت کی تھی جس دوران اس نے مسافر خانے اور بدھ مت کے پیروکار کی حیثیت سے کشمیر میں جگہ جگہ سٹوپے بھی تعمیر کرائے تھے۔

Marfat.com

کشان

کشان: بادشاہ، ھشک ، جشک اور کنشک نے اپنے اپنے دور میں کشمیر کی ترقی کے ساتھ ساتھ پوری وادی کو بدھ مت کی دلدل میں دھکیل دیا تھا۔ ان کشانوں کے زوال کے بعد یہاں کی حکومت ابھی مینو کے ہاتھ آ گئی اور اس کا دور بدھ مت اور برہمن کے درمیان کشمکش کا دور ہے بالآخر بدھ مت زوال پذیر ہوئی تو بادشاہ بھی بدھ مت کے خلاف کھڑا ہو گیا۔ اسی بادشاہ کے بعد گونند خاندان کے بانی راجہ گونند نے اقتدار سنبھالا جو خود بھی ناگ پوجا کرتا تھا اور اسی کے عہد میں ناگ پوجا کی رسم نے پوری وادی کو گھیرے میں لے لیا تاریخی طور پر اس خاندان کے آٹھ بادشاہوں کے نام دستیاب ہیں۔

ھُن خاندان

ھن خاندان کو کلہن نے ایک ظالم و جابر خاندان کے طور پر یاد کیا ہے جس کی کچھ تفصیل ڈاکٹر صابر آفاقی نے ''تاریخ کشمیر اسلامی عہد'' میں بیان کی ہے اسی خاندان نے کشمیر سے بدھ مت کے ماننے والوں کا صفایا کر کے شیومت کو دوبارہ زندہ کیا تھا۔

کارکوٹ خاندان

ھنوں کے بعد کارکوٹ خاندان کے دور سے تاریخ کشمیر کافی حد تک محفوظ ہے چوں کہ اسی دوران چینی سیاح ہیون سانگ کشمیر میں داخل ہوا اور دو سال تک مقیم رہ کر اس نے چشم دید حالات قلمبند کیے جن کی تاریخی اہمیت ہے لیکن شاید کہ ابھی تک اس کی کتاب کا ترجمہ نہیں ہوسکا۔ کارکوٹ خاندان کے دور میں ٹیکسلا اور ہزارہ بھی کشمیر کا حصہ تھے۔

للتادت

کشمیر کا بہادر ہندو حکمران تھا۔ اس کے دور میں بھی کشمیر ایک وسیع اور مضبوط ریاست کے طور پر ترقی کی راہ پر گامزن تھی۔ للتادت کے بعد اس کا بڑا بیٹا تخت پر بیٹھا مگر ایک سال کے بعد اس نے حکومت اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کر دی جس نے اپنی شہوت پرستی کے باعث اپنے خاندان سمیت کشمیر کی عزت خاک میں ملا دی۔ للتادت کے پوتے نے ابتدا میں اپنے دادا کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی مگر بالآخر وہ بھی بدچلن، جابر و ظالم ثابت ہوا لہٰذا وادی میں بغاوت پھیل گئی۔

Marfat.com

کشمیر میں اسلام کا اولین تخم

حمیم بن سامہ السامی

محترم سلیم خان گمی صاحب نے اپنی تالیف ''کشمیر میں اشاعت اسلام'' میں حمیم بن سامة اَلسَّامی کے متعلق جناب محمد اسد اللہ قریشی صاحب کی ایک تحقیق علامہ کی بلاذری رحمہ اللہ کی ''فتوح البلدان'' کے حوالہ سے نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سندھ کے راجہ داہر کی طرف سے مسلم خواتین کے ساتھ زیادتی کے تدارک کیلئے حجاج بن یوسف کے حکم پر جب محمد بن قاسم رحمہ اللہ سندھ میں داخل ہوئے تو آپ کی آمد سے دو سال پہلے ہی سے مسلمان سپاہیوں کے ساتھ حمیم بن سامة اَلسَّامی سندھ میں وارد ہو چکے تھے۔

اموی خلیفہ ولید کی طرف سے جن دنوں حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا جس دوران اس نے سندھ کے راجہ داہر کو مسلمان عورتوں اور بچوں کو لوٹنے اور قیدی بنانے کے جرم میں سرزنش کیلئے سترہ سالہ محمد بن قاسم کی قیادت میں ایک مہم بھیجی تھی جو براستہ مکران سندھ میں داخل ہوئی جس کے بعد راجہ داہر کی شکست اور سندھ کی فتح ایک مستقل تاریخ ہے۔تاہم راجہ داہر کے دو بیٹے گوپی اور جے سیا (جے سنگھ) محمد بن قاسم کے مقابلے میں نکلے تھے جن میں سے گوپی مارا گیا تھا اور جے سنگھ حمیم بن سامہ السامی کو ساتھ لے کر کشمیر چلا گیا تھا جہاں دُرلا بھک (۶۶۳-۷۱۳ء) کی حکومت تھی جس سے جے سیاہ نے مدد چاہی تو راجہ نے اسے شاہ کلہ کی جاگیر دیکر عزت سے آباد کر دیا۔

چوں کہ اس وقت مضافات جہلم میں کلر کہار اور کوہستان نمک یعنی کھیوڑہ کا علاقہ بھی ریاست جموں وکشمیر کا حصہ تھا۔اور یہی وہ فرصت کا زمانہ ہے جس میں حمیم بن سامہ کو اپنے دین کی تبلیغ کا موقعہ ملا جس کے ساتھ ساتھ انہوں نے وادیٔ جہلم میں کچھ مساجد کی بنیاد رکھی اور بالآخر جے سنگھ بھی اسلام قبول کرتے سندھ کے دورے پہ نکلا جہاں اس کی وفات ہوگئی جس کے بعد اس کی ساری جاگیر شامی نسل حمیم بن سامہ السامی کے تحت آ گئی تھی اس طرح نور کی کرنیں پھیلتی چلی گئیں یہاں تک کہ یہ سارا علاقہ اسلام کی آغوش میں آ گیا۔

ہمارے اردو مؤرخین کی رائے میں یہی حمیم بن سامہ اس علاقے میں اسلام کا اولین تخم ہے۔

علاوہ ازیں مولانا عبدالحلیم شرر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''تاریخ سندھ'' میں اور اور علامہ عبدالحی بن فخر الدین بن عبد العلی الحسنی الطالبی المتوفی ۱۳۴۱ھ رحمه الله تعالی نے ''الاعلام بمن فی تاریخ

Marfat.com

الهندمن الأعلام (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر) ناشر دار ابن حزم بیروت میں حمیم بن سامی السامی کی چچ نامہ کے حوالہ سے کشمیر آمد کی یہی تفصیل بیان کی ہے لیکن کسی نے یہ وضاحت نہیں کی کہ یہی شخصیت کشمیر میں اولین مسلمان کی حیثیت سے داخل ہوئی ہے۔

499 سالہ مسلم اقتدار

براعظم ہند میں اسلام کی آمد کے ساتھ ہی فرزندان کشمیر جوق در جوق اس کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے جس کے نتیجے میں ریاست جموں وکشمیر کی آبادی 90% مسلمان ہے ماضی میں 499 سالہ مسلم اقتدار کی تفصیل اس طرح ہے

1320ء تا 1586ء	خودمختار مسلم سلاطین
1586ء تا 1753ء	مغلوں کا اقتدار رہا
1753ء تا 1819ء	افغان گورنرز اختیارات کے حامل رہے

کشمیر میں اولین مسلم حکمران

حمیم بن سامہ السامی والی تاریخی تفصیل میں چوں کہ کسی کا اختلاف نہیں لہٰذا جزوی طور پر اگرچہ کشمیر کے ایک چھوٹے سے حصے پر حمیم بن سامہ السامی ہی کو اولین حکمران کی حیثیت حاصل ہے لیکن مجموعی طور پر رنچن المعروف سلطان صدرالدین رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کشمیر کے اولین مسلمان بادشاہ ہیں جن کے قبول اسلام اور کشمیر میں اسلام کی آمد ایک مستقل باب ہے مگر اس کتاب کا موضوع نہیں۔ اسی لئے میں نے کشمیر کی تاریخ پر چند اہم مآخذ کی نشاندہی کرتے ہوئے اس باب کے آخر میں ایک فہرست دیدی ہے۔

سید علی ہمدانیؒ کی کشمیر آمد

سید السادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم
تا غزالی درس اللّٰہ ھو گرفت
ذکر وفکر از دود مان او گرفت
خطه را آں شاہ دریا آستیں
داد علم و صنعت و تہذیب و دیں
آفرید آں مرد ایران صغیر
با هنر ھائے غریب و دلپذیر

کلیات اقبال فارسی :جاوید نامہ : زیارت امیر کبیر حضرت سید علی ھمدانی رحمہ اللّٰہ تعالی

Marfat.com

ترجمہ: وہ (شاہ ہمدان) جو سید السادات اور عجمیوں کے سالار ہیں، ان کا ہاتھ امتوں کی تقدیر کا معمار ہے۔

جب امام غزالی اللہ ہو والے درویش ہو گئے، تو یہ اس لئے ممکن ہوا کہ وہ شاہ ہمدان کے بزرگوں سے فیضیاب تھے

حضرت شاہ ہمدانؒ جنت نظیر خطہ کشمیر کے مرشد تھے وہ امیروں وزیروں اور درویشوں کے ساتھ ساتھ سلطان کشمیر کی راہنمائی بھی فرماتے تھے۔

نہایت سخی اور فیاض حضرت شاہ ہمدانؒ نے خطہ کشمیر کو علم، تہذیب اور دین عطا فرمایا اور علم وہنر میں ایران صغیر بنادیا۔

1356ء تا 1374ء

ریاست پر سلطان شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا دور حکومت ہے۔ تاریخ سلطان کو بہادر، باعمل مسلمان اور مصلح حکمران کی حیثیت سے یاد کرتی ہے۔ سلطانؒ کے دور کا ایک اہم واقعہ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی کشمیر میں آمد ہے۔ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ۷۱۴ ہجری میں ایران کے شہر ہمدان میں پیدا ہوئے جہاں آپ نے تمام علوم میں مہارت کے علاوہ سلوک کی منزلیں طے فرمائیں اور اس کے بعد اپنے تربیت یافتہ 600 مبلغین اور ہنرمندوں کے ساتھ کشمیر میں وارد ہوئے۔

سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی آمد کو باعث سعادت تصور کرتے ہوئے بہت اکرام کیا اور آپ سے فیضیاب ہوئے۔ سلطان شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلطان شاہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح آپ کا اکرام جاری رکھا۔ حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگردوں کی ریاست میں اسلام کی تبلیغ کیلئے بہت سی خدمات ہیں۔ چنانچہ 37,000 ہزار غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

آپ نے دین کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ ریاستی باشندوں کو کافرانہ ومشرکانہ تہذیب وثقافت سے نکال کر اسلامی تہذیب وتمدن سے ہمکنار کیا جس کیلئے وہ ایران سے ایسے صنعت کار بھی ساتھ لائے تھے جنہوں نے کشمیری قوم کو نقاشی، خطاطی، قالین سازی، پارچہ بافی وغیرہ کے ہنر سکھلائے تاکہ یہ قوم معاشی طور مستحکم ہو جائے۔ حضرت شاہ ہمدانؒ اپنے ایک سفر تبلیغ میں ترکستان جاتے ہوئے راستے میں وفات پا کر ختلان نامی ایک قصبے میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ()

حضرت سید احمد ہمدانیؒ

تلہ گنگ میانوالی روڈ پر دندہ شاہ بلاولؒ حضرت سید احمد ہمدانیؒ المعروف حضرت شاہ سخی نوری سلطان بلاول ہمدانیؒ کے مزار کی نسبت سے ایک معروف قصبہ ہے۔ کیا سلطان شاہ بلاول ہمدانیؒ کا اصل نام حضرت سید احمد ہمدانیؒ ہی تھا؟

اس بارے میں اشتباہ پایا جاتا ہے البتہ اس بات میں شک نہیں کہ آپ حضرت شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ولی کامل اور بہت بڑے مبلغ اسلام تھے۔ آپ نے کشمیر سے تبلیغی سفر اختیار فرمایا جہاں جہاں سے گزر ہوا نور ہدایت پھیلتا چلا گیا یہاں تک کہ دندہ پہنچ کر استخارہ کیا تو حکم ملا کہ یہیں قیام فرمالیں۔ چنانچہ آپ نے ایک

Marfat.com

دیندار وغریب بابا بلاول لوہار کے ہاں قیام کا فیصلہ کیا چوں کہ آپ زیادہ تر محو مراقبہ رہتے اور آپ کی ہیبت کے باعث کسی کو اصل نام پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بعد میں بابا بلاول لوہار کے مہمان کی نسبت سے لوگوں نے انہیں شاہ سلطان بلاول کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ اسی نسبت سے یہ بستی دندہ شاہ سلطان بلاول کے نام مشہور ہوئی لیکن انگریز کے دور میں فقط دندہ شاہ بلاولؒ رہ گئی۔

حیات طیبہ سوانح حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ: حضرت سید احمد ہمدانیؒ المعروف سلطان شاہ بلاولؒ: تالیف ابوالاحمدین ناشر ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان ضلع چکوال

نوٹ: ریاست کے اسلامی عہد پر ڈاکٹر صابر آفاقی کی "تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں" 320 صفحات پر مشتمل ایک مستقل ومفید کتاب ہے۔

Marfat.com

موئے مبارک کا کشمیر میں ورود

برق تیغش خرمن الحاد سوخت
شمع دیں درمحفل ما بر فروخت
کور ذوقاں داستانہا ساختند
وسعت ادراك او نشناختند
شعلۂ تو حید را پروانه بود
چوں براهیم اندریں بتخانه بود

اسرار خودی - حکایت شیر و شهنشاه عالمگیر رحمه الله

ترجمہ

"عالمگیرؒ کی تلوار کی بجلی نے بے دینی کے کھلیان کو جلا ڈالا اور ہماری محفل میں اسلام کی شمع روشن کی"
بدذوق لوگوں نے ان کے بارے میں کئی جھوٹی داستانیں گھڑ لیں، کیوں کہ وہ جاہل و کم ظرف ان کے ادراک کی وسعت کو نہ سمجھ سکے۔حالاں کہ وہ توحید کے شعلوں کیلئے پروانے کی حیثیت رکھتے تھے، وہ ہندوستان کے بتخانوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیثیت رکھتے تھے۔

1658ء تا 1707ء / مطابق 1068 تا 1119ہجری

مغل بادشاہوں میں سے حضرت حافظ ابو المظفر محی الدین اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا دور حکومت ہے اور آپ ہی پہلے درویش صفت حکمران ہیں جنہوں نے نہ صرف قرآن کریم حفظ کیا تھا بلکہ آپ ایک جید عالم دین تھے۔آپ نے وقت کے مشاہیر و جید علماء کرام، الشیخ سید محمد، الشیخ میر ہاشم اور الشیخ ملا صالح رحمہم اللہ سے علوم شرعیہ کی تحصیل کے علاوہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی۔مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دعوت و عزیمت جلد ۴ میں تحقیق کے ساتھ آپ کے محاسن بیان فرمائے ہیں۔آپ نے تخت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے فحاشی کا انسداد کیا جس کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں میں رائج جن فضول رسموں کا خاتمہ کیا ان میں سے چند کی تفصیل اس طرح ہے۔

خوبصورت مقبروں کی تعمیر و آرائش ممنوع قرار دیدی گئی۔

قوالوں، نجومیوں اور شاعروں کا شاہی دربار میں بلانا موقوف کر دیا گیا۔

Marfat.com

شراب، افیون اور بھنگ کے استعمال کو قانوناً جرم قرار دیا گیا۔

بادشاہ کو مسنون طریقے سے السلام علیکم کہنے کے علاوہ باقی غیر اسلامی درشن کا طریقہ ختم کر دیا گیا جس میں تعظیمی سجدہ اور ہاتھ اٹھانا شامل تھا۔

بے ادبی کے خوف سے سکوں پر کلمہ طیبہ لکھنا بھی موقوف کر دیا گیا، کھانے پینے کی تمام اجناس شاہی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیدی گئیں۔

حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دور حکومت کی اہم یادگار رسول اللہ ﷺ کے دائیں گیسوئے انور کا ایک موئے مبارک کا کشمیر میں ورود مسعود ہے جس کی تفصیل اہل کشمیر کیلئے باعث صد افتخار ہے۔

گیارہویں صدی کے نصف آخر میں فرمانروائے روم کی طرف سے سید عبداللہ مدینہ منورہ میں روضہ اطہر کی تولیت پر مامور ہوئے اور بہت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے مگر اس دوران آپ سے کوئی ایسی لغزش سرزد ہوگئی جس سے شاہ روم ناراض اور بدگمان ہو گیا لہٰذا شاہ روم نے حکم دیا کہ وہ فی الفور حجاز مقدس سے نکل جائیں۔ چنانچہ اس جلاوطنی کے وقت آپ کی تمام جائیداد بھی بحق سرکار ضبط کرلی گئی البتہ تین تبرکات کسی طرح ان کے پاس محفوظ رہ گئے:

- ☆ دائیں گیسوئے انور کا ایک موئے مبارک
- ☆ رسول اللہ ﷺ کا عمامہ شریف
- ☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زین شریف

سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ حجاز بدر ہو کر ان تبرکات سمیت سیدھے ہندوستان پہنچے جہاں اس وقت حضرت اورنگ زیب عالمگیر کے والد شاہزادہ خرم شاہجہان کے لقب سے ہندوستان کے حکمران تھے۔

1627ء تا 1658ء

شاہجہان کا دور حکومت ہے جسے تاریخ فن تعمیر کا سنہری دور شمار کرتی ہے۔ شاہجہان کا اپنی چہیتی بیوی ممتاز محل کی یاد میں آگرہ میں جمنا کنارے تاج محل اسی دور کی یادگار تعمیر ہے۔ یہ عمارت 1632ء تا 1650ء اٹھارہ سال کے عرصے میں ساڑھے چار کروڑ روپے کی لاگت سے مکمل ہوئی جس کی تعمیر میں بیس ہزار معماروں اور مزدوروں نے حصہ لیا تھا آج تک دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔ شاہجہان نے اتنی محنت اور خطیر رقم سے تیار شدہ تاج محل دیکھ کر ضرور سوچا اور اعتراف کیا ہوگا کہ

وَلَوْ طَلَبَتْ مِنِّیْ عَلٰی ذَاکَ فِیْ الْهَوٰی
زِیَادَةَ حُبٍّ لَمْ أَجِدْ مَا أَزِیْدُهَا

اَلصِّمَّةُ الْقُشَیْرِی المتوفی ۹۵ھ

اور اگر اس نے اپنے لئے میری اس دیوانگی کے باوجود مزید محبت کی چاہ کی تو کیا پیش کرسکوں گا کیوں کہ اس کے بعد میرے پاس کچھ بچا ہی نہیں۔

Marfat.com

اور شاید اسی سوچ میں ملکہ ممتاز محل کی موت کے تھوڑے عرصے بعد خود بھی اس کے پہلو میں مدفون ہو گیا۔

مل کے مٹی میں جب ہوا مٹی
جو بھی کھویا تھا پا لیا میں نے

خالد بن عدم

شاہجہان نے سید عبداللہ کا نہ صرف بہت اکرام کیا بلکہ بیجاپور کے نواح میں ایک چھوٹی سی جاگیر بھی عطا کر دی تاکہ وہ باعزت طریقے سے گزر بسر کر سکیں مگر تھوڑے عرصے بعد جب شاہجہان کا انتقال ہو گیا تو سید عبداللہ کے بیٹوں نے عالمگیر کے بجائے داراشکوہ کے ہاں رسوخ حاصل کرنا شروع کر دیا جہاں بہت جلدی اس کے مصاحبوں میں شمار ہونے لگے مگر حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے تخت نشین ہوتے ہی داراشکوہ قتل ہو گیا تو عالمگیرؒ نے اس کے جن حامیوں کی جاگیریں ضبط کر لی تھیں ان میں سید عبداللہ کے صاحبزادے بھی شامل تھے جو بحالیٔ جاگیر کی درخواست لیے دہلی پہنچے تو اس وقت ان کی مالی حالت بہت خراب تھی جس دوران

خواجہ نورالدین ایشہ بری

کشمیری تاجر سے ان کی ملاقات ہوگئی تو سیدزادوں نے اپنے سارے حالات ان سے بیان کر کے قرض حسنہ کی درخواست کی تو خواجہ نورالدین ایشہ بری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں قرض دینا شروع کر دیا جس میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ سیدزادوں کیلئے ادئیگی ناممکن ہوگئی۔ چنانچہ سیدزادوں نے موئے مبارک اور اپنا وہ حبشی غلام جو شروع سے اس دولت کونین کی حفاظت پر مامور تھا قرض کے بدلے خواجہ نورالدین ایشہ بری رحمۃ اللہ علیہ کو دیدیا۔ اس خوش نصیب تاجر نے یہ دولت کونین ملنے پر نہ صرف اپنا قرض معاف کر دیا بلکہ شکرانے کے طور پر سیدزادوں کی مزید مدد کر دی۔

خواجہ نورالدین ایشہ بری رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے بدلے دولت کونین سمیٹے واپس کشمیر جانے کیلئے تیار تھے کہ شاہی مخبروں نے دربار شاہی میں اطلاع کر دی جس کے بعد حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ نے حکم دیا کہ خواجہ نورالدین کو موئے مبارک سمیت فی الفور دربار میں حاضر کیا جائے تاکہ وہ بھی زیارت کا شرف حاصل کر سکیں۔

خواجہ نورالدین کو جب اس مخبری کا علم ہوا تو انہیں بادشاہ کی نیت پر شک گزرا لہٰذا اس دولت کونین کے چھن جانے کے ڈر سے وہ کشمیر واپسی کیلئے دہلی سے روانہ ہو کر لاہور پہنچ تو گئے مگر راستے میں شدید بیمار پڑ گئے اور شاہی کارندے بھی آ پہنچے خواجہ نورالدین نے شاہی حکم کی تعمیل کیلئے صحت یابی تک مہلت طلب کی مگر ان کی مہلت عمر پوری ہو چکی تھی لہٰذا انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ()

جس کے بعد شاہی کارندے موئے مبارک اور خدمت پر مامور غلام کو لیے حاضر دربار ہوئے تو حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ نے زیارت سے مشرف ہونے کے بعد حکم دیا کہ یہ موئے مبارک اجمیر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں رکھا جائے تاکہ ہر خاص و عام کیلئے زیارت کرنا آسان رہے۔

بارگاہ رسالت ﷺ سے موئے مبارک کی کشمیر منتقلی کا حکم

حکم کی تعمیل ہوئی اور موئے مبارک کو خانقاہ میں رکھے ابھی نو دن ہی گزرے تھے کہ حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی جس میں آپ ﷺ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ موئے مبارک کو فی الفور کشمیر پہنچانے کا انتظام کریں۔ اس ہدایت کے بعد حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے خواب سے بیدار ہوتے ہی تعمیل ارشاد کا اہتمام کیا۔ موئے مبارک کی خدمت پر مامور غلام کو شاہی خلعت اور اپنا خیمہ عطا کیا تاکہ راستے میں قیام کے دوران موئے مبارک والا صندوق اس کے سائے میں اکرام سے رکھا جائے۔ شاہی اعزاز کے ساتھ یہ قافلہ اجمیر سے روانہ ہو کر لاہور پہنچا جہاں سے خواجہ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی میت کو ساتھ لے کر کشمیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا

جب یہ خبر کشمیر پہنچی تو پوری ریاست میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ ریاستی لوگ اسی طرح سراپا انتظار تھے جس طرح ہجرت نبوی ﷺ کی بشارت پا کر انصار مدینہ اٹھتے بیٹھتے حمد و ثنا کے ترانے گا رہے تھے۔

اَللّٰهُ أَكْبَرُ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ – اَللّٰهُ أَكْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ

اللہ اکبر یہ کتنی بڑی بشارت اور سعادت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری ہے۔

قریب تھا کہ اب یثربی مدنی کہلائیں، شاہان عجم کے باجگزار بننے کے بجائے دنیا کے امام بن جائیں اور بتوں کے سامنے جھکنے کے بجائے اللہ رب العزت کی بارگاہ رحمت میں سجدہ ریز ہو کر دارین کی سعادتیں سمیٹ لیں لہٰذا مدینہ منورہ کے گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے معمور تھے کہ ایک روز ثنیات الوداع کی طرف سے آفتاب رسالت ﷺ نے طلوع ہو کر یثرب کو مدینہ منورہ میں بدل دیا اس موقعہ پر مشتاق دیدار نبوی ﷺ انصار کی عورتیں، مرد اور بچے بوڑھے آپ کا ان الفاظ میں استقبال کر رہے تھے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

ترجمہ: "وداع کے ٹیلوں کی طرف سے ہم پر بدر منیر طلوع ہو چکا ہے"
کیا عمدہ تعلیمات ہیں جن کی آپ نے دعوت پیش فرمائی ہے اس کے بدلے میں ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر لازم ہو گیا ہے۔

Marfat.com

رحمت عالم ﷺ ہی دنیا کے پہلے اور آخری حکمران ہیں کہ جن کی غلامی اختیار کرنے کی خوشی میں کسی ریاست کے لوگ اپنی نجات کا یقین رکھتے ہوں۔ اہل کشمیر کچھ ایسے ہی جذبات سے معمور موئے مبارک کے استقبال کیلئے ہیرا پور پہنچے جہاں حضرت شیخ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اہتمام سے سب کو زیارت کروائی۔

نوٹ: انصار مدینہ کے اس استقبالیہ ترانے کو بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے انداز میں پیش کیا ہے لیکن جس لے اور انداز میں مصر کی اُم کلثوم نے اسے ادا کیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی کہ سنتے ہوئے عجیب وجدانگیز کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

خانقاہ حضرت بل کی تعمیر

اور پھر یہ قافلہ سرینگر کیلئے روانہ ہوا ان دنوں مغل سلطنت کی طرف سے فاضل خان کشمیر کا نگران تھا۔ ان کے ساتھ مشاورت کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ جھیل ڈل کے مغربی کنارے صادق خان کے وسیع باغ میں ایک عمارت تعمیر کرکے وہاں موئے مبارک کو رکھا جائے۔ چنانچہ اس باغ کے ورثا نے سنتے ہی جگہ کا ایک وقف نامہ لکھ کر انتظامیہ کو دیدیا جہاں خانقاہ حضرت بل کی تعمیر ہوتے ہی موئے مبارک کا سفر ختم ہوا اور آج تک زیارت عام کیلئے موجود ہے مگر انتظامیہ نے سہولت کیلئے کچھ دن مخصوص کر رکھے ہیں اور خانقاہ حضرت بل کی تولیت بھی آج تک خواجہ نورالدین ایشہ بری کی اولاد کے پاس ہی ہے۔

ألسيرة النبوية تاليف الامام أبی الفداء اسمٰعيل ابن كثير ألدمشقی (۷۰۱ - ۷۷۴) ھ رحمه الله تعالی

اردو تاریخ میر پور کا ایک اہم دور تالیف الاستاذ پروفیسر عبدالواحد قریشی: ڈوگرہ دور: ناشر ادبستان لاہور۔ انسائیکلوپیڈیا مرتب فیروز سنز

بشارت

میرا یقین ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عالمگیر کو ہدایت فرمانا کہ میرا موئے مبارک کشمیر پہنچاؤ یہ کشمیری قوم کیلئے آزادی و خودمختاری کا مژدہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ آج نہیں تو کل اہل کشمیر دنیا کی آزاد برادری کی حیثیت سے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی

1600ء میں ملکہ برطانیہ الزبتھ اول Elizbeth 1 کے عہد میں East India Company کے نام سے متحدہ ہندوستان میں تجارت کیلئے لائسنس جاری ہوا۔ ان دنوں متحدہ ہندوستان پر مغل شہنشاہ نورالدین جہانگیر 1569ء تا 1627ء کی حکومت تھی جبکہ اس سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارت زیادہ تر جاوا اور سماٹرا میں تھی جہاں سے سستے داموں گرم مسالہ برآمد کرکے یورپ میں فروخت کیا جاتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد جب کمپنی کو خاطر خواہ منافع ہوا تو اس نے 1613ء میں پہلی بار سورت ضلع گجرات میں ایک کوٹھی تعمیر کی اور یہیں سے برصغیر کی بدقسمتی کا آغاز ہوتا ہے۔

Marfat.com

1623ء میں کمپنی نے اپنی ساری توجہ صرف ہندوستان پر مرکوز کردی جس کے نتیجے میں پھلتے پھولتے 1662ء میں بمبئی کا علاقہ کمپنی کے تسلط میں آ گیا جس کے بعد اس شہر کو ایک اہم تجارتی بندرگاہ کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ 1689ء میں ایک منصوبے کے تحت کمپنی نے علاقائی تسلط کا آغاز کردیا جس کے تحت آہستہ آہستہ پورا ہندوستان برطانیہ کی غلامی میں چلا گیا لہٰذا 1858ء میں ملکہ برطانیہ نے کمپنی کی قیادت خود سنبھالتے ہوئے 1874ء تک جزوی اختیارات کمپنی کے ہاتھ رہنے دیئے۔

غلامی کا عبرتناک پس منظر

دوش میکائیل را دیدم بدستش دفترے
نام شخصے می نوشت ونام شخصے می سترد
چوں نظر کردم بہ دفتر باد شاہے می گذشت
باد شاہی را فرزند گدائے می سپرد

مخزن اخلاق، نصائح ارسطو

ترجمہ

''میں نے کل رات حضرت میکائیل علیہ السلام کو ایک رجسٹر ہاتھ میں لیے دیکھا''

جب میں نے رجسٹر میں نظر کی تو دیکھا کہ ایک بادشاہ کا نام دنیا سے گزرنے والوں میں درج کردیا گیا اور اس کی بادشاہی ایک گداگر کے بیٹے کو سپرد کی جارہی ہے۔

1707ء: اورنگزیب عالمگیرؒ کی وفات کے ساتھ ہی مغلیہ سلطنت کی بنیادیں متزلزل ہوگئی تھیں کیوں کہ مرحوم کا بیٹا معظم شاہ بہادر شاہ کے نام سے تخت پر بیٹھا تو کسی تعمیری کام کے بجائے اپنے بھائیوں سے جنگیں لڑتے ہوئے چھ سال بعد چل بسا۔ اس کے بعد جہاندار نے تخت نشین ہوکر تقریباً تمام شہزادوں کو قتل کرادیا۔ جب اس کی عیاشیاں حد سے بڑھیں تو بہادر شاہ کا پوتا فرخ سیر اس پر عذاب بن کر نازل ہوا تو وہ اپنی داشتہ لال کنور کے لباس میں محل سے فرار ہوتے ہوئے قید ہوکر قتل ہوگیا۔ اس کے بعد فرخ سیر نے بچے کھچے شہزادوں کی آنکھیں نکلوا کر انہیں قتل کرادیا۔

ادھر سے سادات بارابہہ نے فرخ سیر کی آنکھیں نکلوا کر اسے قتل کرڈالا جس کے بعد قلعہ معلیٰ کا اقتدار ہاتھ میں لے کر ایک مدقوق اور قریب المرگ شہزادے رفیع الدرجات کو تخت پر بٹھا کر بندر بانٹ شروع کردی مگر شہزادہ چند ماہ میں انتقال کرگیا۔ اس کے بعد ایک پندرہ سالہ شہزادہ رفیع الدولہ جو کمسنی کے باوجود درجن بھر بیگمات کا شوہر بھی تھا اسے تخت پر بٹھادیا گیا تو بیچارہ روتا ہوا ماں کے پاس پہنچا کہ اب میری باری ہے اور چند روز بعد وہ بھی چل بسا۔

اب سادات بارابہہ نے شہزادہ روشن کو تخت نشین کیا جسے روشن کے بجائے بلحاظ اعمال 'اندھیرا' کہنا چاہیے

Marfat.com

تھا مگر وہ بھی چل بسا تو سادات بارا ہہ نے محمد شاہ رنگیلا کو قید سے نکال کر تخت پر بٹھا دیا محمد شاہ نے سادات کو ٹھکانے لگاتے ہوئے قلعہ معلّٰی کو چکلے میں بدل دیا کیوں کہ ہر روز تین تین سو ننگی لڑکیاں نچوایا کرتا تھا۔ ان انتظامات کیلئے اس کے مطبخ کا یومیہ خرچ تین کروڑ روپے تھا۔ اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ قلعے کے باہر کیا ہو رہا ہے چنانچہ ہر طرف سے بغاوتیں پھوٹ پڑیں جس کے نتیجے میں 1739ء میں نادر شاہ درانی نے کرنال کے میدان میں محمد شاہ رنگیلا کی فوجوں کو شکست دیتے ہوئے 21 مارچ 1739ء دہلی پر چڑھائی کر کے اینٹ سے اینٹ بجادی۔

محمد شاہ رنگیلا کے بعد اختر شاہ تخت پر بیٹھا جس کے کمانڈر انچیف غازی الدین نے اس کی اور ملکہ کی آنکھیں نکال کر اندھا کر دیا۔ اس کے بعد بہادر شاہ کا پوتا عالمگیر ثانی تخت نشین ہوا تو اس نے ڈوم اور میراثی بلند عہدوں پر فائز کر دیئے ایک طوائف دل کو بھائی تو اسے ملکہ بنا کر قلعے میں لے گیا چنانچہ کمانڈر انچیف غازی الدین نے 1759ء میں اس کو بھی ذبح کر ڈالا۔ اس کنجرن کے بطن سے اس کا بیٹا شاہ عالم تخت نشین ہوا تو اس نے انگریز سے وفاداری کے طور پر بنگال، بہار اور اڑیسہ کی ریاستیں 26 لاکھ سالانہ کے عوض ان کی تحویل میں دیدیں۔

1761ء میں احمد شاہ ابدالی حملہ کر کے پانی پت میں کامیابی اور لوٹ مار کے بعد واپس چلا گیا اسی دوران غلام قادر روہیلہ آ ٹپکا تو اس نے شاہی خاندان کی عورتوں کو قلعے کے اندر ننگے نچوایا اور شاہ عالم کی آنکھیں نکلوادیں۔ مرہٹہ سرداروں نے اس پر حملہ کر کے شاہ عالم کے قصاص میں روہیلہ کو بکرے کی طرح ذبح کر کے اس کا سر شاہ عالم کو بھیج دیا۔ ادھر شاہ عالم کی حالت یہ تھی کہ اندھا ہونے کے باوجود خوبصورت لڑکیوں کی فراہمی کا حکم دے رکھا تھا۔

روہیلوں اور مرہٹوں کی لڑائی میں ضابطہ خان کی بیوی بچے گرفتار ہو گئے تھے۔ اس وقت غلام قادر روہیلہ کی عمر تقریباً دس سال تھی اسے زبردستی آختہ کر دیا گیا اور زنانہ لباس میں شاہ عالم کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسی غلام قادر نے 1788ء میں دہلی پر حملہ کیا تھا اور شاہ عالم کو معزول کر کے بیدار بخت کو تخت نشین کر دیا اور انتقاماً شاہ عالم کی آنکھیں نکلوا دیں۔ غلام قادر روہیلہ کا مرہٹوں کے ہاتھوں بدترین انجام ہوا۔ اس کے بارے میں اقبالؔ نے لکھا ہے۔

رُہیلہ کس قدر ظالم، جفا جُو کینہ پرور تھا
نکالیں شاہِ تیموری کی آنکھیں نوکِ خنجر سے
دیا اہلِ حرم کو رقص کا فرماں ستم گر نے
یہ اندازِ ستم کچھ کم نہ تھا آثارِ محشر سے
بھلا تعمیل اس فرمانِ غیرت کُش کی ممکن تھی
شہنشاہی حرم کی نازنینانِ سمن بر سے
بنایا آہ! سامانِ طرب بے درد نے ان کو
نہاں تھا حسن جن کا چشمِ مہر و ماہ و اختر سے
لرزتے تھے دلِ نازک، قدم مجبورِ جنبش تھے

Marfat.com

رواں دریائے خوں شہزادیوں کے دیدۂ تر سے
یونہی کچھ دیر تک محوِ نظارہ آنکھیں رہیں اس کی
کیا گھبرا کے پھر آزاد سر کو بارِ مغفر سے
کمر سے اٹھ کے تیغِ جانستاں آتش فشاں کھولی
سبق آموزِ تابانی ہوں انجم جس کے جوہر سے
رکھا خنجر کو آگے اور پھر کچھ سوچ کر لیٹا
تقاضا کر رہی تھی نیند گویا چشمِ احمر سے
بجھائے خواب کے پانی نے اخگر اس کی آنکھوں کے
نظر شرما گئی ظالم کی درد انگیز منظر سے
پھر اُٹھا اور تیموری حرم سے یوں کہنے لگا
شکایت چاہیے تم کو نہ کچھ اپنے مقدر سے
مرا مسند پہ سوجانا بناوٹ تھی، تکلف تھا
کہ غفلت دور ہے شانِ صف آرایانِ لشکر سے
یہ مقصد تھا مرا اس سے کوئی تیمور کی بیٹی
مجھے غافل سمجھ کر مار ڈالے میرے خنجر سے
مگر یہ راز آخر کھل گیا سارے زمانے پر
حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

شاہ عالم بھی مرہٹوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا اور اسے قید کر دیا گیا۔ 1803ء میں انگریز لارڈ لیک نے دہلی پر قبضہ کر کے شاہ عالم کو برائے نام بادشاہ کی حیثیت سے تختِ دہلی پر بٹھا دیا اور اس کا سالانہ وظیفہ ایک لاکھ روپے مقرر کر دیا، شاہ عالم ایک شاعر بھی تھا اور آفتاب تخلص کرتا تھا، خطِ نسخ اور نستعلیق کا ماہر خطاط تھا۔ شاہ عالم 19 نومبر 1806ء بمطابق 1221ھ کو فوت ہو گیا۔ شاہ عالم ثانی کا اصل نام مرزا عبداللہ اور خاندانی نام ''عالی گہر'' تھا۔

ان حالات میں ایسٹ انڈیا کمپنی اگرچہ عملاً متحدہ ہندوستان پر قابض ہو چکی تھی لیکن سیاسی مصلحت کے تحت کسی نہ کسی کو تخت پر بٹھائے رکھنا چاہتی تھی چنانچہ 1806ء میں شاہ عالم کے مرتے ہی اکبر شاہ کو اس کا جانشین بنا دیا گیا۔ اس کے بعد 1837ء میں بدنصیب بہادر شاہ ظفر کو تخت سپرد کیا گیا لیکن جس اذیت کے ساتھ بیس سال بعد ان کو برما کے علاقے مانڈلے کی طرف جلاوطن کیا گیا ہے وہ ایک علیحدہ داستان ہے۔ بقول مرحوم

قسم ہے میں ہوں عین وصل میں ناکام جو ساحل
کہ لب ہیں خشک میرے اور ہے آغوش میں دریا

Marfat.com

تحریک ختم نبوۃ تالیف آغا شورش کاشمیری ناشر مکتبہ چٹان لاہور۔اردو انسائیکلو پیڈیا مرتب فیروز سنز

نوٹ

ایک طرف تو برطانیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے متحدہ ہندوستان پر قابض ہو کر پوری ریاست جموں وکشمیر 75 لاکھ روپے نانک شاہی کے عوض جموں کے ایک جاگیر دار گلاب سنگھ کو فروخت کر چکا تھا اور دوسری طرف جمعیت الاقوام Of s LeagueNation کے ذریعے دنیا پر امن قائم کرنا چاہتا تھا۔

قومے فروختند

باد صبا اگر به جنیوا گزر کنی
حرفے زما به مجلس اقوام باز گوئی
دهقاں و کشت و جوئے و خیاباں فروختند
قومے فروختند وچه ارزاں فروختند

جاوید نامه : زیارت امیر کبیر حضرت سید علی همدانی رحمه الله تعالی

ترجمہ

اے باد صبا اگر تو جنیوا کی طرف سے گزرے تو وہاں جا کر میری طرف سے جمعیت الاقوام کو میرا یہ پیغام پہنچانا کہ انگریز نے کسان اور اس کی کھیتی اس کی ندیاں اور اس کے پھولوں کی کیاریاں سب فروخت کر ڈالیں۔اور ظلم کی انتہا یہ ہے کہ پوری کشمیری قوم فروخت کر ڈالی اور آپ لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ کس قدر ارزاں فروخت کر ڈالی۔

جمعیت الاقوام

پہلی جنگ عظیم کے فوراً بعد یورپ کو احساس ہوا کہ جنگ سے تباہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا اس سوچ کے نتیجے میں برطانیہ، فرانس، جرمنی، ڈنمارک اور ناروے میں چھوٹی چھوٹی تنظیمیں قائم کی گئی تھیں تا کہ لوگوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے آگاہ کرتے ہوئے امن پسندی کی تعلیم دی جا سکے۔چوں کہ یہ ایک اچھا کام تھا جسے پذیرائی حاصل ہوئی تو اس مقصد کے حصول کیلئے بین الاقوامی سطح پر ایک تنظیم قائم کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی جس کے تحت یکم جنوری 1920ء کو جمعیت الاقوام League Of Nation s کی بنیاد رکھی گئی جس کا صدر دفتر سوئٹزرلینڈ کے دارالحکومت جنیوا میں قائم کیا گیا تھا لیکن افسوس کہ اس کے باوجود

1846ء

میں برطانیہ نے خود برصغیر پر ناجائز قبضہ مستحکم کرتے ہوئے ریاست سے سکھوں کو شکست دینے کے

Marfat.com

بعد جموں کے ایک جاگیردار گلاب سنگھ جو قطعی ان پڑھ، جاہل اور ظالم انسان تھا کے ہاتھ 16 مارچ 1846ء پوری ریاست جموں وکشمیر 75 لاکھ روپئے نانک شاہی کے عوض فروخت کردی۔

جمعیت الاقوام کے دستور کے مطابق ہر وہ خود مختار ملک اور مقبوضہ علاقہ اس کی رکنیت حاصل کرسکتا تھا جو بین الاقوامی ذمہ داریاں قبول کرنے اور فوجی امور ومعاملات میں اس کے اس پلیٹ فارم پر باہمی مشاورت سے کیے گئے فیصلوں کا احترام کرے بلکہ برطانیہ اور فرانس کے منشور کے مطابق ہر رکن ملک حلف لیتا تھا کہ وہ کسی دوسرے ملک سے تنازعہ کی صورت میں نو ماہ تک پرامن ذرائع سے افہام وتفہیم کی ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد آخری چارہ کار کے طور پر جنگ کا راستہ اختیار کرے گا بصورت دیگر جمعیت کے تمام دیگر ارکان ممالک جارح ملک سے تمام اقتصادی ومالی روابط منقطع کر لینے کے پابند ہوں گے باوجود اس کے کہ رکن ممالک کے انتظامی ڈھانچے میں Of Nation League کا عملاً کوئی کردار نہیں تھا پھر بھی بین الاقوامی تنازعات کے دوران صلح صفائی کیلئے کردار ادا کرنا امداد باہمی کے تحت دفاع کا انتظام کرنا، مزدوروں کے حالات، صحت عامہ، مواصلات، اقتصادی ومالی امور، اسلحے اور عورتوں کی ناجائز خرید وفروخت جیسے معاملات میں اسے عمل دخل حاصل تھا اس کے باوجود کشمیر کے مسائل جوں کے توں رہے بلکہ اس دور میں جتنے مظالم کشمیری قوم نے سہے ہیں تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آئندہ صفحات میں کچھ تاریخی واقعات بیان کیے جائیں گے۔

ابتدا میں چودہ غیر جانبدار ممالک نے جمعیت الاقوام کی رکنیت حاصل کی بعد میں مزید چھیالیس ممالک کے شامل ہونے سے اس کی ارکان کی تعداد ساٹھ ہوگئی۔

1934ء میں روس اور افغانستان نے رکنیت حاصل کی۔

1935ء میں جاپان اور جرمنی تنظیم سے نکل گئے۔

1937ء میں اٹلی نے بھی علیحدگی اختیار کرلی۔

جمعیت الاقوام نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے کئی شعبے بھی قائم کر رکھے تھے مثلاً 1 : اسمبلی 2 : کونسل: 3 سیکرٹریٹ 4 : بین الاقوامی دفتر محنت 5 : بین الاقوامی عدالت انصاف۔

بیشک ابتدا میں جمعیت نے کچھ کامیابیاں بھی حاصل کیں مثال کے طور پر 1921ء میں جب یوگوسلاویہ نے البانیا پر اور 1925ء میں بلغاریہ نے یونان پر حملہ کیا تو جمعیت نے مثبت اور فعال کردار ادا کیا۔ اسی طرح سویڈن اور فن لینڈ کے درمیان ایک جزیرے کی ملکیت کے تنازعہ پر اور ترکی وعراق کے درمیان سرحدی تناؤ کی صورت میں جمعیت کی طرف سے قائم کی گئی کونسل نے کوشش کر کے صلح کرادی تھی۔

لیکن جب بڑی طاقتوں نے انصاف کی روش ترک کرتے ہوئے مفاد پرستی کا راستہ اختیار کیا تو یہ صورت حال قائم نہ رہ سکی اور کونسل اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام ہوگئی۔ اس طرح کونسل پولینڈ اور لتھونیا کے درمیان، اٹلی اور

Marfat.com

یونان کے درمیان تنازعے کی شکل میں اپنا کردار نہ ادا کرسکی۔اسی طرح 1935ء میں اسلحہ پر پابندی عائد کرانے کے سلسلے میں ایک کانفرنس کی ناکامی ہوئی۔اسی سال اٹلی نے کمزور ملک حبشہ پر حملہ کردیا۔1939ء میں جرمنی نے پولینڈ پر حملہ کردیا۔بالآخر جب روس نے فن لینڈ پر حملہ کردیا تو 11 دسمبر 1939ء میں اسمبلی کا ایک اجلاس طلب کیا گیا جس میں روس کی مذمت کرتے ہوئے اس کی رکنیت ختم کردی گئی جبکہ اس کے بعد اس پر نزع کا عالم طاری رہا حتی کہ 18 اپریل 1946ء میں آخری اجلاس کیساتھ ہی جمعیت الاقوام دم توڑ گئی جس کیلئے حکیم مشرق حضرت علامہ محمد اقبالؒ پہلے ہی پیشگوئی فرما چکے تھے کہ

بے چاری کئی روز سے دم توڑ رہی ہے
ڈر ہے خبر بد نہ مرے منہ سے نکل جائے
تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے ولیکن
پیران کلیسا کی دعا یہ ہے کہ ٹل جائے
ممکن ہے کہ یہ داشتۂ پیرک افرنگ
ابلیس کے تعویذ سے کچھ روز سنبھل جائے

بال جبریل : جمعیت الاقوام

اقوام متحدہ

اقوام متحدہ United Nations دنیا میں امن کا علمبردار ادارہ ہے جو دوسری جنگ عظیم کے خاتمے اور جمعیت الاقوام کی وفات کے بعد 26 جون 1945ء میں امریکہ کے شہر سان فرانسسکو San Francisco کے مقام پر دنیا کے پچاس ممالک کے ایک اجلاس کے دوران اقوام متحدہ United Nations کے نام سے قائم کرنے پر اتفاق کرتے ہوئے اس کے منشور پر تفصیل سے بحث مباحثہ کرتے ہوئے 24 اکتوبر 1945ء کے روز متفقہ طور پر جو منشور پاس کیا گیا اس کے نمایاں اہداف کی تفصیل اس طرح ہے:

☆ بین الاقوامی طور پر امن قائم کرنا۔
☆ پوری دنیا کے لوگوں کو مساوی حقوق دلانا۔
☆ تمام ممالک کے درمیان دوستانہ ماحول پیدا کرنا۔
☆ دنیا میں امن کے استحکام کیلئے تمام ممکن وسائل وذرائع بروئے کار لانا۔
☆ بین الاقوامی اقتصادی، سماجی، تمدنی سمیت تمام الجھنوں کو سلجھانے میں مدد فراہم کرنا۔
☆ دنیا میں انسانی حقوق کے بارے میں قوم، مذہب، زبان اور مرد وعورت کی تفریق کیے بغیر احساس تعظیم پیدا کرنا۔

Marfat.com

☆ ان اہداف کے حصول کیلئے تمام ممالک میں ہم آہنگی اور دوستی کو رواج دینا۔

☆ اقوام متحدہ کی بنیاد اس سنہری اصول پر رکھی گئی ہے کہ دنیا میں تمام ممالک و اقوام کی حیثیت مساوی ہے لہٰذا تمام ممالک ادارے کے منشور کے مطابق نیک نیتی سے اپنے فرائض سرانجام دینے اور باہمی تنازعات کا پرامن طریقے سے فیصلہ کرنے کے پابند ہیں لہٰذا ادارے کا ہر رکن ملک جنرل اسمبلی کا بھی رکن ہوتا ہے جس کا ہر سال اجلاس ہوتا ہے تاہم ہنگامی بنیاد پر کسی وقت بھی اجلاس بلایا جاسکتا ہے جہاں فیصلے کیلئے دو تہائی ووٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

سلامتی کونسل

اقوام متحدہ کے تحت سلامتی کونسل Security Council بھی قائم ہے جس کے پندرہ ارکان میں سے روس ' امریکہ' برطانیا' فرانس اور چین مستقل ممبر چلے آرہے ہیں باقی دس ارکان کا دو سالوں کیلئے جنرل اسمبلی خود انتخاب کرتی ہے جبکہ سلامتی کونسل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ دنیا میں جہاں بھی علاقائی یا بین الاقوامی امن کو خطرہ لاحق ہو وہاں مداخلت کرسکتی ہے۔ یہاں فیصلہ اکثریت کی رائے کے مطابق ہوتا ہے لیکن مستقل ارکان کو ویٹو کا حق حاصل ہوتا ہے۔

اقتصادی و معاشرتی کونسل

Economic and Social Council اس وقت اس ادارے کے 27 ارکان ہیں جنہیں جنرل اسمبلی خود تین سال کیلئے منتخب کرتی ہے اور یہ کونسل بین الاقوامی طور پر تعلیمی، مالی اور ثقافتی معاملات سے متعلق تجاویز کو عملی جامہ پہناتی ہے۔

تولیتی کونسل Trusteeship Council

The Trusteeship Council was established in 1945 by the UN Charter to provide international supervision for 11 Trust Territories placed under the administration of 7 Member States, and ensure that adequate steps were taken to prepare the Territories for self-government and independence. By 1994, all Trust Territories had attained self-government or independence. Its work completed, the Council has amended its rules of procedure to meet as and where occasion may require.

تولیتی کونسل جس کو انگلش میں Trusteeship Council کا نام دیا گیا ہے اور وہ تمام ممالک اس ادارے کے ارکان ہیں جو اقوام متحدہ کے زیر انتظام علاقوں کا نظم و نسق چلاتے ہیں کونسل کی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ

Marfat.com

متنازعہ علاقے جو ابھی تک آزاد نہیں ہوئے وہاں کے حالات پر نظر رکھے یعنی کہیں بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہ ہو۔

بین الاقوامی عدالت انصاف

International Court of Justice

The International Court of Justice, located at the Hague in the Netherlands, is the principal judicial organ of the United Nations. It settles legal disputes between states and gives advisory opinions to the UN and its specialized agencies. Its Statute is an integral part of the United Nations Charter.

بین الاقوامی عدالت انصاف یعنی International Court of Justice پندروں ججوں پر مشتمل یہ عدالت نیدرلینڈ میں قائم کی گئی ہے اس کے ججوں کو نو سال کیلئے سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی علیحدہ علیحدہ منتخب کرتی ہیں اور عدالت ایسے مقدمات کی سماعت کی مجاز ہے جو بین الاقوامی قانون کے دائرے میں آتے ہوں نیز یہی ادارہ اقوام متحدہ کو قانونی مشاورت فراہم کرتا ہے۔

سیکریٹریٹ

سکریٹریٹ Secretariat اقوام متحدہ کا اہم ترین ادارہ ہے جس کا صدر دفتر نیویارک میں ہے اور اس کا سربراہ سکریٹری جنرل کہلاتا ہے جسے سلامتی کونسل کی سفارش پر جنرل اسمبلی پانچ سال کیلئے خود منتخب کرتی ہے مگر اس عہدے میں بوقت ضرورت توسیع ہوسکتی ہے جس کے فرائض میں طے شدہ پالیسی کے تحت کام کرنا ہے۔

آمدم بسر مطلب

ان تفصیلات کی روشنی میں آئندہ کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں کہ اسی دنیا کے ایک حصے پر کشمیری قوم کن بے انصافیوں اور بربریت کا شکار ہی۔

سو بار چمن مہکا ، سو بار بہار آئی
دنیا کی وہی رونق ، دل کی وہی تنہائی

صوفی تبسم

Marfat.com

کشمیر میں سکھا شاہی دور

1819ء تا 1846ء

کشمیر میں سکھوں کا ستائیس سالہ دور حکومت تاریخ کا سیاہ ترین DARKEST SIKH RULE دور ہے سوائے کرنل میہاں سنگھ کی گورنری کے وہ ان درندوں کی بھیڑ میں ایک اچھا انسان تھا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ سکھوں کے بیشتر وافغان گورنر بھی کشمیر میں اس کی آبادی کیلئے نہیں بلکہ بربادی کی نیت سے داخل ہوئے تھے جنہوں نے مردوں سے کفن کھینچنے کے علاوہ کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ سکھوں کے دور سے انہیں صرف ایک چیز ممتاز کرتی ہے اور وہ یہ کہ افغانوں نے مساجد کو تالے نہیں لگائے تھے باقی تاریخی طور پر کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ میں سکھوں اور افغان گورنروں کا معاملہ ایک حکایت سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔

حکایت سعدیؒ

شنیدم گوسپندے را بزرگے
رہانیداز دہان و دست گرگے
شبانگہ کارد برحلقش بمالید
رُوان گوسفند از وے بنالید
کہ ازچنگال گرگم در ربودی
چودیدم عاقبت خود گرگ بودی

ترجمہ: حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں میں سنا ہے کہ کسی بزرگ شکل آدمی نے ایک بکری کو بھیڑیئے کے منہ اور پنجے سے چھڑا لیا۔

لیکن جب رات ہوئی تو اس نے خود بکری کے گلے پر چھری پھیر دی اب بکری کی جان اس سے فریاد کرنے لگی کہ بھیڑیئے کے پنجے سے تو تو نے مجھے چھڑا لیا تھا لیکن میرے لئے بالآخر خود بھیڑیا ثابت ہوا۔

گلستان سعدیؒ

محترم محمد الدین فوق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مکمل تاریخ کشمیر'' میں موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ افغانی دور حکومت وحشت و بربیت کا دور تھا جس میں نہ تو کوئی مسلمان محفوظ رہ سکا اور نہ ہندو ہی بلکہ متمول ہندو خاندانوں

Marfat.com

کولوٹا گیا تو مسلمانوں کے خلاف ان کے دل میں نفرت پیدا ہوگئی جو ایک فطری ردعمل تھا۔ چنانچہ ایک ہندو پنڈت بیر بر اپنی جماعت کے ساتھ لاہور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں پہنچنے میں کامیاب ہوگیا جس نے مظلوم کشمیریوں کی دادرسی کیلئے مہاراجہ سے درخواست کی مگر ہوا یہ کہ جس مصیبت سے نجات کیلئے مدد طلب کی گئی تھی اس کے مقابلے میں دگنی سختی کشمیریوں کے گلے پڑ گئی کیوں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جس طرح افغانوں کیلئے قہر الٰہی ثابت ہوا اسی طرح کشمیریوں کیلئے بھی بلائے ناگہانی بن گیا جس کے نتیجے میں لغت کے اندر سکھا شاہی اور برچھا گردی جیسی اصطلاحات کا اضافہ ہوا۔ چنانچہ فیروز اللغات میں اس کے معنی اس طرح لکھے گئے ہیں۔

سِکھاشاہی

سکھوں کی عملداری، بے انصافی اور لوٹ، سکھوں کے زمانے کا اندھیر، آپادھاپی یا لوٹ مار کا دور

چلو اے بلبلو اس گلستاں سے
یہاں صیاد مالی ہو گئے ہیں

ساغر صدیقی

Marfat.com

سکھ ازم کی مختصر تاریخ

01 : گرونانک صاحب 1469 تا 1539ء سکھ مذہب کے بانی

02 : گروانگدصاحب Guru Angad - Guru from 1539 to 1552

03 : گروامرداس صاحب 1552 to 1574ء

04 : گرورام داس صاحب 1574 to 1581ء

05 : گروارجن دیوصاحب 1581 to 1606ء

06 : گروہرگوبندصاحب 1606 to 1644ء

07 : گروہررائے صاحب 1644 to 1661ء

08 : گروہرکرشن صاحب 1661 to 1664ء

09 : گروتیغ بہادرصاحب 1665 to 1675ء

10 : گروگوبندسنگھ صاحب 1675 to 1708ء

11 : گروگرنتھ صاحب Guru Granth Sahib - Guru from 1708 to eternity

http://www.sikhiwiki.org / Downloaded : 12 - 03 - 2010

گروگرنتھ صاحب

سکھ مذہب کی مستند کتاب " مہانکوش " مؤلفہ کہن سنگھ نابھہ Kahan Singh Nabah کے اندراج کے مطابق "گروگرنتھ صاحب" جوکل 1430 صفحات پر مشتمل ہے میں شبدوں (منظوم کلام) کی تفصیل اس طرح ہے۔

01 : گرونانک دیوجی 4970 شبد

01 : گروانگددیوجی 6300 شلوک

01 : گروامرداس جی 8690 شبد

01 : گرورام داس جی 6380 شبد

Marfat.com

01 :	گروارجن دیو جی	2312	شبد
01 :	گرو تیغ بہادر	1150	شبد
01 :	بھگت کبیرؒ	5340	شبد
01 :	حضرت بابا فریدؒ	1230	شبد

بابا گرو نانک صاحب اپنا غیر مطبوعہ منظوم کلام اپنے نائب گرو انگد دیو جی کے سپرد کر گئے تھے جنہوں نے اپنے کلام یعنی 3 0 6 3 شلوک کے اضافے کے ساتھ یہ امانت گرو امرداس جی کے سپرد کی تو انہوں نے اپنے 8690 شبدوں کے اضافے کے ساتھ اسے گرو رام داس جی کے سپرد کیا جنہوں نے اپنے 6380 شبدوں کے اضافے کے ساتھ گروارجن دیو جی کے سپرد کیا جنہوں نے اپنے 2312 شبدوں کے اضافے کے ساتھ لاہور سے پہلی مرتبہ گرو گرنتھ صاحب کی جلد بندی کرائی جس کے بعد گرنتھ صاحب گرو تیغ بہادر کو منتقل ہوئی تو انہوں نے اس میں اپنی طرف سے مزید 1150 شبدوں کا اضافہ کر دیا علاوہ ازیں گرنتھ صاحب میں بھگت کبیر صاحبؒ کے 5340 اور حضرت بابا فریدؒ 1230 شبد شامل ہیں جو گروارجن دیو صاحب نے اس میں شامل کیے تھے۔

نوٹ: علاوہ ازیں بھی چند حضرات کے مختصر ترین کلمات اس میں شامل ہیں۔ آخری مرتبہ گرو گوبند سنگھ نے اپنے دور میں ایک بار پھر جلد بندی کرائی تھی مگر اب عرصہ سے طبع ہونا شروع ہوگئی ہے اور اب گرو گوبند سنگھ صاحب کے بعد کسی آدمی کے بجائے اسی مذہبی کتاب گرو گرنتھ صاحب ہی کو منصب گرو اور قیادت حاصل ہے اور رہے گی۔

نوٹ: حسب ارشاد استاذ المحدثین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ ''سکھ مذہب کے بانی بابا گرو نانک صاحب مسلمان فقیر تھے جو مصلحتاً پوشیدہ رہ کر لوگوں کو ہدایت کرتے تھے لہٰذا گرنتھ کا پہلا شعر اس طرح ہے۔

اول نام خدا دا دوجا نام رسول
تیجا کلمہ پڑھ لے نانکا جو درگاہ پویں قبول

ترجمہ

یعنی پہلا مقام و مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے جبکہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کا اے نانک تیسرا کام یہ کرو کہ کلمہ پڑھ لو تا کہ بخش دیئے جاؤ۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شاہ نانک جن کو سکھ لوگ بہت مانتے ہیں حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں چوں کہ اہل جذب سے تھے اس وجہ سے ان کی حالت مشتبہ ہوگئی مسلمانوں نے کچھ ان کی طرف توجہ نہ کی سکھ اور دوسری قومیں کشف و کرامات دیکھ کر ان کو ماننے لگیں۔

تذکرۃ الرشید سوانح فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ تالیف الحاج مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ الناشر ادارہ اسلامیات لاہور

صاحب تاریخ کشمیر نے بھی بابا نانک کے نام کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' کا اضافہ کیا ہے۔ بہر حال وہ ایک صوفی

Marfat.com

منش انسان تھے جن کی ساری زندگی فقرا وصلحا کی صحبت میں بسر ہوئی ان کی مقبولیت کی بناء پر ہندو انہیں اپنے مذہب کا پیروکار تصور کرتے تو مسلمان انہیں توحید پرستی کی بنیاد پر مسلمان چنانچہ آپ کی وفات کے بعد بھی ان کے پیروکار پچاس ساٹھ سال تک انہی کا طرز زندگی اپنائے رہے۔

نوٹ: گرنتھ صاحب میں پہلے شعر کی تصدیق کیلئے میں نے گرونانک گردوارہ ساؤتھ برمنگھم کے ہیڈ گرنتھی مسٹر کرپال سنگھ سے ان کے گردوارے میں ملاقات کی تھی۔ آج بتاریخ 04 مئی 2010ء صبح دس بجے جب اپنے ایک رفیق مسٹر کلویندر سنگھ کے ساتھ میرے گھر تشریف لائے تو انہوں نے اس شعر سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے گرنتھ صاحب کا پہلا شعر اس طرح پڑھ کر مجھے سنایا ہے۔

اِکُوْ اِنکار ست نام کَرتاپُرکھ نِرْ پَوْ نِرْبیر
آکال مورت آجُونی سَے بھنگ گُرْ پرساد

یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے اور اسی کا نام سچ ہے وہ ذات سب کچھ گزرنے پر قدرت رکھتی ہے اسے کسی سے کوئی ڈر خوف نہیں اور وہ کسی سے نفرت نہیں کرتا ہے۔

تاہم یہ تو مسلمہ حقیقت ہے کہ بابا نانک صاحب توحید کے زبردست قائل تھے حکیم مشرق حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے بانگ درا میں ''ہندوستانی بچوں کا قومی گیت'' کی ابتدا اس طرح کی ہے

چشتی نے جس زمیں میں پیغام حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا

اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ بابا نانک رسول اللہ ﷺ کا بہت احترام کرتے تھے لیکن یہ کہ آپ نے کلمہ توحید صدق دل سے پڑھا ہے یا نہیں میرے علم کی حد تک کوئی ٹھوس شہادت موجود نہیں۔

اسلام دشمنی کی ابتداء

1606ء

کے بعد جب پانچویں گرو ارجن دیو صاحب 1581ء تا 1606ء کا بیٹا گرو ہرگوبند 1606ء تا 1644ء جانشین ہوا تو اس نے مریدوں کی کثرت کے بل بوتے پر فقیرانہ روش کے بجائے سپاہیانہ وضع اختیار کرتے ہوئے مذہب کے بنیادی اصولوں سے بھی انحراف اختیار کر لیا تھا مثلاً گوشت خوری وغیرہ جبکہ گرو تیغ بہادر 1665ء تا 1675ء کے زمانے میں انہوں نے تیر و تفنگ اور ہاتھی گھوڑے مہیا کر لیے تھے اس طرح پانچ چھ سو سپاہی بھی ہر وقت ان کے ساتھ رہنے اور نقارے بجنے لگے تو مغل بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب کو ان کی طرف سے کھٹکا محسوس ہوا تو ان کی سرکوبی کا حکم دیا جس کے نتیجے میں گورو تیغ بہادر مقابلے میں مارے گئے جس کے بعد گرو گوبند سنگھ صاحب اپنے باپ کے جانشین

Marfat.com

ہوئے تو انہوں نے باپ کے انتقام کیلئے مسلمانوں کے ساتھ کئی لڑائیاں لڑیں۔

گرو گوبند سنگھ صاحب کے بعد سکھوں کی قیادت بندہ سنگھ بہادر کے ہاتھ آئی جو 16 اکتوبر 1670ء راجوری میں ایک ہندو راجپوت منہاس گھرانے میں پیدا ہوا اور اس کا پیدائشی نام لچھمن داس تھا بعد میں گرو گوبند صاحب کے زمانے میں سکھ ازم قبول کر لیا جس کی محبت میں بندہ سنگھ نام اختیار کیا۔ اس شخص کو مسلمانوں کے ساتھ انتہا درجے کی نفرت اور دشمنی تھی۔ اس نے مسلمانوں کے گاؤں کے گاؤں ویران کر دیئے' مساجد مسمار کر دیں قتل و غارت کرتے وقت اس نے مسلمان بچوں اور حاملہ عورتوں کا بھی استثنٰی نہیں کیا حتیٰ کہ قبروں سے مردے نکال کر ان کی بیحرمتی کر ڈالی۔ آخر فرخ سیر اس پر قہر الٰہی بن کر نازل ہوا جس نے اسے عبرتناک طریقے سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

خالصہ تحریک

1708ء

میں شری گرو گوبند سنگھ جنہوں نے سکھوں کو باقاعدہ فوجی قوم بنانے کیلئے عملی اقدامات کیے تھے آنجہانی ہو گئے اس کے بعد سے 1716ء تک بندہ بہادر کے اقتدار اور اس کے بعد 1780ء میں رنجیت سنگھ کی پیدائش تک بہتر (72) سالوں میں جیسے جیسے مغل سلطنت کمزور ہوتی چلی گئی اسی تناسب سے بہت سے سکھ جتھے مضبوط ہوتے چلے گئے۔ اسی دوران رو بہ زوال بدقسمت مغل سلطنت کو نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے متواتر حملوں نے مزید کمزور کر دیا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے احمد شاہ ابدالی نے پنجاب اور سندھ کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد کشمیر بھی حاصل کر لیا اور اس طرح سکھ بھی احمد شاہ ابدالی کی عملداری میں آ گئے مگر احمد شاہ مفتوحہ علاقوں میں کوئی نظم و ضبط قائم نہ کر سکا اور وہ کرتا بھی کیسے اس کے اپنے ملک افغانستان کے حالات ایسے تھے کہ وہ ان سے فارغ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس طرح سکھ جتھے جو پہلے سے وجود میں آ چکے تھے انہیں گویا احمد شاہ ابدالی نے مزید پھلنے پھولنے کا موقعہ مہیا کر دیا جس کے بعد احمد شاہ نے انہیں کچلنے کی کوشش ضرور کی مگر ناکام رہا بلکہ

1767ء

کے بعد احمد شاہ ابدالی نے سکھوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تو انہوں نے اپنی آزادی کا اعلان کرتے ہوئے پنجاب میں چھوٹی چھوٹی بارہ مسلیں (نیم فوجی ریاستیں) قائم کر لیں جن کی عملداری اور مقبوضات کی تفصیل اس طرح ہے:

01: بھنگی مسل

کی قیادت سردار ہری سنگھ کے پاس تھی جبکہ لاہور اور امرتسر ان کے بڑے مضبوط مراکز تھے جس دوران ان لوگوں نے ملتان کو جبراً اپنی قلمرو میں شامل کر لیا تھا مگر احمد شاہ ابدالی کے بیٹے اور جانشین تیمور شاہ نے ان سے ملتان واپس حاصل کر لیا تھا ادھر لاہور سے شمال کی جانب گجرات سمیت دریائے جہلم تک کا علاقہ ان کے مقبوضوضات میں شامل تھا

Marfat.com

02 : کنہیامسل

سردار جے سنگھ کی قیادت میں کنہیا مسل کے مقبوضات امرتسر سے آگے شمال کی جانب پہاڑی علاقوں تک پھیلے ہوئے تھے۔

03 : شکر چکیہ مسل

سردار نودھ سنگھ کی قیادت میں یہ مسل مہاراجا رنجیت سنگھ کے دادا چڑھت سنگھ اور مہاراجا کے والد مہان سنگھ کے زمانے میں قائم ہوئی جس کی کچھ تفصیل بعد میں آئے گی اس مسل کا مرکز گوجرانوالہ میں تھا جبکہ بھنگی مسل کے ساتھ ساتھ رچنادوآب کا علاقہ ان کے مقبوضات میں شامل تھا۔

04 : نکئی مسل

سردار ہری سنگھ کی قیادت میں اس مسل کی عملداری میں لاہور کے جنوب مغرب کا علاقہ تھا۔

05 : فیضلپوریہ مسل

سردار نواب کپور سنگھ اس مسل کا سرخیل تھا جس کے مقبوضات میں جالندھر اور مضافات کا علاقہ تھا۔

06 : آھلووالیہ مسل

سردار جسہ سنگھ آہلووالیہ کی قیادت میں اس مسل کا مرکز کپورتھلہ میں تھا اور یہ جالندھر دوآب کی سب سے بڑی ریاست تھی۔

07 : ڈلے والیہ مسل

سردار گلاب سنگھ اس مسل کے سربراہ تھا جس کے مقبوضات میں جالندھر دوآب کے انتہائی جنوب مشرق میں دریائے ستلج اور بیاس کے سنگھم تک کا علاقہ شامل تھا۔

08 : رام گڑھیامسل

سردار جسہ سنگھ رام گڑھیا کی قیادت میں اس مسل کا صدر مقام تو شری گوبند پور میں تھا لیکن مقبوضات دریائے ستلج کے دونوں طرف تھے

09 : نشان والیہ مسل

سردار دسوندا سنگھ کی قیادت میں اس مسل کا مرکز انبالہ تھا جس کے مضافات اس کے مقبوضات میں شامل تھے۔

10 : کروڑسِنگھی مسل

سردار کروڑا سنگھ کی قیادت میں اس مسل کا صدر مقام کرنال سے بیس میل کے فاصلے پر چلونڈھی میں واقع

Marfat.com

تھا جبکہ مقبوضات دریائے ستلج کے کنارے جالندھر دوآب تک پھیلے ہوئے تھے۔

11 : شھیدا مسل

بابادیپ سنگھ کی قیادت میں یہ مسل دریائے ستلج کے اس پار جنوبی بستیوں پر قابض تھی۔

12 : پُھولکیامسل

سردار پھولا سنگھ کی قیادت میں یہ لوگ بھی دریائے ستلج کے جنوب کی طرف آباد تھے پٹیالہ' نابھہ اور جنیدان کی اہم ریاستیں تھیں۔

نوٹ: اس طرح سکھوں نے ایک ایسا نظام قائم کرلیا تھا جسے ہم ایک مذہبی جاگیردارانہ نظام کے نام سے تعبیر کرسکتے ہیں مگر ہوتا یہ کہ جب کبھی مشترکہ دشمن کا خطرہ ٹل جاتا تو پھر ان کے درمیان خانہ جنگی اور لوٹ مار شروع ہوجاتی ۔اسی نظام کھنڈرات پر مہاراجا رنجیت سنگھ نے خالصہ اقتدار کی بنیاد رکھی جس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

تلخیص: رنجیت سنگھ تالیف نریندر کرشن سنہامترجم کیلاش چند چوہدری ناشر ترقی اردو بورڈ نئی دہلی

With thanks : Academy of the Punjab in North America (APNA)

http://www.apnaorg.com

جزوی تلخیص: مہان کوش تالیف کہن سنگھ نابہ Kahan Singh Nabah بذریعہ ہیڈ گرنتھی مسٹر کرپال سنگھ، گرونانک گردوارہ ساؤتھ برمنگھم

Marfat.com

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا خاندانی پس منظر

مہاراجہ رنجیت سنگھ ولد مہان سنگھ ولد چڑت سنگھ ولد نودھ سنگھ ولد بدھ سنگھ

سردار بدھ سنگھ خاندان کا پہلا آدمی تھا جس نے 1670ء میں گرو گوبند سنگھ کے ہاتھوں امرت پیتے ہوئے سکھ مذہب اختیار کیا تھا جس کے بعد وہ مسلمانوں کیخلاف بندہ بہادر کے جتھے میں بھی شامل رہا۔ بدھ سنگھ خود بھی مہاڈاکو مشہور تھا جو لوگوں کے مال مویشی تک ہانک کے لے جاتا تھا۔

بندہ سنگھ بہادر کے بعد سکھ جماعت کئی ٹولیوں میں بٹ گئی اور ہر ٹولی کا ایک سردار تھا اور اب انہوں نے مغلیہ سلطنت سے براہ راست ٹکرانے کے بجائے دیہی بستیوں کو لوٹنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح ڈر اور خوف کے مارے لوگ ان کے مطیع ہوتے چلے گئے اور پنجاب میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں وجود میں آ گئیں۔ لوگوں کی حالت زار کے پیش نظر احمد شاہ ابدالی نے کئی مرتبہ افغانستان سے آ کر ان کی گوشمالی کی لیکن اس کی واپسی کے ساتھ ہی یہ لوگ پھر سے منظم ہو جاتے۔

اس وقت سکھوں میں یہ کہاوت مشہور تھی:

کھاہدا پیتا لاہے دا تے باقی احمد شاہے دا

یعنی جو کھا پی لیا وہی اپنا ہے باقی سب کچھ احمد شاہ کا ہے یعنی پتا نہیں کس وقت وہ اچانک بے خبری کے عالم میں آ لے۔

اس باغی اور شریر گروہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا پردادا نودھ سنگھ Nodh Sing بھی شامل تھا جو امرتسر کے بااثر زمیندار گلاب سنگھ مجیٹھیہ کا داماد ہونے کے باعث زیادہ شریر و سرکردہ اور ممتاز تھا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ 13 نومبر 1780ء مغلیہ دور حکومت میں گوجرانوالہ پیدا ہوا اور 20 جون 1839ء اپنے سکھ راج کے دوران دو ہفتے کی علالت کے بعد لاہور میں انتقال کر گیا تو چار رانیاں اور گیارہ کنیزیں اس کی لاش کے ساتھ ستی ہو گئیں۔

1742ء

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا چڑت سنگھ نے گوجرانوالہ میں ایک قلعہ محض اس غرض سے تعمیر کر لیا تھا کہ وہاں لوٹ کھسوٹ کا مال جمع کر سکے جسے احمد شاہ ابدالی کی طرف سے لاہور کے صوبیدار خواجہ عابد بڑی مشکل سے اس کے مسمار کرنے میں کامیاب ہو سکے۔

Marfat.com

1762ء

میں احمد شاہ ابدالی ایک بار پھر پنجاب پر حملہ آور ہوا اس نے کشمیر کے ناظم سکھ جیون کی آنکھیں نکلوا دیں ۔جموں کے راجا رنجیت کو مطیع کر لیا اور دیوان کابلی مل کو لاہور کا صوبیدار مقرر کرتے ہوئے واپس چلا گیا جس کے کچھ عرصہ بعد سکھوں نے سرہند کے حاکم زین خان کو قتل کرتے ہوئے لاہور سمیت سرہند پر قبضہ کر لیا۔اس وقت شاہان دہلی خانہ جنگیوں کے باعث دہلی تک محدود تھے لہٰذا سکھوں کو لوٹ مار اور غارت گری کا خوب موقع ملا۔

1774ء

میں چڑت سنگھ کی ہلاکت کے بعد اس کے بیٹے مہان سنگھ نے باپ کی جگہ سنبھالی تو اس وقت اس کی عمر نو سال تھی لہٰذا اس کی والدہ مائی دیساں Mai Desan اپنے بھائیوں اور دوسرے سرداروں کی مشاورت سے درباری معاملات سرانجام دیتی رہی۔

1776ء

میں مہان سنگھ کی شادی راج کور دختر راجا گجپت سنگھ آف جند سے ہوئی تو راج کور کی والدہ سدا کور جو ایک معاملہ فہم اور زیرک عورت تھی اس نے مہان سنگھ کی رہنمائی اور مدد کی۔اسی دوران مہان سنگھ نے روہتاس قلعے پر حملہ کیا تو نورالدین بامزئی کی شکست کے بعد قلعہ اس کے تصرف میں آ گیا جس کے بعد وزیر آباد کے قریب پیر محمد چٹھہ کا چار ماہ تک محاصرہ کر کے قلعہ رسول نگر فتح کر کے پورے شہر کو رام نگر قرار دیدیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی طاقت میں اضافہ ہو گیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پیدائش

1780ء

میں مہان سنگھ روہتاس کی فتح کے بعد رسول نگر کو رام نگر قرار دیکر کامیابی کے جھنڈے لہراتا واپسی کیلئے راستے میں تھا کہ اس دوران 13 نومبر 1780ء کے دن اسے بیٹے کی پیدائش کا مژدہ ملا تو اس نے اپنے بیٹے کا نام رنجیت سنگھ (رن جیت Victor in war) تجویز کیا جو بعد میں اسم بامسمٰی ثابت ہوا۔جس نے جوان ہو کر پنجاب میں خالصہ راج کی بنیاد رکھی جس کیلئے مہان سنگھ خود بہت سی بنیاد مہیا کر گیا تھا کیوں کہ اس نے اپنی زندگی میں پنڈی بھٹیاں، عیسیٰ خیل، ساہی وال، جھنگ، کوٹلی لوہاراں اور مضافات کے علاقے اپنے کنٹرول میں لے لیے تھے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی عمر پانچ سال تھی کہ اس پر چیچک کا حملہ ہوا جس میں جان بچ گئی مگر ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔بارہ سال کی عمر میں اس کا باپ مہان سنگھ وفات پا گیا۔کچھ عرصہ تک اس کی ماں راج کور دربار چلاتی رہی مگر چوں کہ عورت تھی اور اپنی مجبوری کی بناء پر سارے شہر میں اس کی بدچلنی کی داستانیں گردش کرنے لگیں۔لہٰذا رنجیت سنگھ نے اسے زہر دیکر آنجہانی کر دیا اور تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے ہی لوٹ مار کا بازار گرم کرتے ہوئے بہت سے علاقے اپنے ماتحت کر لیے۔

Marfat.com

1798ء

میں والیٔ کابل شاہ زمان جو درحقیقت سیاہ زمان ثابت ہوا۔ پنجاب کی پھیری سے واپس ہوا تو طغیانی کے باعث اس کی بارہ توپیں دریائے جہلم میں رہ گئیں تو اس نے کابل سے رنجیت سنگھ کو پیغام بھیجا کہ اگر تم ہماری توپیں نکال کر ہم تک پہنچا دو تو اس کے عوض میں مابدولت تمہیں لاہور پر قبضہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیں گے تاکہ تمہاری دیرینہ آرزو پوری ہو جائے۔ رنجیت سنگھ کیلئے یہ سنہری موقعہ تھا اس نے محنت و مشقت سے سہی مگر بارہ میں سے آٹھ توپیں نکال کر کابل بھجوادیں تو شاہ زمان نے حسب وعدہ رنجیت سنگھ کو لاہور کا پروانہ لکھ دیا۔

نوٹ: اس ایک واقعہ سے افغانوں کی ذہنیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ پنجاب اور کشمیر پر کیوں حملہ آور ہوتے تھے کشمیر کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ افغان کسی واضح پروگرام کے تحت نہیں بلکہ لوٹ مار کی غرض سے وادیٔ جنت نظیر میں آئے تھے جہاں عدم دفاع کے باعث گورنری شروع کر دی جس کے دوران نہ صرف جونک کی طرح کشمیری قوم کا خون چوستے رہے بلکہ کشمیری ہندو برادری کو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن بنا گئے۔

لاہور پر قبضہ

رنجیت سنگھ کو دربار کابل سے لاہور پر قبضہ کرنے کی جب اجازت ملی تو اس سے پہلے یہاں وقت کے بدترین عیاش، بدکار، نالائق و پست ہمت اور کم حوصلہ تین سردار یعنی چیت سنگھ، گوجر سنگھ اور صاحب سنگھ لاہوریوں کا نہ صرف خون چوس رہے تھے بلکہ ان کی عزتوں سے بھی کھیل رہے تھے ان کے مقابلے میں اہل لاہور نے رنجیت سنگھ کو خوش آمدید کہا۔

1799ء

میں رنجیت سنگھ بغیر کسی قابل ذکر مزاحمت کے لاہور پر قابض ہو گیا جس کے بعد اس نے ملتان اور ہزارہ وا ٹک کے علاقے بھی فتح کر لیے اور جب پنجاب میں اس کے پاؤں مضبوط ہوئے تو اس نے بغیر کسی تامل کے پورے کشمیر کو غلامی کی دلدل میں دھکیل دیا۔

کشمیر پر غاصبانہ قبضہ

1819ء

میں نے اس سے پہلے مغلیہ سلطنت کے زوال کے تاریخی پس منظر کی تلخیص پیش کی ہے جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سوائے چند کے مغل کس قسم کے عیاش و ہوس پرست حکمران تھے جن کی نااہلی کے باعث جب برصغیر میں مسلمان زوال پذیر تھے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فوج کشی کر کے ریاستی مسلمانوں کو غلامی کی دلدل میں دھکیل دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اپنی سرزمین پر جو مظالم سہے ہیں انسانی تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے لہٰذا سکھا شاہی اور برچھا گردی جیسے الفاظ اسی دور کی یاد دلاتے ہیں اور ہنوز کہیں لاقانونیت یا بے انصافی ظاہر ہوتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ کہیں سکھا شاہی دور تو نہیں لوٹ آیا؟

Marfat.com

کشمیر پر قابض ہوتے ہی رنجیت سنگھ کی حکومت روز بروز مستحکم ہوتی چلی گئی اور اس نے زندگی میں کبھی کسی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا مگر اس کی موت کے ساتھ ہی یہ سلسلہ ختم ہو گیا تا آں کہ خود سکھوں نے پنجاب انگریز کے حوالے کر دیا جس کے شرمناک پس منظر کی تلخیص پیش خدمت ہے:

رنجیت سنگھ ذاتی طور پر بہادر انسان تھا جسے کسی نہ کسی حد تک پنجاب کی مٹی سے بھی محبت تھی یہی وجہ ہے کہ اس کی زندگی میں پنجاب پر قبضہ تو درکنار اس نے انگریز کو کوئی سکول تک نہیں قائم کرنے دیا مگر اس کی موت کے ساتھ ہی اس کے ناخلف اسی پرانی روش پر چل نکلے۔

رنجیت سنگھ نے ہی شاہ شجاع سے کوہ نور حاصل کیا تھا جس کی تفصیل قارئین کیلئے باعث دلچسپی ہوگی۔

کوہ نور ہیرا

کوہ نور دنیا کا مشہور ترین ہیرا ہے جو پندرھویں صدی میں گولکنڈہ کی کان سے نکلا اور مختلف تاریخی نشیب و فراز سے گزرتا ہوا برطانیہ کے تاج شاہی کی زینت بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس ہیرے کے ساتھ نحوست کے سائے وابستہ ہیں ،تاہم یہ دنیا کا خوبصورت اور انوکھا ہیرا ہے۔ اس کا وزن آٹھ سو قیراط ہے، اگر چہ یہ ہیرا پندرہویں صدی میں برآمد ہوا مگر ''کوہ نور'' کا ذکر قدیم کتب میں بھی ہے اور یوں اس کی داستان کم و بیش چار ہزار سال تک کی قدامت حامل ہے۔

ہندو مورخین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک صدی قبل مسیح یہ ہیرا چین کے راجہ کے پاس تھا جس سے یہ ریاست مالوہ میں منتقل ہوا۔ کافی عرصہ تک شاہانِ مالوہ اس ہیرے سے کھیلتے رہے اور اس کے بعد تاریخ کا یہ منفرد اور مہنگا سمجھا جانے والا ہیرا سلطان خلجی کے قبضے میں آ گیا۔

ظہیر الدین بابر اور ابراہیم لودھی کے درمیان پانی پت کے میدان جنگ میں فیصلہ کن لڑائی ہوئی تو جہاں ظہیر الدین بابر ہندوستان کے تاج و تخت کا مالک بن گیا وہیں کوہِ نور بھی اس کے ہاتھ لگا اور بابر سے یہ ہیرا ہمایوں کے پاس آ گیا۔

ہمایوں کو کوہ نور ہیرے نے چین کا سانس نہ لینے دیا اور وہ شیر شاہ سوری سے پے در پے شکستیں کھانے کے بعد ایران میں پناہ گزین ہو گیا۔ شیر شاہ کی وفات کے بعد اس نے اقتدار دوبارہ حاصل کر لیا اور کوہِ نور خاندانِ مغلیہ کے مختلف ہاتھوں سے منتقل ہوتا ہوا عالم شاہ کے پاس پہنچا۔

جب نادر شاہ درانی نے دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور عالم شاہ رنگیلا نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تو وہ جاتے ہوئے شاہ جہاں کا تیار کرایا ہوا تخت طاؤس بھی لے گیا جس میں کوہ نور ہیرا بھی جڑا گیا تھا۔

یہ وہی تخت طاؤس ہے جس پر شاعر مشرق نے طنز کرتے ہوئے فرمایا۔

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول ، طاؤس و رباب آخر

Marfat.com

تخت طاؤس میں کوہ نور کے علاوہ بھی بہت سے بیش قیمت ہیرے جواہرات اور پتھر جڑے گئے تھے جن میں ایک دریائے نور بھی تھا جو پھر کبھی منظر عام پر نہیں آیا۔

جب نادر شاہ یہ عجیب وغریب تخت لے کر فتح یاب لوٹا تو اسے اس تخت پر زیادہ دیر جلوہ افروز ہونے کا موقع نہ ملا اور اسے قتل کر دیا گیا اور کوہ نور احمد شاہ ابدالی افغانستان میں لے گیا۔ احمد شاہ سے یہ ہیرا شاہ رخ کے پاس پہنچا تو اقتدار کی کشمکش میں وہ پہلے اپنی آنکھوں کے نگینے کھو بیٹھا اور پھر جوہر زندگی سے بھی محروم ہو گیا۔ اس کے قتل کے بعد یہ ہیرا شاہ شجاع کے پاس پہنچا تو وہ بھی تاج وتخت سے ہاتھ دھو بیٹھا اور ان سکھوں کے پاس جو کبھی اس کی ہیبت وجلال سے تھرتھراتے تھے آ کر پناہ گزیں ہو گیا۔ پہلے راولپنڈی میں قیام پذیر رہا۔ پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس آ گیا۔

شاہ شجاع ایک مہم میں مہاراجہ کی فوج کے ساتھ کشمیر گیا تو لشکر سے الگ ہو کر بھٹک گیا۔ اس کی گمشدگی کا مطلب یہ لیا گیا کہ وہ دشمن کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ یہ افواہ پھیلی تو شاہ شجاع کی بیوی نے رنجیت سنگھ سے درخواست کی اگر وہ اس کے شوہر کو بحفاظت بازیاب کرا کے لے آئے تو وہ اسے شکرانے کے طور پر ''کوہ نور'' دے دے گی۔

رنجیت سنگھ کو خبر ہو گئی کہ شاہ شجاع بخیر وعافیت ہے اور گمشدگی کی بات محض افواہ تھی۔ اس نے فوراً شاہ شجاع کو طلب کر لیا اور اس کی اہلیہ کے سامنے لا کر حسب وعدہ کوہ نور دینے کا مطالبہ کیا۔ شاہ شجاع کو صورت حال کا علم ہوا تو بہت متاسف ہوئے۔ اس نے کچھ اور جواہرات دے کر رنجیت سنگھ کو ٹرخانے کی کوشش کی مگر وہ کوہ نور کیلئے مصر رہا۔

اس نے چند سکھنیوں کو چادریں دے کر شاہ شجاع کے حرم میں بھیج دیا اور حکم دیا کہ مستورات کے لباس اتروا کر تلاشی لی جائے۔ اس تلاشی کے دوران ہیرا برآمد ہو گیا۔

شاہ شجاع نے ان سے کوہ نور ہیرا لیا اور بے بسی سے رنجیت سنگھ کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ رنجیت سنگھ اسے کچھ دیر اپنی ہتھیلی پر گھورتا رہا پھر فاخرانہ انداز میں اسے اچھال کر بولا: ''اس کی قیمت کیا ہو گی''؟

شاہ شجاع نے جواب دیا۔

''لاٹھی!!''

''کیا مطلب؟'' مہاراجہ رنجیت سنگھ نے حیرت سے کہا۔

''میرے باپ دادا نے لاٹھی کے زور پر یہ ہیرا کسی سے چھینا تھا تم نے مجھے لاٹھی دکھا کر یہ ہیرا لے لیا اور کوئی اور تمہیں لاٹھی مار کر یہ ہیرا لے جائے گا۔ لہٰذا اس ہیرے کی قیمت لاٹھی ہی ہے۔'' شاہ شجاع نے ایک تاریخی جواب دیا۔

کوہ نور کا مطلب ''روشنی کا پہاڑ'' ہے مگر یہ ہیرا اپنے مالکان کو ہمیشہ تاریک دلدلوں میں دھکیلتا رہا اور یوں اس نے منحوس کوہ نور کا خطاب پایا۔

تاریخی شواہد کے مطابق اس کا اولین مالک ''کارتار'' میدان کارزار میں شکست کھا کر قتل ہو گیا۔ ''مہاراجہ اوجین'' اقتدار سے محروم ہو گیا۔ شاہ رخ اندھا ہو کر اپنی دنیا اندھیر کر بیٹھا۔ شاہ شجاع کی ساری شجاعت زائل ہو گئی اور

Marfat.com

مہاراجہ رنجیت سنگھ فالج کے رنج والم کا شکار ہو گیا۔ اس ہیرے نے کھڑک سنگھ کے ساتھ تاریخی کھڑاک کیا اور وہ مہلک زہر نوش کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ شیر سنگھ سینے پہ گولی کھا کر مر گیا۔

1849ء میں انگریزوں نے پنجاب میں عہد سنگھاں کا خاتمہ کیا تو قلعہ لاہور میں ڈاکٹر جان لاگن نے قیمتی اشیاء کی فہرست بنائی۔

قلعہ کی موتی مسجد کے توشہ خانے میں رنجیت سنگھ کا مرصع سونے کا تخت ہاتھی کا ہودہ اور دیگر نوادرات تھے۔ یہاں سے کوہ نور ہیرا بھی ملا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے سرکردہ افراد نے فیصلہ کیا یہ ہیرا ملکہ وکٹوریہ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

لہٰذا حفاظت کے لئے ڈاکٹر جان لاگن یہ ہیرا اپنی بیلٹ میں رکھنے لگا اور اُس کی سخت حفاظت کا انتظام کیا گیا۔ جب لارڈ ڈلہوزی لاہور پہنچا تو جان لاگن نے یہ ہیرا ایک مخصوص تھیلی میں اس کے سپرد کیا اور یوں اسے رائل نیوی کے جہاز ایچ ایم ایس منڈیانا سے 6 اپریل 1850ء کو بمبئی سے برطانیہ بھیج دیا گیا۔

برطانیہ میں اس نادر ہیرے کے حصول پر ایک جشن منعقد کیا گیا اور ہالینڈ سے اسے دوبارہ ترشوایا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے دلیپ سنگھ کو خصوصی طور پر لندن بلوایا گیا اور ایک تقریب خاص میں یہ تاریخی ہیرا دلیپ سنگھ نے رسمی طور پر ملکہ وکٹوریہ کو پیش کیا جس کے بعد یہ ہیرا تاج برطانیہ کی زینت بنا۔

تاہم اگر تاریخی شواہد کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ہیرا تاج برطانیہ کی زینت بن گیا مگر برطانیہ نے ہٹلر پر تابڑ توڑ حملے کر کے اس کی کمر توڑ دی اور یوں بے شمار ملک اس کے چنگل سے آزاد ہو گئے۔ نہ صرف دنیا کا نقشہ تبدیل ہو گیا بلکہ انگریزوں کی سامراجیت کا خواب بھی چکنا چور ہو گیا۔ تادم تحریر یہ تاریخی کوہ نور ہیرا برطانیہ کی ملکہ کی ملکیت ہے۔

پتھروں کا انسائیکلو پیڈیا از انجم سلطان شہباز

1839ء

میں مہاراجہ رنجیت کی وفات کے بعد کھڑک سنگھ نے اقتدار سنبھالا تو ایک سال بعد 1840ء میں وہ بھی آنجہانی ہو گیا مگر کسی نے بہت عمدہ طریقے سے اس کے ایک سالہ دور کو شعر کی شکل میں زبان زد عام کر دیا:

کھڑک سنگھ کے کھڑکنے سے کھڑکتی ہیں کھڑکیاں
کھڑکیوں کے کھڑکنے سے کھڑکتا ہے کھڑک سنگھ

کھڑک سنگھ کے آنجہانی ہونے کے دوسرے روز اس کا بیٹا کنور نونہال سنگھ بھی کسی انجانی سازش کا شکار ہو کر انتقال کر گیا۔ کچھ دنوں تک مہارانی چند کور تخت نشین رہیں مگر شیر سنگھ نے مہارانی کو بے دخل کرتے ہوئے خود تخت سنبھال لیا۔ اس خانہ جنگی اور پے در پے حادثات نے فوج کی صفوں میں بھی انتشار پیدا کر دیا تھا اور اسی موقع کی انتظار میں انگریز کمین گاہ میں گھات لگائے بیٹھا تھا لہٰذا موقعہ ملتے ہی پنجاب وکشمیر سمیت تمام خالصہ مقبوضات پر کنٹرول حاصل کرتے ہی مہاراجہ کھڑک سنگھ کی بیوہ مہارانی چند کور کو نظر بند کر دیا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ جو مہاراجا رنجیت سنگھ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا کا چار لاکھ

Marfat.com

سالانہ وظیفہ مقرر کرتے ہوئے اسے پنجاب بدر کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی خالصہ راج کا سورج ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔

خالصہ راج ایک نظر میں

مہاراجا رنجیت سنگھ اگر چہ جابر قسم کا حکمران تھا اس کے باوجود سیرت نگار اسے بہادر اور محبّ وطن تسلیم کرتے آئے ہیں لیکن 30 جون 1819ء تا 1839ء اپنے بیس سالہ دور اقتدار میں پونچھ سے آگے کشمیر میں داخل نہیں ہوا جس کے باعث کرنل میہاں سنگھ کے علاوہ کشمیر میں تعینات گورنروں کے مظالم کی ایک داستان ہے تاہم مہاراجا رنجیت سنگھ کے اپنے دور میں کل گیارہ صوبیدار کشمیر پر حکمران رہے ہیں لہٰذا آئندہ سطور میں جناب محمد الدین فوق مرحوم کی ''تاریخ کشمیر'' سے ان کی لوٹ کھسوٹ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مصر دیوان چند

1819ء میں چند ماہ تک مہاراجا کی طرف سے کشمیر میں پہلا عارضی صوبیدار تعینات کیا گیا تھا جب لاہور دربار میں واپس حاضر ہوا تو اس نے مہاراجا کی خوشنودی کیلئے کشمیر سے 25 لاکھ روپیہ نقد کے علاوہ کشمیر کے مظلوم زمینداروں، رئیسوں، ہندو پنڈتوں اور حکیموں سے ایک ایک گھوڑا اور نقدی بھی لا کر مہاراج کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اطلاع دی کہ پنڈت بیر بر مزید نقدی جمع کرنے میں مصروف ہے۔ مہاراجا کو معلوم تھا کہ پنجاب کی نسبت کشمیری زیادہ مفلوک الحال اور ضرورت مند ہیں اس کے باوجود مہاراجا نے اس لوٹ کھسوٹ سے اپنے کارندوں کو منع نہیں کیا۔

دیوان موتی رام

1819ء میں مصر دیوان چند کی جگہ تعینات ہوا تو اس نے پنڈت بیر بر کو مالیہ کی وصولی پر لگا دیا چوں کہ بیر بر نے مسلمانوں کے مقابلے میں مہاراجا رنجیت سنگھ کو کشمیر پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی تھی اس لئے اس نے مسلمانوں کو یہاں تک پریشان کیا کہ کشمیری پٹھانوں کی لوٹ مار بھول گئے کیوں کہ مساجد میں نہ صرف اذان ممنوع قرار دے دی گئی بلکہ تالے لگا دیے گئے۔ جامع مسجد بھی بند کر دی گئی تھی، گائے کا ذبح کرنا قانونی جرم قرار دیدیا گیا، اسی کے منحوس دور میں فولاد سنگھ نامی شخص نے خانقاہ معلّٰی گرانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ 1820ء میں وبائے ہیضہ سے بہت سی جانیں تلف ہو گئیں جبکہ قحط کے باعث مائیں اپنے لخت جگر فروخت کرنے پر مجبور ہو گئیں مگر اس سارے فساد کے بانی اور سراپا شر انسان کو لاہور دربار سے سرزنش کے بجائے دسہرہ کے روز شاہی انعامات سے نوازا گیا کیوں کہ اس نے ان مخدوش حالات میں بھی اپنی لوٹ کھسوٹ میں کمی نہیں آنے دی۔

سردار ہری سنگھ نلوہ

1820ء تا 1821ء نے نہ صرف علمائے کشمیر بلکہ دیگر معززین سمیت رعایا کو اس قدر پریشان کیا کہ لوگ چیخ اٹھے۔ بالخصوص مسلمانان کشمیر اس کے سیاہ دور میں جاں بلب تھے کہ مہاراجا نے عوام کی طرف سے شکایات سننے کے

Marfat.com

بعد اس کی جگہ دیوان موتی رام کو دوبارہ تعینات کرتے ہوئے اسے واپس طلب کیا تو مہاراجا کی خوشنودی کیلئے کشمیر سے جاتے ہوئے بہت سا قیمتی سامان ساتھ لے گیا جس کچھ تفصیل اس طرح ہے:

01 : چالیس انتہائی قیمتی پنج کلیان گھوڑے۔

02 : پانچ ایسے گھوڑے جن پر طلائی زیوارات وظروف لدے ہوئے تھے۔

03 : پالکی مع ہودہ کلابتونی۔

04 : عمدہ دوشالے۔

05 : طلائی ظروف۔

ایک مرتبہ مصر دیوان چند کی بدعنوانیوں کی شکایات موصول ہونے پر اسے لاہور دربار میں طلب کیا گیا تو ملزم نے کسی تفتیش سے پہلے ہی پچیس لاکھ روپیہ مہاراج کے قدموں میں رکھدیا تو یہ کارکردگی ملاحظہ کرتے ہی الطاف خسروانہ کا مستحق قرار دیدیا گیا اسی طرح ہری سنگھ نلوہ اگرچہ بحثیت ملزم بلایا گیا تھا مگر تحائف ملاحظہ کرنے کے بعد ہزارہ کی نظامت دیکر شاہی اعزاز کے ساتھ رخصت کردیا گیا:

پستیِ کردار کا رونا کہاں تک روئیے
ہر طرف بکھری ہوئی کردار کی لاشیں ملیں

حفیظ میرٹھی

دیوان چونی لال

1825ء تا 1827ء مہاراجا کی طرف سے کشمیر میں پانچواں صوبیدار تھا جس نے خسرو داماد دونوں مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے کے جرم میں قتل کر کے ان کی لاشوں کی سر بازار بیحرمتی کی تھی مگر جب اسے حکم ملا کہ دربار لاہور میں پہنچ کر اپنی نااہلی کی وجہ بیان کرے تو اس نے راستے میں خودکشی کرلی۔

دیوان کرپارام

1825ء تا 1827ء دیوان کرپارام اگرچہ بہت رنگین مزاج آدمی تھا جس نے محمد شاہ رنگیلا کی یاد تازہ کردی تھی کیوں کہ جھیل میں سیر کیلئے جب کشتی پر سوار ہوتا تو ہانجیوں کی نوخیز خوبصورت لڑکیوں کو سرخ عروسی لباس پہناتا پھر انہیں ہاتھوں میں گھونگھرو پہنائے جاتے اور کشتی کھینے کیلئے رنگین چپو تھمائے جاتے۔اس شان وشوکت سے سیر کرنے کی کرپا کرتے لیکن اس کے باوجود مؤرخین اسے ایک اچھے منتظم کی حیثیت سے یاد کرتے ہیں۔

مگر کرپارام کی کرپا سے کشمیر میں 1325ء سے مسلمانوں کی مسلسل کوششوں سے ہندوؤں میں ستی کی رسم جو تقریباً ختم ہو چکی تھی اسے دوبارہ زندہ کردیا چنانچہ اس کثرت سے ستی کے واقعات رونما ہوئے کہ لوگ زندہ عورتوں کو آگ

Marfat.com

میں جلتے دیکھ کر دنگ رہ گئے ۔ بالآخر کرپارام کو لاہور سے حکم ملا کہ وہ اپنے منشیوں کو حساب دکھانے کیلئے کاغذات دیگر لاہور بھیجے تاکہ دربار لاہور کے رجسٹرز کے ساتھ ملا کر چیک کیا جائے ۔ چنانچہ دیوان نے کاغذات دیگر جو منشی بھیجے ان کے ہاتھ ایک لاکھ چالیس ہزار کا پشمینہ بھی بھیجا گیا جس میں سے ایک لاکھ کا پشمینہ راجا ہیرا سنگھ کی شادی میں استعمال کیلئے راجا دھیان سنگھ کے سپرد کیا گیا۔ کرپارام کی اس طرح کی کارکردگی کی ایک شرمناک تفصیل ہے تا آں کہ دربار لاہور کی طرف سے الزام عاید ہونے پر خود ماخوذ ہو کر ذلیل وخوار ہوا۔

بھمان سنگھ اردلی

1831ء تا 1832ء کرپارام کے بعد بھمان سنگھ اردلی ایک سال کیلئے کشمیر میں صوبیدار رہا مگر اسے دربار لاہور کیطرف سے محض اس لئے برخاست کر دیا گیا کہ اس نے کشمیر سے روپیہ بھیجنے میں تاخیر کی ہے حالاں کہ اس کے دور میں ریاست کے اندرونی حالات بہت مخدوش تھے مگر دربار لاہور کو صرف دولت درکار تھی انسانوں کی فلاح و بہبود سے کوئی غرض نہ تھی۔

شہزادہ شیر سنگھ

1832ء تا 1834ء کا قافلہ جب لاہور سے بارہ مولا پہنچا تو آگے کا سفر بذریعہ کشتی طے کرنے کا فیصلہ کیا اس غرض سے انتہائی سردی اور برف باری کے باوجود قرب وجوار سے ہزاروں زمیندار اور ملاح بیگار میں پکڑ لیے گئے تاکہ برف کاٹ کر دریا کا پانی اس طرح صاف کریں کہ کشتی کی رفتار متاثر نہ ہو اس طرح تیسرے روز شہزادہ سری نگر میں داخل ہوا جس کے بعد تمام انتظامی معاملات بساکھ سنگھ کے حوالے کرتے ہوئے رنگ رلیوں میں مصروف ہو گیا ادھر بساکھ سنگھ نے مالیے کے بہانے لوگوں کو ایسا لوٹنا شروع کیا کہ ریاست میں بدامنی پھیل گئی۔

جبکہ اسکردو کی طرف سے پنڈت گنیش سنگھ جو سرکار خالصہ کے ساتھ برسرپیکار تھا اس نے معمولی مزاحمت کے بعد باجگزاری قبول کر لی۔ بساکھ سنگھ کو شیر سنگھ کی یہ کامیابی ناگوار گزری تو شہزادے نے پنڈت گنیش سنگھ کو بساکھ سنگھ کے خلاف تیار کر کے لاہور دربار میں بھیجا جب مہاراجا رنجیت سنگھ کو اس کی بداعمالیوں کی خبر ملی تو اسے واپس طلب کرتے ہوئے شیخ غلام محی الدین کو شہزادے کا معاون مقرر کر کے کشمیر بھیجتے ہوئے ان دونوں کی اعانت کیلئے جمعدار خوشحال سنگھ کو بھی ساتھ بھیج دیا۔ خوشحال سنگھ ریاستی عوام کے حق میں ایسا بدحال سنگھ ثابت ہوا کہ لوگ پرانے دکھ بھول کر اس کی جان کو رونے لگے کیوں کہ اسے جہاں جس کے گھر میں بھی غلے کی بو آئی اسے بحق سرکار ضبط کر کے لاہور بھیجنا شروع کر دیا اس طرح پوری ریاست بدحال ہو کر رہ گئی۔

''جمعدار خوشحال سنگھ کو کشمیر بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ مہاراجا رنجیت سنگھ کو شیر سنگھ نے خود لکھا تھا کہ ریاست میں کسی مستعد تحصیل دار کے نہ ہونے باعث سرکاری آمدنی میں کمی کا خدشہ ہے لہٰذا کوئی جابر قسم کا تحصیلدار آنا چاہیے جو اپنی

Marfat.com

استعداد کی بناء پر آمدنی میں کمی نہ واقع ہونے دے چنانچہ اراکین سلطنت کے مشورے سے خوشحال سنگھ اور بھائی گورکھ سنگھ کو بھی شیخ غلام محی الدین کے ساتھ کشمیر بھیج دیا گیا''

تلخیص: عمدۃ التواریخ دفتر سوم حصہ دوم

1833ء میں مہاراجا رنجیت سنگھ کی طرف سے امام بخش فراش شہزادہ شیر سنگھ کے پاس یہ پیغام لے کر پہنچا کہ دسہرہ کی تقریب کیلئے دربار لاہور کو دیگر سامان کے علاوہ دو لاکھ روپیہ نقد بھیجنے کا انتظام کرو اس حکم کی تعمیل کے چند ماہ بعد دوسرا حکم پہنچا کہ دو لاکھ روپیہ مزید بھیجنے کا انتظام کرو۔

جمعدار خوشحال سنگھ تقریباً تین ماہ کشمیر میں رہا مگر اس قلیل عرصے میں کشمیر کی معیشت کو دیمک کی طرح چاٹ گیا جس کے باعث بہت سے کشمیری خاندانوں نے ریاست سے نکل کر پنجاب کی ریاستوں میں آ کر آباد ہونا شروع کر دیا۔ اسی بھوک و افلاس کے دور میں گاؤ کشی کا ایک واقعہ پیش آیا مگر اس ایک گائے کے بدلے بارہ کشمیری قید کر کے شہید کر دیئے گئے یعنی:

ہے شاخ شاخ میں شامل اگرچہ خوں میرا
تمام خار ہیں میرے، گلاب اس کے ہیں

احمد عقیل روبی

کرنیل میہان سنگھ کمیدان

کشمیر کی تاریخ میں دو حکمرانوں کو خصوصیت کے ساتھ انتہائی احترام سے یاد کیا گیا ہے ان میں پہلا دور حضرت زین العابدین بڈشاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایسا سنہری دور ہے کہ اس سے پہلے یا بعد پھر کبھی ایسا دور نہیں آیا معروف کشمیری مؤرخ جناب محمد الدین فوق مرحوم نے 284 صفحات کی کتاب ''شباب کشمیر'' میں بہت احسن طریقے سے اس مردِ حر کی سوانح بیان کر کے کشمیریوں کو سرخرو کر دیا ہے اور دوسرا دور مہاراجا رنجیت سنگھ کے آخری صوبیدار کرنیل میہان سنگھ کمیدان کا ہے۔

1834ء تا 1841ء کرنیل میہان سنگھ کمیدان مہاراجا رنجیت سنگھ کی طرف سے سات سال اور چار روز کیلئے ایک ایسا نیک دل منظم و منتظم اور رحمدل حاکم تھا جس کی خالصہ راج میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

Marfat.com

کشمیر پر ڈوگرہ راج کی ابتدا

ڈوگرہ راجپوت

برہمن قوم جس کا مصدر برہمہ ہے زمانہ قدیم میں صرف مذہبی کاموں کیلئے وقف تھی اور جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس وقت کوئی راجا کسی بڑی سلطنت کا حکمران نہیں ہوتا تھا بلکہ گاؤں گاؤں راجواڑے ہوتے تھے پھران میں سے جو طاقت حاصل کر لیتا وہ بزور طاقت چھوٹے راجواڑوں کو اپنے ماتحت کر لیتا۔

راجپوت قوم ابتدا میں خالص ہندو مذہب کی پیروکار تھی لیکن اسلام کی آمد کے ساتھ اس میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے پنجاب کے اضلاع ہوشیار پور' کانگڑہ اور شملہ کے علاوہ جموں میں یہ قوم بکثرت آباد اور ڈوگرہ راجپوت کہلاتی ہے مگر آج سے تقریباً ایک صدی پہلے تک یہی قوم میاں کہلاتی اور بحیثیت مجموعی یہ قوم بہادر اور جفاکش تھی۔

رسم دختر کشی

ایک زمانہ تک راجپوت قوم میں یہ رسم بد جاری رہی ہے کہ یہ اپنی نوزائدہ بچیوں کو کسی نہ کسی طرح ہلاک کر دیتے تھے جس کے نتیجے میں جموں کے راجپوت گھرانوں میں ستر فیصد گھروں میں کوئی بچی نہیں پائی جاتی تھی اور اگر کوئی ہلاکت سے بچ نکلتی تو اس کے ساتھ لڑکوں جیسا برتاؤ نہیں کیا جاتا تھا بلکہ خاندان میں ان کی حیثیت ثانوی ہوتی چنانچہ مہاراجہ ہری سنگھ نے اس رسم بد کے خاتمے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جس راجپوت کے گھر بچی کی ولادت ہوتی اسی دن سے بطور عطیہ ایک ایکڑ زمین اس بچی کے نام سرکاری طور پر الاٹ کر دی جاتی جس کے نتیجے میں آہستہ آہستہ اس رسم بد کا خاتمہ ہونا شروع ہو گیا۔

ڈوگرہ راجپوتوں کا کشمیر میں ورود

تاریخی طور پر یہ بات مسلمہ ہے کہ درانیوں اور سکھوں کے عہد تک راجپوت خاندان کشمیر میں آباد نہیں ہو سکتے تھے مگر 1946ء کے بدنام زمانہ معاہدۂ امرتسر کے مطابق جب پوری ریاست راجہ گلاب سنگھ کے قبضے میں آ گئی تو اس نے سکھا شاہی کے اثرات نابود کرنے کی غرض سے راجپوتوں کو کشمیر میں چھوٹی چھوٹی جاگیریں دیکر آباد کرنا شروع کیا نیز اس وقت تک ڈوگرہ قوم کی اکثریت اپنے نام کے ساتھ میاں لکھنے کو باعث عزت تصور کرتی تھی لہٰذا مہاراجہ گلاب سنگھ کے ولی عہد رنبیر سنگھ کو سرکاری کاغذات میں میاں لکھا گیا ہے جو بعد میں مہاراجہ رنبیر سنگھ کہلائے 1934ء سے راجپوتوں نے

Marfat.com

اپنے نام کے ساتھ ٹھاکر لکھنا شروع کیا اور عطائے جاگیرات کی بدولت کشمیر میں آباد ہوئے۔

تواریخ اقوام کشمیر تالیف جناب محمد الدین فوقؒ: ج اباب دوم کشمیر کی غیر برہمن اقوام ڈوگرہ راجپوت: ناشر ویری ناگ پبلشر میر پور آزاد کشمیر

گلاب سنگھ

1792 - 1857ء

1846ء

انگریزوں نے برصغیر پر ناجائز قبضہ مستحکم کرتے ہوئے ریاست سے سکھوں کو شکست دینے کے بعد جموں کے ایک جاگیردار گلاب سنگھ جو قطعی انپڑھ، جاہل بلکہ انتہا درجے کے ظالم اور درندہ صفت انسان جس نے دنیا کے اکاسرہ وقیاصرہ اور ملاعنہ وفراعنہ کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا تھا کو 16 مارچ 1846ء کو پوری ریاست جموں وکشمیر 75 لاکھ روپے (Rs. 7,500,000) نانک شاہی کے عوض فروخت کر دی۔ اس سودے کی رو سے ایک کشمیری کی قیمت صرف سات روپے لگی اور چونکہ ریاست کا مجموعی رقبہ 84471 مربع میل ہے لہٰذا اس قیمت کے مطابق جنت نظیر وادی 155 روپے فی مربع میل اور ایک پیسے میں تقریباً 270 مربع گز کے حساب سے فروخت ہوئی اور اس شرمناک سودے بازی کو معاہدۂ امرتسر کا نام دیا گیا یہی وہ منحوس گھڑی تھی جب سے کشمیر پر ڈوگرہ راج کی ابتدا ہوئی جس کی جانشین اب ہندوستان کی حکومت اور اس کے کشمیری ایجنٹ ہیں۔

رنبیر سنگھ

1857ء سے 1885ء

1857ء میں گلاب سنگھ کے انتقال کے بعد رنبیر سنگھ اس کا جانشین بنا جو اپنے باپ کی طرح بالکل انپڑھ اور جاہل انسان تھا مگر اس نے اپنے ولی عہد پرتاب سنگھ کی تعلیم وتربیت کیلئے کچھ اتالیق مقرر کیے تھے جن میں ایک مسلمان بھی شامل تھا۔ پرتاب سنگھ چونکہ انتہائی کند ذہن اور غبی تھا جس کے باعث اتالیق نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ "ابے لونڈے! محنت سے پڑھا کرو ورنہ باپ کی طرح جاہل کا جاہل رہ جائے گا" یہ بات جب رنبیر سنگھ تک پہنچی تو اس نے مسلمان اتالیق کو ملازمت سے برخاست کر دیا۔

پرتاب سنگھ

1885ء سے 1925ء

تک پرتاب سنگھ کی حکومت رہی وہ ایک پست قامت بلکہ بونا تھا جب وہ کانوں میں لمبی لمبی بالیاں ڈالکر سر پر بہت بڑی کشمیری پگڑی رکھتا تو اور بھی مضحکہ خیز معلوم ہوتا۔ وائسرائے لارڈ کرزن نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے کہ وہ "عقل مندی اور بیوقوفی کا امتزاج

Marfat.com

تھا' حالاں کہ وہ ایک نہایت عقلمند انسان ہونے کی شہرت رکھتا مگر بظاہر سیدھا سادہ بلکہ احمق لگتا تھا۔

تلخیص: مہاراجہ تالیف دیوان جرمنی داس ترجمہ محمد احسن بٹ: کرکٹ اور سیاسی سازشیں: ناشر نگارشات مزنگ روڈ لاہور

پرتاب سنگھ افیون کھانے کا عادی تھا جس کی وجہ سے دن بھر اس پر غنودگی طاری رہتی مگر جب ذرا سنبھلتا تو ''دیوانہ بکار خویش ہوشیار'' کے مصداق انگریز سے تعلقات استوار کرنے اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں جت جاتا علاوہ ازیں پرتاب سنگھ چوں کہ بے اولاد تھا اس لیے اس نے اپنی جانشینی کیلئے اپنی برادری سے ایک متبنٰی تیار کر رکھا تھا مگر راجا امر سنگھ جو اپنے بیٹے ہری سنگھ کو ریاست کا حکمران بنانا چاہتا تھا کو یہ بات گوارا نہ تھی اس نے رنبیر سنگھ کے زمانے سے شاہی طبیب اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دست راست رسوائے زمانہ حکیم نورالدین کو ساتھ ملا کر ریاست میں سازشیں اور انگریز کے ساتھ ساز باز شروع کر دی جس کے نتیجے میں پرتاب سنگھ کی موت کے بعد ہری سنگھ ریاستی حکمران بن گیا۔

شہاب نامہ

Marfat.com

ڈوگرہ راج میں مظالم

گلاب سنگھ زندہ انسانوں کی کھالیں کھنچوایا کرتا جس کے بعد کھال میں بھوسہ بھر کے چوراہے میں رکھوادیا کرتا تا کہ لوگ دیکھ کر عبرت پکڑیں اور اس کے ظلم و بربریت کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت نہ کرسکیں۔ مسلمان ریاستی حدود کے باہر برٹش گورنمنٹ سمیت کسی سے رابطہ رکھنے کے مجاز نہ تھے۔ اس دوران اگر کوئی آواز اٹھتی تو اسے یا تو ہمیشہ کیلئے خاموش کردیا جاتا یا جیل میں ڈال دیا جاتا۔ غیر ریاستی باشندوں کے بغیر پاسپورٹ داخلے پر مکمل پابندی تھی۔

()

ایک مرتبہ اس نے اپنے ولی عہد رنبیر سنگھ کے سامنے ایک زندہ آدمی کی کھال اتروائی تو رنبیر سنگھ یہ المناک منظر دیکھ کر برداشت نہ کرسکا اور منہ پھیرلیا، گلاب سنگھ نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اسی منظر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر حکومت کرنا چاہتے ہو تو تمہیں یہ سب کچھ کرنا پڑے گا۔

تلخیص: تاریخ میرپور کا ایک اہم دور تالیف الاستاذ پروفیسر عبدالواحد قریشی: ڈوگرہ دور: ناشر ادبستان لاہور

()

انگریز نے تو ایک کشمیری سات روپے کے حساب سے فروخت کیا تھا مگر غلامی میں ارزاں ہوکر قانون کی نظر میں فقط دو روپے کا رہ گیا جس کی صورت یہ تھی کہ اگر کوئی سکھ یا ڈوگرہ مسلمان کو جان سے مار ڈالتا تھا تو عدالت قاتل پر سولہ سے بیس روپے تک جرمانہ عائد کرنے کی مجاز تھی جرمانے کی اس رقم سے دو روپے مقتول کے لواحقین کو عطا کیے جاتے باقی رقم سرکاری خزانے میں جمع کرادی جاتی۔

()

جبکہ جبری مشقت بیگار (Forced Labour) ایک ایسی لعنت تھی کہ نہ صرف ڈوگرہ حکومتی گماشتے مسلمانوں سے بھوکے پیٹوں کئی کئی روز من مانی مشقت لیتے جس کے دوران کئی کمزور مشقتی انتقال کرجاتے بلکہ حکومتی ایجنٹ مسلمان نمبردار و چوکیدار تک بڑے بڑے عزت داروں کو پکڑ لیتے۔

کشمیر کی خواتین نے اس ظالمانہ دور کی تاریخ کو اپنی مقامی زبان کے گیت اور ماہیے کی شکل میں اسی طرح منظوم کررکھا تھا جس طرح یوم بعاث کی یاد میں انصار کی عورتوں نے دردناک شعروں کی صورت میں۔

Marfat.com

کالیا نی کاغا تھوآڑی کالی آٹوٹری
جموں نہ جایاں اُجھا راجے نی نوکری

اے سیاہ کھوپڑی والے کالے کوے تو کبھی جموں نہ جانا کہ وہاں خواہ مخواہ راجے کی بیگار میں پکڑے جاؤ گے۔

میں نے بہت بچپن میں جب پہلی بار یہ ماہیا اپنی والدہ سے سن کر اس کا پس منظر پوچھا تو والدہ کے بیان کرنے پر دہشت زدہ ہو گیا تھا۔

یوم بعاث

بعاث مدینہ طیبہ کے قریب ایک مقام تھا جہاں ہجرت نبوی ﷺ سے تین سال قبل یثرب کے قبائل اوس اور خزرج کے درمیان فیصلہ کن اور خطرناک معرکہ ہوا تھا۔ ایک سو بیس سال پہلے شروع ہونے والی اس لڑائی میں بالآخر اوس کو فتح حاصل ہوئی مگر اس وقت تک دونوں طرف کے بہت سے اشراف کام آچکے تھے۔ انصار کی خواتین بعض مواقع پر دلبرداشتہ ہو کر اپنے عزیزوں کی یاد میں دردناک شعر پڑھا کرتی تھیں۔

ایسا ایک واقعہ سیدہ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے حجرے شریف اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں پیش آیا تھا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب العیدین'' میں روایت کیا ہے جس کی تفصیل میں بعض علمی مسائل ہیں۔

()

شروع شروع میں گائے ذبح کرنے پر سزائے موت مقرر تھی جس کا طریقہ یہ تھا کہ ملزم کو رسیوں سے باندھ کر سرعام سڑکوں پر گھسیٹتے ہوئے تماش بینوں کے سامنے پھانسی پر لٹکا دیا جاتا۔ کچھ عرصہ بعد پھانسی کی سزا کو دس سال قید بامشقت میں بدل دیا گیا تھا۔ جبکہ بھیڑ بکری کی قربانی کیلئے بھی سرکاری اجازت ضروری تھی جو کبھی کسی کو مل جاتی اور کبھی نہیں۔

()

مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کو کبھی قانونی تحفظ حاصل نہیں رہا۔ کشمیر کے اسی فیصد مسلمانوں کو محض چند پنڈتوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ تمام کلیدی مناصب ان کے ہاتھ میں دیدیے گئے فوج اور پولیس کی قوت ان کے پاس تھی۔ محنت مشقت مسلمان کرتے تو عیاشی ڈوگرہ سامراج کرتے۔ مسلمان کاشتکار تھے اور یہ زمیندار و جاگیر دار جو مسلمانوں کے پاس اتنا بھی نہ چھوڑتے کہ وہ جسم اور روح کا رشتہ برقرار رکھ سکیں۔

تلخیص: شہاب نامہ تالیف قدرت اللہ شہاب: آزاد کشمیر: ناشر سنگ میل پبلیکیشنز لاہور

30 اکتوبر 1947ء

بزعم خویش شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ نے پہلی مرتبہ اپنے سیاسی مؤقف آزادئ کشمیر سے انحراف کرتے ہوئے

Marfat.com

مہاراجہ ہری سنگھ کے سایہ شفقت میں ریاست کے چیف ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے حلف لیا تو اس وقت قبائلی مجاہدین کے حملہ کے دوران، اوڑی، بارہمولہ اور آس پاس کے دیہاتوں سے ہندو اور سکھ سرینگر میں پناہ گزیں تھے۔ انہیں بحفاظت جموں پہنچانے کیلئے بائیس (22) مسلم تانگابانوں کو ان کی مرضی کے خلاف مجبور کیا گیا جس کے نتیجے میں جموں سے واپسی کے دوران نگروٹہ کے مقام پر سامراجی غنڈوں نے گھات لگا کر ان پر حملہ کرتے ہوئے اکیس تانگابانوں کو شہید کر دیا۔ کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہونے والے تانگابان نے سرینگر پہنچ کر خبر سنائی تو علاقے میں کہرام مچ گیا۔

مہاراجا ہری سنگھ

1925ء سے 1949ء

تک ہری سنگھ نے ریاست پر حکمرانی کی ہری سنگھ بالفاظ قدرت اللہ شہاب ''انتہائی بدکردار، بداخلاق، آوارہ گرد، لچا لفنگا اور بدمعاش شخص تھا جس کی جنسی بے راہ رویوں اور بدقماشیوں کے بہت سے قصے زبان زد خاص و عام تھے۔ بدنصیبی سے 1925 میں ریاست کا حکمران بنتے ہی لہو و لعب اور عیش و نشاط کی بدمستیوں میں ایسا غرق ہوا کہ ڈوگرہ ملازمین کو ظالمانہ کارروائیاں کرنے کی کھلی چھٹی مل گئی لہٰذا مسلمان کئی طرح کے نئے نئے مصائب کا سامنا کرنے لگے۔

5 نومبر 1947ء

شیر کشمیر کی ایڈمنسٹریشن، مہاراجا ہری سنگھ اور سردار پٹیل کی جموں موجودگی کے دوران جموں شہر میں اعلان کرایا گیا کہ مسلمان پولیس لائن میں حاضر ہو جائیں تا کہ انہیں سرکاری حفاظت میں پاکستان بھیج دیا جائے اس یقین دہانی پر جب مسلمان اپنے بیوی بچوں، ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں سمیت جمع ہوئے تو انہیں ستر ٹرک مہیا کیے گئے جن میں سے ہر ایک میں تقریباً ساٹھ سے ستر پچھتر عورتیں مرد اور بچے سوار کرائے گئے تقریباً پانچ ہزار نہتے مظلوموں کا یہ قافلہ جب سانبہ کے پہاڑی درے کے پاس پہنچا تو ایک منظم سازش کے تحت یہاں پہلے سے مشین گنیں نصب تھیں اس طرح ان سب مظلوموں کو ٹرکوں سے نیچے اتار کر قطار میں کھڑا کرنے کے بعد ان میں سے خوبصورت کنواری اور جوان لڑکیوں کو علیحدہ کر کے باقی سب کو شہید کر دیا۔ جس کے بعد ان سہمی ہوئی معصوم لڑکیوں کو فوج اور پولیس کے کیمپوں پر تقسیم کر دیا گیا جہاں نہ صرف ان کی عصمت دری کی گئی بلکہ بعض حسین لڑکیوں کو غائب کر دیا گیا۔ چند لڑکیاں کیمپوں سے بھاگنے میں کامیاب ہوئیں تو انہوں نے کیمپوں کے اندر کے لرزہ خیز حالات بیان کیے جنہیں سن کر خود مہاتما گاندھی جی کو صدمہ پہنچا اور انہوں مہاراجہ ہری سنگھ کو ڈانٹا کہ ڈوگرہ فوج کی موجودگی میں ایسا واقعہ قابل مذمت ہے۔

شہاب نامہ

محترمہ بیگم ثریا خورشید کی تحریر کے مطابق 6-5 نومبر 1947ء صرف دو دنوں میں جموں میں دو لاکھ مسلمانوں کا قتل عام ہوا ہے جس کی تفصیل پڑھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

Marfat.com

جموں کہ ایک شہر تھا

☆ محلہ مست گڑھ میں ہر سو گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے ادھر دو نوجوان بچیاں زمین پر لیٹی ہوئی ہیں۔ باپ عطا محمد کے ہاتھ میں چھری لرز رہی ہے کیوں کہ جب اپنی بیٹیوں کے گلے کے قریب لیجاتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے جبکہ بیٹیاں چیخ کر التجا کرتی ہیں: "اباجان جلدی کریں اور اس سے قبل کہ ناپاک ہاتھ ہماری طرف بڑھیں عزت وناموس کی خاطر ہمیں قربان کر دیں" اور اس کے ساتھ ہی مقدس خون کا ایک ریلہ صحن کے چاروں طرف پھیل کر منجمد ہو جاتا ہے۔

☆ پہاڑوں کے دامن میں ریاسی کا حسین قصبہ نظر آرہا ہے ادھر چوک کے درمیان ایک بڑے کڑاؤ میں تیل ابل رہا ہے۔ مسلمانوں کے رہنما خواجہ رحمت اللہ کی مشکیں کسی ہوئی ہیں اور انہیں اٹھا کر کڑاؤ میں پھینک دیا جاتا ہے اور آن کی آن میں ایک زندہ انسان کباب بن چکا ہے۔ نزدیک ہی دیوار کے ساتھ ڈوگرہ فوج نے قصبے کے بہت سے نوجوانوں کو رسیوں سے جکڑا ہوا ہے اور راشٹریہ سیوک سنگھ کے سورمے تلواروں سے ان کی انگلیاں، کان، ناک اور ہونٹ کاٹ کاٹ کر ان کے تڑپنے کا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔

☆ قصبے کی نوجوان عورتوں کے ایک غول کو اغوا کر کے اکھنور کی طرف ہانکا جا رہا ہے مگر راستے میں دریائے چناب کا ایک بلند کنارہ آجاتا ہے ایک عظیم جذبے کے تحت اپنی عزت وناموس کی خاطر یہ عورتیں ایک ساتھ بھاگتی ہوئی "اللہ اکبر" کی صدا بلند کرتے ہوئے سینکڑوں فٹ بلندی سے دریا میں کود جاتی ہیں۔

☆ اودھم پور کی بستی کے ساتھ شمال کی طرف چشمہ کے کنارے بروزے کا کنستر انڈیل کر قصبے کے واٹر ورکس انچارج بابو روشن دین کے جسم پر ملا جا رہا ہے پھر اس پر پٹرول چھڑکتے ہوئے آگ لگا دی جاتی ہے اور آن کی آن میں ایک شریف النفس انسان کوئلہ بن جاتا ہے۔

☆ میں دیکھ رہا ہوں کہ کئی دنوں کی بھوکی پیاسی عورتیں جنہیں معلوم نہیں کہ ان کے بچے، ان کے شوہر، ان کے بھائی، ان کی بیٹیاں کہاں اور کس حال میں ہیں آہ وزاری کرتے کرتے نڈھال اور نیم جاں پڑی ہیں کہ اچانک ان کے سامنے گوشت میں پکے چاول رکھ دیئے جاتے ہیں لیکن پہلا لقمہ اٹھاتے ہی محسوس کرتی ہیں کہ ان کے معصوم بچوں کو ذبح کرنے کے بعد ان کی بوٹیوں میں چاول ابال کر انہیں کھلائے جا رہے ہیں۔

☆ ڈگیانہ کیمپ کا دلدوز منظر میرے سامنے ہے ہر طرف گہرے زخموں سے نیم جاں عورتیں، بچے، بوڑھے اور جوانوں کے تلواروں، کلہاڑیوں اور نیزوں کے زخموں سے زرد جسم بخار میں جھلس رہے ہیں۔ مکھیوں کی یلغار، زخموں میں کیڑوں کی بھرمار، ہر سو پھیلی سڑاہند کچھ بے ہوش اور کچھ پانی کیلئے بلک رہے ہیں اور ان میں سے جس کی روح پرواز کر جاتی ہے اسے گھسیٹ کر علیحدہ پھینک دیا جاتا ہے اس کے بعد ایک بہت بڑے گڑھے میں لاشوں کے انبار پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر عزیز کاش۔ جموں کہ ایک شہر تھا

☆ جموں میں اس قتل عام کیلئے سابقہ فوجیوں کی خدمات بھی حاصل کی گئی تھیں جنہیں سرکاری طور پر بندوقیں اور کارتوس

Marfat.com

مہیا کیے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ڈوگروں کے اکثریتی علاقہ موضع دیوا سے مہاراجہ ہری سنگھ نے خود مہم کا آغاز کیا تھا۔ ڈاکٹر عبدالکریم ملک کا بیان ہے کہ دیوا بٹالہ میں ڈوگرے اکثریت میں تھے جہاں راجہ ہری سنگھ نے خود چند مسلمانوں کو شہید کر کے مہم شروع کی تھی۔

☆ لہٰذا طریقہ واردات ہر جگہ ایک جیسا تھا یعنی سرحدی دیہات کو ایک ایک کر کے گھیرے میں لیتے ہوئے فائر کھول دیا جاتا تاکہ نوجوانوں کو قتل، عورتوں کو اغوا اور سامان لوٹ لیا جائے۔

☆ میرے ایک دوست اکبر علی حیدری نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ وہ خود اور وزیر علی مصری والا پل کے قریب سڑک سے ذرا ہٹ کر جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے کہ اچانک کچھ جیپ گاڑیاں پل کے نزدیک پہنچیں جبکہ مخالف سمت سے تین گوجر جن میں سے دو بالکل نوعمر تھے آ رہے تھے۔ چنانچہ گاڑیاں رکیں تو ایک جیپ سے سفید سوٹ پہنے مہاراجا ہری سنگھ نمودار ہوا جس کے بعد ٹھاکر چھبیل سنگھ اور فقیر سنگھ بھی اترے۔ اسی دوران ہری سنگھ نے اپنے ریوالور سے نہتے گوجروں پر فائر کھول دیا جس کے نتیجے میں دو تو وہیں گر گئے تیسرا الٹے پاؤں بھاگا تو سہی لیکن پیٹھ میں گولی لگتے ہی ڈھیر ہو گیا۔

☆ جموں شہر کو جانے والے راستے اور پگڈنڈیاں لاشوں سے اٹی پڑی تھیں۔ ڈاکٹر عبدالکریم کو کسی نے بتایا کہ دریائے توی پر پیر کھوہ کے قریب اس نے خود دیکھا کہ ایک عورت کی برہنہ لاش ریت پر پڑی ہے اور اس کا شیر خوار بچہ مردہ ماں کے پستان سے دودھ پینے کی کوشش کر رہا ہے۔

☆ یکم یا دو نومبر کو فوج نے بابو عبدالحمید اوورسیئر کے مکان پر مسلمانوں کیلئے قائم کردہ کیمپ پر حملہ کر دیا جہاں تین سو لوگ پناہ گزیں تھے ان میں سے صرف ایک گوجر زندہ بچ سکا جس کے شانے میں گولی لگی ہوئی تھی۔

☆ 20 اکتوبر 1947ء کو قصبہ اکھنور کے تقریباً تین ہزار مسلمانوں کو جبراً پاکستان جانے کا حکم سنایا گیا چنانچہ جب وہ ایک جگہ جمع ہوئے تو انہیں دریائے چناب کے پل پر لایا گیا جہاں ڈوگرہ فوج نے ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

☆ 23 اکتوبر 1947ء کو ڈوگرہ سپاہیوں اور جن سنگھیوں نے موضع میراں صاحب میں جمع کئی ہزار مسلمانوں مجمع پر فائر کھول کر ہزاروں کو شہید کر ڈالا۔

☆ ضلع کٹھوعہ سے تقریباً بارہ ہزار مسلمانوں پر مشتمل ایک قافلہ پاکستانی سرحد سے دو میل ادھر موضع کیسالی کے قریب تھا ڈوگرہ فوج اور جن سنگھیوں نے حملہ کر کے انہیں نقصان پہنچایا۔

☆ بالخصوص اودھم پور، ریاسی، جموں اور کٹھوعہ سے ایک اندازے کے مطابق پچیس ہزار عورتیں اغوا کی گئیں ان میں چوہدری حمید اللہ خان کی نابالغ بیٹی کا آج تک سراغ نہیں ملا۔ بابا جیون شاہ کے مزار پر سو کے قریب مرد عورتوں نے پناہ لے رکھی تھی جن پر حملہ کر کے مرد قتل اور عورتیں اغوا کر لی گئیں۔ انہیں دنوں میرے سمیت میرے سارے اہل خانہ زخمی حالت میں تھے کہ میری بیٹی نعیمہ بھی اغوا کر لی گئی۔ جب میری بیٹی کو ایک سکھ گھسیٹ رہا تھا تو میری بیوی اور چھوٹے بیٹے امتنان نے اسے چھڑانے کی کوشش کی لیکن بیٹے کے سر، گردن اور دائیں ہاتھ پر گہرے زخم آ گئے اور حملہ آوروں کی نظر میں گویا وہ جاں بحق ہو چکا تھا۔

☆ بعد میں بخشی غلام محمد نے ان اغوا شدہ عورتوں اور بچیوں کو بہت کوشش سے بازیاب کرایا تھا اس مہم کی وہ خود نگرانی کرتے

Marfat.com

رہے اس مقصد کیلئے شیخ عبداللہ نے انہیں جموں ٹھہرنے کو کہا تھا۔لہٰذا جو عورتیں بازیاب ہوسکیں اور ان میں جو لاوارث اور یتیم تھیں انہیں بیگم شیخ عبد اللہ جنہوں نے اس دوران حجاب ترک کر دیا تھا نے خواہشمند مسلمانوں کے ساتھ بیاہ دیا تھا۔مہارانی تارا دیوی نے بیگم صاحبہ کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے اپنی طرف سے ان بچیوں کو جہیز بھی دیا اور تقریبات میں بھی شامل ہوتی رہیں۔

جسٹس یوسف صراف۔جموں کہ ایک شہر تھا

دختر چوہدری غلام عباس مرحوم

☆ جموں کے اس قتل عام کے خلاف جب ریاست میں غم وغصے کی ایک لہر سی دوڑ گئی تو شیر کشمیر صاحب بذات خود کیمپوں کا معائنہ کرنے جموں پہنچے تو دیکھا کہ کیمپوں میں نوجوان لڑکیاں بالکل برہنہ حالت میں موجود ہیں۔شیر کشمیر کو دیکھ کر ان معصوموں کے پاس ستر چھپانے کیلئے اور تو کچھ نہ تھا انہوں نے اپنے ہاتھوں سے شرمگاہیں چھپالیں۔

☆ ایک کیمپ سے جب شیر کشمیر باہر آرہے تھے تو سردار بدھ سنگھ سے ان کی ملاقات ہوگئی۔شیر کشمیر کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ وہ چوہدری غلام عباس کی بیٹی کی تلاش میں آئے ہیں۔شیر کشمیر نے انہیں اس کیمپ میں جانے سے روکنے کی کوشش کی جہاں سے ابھی وہ واپس آرہے تھے مگر۔بدھ سنگھ اس کے باوجود کیمپ میں داخل ہوگئے جہاں سے انہوں نے چوہدری غلام عباس کی بیٹی کو برآمد کرکے پاکستان بھیج دیا۔

تلخیص: کشمیر کا سیاسی انقلاب تالیف شبنم قیوم: باب 1 شیخ عبداللہ کی حکمرانی: کشمیر بکڈپو پبلشرز، سرینگر کشمیر

نوٹ: چودھری غلام عباس اور شیخ عبداللہ کی دوستی تھی۔دونوں نے تقریباً سات سال تک ایک پلیٹ فارم پر کام بھی کیا تھا عین ممکن ہے کہ دختر چوہدری غلام عباسؒ نے اپنے باپ کے دوست کو دیکھ کر یہ سمجھا ہو کہ اسے لینے آئے ہیں اس طرح پکارا ہو" انکل شیر کشمیر صاحب میں ادھر ہوں"۔

ایک دردناک خط

1965ء کی پاک بھارت جنگ سے پہلے ہمارے علاقے میں ایک دردناک منظوم خط مشہور ہوا تھا جو علاقے کے ایک معزز گھرانے کی بیٹی نے کہیں سے اپنے والد کے نام بھیجا تھا کہ میں فلاں جگہ مردار خور خانہ بدوشوں کی قید میں ان کی ہوس کا نشانہ بنی بیٹھی ہوں مگر اس کے ورثا کے پہنچنے سے پہلے وہ لوگ اس کو لے کر وہاں سے غائب ہوگئے تھے مجھے اس خط کا ایک شعر یاد ہے:

جنہیں ہتھیں قرآن میں کھولدی ساں
انہیں ہتھیں میں سور پکانودی ہاں

یعنی جن ہاتھوں سے میں قرآن کریم کھول کر تلاوت کیا کرتی تھی آج ان ہاتھوں سے خنزیر پکانے پر مجبور ہوں۔

Marfat.com

نوٹ: برصغیر کی تقسیم کے وقت ہری سنگھ جیسے سیاہ رخوں کے درمیان بدھ سنگھ اور اس جیسے بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر مسلمان بہو بیٹیوں کی عزت بچائی تھی ایسے لوگوں کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے پاکستان فلم انڈسٹری نے پنجابی میں ''کرتار سنگھ'' کے نام سے ایک فلم بھی بنائی تھی۔

ڈوگرہ ٹیکس

ڈوگرہ دور کے سرکاری ٹیکسز کی تفصیل اتنی شرمناک ہے کہ شاید ہی انسانی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر ہو مثال کے طور پر

کھڑکی ٹیکس — گھروں میں کھڑکیاں رکھنے پر ٹیکس عائد تھا۔

چمنی ٹیکس — گھروں پر چمنی لگانے پر ٹیکس عائد تھا۔

چولہا ٹیکس — سے مراد گھر کے چولہے ہیں نہ کہ ریسٹورنٹ۔

بیوی ٹیکس — بیوی ٹیکس کا مطلب تھا کہ مرد جب شادی کرتا تو اسے بیوی ٹیکس ادا کرنا پڑتا۔

مویشی ٹیکس — پالتو مویشیوں پر ان کی تعداد کے اعتبار سے ٹیکس لاگو تھا۔

پیشہ ٹیکس — پیشہ سے مراد صرف اعلیٰ قسم کے پیشے مثلاً ڈاکٹر اور وکیل وغیرہ نہیں بلکہ ہر قسم کے مزدور پیشہ لوگوں ٹیکس ادا کرنا پڑتا۔

Marfat.com

مسئلہ کشمیر کا پس منظر

16 مارچ 1846ء کے ظالمانہ واحمقانہ اور غیر فطری معاہدۂ امرتسر کے تحت پوری ریاست اور چالیس لاکھ ریاستی مسلمانوں کو 75 لاکھ روپے نانک شاہی کے عوض فروخت کر دینا ایک انسانیت سوز جرم ہے۔

جبکہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ قبل از مسیح موریہ خاندان کے دور حکومت، سولہویں سے اٹھارہویں صدی کے مغلیہ دور اور انیسویں صدی کے وسط سے بیسویں صدی کے وسط تک برطانوی تسلط کے سوا کشمیر ایک آزاد اور خود مختار علاقہ رہا ہے۔

27 اکتوبر 1947 میں ہری سنگھ کا بھارت کے ساتھ اعلان الحاق کے ذریعہ بھارتی فوج کا ریاستی علاقے کے دو تہائی حصے یعنی اٹھاون ہزار مربع میل اور چالیس لاکھ کی آبادی پر قبضہ کرتے ہوئے جموں وکشمیر حکومت قائم کر لینا حقوق انسانی کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ جس کا دارالحکومت سرینگر ہے اور یہ ظالمانہ وغاصبانہ قبضہ آج تک موجود ہے۔

()

1846ء سے اس وقت تک کشمیریوں کا مسلسل قتل عام، عورتوں کا اغوا، عصمت دری، اور لوٹ مار جس کے بعد یہ نہ صرف کشمیریوں کیلئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے بلکہ برصغیر میں مستقل کشیدگی اور نزاع کا باعث ہے اس وقت مقبوضہ وادی میں نہتے عوام اور بھارتی فوج کی تعداد میں جتنی نسبت ہے دنیا کے کسی کونے میں نہیں۔

نہتے کشمیریوں کی نسل کشی کیلئے تقریباً چھ (6) لاکھ بھارتی فوجی متعین ہیں جن میں ریگولر فوج، نیم فوجی دستے اور بارڈر سیکورٹی فورسز شامل ہیں۔ جبکہ انسداد دہشت گردی کے نام پر پبلک سے بھرتی کیے گئے ہزاروں نوجوان اس کے علاوہ ہیں جن کا مقصد تحریک آزادی کو کچلنا ہے۔

کشمیر میں ہلاکتیں

1989ء تا 1996ء صرف سات سال کے مختصر عرصے اور مقبوضہ وادی میں مصدقہ ہلاکتوں کی ہوشربا تعداد 15002 افراد ہے۔

Marfat.com

بھارتی حکومت کا اعتراف

40,000 افراد ہلاک ہوئے۔سابق وزیرداخلہ محمد مقبول ڈار کا بیان۔ 20,000 افراد ہلاک ہوئے۔

عالمی اداروں اور تنظیموں کا اعلان

50,000 فراد ہلاک ہوئے۔ فاروق عبداللہ کا اعتراف۔فاروق عبداللہ کے اعتراف کی حریت کانفرنس کی طرف سے تصدیق۔

حریت کانفرنس

مقبوضہ وادی میں بارہ حریت پسند تنظیموں کی نمائندہ جماعت ہے اور ہمارے نزدیک کشمیریوں کیلئے یہی ایک قابل اعتماد ادارہ ہے جس کی اطلاعات پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

http://www.ajk.gov.pk/urdu/kashmir

نوٹ: بھارت مقبوضہ وادی میں اپنی افواج کے ذریعے اس مسلح دہشت گردی میں آئے دن اجتماعی طور پر عورتوں کی بےحرمتی، اجتماعی قتل، ماورائے عدالت قتل، مصنوعی فوجی مقابلوں میں قتل، مصنوعی پولیس مقابلوں میں قتل اور لوٹ مار میں روز بروز اضافہ کرتے ہوئے عالمی طور پر مسلمہ حقوق انسانی کی مسلسل خلاف ورزی کررہا ہے۔آئے روز ان گنت لاشوں سے بھرے ہوئے گمنام قبرستان دریافت ہورہے ہیں۔

اعداد و شمار

لہٰذا کشمیر میڈیا سروس کی تازہ ترین اپ ڈیٹ اس طرح ہے

From Jan. 1989 to July 31, 2009

Total Killings	92,906
Custodial Killings	6,959
Civilians Arrested	116,333
Structures Arsoned/Destroyed	105,754
Women Widowed	22,696
Children Orphaned	107,262
Women gang-raped / Molested	9,885

July 2009

Marfat.com

Total Killings	36
Men	32
Women	1
Children	3
Custodial Killings	0
Tortured/Critically Injured	237
Civilians Arrested	66
Structures Arsoned/Destroyed	3
Disappeared	1
Women Widowed	4
Children Orphaned	6
Women gang-raped / Molested	9

Marfat.com

تحریک آزادیٔ کشمیر کی ابتدا

کشمیر کی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے حضرات شاید اس بات سے اتفاق کریں کہ جب بھی کسی بیرونی غاصب نے کشمیر پر حملہ آور ہو کر کشمیریوں کی آزادی اور خودمختاری کو چیلنج کیا ہے کشمیریوں نے کسی نہ رنگ میں مزاحمت کی ہے۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ ہری سنگھ کے دورِ نحوست میں مسلمانوں کے مصائب میں مزید اضافہ ہو گیا تھا کہ جان کے علاوہ اب ایمان و آبرو کی حفاظت نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہو گئی تھی۔ آئے دن کوئی نہ کوئی واقعہ جلتی پر تیل کا کام کرتا جس کے نتیجے میں مظاہرے ہوتے کچھ لوگ شہید اور باقی جیل میں ڈال دیئے جاتے۔ اب مسلمانوں کے سامنے صرف دو راستے تھے کہ یا تو غلامی اور ذلت کی موت مر جائیں یا اپنی آزادی کیلئے اٹھ کھڑے ہوں لہٰذا

1929ء

میں پہلی مرتبہ شیخ عبداللہ نے سرینگر میں خشت اول کے طور پر ریڈنگ روم Reading Room(دارالمطالعہ) کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی۔

1930ء

میں چوہدری غلام عباس مرحوم نے جموں میں ''مسلم ینگ مین ایسوسی ایشن''

(Muslim Youngmen's Association) قائم کی جن کے پلیٹ فارم پر ریاستی مسلمانوں کو مل بیٹھنے اور سوچنے کا موقعہ ملا

1931ء

ریاسی میں ایک مسجد شہید کر دی گئی۔ کوٹلی میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو نمازِ جمعہ کی ادائیگی سے روک دیا گیا۔

جموں میں ایک ہندو پولیس کانسٹیبل نے قصداً قرآن کریم کی سخت بے حرمتی کر ڈالی۔

ان واقعات سے ریاستی عوام میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور ان کے شانہ بشانہ پنجابی و سرحدی مسلمان بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ سرینگر میں شدید احتجاج کے دوران عبدالقدیر نامی ایک شعلہ بیان مقرر کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ چنانچہ 13 جولائی 1931ء بروز سوموار 26 صفر 1350ھ کو اس بے گناہ قیدی کی حمایت میں تمام لوگ گھروں سے نکل آئے اور احتجاج کرتے ہوئے جیل کا محاصرہ کر لیا اور مظاہرین کا صرف اتنا اور بالکل جائز مطالبہ تھا کہ

Marfat.com

انہیں عبد القدیر کے زیر سماعت مقدمے کی کارروائی سننے کی اجازت دی جائے مگر ڈوگرہ پولیس نے مطالبہ مسترد کرتے ہوئے مظاہرین پر گولی چلا دی جس کے نتیجے میں ستائیس (27) مظاہرین شہید اور بے شمار زخمی ہو گئے جبکہ شیخ عبد اللہ اور چوہدری غلام عباس کو گرفتار کر لیا گیا۔

تاہم ان حالات میں بہت سے غیر مسلم لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر مسلمان بہو بیٹیوں کی عزت بچائی تھی ایسے لوگوں کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے پاکستان فلم انڈسٹری نے پنجابی میں ''کرتار سنگھ'' کے نام سے فلم بنائی تھی۔

Marfat.com

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام

25 جولائی 1931ء

شملہ میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی گئی جس میں حکیم مشرق علامہ اقبال، نواب سر ذوالفقار علی، خواجہ حسن نظامی، نواب کنج پورہ، نواب باغپت، سید محسن شاہ، خان بہادر شیخ رحیم بخش، عبدالرحیم درد، سید حبیب، اسمٰعیل غزنوی، صاحبزادہ عبداللطیف، مرزا بشیرالدین محمود قادیانی اور جموں سے چوہدری غلام عباس مرحوم کی نمائندگی کرتے ہوئے جناب اے آر ساغر۔

کمیٹی میں اگرچہ ان مشاہیر کے علاوہ بھی چند شخصیات شامل تھیں مگر بدقسمتی سے مرزا بشیرالدین محمود قادیانی پہلے اجلاس کی صدارت کے بعد اس کمیٹی کا صدر بھی منتخب ہو گیا اور بجائے اس کے کہ وہ مظلوم کشمیریوں کے حق میں کوئی آواز بلند کرتا اس نے عوام کو کھلے عام یہ تاثر دینا شروع کر دیا کہ مسلمان مشاہیر نے اس کی قیادت تسلیم کرتے ہوئے دراصل اس کے والد مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوۃ کو حق مان لیا ہے جس کے بعد قادیانی مبلغین نے بیرونی دنیا سے بے خبر ریاستی مسلمانوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔

امیر شریعت کا تعاقب

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ رنبیر سنگھ کے زمانے سے شاہی طبیب اور مرزا غلام احمد قادیانی کا دست راست رسوائے زمانہ حکیم نورالدین ریاستی مسلمانوں کے خلاف بیک وقت انگریز اور مہاراجہ ہری سنگھ کے ساتھ سازشوں میں ملوث تھا جبکہ مسلمان ریاستی حدود کے باہر برٹش گورنمنٹ سمیت کسی سے رابطہ رکھنے کے مجاز نہ تھے اور کوئی غیر ریاستی باشندہ بغیر پاسپورٹ کے ریاست میں داخل ہونے کا مجاز نہ تھا۔ اس طرح قادیانی مبلغین شوپیاں اور پونچھ کے علاقے میں بیرونی دنیا سے بے خبر کافی سارے مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جب حالات کا علم ہوا تو وہ قادیانی مبلغین کا تعاقب کرتے ہوئے فوراً ان متاثرہ علاقوں میں جا پہنچے اور

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آ گئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

کے مصداق اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ کشمیر کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی اور وقتی طور پر قادیانی کذابوں کے پراپیگنڈہ سے گمراہ ہونے والے سادہ لوح عوام تائب ہو کر دوبارہ اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

Marfat.com

اسی زمانے میں ہمارے حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی قادیانی کذابوں کے تعاقب میں بسلسلہ تبلیغ کشمیر میں تشریف لائے ہیں اور گراں قدر سعی فرمائی ہے۔ ادھر حکیم مشرق حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ان حالات کے پیش نظر اس کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہو کر مجلس احرار اسلام کے تحت آزادیٔ کشمیر کیلئے محرک تحریک سے آملے۔

کہا ابلیس نے اک روز اپنے جانشینوں سے
تمہاری موت ہے مردانِ خود آگہ کی بیداری
مسلماں کی نظر آئینِ حق سے گر نہ ہو غافل
تو نانِ جو سے بھی ملتی ہے اس کو تابِ کراری

تجلی طور۔ عبدالقادر قادری

مسلم کانفرنس کی بنیاد

17-16 اکتوبر 1932ء

پتھر مسجد سرینگر میں شیخ محمد عبداللہ اور چوہدری غلام عباس کی سرپرستی میں ریاستی مسلمانوں کا نمائندہ اجتماع ہوا جس میں دونوں لیڈروں نے شانہ بشانہ چلنے کے عہد کے ساتھ مسلم کانفرنس کی بنیاد ڈالی اور شیخ محمد عبداللہ اولین صدر اور چوہدری غلام عباس مرحوم جنرل سیکرٹری منتخب ہو گئے۔

شیخ محمد عبداللہ 1982 - 1905ء

شیخ عبداللہ کے والد شیخ محمد ابراہیم صوزہ مضافات سرینگر میں خود کشمیری شالیں بنا کر فروخت کیا کرتے اور بیٹے کی پیدائش سے دو ماہ پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ اس طرح شیخ صاحب مرحوم نے یتیمی کے ساتھ ساتھ غلامی کے سائے میں آنکھ کھولی۔ مقامی سرکاری سکولز میں تعلیم کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی اے کیا جہاں سے 1930 میں واپسی پر MSc کی ڈگری حاصل کرنے کے باوجود ڈوگرہ راج کی ناانصافیوں کے باعث مقامی سکول میں صرف ایک ٹیچر کی حیثیت سے ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے اور پھر یہی محرومی انہیں میدان سیاست میں لے آئی اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کشمیری لیڈروں میں سب سے زیادہ مقبولیت اور شہرت انہیں کے حصے میں آئی جس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلا تعارف

1963ء جبکہ میری عمر تقریباً سات سال تھی ایک روز ہمارے والد میاں محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خلاف

Marfat.com

معمول صبح کے انتظار میں سونے کے بجائے بہت بے سکون سے بیٹھے۔ ہمارے استفسار پر آپ نے بتایا کہ جیل سے رہائی کے بعد شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کل راجوری شہر میں خطاب کرنے والے ہیں اور گاؤں کے سب لوگوں کو شرکت کی دعوت ہے۔

اس کے بعد والد صاحب نے کچھ اس اخلاص سے شیخ صاحب کی تعریف بیان کی کہ میں حیرت زدہ رہ گیا۔ عرض کیا کہ شیخ صاحب کو شیر کشمیر کیوں کہتے ہیں تو اس جواب میں والد صاحب نے ایک ایسی تقریر کردی کہ میرے سامنے ہمالیہ ممثل ہو گیا اور دوسرے روز جب شام کے وقت واپسی پر والد صاحب نے جلسے کی رپورٹ سنائی تو شیخ صاحب ایک آئیڈیل شخصیت کی حیثیت سے بہت دور تلک میرے اندر جا بسے اور تاریخ کشمیر کا مطالعہ کرنے تک وہیں پڑے رہے جبکہ یہی وہ لمحہ تھا کہ زندگی میں پہلی بار آپ کا نام سنا تھا جس کے ساتھ 1965 کی ہجرت تک بہت سی امیدیں وابستہ ہو گئی تھیں۔

نام لکھ لکھ کے ترا پھول بنانے والا
آج پھر شبنمیں آنکھوں سے ورق دھوتا ہے
تیرے بخشے ہوئے اک غم کا کرشمہ ہے کہ اب
جو بھی غم ہو مرے معیار سے کم ہوتا ہے

غلام محمد قاصر

شیر کشمیر کا اصل چہرہ/ حلف نامہ

افسوس کہ شیخ صاحب مرحوم ڈوگرہ راج کے جس ظلم و تشدد اور بربریت کے خلاف کشمیری عوام کی نمائندگی کرنے میدان سیاست میں آئے تھے بالآخر اسی ڈوگرہ راج کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالتے ہوئے کشمیر کی تاریخ میں ایک اور سیاہ باب کا اضافہ کر گئے۔

''کشمیری عوام کے ہر دلعزیز لیڈر شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ کو ریاست کے چیف منسٹر کی حیثیت سے حلف لیا۔ ان کا یہ حلف تاریخ کشمیر کا ایک باب بن گیا۔ برسوں تک ڈوگرہ راج کی مخالفت کرنے کے بعد جب وہ پہلے حکمران بن گئے تو اس حلف نامے میں ان کے مقاصد واضح ہو گئے۔

> ''منکہ شیخ محمد عبداللہ ولد محمد ابراہیم جس کو ایڈمنسٹریٹر بنایا گیا ہے۔ اس امر کا وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہز ہائی نس راجیشور مہاراجہ دھیراج جی، سری مہاراجہ ہری سنگھ جی بہادر اندر مہندر پسر سلطنت انگلشیہ جموں و کشمیر کے حکمران اور ان کے وارثوں اور جانشینوں کا فرمانبردار رہوں گا اور دیانت داری سے وہ فرائض ادا کروں گا جو مجھ پر عاید کیے جائیں گے''۔

کشمیر کا سیاسی انقلاب: تالیف شبنم قیوم۔ باب 1 شیخ عبداللہ کی حکمرانی: کشمیر بکڈپو پبلشرز۔ سرینگر کشمیر

شیخ عبداللہ صاحب کے اس حلف نامے پر اگر غور کیا جائے تو ''پسر سلطنت انگلشیہ جموں و کشمیر کے حکمران اور

Marfat.com

ان کے وارثوں اور جانشینوں کا فرمانبردار رہوں گا اور دیانت داری سے وہ فرائض ادا کروں گا جو مجھ پر عاید کیے جائیں گے'' سے صاف ظاہر ہے آپ نے عملاً انگریز کے چھچھورے غلاموں کی غلامی پر دستخط کیے جس کے بعد تاریخ کشمیر پر جو اثرات مرتب ہوئے ہیں نہ جانے کب تک کشمیری عوام کو عزتوں اور خون کا خراج پیش کرنا پڑے گا اور اس پس منظر میں یہ بات واقعی درست ہے کہ

جس خاک کی ضمیر میں ہو آتشِ چنار
ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاک ارجمند

علاوہ ازیں جناب قدرت اللہ شہاب صاحب عزت مآب چوہدری غلام عباس صاحب مرحوم کے تعارف کے بعد رقمطراز ہیں کہ ''اس کے برعکس شیخ محمد عبداللہ سیاست کے کباڑ خانے میں بے پیندے کا لوٹا تھے۔ جب انہوں نے ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کے پلیٹ فارم سے اپنی اڑان شروع کی، اس وقت وہ ایک سکول میں سائنس ٹیچر تھے، چہرے پر بڑی خوشنما ڈاڑھی تھی اور گلے میں لحن داؤدی کا نور بھرا تھا، ان کی قرأت اور نعت خوانی ہزاروں لاکھوں کے مجمع کو مسحور رکھتی تھی۔ لیکن پھر مسٹر گوپال سوامی آئنگر کشمیر کا وزیراعظم بن کر آیا، کہنے کو یہ آئی سی ایس افسر تھا لیکن درپردہ وہ انڈین نیشنل کانگرس کے مندر کا پجاری تھا۔ اس نے اپنے جال کچھ ایسی چابکدستی سے بچھائے کہ شیخ صاحب سدھائے بٹیر کی مانند بڑی آسانی سے تہ دام آگئے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کی ذہنی معاشی اور جسمانی کایا پلٹ گئی۔ امیرا کدل اور حضرت بل کے جلسوں میں نعتیں پڑھ کر لاکھوں کو رلانے والے شیخ جی اب نئے نئے اپٹوڈیٹ سوٹ پہن کر ''بندے ماترم'' کا ترانہ الاپتے۔ بمبئی کے تاج اور کلکتہ کے گرینڈ ہوٹل کی ہائی سوسائٹی میں چہچہانے لگے۔ ریذیڈنسی روڈ جموں پر انجمن اسلامیہ کے غریبانہ دفتر سے اٹھ کر ان کی نشست و برخاست برلا ہاؤس دہلی، انند بھون الہ آباد اور واردھا جیسے مقامات میں منتقل ہو گئی۔

مسلم کانفرنس سے ناطہ توڑ کر شیخ صاحب نے نیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالی تو پہلے اس کے استرے سے اپنی خوبصورت ڈاڑھی کا صفایا کیا اور پھر اس قضیۂ کشمیر کی خشت اول بھی رکھ دی جو آج تک پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک خطرناک ناسور کی طرح رس رس کر بہہ رہا ہے۔ شیخ محمد عبداللہ کی ڈگر کسی نظریاتی اصول پرستی کا نتیجہ نہ تھی بلکہ وہ سیاست کو اپنے گھر کی لونڈی سمجھ کر اسے اپنی طبعی ہٹ دھرمی، انانیت اور ذاتی ہوس اقتدار کی تسکین کیلئے بے دریغ استعمال کرتے تھے۔ مقبوضہ کشمیر کے وزیراعلیٰ کی کرسی ان کی زندگی کا واحد مقصد بن کر رہ گیا تھا جس پر متمکن رہنے کیلئے وہ سیاسی بلیک میل بھی کرتے تھے، اپنا تھوکا ہوا بھی چاٹتے تھے، اصولوں کی قلابازیاں بھی کھاتے تھے اور مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ منافقانہ آنکھ مچولی بھی کھیلتے تھے۔

ان کے یار پنڈت جواہر لال نہرو نے ان کی گیدڑ بھبکیوں کی قلعی کھولنے کیلئے ان کو کئی برس جیل میں ٹھونسے رکھا اور شیخ صاحب ان کے حضور بدستور وفاداری کی دم ہلاتے رہے۔ پنڈت نہرو کی بیٹی مسز اندرا گاندھی نے کالی دیوی کا روپ دھار کر آمریت کا ڈول ڈالا، تو شیخ صاحب بھی اس کے فریم میں کھٹاک سے فٹ ہو گئے، مسز اندرا گاندھی کی معزولی کے بعد بھارت میں ہوا کا رخ بدلا تو شیخ صاحب نے بھی جھٹ پٹ

Marfat.com

قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کب کا ترک اسلام کیا

چنانچہ جموں پہاڑ پر وشنو دیوی کا میلہ منعقد ہوا تو شیخ محمد عبداللہ نے بھی دیوی کی یاترا کیلئے کمر باندھی اور آخری تین سو فٹ کا فاصلہ ڈنڈوت کرتے ہوئے پیٹ کے بل زمین پر لیٹ کر رینگتے ہوئے طے کیا، دیوی ماتا کے چرن چھوئے اور اس کے پاؤں کا دھوون پی کر اپنی وزارت اعلیٰ کو آب حیات کا انجیکشن دیا۔ شیخ صاحب کی سیاست پلاس ٹی سین کی ہم صفت تھی کہ ان کے بھارتی آقا جب چاہتے انہیں توڑ مروڑ کر اپنی مرضی کا پتلا بنا لیتے''

شہاب نامہ: مہاراجہ ہری سنگھ کے ساتھ چائے

یہ بھی اک رنگ ہے شاید مری محرومی کا
کوئی ہنس دے تو محبت کا گماں ہوتا ہے

غلام محمد قاصر

چوہدری غلام عباس

شیخ عبداللہ صاحب مرحوم کی بدسیاستی کے برعکس ''چوہدری غلام عباس رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت اور سیاست صدق، خلوص، دیانت اور امانت کا مرقع تھی۔ ان کی آنکھوں میں عقاب کی تیز نگاہی تھی اور دل میں جذبات کی طغیانی۔ اسلام پر ان کا صرف ایمان ہی نہ تھا بلکہ عملی زندگی میں بھی وہ بڑے سحر خیز، عبادت گزار اور قلندر صفت مومن تھے۔ اسلام کے بعد ان کا دوسرا جزو ایمان پاکستان تھا۔ مسلمانان کشمیر کے دل میں پاکستان کے ساتھ وابستگی کا عقیدہ راسخ کرنے کا سہرا سب سے زیادہ انہی کے سر ہے۔ زندگی عزیز کے کئی سال انہوں نے جیل میں گزارے۔ پاکستان آ کر بھی انہیں دوبار جیل جانا پڑا کیوں کہ سچی بات دوٹوک کہہ دینا ان کی طبیعت ثانی تھی اس لئے۔ اپنے بھی ان سے خفا تھے بیگانے بھی ناخوش، وہ زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکے قند۔ حال کی حقیقت کو قال کی مصلحتوں میں چھپانا ان کا شیوہ نہ تھا۔ ان کے اصلی جوہر کو اگر کسی نے پہچانا تو صرف قائداعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہچانا۔ پاکستان کے باقی سب لیڈر اوپر سے تو ان کی عزت کرتے تھے لیکن اندر سے کھنچے کھنچے رہتے تھے۔ چوہدری صاحب کا ظاہر اور باطن ایک تھا۔ اور یہ جنس نایاب ہماری سیاست کے مزاج کی ضد تھی، اس لئے ذہنی تصادم کا میدان کارزار ہر وقت گرم رہتا تھا''۔

شہاب نامہ: مہاراجہ ہری سنگھ کے ساتھ چائے

کبیرا تیرے جگت میں، الٹی دیکھی ریت
پاپی بیٹھا راج کرے اور سادھو مانگے بھیک

کبیر داس

اس طرح چوہدری غلام عباس مرحوم جیسی شخصیت کا مقبوضہ کشمیر سے پاکستان ہجرت اختیار کر لینا نہ صرف کشمیری عوام کی محرومی تھی بلکہ پاکستانی سیاست کی بھی کہ ان سے مکمل استفادہ نہ کیا جا سکا۔ تاہم اس کتاب کا موضوع چوں کہ تاریخ کشمیر نہیں ہے میں نے مسئلہ کشمیر سمجھنے کیلئے ایک چشم دید گواہ کا تجزیہ پیش کر دیا ہے۔

Marfat.com

مسئلہ کشمیر کا پس منظر

16 مارچ 1846ء کے ظالمانہ واحمقانہ اور غیر فطری معاہدۂ امرتسر کے تحت پوری ریاست اور چالیس لاکھ ریاستی مسلمانوں کو 75 لاکھ روپے نانک شاہی کے عوض فروخت کر دینا۔ جبکہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ قبل از مسیح موریہ خاندان کے دور حکومت، سولہویں سے اٹھارہویں صدی کے مغلیہ دور اور انیسویں صدی کے وسط سے بیسویں صدی کے وسط تک برطانوی تسلط کے سوا کشمیر ایک آزاد اور خود مختار علاقہ رہا ہے۔

27 اکتوبر 1947ء میں ہری سنگھ کا بھارت کے ساتھ اعلان الحاق کے ذریعہ بھارتی فوج کا ریاستی علاقے کے دو تہائی حصے یعنی اٹھاون ہزار مربع میل اور چالیس لاکھ کی آبادی پر قبضہ کرتے ہوئے جموں وکشمیر حکومت قائم کر لینا جس کا دارالحکومت سرینگر اور یہ ظالمانہ قبضہ آج تک موجود ہے۔

24 اکتوبر 1947ء

میں ڈوگرہ حکومت کو شکست دیتے ہوئے 5134 مربع میل یعنی 13297 مربع کلومیٹر کا علاقہ آزاد کراتے ہوئے اس پر عبوری حکومت آزاد کشمیر قائم کر لی جس کا دارالحکومت مظفر آباد اور آبادی بارہ لاکھ سے متجاوز ہے۔

1846ء سے اس وقت تک کشمیریوں کا مسلسل قتل عام، عورتوں کا اغوا، عصمت دری اور لوٹ مار۔ جس کے بعد یہ نہ صرف کشمیریوں کیلئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے بلکہ برصغیر میں مستقل کشیدگی اور نزاع کا باعث ہے۔ اس وقت مقبوضہ وادی میں نہتے عوام اور بھارتی فوج کی تعداد میں جتنی نسبت ہے دنیا کے کسی کونے میں نہیں۔

ایک کروڑ بیس لاکھ نہتے کشمیریوں کی نسل کشی کیلئے تقریباً چھ (6) لاکھ بھارتی فوجی متعین ہیں جن میں ریگولر فوج، نیم فوجی دستے اور بارڈر سیکورٹی فورسز شامل ہیں جبکہ انسداد دہشت گردی کے نام پر پبلک سے بھرتی کیے گئے ہزاروں نوجوان اس کے علاوہ ہیں جن کا مقصد تحریک آزادی کو کچلنا ہے۔ جبکہ کشمیر میں ہلاکتوں کی تفصیل میں نے عرض کر دی ہے:

میرا ہو کے بھی غیر کی جاگیر رہا
دل بھی گویا خطۂ کشمیر تھا

Marfat.com

پاک بھارت جنگ 1965ء

مختصر پس منظر اس طرح ہے کہ مسئلہ کشمیر کی بنیاد پر 1947ء میں پاک بھارت کشیدگی کا آغاز ہوا۔ یکم جنوری 1948ء بھارت نے پہل کرتے ہوئے یہ معاملہ اقوام متحدہ کے سامنے پیش کیا۔ ٹھیک ایک برس بعد یکم جنوری 1949ء کو اقوام متحدہ جنگ بندی کرانے میں کامیاب ہوگیا اور جن مقامات پر جنگ بندی ہوئی انہیں لائن آف کنٹرول کا نام دیدیا گیا۔ جس کے بعد وقتاً فوقتاً اس مسئلے پر قرار دادیں پیش اور منظور ہوتی رہیں مگر 21 اپریل 1948ء کی اہم قرارداد ہے جس کی رو سے پاکستان اور بھارت دونوں ملکوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ جنگ کے بجائے مسئلہ کشمیر کو آزادانہ استصواب رائے کے ذریعے حل کیا جائے جبکہ اس کے بعد 3 اگست 1948ء اور 5 جنوری 1949ء کی قراردوں میں یہی مؤقف اختیار کیا گیا تھا۔ بھارت کے پہلے وزیر اعظم نے بھی ان قراردادوں کا احترام کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر بجائے ایفائے عہد کے آرٹیکل 370 جو ریاست جموں کشمیر کو خصوصی سٹیٹس دیتا تھا اسے بھارت کے آئین میں شامل کرلیا گیا جموں کشمیر کی اسمبلی جو 5 اکتوبر 1951ء وجود میں آئی اس کے منتخب اور متنازعہ ریاستی حکمران بزعم خویش شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ نے بھارتی وزیر اعظم نہرو کے ساتھ جس مُعاہدہَ دہلی پر دستخط کیے۔ اس میں آرٹیکل 370 شامل تھا جبکہ اس معاہدہ کے تحت نئے آئین میں متنازعہ ریاست کو کشمیری عوام کی خواہشات کے برعکس بھارت کا حصہ قرار دیدیا گیا۔ علاوہ ازیں سیز فائر لائن کی خلاف ورزیاں روز کا معمول بن گیا۔

1962ء میں پاکستان نے 538 سیز فائر لائن کی خلاف ورزیوں کی شکایت کی۔

1963ء میں 283 مرتبہ۔

1964ء میں بھارت کی طرف سے 1464 خلاف ورزیاں ریکارڈ کی گئیں۔

1965ء میں بھارت کی طرف سے جنوری میں 189 خلاف ورزیاں کی گئیں۔

فروری میں 224 مارچ میں 325، اپریل میں 335، مئی میں 434، جون میں 480، اس طرح کل 3621 خلاف ورزیاں جبکہ بھارت نے اپنے دفاع میں پاکستان کے خلاف بڑھ چڑھ کر تعداد بیان کی۔

چنانچہ ستمبر 1965ء میں دونوں ممالک کے درمیان باقاعدہ جنگ ہوئی جو اگرچہ 17 روز جاری رہنے کے بعد ستمبر کے اواخر میں ختم ہوگئی۔ بھارتی وزیر اعظم لال بہادر شاستری اور پاکستانی صدر محمد ایوب خان نے یکم 1966ء

Marfat.com

معاہدہ تاشقند پر دستخط کیے جس کے تحت دونوں فریق پرامن طریقے سے مسائل حل کرنے پر متفق ہو گئے۔

http://www.ajk.gov.pk/urdu/kashmir

فردوس کشمیر مرتب انجم سلطان شہباز ناشر چودھری برادرز جی ٹی روڈ دینہ

اگرچہ وقتی طور جنگ 1965ء کی چنگاری دب گئی مگر کشمیریوں کے خاندان جو بچ نکلے وہ اس طرح تقسیم ہو گئے کہ آج تک ایک دوسرے کی ملاقات کو ترستے ہیں۔ جنگ ستمبر 1965ء کی بعض تفصیلات شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن اور میری اپنی ہجرت کے حالات میں درج ہیں۔

Marfat.com

کشمیر کے موضوع پر مفید کتب

کشمیر کی مربوط تاریخ مرتب کرنے کیلئے ہمارے نئے مؤرخین نے بہت جستجو اور جانفشانی سے قدیم مأخذ تلاش کر کے ان کا ترجمہ ہم تک پہنچانے کا جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اس کیلئے ہم ان کے ممنون، معترف اور دعا گو ہیں کیوں کہ

فسانے لوگ بہت دلپذیر کہتے ہیں
وہ جوئے خوں تھی جسے جوئے شیر کہتے ہیں

فَرَحْمَةُ رَبِّنَا اَبَدًا عَلَیْہِمْ

راج ترنگنی

کشمیر کے موضوع پر ''راج ترنگنی (بادشاہوں کے قصے) مترجم ٹھاکر اچھر چند شاہ پوریہ کلہن (بروزن فعلن) پنڈت کی 861 سال پرانی اور بنیادی کتاب ہے جو بعہد راجہ جے سنگھ والیٔ کشمیر 9- 1148ء سنسکرت زبان میں دو جلدوں پر مشتمل منظوم ضخیم کتاب لکھی گئی تھی اس وقت میرے سامنے ہے جس میں بشمول عہد راجہ جے سنگھ پانچ ہزار سال کے حالات بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کلہن نے اپنی تالیف میں اعتراف کیا ہے کہ'' میں نے اپنے پیشرو گیارہ مؤرخین کی کتب سے استفادہ کیا ہے'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کشمیر کسی نہ کسی رنگ میں بہت قدیم دور سے محفوظ چلی آ رہی ہے بلکہ بقول دیوان جرمنی داس، صاحب مہاراجہ، مہارانی ''کشمیر عظیم ماضی کا حامل ہے جس کی تاریخ شاید ہندوستان کے ہر علاقے سے زیادہ قدیم ہے۔

ڈاکٹر نیو نے اپنی کتاب THIRTY YEARS IN KASHMIR میں لکھا ہے کہ قدیم ہندوستان کی کوئی تہذیب کشمیری تہذیب سے برتر نہیں'' تاہم زیر نظر کتاب درحقیقت ہندو راجگان کشمیر کے عروج و زوال کی داستان عبرت ہے جسے بعد کے مؤرخین نے کشمیر کے موضوع پر بنیادی مأخذ تسلیم کرتے ہوئے سنسکرت سے دوسری زبانوں میں تراجم پیش کیے ہیں جن کے مطالعہ سے اگرچہ کشمیر کی قدیم تاریخ اور تہذیب و تمدن سے واقفیت ضرور حاصل ہو جاتی ہے مگر کتاب کا دیومالائی انداز تحریر مندرجات کو من و عن تسلیم کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

Marfat.com

قدیم ترین جغرافیہ جموں وکشمیر

کلہن پنڈت کی دوسری کتاب ''قدیم ترین جغرافیہ جموں وکشمیر- مترجم ٹھاکراچھر چند شاہ پوریہ'' بھی میرے سامنے اور اپنے موضوع پر مفید ومعلوماتی کتاب ہے جس میں کشمیر کا مختلف ادوار میں قدیم جغرافیائی پس منظر بیان کیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ ماضی کی نسبت آج کے کشمیر کی جغرافیائی حدود میں بہت سی نامناسب تبدیلیاں اور کمی آچکی ہے۔

تاریخ جموں

الحاج مولوی حشمت اللہ خان لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اگست 1936ء میں مکمل کی گئی ''تاریخ جموں'' بھی میرے سامنے ہے جو دلچسپ وبنیادی کتب میں شامل ہے چوں کہ مصنف موصوف نے کتاب مکمل کرنے تک بحیثیت سر کاری آفیسر جموں وکشمیر بشمول گلگت وبلتستان اور لداخ کے علاقوں میں عرصہ گزارا اور اپنی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کر کے انہیں کتاب کی صورت میں مرتب کیا ہے لہٰذا اس موضوع پر لکھنے والے حضرات اس کتابؒ سے اگرچہ بے نیاز نہیں ہوسکتے مگر میرے لئے حیرت کی بات یہ ہے کہ مصنف موصوفؒ نے خالصہ اور ڈوگرہ راج کی خوبیوں کو اجاگر کیا ہے مگر 840 صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب میں کہیں بھی کشمیر میں وحشیانہ مظالم کی کوئی تفصیل مذکور نہیں اس طرح جہاں تاریخ کشمیر سے ناواقف قاری مغالطے کا شکار ہوتا ہے وہاں مصنف موصوف کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے۔

تاریخ جدوجہد آزادیٔ کشمیر (عہد عتیق سے دور حاضر تک)

کشمیری الاصل محقق ومؤرخ آنجہانی پنڈت پریم ناتھ بزاز کی انگریزی کتاب

THE HISTORY OF STRUGGLE FOR FREEDOM IN KASHMIR

کا اردو ترجمہ ہے میرے نزدیک کتاب کے مترجم جناب عبدالحمید نظامی نے کتاب کو اردو قالب عطا فرما کر میرے جیسے کم علم لوگوں پر احسان کیا ہے کتاب کے مطالعہ کے بعد میں کہہ سکتا ہوں کہ مصنف نے ایک غیر جانبدار جج کی حیثیت سے مسئلہ کشمیر کے ہر پہلو کا جائزہ لے کر ایک ایسا فیصلہ لکھا ہے جو تاریخ کشمیر کے سنہری باب کی حیثیت سے ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔

مسئلہ کشمیر

مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مارچ 1966ء میں حج بیت اللہ کیلئے جب تشریف لے گئے تو آپ نے عالم اسلام کے حجاج کرام کو مسئلہ کشمیر سے باخبر کرنے کیلئے مکہ مکرمہ میں ایک جامع خطاب فرمایا تھا کتاب کا پہلا حصہ اسی خطاب پر

Marfat.com

مشتمل ہے جبکہ دوسرے حصے میں مولاناؒ کی وقتاً فوقتاً سامنے آنے والی آراء اور مسئلہ کشمیر پر موقف شامل ہے جسے اسلامی جمعیت طلباء کے شعبہ نشر و اشاعت نے فروری 1980ء میں کتابی صورت میں شائع کیا تھا جبکہ کتاب کے انگریزی' انڈونیشی' بنگالی' ترکی' عربی' فرانسیسی اور سواحلی زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں اگرچہ اپنے موضوع پر انتہائی مفید و تحقیقی کتاب ہے مگر اسے نظر ثانی کے بعد دوبارہ شائع کرنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ بہت سے تاریخی اعداد و شمار میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔

تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں

جدید مؤرخین میں سے ریاست کے مسلم عہد پر ڈاکٹر صابر آفاقی کی ''تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں'' قدیم ماخذ سے ماخوذ اپنے موضوع پر مفید اور مربوط کتاب ہے جس میں کشمیر کے پانچ سو سالہ مسلم عہد کے عروج و زوال کی تاریخ کو انتہائی خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے مگر اس عہد کو مسلم عہد تو کہا سکتا ہے اسلامی نہیں۔

مکمل تاریخ کشمیر

جناب محمد الدین فوق رحمہ اللہ کی ''مکمل تاریخ کشمیر'' دلچسپ اور قدیم مصادر کا ترجمہ و تلخیص ہے جس میں انہوں نے تاریخ کشمیر کا تعلق پانچ ہزار اٹھاسی 5088 سال پہلے کی تاریخ سے جوڑنے کی کوشش فرمائی ہے جسے ویری ناگ پبلشر میر پور آزاد کشمیر نے شائع کیا ہے بعض قدیم کتب کی نسبت اس کتاب کا مطالعہ آسان ہے کیوں کہ قدیم کی نسبت جدید طرز نگارش بہت سہل ہے۔

تواریخ اقوام کشمیر

جناب محمد الدین فوق رحمہ اللہ کی دو جلدوں پر مشتمل تواریخ اقوام کشمیر میرے علم کے مطابق اپنے موضوع پر پہلی اور انتہائی مفید و دلچسپ کتاب ہے جسے ویری ناگ پبلشر میر پور آزاد کشمیر نے ہم تک پہنچانے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

تاریخ اقوام پونچھ

جناب محمد الدین فوق رحمہ اللہ کی شاندار اور اپنے موضوع پر شاید پہلی اور انتہائی مفید و دلچسپ کتاب ہے جسے ویری ناگ پبلشر میر پور آزاد کشمیر نے زیور طبع سے آراستہ کر کے ہم تک پہنچانے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

شباب کشمیر

جناب محمد الدین فوق رحمہ اللہ کی شاندار اور اپنے موضوع پر انوکھی کاوش ہے جس میں تاریخ کشمیر بعہد زین العابدین بڈشاہ کے دور کا خوبصورت تذکرہ ہے تاریخ نے زین العابدین بڈشاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایسے سنہری دور کے

Marfat.com

طور پر متعارف کرایا ہے کہ اس سے پہلے یا بعد پھر کبھی ایسا دور نہیں آیا۔ زین العابدین بڈشاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کارناموں میں ان کا ریاست میں نظام قضاۃ نافذ کرنا اور ہر ایک ریاستی باشندے کو مفت انصاف مہیا کرنا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

روداد قفس

فرزند کشمیر سید علی گیلانی دامت برکاتہم کی دو جلدوں پر مشتمل صرف اپنی روداد قفس ہی نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پوری کشمیری قوم کی روداد غلامی و اسیری ہے جسے انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔

مسئلۂ کشمیر کا حل

فرزند کشمیر سید علی گیلانی دامت برکاتہم کی دوسری تالیف ہے جسے انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد نے شائع کیا کتاب میں کشمیری قوم کے کشمیر پر مؤقف کی تفصیل اور مسئلے کے عملی حل کیلئے مفید تجاویز شامل ہیں۔

کشمیر کا سیاسی انقلاب

کشمیر کا سیاسی انقلاب، تالیف شبنم قیوم کی جلد سوم میسر آسکی ہے جسے کشمیر بکڈ پو پبلشر سرینگر نے شائع کیا ہے اس کتاب میں ابتدائے اکتوبر 1947ء تا اگست 1953ء کے کچھ ایسے حالات ہیں جن میں سے زیادہ تر کا تعلق بزعم خویش شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ مرحوم سے ہے اور بعض چونکا دینے والے انکشافات ہیں۔

کشمیر شناسی

کشمیر شناس مصنف جناب جی ایم میر صاحب کی کتاب ''کشمیر شناسی'' مصنف کے مسئلہ کشمیر کے مختلف پہلوؤں پر لکھے گئے مضامین کا مفید انتخاب ہے موصوف ایک انتہائی باوقار شخصیت کے مالک ہیں۔ 2002ء میں دورۂ برطانیہ کے دوران مورخہ 01-11-2002 کا جمعہ برمنگھم میں میری امامت میں ادا فرمایا۔ میری تحسین فرمائی اور اپنے دستخط کے ساتھ اپنی نادر تصنیف مرحمت فرمائی۔ علاوہ ازیں کشمیر پر موصوف کا بہت سا تحقیقی و تاریخی کام ہے۔

شہاب نامہ

جناب قدرت اللہ شہاب مرحوم کی کتاب جسے سنگ میل پبلیکیشنز لاہور نے شائع کیا ہے کا موضوع اگرچہ کشمیر کے بجائے اپنی دلچسپ خودنوشت ہے مگر اس میں سے کشمیر کے حوالے سے معلومات کو اگر علیحدہ کرلیا جائے تو اس موضوع پر ایک نایاب تحریر ثابت ہوسکتی ہے صرف مہاراجہ ہری سنگھ اور شیخ عبداللہ مرحوم سے مصنف کی ملاقات ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

جموں کہ ایک شہر تھا

رحمت اللہ رعد اور خالد حسن کی مشترکہ کاوش ہے جس میں خالد حسن، بیگم ثریا خورشید، ڈاکٹر عزیز کاوش، جسٹس محمد

Marfat.com

یوسف صراف، محرم ہاشمی، رحمت اللہ رعد اور عبدالحمید رضا کے مضامین اور 1947ء میں صرف جموں میں ایک رات کے دوران دو لاکھ بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام اور پچیس ہزار مسلمان عورتوں کے اغوا و بے حرمتی کی لرزہ خیز داستان ہے جسے پڑھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

فردوس کشمیر

معروف تاریخ نگار چوہدری انجم سلطان شہباز کی انتہائی معلوماتی کتاب ہے جسے چوہدری برادرز دینہ نے شائع کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ کتاب کے بارے میں یوں کہنا چاہیے کہ ''فردوس کشمیر'' اس موضوع پر لٹریچر کا خوبصورت اور محققانہ احیاء REVIVAL ہے۔

مصنف موصوف سے ان کی کتاب ''اقوام پاکستان'' کے ذریعے تعارف ہوا جو عرصہ سے دوستی میں بدل گیا آپ نے ماہنامہ ''روہتاس رنگ'' میں میری تالیف کتاب النکاح پر تبصرہ بھی لکھا جب آپ کو معلوم ہوا کہ میں آپ کی کتاب سے استفادہ کر رہا ہوں تو کتاب کا مکمل Composed مسودہ مجھے ای میل email کر دیا تاکہ مجھے سہولت رہے۔

تاریخ میرپور کا ایک اہم دور

میرپور کے ممتاز ماہر تعلیم جناب پروفیسر عبدالواحد قریشی کی تحقیقی کاوش کو ادبستان لاہور نے شائع کیا ہے اور کتاب کا مرکزی موضوع اگرچہ میرپور میں تحریک عدم ادائیگی مالیہ ہے مگر پروفیسر صاحب نے برٹش لائبریری لندن میں محفوظ دستاویزات کا مطالعہ کر کے جو انکشافات کیے ہیں میں نے کسی دوسری کتاب میں نہیں دیکھے اور میرپور کے علاوہ راجوری و مضافات راجوری کے شہدا کے نام تک درج کیے ہیں لہٰذا اپنے موضوع کے اعتبار سے انتہائی مفید کتاب ہے۔
پروفیسر صاحب نے مزید ایک کتاب یعنی

تذکرۂ بے مثل راجگان راجور

تالیف مرزا ظفر اللہ خان وزیر آبادی کا تعارف پیش کیا ہے یہ کتاب 1907ء میں لاہور سے شائع ہوئی تھی اور اب نایاب ہے میں نے اس کتاب کیلئے ریاستی اسمبلی میں راجوری سے ایم ایل اے جناب شبیر احمد خانصاحب کو گزشتہ سال یعنی 17-08-2009ء کی صبح فون کیا تھا آپ اس وقت سرینگر کیبنٹ میٹنگ میں شامل تھے اور آپ نے راجوری میں کتاب کی موجودگی کی تصدیق فرمائی تھی اس کے بعد میں نے اپنے ایک عزیز حاجی محمد رقیب کی ذمہ داری بھی لگائی مگر اس کے باوجود کتاب کے حصول میں کامیاب نہ ہو سکا جس کا مجھے افسوس ہے۔

یگانۂ کشمیر

یگانۂ کشمیر بابائے پونچھ الحاج کرنل خان محمد خان غازیٔ کشمیر کی جدوجہد کا تحریری اعتراف ہے خانصاحب

Marfat.com

نے ڈوگرہ جبر مسلسل کے خلاف جس جرأت کا مظاہرہ کیا ہے اس داستان عزیمت کو ایم صادق خان اور غلام حسین اظہر نے کتابی شکل میں قوم کے سامنے پیش کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے

تاریخ تحریک آزادیٔ کشمیر

سردار محمد گلزار حجازی صاحب کی انقلاب پونچھ 1947ء کے موضوع پر مدلل کتاب ہے جسے ویری ناگ پبلیشر میرپور آزاد کشمیر نے شائع کیا ہے۔

کشمیری مسافر

کشمیری مسافر چوہدری عبداللطیف صاحب کی ہجرت کشمیر کی دلچسپ سرگزشت ہے۔

بانہال کے اس پار

بیگم ثریا خورشید نے 1947ء میں کشمیر سے ہجرت اختیار کی تھی اور 1981ء میں دوبارہ کشمیر جانے تک ان کے ذہن میں کشمیر کا وہی پہلا نقشہ تھا مگر اب جب لوٹی ہیں تو ان کے الفاظ میں ایک درد کا احساس ہے کیوں کہ اب کشمیر کی وادیوں کا حسن اداس ہے، سبزہ زار خزاں رسیدہ ہیں۔ کشمیر کے دریاؤں اور ندی نالوں کی راگنی پھیکی پڑ چکی ہے۔ اب کشمیر کی برف پوش چوٹیاں سوگوار گم سم کھڑی ہیں۔ ریاستی باشندے جو زندہ ہیں ان کے چہروں پر لالی کے بجائے موت کے سائے منڈلاتے ہیں بقول احمد فراز

اب وہاں خاک اڑاتی ہے صبا
پھول ہی پھول جہاں تھے پہلے

نوٹ: بانہال ضلع ڈوڈہ کی پانچویں تحصیل ہے۔ ڈوڈہ کو بانہال کارٹ روڈ سے ملانے کیلئے دریائے چناب پر ایک پل تعمیر کیا گیا ہے جہاں سے روڈ رام سو اور بانہال کے قصبوں سے گزرتی ہوئی براستہ پیر پنجال وادیٔ کشمیر میں داخل ہو جاتی ہے۔

کشمیر کی رانیاں

محمد اسمٰعیل ہاتف کی اپنے موضوع پر مختصر مگر دلچسپ کتاب ہے جسے ویری ناگ پبلشر نے شائع کیا ہے۔

تاریخ پنجاب

تالیف منشی سید محمد لطیف ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہوشیار پور ناشر مکتبہ پنجابی دار السلطنت لاہور

افغان جب خانہ جنگی کا شکار ہوئے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے 1819ء میں کشمیر کو جبراً اپنے مقبوضات میں شامل کرتے ہوئے چوتھا صوبہ قرار دیدیا تھا جس کے بعد 1839ء تک 27 سالوں کے دوران سکھوں کے

Marfat.com

ہاتھوں کشمیری قوم نے جو زخم کھائے ہیں وہ ایک المناک تاریخ ہے جس پر بعد میں گفتگو ہوگی تاہم سید محمد لطیف کی زیر نظر کتاب جو ستمبر 1888ء میں پہلی مرتبہ چھپی تھی کی فوٹو کاپی کر کے 2000ء میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے دوبارہ شائع کی ہے۔ اس کتاب میں خالصہ راج اور مہاراجہ رنجیت کی سوانح بیان کی گئی ہے۔ کتاب اگرچہ مفید اور مفصل ہے مگر قدیم رسم الخط کا عکس قاری کو جہاں پریشان کرتا ہے وہاں حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہما اللہ کی عظیم قربانیوں اور تحریک کو مضحکہ خیز طریقے سے حقائق کو مسخ کر کے بیان کرنا مصنف کی حیثیت کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

تاریخ مخزن پنجاب

تالیف مفتی غلام سرور قریشی لاہوری ناشر امن پبلی کیشنز لاہور

کتاب میں ''قطعہ تاریخ نظم کتاب'' کے عنوان سے ایک رباعی درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب 1285ء میں مرتب کی گئی تھی جسے 2010ء میں امن پبلی کیشنز لاہور نے دوبارہ شائع کیا ہے کتاب میں پنجاب کے ساتھ ساتھ کشمیر کے شہروں اور قصبات کی تفصیلات اور وجوہات تسمیہ اور بعض اقوام کا بیان کرنا اگرچہ مصنف مرحوم کا عظیم کارنامہ ہے مگر اس دوران اپنے موضوع سے ہٹ کر تاریخ حجاز کے بارے میں بعض بے بنیاد معلومات انتہائی متعصبانہ لہجے میں بیان کرنا مصنف کی مؤرخانہ حیثیت کو مشکوک بنا دیتا ہے اور میں ذاتی طور پر متعصب مصنفین کی کتب سے استفادہ نہیں کر سکتا۔

کشمیر مسلم سلاطین کے عہد میں

یہ کتاب دراصل پروفیسر محبّ الحسن کی انگریزی کتاب (KASHMIR UNDER THE SULTANS) کا ترجمہ ہے اور مترجم علامہ علی حماد عباسی مرحوم مؤرخ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے ایک تلمیذ رشید ہیں۔ ہندوستان میں دار المصنفین اعظم گڈھ کے بعد کتاب کو 2004ء میں صبیح پبلشرز لاہور نے شائع کیا ہے۔ اپنے موضوع پر ایک عمدہ، مربوط اور تحقیقی کتاب ہے جس سے اطمینان کے ساتھ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

کشمیر میں اشاعت اسلام

تالیف سلیم خان گمی ناشر یونیورسل بکس لاہور 1986ء

اپنے موضوع کے اعتبار سے مفید کتاب ہے جس میں اسلام کی آمد سے پہلے کشمیر میں ہندو فرقوں کی سرگرمیوں اور پانچ مت کی وضاحت اور اسلام کی نشو نما پر تفصیلی گفتگو ہے۔

کشمیر میں اسلام۔ منظر و پس منظر

تالیف ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری۔ ناشر مکتبہ علم و ادب ریڈ کراس روڈ سرینگر 1997ء

Marfat.com

پانچ ابواب پر مشتمل موضوع کے اعتبار سے تحقیقی کتاب ہے جس میں ریاست میں دخول اسلام کا منظر اور پس منظر زیر بحث اور مبلغین اسلام کی خدمات کا اعتراف ہے۔

مسئلہ کشمیر

تالیف احمد شجاع پاشا۔ ناشر سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 2002ء

معاہدۂ امرتسر سے ہری پربت جیل اور اس کے بعد سے رخ ارض پر کشمیری قوم کے مصائب کی ایک ایسی دردناک داستان ہے جسے ایک مجلس میں بیان نہیں کیا جا سکتا اور یہی مسئلہ کشمیر ہے جس کی تفصیلات میں جاتے ہوئے روح کانپ جاتی ہے۔ مصنف موصوف احمد شجاع پاشا صاحب نے بہت اچھے اور شفاف انداز میں اس مسئلے پر قلم اٹھا کر کشمیر کے موضوع پر لٹریچر میں خوبصورت اضافہ کیا ہے۔

وادیٔ جنت نظیر

جسٹس خواجہ محمد شریف کا خودنوشت سفرنامہ ہے جسے الفیصل ناشران لاہور نے دسمبر 2007ء میں شائع کیا ہے جس میں اکثر مشاہدات بہت دلچسپ ہیں۔

اوراق جموں وکشمیر

تالیف پروفیسر ایم نذیر احمد تشنہ ناشر الفیصل لاہور 2008ء

مصنف موصوف نے خود ''تشنہ'' ہونے کے باوجود اس موضوع پر پڑھنے والوں کو سیراب کر دیا ہے چودہ ابواب اور ان کے آخر میں معروضی مطالعہ کے عنوان سے خلاصۂ باب ایک عمدہ مہارت ہے جس کے مطالعہ کے بعد میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ کتاب کشمیر کے موضوع پر دستیاب لٹریچر کی کریم اور اردو ادب میں قابل قدر اضافہ ہے۔

میرپور میرا شہر، میرا عہد

مالک نصیر صاحب نے جب آنکھ کھولی تو میرپور ڈوگرہ راج کے سائے میں سسک رہا تھا پھر ان کے دیکھتے دیکھتے بہت کچھ بدلتا چلا گیا یہاں تک کہ تماشہ دکھا کر مداری گیا۔ یہ کتاب انہیں مشاہدات پر مشتمل ہے جس کا مطالعہ میرپور کو اس کے ماضی سے ملاتا ہے۔

شیرازہ

جناب محمد اشرف ٹاک صاحب متعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ کی ادارت میں ماہنامہ شیرازہ سرینگر کے اس موضوع پر آٹھ خصوصی اور ضخیم شمارے جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ اینڈ لینگوییجز کے تحت شائع ہوئے ہیں۔ ہر شمارہ

Marfat.com

چاراور پانچ سوصفحات اور موضوع کے ماہرین اہل قلم کی تحقیقی تحریروں پر مشتمل اور مستقل کتاب ہے۔ان میں سے تین شمارے ''جموں، کشمیراور لداخ، قدیم تذکروں اور سفرناموں کی روشنی میں'' کے موضوع اور سولہ سو(1600) صفحات پر مشتمل ہیں اور یہ نایاب، علمی اور تحقیقی مواداس موضوع پر باقی لٹریچر میں کم ازکم میری نظر سے نہیں گزرا۔

دوران مطالعہ اسلام آباد سے ڈاکٹرعصمت اللہ صاحب دامت برکاتہم کی نشاندہی پر 2010 میں برمنگھم سے جب میں نے بذریعہ فون سرینگر میں جناب محمد اشرف ٹاک صاحب متعنااللّٰه تعالیٰ بطول حیاته سے رابطہ کیا اور اورخریدنے کی خواہش ظاہر کی تو موصوف نے نہ صرف انتہائی عمدہ گفتگو اور اخلاق کا مظاہرہ فرمایا بلکہ آٹھ ہزارروپے مالیت کا یہ علمی ورثہ مجھے اپنی طرف سے ہدیہ پیش کردیا۔جس کے بعد میں نے راجوری میں اپنے عزیزحاجی محمد رفیق میاں عبدالحفیظ حفظہ اللہ تعالیٰ کوفون کیا تو انہوں نے دودن کا طویل سفر طے کرتے ہوئے سرینگر سے جا کر آٹھ شمارے وصول کر کے محفوظ کر لئے۔انہی دنوں مجھے انڈیا کا ویزہ مل گیا اور اس طرح میری لائبریری میں ایک خوبصورت دستاویز کا اضافہ ہو گیا۔

میں بہت سی دعاؤں کے ساتھ جناب محمد اشرف ٹاک صاحب متعنااللّٰه تعالیٰ بطول حیاته اورادارے کا بہت ممنون ہوں۔

آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری

572 صفحات اور میرپور کی دینی تاریخ وشخصیات پر مشتمل یہ میری تالیف ہے جسے میں نے میرپور کی معروف شخصیت اور برطانیہ کے ممتاز قانون دان بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری کے تعاون سے مکمل کیا ہے۔اور میرے علم کی حد تک اس موضوع پر پہلے سے کوئی جامع کتاب موجود نہیں ہے۔

Marfat.com

باب دوم

قبیلہ قریش کے جدامجد کی کشمیر آمد

- ☆ جدامجد کی کشمیر آمد
- ☆ راجوری آمد کی وجہ
- ☆ راجوری، وجہ تسمیہ
- ☆ قبیلہ قریش اور اس کی شاخیں
- ☆ علمائے قریش
- ☆ عالمات قریش
- ☆ گریجوایٹس آف قبیلہ قریش

Marfat.com

قبیلہ قریش کے جد امجد کی کشمیر آمد

ہمارے جد امجد مبلغ اسلام حضرت مولانا حافظ قاری عبد الرحمن قریشی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جو حنفی المسلک، صوفی المشرب، انتہائی عابد وزاہد اور شب زندہ دار صاحب کرامت ولی، اس علاقے میں پہلے بزرگ تھے۔ آپ عربی وفارسی دونوں زبانوں پہ عبور رکھنے والے وقت کے جید عالم دین اور مبلغ اسلام تھے جو مغلوں کے دور اقتدار 1700ء کے اواخر میں بسلسلۂ دعوت وتبلیغ راجوری پہنچ کر مقیم ہوئے۔

آپ کے بھائی حضرت مولانا حافظ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے بھائی کے رنگ میں رنگے تھے اور دونوں بھائیوں کا مشن دین کی تبلیغ تھا لہٰذا جہاں جس گاؤں میں ضرورت محسوس کرتے وہاں پہنچ جاتے اور کچھ عرصہ قیام فرماتے جب مقامی لوگوں میں مثبت تبدیلی محسوس کرتے تو دوسرے گاؤں منتقل ہو جاتے۔ اس سفر تبلیغ کے دوران آپ نے کسی جگہ مقیم رہ کر کوئی جائداد نہیں چھوڑی۔ تاہم زمانۂ امن میں وزیر آباد کنارِ دریا آباد تھے اور اب ان کا یہ چھوٹا سا گاؤں کسی زمانہ سے دریا کا حصہ بن چکا ہے۔ اسی دوران میں جب دونوں بھائی تبلیغ کے سلسلے میں چک فاضل جس کا پرانا نام چک لوہاراں تھا آ کر کچھ دن مقیم ہوئے تو اس وقت حضرت کے دو صاحب زادے حضرت مولانا حافظ بخت جمال رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حافظ محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ بھی ہم سفر اور آپ کے زیر تعلیم تھے جن کی والدہ راستے میں کہیں رحلت فرما چکی تھیں۔ آپ کی قرأت سے متاثر ہو کر مقامی لوگوں نے اصرار کیا کہ وہ انہیں کے پاس ٹھہر جائیں

حضرت حافظ محمد عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

مگر حضرت مولانا حافظ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ تو معذرت کرتے ہوئے سفر حج پر روانہ ہو گئے جس دوران راستے میں بھی تبلیغی مشن جاری رہا۔ اسی دوران پشاور کسی گاؤں میں چند روز قیام ہوا جہاں کے لوگوں نے آپ کو اپنے پاس ٹھہرانے کی کوشش کی مگر آپ حج سے واپسی پر مستقل قیام کا وعدہ کرتے ہوئے رخصت ہو گئے اور حسب وعدہ واپسی پر ادھر ہی قیام کر لیا جس کے بعد کی کوئی تفصیل مذکور نہیں۔

جبکہ ہمارے جد امجد رحمۃ اللہ نے معذرت کرتے ہوئے بتایا کہ وہ اس وقت کشمیر کے حالات وضرورت کے پیش نظر عازم سفر ہیں لہٰذا مستقل قیام نہیں کر سکتے جس پر مقامی لوگوں نے دونوں یا ان میں سے ایک صاحب زادہ کو امامت کی غرض سے ان کے پاس چھوڑنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی تو یہ دونوں کم عمر اور زیر تعلیم ہیں مگر تکمیل ہوتے

Marfat.com

ہی ان میں سے ایک کو واپس بھیج دیں گے۔

راجوری آمد

چنانچہ اسی سفر کے دوران آپ عصر و مغرب کے درمیان مسلمان اکثریتی محلہ اندرکوٹ پہنچے۔ یہ محلہ موجودہ راجوری شہر کے درمیان میں واقعہ تھا اور اس میں مسلمان راجپوت بکثرت آباد تھے جہاں حضرت نے نماز مغرب کیلئے ایک غیر آباد مسجد میں اذان کہی تو اہل محلہ اس جرأت پر نہ صرف بہت برہم ہوگئے بلکہ کچھ نوجوان بدتمیزی پر اتر آئے۔

راجوری

مغلیہ دور حکومت اور اس کے بعد انگریز نے اپنا تسلط جمانے کیلئے بہت سے راجواڑے رواج دے رکھے تھے۔

فرزند کشمیر سید علی گیلانی دامت برکاتہم رقم طراز ہیں:

''جو علاقے بالواسطہ انگریزوں کے زیر اقتدار تھے اور جن میں راجے، مہاراجے اور نواب حکومت کرتے تھے ان ریاستوں اور راجواڑوں کی تعداد 600 سے زائد تھی''۔

نوائے حریت، تالیف الاستاذ سید علی گیلانی: مسئلہ کشمیر کا حل: انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد

اس طرح راجوری بھی ہندو راجاؤں کے تحت ایک راجواڑہ تھا جہاں کچھ مسلمان راجپوت بھی اقلیت کی حیثیت میں میں موجود تھے مگر اس راجواڑے میں اذان گویا صنم کدۂ آذر پہ کلہاڑا چلانے اور اعلانیہ تبلیغ اپنی صلیب خود اٹھا کے چلنے کے مترادف تھا۔ مگر اذان کے کلمات اور حضرت کی پرسوز آواز نے ایک انتہائی عمر رسیدہ مسلمان راجپوت بابا کو اپنا گرویدہ بنا لیا، ان بابا صاحب نے اپنے خاندان کی اسلام سے دوری اور بیزارگی میں ایسی آواز کو نعمت غیر مترقبہ تصور کرتے ہوئے فوراً مستفید ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر ان سے تبالہ خیالات کے بعد فرمایا کہ اگر آپ یہاں رک کر دین کی تبلیغ جاری رکھ سکیں تو میری کفالت اور تعاون حاصل رہے گا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے اللہ کریم کی طرف سے یہ تکوینی انتظام تھا لہٰذا آپ نے وہاں تبلیغی کام شروع کر دیا اور پھر رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے قبولیت سے نوازا تو دین حنیف کی روشنی پھیلتی اور جہالت کی تاریکی سمٹنا شروع ہوگئی۔

راجوری آمد کا پس منظر

1586ء تا 1753ء کشمیر پر مغلوں کا راج تھا اس کے باوجود نور الدین جہانگیر المتوفی 1569ء تا 1627ء کے زمانے تک ہندو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر مسلمان عورتوں کو جبراً قبضے میں لے کر اپنے گھروں میں ڈال لیتے تھے اور جب ان کا جبری خاوند مر جاتا تو اس کے لواحقین اس عورت کو مجبور کرتے کہ وہ بھی ان کی مذہبی رسم ستی کے تحت اپنے آپ کو اس کی چتا کی آگ میں جلا کر ستی ہو جائے۔ علاوہ ازیں نوجوان لڑکیوں کو خاوند کے مر جانے کی صورت

Marfat.com

میں ان کے ساتھ دفن کر دیا جاتا تھا۔ایک مرتبہ ایک بارہ سالہ بچی کو خاوند کے ساتھ زندہ درگور ہونے پہ مجبور کیا جارہا تھا کہ جہانگیر کو دورہ کشمیر کے دوران اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی تو وہ فوراً وہاں پہنچا اور قبر کھولنے کا حکم دیا مگر اس وقت تک لڑکی دم گھٹنے سے مرچکی تھی جبکہ شیر خوار بچیوں کا گلا گھونٹ کر موت کی نیند سلا دینا بھی معمول تھا۔

صاحب ''تاریخ جدو جہد آزادی کشمیر'' پنڈت پریم ناتھ بزاز رقمطراز ہیں کہ ''جہانگیر نے کشمیری لوگوں کے سماجی معاملات میں بھی دلچسپی لی۔اس نے 1619ء میں دختر کشی کی مذموم رسم کو بند کیا، یہ رسم نہ صرف ہندو گھرانوں بلکہ مسلمانوں کے کچھ طبقوں میں بھی رائج تھی۔اس سال اس نے راجوری میں مسلمان عورتوں کو متوفی شوہر کے ساتھ زندہ دفن کرنے کی رسم کو بھی بند کیا، یہ رسم ہندوؤں کی ستی کی رسم کے مانند تھی''۔

تاریخ جدو جہد آزادی کشمیر تالیف آنجہانی پنڈت پریم ناتھ بزاز: تیسرا باب: مترجم عبدالحمید نظامی نشر و یری ناگ پبلشرز میر پور آزاد کشمیر

راجوری اور مضافات میں ہندو اور مسلمان آپس میں رشتے کرتے تھے جس سے بڑی قباحتیں جنم لے رہی تھیں مگر اللہ تعالیٰ جہانگیر کو شایان شان اجر عطا فرمائے جس نے حکماً ان رسموں کا خاتمہ کر دیا اس کے باوجود اس علاقے میں مسلمان ہمیشہ سے دینی راہ نمائی کیلئے بزرگان دین کیلئے چشم براہ رہے ہیں اور راجوری کے ان حالات کے پیش نظر ہمارے جد امجد بغرض تبلیغ کشاں کشاں یہاں پہنچے ورنہ معاشی طور پہ کشمیر کی نسبت پنجاب میں زیادہ سہولتیں میسر تھیں۔

راجوری وجہ تسمیہ

معلومہ تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ راجوری شہر کو کب اور کس نے آباد کیا؟ پنڈت کلہن نے اپنی تالیف راج ترنگنی میں راجوری کو ''راجپوری'' کے نام سے ذکر کیا ہے۔اس وقت میرے سامنے اس کا اردو ترجمہ ہے جو ٹھاکر اچھر چند شاہپوریہ کی محنت ہے علاوہ ازیں اس وقت میرے سامنے اسکرین پر

http://rajouri.nic.in/history.htm

کے نام سے ویب سائٹ کھلی ہے جس کے مطابق 1036ء میں جب مؤرخ البیرونی سلطان مسعود بن سلطان محمود کے ساتھ راجوری آیا ہے تو اس نے راجوری کو ''راجاوری'' RAJA VARI کے نام سے متعارف کرایا ہے اور اس ویب سائٹ کے مطابق کلہن پنڈت نے بھی اسی نام سے راجوری کا تعارف پیش کیا ہے۔ویب سائٹ کی دوسری توجیح یہ ہے کہ جس زمانے میں راجوری راجا پنچل نری ش PANCHAL NARESH کے راج میں شامل تھی اس وقت ''راجپوری'' کے نام سے جانی جاتی تھی جس کے لفظی معنی ہیں The Land of Kings یعنی بادشاہوں کی سرزمین۔

http://rajouri.nic.in/history.htm

پروفیسر عبدالواحد قریشی صاحب دامت برکاتہم رقمطراز ہیں کہ ''ابتدا میں اس علاقے کے ایک رئیس حاکم نے موجودہ شہر کی جگہ کو پر فضا پا کر اپنا حویلی نما مکان بنایا جو حویلی کے نام سے مشہور ہو گیا۔رفتہ رفتہ اس حویلی کے گرد اس حاکم

Marfat.com

کے قرابت دار بھی آ کر آباد ہو گئے مگر جب نورالدین المعروف راجہ نیل سینہ نے حویلی سمیت شہر کو فتح کیا تو اس کا نیا نام "راج ور" تجویز کیا جو مرور ایام کے ساتھ پہلے راجور اور اس کے بعد راجوری مشہور ہو گیا"۔

تاریخ میر پور کا ایک اہم دور تالیف پروفیسر عبدالواحد قریشی ناشر ادبستان لاہور

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح ثانی

کچھ عرصہ بعد آپ کے کفیل انہی راجپوت بابا نے اپنی بیٹی بھی آپ سے بیاہ دی۔ انہی مائی صاحبہ کے جہیز کے طور پہ قصبہ چڑہان میں وہ زمین بھی آپ کے پاس آ گئی جہاں تقریباً چار صدیوں سے ہمارا خاندان آباد چلا آ رہا ہے۔

ہمارے خاندان کے بزرگ سلطان القلم حضرت علامہ بابا عصمت اللہ میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہما ساکن فتح پور کی تحریر کے مطابق چڑہان کا قدیم نام "چڑہان جاگیر مرزا فضل داد خان" تھا قرین قیاس ہے کہ یہی مرزا فضل داد خان ہمارے جد امجد کے محسن ہیں۔

جامع مسجد چڑہان کی تاریخ

قصبہ چڑہان اور مضافات کیلئے صرف ہمارے گھروں کے درمیان حضرت بابا حافظ قاری عبدالکریم قریشی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ یہی ایک مسجد ہے جس کی تاریخ بھی ایک سبق آموز واقعہ ہے۔

ڈبھوڑے

جامع مسجد کی جگہ قدرتی چشمہ "ڈبھوڑے" کے قریب واقع ہونے کی وجہ سے بابا جی نے اپنا رہائشی مکان بنانے کیلئے بنیادیں کھودنا شروع کیں تو اچانک نیچے سے مسجد کا کھنڈر اور محراب نکل آیا جو نہ جانے کب سے مٹی کے نیچے دفن اس ساعت کا منتظر تھا۔ اس قدیم کھنڈر کے بارے میں کوئی علم نہیں ہو سکا، اب بابا جی نے مکان کے بجائے انہیں بنیادوں پہ مسجد کی تعمیر شروع کر دی اور اس کے ساتھ ہی رہائشی مکان بنا لیا۔

Marfat.com

حضرت باباجی کی اولاد

یہاں قیام کے بعد اللہ کریم نے باباجی کو مزید چار بیٹے عطاء فرمائے جو بعد میں اپنے وقت کے جید علماء ہوئے۔آپ کے کل چھ صاحبزادوں کے اسماءگرامی اس طرح ہیں:

☆ میاں بخت جمال۔تفصیل آگے بیان ہوگی

☆ میاں محمد عظیم

☆ میاں محکم دین

☆ میاں کرم دین

☆ میاں عمر دین۔کی اولاد صرف ایک بیٹی تھیں جن کی تفصیل مذکور نہیں

☆ میاں عبدالرحمٰن

آپ کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جس کا بچپن میں انتقال ہوگیا اور نسب نہیں چل سکا۔

میاں محمد عظیم

تقسیم ہند سے پہلے پہلے واپس چک فاضل ضلع گجرات آکر آباد ہو گئے تھے جہاں ان کے ایک بیٹا شیخ محمد اوران کے آگے دو بیٹے تھے فضل الٰہی اور کرم الٰہی ،موخر الذکر تو لاولد فوت ہو گئے جبکہ میاں فضل الٰہی کے صرف احمد دین ایک بیٹا تھا جن کی اولاد محمد حسین ،محمد لطیف اور محمد رفیق سے یہ شاخ موجود ہے اور میری چھوٹی سالی حمیدہ بیگم کی اس شاخ میں شادی نے دوبارہ فاصلہ سمیٹ دیا ہے۔

میاں بخت جمال

چڑہان سے مشرق کی جانب تین کلومیٹر کے فاصلے پر: مَنْہوٹ برلب دریاءِ کھانڈل اور دریاء کے اس پار بیلہ اور چھوہالہ،انتہائی سرسبز اور زرخیز علاقہ بھی ہمارے خاندان سے آباد ہے جس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ میاں فضل دین کے دو بیٹوں بابا عطاء محمد اور بابا برہان الدین میں سے بڑے بھائی بابا عطاء محمد اور بابا کرم دین کے دو بیٹے بابا غلام محمد اور بابا وہاب دین چڑہان سے نقل مکانی کرتے ہوئے یہاں آکر آباد ہو گئے تھے۔جس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

Marfat.com

میاں محکم دین

کے بیٹے جمال دین کی اولاد میاں یار محمد، حضرت مولانا مفتی ہاشم دین اور میاں فضل دین کے بیٹے بابا برہان الدین کی اولاد سے قصبہ چڑہان کا نشیبی علاقہ آج تک آباد ہے اور مسجد کی امامت بھی ہمارے خاندان میں ہی ہے۔ جس کی تفصیل آگے بیان ہونے والی ہے۔

میاں کرم دین

میاں کرم دین کی اولاد بیلہ اور چھوآلہ میں آباد ہے۔

Marfat.com

باب سوم

علما و عالمات اور مشائخ قریش

- ☆ علماء
- ☆ عالمات
- ☆ حفاظ
- ☆ حافظات
- ☆ شہید
- ☆ ادیب و شعرا
- ☆ مصنفین
- ☆ گریجویٹس

Marfat.com

ایک تمثیل

ایک روز شاہین کا بچہ دوران پرواز پانی دیکھ کر کسی دریا کے کنارے آ بیٹھا۔ موقع پاتے ہی دریا کے اندر سے مچھلی کے چھچھورے بچے نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''یہ تند و تیز موجوں کا سلسلہ جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے اسے دریا کہتے ہیں جس کے سینے میں بادلوں کی طرح گرجتے خطرناک مگرمچھ بسیرا کیے ہوئے ہیں۔ ان موجوں کی تہہ میں بہت سی دیکھی وان دیکھی بلائیں اور آفات چھپی بیٹھی ہیں۔ اس کی موجیں بھاری بھرکم پتھر لے جانے، زمین پہ پھیل جانے اور لحظہ بھر میں سیلاب کی شکل اختیار کرنے اور ہر چیز کو تہس نہس کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ کسی کیلئے ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے گھراؤ سے نکل بھاگے:

بیروں نتواں رفت زسیل ھمہ گیرش
با لائے سر ماست تہ پاست ھمہ جاست

کیوں کہ وہ ہمارے سر پر ہمارے پاؤں کے نیچے اور ہر سو نہ صرف پھیلا ہوا ہے بلکہ ہر لحظہ جواں، رواں اور دواں ہے۔ اور گردش زمانہ بھی اسے متاثر نہیں کر سکتی کہ اس کے بڑھاپے کی امید کی جا سکے۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے مچھلی کے بچے کا چہرہ جذبات سے سرخ ہو چکا تھا جسے دیکھتے ہوئے شاہین کے بچے کے چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور اسی کے ساتھ فضا میں بلند ہو کر مچھلی کے بچے سے اس طرح مخاطب ہوا:

زدبانگ کہ شاہینم وکارم بہ زمیں چیست
صحر است کہ دریاست تہ بال وپر ماست

ارے شیخی خورے احمق میں تو شاہین ہوں میرا زمین کی پستیوں، بلاؤں اور آفات سے کیا تعلق ہے، وہ تو سب میرے پروں کے نیچے رہ جاتے ہیں۔

اگر تو بھی ان بلندیوں سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے تو ہوا سے دوستی کر اور فضا میں بلند ہو آتا کہ یہ خطرات تجھے ہیچ لگیں مگر یہ نکتے کی بات ہے جسے عقل کی آنکھ سے دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے تو ان پستیوں میں پلا پوسا نہیں سمجھ سکتا۔

بگذر ز سر آب وبہ پہنا ئے ھوا ساز
این نکتہ نہ بیند مگر آں دیدہ کہ بیناست

حضرت علامہ محمد اقبالؒ۔ پیام مشرق: شاہین و ماہی:

Marfat.com

واقول

جولوگ زمینی سفراختیار کرتے ہیں انہیں ، سمندروں اور صحراؤں ، درختوں اور پہاڑوں ، ندی نالوں اور دریاؤں، درندوں اور بلاؤں اور قسم قسم کے نشیب وفراز کا کھٹکا لگا رہتا ہے مگر جو ہوائی جہاز میں بیٹھتے ہوئے فضا میں بلند ہو جاتے ہیں ان کو ان میں سے کسی چیز کا کھٹکا نہیں رہتا اور سوتے میں ہزار ہا میل کا سفر طے کرتے ہوئے منزل مقصود پہ پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت شاعر مشرق رحمہ اللہ تعالیٰ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کوئی پستی نشین کسی بلند پرواز ہستی کی عظمتوں کا ادراک نہیں کرسکتا لہٰذا دعا کرنی چاہیے کہ

خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے
کہ اپنے سوا کچھ دکھائی نہ دے

بشیر بدر

میں نے اسی تمثیل کی روشنی میں یہ باب لکھنے کی کوشش کی ہے۔

بر ے بند ے نوں میں لبھن ثریا پر برالبھانہ کوئی
جدمیں اندر جھاتی پائی تے میں تو برا نہ کوئی

Marfat.com

علما و مشائخ قریش

نوٹ:

اس عنوان کے تحت علما و مشائخ قریش کے ساتھ ساتھ اعتراف و احسان مندی کے طور پر ان شخصیات کا ذکر بھی شامل ہے جو تقسیم ہند اور پسماندگی کے باعث اگرچہ درسی نصاب مکمل نہ کر سکے تھے اس کے باوجود انہوں نے اپنے بزرگوں کی روایات کو قائم رکھتے ہوئے زمینداری کے ساتھ ساتھ امامت اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اسی لئے میں نے اشتباہ سے بچنے کیلئے ہر ایک بزرگ کے تذکرے میں کچھ نہ کچھ وضاحت شامل کر دی ہے۔

وَأَخذْتُ أَذْكُرُهُمْ وَ بَيْنَ جوَانِحِيْ
كَبَدٌ تكَادُ لِمَا بِهَا تَتَصَدَّ عُ

عبدالغفار ألأخرس

میں ان لوگوں کا تذکرہ تو کر رہا ہوں مگر میری دونوں پسلیوں کے درمیان جو جگر ہے وہ ان کی جدائی کے صدمے کے باعث ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

01 : جدامجد

مبلغ اسلام حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن مولانا عبدالرحمٰن بن محمد لقمان بن محمد ادریس بن محمد عثمان بن محمد اسحاق بن محمد اسرائیل بن الشیخ محمد خضر قریشی صدیقی رحمہما اللہ

آپ کے بارے میں تفصیل گزر چکی ہے۔ مجھے والدین بتایا کرتے تھے کہ ہمارے ان بزرگوں میں سے اکثریت نے پانی پت کے قرأ و حفاظ سے قرأت کے علاوہ حفظ کر رکھا تھا مگر حضرت جدامجد سے اوپر کی تفصیل محفوظ نہیں رہی۔

02 : مولانا حافظ عبداللہؒ

آپ ہمارے جدامجد کے چھوٹے بھائی اور چک فاضل سے پشاور میں جا کر آباد ہو گئے تھے حضرت جدامجد کے ذیل میں آپ کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

Marfat.com

03 : حضرت مولانا میاں محمد عظیمؒ

حضرت مولانا میاں محمد عظیم بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمن رحمہم اللہ تعالیٰ آپ چک فاضل سے راجوری کے سفر میں اپنے والد گرامی کے ساتھ تھے اور راجوری میں جب آپ کی تعلیم و تربیت مکمل ہوگئی تو والد گرامی نے چک فاضل والوں کے ساتھ وعدے کے مطابق انہیں واپس بھیج دیا تھا۔ یہ واقعہ تقسیم ہند سے پہلے کا ہے اور چوں کہ تقسیم کے بعد راجوری واپسی یا آمد ورفت مخدوش تھی لہٰذا آپ نے یہیں شادی کرلی اور چک فاضل ضلع گجرات کو مستقل طور پر اپنا وطن بنالیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بہت صالح فرزند میاں محمد بخش رحمۃ اللہ عطا فرمایا جن کی اولاد اس وقت چک فاضل اور منڈی بہاؤالدین کے علاوہ فتح پور مضافات راجوری میں آباد ہے۔

04 : حضرت مولانا میاں بخت جمالؒ

حضرت مولانا میاں بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا حافظ میاں محمد عظیم دونوں ایک مائی صاحبہ کے بطن سے تھے حضرت جدامجد جب چک فاضل پہنچے ہیں تو اس سے پہلے ہی مائی صاحبہ انتقال فرما چکی تھیں اور یہ دونوں بھائی اپنے والد گرامی کے زیر تعلیم تھے۔ اول الذکر تو راجوری سے واپس چک فاضل آگئے تھے مگر آپ اپنے والد گرامی سے منسلک رہے۔ حضرت جدامجد رحمہ اللہ تعالیٰ جب راجوری میں نکاح ثانی کے بعد چڑہان آباد ہوئے ہیں تو اس جگہ کی آبادی کاری کا کام سارا آپ ہی نے سرانجام دیا آپ کی اولاد نرینہ میں مولانا میاں عطا محمد اور بابا برہان الدین رحمہما اللہ دو بیٹے تھے اور دونوں کا مستقل تذکرہ آگے آئے گا۔ جب جدامجد رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تو آپ کی جگہ جامع مسجد چڑہان کے امام اور جانشین مقرر ہوئے اور تادم زیست اسی طرح کام کرتے رہے۔

05 : حضرت مولانا میاں محمد محکم دینؒ

جدامجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے تیسرے صاحبزادے حضرت مولانا میاں محمد محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمن رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ کی نرینہ اولاد دو صاحبزادے تھے حضرت مولانا مفتی ہاشم الدین اور حضرت مولانا جمال الدین رحمہما اللہ تعالیٰ اور دونوں وقت کے جید علما تھے۔

Marfat.com

سوہ کا ناڑا

چڑہان کا قدرتی اور ٹھنڈا چشمہ جو چڑہان کی آبی زمینوں کو سیراب کرتا ہے۔ مشہور ہے کہ جہاں یہ آج کل واقع ہے پہلے اس جگہ سے ہٹ کر بہت پیچھے واقع تھا جہاں سے زمینوں کو پانی پہنچانا دشوار تھا اور کوئی متبادل موجود نہ تھا۔

حضرت میاں محکم دین رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ صورت حال دیکھی تو موزوں جگہ بیٹھ کر چلہ کشی شروع کر دی چند روز بعد بفضل ایزدی اوپر سے پانی غائب ہو کر زمین کے نیچے نیچے موجودہ جگہ بہنے لگا۔ حضرت نے اسی پانی سے وضو فرمایا، نماز فجر پڑھی اور گھر تشریف لے آئے اور زمین سیراب ہونا شروع ہو گئی۔

یہ ناڑا ہمارے چڑہان کا معروف پانی ہے جو گرمیوں میں اس قدر ٹھنڈا ہوتا ہے کہ چند منٹ سے زیادہ اس کے نیچے بیٹھنے سے انسان ٹھٹھرنے لگتا ہے۔ سردیوں میں اس کا پانی گرم ہوتا ہے، شدید گرمی کے موسم میں ہم چھوٹے بچے اس کے نیچے بیٹھنے کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔

2010ء میں جب میں اس ناڑے پہ پہنچا تو میرا سارا بچپن لمحۂ موجود کی طرح میرے سامنے آ گیا اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ اگرچہ موسم بہت خوشگوار تھا اس کے باوجود پانی کو چھونے سے اندازہ ہوا کہ اب اس کی ٹھنڈک سہنے کی ہمت نہیں مگر بہت دیر تک محوِ نظارہ رہا۔

ایک سیال چاندی کی مانند زمین کے سینے سے پھوٹنے والے شکوہِ آبِ شفاف کے حسن، تسلسل، ماحول کے سبزے، دور تک چہچہاتے رنگا رنگ پرندوں اور ناڑے کے ترنم اور یادوں کے افق پہ مرتسم بہت سے واقعات نے اس وقت تک فکر ماسوا سے بیگانہ رکھا جب تک کہ حاجی محمد فاضل پکارتے ''ماموں جان آؤ کہ بہت سے لوگ ملاقات کیلئے منتظر ہیں'' تو میں ناڑے سے سرگوشی کرتے ہوئے حاجی محمد فاضل کے گھر کی طرف چل پڑا جہاں ستاروں کی طرح جگمگ جگمگ کرتے بہت سے چہرے منتظر تھے:

تیرے پاس آنے میں آدھی عمر گزری ہے
آدھی عمر گزرے گی تجھ سے دور جانے تک

عالم خورشید

06 : حضرت مولانا مفتی ھاشم الدینؒ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی ھاشم الدین بن حضرت مولانا جمال دین بن حضرت مولانا میاں محمد محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبد الکریم بن الشیخ عبد الرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ وقت کے جید و مستند عالم دین اور مہر والے مفتی مشہور تھے آپ کی مہر کی شبیہ اس وقت میرے پاس موجود ہے۔

Marfat.com

آپ سلسلہ چشتیہ کے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ چڑہان کو آپ کا مولد ہونے کا شرف حاصل ہے مگر افسوس کہ ایک بیٹے مولانا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے تھوڑا عرصہ بعد انتقال فرما کر جامعہ مسجد چڑہان کے صحن میں مدفون ہوئے تھے۔ اب مسجد کی توسیع کے بعد آپ کی لحد شریف مسجد کے صحن میں آ گئی ہے۔ چڑہان موجودگی کے دوران نماز کے بعد آپ کی لحد شریف کے پاس جب کھڑا ہوتا تو سکون میسر آتا مگر یہ لمحے بہت مختصر تھے:

اک زمانہ تھا کہ سب ایک جگہ رہتے تھے
اور اب کوئی کہیں ، کوئی کہیں رہتا ہے

احمد مشتاق

07 : حضرت مولانا میاں جمال الدین

حضرت مولانا میاں جمال الدین بن حضرت مولانا میاں محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمن رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ نے اپنے والد گرامی سے عربی و فارسی کتب پڑھنے کے علاوہ سلوک کی منزلیں طے فرمائی تھیں اور چڑہان ہی میں آباد تھے مگر آپ کی شادی خاندان سے باہر کنڈھی کے مغل خاندان میں مائی بگی بیگم سے ہوئی تھی۔

مائی بگی بیگم

مائی صاحبہ بگی بیگم کنڈھی کے مغل خاندان سے تھیں اور آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ سورہ یٰسین شریف کی عاملہ تھیں جو ہر وقت آپ کے ورد زباں رہتی اور آپ نے اپنی اولاد کو کبھی بے وضو دودھ نہیں پلایا۔ اس پہلے نکاح سے ابھی ایک ہی بیٹے یعنی میرے دادا جان حضرت مولانا میاں یار محمدؒ کا بچپن تھا کہ بیوہ ہو گئیں جس کے بعد مائی صاحبہ کا حضرت بابا عطا محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نکاح ثانی ہوا جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ اولادیں عطا فرمائیں چار فرزند ☆ میاں محمد ☆ حضرت مولانا محمد عثمان ☆ حضرت مولانا حکیم محمد حسین ☆ میاں محمد امین اور دو صاحبزادیاں فاطمہ بی بی اور زینب بی بی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

فاطمہ بی بی

فاطمہ بی بی کا نکاح فتح پور میں حضرت میاں محمد بن حضرت مولانا عصمت اللہ سلطان القلم بن میاں محمد بخش بن مولانا حافظ میاں محمد عظیم بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمن رحمہم اللہ تعالیٰ سے ہوا تھا اس وقت آپ کی اولاد فتح پور میں مقیم ہے۔

Marfat.com

زینب بی بی

زینب بی بی کا نکاح پہلے میاں اللہ دین ساکن بیلہ سے ہوا تھا جہاں بیوہ ہوگئیں تو حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید مولانا میاں محمد ساکن چھپریاں سے نکاح ثانی ہوا جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے مالا مال کیا۔ مائی بگی صاحبہ کے عمل کی برکت سے اللہ کریم نے آپ کی اولاد میں بہت سے علماء و عالمات اور حفاظ پیدا فرما دیئے ہیں جن کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

08 : حضرت بابا حافظ محمد نصر اللہ

حضرت مولانا بابا حافظ میاں محمد نصر اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعلق خاندان کی فتح پور شاخ سے ہے جو حضرت خواجہ محمد سعید الدین معروف بہ بابا امیر حمزہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی اولاد مقام سیم مضافات راجوری میں آباد ہے۔

اس علاقے میں آپ ایک جید عالم دین، انتہائی جلالی اور صاحب کرامت ولی اللہ کی حیثیت سے مشہور ہیں اور اس وقت تک آپ کی بہت سی کرامات زبان زد عام وخاص ہیں۔ جامع مسجد سیم کے متصل آپ کا مزار مرجع خلائق ہے جہاں سفر راجوری کے دوران مجھے بھی زیارت اور دعا خیر کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

ہماری دادی جان عنایت بی بی آپ کے پڑپوتے دین محمد کی بیٹی تھیں جن کا ذکر حضرت میاں یار محمدؒ کے ذیل میں آئے گا۔

09 : فقیہ العصر حضرت مولانا میاں عصمت اللہ سلطان القلم

فقیہ العصر حضرت مولانا میاں عصمت اللہ سلطان القلم بن میاں محمد بخش بن حضرت مولانا میاں محمد عظیم بن حضرت مولانا حافظ قاری عبد الکریم بن الشیخ عبد الرحمن رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ مفسر قرآن، صاحب کرامت ولی اور فقیہ ہونے کے علاوہ ماہر خطاط اور مبلغ تھے جو اپنے دادا صاحب کے علاوہ پنجاب کے جید علما سے کسب فیض کرنے کے بعد فتح پور مضافات راجوری آ کر مستقل آباد ہو گئے تھے جہاں قرآن کریم کے علاوہ درسی کتب کی کتابت ذریعہ معاش بنا کر فارغ البالی سے دین کی خدمت فرماتے رہے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئیں تین کتب کی فوٹو کاپیاں میرے سامنے ہیں۔ اکتوبر 2010ء سفر راجوری کے دوران مجھے آپ کے بہت سے مخطوطات دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔

تالیفات

آپ تصنیف وتالیف کا کام بھی فرماتے، اپنے ہاتھ سے لکھے مکمل قرآن کریم پر عربی اور فارسی میں تفسیری حواشی

Marfat.com

آپ کی علمی یادگار تھی لیکن بہت بوسیدہ ہو جانے کے باعث مکمل استفادہ ممکن نہیں رہا بطور تبرک دو تفسیری نوٹ نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

تبرک

ا : " وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِى الْاَرْضِ " الشورىٰ ۵ نَاسِخهُ الْاٰيَةُ " وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا " غافر ۷

۲ : " اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَةً مِّنَ الْاَرْضِ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ () النمل ۸۲

کسے که وقف میکندبر تُكَلِّمُهُمْ " اِنَّ بکسر همزه می خواند

۳: نظم

فقہ حنفی کی معروف کتب قدوری اور ہدایہ سے شکار اور ذبیحہ کے مسائل کو آپ نے پنجابی نظم میں ترجمہ کر کے ایک کتاب تیار فرمائی تھی جس کا مخطوطہ ابھی تک محفوظ ہے جبکہ باقی آثار 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران مکان جلنے سے ضائع ہو گئے۔

میاں احمد دین

علاوہ ازیں حضرت مولانا عصمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر دو بھائیوں میں سے میاں کرم الٰہی صاحب تو لاولد فوت ہو گئے تھے جبکہ دوسرے بھائی میاں فضل الٰہی صاحب کا صرف ایک بیٹا تھا میاں احمد دین جن کی اولاد محمد حسین، محمد لطیف اور محمد رفیق سے یہ شاخ ابھی تک چک فاضل اور منڈی بہاءالدین میں موجود ہے۔ میری بیوی کی چھوٹی بہن حمیدہ بیگم دختر حاجی محمد سعید کی اس شاخ میں شادی نے دوبارہ فاصلہ سمیٹ دیا ہے۔

10 : حضرت میاں عطا محمدؒ

حضرت مولانا میاں عطا محمد بن فضل دین بن حضرت مولانا بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ صاحب علم اور بہت باصلاحیت انسان تھے ابھی آپ عنفوان شباب میں تھے کہ آپ کی صلاحیتوں کے معترف حضرت بابا رست جو حضرت میاں صاحب سوڑے پانی والوں رحمہما اللہ کے بزرگوں اور اولیائے وقت میں سے تھے اور ترالہ کے عوام کی شدید خواہش پر منہوٹ منتقل ہو گئے تھے۔

Marfat.com

مَنْہوٹ

سفر راجوری کے دوران۔06/11/2010 : مقامی قبرستان اور حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ کے مزار پر فاتحہ اور نماز ظہر کے بعد چند عزیزوں کے ساتھ میں جامع مسجد منہوٹ کے صحن میں قبلہ رخ کھڑا ہوں۔قصبہ چڑہان سے مشرق کی جانب تین کلومیٹر کے فاصلے پر ترالہ ندی اور دریائے کھانڈل کے سنگھم پر کوہان کی مانند تکون بلندی پر مَنْہوٹ کی بستی آباد ہے، محسوس ہوتا ہے کہ کنگنباس کے بلند و برف پوش پنجال کا پہلو ٹھا بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہے۔

میری دائیں جانب بررخ شمال: برسالہ اور مہل کے اس پار، چمبی تراڑ اور پنہڈ۔

بائیں جانب بررخ مغرب: چھوآلہ، سنکاری، کوٹ دھڑا اور دھنور

بائیں جانب: ترالہ، سواڑھی، کالاکوٹ اور کنڈھی

بررخ مشرق: چتروٹ، ریحان، پنج ناڑا اور بکوری کی بستیاں آباد اور دعوت نظارہ دے رہی ہیں۔عشاء کے بعد جب میں نے مفتی محمد صادق صاحب کے صحن سے نظارہ کیا تو پہاڑی نشیب و فراز کے ساتھ ساتھ دور تک روشنی کی مدہم مدہم سی لکیریں دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ آسمان نے زمین کی جگہ لے لی ہے۔

مسجد کے صحن میں قبلہ رخ کھڑے ہونے سے دائیں جانب کھانڈل اور کنگنباس کے بلند و برف پوش لاجوردی پنجال کے دامن سے گرتا دریائے کھانڈل شباب پر ہے۔جس کی دائیں جانب بیلہ جسے حضرت علامہ قاضی مطیع اللہ صاحب کی آبائی بستی اور سامنے حد نظر تک چاول کی لہلہاتی آبی زمینیں ۔منگ ۔میری نگاہیں فطری حسن کے سحر میں جھپکنا بھول چکی ہیں۔

کوٹ

منہوٹ علاقہ سانونکوٹ کا حصہ ہے اور کسی زمانے میں مہتہ ساون کی ذیلداری اور اس کی جاگیر میں شامل تھا اسی نسبت سے سانونکوٹ مشہور ہوا۔کوٹ ہندی میں قلعہ، حصار، فصیل، شہر پناہ، چار دیواری اور احاطے کے معنی میں مستعمل ہے۔برصغیر میں اس طرح کے کئی نام مشہور ہیں مثلاً، سیالکوٹ، کالاکوٹ، سرن کوٹ، اندرکوٹ، شاہکوٹ، بالا کوٹ وغیرہ لہٰذا سانونکوٹ بھی ابتدا میں یقیناً ساون کوٹ ہی کہلاتا ہوگا مگر مرور ایام کے ساتھ اسمائے اماکن میں اس طرح کی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

جامع مسجد منہوٹ کی تعمیر و آتش زدگی

حضرت مولانا میاں عطا محمدؒ نے منہوٹ پہنچتے ہی جامع مسجد کی بنیاد رکھی جو اس وقت جامع مسجد عثمانیہ کے نام سے معروف ہے مگر اس جگہ کسی زمانے سے ہندوؤں کے کھنڈرات اور جنات کا بسیرا تھا جبکہ ارد گرد گھنے جنگلات اور درندے سامنے دندناتے پھرتے تھے جن کے خوف سے لوگ دن کے وقت بھی ادھر منہ نہیں کرتے تھے۔چنانچہ حضرت

Marfat.com

مولانا میاں عطا محمدؒ دن کے وقت جو دیواریں کھڑی کرتے رات کے وقت جنات گرادیتے۔ حضرت بابا رسمت رحمہ اللہ کے سامنے جب اس پریشانی کا ذکر کیا تو آپ نے چند روز کیلئے تعمیر ملتوی کر دینے کا مشورہ دیا۔

حضرت پیر فضل شاہ صاحبؒ

حضرت پیر فضل شاہ صاحبؒ جو وقت کے بہت بڑے عالم اور بزرگ تھے پنجاب سے اکثر اس علاقے میں تبلیغ کیلئے تشریف لاتے اور ہمارے خاندان میں چند روز قیام فرماتے حسب پروگرام اپنے دورے پر تشریف لائے تو آپ کے سامنے بھی اس پریشانی کا ذکر کیا گیا تو حضرت نے میاں عطا محمدؒ کو جائے مسجد پر چالیس روز تک سورہ مزمل کا چلہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔
اگرچہ میاں صاحبؒ کیلئے رات کی تاریکی اور تنہائی میں یہ کام خطرے سے خالی نہ تھا مگر آپ نے ہمت نہیں ہاری:

ہم کو بڑے خلوص سے مر جانا چاہیے
جب زندگی میں تھوڑی بھی دشواریاں نہ ہوں

بشیر بدر

جب چلہ مکمل ہوا تو ایک شریر جن نے ہولناک قسم کے آواز کے ساتھ آپ پر حملہ کر دیا مگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے سامنے دم توڑ گیا۔ آپ نے فرمایا تم کون اور کیا چاہتے ہو؟

نارسنگھ

اس نے کہا: "میرا نام نارسنگھ ہے اور یہاں پر میرا خاندان آباد تھا، اب تعمیر مسجد کے باعث ہمیں بہت تشویش ہے مگر مجبوراً منتقل ہونا پڑا"۔ میاں صاحبؒ نے فرمایا: "مجھے تو اس بات کا علم نہ تھا۔ اب بہرحال تمہیں جب جانا ہی ہے تو کوئی نشانی دیتے جاؤ تاکہ میں مزید چلہ کشی نہ کروں جس کی وجہ سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے"۔ چنانچہ ذرا سے وقفے کے بعد حضرت کے رہائشی مکان کا ستون اکھاڑ کر بھاگ گیا۔

اس علاقے کے ہندو خاندانوں میں نارسنگھ کی ایک خاص طریقے سے پرستش تو ہوتی تھی اور مجھے والدہ صاحبہ نے بتایا تھا کہ بعض کمزور ایمان مسلمان بھی ہندوؤں کی اس پوجا میں شریک ہوتے تھے یہاں تک کہ حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت محنت سے مسلمانوں کو اللہ کے قریب کیا مگر چند ہندو خاندان جو ابتک اس علاقے میں موجود ہیں وہ ابھی تک اس جن کے نام پر کسی نہ کسی شکل میں چڑھاوہ چڑھاتے ہیں لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ جائے مسجد ہی نارسنگھ اور اس کے خاندان کا بسیرا تھا۔ تاہم اس کے بعد سے ہمارا خاندان تو محفوظ ہے لیکن تاحال جامع مسجد عثمانیہ منہوٹ میں کوئی اجنبی بسلامت رات نہیں گزار سکتا۔

Marfat.com

حضرت بابا اللہ دین مجذوب

حضرت بابا اللہ دین مجذوب رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر میاں برہان الدینؒ کے ذیل میں بھی آئے گا۔ آپ نے چڑہان میں میاں برہان الدینؒ کی نوتعمیر مسجد کو مسجد ضرار قرار دیتے ہوئے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا اس کے بعد جب یہاں منہوٹ آئے تو دیکھا کہ یہاں بھی ایک چھوٹی سی مسجد مکمل ہو چکی ہے۔

چوں کہ حضرت طویل القامت تھے جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو دروازے کے اوپر والے حصے سے آپ کا سر ٹکرا گیا جس کے بعد جلال میں آ کر نوتعمیر مسجد کو آگ لگا دی اور آناً فاناً جل کر راکھ ہو گئی۔ بزرگوں کے ساتھ عقیدت اور علاقے میں احترام کے باعث حضرت میاں عطا محمد رحمہ اللہ تعالیٰ باوجود شدید صدمے کے صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے کہ حضرت میں نے بڑی محنت کی تھی اب دوبارہ کیسے تعمیر کروں گا؟ تو فرمایا

"میاں عطا محمد ایتھے اللہ تعالی نے علم دی نہر جاری فرما دتی اے تے تو مسجدنوں روندا پیا ایں"

(میاں عطا محمد یہاں اللہ تعالیٰ نے علم کی نہر جاری فرما دی ہے اور تم مسجد کیلئے روتے ہو)

علم کی نہر کے مصداق یقینی طور پر حضرت مولانا محمد عثمان اور دیگر علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتے ہیں جن کا مفصل تذکرہ اسی کتاب میں شامل ہے۔

نوٹ: بابا اللہ دین مجذوب صاحب کے مسجد جلانے کو نہ تو شرعی اعتبار سے درست کہا جا سکتا ہے اور نہ مرحوم ہی کی صفائی میں کچھ کہہ سکتا ہوں البتہ واقعہ لکھنے سے پہلے میں نے بار بار تفتیش و چھان بین کی۔ اس وقت حضرت بابا اللہ دین مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار نوشہرہ اور سندربنی کے درمیان مقام لمبیڑی برلب سڑک موجود و مرجع خلائق ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے مولانا عبدالحمید تھے جن کے بیٹے حضرت مولانا محمد رفیق رحمہ اللہ تعالیٰ وقت کے جید عالم دین اور بزرگ گزرے ہیں اس وقت آپ کی اولاد میں مولانا محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم صاحب علم شخصیت اپنے خاندان کے ساتھ بھنڈی ڈنگلہ مضافات راجوری میں مقیم ہیں۔ 24/11/2010 میں بھی سفر راجوری سے واپسی کے روز مزار پر حاضر ہوا تھا۔

11 : حضرت میاں محمد حسینؒ

المتوفی 26 محرم الحرام 1388ھ - 7 مئی 1967ء

حضرت میاں محمد حسین بن حضرت مولانا مفتی ہاشم الدین بن حضرت مولانا میاں جمال الدین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمن رحمہم اللہ تعالیٰ مروج فارسی نصاب کے علاوہ عالم تک عربی پڑھے ہوئے اور اپنے والد ماجد کی طرح انتہائی باعمل عالم تھے۔ میں نے اپنے بچپن میں انہیں جب بھی دیکھا وضو، نماز یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے دیکھا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد و اسباط میں علماء و حفاظ کی کثرت ہے جس کی دلچسپ تفصیل اس طرح ہے:

Marfat.com

علماء بیٹے

حضرت مولانا محمد سلیمان، مولانا الحاج محمد سعید، حضرت مولانا عبدالرحیم فاضل جامعہ محمدیہ بھکھی رحمہم اللہ تعالیٰ

تین نواسے

پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ دامت برکاتہم ۔ حضرت مولانا مفتی حکیم محمد صادق دامت برکاتہم ۔ مولوی عبدالکریم عالم دین

ایک پڑپوتا

مولانا قاری فرید احمد

نواسے کی ۴ بیٹیاں

ساجدہ عصمت اللہ، عابدہ عصمت اللہ، عائشہ عصمت اللہ، حمیرا عصمت اللہ

حفاظ

پوتے کا بیٹا۔ حافظ محمد اعظم بن محمد رقیب ۔ چڑہان

پڑپوتے کا بیٹا۔ حافظ محمد شکیل محمد شفیق ۔ میرپور

پڑپوتا: عمیر خلیل ۔ حفظ میں زیر تعلیم ہے۔

تین نواسوں کے بیٹے: حافظ شکیل احمد، محمد فاضل چڑہان۔ حافظ محمد الیاس، احمد دین چڑہان۔ حافظ جاوید اقبال، مولوی عبدالکریم چڑہان۔ جبکہ حافظ شکیل احمد، محمد فاضل اور حافظ محمد الیاس احمد دین اب درس نظامی سے فارغ ہونے والے ہیں ۔

نواسے کی بیٹی: ۔ حافظہ حمیرا ڈاکٹر عصمت اللہ ۔ اسلام آباد

حضرت میاں صاحب کا نکاح

حضرت کا نکاح قریبی قصبہ فروالہ کے معزز مغل خاندان کے مورث اعلیٰ بابا وھاب دین کی بیٹی نواب بی بی سے تھا جن کے بطن اور دودھ میں اللہ کریم نے اتنی برکت رکھی تھی جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

بابا وھاب دین

بابا وھاب دین کا خاندان مقامی طور پر حسن اور حسن اخلاق میں بہت ممتاز ہے۔ حضرت استاذ مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا نکاح بھی اسی خاندان میں ہے۔ مائی عائشہ بی بی رحمہا اللہ تعالیٰ کا ذکر حضرت استاذ کے تذکرے میں آئے گا۔ اسی خاندان کی ایک شاخ پلم کے مغل ہیں جن سے حضرت استاذ قاضی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی والدہ تھیں اور ان کا ذکر حضرت استاذؒ کے تذکرے میں موجود ہے۔

بابا وھاب دین کے باقی بھائیوں کے نام اس طرح ہیں: قمر دین، جمال دین، کمال دین، امام دین، بدر دین،

Marfat.com

چراغدین، نظام دین رحمہم اللہ تعالیٰ۔ جن کی اولاد سے اس وقت بھی قصبہ فروالہ آباد ہے۔

مائی نواب بی بی کے چار بھائی تھے۔ بابا قطب دین، محمد عالم، حاجی احمد دین اور محمد عالم

حضرت بابا قطب دین مغل

حضرت بابا قطب دین اسم بامسمیٰ، عابد وزاہد، ذاکر وشاغل اور حلیم وکریم شخصیت کے مالک تھے۔ علاوہ ازیں اللہ کریم نے آپ کی زبان وہاتھ میں بڑی شفا رکھی تھی۔ برادر حاجی محمد سعید صاحب جو علاج معالجہ کرتے تھے وہ سب انہی باباجی سے مستفاد تھا۔ بابا محمد عالم صاحب کے ہاں بیٹا کوئی نہ تھا اس لئے لاولد رہے۔

بابا محمد شفیع مغل

باباصاحب کے دو صاحبزادے محترم حافظ محمد رفیق صاحب اور حاجی محمد عارف خاندان کے علاوہ دور تک بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

2010ء میں سفر راجوری کیلئے حاجی محمد عارف صاحب نے نہ صرف بروقت قانونی ضروریات مہیا کی تھیں بلکہ قیام کے دوران ساتھ ساتھ رہے۔ حاجی صاحب کی اہلیہ زیتون بیگم میرے ننہال کی ایک شاخ موہڑہ دراج کے ڈاکٹر عبدالکریم صاحب کی بیٹی ہیں جن کے حسن اخلاق نے مجھے ننہال کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ برادران محمد زبیر اور محمد افضل کی والدہ سکینہ بی بی رحمہم اللہ کا تعلق بھی اسی شاخ سے ہے اور چچی سکینہ بی بی کا ذکر آگے آئے گا۔

مائی نواب بی بی کی چار میں سے ایک بہن برکت بی بی پلولیاں بیاہی گئی تھیں جن کے پوتے افتخار حسین اپنے خاندان کے ساتھ برطانیہ کے شہر شیفیلڈ میں مقیم اور بہت محبوب شخصیت کے مالک ہیں جو میری طرف سے کوتاہی کے باوجود رشتوں کا احترام کرتے ہیں۔

حضرت میاں محمد حسین صاحب 1947ء کی ہجرت میں پاکستان تشریف لائے تھے اور واپسی سے پہلے ہی اہلیہ محترمہ پنڈی سکھروال میں وفات پاکر وہیں مدفون ہوئیں۔ پھر امن قائم ہوتے ہی واپس راجوری چلے گئے چوں کہ اولاد کم عمر تھی اس لئے نکاح ثانی نہیں فرمایا اور 1965ء کی ہجرت میں بوجہ پیری ادھر نہیں آسکے اور امن ہوتے ہی تھوڑے عرصے بعد وفات پاکر جامع مسجد چڑہان کے سائے میں مدفون ہوئے۔

اولاد

میاں محمد زمان، مولانا محمد سلیمان، عائشہ بی بی، رقیہ بی بی، میاں محمد حفیظ، میاں حاجی محمد سعید، میاں محمد عبداللہ، میاں عبیداللہ، حضرت مولانا عبدالرحیم فاضل جامعہ محمدیہ بھکھی۔ تادم تحریر برادر محترم میاں محمد عبداللہ صاحب کے علاوہ سب کی وفات ہو چکی ہے۔

Marfat.com

12 : حضرت میاں یار محمدؒ

تاریخ وفات: جمعرات 12 شعبان 1344ھ - 25 فروری 1926ء

حضرت مولانا میاں یار محمد بن حضرت مولانا میاں جمال الدین بن حضرت مولانا میاں محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمن رحمہم اللہ تعالیٰ

راقم الحروف کے دادا رحمۃ اللہ علیہ جو چھوٹی عمر میں سایۂ پدری سے محروم ہونے اور مائی بگی صاحبہ کے حضرت میاں عطا محمد رحمہ اللہ کے ساتھ نکاح ثانی کے باعث تنہا رہ گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا انتظام فرمایا جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

مائی عنایت بی بیؒ

مائی عنایت بی بی ''سیم'' مضافات راجوری کے عباسی خاندان میں سے میاں دین محمد بن میاں قادر بخش بن میاں رستم بن حضرت مولانا حافظ محمد نصر اللہ رحمہم اللہ کی بیٹی تھیں۔

مولانا حافظ محمد نصر اللہؒ

وقت کے جید عالم دین، حافظ قرآن اور مبلغ اسلام اور علاقے کی محترم شخصیت تھے۔ اس وقت سیم کی چھوٹی سی خوبصورت مسجد کے احاطے میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ جہاں سفر راجوری کے دوران حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہوئے مسرت ہوئی۔ اسی مزار کے مضافات میں آپ اور آپ کے بھائیوں میاں امیر محمد اور میاں محمد حفیظ کی اولاد آباد ہے۔

دادا جان میاں یار محمد حضرت مولانا حافظ میاں محکم دین رحمۃ اللہ علیہ سے عالم تک کی عربی کتب پڑھنے کے بعد کچھ عرصہ فتح پور مقیم رہے ہیں جہاں ان دنوں منڈی بہاؤالدین کے مضافات بھکھی سے ایک بہت بڑے عالم دین حضرت مولانا غلام محمد رحمہ اللہ بسلسلہ تبلیغ ٹھہرے ہوئے تھے، سے بھی کچھ کتب میں درس لیا مگر تفصیل محفوظ نہیں۔ تاہم آپ فارسی کے جید عالم تھے اور اپنے بزرگوں کے بعد جامع مسجد چڑہان کے تادم آخر امام اور مدرس رہے۔

قرآن کی کرامت: قبر کو آگ لگنے کا واقعہ

دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کے دوران قمر دین نامی ایک صاحب کی وفات ہوگئی جسے چڑہان اور منہوٹ کے درمیان ''قبرانوالی گلی'' کے قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں آج تک یہ قبر موجود ہے مگر ہوا یہ کہ رات کے وقت قبر سے آگ

Marfat.com

کے شعلے بلند ہونا شروع ہو گئے۔

مقدم چوہدری موجدین صاحب مرحوم نے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مہیسیانو الہ سے آواز دیکر اطلاع دی تو آپ چند لوگوں کو ہمراہ لیکر قبر کی طرف چل نکلے مگر قبرستان سے تھوڑا پہلے ''چھناں نی چھاں'' کے مقام سے آگے جانا دشوار ہوتا گیا کہ یہاں تک دہشت طاری تھی لہٰذا وہیں سے بلند آواز میں تلاوت کے ساتھ قدم قدم بڑھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ صبح کی نماز کے قریب یہ سختی اس طرح ختم ہوئی کہ آگ کا شعلہ قبر سے نکل کر آسمان کی طرف بلند ہوتا ہوتا اوجھل ہو گیا اس کے بعد دو روز تک قبر کے گرد گرمی محسوس ہوتی رہی۔

دینی غیرت

حضرت دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کے دوران علاقے کے مقدم چوہدری موجدین صاحب مرحوم کا ایک نوکر راج ولی فوت ہو گیا تو دادا صاحب کو جنازہ پڑھانے کیلئے کہا گیا مگر چوں کہ راج ولی علاقہ پونچھ کا رہنے والا تھا جہاں سے ایک عورت اغوا کر کے لایا تھا اور یہاں نکاح کیے بغیر اس کے ساتھ رہتا تھا لہٰذا دادا صاحب نے کہا کہ ایک تو یہ اغوا اور زنا کا مجرم ہے اور دوسری بات یہ کہ اس کا کلمہ یا نماز پڑھنا ثابت نہیں لہٰذا اس کی لاش گھسیٹ کر مَہیَسیاں والی جگہ پھینک دی جائے میں اس کا جنازہ نہیں پڑھا سکتا۔

مَہیَسیاں والی

جیسا کہ تفصیل گزری ہے کہ ہندوستان کے ساتھ ساتھ کشمیر میں بھی گائے بھینس ذبح کرنا ایک سنگین جرم تھا جس پر نقد جرمانہ اور قید کی سزا مقرر تھی اور ابتک ہے لہٰذا جو مال مویشی مر جاتے انہیں اس جگہ پھینک دیا جاتا جہاں سے چمار کھال اتار کر لے جاتے، باقی مردار چیلیں، کتے اور گیدڑ کھا جاتے اور مسلمان غلامی کی زندگی میں اپنا نقصان برداشت کرنے پر مجبور ہوتے۔

مقدم صاحب مرحوم اپنے نوکر کے جنازے کیلئے پریشان خاندان کی ''مَنہوٹ'' شاخ کے بزرگوں کے پاس بھی گئے مگر ان حضرات نے بھی دادا جان کی تائید میں معذرت کر لی۔ جس کے بعد چوہدری سائیں محمد صاحب مرحوم گنیاج والے کے والد میاں محمد صدیق صاحب مرحوم نے جھگڑا ختم کرنے کیلئے چند لوگوں کی امامت کرا دی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک مقدم صاحب مرحوم ناراض رہے مگر آپ کے جانشین اور بڑے بیٹے نمبردار میراں بخش مرحوم نے والدہ سے قرآن پڑھا تھا اور وہ بہت احترام کرتے تھے۔

اکتوبر 2010ء میں چھیالیس سال بعد جب میں یہاں انگلینڈ سے راجوری گیا ہوں تو ان دنوں مقدم صاحب کے پوتے چوہدری نور حسین صاحب ہمارے گاؤں کے نمبردار ہیں انہوں نے میرے ساتھ بہت محبت واحترام کا مظاہرہ کیا۔

Marfat.com

اولاد

[illegible]

01: میاں عبدالکریمؒ

[illegible]

02: میاں عبدالعزیزؒ

[illegible]

برادر عبدالرحمٰن مرحوم

[illegible] 1980 [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

03: میاں محمد شفیعؒ

[illegible]

04 : احمد بی بی

پھوپھو احمد بی بی کی شادی آپ کے ننہال میں میاں محمد دین بن میاں امیر محمد بن میاں قادر بخش بن میاں رسمت بن حضرت مولانا حافظ نصر اللہ بن حافظ اکرام اللہ بن حضرت بابا امیر حمزہ رحمہم اللہ تعالیٰ ساکن فتح پور سے ہوئے تھوڑے عرصہ بعد میاں محمد دین کے چھوٹے بھائی میاں احمد دین کی شادی تھی جس میں رواج کے مطابق دور دور سے لوگ پتھر (بغودر، بگدر) اٹھانے کیلئے جمع ہوئے۔ چوں کہ پتھر بھاری تھا اس لئے بہت کم نوجوان اس کھیل میں عملاً حصہ لے سکے۔ پھوپھو صاحبہ جو بہت صحتمند خاتون تھیں اس منظر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں لہٰذا جب لوگ شادی سے فارغ ہو کر چلے گئے تو پھوپھو نے پتھر اٹھا کر دور پھینک دیا۔ صبح جب آپ کے سسر کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے بہت افسوس کا اظہار کیا اور بہو سے کہا کہ وہ آئندہ ایسا نہ کرے مگر دوپہر کے وقت پھوپھو کو بخار شروع ہوا جس کے ساتھ ہی خون کی قے ہوئی اور اسی روز انتقال فرما گئیں جس سے دونوں خاندانوں کو اس موت سے شدید دھچکا لگا۔

05 : فاطمہ بی بیؒ

داداجان کو اپنے سسرال اور داماد سے بے پناہ محبت تھی مگر بیٹی کی موت کے باعث بہت خلا محسوس ہوا تو میاں محمد دین بن میاں امیر محمد سے اپنی دوسری بیٹی فاطمہ بی بیؒ بیاہ دی جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے مولوی عبدالرشید، حضرت قاری عبدالرحمٰن، عبدالحمید رحمہم اللہ تعالیٰ اور تین بیٹیاں سکری (سائرہ خاتون) زینب بی بی، زبیدہ خاتون عطا فرمائیں۔

سفرِ آخرت

1926ء میں داداجان پنجاب کے رشتہ داروں سے طویل عرصہ تک کی جدائی کی وجہ سے بیقرار تھے جبکہ اسی دوران میاں عبدل کی بہن مائی ہاجرہ بی بی کی گجرات شاخ میں شادی ہوگئی تو دادا صاحب نے بھی ڈولی کے ساتھ سفر اختیار فرمایا تھا مگر راستے میں دردِ شکم کے باعث علیل ہو گئے اور یہی سفر وعلالت قدرت کی طرف سے اپنی آخری آرام گاہ کی طرف منتقل ہونے کا بہانہ ثابت ہوا۔ تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں بمقام چک فاضل بروز جمعرات 12 شعبان 1344ھ 25 فروری 1926ء کو وفات پا کر وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر کا کتبہ محفوظ تھا جس سے تاریخ وفات کا تعین ہوگیا اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ

جس پہ چلتے ہوئے سوچا تھا کہ لوٹ آؤں گا
اب وہ رستہ بھی مجھے شہر بدر لگتا ہے

عباس تابش

Marfat.com

13 : استاذ المشائخ حضرت علامہ مولانا محمد عثمانؒ

تاریخ وفات: ۳ ۔۔۔ ۱۹۹۱ ہجری مطابق 1939ء-1358ھ

العالم الربانی حضرت مولانا محمد عثمان بن مولانا میاں عطا محمد بن فیض دین بن حضرت مولانا میاں بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مرحوم کے دو نکاح تھے یعنی کہ بڑی بیوی صاحبہ جو کہ چھم والے مغلوں میں سے تھیں کا انتقال ہو گیا تھا مگر اللہ کریم نے دونوں سے کل پانچ اولادیں عطا فرمائیں۔

میاں عبدالرحمن

آپ کی اولاد نرینہ میں ایک ہی بیٹا میاں عبدالرحمن مرحوم ہیں جو کہ ناریوں والی مائی صاحبہ کے بطن سے تھے ہجرت 1965ء میں اگرچہ میرپور تک آ گئے تھے مگر امن ہوتے ہی واپس چلے گئے۔ اس وقت آپ کی اولاد مینڈھر میں آباد ہے۔

سائرہ بیگم

مائی سائرہ بیگم جن کی والدہ چھم والی مائی صاحبہ تھیں کے بیٹے حاجی محمد اکرم جو کہ پنجابی کے باصلاحیت شاعر ہیں اس وقت میرپور میں آباد ہیں جبکہ ان کی دو بیٹیاں ہیں۔

۱۔ زبیدہ بیگم زوجہ عبدالکریم بن محمد دین ساکن فتح پور اور اس وقت میرپور میں آباد ہیں۔

۲۔ سعیدہ صاحبزادہ مولوی عبدالقیوم بن مولانا محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ کی زوجیت میں ہیں اور ان کی اولاد بھی اس وقت مینڈھر مضافات راجوری میں آباد ہے۔

فاطمہ بی بی

جن لوگوں نے مائی صاحبہ کو قریب سے دیکھا ہے انہیں معلوم ہے کہ آپ کی زندگی پر اسم "فاطمہ" کی نسبت، والدگرامی کی تربیت اور حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہم اللہ کی رفاقت کی گہری چھاپ تھی۔ سن شعور سے تادم آخریں تہجد، رجب و شوال اور جمعرات سے سوموار تک کے روزوں کا اہتمام کہنے کو آسان ہے مگر ساری زندگی محافظت آپ کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ صبر و شکر اور قناعت کے علاوہ صفائی ستھرائی آپ کی عادت مستمرہ تھی۔

Marfat.com

مرض وفات میں مولوی عبدالقیوم صاحب نے احتیاطاً ایک صندوق تیار کرالیا تھا۔ مگر مائی صاحبہ کو کسی طرح اس کی بھنک پڑگئی تو ناپسندیدگی کا اظہار کیا مگر مولوی صاحب کے اصرار پر فرمایا ٹھیک ہے۔ مگر ایک شرط پر کہ صندوق کو اوپر سے بند کرنے کے بجائے مٹی سے بھر دینا۔ عرض کیا مگر مٹی سے بچانے کیلئے تو میں نے اہتمام کیا ہے۔ فرمایا جب میرا خمیر مٹی سے ہے تو پھر اس اہتمام کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وفات سے تین روز پہلے مقامی پنچایت کے صدر چوہدری محمد رفیق صاحب کے صاحبزادے عیادت کیلئے آئے تو ان کے استفسار پر مولوی عبدالقیوم صاحب نے بتایا کہ والدہ بہت تکلیف میں ہیں۔

مائی صاحبہ نے سنتے ہی مولوی صاحب کو ڈانٹ دیا کہ میں نے ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے اپنی تکلیف کی شکایت نہیں کی تو تم کیوں کرتے ہو۔

آپ جب میرپور سے واپس گئی ہیں تو اپنے ماموں بابا لال دین صاحب سے ملاقات کیلئے ننہال پلم تشریف لے گئیں۔ واپسی پر ماموں صاحب نے حسب دستور کچھ چاول وغیرہ اٹھوا دیئے۔ چڑہان کے راستے واپسی کے دوران یہ ساری چیزیں فضل بیگم زوجہ میاں محمد عبداللہ کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ میری نسبت تم زیادہ مستحق ہو۔

جیسا کہ حضرت استاذ رحمہ اللہ کے تذکرے میں تفصیل آئے گی۔ ہجرت کے بعد کچھ عرصہ تک سب لوگوں کے مالی حالات بہت ناگفتہ بہ تھے۔ ان حالات میں مائی صاحبہ کو حق پہنچتا تھا کہ وہ بھی باقی لوگوں کی طرح اپنی آسانی کیلئے بڑے بیٹے کو مزدوری پہ لگا دیتیں مگر آپ کے ایثار اور قربانی کا نتیجہ ہے کہ آج میرے قبیلے کے پاس شیخ الحدیث حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحمن دامت برکاتہم جیسی شخصیت موجود ہے۔ ونفعنا اللہ تعالی بطول حیاتہ.

تاریخ وفات: مائی صاحبہ نے بروز بدھ 9 محرم الحرام 1411ھ۔ یکم اگست 1990ء وفات پائی اور منبوٹ کے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئیں: وجعل اللہ الجنة مثواها.

مریم بی بی

مائی مریم بی بی کا تعارف عالمات قریش کے ذیل میں موجود ہے۔

حضرت سے پہلا تعارف

میرے بچپن میں ایک واقعہ اس طرح پیش آیا کہ میں اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ گھر کے صحن سے تھوڑا آگے کھیل رہا تھا اور ہمارے سامنے نالے کے اس پار مائی بانی زوجہ معصوم دین مغل موجود تھیں جن کے ساتھ والدہ بات چیت میں مصروف تھیں۔ اتنے میں ایک طویل القامت اور بہت خوش شکل سی ادھیڑ عمر عورت آکر مائی بانی کے پاس رکیں۔ ادھر سے والدہ نے بھی خیریت معلوم کی تو کہنے لگیں "آج میں اپنے گناہوں کی گٹھڑی مولوی محمد عثمان کے سر پر رکھ کر فراغت سے آگئی ہوں"۔

یہ الفاظ سنتے ہی والدہ غضبناک ہوگئیں کہ تمہاری یہ جرأت اور ایک بڑا ڈنڈا لے کر ان کے پیچھے بھاگیں مگر وہ والدہ کو غضبناک دیکھ کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔ میرے استفسار پر والدہ نے بتایا کہ "یہ عالاں لوہاری ہے جو ایک ہندو کے

Marfat.com

ساتھ رہتی ہے اس کی ایک بیٹی خورشید سے حضرت مولانا محمد عثمان کے بیٹے عبدالرحمٰن نے نکاح کیا ہے اور یہ سمجھتی ہے کی حضرت مرحوم کے ساتھ رشتہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے گا اب چوں کہ بھاگ گئی ہے ورنہ اس کی خبر لیتی"۔

نوٹ: دراصل مائی عالاں کے خاندان سے والدہ کی بھی رشتہ داری تھی اور حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت پہ غالباً وہ اظہار مسرت کر رہی تھیں مگر نا مناسب الفاظ سے کام بگڑ گیا۔ اب یہ سطور لکھتے ہوئے میں نے واقعہ کی چھان بین کی ہے۔ جس کے مطابق مائی عالاں نے پہلے شوہر کی وفات کے بعد ایک نومسلم سے نکاح کیا تھا مگر کم علمی کے باعث لوگ ان کے اسلام لانے کو شک کی نظر سے دیکھتے تھے جو صحیح نہیں چوں کہ مرحومین کی اولاد الحمد للہ مسلمان ہے۔ میں ان مرحومین سمیت اپنی والدہ اور باقی الزام دینے والوں کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم سب کی مغفرت فرمائے چوں کہ ان کا گمان درست نہ تھا۔

یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں نے آپ کا نام سنا جس کے بعد مجھے والدہ نے بتایا کہ آپ وقت کے بہت بڑے ولی تھے جن کی کئی کرامات ہیں۔ آئندہ سطور میں مولانا محمد رفیق صاحب کے جو تحریری واقعات بیان ہوں گے ان میں سے اکثر میں نے والدہ سے بھی سن رکھے ہیں۔

آپ کے والد مولانا میاں عطا محمدؒ کے تذکرے میں گزر چکا ہے کہ آپ بسلسلہ تبلیغ چڑہان سے منہوٹ منتقل ہو گئے تھے جہاں آپ کی تعمیر کردہ مسجد کو حضرت بابا اللہ دین مجذوب نے جلا دیا تھا اور آپ کی پریشانی کے جواب میں فرمایا تھا:

"میاں عطا محمد ایتھے اللہ تعالیٰ نے علم دی نہر
جاری فرما دتی اے تے تو مسجدنوں رونداپیا ایں"

(میاں عطا محمد یہاں اللہ تعالیٰ نے علم کی نہر جاری فرمادی ہے اور تم مسجد کیلئے روتے ہو)

علم کی اس نہر کے مصداق یقینی طور پر حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ ہی ہو سکتے ہیں کیوں کہ آپ اپنے دور کے جید عالم دین اور صاحب کرامت ولی تھے۔ حضرت رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے بزرگوں سے گھر پر حاصل کی جس کے بعد آپ سیاکھ مضافات میر پور میں امام العصر حضرت مولانا محمد ابراہیم سیاکھوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔

حضرت مولانا سیاکھویؒ

وفات بروز جمعہ یکم رمضان المبارک 1374ھ 22 اپریل 1955ء

تقریباً ستائیس سال تک حصول علم کیلئے سفر میں رہنے کے بعد آپ نے ساری زندگی غار میں مراقبے یا مسجد میں پڑھاتے بسر فرمائی، ہمیشہ پتھر کا تکیہ رکھتے اور بغیر چٹائی کے مسجد کے کچے فرش پہ بیٹھتے اور وہیں طلبہ کو درس دیتے۔ آپ کی زندگی میں تکلف نام کی کوئی چیز نہ تھی آپ اپنے ہمعصر علماء میں انتہائی حسین وجمیل اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے نورانی چہرے کی طرف نظر بھر کر دیکھنا مشکل ہوتا۔

Marfat.com

خصوصاً صبح کے وقت جب آرام گاہ سے نکلتے تو آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوتا۔ اشتیاق سے آپ کی زیارت کی جاتی اور آپ کے حسن و جمال کا علاقے میں چرچا ہوتا اس وقت آپ کا صد سالہ قدیم شجرہ نسب جو حضرت مولانا رضاء الحق دامت برکاتہم مہتمم جامعۃ الھدیٰ نوٹنگھم نے راقم الحروف کو عنایت فرمایا ہے اور میرے سامنے ہے اس کے مطابق امیر المؤمنین خلیفۃ الرسول ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں کہ آپ کا نسب نامہ پدری بتیسویں پشت پر حضرت طلحہ بن علی رضی اللہ عنہما سے جا ملتا ہے۔ اس کے باوجود آپ کے بعض اسباط گورسی کہلاتے ہیں ممکن ہے کہ ''گورسیاں'' جو مضافات میر پور میں ایک گاؤں تھا اس کی نسبت سے اس طرح لکھتے ہوں۔

ہم جماعت علمائے کرام

حضرت سیاکھویؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا منظور عالم سیاکھویؒ نے اپنی تالیف ''معارف قرآنی'' ناشر مدنی ٹرسٹ نوٹنگھم برطانیہ کے مقدمے میں حضرت سیاکھویؒ کے مشاہیر تلامذہ کی جو فہرست دی ہے اس کے مطابق تفصیل اس طرح ہے:

☆ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم کوٹ کندھوخان
☆ حضرت مولانا عبداللہ سیاکھوی برادر خورد
☆ حضرت مولانا حکیم حیات علی چشتی
☆ حضرت مولانا مفتی محمد عثمان قریشی راجوروی
☆ حضرت مولانا فضل دین پلندری والے
☆ حضرت مولانا حافظ محمد فاضل ڈھانگری شریف

لیکن حضرت مولانا عبداللہ سیاکھوی برادر خورد حضرت سیاکھویؒ کے علاوہ یقین سے کہنا مشکل ہے کہ یہ تمام حضرات ہم جماعت تھے رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت کھنمباھیؒ سے شرف تلمذ

بروایت حضرت میاں سائیں حافظ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مولانا محمد عبداللہ کھنمباھی چشتی المعروف مولانا پہاڑ والے رحمۃ اللہ علیہ جو علاقہ کشمیر کے استاذ الکل اور اولین علما اور فخر المحدثین قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اولین تلامذہ میں سے تھے سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت سیاکھویؒ سے پہلے یا بعد میں۔ لیکن میرا اپنا اندازہ یہ ہے کہ حضرت کھمباہی سے پہلے پڑھا ہوگا اور بعد میں سیاکھ تشریف لائے ہیں کیوں کہ سیاکھ سے راجوری واپس جانے کا ذکر موجود ہے۔

نوٹ: میں نے اپنی تازہ تالیف ''آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری'' میں حضرت کھمباہی، حضرت سیاکھوی اور دیگر ہم عصر شخصیات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

جامعہ امینیہ دہلی

سیا کھ میں حضرت سیا کھویؒ سے کچھ عرصہ تعلیم پانے کے بعد جب آپ واپس راجوری لوٹے ہیں توان دنوں ہمارے علاقے میں مقدم موجدین صاحب کے نوکر راج ولی کے فوت ہونے پر حضرت مولانا کے بڑے بھائی مولانا میاں یار محمدؒ کی طرف سے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے انکار کا واقعہ پیش آیا ہے، جس کی تفصیل میں نے مولانا میاں یار محمدؒ کے تذکرے میں ''ایمانی غیرت'' کے عنوان کے تحت ذکر کی ہے۔

بروایت میاں محمد عبداللہ بن میاں محمد حسین بن مولانا مفتی ہاشم الدین رحمہما اللہ تعالیٰ چوں کہ مقدم موجدین صاحب کے کہنے پر آپ نے خود نماز جنازہ پڑھانے کے بجائے بڑے بھائی کو ایک رقعہ لکھا تھا اور جواب آنے پر نہ صرف آپ نے ارادے سے رجوع فرمایا تھا بلکہ مزید تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا جس کے نتیجے میں آپ جامعہ امینیہ دہلی روانہ ہو گئے۔ ان دنوں مفتیٔ ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ حیات تھے لہٰذا آپ سے شرف تلمذ حاصل ہوا اور وہیں سے مکمل فراغت حاصل کی۔

حضرت کے نواسے مولانا محمد رفیق صاحب کا بیان ہے کہ ''1968ء میں رمضان المبارک کے دوران جامعہ عربیہ گوجرانوالہ سے سالانہ تعطیلات کے دوران جب میں واپس میرپور آیا تو نانی صاحبہ اور ماموں عبدالرحمٰن بن مولانا محمد عثمانؒ سے ملاقات ہوئی۔ ماموں عبدالرحمٰن صاحب نے مجھے اپنی فیملی کھوئی رٹہ پہنچانے کا کہا۔ میں ماموں کے بیوی بچوں اور نانی صاحبہ کو لے کر کھوئی رٹہ گیا۔ سامان اور کچھ کاغذات ہمراہ تھے جن میں زمین کے کاغذات، مولانا محمد عثمان کی سند اور مہر بھی تھی۔ میں نے شوق سے وہ سند پڑھی۔ اس وقت خیال ہوا کہ سند سنبھال لی جائے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ سند پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سند جامعہ ''امینیہ'' دہلی کی تھی۔ وہ سند مع دیگر کاغذاتِ زمین وغیرہ پڑھنے کے بعد واپس نانی جان کے سپرد کر دی''۔

()

حضرت مولانا تکمیل کے بعد وطن واپس آ گئے۔ جہاں اپنے آبائی گاؤں میں دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ ایک مہمان خانہ تعمیر کرایا۔ موضع سانون کوٹ ایسی جگہ واقع ہے جو راجوری شہر سے جانب مشرق آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس زمانے میں کوئی سڑک وغیرہ نہ تھی۔ لوگ پیدل سفر کرتے۔ دور دراز کے پہاڑی علاقوں کے لوگ راجوری شہر آتے جاتے وہاں قیام کرتے۔ باقاعدہ مہمان سرائے تعمیر تھی۔ سانون کوٹ ''مولویوں کی ڈھکی'' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ہندو مسلم بلا تخصیص اس مہمان خانہ سے مستفید ہوتے۔

()

درس گاہ میں گرد و پیش کے طلبہ کے قیام و طعام کا مستقل انتظام تھا۔ بلا مبالغہ سینکڑوں طلبہ اس درس گاہ سے مستفید ہوئے اسی دوران حضرت مولانا نے بمقام لڑی مضافات راجوری شہر میں اولین جمعہ قائم فرمایا تھا۔ جہاں

Marfat.com

مسجد تو اب تک محفوظ ہے مگر فوج کے احاطے میں آنے سے عام آمد و رفت معطل ہو چکی ہے۔

()

پہلی مرتبہ جمعہ قائم ہونے اور مسلمانوں کے ایک جگہ جمع ہو کر عبادت کرنے سے مقامی ہندو برادری نے تعصب کی بنیاد پر مسلمانوں کے خلاف ڈاکہ زنی کا مقدمہ دائر کر دیا۔ اس طرح حضرت مولانا محمد عثمان اور حضرت قاضی منصور علی سمیت تریسٹھ نمازیوں کو بیڑیاں پہنا کر ریاسی جیل میں ڈال دیا گیا۔

اس سازش کو حضرت قاضی منصور علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پنجابی نظم کی شکل میں بیان کیا ہے۔ اس منظوم سی حرفی جو میرے سامنے ہے کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا نے پہلی جیٹھ کو راجوری میں مقامی سود خور مہاجنوں کے خلاف خطاب فرمایا تھا جس میں مسلمانوں کو سود پر مہاجنوں سے قرض اٹھانے کے بجائے محنت اور تجارت کی ترغیب دی تھی اور جب اس کے کچھ اثرات سامنے آئے تو ہندو برادری نے سودی نظام کو خطرے میں دیکھ کر ہاتھی دروازہ کے تھانے میں آپ کے خلاف پرچہ درج کرا دیا۔

اے صلاح رل سبناں کیتی جے ایسا ہوندا رہیا
مشکل نال مفاد اساڈے حال جے ایسا رہیا
راجوری دے وسن والے کدی نہ ہوسن ایسے
جے کر اے سیانے ہوئے فیر کد آون پیسے
قرضہ لینا ترک ہویا جی کرن تجارت لگے
وعظ مولوی دا اے سب سن کے کرن تجارت لگے

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ سی حرفی دراصل حضرت مولانا کی منظوم سوانح ہے۔

حضرت اپنے وقت کے کامل ولی تھے اور آپ کی بے شمار کرامات زبانِ زد خاص و عام ہیں آپ کی تاریخ وفات ۳ پوہ ۱۹۹۶ بکرمی مطابق 1939ء-1358ھ ہے۔

حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق تقریباً ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی اور جامع مسجد منہوٹ کے متصل مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار شریف اس وقت مرجع خلائق ہے۔ جہاں 2010ء میں زیارت اور دعا سے مجھے بہت سکون میسر آیا۔

Marfat.com

حضرت مولانا واقعات کی روشنی میں

ایک ایمان افروز واقعہ

جناب محمد زکریا بھٹی صاحب ریٹائرڈ سیشن جج خاندانی اہلحدیث اور اچھی شہرت کے مالک اور میرپور کی معزز شخصیات میں سے ہیں۔آپ کے والد صاحب مولوی فضل دین مرحوم مہاراجا ہری سنگھ کے دور میں ایک بڑے وکیل تھے کیوں کہ ڈوگرہ دور میں مسلمان دوہری غلامی کی دلدل میں زندگی گزار رہے تھے لہٰذا ایک مسلمان وکیل کی حیثیت سے آپ نے شہرت پائی تو میرپور کے علاوہ مسلمانوں کی خواہش پر جموں اور راجوری تک ان کے عدالتی معاملات میں قانونی راہنمائی فرماتے تھے۔

شیخ الحدیث حضرت صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم نے اس مرتبہ دورہ برطانیا کے دوران بروز جمعرات 13 مئی 2010ء کی صبح میرے گھر پر جناب محمد زکریا بھٹی صاحب کے حوالے سے حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ کے بارے میں ایک عجیب ایمان افروز واقعہ بیان کیا تو میں نے قلمبند کرلیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ گزشتہ ماہ اپریل 2010ء میں جج صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا، میں تعزیت کیلئے حاضر ہوا جس دوران میرے ایک دوست حاجی عبدالرشید بھٹی صاحب بھی تشریف لے آئے جنہوں نے میرے بارے میں جج صاحب سے دریافت کیا کہ آپ مولانا کو پہچانتے ہیں؟

تو جج صاحب نے جواب دیا کہ ایک بہت اچھے حوالے سے، جس کی تفصیل انتہائی دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔

"یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں اور مولانا کے خاندان کے ایک بہت بڑے عالم وقانون دان حضرت مولانا قاضی عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ضلع قاضی میرپور عدالت میں اکٹھے بیٹھتے تھے حضرت قاضی صاحبؒ کے اخلاق وکردار اور قابلیت سے میں بہت متاثر تھا لہٰذا ایک روز آپ سے ایک سوال پوچھ لیا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں ان سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا کوئی علمی پس منظر ہے ورنہ عام حالات میں معاشرے کے اندر ہمارے علمائے کرام کا جو حال ہے وہ تو سب کے سامنے ہے؟ چنانچہ حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنے خاندان کے تعارف میں حضرت مولانا محمد عثمان راجوروی رحمہ اللہ کا جب حوالہ دیا تو میں چونک پڑا کیوں کہ میں غائبانہ طور پر اپنے بچپن سے بذریعہ والد صاحب مرحوم اس شخصیت سے متاثر چلا آرہا ہوں۔

Marfat.com

والد صاحب ایک مرتبہ ایک کیس کے سلسلے میں راجوری میں موجود تھے کہ انہیں کسی نے بتایا کہ یہاں علاقہ منہوٹ میں ایک بزرگ مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ علیہ موجود ہیں جن کی بہت سی کرامات میں سے دو اس طرح ہیں کہ

1 : ایک تو آپ کا دل ہر وقت واضح حرکت کرتے ہوئے ذکر میں مصروف رہتا ہے اور آپ کی مجلس میں موجود ہر فرد اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

2 : اور دوسری بات یہ کہ حضرت رات کو اپنی مسجد میں شب بیداری فرماتے ہیں جہاں بغیر چراغ کے آپ کی موجودگی کے ساتھ مسجد روشن رہتی ہے۔

والد صاحب فرماتے ہیں یہ بات سنتے ہی میں عدالت سے فارغ ہو کر آپ کی زیارت کیلئے جا پہنچا جہاں مجھے بہت باعزت طریقے سے مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا اور حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتے ہی پہلی بات کا مشاہدہ بھی ہو گیا جو اطمینان کا باعث تھا۔ اس کے بعد رات کو جب حضرت حسب معمول مسجد کے دروازے بند کر کے اندر تشریف فرما ہوئے اور اپنے معمولات شروع کیے تو میں نے اپنے مشن کی تکمیل کیلئے مسجد کی کھڑکی سی جب جھانک کر دیکھا تو مسجد اس طرح روشن تھی جس طرح بیک وقت کئی قندیلیں روشن کر دی گئی ہوں۔

والد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ اس مرتبہ جب میں راجوری سے فارغ ہو کر میرپور پہنچا تو کچھ دوست ملنے کیلئے آئے جن میں مرحوم الف دین عرضی نویس میرپور بھی شامل تھے۔ میں نے جب ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو تڑپ اٹھے اور مجھ سے کہا کہ اب کی بار مجھے بھی ساتھ لے چلیں تا کہ میں بھی حضرت کی زیارت کر سکوں۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد جب پھر جانا ہوا تو موسم میں کافی خنکی آ چکی تھی۔ ہم لوگ راجوری سے ہوتے ہوئے ایک رات تاخیر سے منہوٹ پہنچے تو حضرت مسجد میں جا چکے تھے مگر ایک طالبعلم ہمارے انتظار میں جاگ رہا تھا۔ (والد صاحب نے اس طالبعلم کا نام بتایا تھا مگر اس وقت میں بھول چکا ہوں) جو ہمیں مہمان خانے میں ٹھہرا کر جلدی سے کھانا اور تازہ و گرم گرم دودھ لے آیا جس پر ہم نے اس سے پوچھا کہ اتنی تاخیر اور خنکی کے باوجود بالکل تازہ دودھ کا کیا معاملہ ہے؟ تو اس طالبعلم نے ہمیں بتایا کہ حضرت مولانا نے گھر والوں کو فلاں سرخ رنگ کی بھینس دوہنے سے منع کر دیا تھا کہ آج رات تاخیر سے دو مہمان آئیں گے ان کی ضیافت کیلئے اسی وقت تازہ دودھ انہیں پیش کیا جائے اس طرح یہ دودھ تازہ ہے۔

والد صاحب فرماتے کہ یہ سن کر ہم پہلے سے بھی زیادہ حیران تھے کہ معاملہ کیا ہے تاہم ہمارا سفر ایک خاص مقصد کے تحت تھا اس لیے نیند کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لہٰذا میں الف دین کو ساتھ لیے اسی کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا جس کے روزن سے پہلے روشنی کا مشاہدہ کر چکا تھا۔ اس کے بعد الف دین کو بھی مشاہدہ کرایا اور سو گئے صبح حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو الف دین نے دوسری کرامت بھی مشاہدہ کر لی جس کے بعد بوقت رخصت میں نے حضرت کو اپنا اور ساتھی کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت ہم لوگ دور سے حاضر ہوئے تھے شاید زندگی میں پھر موقعہ نہ ملے لہٰذا ہماری حاضری کا مقصد پورا ہو چکا مگر ہم نے سنا تھا کہ آپ صاحب کرامت ہیں اگر ہم بھی کوئی مشاہدہ کر لیتے تو ایمان تازہ ہو جاتا۔

اس سوال پر آپ جلال میں آ گئے اور فرمایا: ”مجھے تمہارے پیشے، نام اور آمد کی وجہ کا علم ہے اور یہ بھی کہ تم مجھے کھڑکی سے

Marfat.com

جھانک کر دیکھتے رہے ہومگر بات یہ ہے کہ میں کوئی مداری نہیں جو میلہ لگا کر لوگوں کو کرتب دکھاتا پھرتا ہے میرے ذمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فریضہ ہے کہ میں جہالت میں مبتلا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے نور کی طرف کی دعوت دیتا رہوں باقی معاملات اللہ تعالیٰ کے اپنے ہاتھ میں ہیں''۔

نوٹ: بوقت تحریر 11:35 AM مورخہ 20/05/2010 میں نے صاحبزادہ مولوی عبدالقیوم صاحب کو منہوٹ فون کر کے مسجد کی کھڑکی کے بارے میں معلوم کیا ہے تو انہوں نے بتایا کہ اس دور میں صرف شمال کی طرف ایک کھڑکی تھی اب جنوب کی طرف مزید ایک کا اضافہ کر لیا گیا ہے۔

نوٹ متذکرہ جامع مسجد عثمانیہ منہوٹ کے بانی حضرت میاں عطا محمدؒ کے تذکرے کے تحت میں نے باقی تفصیل لکھدی ہے۔

نوٹ مندرجہ ذیل واقعات راقم الحروف کی درخواست پر حضرت مولانا کے نواسے مولانا محمد رفیق صاحب فاضل جامعہ عربیہ گوجرانوالہ نے تحریری طور پر مہیا فرمائے آپ کے شکریئے کے ساتھ شامل کرتا ہوں۔

()

حضرت مولانا کو اگرچہ بچپن سے حصول علم کا شوق تھا جس کے تحت سیاکھ کے مدرسہ میں داخل ہوئے لیکن تعلیم ادھوری چھوڑ کر واپس چلے گئے تو والد گرامی نے آپ کی والدہ کو طعنہ دیا کہ لو تمہارا لعل سند لے کر آ گیا ہے اس پر ماں کو صدمہ پہنچا تو بیٹا برداشت نہ کر سکا بلکہ مشکل سے رات بسر کر کے صبح گھر سے نکل پڑے اور سولہ سال تک مسلسل علم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ جامعہ امینیہ دہلی سے سند امتیاز لے کر واپس آئے۔ ان دنوں نصاب میں موجودہ درس نظامی کی کتب کے علاوہ فلسفہ، طب اور ریاضی بھی پڑھائی جاتی تھی لہٰذا حضرت کو ان تمام علوم اور عربی و فارسی میں عبور حاصل تھا۔

()

حضرت مولانا نے واپسی پر جو مکتب سکول قائم فرمایا تھا اس کے نصاب میں درسی کتب کے علاوہ پانچویں تک پرائمری تعلیم لازم تھی جو علاقائی وسائل کے اعتبار سے ایک بڑا انقلابی قدم تھا یہی وجہ ہے کہ مکتب سکول منہوٹ کے فارغ علمائے کرام نے اپنے اپنے علاقے میں بڑے تعمیری اور انقلابی کارنامے سرانجام دیئے۔

()

مکتب سکول منہوٹ میں مقامی طلبہ کے علاوہ جو طلبہ دوردراز کے علاقوں سے پڑھنے کیلئے آتے اور ان کا یہیں مستقل قیام تھا ان کا کھانا حضرت کے گھر پکتا تھا کیوں کہ حضرت ان کو اپنی روحانی اولاد تصور فرماتے تھے۔ جبکہ مکتب میں لڑکوں کے علاوہ لڑکیاں بھی زیر تعلیم تھیں مگر پردے کا معقول انتظام تھا۔

()

حضرت مولانا علاقے کے مفتی بھی تھے۔ اگر کوئی آدمی فتویٰ لینے آتا اور ساتھ کوئی تحفہ یا ہدیہ لاتا تو قبول نہیں فرماتے تھے نیز ان تمام خدمات کے عوض حضرت نے پوری زندگی کوئی معاوضہ نہیں لیا بلکہ اپنی گزر بسر کیلئے خود زمینداری

Marfat.com

کرتے۔آپ کے زمانے میں جن بارانی زمینوں کی پیداوار 30 / 120 من مکئی تھی آپ کی وفات کے بعد صرف 20 / 30 من رہ گئی تھی یہی حال آپ سے پہلے تھا اور اسی مقدار سے چاول کی پیداوار تھی۔

()

1963ء میں حضرت میاں نظام الدین صاحب لاروی رحمہ اللہ تعالیٰ ترالہ میں مقدم حبیب اللہ صاحب مرحوم کی دعوت پر ان کے گھر تشریف لائے تھے جہاں علاقے کے لوگوں کی ایک کثیر تعداد جمع تھی میں نے خود سنا کہ حضرت میاں صاحبؒ نے حضرت مولاناؒ کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنا واقعہ اس طرح بیان فرمایا:'' واقعہ یہ ہے کہ حاجی صاحب لاہ والے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے نور مانتے تھے اور میں بھی ان سے متاثر تھا لیکن حضرت مولاناؒ نے بات سمجھانے کیلئے مکئی کی ایک روٹی لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور پھر حاضرین سے سوال کیا کہ جس طرح یہ دونوں ٹکڑے روٹی ہی کہلاتے ہیں اور ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں اسی طرح اگر رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور کا حصہ تسلیم کر لیا جائے تو شرک لازم آتا ہے لہٰذا آپ کی فضیلت کیلئے یہ کافی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے انوار میں سب سے اعلیٰ و افضل نور اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں حضرت مولاناؒ کی اس تمثیل سے میری اصلاح ہوگئی''۔

()

حضرت مولاناؒ کے زمانے میں راجوری کی ہندو برادری نے منظم مہم چلا کر شہر میں باآواز بلند اذان پر پابندی عاید کرادی تھی کہ اس طرح ہندو عورتیں اذان کی آواز سے مثبت طور پر متاثر ہوتی ہیں جس سے ان کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔چوں کہ حضرت مولانا راجوری میں خطبۂ جمعہ دیتے تھے لہٰذا آپ نے سرکاری حکم کی تعمیل سے انکار فرما دیا جس کے نتیجے میں آپ کو گرفتار کر کے جموں جیل میں ڈال دیا گیا جہاں آپ کو سرکاری حکم ماننے کیلئے طرح طرح کی جسمانی سزائیں دی گئیں مگر آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی۔جب بھی سزا کے بعد آپ سے پوچھتے کہ'' پھر اذان دو گے؟'' تو مولانا فرماتے:'' ہاں انشاء اللہ اگر زندہ رہا ہوگیا تو ضرور''۔

نوٹ: حضرت مولانا کی گرفتاری کے پس منظر میں ایک واقعہ پہلے بھی گزر چکا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دو مرتبہ گرفتار ہو کر جیل گئے ہیں پہلی مرتبہ ریاسی اور دوسری مرتبہ جموں واللہ اعلم۔

()

حضرت مولاناؒ کے گاؤں میں ہندو مسلم کشیدگی ایک بڑا مسئلہ تھا۔آپ نے اپنے اخلاق کریمانہ سے صدیوں کی نفرت کو محبت میں تبدیل کر دیا تھا۔اس دور کے معروف سرمایہ دار مہتہ امرناتھ کے خلاف ایک منظم سازش کے تحت لوگوں نے یکبارگی حملہ آور ہو کر لوٹ مار شروع کر دی تو مولاناؒ موقعہ پر پہنچ کر بلوائیوں اور مہتہ صاحب کے بیوی بچوں اور مال اسباب کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوگئے۔تو آپ کی موجودگی میں کسی کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی اور بلوائی ناکام لوٹ گئے۔نفرت کے اس دور میں اس واقعہ کی بہت تشہیر ہوئی جس کی بناء پر مہاراجہ ہری سنگھ خود راجوری آیا اور دو سو

Marfat.com

چاندی کے روپئے انعام کا اعلان کرتے ہوئے مولانا سے ملاقات کی خواہش کی مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ میں ایک درویش ہوں، مہتہ امرناتھ میرا پڑوسی تھا میں نے اپنے نبی ﷺ کی سنت کی اتباع میں اس کی مدد کی جس پر کوئی انعام قبول نہیں کرسکتا اور نہ کسی سے دادِ تحسین ہی وصول کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ اس کے بعد مہاراجہ ہری سنگھ تا حیات آپ کیلئے 25 روپے سرکاری وظیفہ مقرر کرکے چلا گیا مگر آپ کے وصول فرمانے کی کوئی شہادت نہیں مل سکی۔

()

حضرت استاذ مولانا حکیم محمد عبدالکریمؒ نے بذاتِ خود مجھے بتایا تھا کہ ''جن دنوں میں لاہور میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے پاس زیرِ تعلیم تھا تو غسل کی غرض سے جب حمام میں داخل ہوا تو باہر سے کوئی میرے کپڑے چرا کر بھاگ گیا۔ اس طرح میں برہنہ حالت میں کمرے میں جا کر بستر میں لیٹ گیا اور صبح کی نماز میں بھی شریک نہ ہوسکا۔ نماز فجر کے بعد حضرت لاہوریؒ نے طلبہ سے دریافت کیا کہ یہاں مدرسے میں راجوری کا طالبعلم کون ہے؟ کیوں کہ رات خواب میں حضرت مولانا محمد عثمانؒ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ میرا بھتیجا کپڑے چوری ہونے کے باعث پریشان حال کمرے میں پڑا ہے'' اس کے بعد حضرت لاہوریؒ نے اپنی جیب سے کپڑے اور جوتے لے کر دیئے اور جب یہ واقعہ پیش آیا اس وقت حضرت مولانا محمد عثمانؒ راجوری میں موجود تھے۔

نوٹ: مندرجہ واقعہ مجھے برمنگھم میں حضرت شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے بھی بیان کیا تھا۔

()

مقامی شخصیت چوہدری شاہ ولی مرحوم کے والد چوہدری منگا خان مرحوم نے زندگی میں کئی مرتبہ یہ واقعہ بیان کیا ہے:

''ایک مرتبہ میں سحری کے وقت حضرت مولاناؒ سے آپ کے بیل مستعار لینے کیلئے آپ کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ آپ مسجد میں ہیں وہاں پہنچ کر میں نے مشاہدہ کیا کہ ساری مسجد اندر سے روشن ہے اور حضرت مولاناؒ کا جسد مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہوکر مسجد کے اندر بکھرا پڑا ہے میں نے سمجھا کہ شاید کسی نے مولانا کو قتل کردیا ہے اور دہشت زدہ ہوکر واپس ہوا چاہتا تھا کہ باقی لوگوں کو اطلاع کروں۔ اتنے میں حضرت مولانا نے انتہائی گرجدار آواز میں مجھے پکارا ''منگیا'' میں نے مبہوت ہوکر ''جی'' عرض کیا تو آپ نے بے وقت مسجد کا دروازہ کھولنے پر مجھے سرزنش فرمائی اور وعدہ لیا کہ میں نے جو کچھ مشاہدہ کیا ہے اس کا کسی کے سامنے ذکر نہ کروں چنانچہ چوہدری صاحب نے آپ کے وصال کے بعد یہ واقعہ سرعام بیان کیا''۔

نوٹ: راقم الحروف نے بہت بچپن میں والدین سے بھی یہ واقعہ سنا تھا بلکہ 1965ء تک ہمارے علاقے میں اس طرح کے کئی واقعات مشہور تھے اور اس کے راویوں میں چوہدری منگا خان کے علاوہ آپ کے تلامذہ میں سے مولانا غلام محمد فاضل دیوبند اور مولانا عبدالواحد ولد مولوی فتح محمد ساکن چھپریاں شامل ہیں جن کا اپنا اپنا مشاہدہ ہے۔

()

ماسٹر خالد محمود بن حاجی مجیب اللہ، حضرت مولانا غلام محمد فاضل دیوبند کے ذریعے سے راوی ہیں:

''حضرت مولانا محمد عثمانؒ اکثر رات گئے مختلف قبرستانوں میں تشریف لے جاتے جہاں صاحب قبر بزرگ اور آپ کی گفتگو

Marfat.com

بالکل صاف سنائی دیتی تھی ایک مرتبہ میں آپ کے ہمراہ تھا کہ میں نے دیکھا آسمان کی طرف سے یکے بعد دیگرے انتہائی خوبصورت تخت پر تشریف فرما چار نورانی شخصیات زمین پر اتریں اور کافی دیر تک حضرت مولانا کے ساتھ گفتگو کے بعد ان کے تخت فضا میں بلند ہوتے ہوتے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب نے جب آپ سے ان شخصیات کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے خاموشی اختیار کرنے کی تاکید فرمائی''۔

سراجی کا حفظ

سفر راجوری کے دوران 14 اکتوبر 2010ء کی صبح چڑہان میں میرے آبائی گھر پر عم زاد برادر محترم میاں محمد عبداللہ میاں محمد حسین میرے ساتھ تشریف فرما تھے جس دوران آپ نے بتایا کہ

''حضرت مولانا محمد عثمانؒ جب تعلیم کیلئے دہلی داخل ہوئے تو اس کے دوسال بعد پہلی مرتبہ تعطیلات گزارنے گھر آئے ہیں تو اس وقت تک حضرت سراجی حفظ کر چکے تھے''۔

نوٹ:

السراجی فی المیراث

السراجی فی المیراث ۔الشیخ سراج الدین محمد بن عبدالرشید السجاوندی رحمہم اللہ تعالیٰ کی علم الفرائض پر مشہور اور دقیق تالیف ہے۔ اس وقت درسی سائز کا جو نسخہ میرے سامنے ہے 105 صفحات پر مشتمل ہے اور حضرت مولانا مرحوم کی قوت حافظہ پر دلالت کرتا ہے۔

بھائی صاحب نے بتایا کہ ابھی آپ کو تشریف لائے چند روز گزرے تھے کہ والدہ کی طرف سے آپ کے بڑے بھائی میاں یار محمد کے چک فاضل گجرات پاکستان میں انتقال فرما جانے کی خبر موصول ہوئی تو آپ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر روتے ہوئے فرمایا:

''کاش میں بھائی صاحب کو بتا سکتا کہ مقدم موجدین صاحب کے نوکر راجولی کے جنازے کے بارے میں آپ کی رائے درست تھی اور میری طرف سے تعزیر عاید کرنے کا اعلان اور آپ کو اپنی رائے سے رجوع کرنے کیلئے رقعہ لکھنا درست نہیں تھا''۔

نوٹ: داداجان حضرت میاں یار محمدؒ کی وفات فروری 1926ء میں واقع ہوئی ہے اس طرح یہ بات واضح ہے کہ حضرت مولانا محمد عثمانؒ پہلی مرتبہ 1924ء میں دہلی گئے ہیں جہاں سے دوسال بعد 1926ء میں پہلی تعطیلات پر واپس تشریف لائے ہیں۔

2010ء میں سفر راجوری کے دوران 06/11/2010۔ جب آپ کی اولاد میں سے تادم تحریر حیات مائی مریم بی بی کی زیارت کیلئے بیلہ حاضر ہوا تو ضعف کے باوجود بڑی دیر تک میرا سر گود میں لے کر میری والدہ کے محاسن بیان فرماتی اور دعائیں دیتی رہیں۔

مائی صاحبہ خاندان کی طویل العمر خاتون ہیں مگر الحمدللہ کہ ابھی تک حافظہ جوان ہے۔ اس ملاقات کے دوران

Marfat.com

مائی صاحبہ اور دوسرے روز عزیزم دلپذیر میاں عبدالرحمٰن نے ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ کے بارے میں مزید چند واقعات بیان کیے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

☆ حضرت مولانا اپنی قید کے دوران جیل میں مشقت کے طور پر ایک سال تک روزانہ اٹھارہ سیر مکئی کی چکی پیستے رہے اس کے باوجود اپنے مؤقف سے منحرف نہیں ہوئے حالاں کہ حضرت ساری زندگی ممکن حد تک ملکی قانون کا بہت احترام فرماتے رہے۔ جس کی مثال ایک واقعہ اس طرح ہے کہ مائی سائرہ بیگم جن کی پیدائش کے وقت بھی حضرت جیل ہی میں تھے کو کسی نے گائے کا گوشت دیا تو کاٹنے کیلئے انہوں نے مسجد میں جا کر آپ سے چاقو مانگا اور ناخن کاٹنے کا بہانہ کیا۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ تم ناخن نہیں بلکہ گوشت کاٹنا چاہتی ہو۔ اس کے بعد گھر تشریف لائے اور ایک طالبعلم کو حکم دیا کہ وہ یہ گوشت دور جنگل میں پھینک دے۔

☆ حضرت کی گھاس کٹائی (لیتری) کے موقعہ پر کھانے کے وقت حسب دستور ایک صاحب لسی تقسیم کرنے پر مامور تھے۔ دوران تقسیم دھوئے بغیر انہوں نے ایک انگلی لسی میں ڈالدی تو آپ نے ساری لسی گرادی۔

☆ گنیاج میں سندرا برہمن کی دکان تھی اور باوجودیکہ مسلمان اس کے گاہک بھی تھے وہ بہت تعصب رکھتا تھا جس پر حضرت نے اس کو سمجھایا مگر اس نے رویہ بدلنے کے بجائے حضرت کو پھنسانے کیلئے رات کے وقت اپنی دکان کو خود آگ لگا کر حضرت کے ذمہ لگا دیا۔ حضرت نے اطلاع ملتے ہی بیلہ والے بابا احمدین رحمہ اللہ کو بلا کر ہدایت کی وہ گلی کے قبرستان میں فلاں قبر کے پاس بیٹھ کر رات کو چلہ شروع کریں اور کسی غائبانہ آواز کی صورت میں اس پر دھیان دیں۔ صبح کے قریب ورد مکمل ہونے پر آواز آئی کہ آپ لوگ بے فکر رہیں کیوں کہ چند روز میں خود مہتہ سندرا اللہ کی پکڑ میں آنے والا ہے۔ چنانچہ ہفتے بعد مہتہ صاحب پاگل ہو کر آنجہانی ہو گئے۔

سفر راجوری کے دوران مجھے بہت سے مقامی حضرات نے بتایا تھا کہ یہاں کے قبرستان سے اب تک بہت سے لوگوں نے رات کے وقت تلاوت کی آواز سنی ہے۔

گلی

چڑہان اور منہوٹ کے درمیان گنیاج کے ساتھ ایک جگہ جہاں قدیم قبرستان ہے اور فاتحہ کے دوران بہرحال حلاوت سی محسوس ہوتی ہے۔

حضرت مولانا کو جانوروں سے بہت محبت تھی جس کے تحت ایک گھوڑی بھی پال رکھی تھی جسے ایک مرتبہ مویشیوں کے ساتھ پنجال پر ڈھوکیں چرنے کیلئے بھیج دیا۔ چند روز گزرے تھے کہ اچانک گھر کی بنیر پر ایک کوا آ بیٹھا اور کائیں کرنے لگا تو حضرت نے فرمایا تمہارا شکریہ اور اب جاؤ۔ پاس بیٹھی ہوئی آپ کی بیٹی سائرہ نے جب تفصیل پوچھی تو فرمایا پنجال پر شیر گھوڑی کو کھا گیا ہے اور یہ کوا اس کی اطلاع دینے آیا تھا۔

Marfat.com

حضرت مولانا کے تلامذہ

- ☆ حضرت مولانا حکیم محمد حسین عطاء محمد رحمہما اللہ تعالیٰ
- ☆ میاں عالم دین غلام محی الدین
- ☆ حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم محمد حسین رحمہما اللہ تعالیٰ
- ☆ حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن میاں محمد رحمہما اللہ تعالیٰ
- ☆ حضرت استاذ الکل مولانا حکیم محمد عبدالکریم محمد حسین رحمہما اللہ تعالیٰ
- ☆ حضرت میاں لال دین صاحب سوڑے پانی والے رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ حضرت مولانا عبداللہ پَنّہ مضافات راجوری
- ☆ حضرت مولانا فیض محمد۔ ککوڑا
- ☆ مولانا سید نور حسین۔ پنج گرائیں
- ☆ مولانا نور محمد۔ کٹارمل
- ☆ مولانا مفتی محمد حسین شہید ۱۹۶۵
- ☆ مولانا قاضی جلال الدین کٹاریا
- ☆ مولانا سید رسول شاہ
- ☆ مولانا سید ہدایت شاہ
- ☆ مولانا سید جماعت علی شاہ
- ☆ مولانا غلام رسول ولد میاں بسُّو
- ☆ مولانا محمد رفیق نگروٹہ
- ☆ مولانا عبدالواحد ولد مولوی فتح محمد۔ چھپریاں
- ☆ مولانا محمد حسن۔ چوہدری ناڑ
- ☆ مولانا غلام محمد رحمہم اللہ

ان کے علاوہ بھی ہزاروں عورتیں اور مرد مستفید ہوئے لیکن علاقے میں دعوت وتبلیغ اور تدریس کے حوالے سے چند حضرات کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔

اولاد

جیسا کہ پہلے تفصیل گزر چکی ہے کہ حضرت کی اولاد نرینہ صرف ایک ہی بیٹا ہے میاں عبدالرحمٰن، جن کی اولاد ماسٹر محمد اسلم، محمد اشرف، فضل حسین، محمد افضل اور محمد پذیر اپنے آبائی گاؤں منہوٹ میں آباد ہیں۔

Marfat.com

14: حضرت مولانا حکیم محمد حسین رحمہ اللہ

المتوفی بروز جمعرات 8 ذوالحجہ 1391ھ - 27 جنوری 1972ء

حضرت مولانا حکیم محمد حسین بن میاں عطا محمد بن فضل دین بن حضرت مولانا میاں بخت جمال بن حضرت حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ حضرت مولانا محمد عثمانؒ کے ابتدائی تلامذہ میں سے جید عالم دین اور شب زندہ دار ولی تھے علاوہ ازیں ماہر و نباض طبیب تھے لہٰذا طب کو ذریعہ معاش بنانے کے بعد ساری زندگی سرخروئی سے درس دیتے رہے۔ فقہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ شیخ الحدیث حضرت صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم نے قدوری اور مالابدمنہ کا آپ سے درس لیا تھا۔ ہجرت 1965ء میں خاندان کے ساتھ میرپور آ گئے تھے جہاں راقم الحروف کو شرف زیارت حاصل ہوا تھا مگر امن کے فوراً بعد واپس تشریف لے گئے اور وہیں انتقال ہوا۔

اولاد

حضرت استاذ مولانا حکیم محمد عبدالکریم، مولانا قاضی عبدالرحیم، حاجی عبدالحکیم، حاجی عبدالرشید، فاطمہ بی بی زوجہ محمد زمان میاں حسین، احمدی بی زوجہ سائیں حافظ عبدالرحمٰن، خورشید بیگم زوجہ میاں محمد شفیع فتح پور، جمشید بیگم زوجہ حاجی مجیب اللہ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

Marfat.com

15 : حضرت مولانا حافظ سائیں عبدالرحمٰن

حضرت مولانا حافظ سائیں عبدالرحمٰن بن میاں محمد بن میاں عطا محمد بن میاں فضل دین بن حضرت مولانا بجنت جمال بن حضرت حافظ مولانا قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

اگر چہ مکتب سکول منہوٹ کے جید عالم اور مبلغ تھے لیکن بہت بعد بڑھاپے کی عمر میں حفظ کر کے علاقے میں قرآن کریم کے ساتھ شغف کی ایک عمدہ مثال قائم کی۔ مجھے ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے بتایا ہے کہ

"جن دنوں میں جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں زیر تعلیم تھا ان دنوں آپ راجوری سے حج کیلئے تشریف لائے تھے جس دوران چند ہفتے میرے ساتھ قیام فرمایا تھا۔ دوران قیام آپ نے کچھ فقہی مسائل کے بارے میں جب وضاحت چاہی تو میں نے امام ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ضخیم کتاب "المغنی" سے ایک عبارت پڑھی اور ترجمہ کرنا چاہا تو فرمایا اس کی ضرورت نہیں میں سمجھ گیا ہوں"۔

باوجود نامساعد حالات کے ہمیشہ دین کی اشاعت کیلئے مستعد رہے، آپ کے علم وعمل اور تقویٰ کی بنیاد پر علاقے کے لوگ موت کی صورت میں آپ سے درخواست کرتے کہ قبر کے اندر اتر کر تلاوت فرمائیں تاکہ قرآن کریم کی تلاوت کی برکات سے میت کو نفع حاصل ہو، مجھے آپ کے اس عمل سے اختلاف تھا مگر بعد میں دوران مطالعہ یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ یہ عمل مسنون ہے لہٰذا جس طرح زندگی میں اختلاف میرا حق تھا بعد از ممات ان کا حق ہے کہ مسئلے کی وضاحت کردی جائے۔ میں نے اپنی تالیف "زنبیل" کے باب نبویات حصہ دوم میں اس مسئلے کی باحوالہ وضاحت لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

قبور خمسہ

ایسی پانچ قبور مبارکہ جن میں اتر کر رسول اللہ ﷺ نے دعاء فرمائی۔

" ومن الاخبار الذهبية التى تضاف الىٰ كرا مات الصحابية الجليلة فاطمة بنت اسد ' ما ذكره السمهودى من ان النبى ﷺ لم ينزل فى قبر احد قط الا خمسة قبور ثلاث نسوة و رجلين منها قبر خديجة بنت خويلد رضى الله عنها بمكة واربع بالمدينة قبر ابن خديجة كان فى هجر النبى ﷺ و تر بيته و قبر عبد الله المزنى الذى يقال له ذوالبجادين و قبر ام رو مان ام عا ئشة بنت ابى بكر الصديق رضى الله عنهما وقبر فاطمة بنت اسد رضى الله عنهم جمعا

Marfat.com

النساء المبشرات بالجنة : تأليف : الاستاذ احمد خليل جمعة : ترجمة فاطمة بنت اسد رضي الله عنها : تحقيق الاستاذ منذر شعار : الناشر دار ابن كثير دمشق بيروت

"النساء المبشرات بالجنة" کے مؤلف استاذ احمد خلیل جمعہ نے مؤرخ السمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے ایسی پانچ مبارک قبروں کی فہرست دی ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس اتر کر ان صاحب قبور کے لیے دعا فرمائی اور ان کے علاوہ آپ ﷺ کسی کی قبر میں نہیں اترے۔ ان قبور میں تین خواتین کی ہیں اور دو مردوں کی۔

☆ پہلی قبر ام المومنین سیدہ طاہرہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے اور یہ جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال تک نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی مگر رحمت عالم ﷺ نے آپ کی قبر میں اتر کر دعا فرمائی۔

باقی چار قبور مدینہ طیبہ میں ہیں اور صاحب قبور رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

☆ قبر عبداللہ بن ابی ہالہ ام المومنین سیدہ طاہرہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے۔

☆ قبر عبداللہ ذوالبجادین

رسول اللہ ﷺ تدفین سے فارغ ہوتے ہوئے

"استقبل القبلة رافعا يديه يقول" "اللهم امسيت عنه راضيا فارض عنه"

آپ ﷺ نے قبلہ رخ ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی:

اے اللہ! میں شام تک اس سے راضی رہا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

مسئلہ

"استقبل القبلة رافعا يديه" سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی تھی۔ بعض حضرات ہاتھ اٹھانے میں تشدد کرتے ہیں یہ درست نہیں۔ بعد قبر پر ہاتھ اٹھانے کے بارے میں یہ روایت بھی ہے۔

☆ قبر حضرت ام رومان بنت عامر والدہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ قبر فاطمہ بنت اسد والدہ ماجدہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مسئلہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی صالح اور بزرگ ہستی کا قبر میں اتر کر دعائے مغفرت کرنا مشروع اور میت کے حق میں باعث برکت و مغفرت ہے۔

مزید تفصیل دیکھیں: تاریخ محمد اشرف قریشی، تبیوت روضہ شریفہ مطبوعہ ... پاکستان

Marfat.com

اولاد

آپ کے دو نکاح ہیں: پہلا نکاح مائی احمد بی بی دختر مولانا حکیم محمد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ سے تھا جن کے بطن سے حضرت مولانا مفتی مطیع اللہ ضلع قاضی آزاد کشمیر، الحاج مولوی عبدالمجید، بگی بیگم زوجہ مطیع اللہ بن میاں عبدالکریم بن میاں یار محمد، حمیدہ بیگم زوجہ پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب جو میر پور میں مقیم ہیں۔

دوسرا نکاح مائی زہرہ بی بی دختر میاں احمد دین بن میاں وہاب دین ساکن بیلہ سے تھا جن کے بطن سے حفیظ اللہ مرحوم، عزیز اللہ اور رحیم اللہ ہیں مؤخر الذکر دونوں اپنے آبائی گاؤں بیلہ اور منہوٹ میں آباد ہیں۔

ہجرت کشمیر کی تالیف کے دوران برادر عزیز اللہ صاحب بھی میرے معاون رہے۔ میں نے جب بھی کسی معاملے کی تحقیق و تفتیش کیلئے فون کیا تو انہوں نے اسی لمحے کوشش شروع کر دی۔

Marfat.com

16: میاں محمد شفیعؒ

راقم الحروف کے والد حضرت میاں محمد شفیع بن حضرت مولانا میاں یار محمد بن حضرت مولانا میاں جمال الدین بن حضرت مولانا میاں محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن حضرت الشیخ عبدالرحمن رحمہم اللہ تعالیٰ

والد صاحب طویل القامت اور علاقے کے تندرست وتوانا لوگوں میں سے تھے اس کے باوجود بچپن سے وفات تک کبھی کسی علاقائی کھیل یا تیوہار میں حصہ نہیں لیا۔ آپ کو دور دور تک سفر کر کے وقت کے علما سے ملنے کے علاوہ تلاوت اور کتاب بینی کا بہت شوق تھا لہٰذا بچوں کی تعلیم اور زمینداری سے جو وقت بچ نکلتا وہ مطالعہ کرنے میں گزار دیتے۔

1947ء کے غدر سے تھوڑا عرصہ پہلے آپ کے بڑے بھائی میاں عبدالکریم ،ان کی بیوی اور میرے بھائی عبدالحمید کی تھوڑے تھوڑے وقفے سے وفات پا گئے تو پہلے کی نسبت زیادہ تنہائی پسند ہو گئے تھے۔ پھر جب 1963/ 64ء میں ہماری بڑی بہن صفیہ بیگم زوجہ مولانا محمد سلیمان بن محمد حسین بن مفتی ہاشم الدین دو بچیاں چھوڑ کر داغ مفارقت دے گئیں تو اس کے بعد مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے کبھی آپ کو کھل کھلا کر ہنستے دیکھا ہے۔ اس کے بعد گھریلو معاملات بھی عملاً والدہ کے ہاتھ میں رہے اور وہ جو فیصلہ بھی کرتیں آپ نے کبھی مداخلت نہیں کی۔

کتنا بدل گیا ہوں میں دنیا کے واسطے\
آواز دے رہی ہے مجھے تیرے نام سے

بشیر بدر

آپ نے کسی مکتب سے عربی کتب تو نہیں پڑھی تھیں البتہ اپنے والد سے فارسی کا مروج نصاب نہ صرف پڑھا تھا بلکہ از بر بھی تھا اور ساری زندگی اس پر عمل پیرا بھی رہے۔ قرآن کریم بھی اپنے والد سے پڑھا تھا۔ ہمیشہ ترتیل سے تلاوت کرتے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے والد استاذ قاری بھی تھے۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے والدینؒ کو تہجد کا پابند پایا ہے لہٰذا یہ سطور لکھتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔

یادیں

ہجر کی اک لمبی منزل کو جانے والا ہوں\
اپنی یادوں کے کچھ سائے میرے ساتھ کرو

قتیل شفائی

Marfat.com

والد صاحبؒ اپنے والدؒ کی وفات کے بعد جامع مسجد چڑہان کے امام مقرر ہوئے لیکن اپنے اجداد کی طرح اس منصب کو ذریعۂ معاش نہیں بنایا بلکہ ہمارے خاندان کا ذریعۂ معاش علاقے میں تین مقامات پر زمین اور پن چکی (گھراٹ) تھی۔ علاوہ ازیں شروع شروع میں گھر کے ملحق ایک چھوٹی سی دکان اور کولہو نصب تھا جو بعد میں ختم کر دیا گیا۔

والد صاحب نماز فجر کے بعد مسجد میں بیٹھ جاتے، مسجد گاؤں کے بچوں سے بھر جاتی اور آپ دو اڑھائی گھنٹے مسلسل پڑھاتے۔ میرے خیال میں چڑہان میں کوئی ایسا گھر نہیں ہوگا جس کے کسی بچے نے میرے والدین سے نہ پڑھا ہو۔

2010ء

کے سفر راجوری کے دوران چڑہان اور مضافات سے بہت سے حضرات نے شفقت فرمائی اور جو بھی ملتا یہی کہتا کہ ہم آپ کے والدین کے شاگرد ہیں۔

والد صاحب کے پاس ایک بڑے چوبی صندوق میں اپنے بزرگوں کی کتب کا ایک ذخیرہ تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان میں بہت سے مخطوطے تھے۔ موسم گرما میں کبھی انہیں دھوپ میں رکھتے تاکہ نمی سے حفاظت میں رہیں اور جب واپس رکھتے وقت کبھی کبھار تالا لگانا بھول جاتے تو میں کوئی کتاب لیکر بہت شوق سے دیکھتا رہتا۔ جب مجھے یوں دیکھ لیتے تو فرماتے: ''یہ ہمارے بزرگوں کا اثاثہ ہے تم نے اگر علم حاصل کیا تو سب تمہیں مل جائیں گی''۔ مگر افسوس کہ 1965ء میں یہ ورثہ ضائع ہوگیا۔ آج پینتالیس (45) سال اور سمندروں مسافت کو تصور نے لمحۂ موجود بنا دیا ہے۔

میں جب گھر سے باہر نکلا خود کو شہر بدر کرنے
اک پرچھائیں مجھے منانے دور تلک ساتھ آئی ہے 2

قتیل شفائی

1965ء کی ہجرت کے دوران جب بارڈر کراس کیا تو تن ڈھانپنے سے معذور تھے۔ جن لوگوں کے پاس جوتے تھے انہوں نے راستے میں اس ڈر سے نہیں پہنے تھے کہ ذرا سی آہٹ بھی دشمن کو ہوشیار کر دے گی۔ اس طرح دل کے ساتھ ساتھ پاؤں بھی زخمی تھے۔ ان حالات میں آتے ہی لوگوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچے مزدوری پر لگا دیئے تھے مگر والدین کا میرے اوپر یہ احسان ہے کہ ایثار کرتے ہوئے مجھے پڑھنے کیلئے بھیج دیا اور خود رزق حلال کی تلاش میں مستعد ہو گئے۔

ہجرت کے تھوڑے دنوں بعد والد صاحب پرانے میرپور کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک ردی فروش کے پاؤں میں موٹی سی کتاب نظر پڑی اسے اٹھا کر دیکھا تو جامع ترمذی شریف کا مکمل و مترجم نسخہ تھا جو شاید کچھ دیر میں شہید کر دیا جاتا۔ والد صاحب نے اسے ملامت کرتے ہوئے اس دن کی مزدوری کے عوض خرید لیا اور کئی دن تک استرجاع کرتے رہے کہ اگر مقبوضہ میں کشمیر ایسا واقعہ پیش آتا تو لوگ اس ردی فروش کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے مگر اس اسلامی ملک

Marfat.com

میں لوگوں کا اس قدر بے حس ہونا کتنا افسوسناک ہے۔آپ نے اس نسخے کو جلد کر کے ساری زندگی اپنے پاس رکھا اور پاکستان میں آپ کی یہی پہلی خریداری تھی۔

1966ء میں جب جامعہ محمدیہ بھکھی شریف میں داخلے کیلئے گھر سے رخصت ہوا تو بہت مشقت سے میرے لئے ایک جوڑا کپڑے اور جوتے مہیا کر سکے پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا:''یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر ہمارے بزرگوں نے عزت پائی تھی۔اس غریب الوطنی اور بے بسی میں تمہارے سوا میرے پاس کچھ نہیں بچا مگر میں تمہیں اپنی بے بسی کے باوجود اس حق کے راستے پر بھیج رہا ہوں لہٰذا وقت کی قدر کرنا''۔جب آپ کو میرے سیٹل ہونے کی اطلاع مل گئی تو مسرور ہوئے۔ اس کے بعد جب بھی خط کیلئے سات پیسے بچ جاتے تو مجھے خط لکھتے اور جب کبھی مجھے ایک روپیہ منی آرڈر مل جاتا تو میری مسرت کی انتہا نہ رہتی۔

1968ء میں جب جامعہ محمدیہ بھکھی شریف سے میں گوجرانوالہ چلا گیا تو برادر محترم حضرت مولانا عبدالرحیم صاحبؒ کے Misinform کرنے کے باعث ناراض ہو گئے جس کا مجھے دکھ تھا مگر جب شعبان میں سالانہ تعطیلات پر گھر آیا تو والدہ صاحبہ کے کہنے پر دوسرے روز مجھے پاس بلا کر پوچھا:''تم گوجرانوالہ کے مدرسے میں کیا پڑھتے ہو؟

میں نے جب گلستان سعدی کا نام لیا تو آپ نے حافظے سے یہ منظوم حکایت پڑھ کر ترجمہ کرنے کو کہا:

گِلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بد ستم
بدو گفتم که مُشکی یا عبیری
که از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گِلے نا چیز بودم
ولیکن مدتے ''به گل نشستم
جمال همنشین در من اثر کرد
وگر نه من هماں خاکم که هستم

ترجمہ: ایک روز حمام میں سے ایک خوشبودار مٹی، ایک محبوب دوست نے مجھے لا کر دی، تو میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو کوئی مشک ہے یا عبیر کہ تیری دل آویز خوشبو نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے، اس نے کہا دراصل میں تو ایک ناچیز مٹی تھی ہاں ایک مدت تک میں پھول کے ساتھ رہی ہوں، لہٰذا اس پھول کا حسن وجمال مجھ پر اثر انداز ہوا ہے ورنہ میری کیا مجال میں تو وہی مٹی کی مٹی ہوں۔

فرمایا:''یہ تم نے کیا علم پڑھنا شروع کیا ہے بھلا کوئی انسان پھول سے کیسے باتیں کر سکتا ہے؟'' پھر جب میں نے اس حکایت کی تشریح کر دی تو خوش ہو کر ناراضی ختم کر دی، اس کے بعد جب بھی چھٹی آتا کتب کی تفصیل معلوم کر کے

Marfat.com

کوئی مسئلہ پوچھتے اور جب میں بتا دیتا تو خوش ہو جاتے۔

ایک مرتبہ والدہ صاحبہ نے مجھے بتایا کہ آپ اپنے چھوٹے داماد کے ساتھ خندہ پیشانی سے نہیں ملتے تم ذرا بات کرو۔ جب میں نے آپ سے بات کی تو فرمایا: ''جب یہ صبح صبح ڈاڑھی جو سنت رسول ﷺ ہے پر استرا چلا کر میرے سامنے آتا ہے تو مجھے اس کو داماد کی نظر سے دیکھنے میں غیرت آتی ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے چہروں کی طرف دیکھنا ناپسند فرمایا ہے اس کو جا کر سمجھاؤ کہ

خلاف پیغمبر کسے را ہ گزید
ہرگز نخواھد بمنزل رسید

یعنی رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کر کے کوئی انسان کامیابی حاصل نہیں کر سکتا''۔

آپ جب بھی کسی کو اس طرح کی حرکت پر سمجھاتے تو یہ شعر پڑھ کر اس کا ترجمہ اور تشریح بیان کیا کرتے۔

میر پور کے نانگی بازار میں بڑے بھائی عبدالمجید صاحب نے فرنیچر کی دکان کھولی تھی جہاں والد صاحب اکثر جا کر بیٹھتے تھے یہیں سامنے ڈاکٹر محمد محفوظ دندان ساز Dentist کا کلینک تھا۔ ڈاکٹر صاحب کسی زمانے میں بہت اسمارٹ آدمی تھے مگر چند روز تبلیغی جماعت والوں کے ہاتھ لگے تو انہوں نے ایک حلیم و کریم سا درویش بنا دیا مگر سونے کا ایک دانت ابھی تک پہلے دور کی یادگار موجود تھی۔

ایک روز ڈاکٹر صاحب دعوت تبلیغ دینے فرنیچر شاپ پر آ گئے تو والد صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کی بات سننے کیلئے تیار ہوں بشرطیکہ آپ سونے کا دانت اتار کر دوسرا لگا لیں، ڈاکٹر صاحب نے کہا: ''مجھے چند منٹ کی مہلت دیں میں ابھی آتا ہوں''۔ چنانچہ کلینک جا کر دانت نکال پھینکا اور الٹے قدموں واپس آ گئے اور فرمایا: ''میں پہلے تبلیغ کا فرض پورا کر لوں بعد میں نئے دانت کے متعلق سوچوں گا''۔ چنانچہ والد صاحب نے بہت تکریم کے ساتھ بٹھا کر آپ کی بات سنی اور دعائیں دیں۔

ابھی تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ والد صاحب مرکزی جامع مسجد میں ظہر کی نماز کیلئے تشریف لائے دیکھا تو ڈاکٹر صاحب سمیت چند تبلیغی ساتھی مسجد کے گیٹ کے باہر کھڑے محو گفتگو ہیں۔ والد صاحب نے پوچھا تو کہنے لگے نماز کا وقت ہے مگر یہاں کی انتظامیہ کو شاید مسجد میں ہمارا نماز پڑھنا ناگوار گزرے اس لئے سوچ رہے تھے کہ مسجد کے اندر داخل ہوں یا نہ ہوں۔ والد صاحب نے فرمایا جو آدمی رسول اللہ ﷺ کے کا حکم کے سامنے گردن جھکا سکتا ہے اس کیلئے میری جان حاضر ہے۔ آپ حضرات میرے پیچھے تشریف لائیں اور نماز پڑھیں باقی میں دیکھ لوں گا۔ غالباً مرکزی جامع مسجد میں تبلیغی جماعت کا یہی پہلا باجماعت داخلہ تھا۔

ایک دفعہ مرکزی جامع مسجد میں ایک کانفرنس تھی حضرت استاذ مفتی عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کو بذات خود شرکت کی دعوت دی۔ پروگرام کے اختتام پر حضرت مفتی صاحبؒ کے دفتر میں کچھ علما جمع ہوئے تو ان

Marfat.com

میں سے ایک صاحب نے حضرت مفتی صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت آپ کی اجازت نہ تھی ورنہ آج ان وہابیوں کو میں ان کی ماں کی فرج (پنجابی ترجمے کے ساتھ) میں پہنچا دیتا۔ والد صاحب نے سنتے ہی فرمایا: ''مولوی صاحب آپ کی یادداشت بہت اچھی ہے کیوں کہ جس راستے سے گزر کر آپ دنیا پر تشریف لائے ہیں ابھی تک اس کے نقوش آپ کے ذہن میں تازہ ہیں''۔ مولوی صاحب پر یہ الفاظ بجلی بن کر گرے اور پیشتر اس کے کہ کچھ ارشاد فرماتے حضرت مفتی صاحبؒ نے انہیں ڈانٹ دیا کہ اس طرح کی گفتگو تمہیں زیب نہیں دیتی۔

والد صاحب کو شروع سے سفر کر کے بزرگان دین سے ملاقات کا بہت شوق تھا۔ پاکستان میں فیصل آباد میں حضرت صوفی برکت علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اہتمام سے جاتے اور چار پانچ روز وہیں ٹھہرتے جب واپس آتے تو فرماتے میں نے تمہارے لیے بہت دعا کرائی ہے۔

ایک مرتبہ مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملنے گئے تو عرض کیا: ''اگرچہ حق میزبانی تین روز ہے مگر میں زیادہ عرصہ ٹھہرنے کا ارادہ لے کر آیا ہوں''۔ چنانچہ جماعت کے پرانے مرکز ذیلدار پارک اچھرہ میں پانچ روز گزار کر واپس آئے۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ جن دنوں قادیانی فتنہ کی چنگاریاں کشمیر تک پھیلیں تو میں خود قادیان جا کر حالات معلوم کرنے کیلئے گھر سے نکلا اور کئی دن کی مسافت طے کر کے قادیان کے قریب ایک بستی میں جا پہنچا:

''دیکھا کہ ایک میدان میں کچھ لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ مجمع میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ بہت سے بھانڈ جمع ہیں۔ پہلے تو انہوں نے ایک تخت بچھایا جس پر ان میں سے ایک بحیثیت خدا تو دوسرا بحیثیت جبریل سامنے ایک رجسٹر لیے بیٹھ گئے جبکہ تیسرے کو شیطان مردود کی حیثیت میں دور بٹھا دیا گیا اب کچھ بھانڈ باری باری آ کر جبریل سے سوال کرتے ہیں کہ ذرا رجسٹر چیک کر کے بتائیں کہ کیا فلاں نبی یا رسول واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں قوم یا بستی کی طرف مبعوث ہوئے ہیں؟ تو جبریل رجسٹر میں دیکھ کر تصدیق کر دیتا ہے جس کی تائید میں خدا بھی سر ہلا دیتا ہے۔ اسی طرح بہت سے حضرات انبیا علیہم السلام کی تصدیق کے بعد ختم المرسلین امام الانبیا حضرت محمد ﷺ کے بارے میں جب ایک بھانڈ سوال کرتا ہے تو جبریل اس سائل کو جھڑک دیتا ہے کہ جس ہستی کی خاطر بزم کائنات سجائی گئی ان کے بارے میں سوال قرین ادب نہیں۔

آخر میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی قادیان میں مبعوث کیا گیا ہے؟ تو جبریل نے کئی بار رجسٹر الٹ پلٹ کر دیکھا تو اس کا نام نہیں ملا جب یہ معاملہ خدا کے سامنے آیا تو اس نے بھی انکار کر دیا، اتنے میں شیطان بھاگتا ہوا خدا کے سامنے کھڑا ہو کر اس طرح عرض کرتا ہے:

''اے خدا! آپ نے کم و بیش سوا لاکھ انبیا و رسل کو مبعوث کیا اور اس کے باوجود کہ میں نے کسی ایک کی اتباع بھی نہیں کی مگر ان کی بعثت پر شک نہیں کیا۔ اب اگر میں نے قادیان میں اپنی طرف سے ایک بھیج دیا ہے تو آپ کی خدائی میں کون سی کمی واقع ہو گئی ہے؟'' اور اسی کے ساتھ نعروں کی گونج میں کھیل ختم ہو گیا جس کے بعد میں نے قادیان جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور واپس آ گیا''۔

Marfat.com

نوٹ: جن دنوں میں جماعت اسلامی گوجرانوالہ کے قیم کی حیثیت سے کام کر رہا تھا تو محترم قاضی محمد فاضل امیر جماعت اسلامی گوجرانوالہ نے بتایا تھا کہ دراصل یہ ڈرامہ اسلامیہ کالج لاہور کی تخلیق تھی جس کے بعد ملک کے بھانڈ طبقے نے اسے چار چاند لگا دیئے۔

برادر حاجی محمد رفیع صاحب صلالہ سے واپسی پر ایک ٹیلیویژن لے آئے تھے جس پر نہ صرف آپ نے اظہار ناپسندیدگی کیا بلکہ پوری زندگی ریڈیو سنا اور نہ ٹیلیویژن ہی دیکھا۔ بھائی کی بیٹی عابدہ رفیع ایڈوکیٹ جب کبھی لگاتی تو بند کرا دیتے۔ اسی طرح والد صاحب کو فوٹو گرافی سے سخت نفرت تھی۔ میرے خیال میں اگر شناختی کارڈ کی ضرورت نہ پیش آتی تو آپ کی کوئی تصویر موجود نہ ہوتی۔

مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو مجھے محسوس ہوتا تھا جیسے میرے اپنے اندر کوئی مر گیا ہے اور ابھی تک ایسا ہے کہ

آئی ہے جہاں بھی یاد ان کی
ہر لمحہ وہیں ٹھہر گیا ہے

قتیل شفائی

جناب مجیب الرحمٰن شامی صاحب نے دو تین روز بعد ہی ہفت روزہ ''زندگی لاہور'' کے سرورق پر مولانا کی ایک نایاب سی تصویر کے ساتھ نمبر نکالا تو میں نے فریم کرا کے الماری میں رکھدیا ایک روز جب والد صاحب نے دیکھا تو فرمایا:

''یہ حرکت مولانا مودودیؒ کے مشن کے ساتھ پہلی غداری ہے''۔

تو میں نے رسالہ نکال کر فریم پھینک دیا۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ والد صاحب کو ہمیشہ تلاوت اور مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ مصروفیات میں سے جب بھی وقت ملتا فوراً کوئی کتاب یا قرآن کریم کھول کر بیٹھ جاتے اور ساری زندگی یہی معمول رہا۔ وفات سے کچھ دیر پہلے بڑے بیٹے حاجی عبدالمجید کو حکم دیا کہ مجھے وضو کرائیں اس کے بعد قرآن کریم کی طرف اشارا کیا۔ جب کھول کر سامنے رکھا گیا تو انگشت شہادت صفحے پر رکھتے ہوئے دو صفحات پڑھنے کے بعد قرآن رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ مجھے لٹا دو اور لیٹتے ہی روح پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

میں آپ کے ساتھ دو ماہ گزار کر برطانیہ واپس آ گیا تھا اور اگرچہ بیمار تھے مگر اتنے نہیں۔ جب معلوم ہوا کہ صبح بچوں کو سکول چھوڑنا اور گھر لانا ہوتا ہے تو مجھے دعائیں دیتے ہوئے دو کتابیں ''تلبیس ابلیس تالیف الامام ابو الفرج ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ، اردو ترجمہ علامہ ابو محمد عبدالحق اعظم گڈھی'' اور ''جنید بغداد: تالیف ڈاکٹر علی حسن عبد القادر صدر شعبہ دینیات الازہر اردو ترجمہ علامہ محمد کاظم'' دیکر انہیں پڑھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ''خاص کر اس دور کے علما کیلئے تلبیس ابلیس کا مطالعہ بہت ضروری ہے اور میں نے تمہیں بخش دیا ہے تم واپس بچوں کے پاس جاؤ''۔

Marfat.com

27/05/2010 @ 11:45 AM ء دم تحریر والدین کے ایک شاگرد مولانا جلال الدین قادری دامت برکاتہم کاراجوری سے فون موصول ہوا جس دوران انہوں نے بتایا کہ میں نے 1965ء کی ہجرت تک آپ کے والدین رحمہما اللہ تعالیٰ سے قرآن کریم کے علاوہ نورنامہ، پکی روٹی، روشن دل، نجات المؤمنین اسلام کی پہلی سے دسویں تک (وقتی مروج نصاب) کریما، نام حق، پندنامہ شیخ عطارؒ، تحفہ نصائح اور گلستان سعدیؒ، کتب پڑھی ہیں۔ گلستان سعدیؒ کی ابھی تکمیل ہوئی تھی کہ وہ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔

نوٹ: والدہؒ کریما سے آگے فارسی کتب نہیں پڑھا سکتی تھیں البتہ متذکرہ پنجابی رسائل پڑھاتے عمر گزر گئی۔

اولاد

صفیہ بیگم

ہماری سب سے بڑی بہن صفیہ بیگم اپنے عم زاد حضرت مولانا محمد سلیمان رحمہما اللہ کے ساتھ شادی کے بعد ''تکیہ'' پر منتقل ہو گئی تھیں۔ مجھے ان کی شادی کا یاد نہیں البتہ ان کے مرض وفات میں والدہ کے ساتھ میں کئی روز ان کے گھر رہا۔ اس وقت میری عمر بمشکل پانچ سال ہوگی۔ ایک روز میں اور ان کی دونوں بیٹیاں انور بیگم اور آسیہ بیگم کھیل رہے تھے۔ اسی دوران والدہ نے آپ کا سر دھونا چاہا مگر وہ بوجہ علالت وضعف اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتی تھیں اس لئے والدہ نے چارپائی پہ لیٹے لیٹے ان کا سر دھونا شروع کیا۔

جب سر سے ٹوپی اتاری تو بال لمبائی کی وجہ سے زمین پہ آگرے۔ تو والدہ نے بال سنبھالتے ہوئے مجھے آواز دے کر ایک چھوٹی سی چوکی (بنڈا) لانے کو کہا۔ جب میں چوکی لیے قریب پہنچا تو بہن کی حالت دیکھ کر وہیں کھڑا ہو گیا۔ بال دھونے کے دوران جب بہن کو میری موجودگی کا احساس ہوا تو والدہ سے ناراض ہونے لگیں کہ امی آج تک تو میرے بال کسی مرد نے نہیں دیکھے تھے آج آپ اشرف کے سامنے میرا سر دھو رہی ہیں۔

والدہ نے کہا: ''یہ تو تمہارا کمسن بھائی ہے مرد کدھر سے آگیا؟ کہنے لگیں: ''امی! کمسن بھائی ہے مگر مرد ذات ہے اس کو کمرے سے باہر نکال دو''۔

جب فارغ ہوئیں تو ہم چارپائی کے گرد جمع ہو گئے۔ کہنے لگیں: ''امی! کیلا ابھی تیار نہیں ہوا؟ والدہ نے بتایا کہ نہیں ابھی کچا ہے۔ پھر کہنے لگیں: ''کسی ایک کو بھیجو جو سنکاری سے میری شادی کی سہیلی بی بی خدیجہ کو بلا لائے اور دوسرے کو ماموں شمس الدین کو بلانے کیلئے کھانڈل بھیجو''۔

غالباً دوسرے روز اپنی سہیلی اور ماموں سے لیٹے لیٹے جی بھر کے باتیں کیں۔ اس دوران میں اور ان کی دونوں بیٹیاں انور بیگم اور آسیہ بیگم چارپائی پہ ساتھ چپک کر بیٹھے تھے۔ بار بار ہمارے سروں پہ ہاتھ پھیرتیں اور دعائیں دیتیں کہ اتنے میں اللہ کریم کا نمائندہ اس کی طرف سے اس پیغام کے ساتھ آپہنچا۔

Marfat.com

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً () فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ()وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ

() الفجر ۲۷ / ۳۰

اے نفسِ مطمئن (اٹھو) واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی پس شامل ہو جاؤ میرے (خاص) بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

آج نصف صدی بعد سمندروں دور یہ سطور لکھتے ہوئے اگرچہ یہ منظر میرے سامنے اسی طرح تازہ ہے اور میں سوچتا ہوں کہ

ایسا کیونکہ جانے سے صرف ایک انساں کے

ساری زندگانی ہی بے ثبات ہو جائے

پروین شاکر

لیکن ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا عَنَّا کا ایک واقعہ میرے غم کو بہت کم کر دیتا ہے۔

اسوۂ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا عَنَّا

عَنْ خَدِيْجَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا عَنَّا اَنَّهَا قَالَتْ يَابْنَ عَمِّ اَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تُخْبِرَنِىْ بِصَاحِبِكَ اِذَا جَاءَكَ - تَعْنِىْ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ - فَلَمَّا جَاءَهُ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ "يَا خَدِيْجَةُ، هٰذَا جِبْرَئِيْلُ قَدْ جَاءَنِىْ" فَقَالَتْ لَهُ قُمْ يَابْنَ عَمِّ فَاقْعُدْ عَلٰى فَخِذِىْ الْيُمْنٰى فَفَعَلَ فَقَالَتْ هَلْ تَرَاهُ ؟ قَالَ "نَعَمْ" قَالَتْ فَتَحَوَّلْ اِلَى الْيُسْرٰى فَفَعَلَ فَقَالَتْ هَلْ تَرَاهُ ؟ قَالَ "نَعَمْ". قَالَت فَاجْلِسْ فِىْ حِجْرِىْ فَفَعَلَ فَقَالَتْ هَلْ تَرَاهُ ؟ قَالَ "نَعَمْ" فَاَلْقَتْ خِمَارَهَا وَحَسَرَتْ عَنْ صَدْرِهَا فَقَالَتْ هَلْ تَرَاهُ ؟ فَقَالَ "لَا" قَالَتْ اَبْشِرْ فَاِنَّهُ وَاللّٰهِ مَلَكٌ وَلَيْسَ بِشَيْطَانٍ۔

وفى رواية اخرىٰ فى "اسد الغابة" مثله الا قولها "ما هٰذا شيطان ان هٰذا لملك يابن عم أ ثبت و أبشر، ثم آمنت به وشهدت أن الذى جاء به الحق :-الاستيعاب فى معرفة الاصحاب تاليف المحقق المؤرخ العلامة أبى عمريوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر القرطبى المتوفى سنة ۴۶۳ھج رحمه الله تعالىٰ عليه : ترجمة خديجة بنت خويلد الأسدية : تحقيق و تعليق الشيخ على محمد معوض والشيخ عادل احمد عبد الموجود : تقديم و تقريظ الاستاذ الدكتور محمد عبد المنعم البري جامعة الازهر والاستاذ الدكتور جمعه طاهر النجار: الناشر دارالكتب العلمية بيروت وأخرجه الجزرى رحمه الله تعالىٰ فى : اسد الغابة فى معرفة الصحابة كلاهما عن اسماعل بن ابى حكيم مولى الزبير رضى الله عنهم

رسول اللہ ﷺ غارِ حرا میں حسبِ معمول محوِ اعتکاف تھے کہ روح الامین علیہ السلام تشریف لائے:

''محمد بشارت قبول فرمایئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل'' اس واقعہ کے بعد آپ فوراً گھر تشریف لائے

Marfat.com

اور لیٹتے ہوئے ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا سے فرمایا: ''مجھ پہ چادر ڈال دو''۔ ذرا سکون ہوا تو فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔ سیدہ نے تسلی دی: ''میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقرباء پر شفقت فرماتے، سچ بولتے، بیوگان و یتامیٰ اور بیکسوں کی دستگیری فرماتے ہیں۔ ڈر کا ہے کا، اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائیں گے''۔ اس کے بعد اوپر مذکور واقعہ پیش آیا۔

ترجمہ:

''ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ اگر ہو سکے تو وہ ناموس جسے آپ نے غار حراء میں دیکھا ہے جب دوبارہ آئے تو مجھے اطلاع کرنا۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام کے تشریف لانے پر آپ نے فرمایا: ''جبریل آ گئے ہیں'' تو حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے آپ سے فرمایا: آپ اپنی جگہ سے اُٹھ کر دائیں طرف میری گود میں بیٹھ جائیں۔ جب آپ بیٹھ چکے تو پوچھا: اب بھی نظر آتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے آپ سے فرمایا: اب بائیں طرف گودی میں تشریف لائیے جب آپ بیٹھ چکے تو پوچھا: اب بھی نظر آتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے فرمایا: اب میری گود میں یعنی اپنی پشت میرے سینے سے لگا کر بیٹھیے جب آپ اس طرح بیٹھ گئے تو پوچھا: اب بھی نظر آتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں نظر آتے ہیں۔

تب حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے اپنے سر سے سکارف اتار کر سینہ کھولدیا اور پوچھا: اب بھی جبریل نظر آتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اب نہیں، تو ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے دوبارا سر ڈھانپا اور پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہاں اب پھر سے نظر آنے لگے۔ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے فرمایا: اب آپ اطمینان رکھیے۔ واللہ یہ فرشتہ ہی ہے کوئی شیطان آپ کو دھوکہ نہیں دے سکتا''۔

فائدہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سر اس لئے ننگا کیا تھا کہ اس حال میں شیطان خوش اور قریب آتا ہے جبکہ رحمت والے فرشتے ایسی عورت سے دور بھاگ جاتے ہیں اور عورت غیر محفوظ ہو جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قبل از بعثت بھی شرفائے قریش میں دوپٹہ مروج تھا اور میرے لئے باعث اطمینان و قابل فخر بات یہ ہے کہ ہماری بہن اسلامی اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئیں اور انسان انہیں لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا جن کے طریقے پہ اس نے زندگی گزاری ہو۔

حاجی عبدالمجید

برادر محترم حاجی عبدالمجید صاحب نے حضرت مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ سے ناظرہ قرآن کریم مکمل کرنے

Marfat.com

کے بعد حضرت الاستاذ قاضی محمد عبداللہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمہما اللہ کے ساتھ تین سال تک مکتب سکول منہوٹ میں داخل رہ کر اکٹھے پڑھا ہے جس کے بعد حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ تو پاکستان آگئے تھے اور برادر محترم مولانا عبدالرحیم صاحب یہاں سے حضرت مولانا سید ولایت شاہ صاحب کے پاس سیم چلے گئے تھے۔

اس طرح حاجی صاحب کریما، نام حق، پند نامہ اور تحفہ نصائح تک پڑھنے کے بعد اکیلے یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ حاجی صاحب اپنی زبان میں شاعری بھی کرتے ہیں مگر کوئی دیوان مرتب نہیں کیا۔

شمشاد بیگم

شمشاد بیگم زوجہ مولوی عبدالرشید بن میاں محمد دین فتح پور، ہجرت میں شریک نہیں تھیں اور اس وقت اپنے سسرال فتح پور مضافات راجوری مقیم ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے قاری محمد سرفراز صاحب اپنی مسجد کے خطیب ہیں جبکہ حافظ محمد عمران رشید علیگڑھ یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ علمائے قریش کے عنوان کے تحت تفصیل موجود ہے۔

حاجی محمد رفیع

حاجی محمد رفیع صاحب، صاحب دیوان (مخطوطہ) شاعر ہیں۔ عم زاد مولانا محمد سلیمان صاحب سے ناظرہ مکمل کرنے کے بعد مکتب سکول منہوٹ میں داخل ہوئے جہاں چار سالوں میں پانچویں نہ صرف پاس کر لی بلکہ دو جماعتوں میں اول آتے رہے مگر اس کے بعد تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ حاجی صاحب کے دور میں یہاں حضرت استاذ قاضی محمد عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ مکتب سکول میں اپنے شیخ حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہ اللہ کی نیابت فرماتے تھے۔ اس طرح دونوں بزرگوں سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ حاجی صاحب کی بڑی بیٹی عابدہ، خاندان کی معلومہ تاریخ میں پہلی ایڈووکیٹ خاتون ہیں اور اسی طرح منجھلا بیٹا محمد اعجاز پہلا شہید۔ جس کی تفصیل اپنی جگہ پہ موجود ہے۔

محمد اشرف

میں (راقم الحروف) نے اپنی طالبعلمی اور ہجرت کی تفصیل کیلئے آخر میں علیحدہ باب قائم کیا ہے۔

عظمت بیگم

زوجہ نذیر حسین بن میاں احمد دین فتح پور، ہجرت کے بعد میر پور مقیم ہیں۔

Marfat.com

17 : شاعراسلام میاں محمد فاضلؒ

شاعر اسلام حضرت مولانا میاں محمد فاضل بن مولانا حکیم محمد حسین بن میاں عطا محمد بن فضل دین بن مولانا بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے فاضل تلامذہ میں سے نہ صرف عالم دین بلکہ قادرالکلام شاعر تھے۔ آپ کے عروج کا زمانہ تھا کہ فتنۂ قادیانیت کی چنگاریاں کشمیر تک جا پہنچیں۔ حضرت مولانا نے علاقے کے لوگوں کی راہنمائی کیلئے اپنے آپ کو اس طرح وقف کیا کہ پنجابی زبان میں سی حرفیاں لکھتے۔ اس غربت کے دور میں لاہور سے چھپوا کر نہ صرف اپنی مخصوص لے میں لوگوں کو سناتے بلکہ ان میں مفت تقسیم کرتے اور فتنۂ انکار ختم نبوۃ کی تباہ کاریوں سے لوگوں کو خبردار کرتے۔ اس دور میں حضرت مولانا نے خاندان کی طرف سے فرض کفایہ کا فریضہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے شایان شان اجر عطا فرمائے۔ اس وقت ایک بوسیدہ سی حرفی کی فوٹو کاپی میرے سامنے ہے۔

(۱)

سوہنے عربی لاڈلے اتوں میں صدقے میں واریاں
جس نے ختم المرسل ہو کے ڈبدیاں بیڑیاں تاریاں
دوست پاک اللہ دا پیارا چمکیا دو جگ وچ ستارا
شمس ، قمر پریشان بچارا نال خدا دے یاریاں
سوہنے عربی لاڈلے اتوں میں صدقے میں واریاں
جس نے ختم المرسل ہو کے ڈبدیاں بیڑیاں تاریاں
شان خدا خود آپ سنائی ، دتی خاص حدیث گواہی
ہر جگہ تاکید بتائی جس نوں خود مختاریاں
سوہنے عربی لاڈلے اتوں میں صدقے میں واریاں
جس نے ختم المرسل ہو کے ڈبدیاں بیڑیاں تاریاں
چاہڑ براق معراج کرایا، جنت دوزخ سیر کرایا
قاب قوسین مقام پہنچایا دے دے عظمت بھاریاں
سوہنے عربی لاڈلے اتوں میں صدقے میں واریاں
جس نے ختم المرسل ہو کے ڈبدیاں بیڑیاں تاریاں

Marfat.com

آخر آن دتی دکھلائی اولیاں نو وڈیائی
اکمل انور عظمت پائی کر کر دور غداریاں
سوہنے عربی لاڈلے اتوں میں صدقے میں واریاں
جس نے ختم المرسل ہو کے ڈبدیاں بیڑیاں تاریاں
سب نبیاں تھیں افضل و اعلیٰ بھیجیا آپ خدا وند تعالیٰ
دھو لو دفتر بدیاں والا اس دیاں سن گفتاریاں
سوہنے عربی لاڈلے اتوں میں صدقے میں واریاں
جس نے ختم المرسل ہو کے ڈبدیاں بیڑیاں تاریاں
کامل ہے سب حسبوں نسبوں افضل ہے سب کسبوں وسبوں
جو منکر اس اس اشرف نسبوں اس نوں لکھ پھٹکاریاں
سوہنے عربی لاڈلے اتوں میں صدقے میں واریاں
جس نے ختم المرسل ہو کے ڈبدیاں بیڑیاں تاریاں
بعد اس تھیں جو نبی کہاوے جھوٹا جگ وچ سدا کہاوے
آپ اپنی جان گواوے وچ دوزخ انگاریاں
سوہنے عربی لاڈلے اتوں میں صدقے میں واریاں
جس نے ختم المرسل ہو کے ڈبدیاں بیڑیاں تاریاں
نبی کہیا میں ختم رسولاں عقل گوائی کیوں مجھولاں
لکھیا تک وچ شرع اصولاں ، کیوں اج لین خواریاں
سوہنے عربی لاڈلے اتوں میں صدقے میں واریاں
جس نے ختم المرسل ہو کے ڈبدیاں بیڑیاں تاریاں
ہن جو کرے نبوۃ دعوئی ، اس دی جگہ جہنم ماویٰ
کھڑن ملائک کرکر دھاوا تک تک بے اعتباریاں
سوہنے عربی لاڈلے اتوں میں صدقے میں واریاں
جس نے ختم المرسل ہو کے ڈبدیاں بیڑیاں تاریاں

۲

سر پر ظل الٰہی دائم اعلیٰ رتبہ پایا ہے
عاصی امت نوں بخشانون ختم نبیاں دا آیا ہے

Marfat.com

دتی پاک قرآن گواہی ،بھیجیا سچ حبیب الٰہی ختم نبوۃ اس پر ہوئی

با تاکید سنایا ہے

سر پر ظل الٰہی دائم اعلیٰ رتبہ پایا ہے

عاصی امت نوں بخشانون ختم نبیاں دا آیا ہے

جیکر اج کوئی نبی کہاوے ،نالے خبراں غیب سناوے ، اپنی عزت آپ گوا وے

شیطاناں دا جایا ہے

سر پر ظل الٰہی دائم اعلیٰ رتبہ پایا ہے

عاصی امت نوں بخشانون ختم نبیاں دا آیا ہے

بنے شریک نبی سنگ جیہڑا ، اس دی کرے سفارش کیہڑا ، دوزخ اندر اس دا وہڑا

مل خرید بنایا ہے

سر پر ظل الٰہی دائم اعلیٰ رتبہ پایا ہے

عاصی امت نوں بخشانوں ختم نبیاں دا آیا ہے

سی حرفی میاں محمد فاضل ناشر شریف پرنٹنگ ایجنسی چوک متی لوہاری گیٹ لاہور

مقامی کلاسیکل انداز میں رسول اللہ ﷺ کی شان ختم نبوۃ پر مشتمل ان سی حرفیوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آج تک ہمارے علاقے اور بالخصوص خاندان کو گمراہی سے محفوظ فرما رکھا ہے۔

ان کی دوسری خوبی یہ تھی کہ باوجود انتہائی حسن و جمال اور شباب کے انتہائی نیکوکار اور پاک دامن انسان تھے اور اسی حال میں انتقال فرما گئے۔ انہیں جب منہوٹ کے قبرستان میں دفن کیا گیا تو ان کی قبر کے ساتھ چروٹی کا ایک درخت پروان چڑھ کر کچھ عرصہ بعد آندھی کے باعث ایسے گرا کہ قبر کھل گئی جب دیکھا تو اس طویل عرصہ بعد کفن پہ ایک قطرہ بارش کے سوا کسی چیز کا داغ نہیں تھا اور جسم اسی طرح تر و تازہ محفوظ جس کے بعد دوبارہ وباضابطہ ان کی تدفین عمل میں لائی گئی۔

چروٹی: خوبانی کی برادری کا ایک بلند قامت وپھلدار درخت

اگرچہ مولانا کے بڑے بیٹے حاجی محمد اکرم بھی اسی مرتبے کے شاعر ہیں لیکن حالات نے سرخروئی سے کام نہیں کرنے دیا۔ البتہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پوتے مولانا محمد معروف قریشی فاضل جامعہ عربیہ گوجرانوالہ ،سیکریٹری جنرل جماعت اسلامی میرپورا اپنے دادا کے نقش قدم پر مصروف تبلیغ ہیں۔

اولاد

حاجی محمد اکرم، زبیدہ بی بی زوجہ عبدالکریم بن میاں محمد دین۔ دونوں بہن بھائی میرپور میں مقیم ہیں۔

Marfat.com

18 : حضرت میاں عالم دین

المتوفی 26 ربیع الثانی 1389ھ - 12 جولائی 1959ء

میاں عالم دین بن میاں غلام محی الدین بن میاں برہان الدین بن میاں فضل دین بن میاں بخت جمال بن میاں عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ حضرت مولانا محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ابتدائی تلامذہ اور فارسی ادب کے جید عالم تھے۔ اوائل بچپن سے تصوف کی طرف مائل اور شب بیداری کے عادی ہو گئے تھے۔ بعد میں حضرت میاں لال دین صاحب سوڑے پانی والوں کے ساتھ منسلک ہوئے تو تادم آخر یہ تعلق قائم رہا۔ عام طور پر اگرچہ مشہور ہے کہ آپ حضرت کے خلفا میں سے تھے لیکن سفر راجوری کے دوران اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

حضرت میاں لال دین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کسی کی درخواست پر آپ سے ایک تعویذ لکھوایا کرتے جس کا طریقہ آپ ہی نے تعلیم فرمایا تھا کہ دل کے دائرے میں تین بار اسم گرامی ''اللہ'' لکھوا کر حاجتمند کو عطا فرما دیتے۔

آپ کی وفات کی خبر سن کر حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فوراً تشریف لائے تو غسل کے بعد جنازے کیلئے میت تیار تھی، مرحوم کی پیشانی پہ ہاتھ رکھتے ہوئے آہ کے ساتھ فرمایا: ''اسی عمر میں میرے والد اور اسی میں یہ بھی مجھے تنہا چھوڑ گئے''۔

2010ء میں سفر راجوری کے دوران قبر پر حاضری اور دعا کے وقت موجود برادر محترم میاں محمد عبداللہ صاحب سمیت حاضرین نے بتایا کہ میاں عالم دین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود بیان کیا تھا کہ ان کو اکثر کشف کے ذریعہ گاؤں کے لوگوں کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کے گھر کیا کھانا تیار ہو رہا ہے اس کی خبر مل جاتی ہے۔

اسی طرح گنیاج میں پنچایت گھر کی تعمیر میں میاں عبدالحفیظ، میاں محمد حسین، مفتی ہاشم دین کے ساتھ شامل تھے۔ ایک روز شدت کی گرمی پڑ رہی تھی تو آپ نے انتہائی جلال میں سورج کی طرف دیکھا جس کے ساتھ ہی بادل کے ٹکڑے نمودار ہوئے اور سورج غروب ہونے تک موجود رہے۔ برادر میاں عبدالحفیظ مرحوم نے اپنے مرض وفات میں سب کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا تھا۔

میرے بہت بچپن کی بات ہے کہ ایک روز عین اس وقت ہمارے گھر تشریف لائے جب ہماری بھینس

Marfat.com

والدہ کو دوہنے نہیں دے رہی تھی۔ والدہ نے کہا: ''میاں عالم دین آپ کی فقیری کس کام کی کہ میری بھینس آج مجھے قریب نہیں جانے دیتی''؟

فرمایا: ''بھابھی کوئی کام بتاؤ یہ کیا بات ہے''۔ اس کے بعد مسکراتے ہوئے بھینس کا کان پکڑ کر اسے کچھ کہا یا دم کیا تو فرمایا: '' بھابھی اب اسے دوہ لو'' اور جب والدہ قریب گئیں تو گویا بھینس اپنے کیے پہ شرمندہ تھی۔

بس یہی لمحہ میری لوح حافظہ پہ مرتسم ہے۔ طویل القامت، رنگ سفید، چوڑی پیشانی، سفید پگڑی، سفید کرتے کے نیچے ہلکے نیلے رنگ کا تہمد اور موتیوں کی طرح چمکتے دانتوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ۔

اور اس سے پہلے یا بعد کی کوئی ملاقات مجھے یاد نہیں حالاں کہ حضرت میاں لال دین صاحب سوڑے پانی والے رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر آپ کے گھر تشریف لایا کرتے تو میں آپ کے گھر کے قریب بکریاں چھوڑ کر دور سے آپ کی زیارت کیلئے چلا جاتا تھا۔

سبھی اچھے تھے ترے شہر کے ارباب کرم
ہاں مگر ان میں سے دو چار بہت یاد آئے

اعتبار ساجد

اولاد

خاتون بیگم، عبدالحمید، سکینہ بیگم، سائرہ بیگم، مولوی عبدالکریم، احمد دین، حاجی محمد فاضل، حاجی عبدالرزاق،

Marfat.com

19 : مولانا قاضی عبدالرحیم

مولانا قاضی عبدالرحیم بن مولانا حکیم محمد حسین بن میاں عطامحمد بن فضل دین بن مولانا بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے وقت کے جید اور فقہ میں ماہر عالم تھے۔ اس دور میں ہمارے ہاں فقہ کی دو کتب ۱: بارہ انواع پنجابی نظم ۲: مالا بدمنہ فارسی نظم: خاندان میں حفظ کرنے کا رواج تھا اور قاضی صاحب ان دو کتب کے حافظ تھے جبکہ ان کتب کے مسائل جاننے والا گویا فقیہ اعظم بن جاتا ہے۔

جن دنوں میں اور ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب تعلیم سے فارغ ہو کر خانپور میں مقیم تھے ان دنوں حضرت قاضی صاحب بھی راجوری سے وزٹ پر آئے ہوئے تھے مجھ سے امتحاناً ایک مسئلہ پوچھا تھا۔ الحمدللہ صحیح جواب ملنے پر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں، بعد میں ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے بتایا کہ میں بھی امتحان میں پاس ہو گیا ہوں۔

اولاد

حضرت قاضی صاحب کا نکاح حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ کی بیٹی سارہ بیگم سے تھا جن کے بطن سے سعیدہ بیگم زوجہ مولوی عبدالقیوم ہیں جس کے بعد کوئی اولاد نہیں۔ آپ نے سالدہار کے مستری محمد اسماعیل مغل کی دختر سے نکاح ثانی کیا تھا مگر کوئی اولاد مقدر نہ تھی۔

Marfat.com

20 : حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریمؒ

وفات بروز سوموار یکم اگست 2005ء مطابق 25 جمادی الثانی 1426ھ

استاذ الکل حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم بن مولانا حکیم محمد حسین بن میاں عطامحمد بن فضل دین بن مولا بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

پہلی ملاقات

میرے بہت بچپن میں ایک مرتبہ ہمارے منگ (چاول کاشت کرنے کی زمین) سے چاول کی فصل چوری ہوگئی تو صبح خبر ہونے پر والد صاحب نے مقامی نمبردار چوہدری میراں بخش صاحب مرحوم کو واقعہ کی اطلاع دی۔ چوں کہ کٹائی کے موسم میں سب کی فصلیں ہفتوں باہر پڑی رہتی ہیں لہٰذا مقامی نمبردار اور گاؤں کے لوگوں نے اس واقعہ کو ایک بڑا خطرہ تصور کرتے ہوئے اس کی تہہ تک پہنچنے کا فیصلہ کیا اور چوں کہ نمبردار صاحب والدہ سے قرآن پڑھے ہوئے تھے اس لئے بھی یہ معاملہ ان کی نظر میں مزید حساس تھا۔ چنانچہ ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ منہوٹ سے حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہ اللہ کو بلا لائے۔ یہ زمانہ حضرت کے شباب کا تھا، سرخ وسفید رنگت، کشادہ پیشانی، باوقار چہرہ اور سر پر سفید پگڑی۔ میں پہلی دفعہ قریب سے زیارت کرکے بہت محظوظ ہوا۔

سر سے پاؤں تک وہ گلابوں کا شجر لگتا ہے\
باوضو ہو کے بھی چھوتے ہوئے ڈر لگتا ہے

بشیر بدر

چوں کہ میں گھر میں سب سے کم عمر بچہ تھا مجھے حکم دیا کہ جلدی سے غسل کرکے آجاؤ۔ مجھے غسل کا صحیح طریقہ تو معلوم نہ تھا البتہ جیسے کیسے قریبی چشمے ڈبھورے سے غسل کرکے لوٹا تو آپ نے مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد میرے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر سیاہی لگاتے ہوئے غور سے اس میں دیکھتے رہنے کی ہدایت کرتے ہوئے کچھ پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں میرے ہاتھ کا انگوٹھا ایک بڑی خوبصورت اسکرین Large tv.screen میں تبدیل ہوگیا اور ساتھ ہی ایک صاحب بڑا جھاڑو لیے کھڑے دکھائی دیئے۔ آپ کے استفسار پر

Marfat.com

میں نے تفصیل بتائی تو فرمایا: ''اُسے کہو کہ جھاڑو لگا کر تخت بچھائے''۔

اس آدمی نے مشک سے پانی کا چھڑکاؤ کر کے جھاڑو لگانے کے بعد ایک بڑا خوبصورت تخت بچھا دیا۔ حضرت کے استفسار پر میں نے تفصیل بتائی تو فرمایا:

''اسے کہو کہ اب اپنے بادشاہ سلامت سے کچہری لگانے کی درخواست کرے کیوں کہ میاں محمد شفیع کی فصل چوری ہو گئی ہے اور چور نہیں مل رہے''۔

جب میں نے اس جاروب کش کو آپ کا پیغام دیا تو تھوڑی دیر میں ایک نورانی شخصیت اس تخت پر براجمان تھی اور اس کے گرد کچھ لوگ نظریں جھکائے باادب کھڑے تھے اور جاروب کش مجھ سے کہتا ہے کہ اب تفصیل عرض کرو۔ حضرت کے سمجھانے پر میں نے آپ کو تفصیل بتائی تو فرمایا اسے کہو کہ اب اپنے بادشاہ سلامت کو بتائے کہ گزشتہ رات میاں محمد شفیع کے منگ سے کسی نے چاول کی فصل چوری کر لی ہے اور ہماری درخواست ہے کہ چور حاضر کیے جائیں۔

یہ سننا تھا کہ تخت نشین نورانی ہستی نے جلال میں آ کر پاس کھڑے خدام کو حکم دیا کہ فی الفور چور گرفتار کر کے حاضر کیے جائیں۔ اس کے بعد خدام تیزی سے بھاگتے ہوئے گئے اور دو نوجوانوں کو پکڑ لائے اور میرے انگوٹھے کی اسکرین پر اس طرح میرے سامنے تھے گویا میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔ بلکہ جیسے عام حالات میں ہم ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوتے ہیں۔ میں انہیں دیکھتے ہی بے ساختہ باآواز بلند چیخ اٹھا کہ او ہو یہ تو بِلُّوْ اور سَیْدَا ہیں یہ سن کر حضرتؒ کی ہدایت پر میں نے ان بادشاہ کا شکریہ ادا کیا تو وہ اسکرین میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

بِلُّوْ اور سَیْدَا : دونوں بھائی ہمارے پڑوسی تھے جن کے ساتھ رشتہ داری کے علاوہ دوستی تھی مگر ان کے پاس آبی زمین نہ تھی شاید اس لئے ان سے غلطی سرزد ہو گئی۔ ہمارے صحن سے نمبردار میراں بخش مرحوم نے گرجتے ہوئے آواز دی تو دونوں ہانپتے کانپتے حاضر ہو گئے اور ان کے آتے ہی بغیر کسی تمہید کے نمبردار صاحب نے چھترول شروع کر دی۔ چنانچہ اقرار کے بعد فوری طور پر چوری شدہ فصل کی بوریاں لا کر پیش کرتے ہوئے اس عہد کے ساتھ معافی کے طلبگار ہوئے کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کریں گے چنانچہ انہیں پولیس کے حوالے کرنے کے بجائے چھوڑ دیا گیا۔

ان دنوں برادر حاجی محمد رفیع صاحب سمیت چڑہان کے چندلڑ کے مکتب سکول منہوٹ میں آپ کے پاس زیر تعلیم تھے۔ آپ کی زیارت اور اس غیر معمولی واقعہ کے بعد میں نے متاثر ہو کر بھائی اور ان لڑکوں سے کہا کہ وہ مجھے بھی اپنے ساتھ پڑھنے کیلئے آپ کے پاس لے جایا کریں مگر ان حضرات نے مجھے سمجھایا کہ ابھی تم چھوٹے ہو اور روزانہ سفر نہیں کر سکتے آئندہ سال سے تمہیں بھی ساتھ لے جایا کریں گے۔

نوٹ: حضرت کو عملیات میں یہاں تک مہارت حاصل تھی کہ بسا اوقات جنات سے بھی خدمت لے لیتے ویسے بھی ہمارے اکثر بزرگوں کے پاس جنات پڑھنے کیلئے آیا کرتے تھے۔ مجھے والدہ صاحبہ نے بتایا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت نے ایک جن کو بھیج کر سیالکوٹ سے دوائی منگوائی تھی مگر بعد میں آپ نے عملیات کو ترک کر دیا تھا اور صرف ادعیہ ماثورہ پر انحصار فرماتے تھے۔

Marfat.com

18/08/2009ء

صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب مندرجہ تاریخ کو برمنگھم میں میرے گھر تشریف فرما تھے دوران گفتگو آپ نے بیان کیا کہ ''والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شروع شروع میں اکثر جنات کو بلا لیا کرتے اور آسیب زدہ کا علاج بھی کردیتے مگر ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دادی جان روشن بی بیؒ جو سالدہار والے مغلوں میں سے تھیں ایک روز اپنی بھینس کیلئے گھاس کاٹنے گئیں تو جن ساتھ لگ گیا جس نے بہت پریشان کیا۔ حضرت والد صاحب نے بہت کوشش کی مگر اس نے جانے سے انکار کردیا۔ تب والد صاحب نے لارشریف مضافات سرینگر میں حضرت میاں نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچ کر واقعہ بیان کیا تو حضرت میاں صاحبؒ نے ایک سفید کاغذ پر لکھا: ''میاں نظام الدین تمہیں حکم دیتا ہے کہ روشن بی بی کو چھوڑ دو'' اور فرمایا کہ اب جن آئے تو یہ کاغذ اس کے سامنے کردینا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جن کے آتے ہی جب پرچہ اس کے سامنے کیا تو بھاگ نکلا اور دوبارہ کبھی پریشان نہیں کیا۔

نوٹ: بعض علاقوں کی طرح ہمارے علاقے میں بھی چڑیلیں اور جنات اکثر لوگوں کو تنگ کرتے تھے اور اس پریشانی کی صورت میں لوگ علمائے کرام ہی سے رجوع کرتے اس لیئے اکثر علما کو اس میدان میں مہارت حاصل کرنا پڑتی تھی۔

()

اس زمانے میں حضرت ہی علاقے کے مفتی اور سب سے بڑے عالم تھے دور دور تک آپ کی شہرت تھی اپنے قبیلے کی سیادت بھی آپ کے پاس تھی اور حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی اور مکتب سکول منہوٹ کا اہتمام بھی آپ کا امتیاز تھا لیکن اس سب کچھ کے باوجود طب آپ کا ذریعہ مُعاش تھا۔ کسی بھی دینی منصب کو آپ نے ذریعہ مُعاش کے طور پر نہیں اپنایا یہی وجہ ہے کہ پورے علاقے میں لوگ ہمارے خاندان کو انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھتے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت میاں نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ لارشریف والے اور حضرت میاں لال دین صاحب سوڑے پانی والے رحمۃ اللہ علیہ ہمارے خاندان کے چھوٹوں کو بھی استاذ جی اور خواتین کو بی بی جی کہہ کر مخاطب ہوتے۔

ایک فتویٰ

ہمارے پڑوسی گاؤں ''فروالہ'' میں ایک بار گلاب دین مغل اور ان کی بیوی کے درمیان جھگڑا ہوگیا تو پڑوسیوں نے مداخلت کرکے وقتی طور پر معاملہ رفع دفع کردیا۔ مگر دوسرے روز خبر مشہور ہوگئی کہ گلاب دین کی بیوی نے انہیں دھوکے سے چائے کے ذریعے اپنا دودھ پلا کر اپنی آزادی کا اعلان کردیا ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ طلاق واقع ہو چکی ہے لہٰذا علاقہ کے لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ تشریف لا کر کوئی فیصلہ دیں چانچہ حضرت نے عدم طلاق کا فیصلہ بھی دیا اور عبرت کیلئے تعزیر بھی عاید کی۔ میرا بچپن تھا میں نے ابھی تک والدہ سے قرآن پڑھنا شروع نہیں کیا تھا مگر اس واقعہ کی شہرت سے مجھے لگتا ہے کہ یہ پہلا شرعی مسئلہ تھا جو مجھے یاد ہوگیا اور ابھی تک لوح حافظہ پہ مرتسم ہے۔

Marfat.com

حضرت استاذ الکل رحمۃ اللہ علیہ کو عربی و فارسی پر عبور کے علاوہ، نہ صرف درسی علوم صرف و نحو اور فقہ میں مہارت حاصل تھی بلکہ ماہر و نباض طبیب تھے۔ ہجرت کے بعد بھی طب کے پیشے سے منسلک رہے لیکن ساتھ ساتھ تشنگان علم کو بھی سیراب فرماتے۔ آپ نے حضرت مولانا محمد عثمانؒ کے علاوہ لاہور میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ اور آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مہاجر مدنی و مدرس حرم نبوی ﷺ رحمہما اللہ سے بھی کافی کتب پڑھی تھیں مگر کاش کہ ان کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی علاوہ ازیں روحانیت میں اللہ کریم نے اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا۔

انتہائی جمالی طبیعت تھی۔ طویل مرض وفات کے دوران بھی ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے اور عواد کو تلقین فرماتے رہے۔ حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز اور آپ کے بعد جانشین مقرر ہوئے بستر علالت سے بذریعہ حضرت صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم میرے نام ایک خط کے ذریعہ مجھے اور اپنے چھوٹے صاحبزادے مولوی عبدالقیوم صاحب کو مجاز مقرر کرنے کی اطلاع فرمائی تھی۔

()

حضرت شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب جامعہ مسجد عثمانیہ میں خطبہ جمعہ اور درس دیتے ہیں۔ مجھے صاحبزادہ صاحب نے بتایا تھا کہ خطبے کے دوران اگر کبھی حدیث شریف کی عبارت میں مجھ سے سہو ہو جاتا تو نماز کے بعد بلوا کر اصلاح فرماتے حالاں کہ ان دنوں علالت کے باعث اس قدر معذور تھے کہ خود پہلو نہیں بدل سکتے تھے۔ آپ کی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے میں پاکستان گیا تھا۔ صاحبزادہ صاحب کے ساتھ عیادت کیلئے حاضر ہوا تو انتہائی ضعف کے باوجود بہت شفقت سے پیش آئے اور دعائیں دیں۔ میں نے رخصت ہوتے ہوئے جرأت کر کے پیشانی پر بوسہ دیا تو مجھے بہت ٹھنڈک محسوس ہوئی اور بلا مبالغہ میں نے اپنے اندر ایک مثبت تبدیلی محسوس کی۔

()

ہمارے گھر کے ایک معاملے میں ایک مرتبہ والدہ صاحبہ نے آپ کو فیصلہ کرنے کیلئے درخواست کی تو تشریف لے آئے۔ ان دنوں میں بھی تعطیلات پر گھر آیا ہوا تھا جب تشریف فرما ہوئے تو آپ نے والدہ صاحبہ سے فرمایا: ''بھابھی آپ کا بیٹا عربی فاضل اور دورہ حدیث کا طالبعلم ہے آج میں چاہتا ہوں کی میں آپ کی وکالت کروں مگر فیصلہ آپ کے بیٹے سے کراؤں مگر میرا آپ سے وعدہ ہے کہ اگر اس نے غلطی کی تو میں اصلاح کروں گا''۔

دراصل والدہ اور برادر حاجی محمد رفیع صاحب غلطی پر تھے لہٰذا میں نے بغیر کسی لگی لپٹی کے جب اپنی رائے کا اظہار کیا تو والدہ صاحبہ ناراض ہو گئے کہ کیا میں نے اسی لئے تمہیں پڑھایا ہے؟ یہ سن کر حضرت بہت کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا:

''بھابی بات یہی صحیح ہے جو آپ کے بیٹے نے کہی ہے اور میں آپ کو مبارک دیتا ہوں کہ آپ نے جو تنگدستی میں ایثار کر کے بیٹے کو پڑھایا ہے وہ کام آ گیا۔ کیوں کہ جس آدمی میں قوت فیصلہ نہیں اس کے علم کا کوئی فائدہ نہیں''

Marfat.com

2 اگست 1989ء میں حضرت مولانا نثار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ بانی سپارک اسلامک سینٹر کی وفات کے ساتھ ہی مجھ پر ایک ایسا دور آیا کہ گویا آسمان سر پر آ گرا ہو اور اب میں محسوس کرتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصے کیلئے مجھ سے ایمان کی نعمت بھی واپس لے لی تھی ان حالات کو ساغر صدیقی مرحوم نے جبر مسلسل کا نام دیا ہے۔

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

مگر ان کے برعکس اگر چہ اپنے گناہوں کی طویل فہرست سامنے تھی مگر کوئی حل سمجھ نہیں آ رہا تھا اس دوران میں نے سورہ البقرہ کا عمل شروع کیا جس سے چند روز بعد افاقہ تو محسوس ہوا۔ مگر ڈر تھا کہ تسلسل نہیں قائم رکھ سکوں گا اسی فکر میں مجھ پر غنودگی طاری ہوئی تو خواب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''سورہ البقرہ کے ساتھ سورہ الکہف کا اضافہ کرلو چند روز میں سکون میسر آ جائے گا'' اور یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چند روز بعد ہی اپنی پناہ میں لے لیا۔

بعد میں پاکستان ملاقات پر آپ نے بتایا تھا، مشکل حالات میں ہمارے بزرگوں کا یہی معمول رہا ہے کیوں کہ سورہ البقرہ کی تلاوت کے وقت رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کی روشنی میں ملائکہ کا نزول ثابت ہے لہٰذا آزمائش کے وقت ثابت قدمی کے نتیجے میں جو خوشی میسر آتی ہے اس کی ایک انوکھی لذت ہوتی ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہو سکتی اس بنا پر آج دم تحریر میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ

اس خوشی میں مجھے خیال آیا
غم کے دن کتنے خوبصورت تھے

بشیر بدر

برادری معاملات میں ایک خرابی کی بنیاد پر ایک مرتبہ میرا خیال تھا کہ شاید حضرتؒ کو مجھ سے دلی رنجش ہے۔

اسی دوران میں گوجرانوالہ جامعہ عربیہ میں بیمار ہو کر گھر آ گیا۔ میر پور کے معروف و ماہر معالج ڈاکٹر پیرزادہ صاحب نے تشخیص کے بعد فرمایا:

''آپ کے خاندان کے بزرگ اتنے بڑے ماہر طبیب ہیں ان کے ہوتے ہوئے تم میرے پاس کیوں آ گئے؟ جبکہ آپ کا جگر متاثر ہے اور انگریزی ادویات کے بجائے دیسی طریق علاج تمہارے لئے زیادہ مفید ہے لہٰذا ابھی یہیں سے سیدھے حضرت حکیم صاحب کے پاس جاؤ''

میں ہچکچاتا ہوا نانگی بازار میں آپ کے مطب پر حاضر ہوا تو آپ نے وہی تشخیص کی جو ڈاکٹر پیرزادہ صاحب نے کی تھی، اس کے بعد مجھے دوائیاں اور مشروب دیئے۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ اتنی دواؤں کے پیسے بہت ہوں گے مگر آپ نے فرمایا:

''میں ان حالات میں بھی طلباء اور نادار لوگوں سے پیسے نہیں لیتا اور ساری زندگی میں نے اس اصول پر عمل کیا ہے، مولوی

Marfat.com

صاحب آپ میرے لئے دعا کر دینا‘‘

چنانچہ چند روز بعد میں صحت یاب ہو کر واپس جامعہ میں آ گیا۔

1965ء کی ہجرت کے بعد بھی آپ کا ذریعہ معاش صرف اپنا مطب ہی تھا اور باوجود عیالدار ہونے کے حضرت دل کھول کر غربا کی خدمت کرتے رہے یہ آپ کے اخلاق عالیہ کی علامت ہے۔

یہیں نانگی بازار کے مطب میں ایک طرف آپ کے ہاتھ میں ہاون دستہ ہوتا جس سے دوائیاں کھرل کرتے رہتے اور سامنے طلبا بھی بیٹھے ہوتے جو عبارت پڑھتے۔اور حضرت کتاب دیکھے بغیر تقریر کرتے جاتے آپ کے ایک تلمیذ اور مجاز حضرت مولانا ڈاکٹر قاری حق نواز حقانی ان دنوں برمنگھم میں ہیں اور کبھی کبھار اس دور کی یادیں بیان کرتے ہیں۔

مجھے ابھی چند روز پہلے ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے ایک واقعہ لکھ بھیجا ہے جس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمائے سلف جیسے اخلاق سے متصف فرمایا تھا جبکہ ہم لوگ اس مقام سے بہت دور ہیں۔

احترام استاذ

تحریر: ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

انسانی تجربات اور علوم و معارف کی آئندہ نسلوں تک منتقلی کا عمل استاد اور معلم کے ذریعہ مکمل ہوتا ہے، اسی لئے ہر انسانی معاشرہ میں استاد کو ایک منفرد مقام دیا جاتا اور عزت واحترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔کیونکہ اس کے ذریعے انسانی نسلیں اپنے اسلاف کے ورثہ سے متعارف اور مستفید ہو کر مستقبل کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل ہوتی ہیں، گویا معلم اور استاد انسان کو اپنے آباء واجداد اور ماضی سے منسلک کرتا اور مستقبل کیلئے تیار کرتا ہے۔اس طرح ہم معلم اور استاد کو انسانیت کا محسن کہہ سکتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ: مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔اسلام نے استاد کو ایک عظیم مرتبہ اور مقام دیا ہے اور مسلمان ہمیشہ اپنے اساتذۂ کرام کو عزت ووقار کی نگاہ سے دیکھتے آئے ہیں:

إِنَّ الطَّبِيبَ وَالْمُعَلِّمَ كِلَيْهِمَا

لَا يَنْفَعَانِ إِذَا هُمَا لَمْ يُكْرَمَا

ترجمہ

’’طبیب اور استاذ کا جب تک احترام ملحوظ نہ رکھا جائے اس وقت تک ان سے نفع حاصل نہیں کیا جاسکتا‘‘

ہمارے استاذ حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس باب میں ایک منفرد طرزِ عمل تھا، وہ خود بھی معلم تھے، مولانا محمد عثمان مرحوم کی درسگاہ میں بچوں کو تعلیم دیتے اور اپنی معاش و روزی، حکمت وعلاج اور زمینداری سے چلاتے، اور جن اساتذہ سے کبھی زندگی میں استفادہ کا موقع ملا تھا، ہمیشہ ان کے ساتھ ادب، احترام اور خدمت وخبر گیری کا

Marfat.com

رویہ رکھتے تھے۔قیامِ پاکستان سے قبل آپ نے لاہور میں جن اساتذہ کرام اور مشائخ سے علم حاصل کیا ان میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور پاکستان کے معروف سکالر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے سابق ڈین، ڈاکٹر طفیل ہاشمی کے والد مولانا حافظ عبدالرؤف رحمہ اللہ تعالیٰ (مظفرآباد) بھی شامل تھے۔شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ شیرانوالہ باغ لاہور میں اور مولانا حافظ عبدالرؤف رحمہ اللہ تعالیٰ اچھرہ کے ایک مدرسہ میں مدرس تھے۔

مختلف مراحل کی تعلیم حاصل کر کے حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم صاحب واپس مقبوضہ کشمیر چلے گئے اور پھر تقسیم برصغیر کے بعد وہیں اپنے آبائی علاقے میں تعلیم وتدریس اور افتاء ودعوت وتبلیغ جیسی علمی سرگرمیوں میں مصروف رہ کر اپنا فرض ادا کرتے رہے۔کشمیر پر بھارتی جارحیت کے نتیجے میں سیز فائر کی خونی لکیر نے ایک ہی خاندان سے تعلق رکھنے والوں کو باہم جدا کر دیا تھا، اسی بھارتی جارحیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت حکیم صاحب بھی اپنے اساتذہ کرام سے دور ہو گئے، لیکن استاد جیسا محسن دلوں سے دور تو نہیں ہو سکتا لہٰذا اکثر اپنے اساتذہ کرام اور انکی خوبیوں کا تذکرہ اپنے خاص خاص شاگردوں سے کرتے اور دعاؤں میں یاد رکھتے۔

پھر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ 1965ء کی جنگ میں مقبوضہ کشمیر سے ہزاروں خاندان دوبارہ ہجرت کر کے اپنے خوابوں کی سرزمین پاکستان آ گئے جن میں مولانا حکیم محمد عبدالکریم مرحوم کا خاندان بھی شامل تھا، ہجرت کی بے شمار برکات وثمرات ہیں، چنانچہ اس ہجرت سے مولانا محمد عبدالکریم صاحب کو اپنے اساتذہ کرام سے دوبارہ ملنے کے مواقع پیدا ہوئے، مولانا مرحوم کے صاحبزادے حضرت مولانا فضل الرحمٰن شیخ الحدیث جامعہ عربیہ اسلامیہ F-2 میرپور آزاد کشمیر راوی ہیں کہ

''والد صاحب مرحوم میرپور میں ایک جامع مسجد میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے اور ایک دینی مدرسہ میں تعلیم وتدریس کیلئے بھی تشریف لے جاتے اسی دوران آپ نے اپنے استاد محترم سے ملنے کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ وفات پا چکے ہیں، اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا عبیداللہ انور شیرانوالہ باغ میں اپنے والد مرحوم کے جانشین موجود ہیں، چنانچہ ان سے روابط بحال کئے اور کئی سالوں تک اپنی 100 روپے کی معمولی تنخواہ سے دس روپے استاد مرحوم کے صاحبزادے حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہ اللہ تعالیٰ کو پہنچاتے رہے اور جب حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ہوگئی تو اس کے بعد یہی سلسلہ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا اجمل خان قادری کے ساتھ قائم رکھا''۔

ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن کو بتایا کہ زمانۂ طالبعلمی میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شدید کس مپرسی کی حالت میں تقریباً چار آنے کا ایک اچھا جوڑا بنوا کر مجھے عطا فرمایا تھا اور یہ وضاحت نہ تھی کہ یہ ہدیہ ہے یا قرضِ حسنہ بہرحال یہ قرض ہو یا ہدیہ۔استاد محترم کا ایک احسان تھا لہٰذا مجھے فرمایا کہ اس کا بدلہ دینا یا قرض کو واپس کرنا ہر دو صورتوں میں ضروری ہے اس لئے اسی طرح کا ایک جوڑا جو 1994ء میں تقریباً 400 روپے میں بنتا ہے

Marfat.com

اس لئے آپ یہ ایک ہزار روپیہ مجھ سے لو اور مولانا اجمل قادری صاحب کو پہنچادو تا کہ احسان شناسی کا تقاضہ پورا ہو جائے اگر قرض ہو تو ادا ہو جائے گا اور ہدیہ ہوا تو بھی جواباً ہدیہ دینا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

دوسرے استاد مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند اور مظفرآباد میں رہائش پذیر تھے، جب بھی موقع ملتا مولانا محمد عبدالکریم صاحب مرحوم اپنے استاد کے ساتھ رابطہ کرتے اور ان کیلئے بیماری کے دوران اپنی تیار کردہ دوائی اور سلامِ عقیدت کیساتھ حسبِ توفیق تحفہ ہدیہ بھی بھجواتے۔

ہم اپنے ازہری اور عرب اساتذہ ومشائخ سے سنتے آئے تھے کہ ''اَلْعِلْمُ رَحِمٌ'' یعنی رشتۂ علم خون کے رشتوں کی طرح، بذاتِ خود ایک مستقل رشتہ اور قرابت کا تعلق ہے اور کسی صاحبِ علم سے آپ نے اگر کچھ نہیں سیکھا تب بھی اس سے آپ کی رشتہ داری قائم ہے اس لئے اس میں صلہ رحمی کے تقاضے پورے کرنا لازمی ہیں'۔

اولاد

حضرۃ الاستاذ مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے دو نکاح تھے پہلا نکاح حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی فاطمہ بی بی سے تھا ان کے بطن سے صرف دو صاحبزادے ہیں۔

() شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب

() مولوی عبدالقیوم صاحب

دوسرا نکاح

دوسرا نکاح فروالہ کے مغلوں میں مائی عائشہ بی بی سے ہے جن کے بطن سے باقی اولاد ہے۔ مائی صاحبہ صورت وسیرت، خاندانی معاملات اور مہمان نوازی کے باعث خاندان میں ہمیشہ بہت ممتاز رہی ہیں۔

ہجرت کے بعد عیالداری اور بعض مشکل حالات کے باوجود مائی صاحبہ کا حضرت صاحب کو بہت ساری گھریلو پریشانیوں سے دور رکھنا اور حضرت کی چودہ سالہ علالت کے دوران فراخدلی اور اخلاص سے آپ کی تیمارداری اور خدمت میں کوئی کمی نہ آنے دینا، حضرت صاحب تک پہنچنے سے پہلے ہی خانگی معاملات کو احسن طریقے سے سلجھا دینا مائی صاحبہ کے سگھڑ پن اور اعلیٰ اخلاق کی علامت ہے۔

علاوہ ازیں مائی صاحبہ ان چند خواتین میں سے تھیں جنہوں نے ہمارے خاندان میں ماں کے علاوہ بحیثیت ساس عمدہ مثالیں چھوڑی ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے مائی صاحبہ کا کبھی کسی سے کوئی تنازعہ یا لڑائی جھگڑا نہیں رہا۔ حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کے رشتے سے وہ سب کیلئے روحانی ماں کا درجہ رکھتی تھیں اور سب ان کا احترام کرتے تھے۔ آپ کی اولاد کی تفصیل اس طرح ہے۔

Marfat.com

01 : سکینہ بی بی

سکینہ بی بی زوجہ حکیم محمد بشیر میاں محمد زمان میاں محمد حسین حضرت مولانا مفتی ہاشم دین رحمہم اللہ تعالیٰ۔ حکیم محمد بشیر رشتے میں آپ کے حقیقی بھانجے بھی تھے اور والد کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف کفالت فرمائی بلکہ بیٹی بھی بیاہ دی۔

02 : رضیہ بیگم

رضیہ بیگم زوجہ حضرت مولانا مفتی مطیع اللہ دامت برکاتہم ضلع قاضی آزاد کشمیر۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنی شادی کے بعد گھر سے بہت دور رہ کر ساری تعلیم حاصل کی ہے۔ جس کے بعد ملازمت کے سلسلے میں بھی ہمیشہ گھر سے باہر ہی رہے ہیں۔ اس طرح بہن رضیہ بیگم نے بچپن میں شادی کے ساتھ ساتھ نہ صرف اپنے شوہر کو پڑھایا ہے بلکہ اپنی اولاد کو بھی اور بہت احسن طریقے سے خودداری کو بھی قائم رکھا۔ ہمارے خاندان میں یہ ایک عمدہ مثال اور ماں کی طرح بیٹی کے سگھڑ پن کی علامت ہے۔

03 : صفیہ بیگم

صفیہ بیگم زوجہ فضل الرحمٰن میاں محمد زمان میاں محمد حسین حضرت مولانا مفتی ہاشم دین رحمہم اللہ تعالیٰ۔ فضل الرحمٰن حکیم محمد بشیر کے چھوٹے بھائی ہیں اس طرح والد کی وفات کے بعد حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کی بھی کفالت فرمائی بلکہ بیٹی بھی بیاہ دی۔

04 : عبدالرحمٰن

برادر عبدالرحمٰن میرپور میں ہی رہائش پذیر ہیں

05 : حاجی محمد الیاس

حاجی محمد الیاس صاحب میرپور میں ہی رہائش پذیر اور اپنا بزنس کرتے ہیں۔ آپ کی سعادت یہ ہے کہ الحمدللہ تین بیٹیاں عالمات ہیں جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

06 : حکیم منصور الحق

حکیم منصور الحق صاحب۔ میرپور میں ہی رہائش پذیر اور مطب چلاتے ہیں۔ آپ نے اپنے والد سے فن طب پڑھا ہے۔

Marfat.com

07 : حکیم محمد ریاض

حکیم محمد ریاض صاحب حضرت استاذ قاضی محمد عبداللہ صاحب کے داماد اور میر پور میں ہی رہائش پذیر اور مطب چلاتے ہیں۔ آپ نے بھی اپنے والد سے فن طب پڑھا ہے۔

08 : محمد شعیب

برادر محمد شعیب کچھ عرصہ سے اپنی فیملی کے ساتھ کنیڈا میں مقیم ہیں۔

09 : محمد الطاف

محمد الطاف میر پور میں ہی رہائش پذیر اور برسر روزگار ہیں۔ چوں کہ آخری عمر میں والدین کے ساتھ رہے، اس طرح خندہ پیشانی سے خدمت کی سعادت کے ساتھ ساتھ بہت سی دعائیں لینے میں کامیاب رہے۔

10 : شمیم بیگم

شمیم بیگم زوجہ عبدالروف حاجی عبدالحکیم میر پور میں ہی رہائش پذیر ہیں۔

11 : کلثوم بیگم

کلثوم بیگم زوجہ محمد ظفر میاں عبدالکریم میاں محمد دین میر پور میں ہی رہائش پذیر ہیں

Marfat.com

20 : حاجی مجیب اللہؒ

حاجی مجیب اللہ میاں محمد امین میاں عطا محمد بن فضل دین بن حضرت مولانا بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت حاجی صاحب مکتب سکول منہوٹ کے ابتدائی طلبہ میں سے تھے علاوہ ازیں حضرت استاذ مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہ اللہ تعالیٰ کے تعلیمی سفر پنجاب میں آپ کے ساتھ ہم جماعت رہے مگر اس کی تفصیل موجود نہیں۔ مجھے ایسے یاد پڑتا ہے کہ جن دنوں کسی وجہ سے کچھ عرصہ کیلئے حاجی صاحب گوجرانوالہ میں مولوی محمد رفیق صاحب کے پاس ٹھہرے رہے اس دوران حضرت استاذ مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہ اللہ تعالیٰ کے آپ کے نام دو فارسی خطوط میں نے دیکھے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بھی فارسی کے علما میں سے تھے۔

ہجرت کے بعد حضرت حاجی صاحب نے بڑھ چڑھ کر اپنے علاقے اور قبیلے کے لوگوں کی بہت خدمت کی ہے۔ جس کی بنیاد پر تین مرتبہ بلدیہ اعلیٰ کے کونسلر منتخب ہوئے۔ مگر حضرت حاجی صاحب کا ہم سب پہ سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ نے جان ہتھیلی پر رکھ کر نہ صرف حضرت استاذ قاضی محمد عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو تعلیم کیلئے لاکر پاکستان داخل کرایا بلکہ آپ کے فارغ ہونے تک آپ سے رابطے میں رہے۔ حاجی صاحب کی تحریر بھی بہت عمدہ تھی اور قرآن کریم بھی ترتیل کے ساتھ تلاوت فرماتے۔ علاوہ ازیں بھی آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

اولاد

ماسٹر محمد صادق، ماسٹر محمد خالد، محمد عارف، محمد ریاض

برادر محمد ریاض لڑکپن میں ہی خانپور کے مقام پر منگلا ڈیم میں ڈوب کر وفات پا گئے تھے۔

Marfat.com

22 : حاجی میاں محمد سعیدؒ

الحاج میاں محمد سعیدؒ بن حضرت مولانا میاں محمد حسین بن مولانا مفتی ھاشم الدین بن حضرت مولانا جمال الدین بن حضرت مولانا میاں محمد محکم دین بن حضرت مولانا قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ خاندان کے ان بزرگوں میں سے تھے جو اپنے بچپن سے نماز کی پابند اور تہجد کے عادی تھے۔ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی مولانا محمد حسین بن مولانا مفتی ہاشم الدین رحمہما اللہ تعالیٰ سے حاصل کی۔ 1947ء کے غدر کے دوران وزیر آباد میں حضرت مولانا محمد رمضان سندھی رحمہ اللہ کے پاس اپنے بھائی مولانا محمد سلیمان کے ساتھ پڑھنے کیلئے داخل ہوئے تھے جہاں 1953ء تک آپ نے درس نظامی موقوف علیہ تک مکمل کیا مگر دورہ حدیث نہ کر سکے اور بامر مجبوری راجوری واپس جانا پڑا جہاں اپنے چچا میاں عبدالعزیز بن میاں یار محمد کی بیٹی احمد بی بی سے شادی کے بعد چڑہان سے موضع کلر نوشہرہ روڈ پر ایک قطعہ ارضی خرید کر 1954ء میں وہاں منتقل ہو گئے۔بچپن سے بہت صحت مند تھے اسی وجہ سے آپ کا جلال بھی مشہور تھا مگر حج کے بعد طبیعت میں بہت انکساری آ گئی تھی۔

1977ء جب میں نے آپ کی بیٹی سے شادی کا فیصلہ کیا تو آپ اور میرے والدین کے درمیان ناراضگی تھی جبکہ دونوں بڑے بھائی حاجی عبدالمجید اور حاجی محمد رفیع صاحبان صلالہ میں تھے۔میں بذات خود بات کرنے میں قباحت محسوس نہیں کرتا تھا لیکن آپ کے جلال کی وجہ سے لرزاں تھا،لہٰذا میں نے بذریعہ دستی خط آپ سے اپنی پسند اور ارادے کا اظہار کیا تو آپ نے حضرت استاذ قاضی عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی راولاکوٹ سے تشریف آوری تک خاموشی کا مشورہ دیا۔اس طرح مجھے فخر ہے کہ آپ میرے بچوں کے نانا ہیں۔میری بیوی میں بھی باپ کی عزیمت کے علاوہ بہت سے آپ کے خصائل موجود ہیں اور یہ محض اللہ تعالیٰ کی کریمی اور نسب کی برکت ہے کہ برطانیہ میں زندگی گزارنے کے باوجود اس کے اخلاق حسنہ میں اضافہ ہی ہوا ہے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

منکرات وفواحش سے ہمیشہ بہت دور رہے۔ریڈیو سے خبریں سن لیتے تھے علاوہ ازیں کبھی ٹیلیویژن وغیرہ نہیں دیکھا بلکہ آپ کی زندگی تک گھر میں ٹی وی تھا ہی نہیں۔علاقے کی جڑی بوٹیوں کے بہت ماہر تھے۔مولوی زاہد محمود بن مطیع اللہ بن میاں عبدالکریم کو ڈاکٹرز نے کینسر تشخیص کر کے لاعلاج قرار دیدیا تھا مگر آپ نے کھوئی رٹہ سے جڑی لا کر کھلائی اور دم کرتے رہے تو ماشاء اللہ زاہد محمود اپنے کئی ہم عمر لڑکوں سے زیادہ صحتمند ہیں۔

Marfat.com

علاوہ ازیں بہت سی بیماریوں کا دم سے علاج کر دیتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ یہ راز معلوم کرنے کی کوشش کی تو فرمایا: "رزق حلال کھانے اور سچ بولنے والا اگر قرآن کریم کی آیات شفا کسی بھی مریض پر پھونک دے تو شفا یقینی ہے"۔

رزق حلال کی تلاش میں دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ کچھ عرصہ سلطنت عمان کے شہر صلالہ میں بھی رہے لیکن طبیعت نہیں لگی جب سفر کیلئے پیسے جمع ہو گئے تو حج کر کے واپس آ گئے۔

اولاد

حاجی محمد اسلم، محمد سلیم، محمد ادریس، رشیدہ بیگم زوجہ محمد اشرف راقم الحروف، خلیل الرحمٰن، حمیدہ بیگم، نصیر احمد

23 : حضرت مولانا محمد سلیمانؒ

حضرت مولانا محمد سلیمان بن حضرت مولانا میاں محمد حسین بن مولانا مفتی ھاشم الدین بن حضرت مولانا جمال الدین بن حضرت مولانا حافظ میاں محمد محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ

اپنے بھائی مولانا محمد سعید صاحب کے ساتھ وزیر آباد پاکستان کے ممتاز عالم دین اور جامعہ عربیہ کے تاحیات ممتحن حضرت مولانا محمد رمضان سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے موقوف علیہ تک کتب پڑھے ہوئے تھے مگر دورہ حدیث نہ کر سکے اور اس کی کچھ تفصیل اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

1953ء میں راجوری واپسی پر بہت تھوڑا عرصہ آپ نے میرے والد صاحب کی جگہ جامع مسجد چڑہان کی امامت اور تدریس سنبھالی تھی جس دوران ایک بچی کا سبق تھا " فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ " تو دوسرے روز بچی نے اسے اپنی زبان میں تبدیل کر کے اس طرح سنایا "پھتے گجرے اکو تہی" یعنی پھتے گوجر کی ایک ہی بیٹی ہے۔

مگر تھوڑے عرصے بعد ہماری بڑی بہن صفیہ بیگم سے شادی کے بعد تکیہ پر منتقل ہو گئے تھے جس کے بعد پھر یہ ذمہ داری 1965ء کی ہجرت تک والد صاحب کے پاس ہی رہی۔ حضرت مولانا بہت وجیہ اور باعمل انسان تھے۔ ہماری بہن صفیہ بیگم دو بچیاں انور بیگم اور آسیہ بیگم چھوڑ کر فوت ہو گئی تھیں جس کے بعد آپ نے فتح پور سے میاں محمد زمان مرحوم کی بہن سے نکاح کیا تھا ان سے بھی چند بیٹیاں ہوئیں اور اس طرح آپ کی کوئی اولاد نرینہ یادگار نہیں۔

Marfat.com

24 : حضرت مولانا عبدالرحیم

حضرت مولانا عبدالرحیم بن حضرت مولانا میاں محمد حسین بن حضرت مولانا مفتی ھاشم الدین بن حضرت مولانا جمال الدین بن حضرت مولانا حافظ میاں محمد محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمٰن رحمھم اللہ تعالیٰ

پیدائش وابتدائی تعلیم

پیدائش 1944ء-1363ھ مقام چڑہان۔وفات: بروز سوموار 18 رمضان المبارک 1424ھ مطابق 03-نومبر 2003ء میرپور آزاد کشمیر

تنظیم المدارس پاکستان کے تحت منعقدہ امتحان جمادی الاخری 1406ھ-1987ء کی سند کی فوٹو کاپی اس وقت میرے سامنے ہے جس پہ سال پیدائش اس طرح درج ہے 1944ء

آپ کی بنیادی تعلیم تو مکتب سکول منہوٹ ہی سے شروع ہوئی تھی جہاں آپ پانچ سال تک داخل رہے مگر تفصیل محفوظ نہیں تاہم ہجرت کے وقت آپ حضرت مولانا سید ولایت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مقام سیم مضافات راجوری سے درسی کتب پڑھ رہے تھے اور جب بھکھی داخل ہوئے ہیں تو ابتدائی کلاسوں کی نسبت بہت آگے تھے۔ غالباً پہلے سال میں ہی علم النحو وغیرہ کے بجائے علامہ ابن الحاجب المتوفی ۶۴۶ھ کی نحو میں معرکۃ الآراء درسی کتاب "کافیہ" آپ کے اسباق میں شامل تھی۔

1965ء کی ہجرت کے ساتھ ہی وہ جامع محمدیہ بھکھی میں داخل ہوگئے تھے جہاں سے 1972ء-1392ھ میں فارغ ہوئے۔ تنظیم المدارس کی سند کا مطلب ہے کہ انہوں نے فراغت کے بعد پھر سے امتحان دیا ہے جس میں ممتاز حیثیت سے پاس ہیں۔

آپ کی پوری زندگی پڑھنے اور پڑھانے میں اس طرح گزری ہے کہ علم ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ جامعہ محمدیہ میں دوران تعلیم انہیں میرپور بلا کر میاں عبدل کی بیٹی دلخرم کے ساتھ شادی کرادی گئی تھی۔ جس کے کچھ عرصہ بعد یہ خاندان راجوری واپسی کیلئے تیار ہوگیا تو بھائی صاحب کے سامنے دو صورتیں رکھی گئیں کہ یا تو آپ ہمیشہ کیلئے تعلیم ختم کر کے ہمارے ساتھ واپس راجوری چلیں یا ہماری بیٹی کو طلاق دیدیں۔ مگر بھائی صاحب نے تعلیم جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور فراغت کے

Marfat.com

بعد رقیہ بیگم دختر میاں محمد عالم ساکن مرید، چکوال سے شادی کی اور عرصہ تک جامع مسجد مندرانوالہ مضافات ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں خطیب رہے ہیں۔ جہاں پنجابی زبان میں بہت مؤثر خطبہ دیتے جس کے باعث لوگ بہت محظوظ ہوتے اور آپ کا بہت احترام کرتے۔ جامع مسجد کے اردگرد شیعہ حضرات کی بہت کثرت تھی اور وہ بھی آپ کے خطبے کے دوران متوجہ ہوجاتے اور چوں کہ آپ کا انداز تقریر انتہائی مثبت اور ناصحانہ ہوتا لہٰذا جب مسجد سے نکلتے تو وہ بھی احتراماً کھڑے ہوجاتے۔

میں ان دنوں جماعت اسلامی گوجرانوالہ شہر کا قیم تھا اور اکثر آپ سے ملنے آجاتا جس دوران خطاب بھی ہوتا اور تادیر یہ سلسلہ چلتا رہا۔ بعد میں بھائی صاحب نے میرپور منتقل ہوکر سکول کی ملازمت اختیار کرلی تھی۔ بوقت وفات مدت ملازمت 14 سال اور ایک ماہ بنتی ہے۔ سکول کے بعد سائیں رکن الدین صاحب مرحوم کے مدرسے میں درسی کتب پڑھانے کے ساتھ ساتھ مقامی مساجد میں خطبہ جمعہ اور درس بھی دیتے تھے۔ وفات کے روز مسجد بلال F/1 میں درس کے بعد فرمایا کہ مجھے لگتا ہے یہ میرا آخری درس ہے۔ اس طرح سب سامعین کو بخش دینے کے ساتھ دعا کیلئے کہا اور گھر کی طرف واپسی پر محلے میں مٹھائی فروش سے ملے کہ آپ کے پچاس روپے میرے ذمہ ہیں مگر اس نے اظہار عقیدت کے ساتھ لینے سے انکار کردیا۔

گھر پہنچتے ہی دل کی تکلیف شروع ہوئی تو بیوی اور بیٹا اٹھائے ہوئے باہر سڑک پر لائے تاکہ رکشہ کرتے ہوئے ہسپتال لے جائیں مگر خاندان کی مسجد عثمانیہ کے سامنے پہنچتے ہی انتقال فرماگئے۔

جیسا کہ میں نے اپنے سفر طالبعلمی میں تفصیل بیان کی ہے۔ بھائی صاحب ن ۱۹۵۵ ء کی ابتدا میں مجھے بھی بھکھی لے گئے تھے جہاں سے 1968 ء میں جب گوجرانوالہ آگیا ہوں تو آپ کو اس بات کا شدید دکھ تھا اور آپ نے اسی دکھ میں والد صاحب کو بھی شریک کرلیا تھا مگر میں نے احترام کا سلسلہ بحال رکھا تو دوبارہ شیر وشکر ہوگئے۔ مگر جب بھی موقعہ ملتا برادرانہ ماحول میں کسی فروعی مسئلے پر گفتگو فرماتے اور جہاں میرے دلائل میں وزن محسوس ہوتا فراخ دلی سے تحسین بھی فرماتے۔

آخری ملاقات کے دنوں میں ایک روز آپ سے ملنے حاضر ہوا تو بہت دیر تک مجلس جاری رہی۔ فرمایا مجھے خاندان کے علما کی ایک محرومی کا صدمہ ہے کہ ان میں سے اکثر نماز جنازہ کے بعد دعا کے قائل نہیں۔

عرض کیا کہ اس کا حل موجود ہے۔ اگر آپ تعاون اور راہ نمائی فرمائیں تو ممکن ہے میں انہیں قائل کرنے میں کامیاب ہوجاؤں؟ فرمایا: بتاؤ میں کیا کرسکتا ہوں؟ عرض کیا کہ آپ جید عالم دین اور مدرس ہیں، آپ کا مطالعہ مجھ سے زیادہ ہے اگر اس مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم، آئمہ حدیث یا آئمہ اربعہ میں سے کسی کا قول یا فتویٰ مل جائے تو میں انہیں اگر قائل نہ کرسکا تو بھی حجت قائم کردوں گا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد بہت فراخ دلی سے فرمایا کہ میرے علم میں ایسی کوئی چیز نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پھر اس معاملے میں دکھی ہونے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ بعد میں مجھے فکر لاحق ہوئی کہ کہیں ناراض ہی نہ ہوجائیں۔ ان دنوں آپ جامع مسجد محلّہ رحمانیہ F/1 میں جمعہ کا خطبہ دیتے تھے اور دو روز بعد اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب بذات خود تشریف لاکر تقریر سننے کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے خطبۂ جمعہ کی دعوت دی۔

Marfat.com

بعد میں بہت بہت دعاؤں کے ساتھ حوصلہ افزائی فرمائی۔ جامعہ محمدیہ میں تعلیم کے دوران دو سال تک میں آپ کے ساتھ اور نگرانی میں رہا ہوں جس دوران کا تجربہ ہے کہ وہ ایک انتہائی عبادت گزار اور متقی انسان تھے۔ میں نے کبھی ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جو بے عملی کی دلیل ہو حالاں کہ طلبہ سے عام طور پر سستی ہو ہی جاتی ہے۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے عمل کی نیت سے علم حاصل کیا تھا۔

رجوع الی الحق

تحریر مولانا محمد رفیق قریشی، ایم اے

'' حضرت مولانا عبدالرحیم قریشی مرحوم کی ایک صفتِ حسنہ انابت الی الحق اور قبولِ حق میں سبقت تھی، اس کی دلیل کے طور پر میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جو میرے ساتھ ذاتی طور پر پیش آیا۔ مرحوم جامع مسجد النور رحمانی محلہ سیکٹر ایف ون، میرپور میں خطیب تھے اور بریلوی مسلک کے معمولات کے مطابق نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرتے اور کرواتے تھے اور ساتھ ہی اس کی مشروعیت کے لئے تبلیغ بھی۔ ایک مرتبہ نماز جنازہ پڑھانے کے بعد دعاء سے قبل تقریر کی، جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث شریف '' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَقُولُ :إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ '' کہ جب تم مرنے والے کی نماز جنازہ پڑھو تو میت کے لئے خلوص سے دعا کرو '' کو اپنے دعائے بعد از جنازہ کے معمول کیلئے بطور دلیل پیش کیا۔

میں نے ان کا موقف سن کر بات کی اور توجہ دلائی کہ حدیث شریف کا ترجمہ درست نہیں کیا گیا اور حدیث کا اصل اور صحیح مفہوم واضح ہونے کی بجائے ایک غلط مفہوم بیان کیا گیا ہے جو درست نہیں ہے۔ میری یہ بات سن کر مرحوم نے قرآن مجید سے مزید چند آیات تلاوت کر کے ان سے اپنے اخذ کردہ مفہوم کی صحت پر باصرار استدلال کیا مثلاً '' فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا '' جب تم کھانا کھا چکو تو پھیل جاؤ اور اسی طرح اللہ تعالی کا یہ فرمان کہ '' فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ '' کہ جب نمازِ جمعہ ختم ہو جائے تو پھر زمین میں پھیل جاؤ۔

فرمایا کہ یہاں '' ف '' ترتیب میں تاخیر کیلئے استعمال ہوا ہے، کہ اس سے قبل مذکور کام ہو جائے یا تم اس سے فارغ ہو جاؤ تو پھر یوں کرو۔ ان کا استدلال سن کر میں نے از راہ حکمت گزارش کی کہ اس مسئلہ کی وضاحت کیلئے ہم دونوں کا تنہائی میں بیٹھنا ضروری ہے، مجمع عام میں اس پر گفتگو مناسب نہیں ہے، میری تجویز یہ ہے کہ ہم دونوں جامع مسجد عثمانیہ میں بیٹھ جاتے ہیں تا کہ گفتگو کو نتیجہ خیز بنا کر سمیٹا جا سکے۔ مولانا مرحوم فوراً مان گئے، جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی چنانچہ ہم دونوں جامع مسجد عثمانیہ میں جا کر بیٹھ گئے۔

میں نے ان کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں وضاحت کی کہ اصول نحو کی رو سے اس میں شرط و جزا یا جواب شرط استعمال ہوئے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ جب دونوں کا محل ایک ہی ہو تو دونوں بیک وقت پائی جائیں گی، مثلا

Marfat.com

"اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں" وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو، اس طرح شاید تم پر رحمتیں نازل ہوں۔

اس آیت میں قرأت اور سماعت کا محل ایک ہے، لہٰذا دونوں فعل ایک ہی وقت میں پائے جائیں گے۔

بالکل اسی طرح حدیث مذکور میں بھی صلاۃ جنازہ دعا ہے اور صلاۃ و دعاء ایک ہی وقت میں وقوع پذیر ہوتی ہیں، اسی لئے آپ حضرات نماز جنازہ کی نیت کرواتے وقت یوں کہلواتے ہیں: دعا، اس حاضر میت کیلئے لہٰذا محل ایک ہونے کی وجہ سے صلاۃ جنازہ اور دعا ایک ہی وقت میں وقوع پذیر ہوں گی اور حدیث کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا: جب تم کسی میت کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کیلئے نماز کے اندر ہی خلوص کے ساتھ دعا کرو اور جن آیات " فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا " اور " فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ " کا آپ نے حوالہ دیا ان میں محل کھانا اور چلے جانا، نماز پڑھنا اور زمین میں پھیل جانا ایک نہیں ہے اس لئے وہاں دونوں کا بیک وقت پایا جانا ضروری نہیں۔ بلکہ شرط پہلے اور جزا رجواب شرط کا وقوع بعد میں ہوگا۔

جبکہ میرے موقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، آئمہ اربعہ اور محقق و راسخ فی العلم، علمائے کرام سے نماز جنازہ کے فوراً بعد دعاء کرنا ثابت نہیں بلکہ سنت ثابتہ یہ ہے کہ میت کی تدفین کے بعد قبر پر دعا کی جائے اور مشرق و مغرب کے سب مسلمانوں میں یہی طریقہ رائج ہے۔

میری یہ گزارشات انہوں نے غور سے سنیں اور اپنے موقف سے رجوع کرنے کا اعلان کر دیا اور اب میں نے ان کو مزید مطمئن کرنے کیلئے مزید ایک حوالہ یہ دیا کہ" فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ " اگر آپ کے موقف کو درست مان لیا جائے تو اس آیت پر عمل کا طریقہ یہ ہوگا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد، تعوذ پڑھی جائے، جبکہ ایسا نہیں۔ اس پر مرحوم حیران ہوئے اور فرمایا "استغفر اللہ" اے اللہ مجھے معاف فرما! اور پھر دوبارہ اپنی رائے سے رجوع کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین!

اولاد

برکات احمد، شفقات احمد، آفتاب احمد، مہتاب احمد، سعدیہ

Marfat.com

25 : الحبر النبیل، استاذنا االجلیل، الفقیه الکبیر، من علماء الکشمیر. العالم الربانی

حضرۃ الاستاذ قاضی محمد عبداللہ زَیَّنَ اللّٰهُ وَجْهَهُ وَرَوَّحَ رُوْحَهُ

کان فی الضّراء ذاکرا وفی السراء شاکرا و له الأحوال الرفیعة و الألطاف البدیعة،

سابق مدرس ومفتی جامعہ عربیہ گوجرانوالہ۔ضلع قاضی آزاد کشمیر

ولادت 1940ء 59-1358ھ :مقام چڑہان مضافات راجوری مقبوضہ کشمیر

وفات بروز جمعرات 17 ستمبر 1987ء مطابق 23 محرم الحرام 1408ھ :مقام میرپور آزاد کشمیر

فَمَوْتُ أُهَیْلِ الْعِلْمِ مُصِیْبَةٌ

نَعَمْ مَوْتُ خَیْرِ الْخَلْقِ أَعْلٰی وَأَکْبَرُ

وَلَوْ أَنَّا فِی الدُّ نْیَا خُلُوْدًا لِعَالِمٍ

لَمَا الرُّسُلُ قَدْ کَانَتْ تَمُوْتُ وَتُقْبَرُ

المفتی فتح اللّٰہ

اہل علم کی موت لواحقین کیلئے رنج، دکھ، تکلیف، حادثہ، صدمہ، نحوست، بداقبالی اورادبار کا باعث ہے۔ہاں مگر کیا تصور کیا جاسکتا ہے کہ خیرالخلائق رحمت عالم ﷺ کے وصال کے وقت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے یہ صدمہ کتنا بڑا حادثہ تھا۔اس کے باوجود دنیا میں اگر کسی عالم کیلئے خلود مقدر ہوتا تو اس کے سب سے پہلے حقدار حضرات انبیائے کرام علیہم السلام ہوتے ۔نہ کبھی وصال ہوتا نہ قبریں کھدتیں۔

قاضی محمد عبداللہ بن بابا محمد دین بن میاں امام دین بن میاں برہان الدین بن میاں فضل دین بن مولانا میاں بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم قریشی صدیقی رحمہم اللہ

میاں برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا حافظ عبدالکریم عبدالرحمٰن رحمہما اللہ تعالیٰ کے بڑے سے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ بخت جمال جید عالم دین اور صاحب کرامت ولی تھے جو ہمیشہ اپنے والد گرامی کے ساتھ وابستہ اور چڑہان میں مقیم رہے یہیں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک عظیم فرزند فضل دین سے نوازا جو اپنے والد اور دادا رحمہم اللہ کی نگرانی میں رہے ۔اس طرح آپ نے علوم ظاہری کے علاوہ سلوک کی منزلیں بھی طے فرمائیں اور تمام عمر خلق خدا کو بھی فیضیاب فرماتے رہے۔اگرچہ آپ کی اولاد نرینہ صرف دو فرزند میاں برہان الدین اور میاں عطا محمد رحمہم اللہ تھے مگر ان دونوں بزرگوں کی

Marfat.com

آگے اولاد میں اللہ کریم نے بڑی برکت رکھی ہے۔

میاں برہان الدین المتوفی 2 محرم الحرام 1338ھ - 27 ستمبر 1919ء۔ بہت طویل القامت اور جاذب نظر شخصیت کے مالک تھے جب 2010ء کے دوران میں اپنے آبائی قبرستان میں زیارت اور دعا کیلئے حاضر ہوا تو مجھے بتایا گیا کہ کچھ عرصہ قبل جب آپ کی قبر کی مرمت کی گئی تو معلوم ہوا کہ اندر سے قبر کی لمبائی پورے چھ فٹ ہے۔ آپ بہت سی عمدہ صلاحیتوں کے مالک اور چڑہان کے مشرقی حصے میں آباد ہو گئے تھے۔ البتہ دوسرے بھائی حضرت میاں عطامحمد رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب علم تھے لہٰذا آپ علاقہ ترالہ ومضافات کے لوگوں کی دعوت پر منہوٹ منتقل ہو گئے جہاں آپ نے ایک مسجد اور درس کی بنیاد ڈالی جس کی تفصیلات ان کے تعارف میں درج ہیں۔

مسجد میاں برہان الدینؒ

میاں برہان الدین صاحب کے سامنے پاتھی اور میاں عطامحمد صاحب کے منہوٹ منتقل ہونے تک سارا خاندان ایک ہی جگہ آباد اور ایک ہی مسجد تھی مگر میاں صاحب نے منتقلی کے بعد اپنے رہائشی مکان کے متصل ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر فرمائی تھی جو اس علاقے میں دوسری مسجد تھی مگر افسوس کہ بعض حالات بالخصوص جنگ 1965ء کے باعث بوسیدہ ہو کر گر گئی لیکن اس کی جگہ دوبارہ تعمیر کا منتظر ایک چبوترہ ابھی تک موجود ہے۔

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ بروز بدھوار یکم جنوری 1964ء - 16 شعبان 1383ھ مدرسہ عربیہ قدیم بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ سے فارغ ہوئے اور رمضان المبارک سے پہلے پہلے واپس گھر پہنچ آئے۔ آپ نے بروز منگل 14 شوال المکرم 1384ھ موافق 16 فروری 1965ء دارالعلوم دیوبند میں داخلے سے پہلے تقریباً ایک سال گھر گزارا ہے۔ اس دوران آپ نے اس مسجد کو پرانی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر فرمایا تھا۔

اس تعمیر میں لکڑی کیلئے آپ نے ''تُن'' کا ایک درخت کٹوایا، میاں عبدالحفیظ مرحوم نے لکڑ کے کام میں اور باقی بہت سے رشتہ داروں نے تعمیر میں حصہ لیا جس کے بعد پانچ وقتہ جماعت اور بچوں کی تعلیم بھی شروع ہو گئی تھی۔ یہیں پر شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب عربی کتب صرف ونحو پڑھنے والے پہلے اور آخری طالبعلم تھے جس کی تفصیلات آپ کے تعارف میں موجود ہیں۔

اسی مسجد میں آپ نے اپنی اہلیہ گلزار بیگم جو اوائل عمر میں شادی کے باعث قرآن مکمل طور پر درست نہ کر پائی تھیں اور چھوٹے بھائی سائیں عبدالمجید کو قرآن کریم درست کرایا تھا جس کے بعد حضرت استاذ جب دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے تو آپ کی اہلیہ محترمہ اور بھائی 1965ء کی ہجرت تک بچوں کو قرآن پڑھاتے رہے۔

Marfat.com

میاں امام دینؒ

حضرت میاں برہان الدین رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا فرمائے ۔ میاں امام دین اور غلام محی الدین اور دونوں کی اولاد ہجرت 1965ء تک چڑہان ہی میں مقیم تھی اور اب بھی اکثریت ادھر ہی ہے۔

میاں محمد دینؒ

میاں محمد دین جو حضرت استاذ رحمہما اللہ کے والد ہیں بہت سوشل آدمی تھے علاقائی اور خاندانی معاملات میں نہ صرف بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے بلکہ پیش پیش ہوتے ۔ گھاس کی کٹائی، فصل کی بوائی اور شادی بیاہ کے علاوہ مذہبی تہواروں کے مواقع پر کھانا پکانا اور تقسیم کرنا آپ کی ذمہ داری ہوتی تھی ۔ علاوہ ازیں بہت کم گو، جفاکش، قناعت پسند اور صابر و شاکر قسم کے انسان تھے۔

حضرت استاذ رحمۃ اللہ کی والدہ صاحبہ محمد بی رحمہا اللہ تعالیٰ پیلم کے معروف مغل خاندان سے اور انتہائی جفاکش مگر سادہ طبیعت کی مالک اور شوہر کی فرمانبردار خاتون تھیں جن کی ساری زندگی خاندانی چپقلشوں سے دور اپنی زمین اور چار دیواری کے اندر گزری۔

حضرت استاذؒ کی ولادت

میاں محمد دینؒ کی کل تین اولادیں تھیں بڑی بیٹی خورشید بیگم کا تیرہ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا جس کے بعد حضرت استاذ رحمہ اللہ کی ولادت ہے اور آپ کے بعد پھر ایک بیٹی اوائل عمر میں انتقال کر گئیں اس کے بعد حضرت استاذ رحمہ اللہ کے بھائی سائیں عبدالمجید تادم تحریر حیات ہیں۔

حضرت استاذؒ 1940ء مطابق 59-1358ھ میں پیدا ہوئے اور جس طرح صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے رات کی تاریکی پوری طرح پھیل چکی ہوتی ہے اسی طرح آپ کی ولادت کے وقت نہ صرف آپ کے والدین بلکہ خاندان کے بہت سے لوگ ناخواندگی کی نظر ہو چکے تھے اور ذوق تعلیم آہستہ آہستہ ختم ہوتا جا رہا تھا یہاں تک کہ جامع مسجد میں اپنے خاندان کی نسبت گاؤں کے بچوں کی تعداد زیادہ تھی۔

نظامِ قدرت

قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کے نظامِ قدرت و حکمت کی اس طرح وضاحت فرمائی ہے

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ط يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى

Marfat.com

تُؤ فَکُوْنَ () الانعام ۹۵

ترجمہ: دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا اللہ ہی ہے وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے خارج کرتا ہے یہ سارے کام کرنے والا تو اللہ ہی ہے پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو۔

وَ أَ قْبَلَ مِنْ لَيْلِ الْجَهَالَةِ دَامِسٌ

وَأَدْبَرَ مِنْ صُبْحِ الْمَعَارِفِ ثَاقِبُهُ

الامام الشوکانیؒ

محدود علاقائی وسائل و خاندانی پس منظر یعنی تین پشتوں سے بالکل ناخواندہ وسیدھے سادے دیہاتی والدین کے گھر حضرت استاذ قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی شخصیت، فقید المثال فقیہ العصر کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کے نظام قدرت کا ظہور اور آیہ مبارکہ کی عملی تفسیر ہے۔

تَجَلَّدْ وَاصْطَبِرْ اِنْ نَابَ دَهْرٌ

بِمَكْرُوْهٍ يَضِيْقُ لَهُ الصُّدُوْرُ

فَاِنَّ الدَّهْرَ عُسْرٌ ثُمَّ يُسْرٌ

وَمِنْ بَعْدِ الدُّجٰى صُبْحٌ وَ نُوْرٌ

لَوْلَا الدَّاءُ لَمْ يُحْمَدْ شِفَاءٌ

وَلَوْلَا الْحُزْنُ لَمْ يُعْشَقْ سُرُوْرٌ

ابو الفتح البستی

آغاز تعلیم

اگرچہ خاندان کے بچوں کی زیادہ تر دلچسپی کھیل کود کے علاوہ مال مویشی اور زمیندارہ کاموں میں تھی مگر اس کے برعکس حضرت استاذؒ کی خواہش تھی کہ وہ تعلیم حاصل کریں۔ آپ کے چچا حضرت میاں عالم دین بن غلام محی الدین بن برہان الدین رحمہم اللہ تعالیٰ جو انتہائی وجیہہ، خوش پوش، تہجد گزار، ہمہ وقت ورد و وظائف میں مشغول و باعمل قسم کے انسان تھے اور علاقے کے عظیم بزرگ حضرت میاں لال دین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آف سوڑہ پانی کے ساتھ وابستہ رہتے اور کافی حد تک ابتدائی کتب اور فارسی پڑھے ہوئے تھے۔

چنانچہ حضرت استاذ رحمہ اللہ نے آپ سے پڑھنا شروع کر دیا۔ حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ سبق پڑھ کر جب واپس گھر آتے تو والد صاحب کھڑے کھڑے سبق سنانے کا حکم دیتے اگر تو حضرت استاذ فر فر سبق سنا دیتے تو والد رحمہ اللہ مطمئن ہو جاتے کہ سبق یاد ہے لیکن اگر رک جاتے تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے کہ سبق یاد نہیں اور حکم دیتے کہ بیٹھ کر سبق یاد

Marfat.com

کرواور جب سبق بالکل یاد ہو جاتا تو اپنے والد صاحب کے ساتھ زمینداری میں جت جاتے۔

ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ حضرت مولانا محمد سلیمان و مولانا الحاج محمد سعید رحمہا اللہ دونوں بھائی وزیر آباد پاکستان کے ممتاز عالم دین اور جامعہ عربیہ کے تاحیات ممتحن حضرت مولانا محمد رمضان سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے موقوف علیہ تک کتب پڑھنے کے بعد واپس چڑہان لوٹ آئے جس کے بعد حضرت مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے راقم الحروف کی بڑی بہن صفیہ بیگم سے شادی اور تکیہ پر منتقل ہونے تک جامع مسجد چڑہان میں راقم الحروف کے والد میاں محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی جگہ امامت وتعلیم کی ساری ذمہ داری سنبھال لی۔

چنانچہ حضرت استاذ رحمہ اللہ نے یہیں پر حضرت مولانا محمد سلیمانؒ سے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ جب آپ تکیہ پر منتقل ہو گئے تو حضرت استاذ رحمہ اللہ بھی تکیہ پر چلے جاتے جہاں آپ نے دوبارہ ناظرہ قران کریم، کریما، نام حق، پند نامہ شیخ عطار اور تحفہ نصائح کی تعلیم تو مکمل کر لی مگر گلستان سعدی اور بوستان سعدی رحمہ اللہ ابھی مکمل نہیں ہوئی تھیں کہ مکتب سکول منہوٹ میں منتقل ہونا پڑا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مولانا محمد سلیمانؒ کے پاس ان کے علاوہ درسی کتب میسر نہ تھیں اور مزید درسی کتب کے حصول میں پسماندگی حائل تھی لہٰذا انہوں نے مزید تعلیم دینے سے معذرت کر لی۔

جن دنوں آپ تکیہ پر پڑھنے جاتے اس دوران آپ منہوٹ میں اپنی پھوپھی ولایت بی بی اور پھوپھا میاں محمد امین رحمہا اللہ سے ملاقات کیلئے جایا کرتے تو آپ کے پھوپھی صاحبہ آپ کو ''احوال الآخرت'' پڑھ کر سنانے کی فرمائش کرتیں۔

مکتب سکول منہوٹ میں داخلہ

آپ نے مکتب سکول منہوٹ میں داخلہ لیا تو آپ مکتب کے قابل ترین طالبعلم تھے لہٰذا آپ استاذ الکل حضرت مولانا حکیم محمد عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے بعد بالکل ابتدائی کلاسوں میں آپ کی نیابت بھی فرماتے۔ یہ سلسلہ دو سال تک جاری رہا جس کے دوران آپ کے حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی عمدہ صلاحیتوں کا ادراک ہوا تو آپ کو ان کے مستقبل کی فکر لاحق ہوئی کیوں کہ اس وقت تک ہمارے علاقے میں درسی کتب کا حصول مشکل تھا اور اگر وہاں سے سرینگر یا ہندوستان میں کسی جگہ مدرسے میں بھیجتے ہیں تو اندیشہ تھا کہ والد صاحب جا کر واپس لے آئیں گے۔

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شادی

1958ء ابھی آپ مکتب سکول سے فارغ نہیں ہوئے تھے اور آپ کی عمر سترہ اٹھارہ سال تھی تو والدین نے علاقائی رواج کے مطابق 14 سالہ گلزار بیگم بنت میاں عبدالعزیز بن میاں یار محمد بن میاں محکم دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے شادی کی تاریخ مقرر کر دی۔ چوں کہ حضرت استاذؒ کا ارادہ تعلیم حاصل کرنا تھا اس لئے آپ کے نہ چاہتے ہوئے بھی شادی کرنا

Marfat.com

پڑی اور اسی دوران 1960ء میں آپ کے ہاں پہلے بیٹے مولوی عبدالرؤف صاحب کی ولادت ہوئی تو ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔

دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ چارو ناچار زمیندارہ مصروفیات میں سے کل وقتی تعلیم پر توجہ نہیں دی جا سکتی تھی لہٰذا حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والد رحمہ اللہ کے بجائے آپ کے چچا میاں عالم دین اور پھوپھی زاد حاجی مجیب اللہ رحمہما اللہ سے باہم مشاورت کے بعد رازداری سے پاکستان لا کر کسی مدرسے میں داخل کرانے کا فیصلہ کر لیا۔

لاہور آمد

چنانچہ ایک طے شدہ منصوبے کے تحت حضرت استاذ گھر سے مکئی کی ایک بوری (کھل) لے کر گھراٹ پر پسوانے کے بہانے نکلے جو گھراٹ پر ہی چھوڑ کر ایک طے شدہ مقام پر حضرت حاجی مجیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آ ملے اور اس طرح 1960ء میں لاہور آ گئے۔ آپ کے والد صاحب کو آپ سے شدید محبت تھی۔ جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو رو رو کر نڈھال ہو گئے اور جب تک حضرت استاذ کا پاکستان سے خط جاتا آپ سنبھل نہیں سکے اس کے بعد آپ ایک طویل فاصلہ طے کر کے دریا کے اس پار سید بشیر شاہ آف سنکاری سے بیٹے کو خط لکھوایا کرتے۔

حاجی مجیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بٹالہ شریف والے بزرگوں سے بیعت تھے۔ ان سے ملاقات کے بعد یہیں لاہور کے ایک غیر معروف مقامی مدرسے میں داخل کرا گئے جہاں بالکل ابتدائی کتب پڑھائی جاتی تھیں اور ان میں سے اکثر آپ پڑھ چکے تھے لہٰذا تھوڑے عرصہ میں اندازہ ہوا کہ اتنی مشکلات کے باوجود مقصد تعلیم پورا نہیں ہو رہا۔ اس دوران آپ نے وہاں ایک ہمراز دوست حضرت مولانا عبدالغفور صاحب سے تمام حالات بیان کئے اور یہ کہ انہیں کوئی ایسا مدرسہ بتایا جائے جہاں کل وقتی تعلیم کا معقول انتظام ہو کیوں کہ وہ زیادہ عرصہ گھر سے دور نہیں رہ سکتے۔

مدرسہ عربیہ قدیم بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ

چنانچہ مولانا عبدالغفور صاحب نے آپ کو مدرسہ عربیہ قدیم بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ کا پتہ بھی بتایا اور حضرت استاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ کا غائبانہ تعارف بھی کرایا لہٰذا حضرت استاذ جون 1960 میں جامعہ عربیہ میں آ کر داخل ہو گئے جہاں آپ کے داخلے کی تفصیل اس طرح درج ہے۔

داخلہ نمبر 694 تاریخ داخلہ بروز ہفتہ 18 جون 1960ء - 23 ذوالحجہ 1379ھ

تکمیل عربی فاضل و درس نظامی و فراغت بروز بدھ وار یکم جنوری 1964ء - 16 شعبان 1383ھ

راجوری واپسی

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ آپ اپنی بیوی سمیت گھر پر کسی کو بتائے بغیر پاکستان تشریف لائے تھے اور آپ کا ایک

Marfat.com

بیٹا بھی تھا اس کے باوجود آپ فراغت سے پہلے صرف ایک بار 29 دسمبر 1962ء بروز ہفتہ 2 شعبان 1382ھ چھٹی پر گھر گئے ہیں اس وقت تک بیٹے نے باتیں کرنا شروع کر دیں تھیں۔اب دوبارہ اگرچہ گھر سے نکلنا مشکل تھا مگر آپ رمضان المبارک گھر گزار کر اور سب سے مل ملا کر واپس آ گئے اور جنوری 1964ء۔ 16 شعبان 1383ھ فراغت تک دوبارہ سفر اختیار نہیں فرمایا۔

مدرسہ عربیہ قدیم بیرون کھیالی دروازہ میں درس نظامی کے ساتھ عربی فاضل کا نصاب تو پڑھایا جاتا تھا مگر یہاں دورۂ حدیث کا انتظام نہ تھا لہٰذا یہاں سے فارغ ہونے والے اکثر طلبہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورۂ حدیث کیلئے داخل ہوتے تھے۔مگر حضرت استاذ قاضی صاحب کیلئے ایسا کرنا مشکل تھا آپ نے اپنے گھریلو حالات بتا کر اپنے مشفق استاذ حضرت مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا تو آپ نے دورۂ حدیث کیلئے دارالعلوم دیوبند میں داخلے کا مشورہ دیا۔

دارالعلوم دیوبند

ان دنوں حکیم الاسلام حضرت علامہ قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور فخر العلماء حضرت علامہ سید فخر الدین احمد مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث اور حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ استاذ الحدیث تھے۔

چوں کہ حضرت علامہ قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت استاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ دونوں دارالعلوم دیوبند میں ہم جماعت تھے اس لئے داخلہ ملنے میں تو پریشانی نہیں ہوسکتی تھی مگر حضرت استاذ قاضی صاحب کیلئے گھر جا کر دوبارہ گھر سے نکلنا بہت مشکل ہی نہیں محال تھا۔مگر اسی دوران حضرت استاذ الکل مولانا حکیم محمد عبد الکریم صاحب اور حاجی مجیب اللہ صاحب رحمہما اللہ نے حج پر جانے کا فیصلہ فرمایا تو ایک بار پھر حضرت استاذ قاضی صاحبؒ کو گھر سے نکلنے کا موقع مل گیا۔لہٰذا آپ گھر سے ان دونوں بزرگوں کو جموں سے الوداع کہنے کے بہانے نکلے جہاں سے رخصت کرتے ہوئے خود دارالعلوم دیوبند پہنچ کر داخل ہو گئے۔

تاریخ داخلہ دارالعلوم دیوبند

بروز منگل 14 شوال المکرم 1384ھ موافق 16 فروری 1965ء

مگر آپ ایک ماہ پہلے رمضان المبارک میں گھر سے نکلے ہیں جس کی وجہ میں نے پہلے بیان کر دی ہے یعنی حضرت استاذ مولانا حکیم محمد عبد الکریم اور حاجی مجیب اللہ صاحب کا سفر حج ماہ رمضان المبارک 1384ھ، ان دنوں دیوبند میں آپ کے ایک مخلص دوست مولانا عبد الرحمٰن پونچھی کسی مسجد میں امامت کراتے میرا ذاتی خیال ہے کہ دارالعلوم میں داخلے شروع ہونے تک آپ ان کے پاس ٹھہرے ہوں گے۔

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی پریشانی

آپ فرماتے جب میں دارالعلوم میں داخلہ لے چکا اور اسباق شروع ہونے والے تھے تو صحیح بخاری شریف

Marfat.com

کے شیخ فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مراد آبادی رحمہ اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو میں بہت مایوس ہوا کہ خواہ مخواہ پریشانی اٹھائی کیوں کہ حضرت شیخ دیکھنے میں محض ہڈیوں کا ڈھانچہ تھے جنہیں سیدھا بٹھانے کیلئے آپ کے گرد کئی تکیے رکھنا پڑتے جبکہ عام حالات میں ضعف کے باعث مشکل سے آپ کی آواز سنائی دیتی تھی۔

مگر جب کلاس شروع ہوئی تو سب طلبہ کو ایک ایک حدیث شریف پڑھنے کا حکم ملا جس کے بعد مجھے عبارت پڑھنے کیلئے منتخب کرلیا گیا جبکہ دورۂ حدیث میں اس سال تقریباً سات سو کے قریب طلبہ شامل تھے۔ فرماتے کہ جب میں نے عبارت پڑھی تو حضرت کی ہڈیوں میں ایک عجیب سی حرکت پیدا ہوئی اور آناً فاناً اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے جس کے بعد تقریر شروع ہوئی تو ایسا محسوس ہوا کہ آپ کی آواز سے دارالحدیث کے در و دیوار گونج اٹھے ہیں۔

وَلَسْنَا لَنَخْشٰى اِنْ يَّمُوْتَ امْرَؤٌ
فَنَصْرُخُ مَا لِلرَّا حِلِيْنَ مِثْلُ

ابراهيم المنذر

تاریخ فراغت از دار العلوم دیوبند

حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے دار العلوم کی سند فراغت پر بحیثیت مہتمم اپنے دستخط کے ساتھ اس طرح تاریخ رقم فرمائی ہے ۱۹۔ ۸۔ ۸۵ھ یعنی بروز سوموار 19 شعبان المعظم 1385ھ 13 دسمبر 1965ء اور دو روز پہلے کی تواریخ میں حضرت علامہ سید فخر الدین احمد مراد آبادی اور حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمہما اللہ نے اپنے دستخط کے ساتھ علیحدہ علیحدہ سندات جاری فرمائی ہیں۔

اساتذۂ کرام دار العلوم دیوبند

☆ حکیم الاسلام حضرت علامہ قاری محمد طیب روح اللہ روحہ

☆ فخر المحدثین حضرت علامہ سید فخر الدین احمد مراد آبادی رحمہ اللہ

☆ استاذ المحدثین حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی روح اللہ روحہ

Marfat.com

حضرت الاستاذؒ واقعات کی روشنی میں

پہلی ملاقات

حضرت الاستاذؒ سے اگرچہ پہلے سے قریبی رشتہ تھا جبکہ تایازاد کے ساتھ آپ کی شادی نے قریب تر کردیا۔اس کے باوجود 1964ء میں مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ سے آپ کی فراغت اور واپسی تک مجھے یاد نہیں آتا کہ کبھی میں نے آپ کی زیارت کی ہے۔

ایک روز میں اپنے چشمے ڈبھورے کے پاس اپنی دوتین بکریوں کو چرنے کیلئے چھوڑ کر پاس ہی اکیلا سنتولیا کھیل رہا تھا اور چوں کہ یہ کم از کم دو بچوں کا کھیل ہے اس لئے مجھے دشواری پیش آرہی تھی اتنے میں حضرت استاذ کہیں سے گھر واپسی کیلئے یہاں سے گزرے تو مجھے دیکھ کر پاس کھڑے ہوگئے اور چوں کہ آپ انتہائی وجیہہ اور بارعب شخصیت کے مالک تھے لہٰذا میں نے مرعوب ہوکر کانپنا شروع کردیا۔یہ صورت حال دیکھ کر فرمایا: ''گھبراؤ نہیں آؤ میں بھی تمہارے ساتھ کھیلتا ہوں''۔

سنتولیا

ایک مقامی کھیل ہے جس کیلئے ہم بچے بوسیدہ کپڑے کو تہہ در تہہ سلائی کرکے کھینوں یعنی گیند Ball بناتے پھر مٹی کے کسی برتن کی سات ٹھیکریاں لے کر انہیں مناسب اور گول سائز میں تراشتے ایک بچہ اپنی باری پر ٹھیکری پر ٹھیکری رکھ کر ایک مینار سا بنا کر اس کے پیچھے کھڑا ہوجاتا تو دوسرا ایک مقررہ فاصلے سے کھینوں پھینک کر گرادیتا۔

حضرت استاذؒ نے فرمایا: ''تم ٹھیکریاں رکھو اور میں بال پھینکتا ہوں''۔چنانچہ آپ نے ایسا نشانہ باندھا کہ ٹھیکریاں دور تک اڑ گئیں۔اس وقت تک میری وحشت دور ہوچکی تھی اور آپ مسکراتے ہوئے تشریف لے گئے اور میرا خیال ہے کہ زندگی میں یہی آپ کا پہلا اور آخری کھیل تھا۔چوں کہ اب تک کوئی ایسی گواہی نہیں ملی کہ آپ نے اپنے بچپن میں بھی کسی عبث کام میں وقت ضائع کیا ہو اور عین ممکن ہے کہ اس وقت آپ کے دل سے کوئی دعا نکلی ہو جس کی برکت سے مجھ جیسے ناکارہ کو طالب علمی کا اعزاز حاصل ہو گرنہ:

من هماں خاکم که هستم

Marfat.com

پہلا تأثر

میں نے آج تک اپنے گاؤں میں حضرت استاذؒ کی عمر کے جتنے نوجوان دیکھے تھے ان سب میں آپ بلند قامت، باوقار، انتہائی شفاف واجلے، انتہائی بارعب اور بااخلاق محسوس ہوئے تو میرے ذہن میں یہ تأثر پیدا ہوا کہ یہ سب علم کی کرامت ہے اور اے کاش میں بھی علم حاصل کرسکتا آج پینتالیس سال کے طویل عرصے کو تصور نے لمحۂ موجود بنا دیا ہے:

ساری دنیا میں میرے جی کو لگا ایک ہی شخص
ایک ہی شخص تھا ایسا بخدا ایک ہی شخص

عباس تابش

اسی دوران ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میں مدینہ منورہ میں روضہ طیبہ کے اندر موجود ہوں۔ اس وقت تو اس خواب کی تعبیر سمجھ نہیں آئی مگر آج 45 سال کی مسافت کے بعد بات سمجھ آئی ہے کہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

حکیم مشرق علامہ اقبالؒ

حضرت استاذؒ بحیثیت بیٹا

اس عنوان کے تحت چند واقعات لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک ارشاد نبوی ﷺ اور اس کی روشنی میں چند مسائل نقل کر دیئے جائیں۔

أَنْتَ وَ مَالُكَ لِأَبِيْكَ

أخرجه من حديث جابر ابن ماجة فى التجارات باب ما للرجل من مال ولده وأخرجه من حديث ابن مسعود ألطبرانى فى الاوسط و اخرجه من حديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده ألامام أحمد فى المسند وابو داود فى البيوع وابن ماجة فى الموضع السابق وأخرجه ابن حبان والحاكم عن ام المؤمنين عائشة رضى الله عنهم و رضوا عنه

ایک نوجوان بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ میرے پاس مال ہے اور میرا باپ مجھ سے لینا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تم اپنے مال سمیت والد کی ملکیت ہو“

اس مختصر حدیث شریف کا ایک طویل پس منظر اور اس میں بہت سے مسائل اور علمی مباحث ہیں اور میرے علم کی حد تک اسی حدیث شریف کے نام سے الشیخ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی رحمہ اللہ کی مستقل تصنیف

Marfat.com

موجود ہے جبکہ الشیخ سائد بکداش کی علمی تحقیق ''حکم أخذالوالد مال ولدہ " تالیف الاستاذ العلامة سائد بکداش حفظہ اللّٰہ تعالی الناشر دار البشائر الاسلامیة بیروت ''اس وقت میرے سامنے ہے

تین اقوال

فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں علمائے امت کے تین اقوال ہیں جن کا خلاصہ اس طرح ہے

(1)

والد اپنی ضرورت واحتیاج کے مطابق بیٹے کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتا ہے جبکہ بیٹے کی اجازت کے بغیر ضرورت واحتیاج سے زیادہ مال خرچ نہیں کر سکتا کیوں کہ ''مَالُ الْوَلَدِ مَعْصُوْمٌ فِيْ مِلْكِ نَفْسِهٖ'' بیٹے کا مال اس کی ملکیت میں شریعت کی رو سے محفوظ ہے جس میں تصرف کیلئے اس کی رضا ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہی رائے ہے اور اسی کے مطابق عمل ہے جمہور علمائے امت حنفیہ ، مالکیہ ، شافعیہ اور ایک روایت کی رو سے حضرت امام احمد اور حنابلہ میں سے ابوالوفاء ابن عقیل کے علاوہ دیگر کبار تابعین وفقہائے امت قاضی شریح ، جابر بن زید، ابراہیم النخعی ایک قول میں مجاہد اور اسی طرح ایک قول میں محمد بن سیرین، حماد بن ابی سلیمان، شہاب زہری رحمہم اللہ تعالیٰ کا۔

(2)

والد کو احتیاج ہو یا نہ ہو اسے یہ حق حاصل ہے کہ جب چاہے جتنا چاہے اپنی اولاد کے مال میں سے لے لے اولاد کم عمر ہو یا عاقل وبالغ ،لڑکی ہو یا لڑکا ہو وہ باپ کے مال لینے میں راضی ہوں یا ناراض، باپ مال لیتے وقت انہیں اطلاع کرے یا نہ کرے اولاد کے مال کی حیثیت باپ کے اپنے ذاتی مال کی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ام المؤ منین سیدہ عائشہ ' حضرت عمر بن خطاب ' حضرت علی بن ابی طالب ' حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود ' حضرت جابر بن عبد اللّٰہ ' حضرت انس بن مالک ' حضرت عبد اللّٰہ ابن عباس رضی اللّٰہ عنهم اجمعین.

اور حضرات تابعین میں سے مسروق بن الاجدع ' سعیدبن المسیب ' ابراهیم النخعی' ایک ایک قول میں عامر الشعبی ومجاهد اور حسن بصری ' حکم بن عتیبه ' قتاده بن دعامة السدوسی اور تبع تابعین میں سے محمد بن عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ کی یہی رائے ہے۔

چند دلائل

شیخ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''المحلّٰی بالآثار'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا

Marfat.com

باپ بیٹے کے ایک معاملے میں فیصلہ نقل فرمایا ہے کہ ''باپ نے بیٹے سے ایک ہزار درہم قرض لیا تھا اب جب بیٹے نے تقاضا کیا تو باپ نے معذوری ظاہر کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹے کا ہاتھ باپ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا: ''هٰذَا وَمَالُهُ مِنْ هِبَةِ اللّٰهِ لَکَ'' تیرا یہ بیٹا اور اس کا مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے لئے ہبہ ہیں، یعنی بیٹا اللہ تعالیٰ کی طرف سے باپ کو موہوب ہے جس میں قرض کا حکم نافذ نہیں ہوسکتا۔

شیخ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''اَلمحلّٰی بالآثار'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی نقل فرمایا ہے کہ باپ بیٹے کا مالک ہے اور بیٹے کے مال پر باپ کو تصرف کا حق دیدیا۔

شیخ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''اَلمحلّٰی بالآثار'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما کا اثر نقل فرمایا ہے کہ

''یَأْخُذُ الْأَبُ وَالْأُمُّ مِنْ مَالِ وَلَدِهِمَا بِغَیْرِ اِذْنِهٖ'' ماں اور باپ دونوں بیٹے کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر جب چاہیں لے سکتے ہیں۔

اسی طرح شیخ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''اَلمحلّٰی بالآثار'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اثر نقل فرماتے ہوئے اس کی تائید فرمائی ہے۔

''یَأْکُلُ الرَّجُلُ مِنْ مَالِ وَلَدِهٖ مَا شَاءَ وَلَا یَأْکُلُ الْوَلَدُ مِنْ مَالِ وَالِدِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ''

یعنی باپ جب اور جتنا چاہے بیٹے کے مال میں سے لے کر خرچ کرسکتا ہے لیکن بیٹا باپ کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے نہیں لے سکتا۔

اسی طرح شیخ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''اَلمحلّٰی بالآثار' میں اپنی سند کے ساتھ فضالہ بن ہرمز الحنفی کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی کہ حضرت میرے والد نے مجھے قیمت ادا کیے بغیر میری لونڈی اپنے قبضے میں لے لی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''هِیَ لَهٗ وَمَالُکَ مِنْ کَسْبِهٖ، اَنْتَ وَ مَا لُکَ لَهٗ حَلَالٌ، وَ مَالُهٗ عَلَیْکَ حَرَامٌ اِلَّا مَا طَابَتْ بِهٖ نَفْسُهٗ''

لونڈی تیرے باپ کی ہوگئی اور یاد رکھ تیرا سارا مال دراصل تیرے باپ ہی کی کمائی ہے یعنی اس پر پہلا حق تیرے باپ کا ہے اور اس کیلئے حلال ہے جبکہ تمہارے لئے باپ کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا حرام ہے۔

شیخ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''اَلمحلّٰی بالآثار'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر نقل فرمایا ہے۔

''اَوْلَادُکُمْ هِبَةُ اللّٰهِ لَکُمْ وَ اَمْوَالُهُمْ لَکُمْ''

تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے موہوب ہے اور انکی کمائی دراصل تمہاری اپنی کمائی کی طرح ہے یعنی تمہارے لیے تصرف جائز ہے۔

Marfat.com

(3)

علمائے امت میں سے ایک تیسرا گروہ بھی اسی دوسری صورت کی تائید کرتا ہے مگر چند شروط کے ساتھ جن میں سے ایک یہ ہے کہ چوں کہ انسان اپنی ذاتی کمائی میں بھی اگر اسراف وتبذیر کا ارتکاب کرے گا تو گنہگار ٹھہرے گا لہٰذا اولاد کی کمائی میں اسراف بدرجہ اولیٰ مذموم ہے چنانچہ والدین اپنی ضرورت واحتیاج کی حد تک تو خرچ کریں مگر ایسا اسراف نہ کریں کہ اولاد کمائی کے باوجود سڑک پر آجائے۔

قرآن کی نظر میں اولاد کی حیثیت

قرآن کریم کی روشنی میں اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے والدین کو موہوب یعنی ہبہ وعطیہ ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ () ألأنبياء ۷۲

اور ہم نے عطاء کیا (ابراہیم) کو اسحاق جیسا (بیٹا) اور یعقوب جیسا پوتا

وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى () ألأنبياء ۹۰

اور ہم نے عطاء کیا (زکریا) کو یحیٰ جیسا بیٹا

وقال تعالی علی لسان نبی اللّٰه زكريا عليه السلام " فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا () مریم ۵

اور حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح دعاء فرمائی تھی "اے اللہ مجھے اپنی رحمت سے ایک وارث عطاء فرما۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ () ابراهيم ۳۹

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شکر گزار ہونا "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے عطا فرمائے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق جیسے فرزند۔

فائدہ

اللہ تعالیٰ نے ان عطاؤں کو ھبہ سے تعبیر فرمایا ہے

اَلْهِبَةُ فِي اللُّغَةِ : اَلتَّبَرُّعُ وَفِي الشَّرْعِ تَمْلِيْكُ الْعَيْنِ بِلَا عِوَضٍ

جبکہ ھبہ کے لغوی معنی ہیں تبرع :اَلتَّبَرُّعُ :یعنی ایسا عطیہ جو نہ واجب ہو اور نہ اس کا کوئی عوض مطلوب ہو اور شرعی معنی ہیں کسی کو موجود وعمدہ اور معین چیز کا بلاعوض مالک بنا دینا۔ ماضی میں اس تصور کے اظہار اور احسان شناسی کے طور پر پڑھے لکھے لوگ اپنے بچوں کو ھبۃ اللّٰہ کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے چنانچہ علمائے سلف میں اس مبارک نام کے مشاہیر رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے والدین کو موہوب ہے لہٰذا اس کی کمائی پر والدین کا حق

Marfat.com

مقدم ہے لیکن والدین جس طرح اپنی ذاتی کمائی باطل طریقے سے خرچ کرنے پر گنہگار ہیں، اسی طرح اولاد کی کمائی باطل طریقے سے خرچ کرنے پر بدرجہ اولیٰ گنہگار ٹھہریں گے اور ہمارے معاشرے میں والدین کو ان کے حقوق سے محروم رکھنا علامات قیامت میں سے ہے۔

ان حقائق کے بعد عرض کرنا مقصود ہے کہ ہمارے حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کا والدین کے ساتھ حسن سلوک ایک مثالی عمل تھا کم از کم اس دور میں ایسی مثالیں ملنا مشکل ہیں۔

()

چوں کہ والد کی طبیعت بہت سخت تھی۔ آپ تعلیم کیلئے پاکستان آتے ہوئے والدین سے مل کر نہیں آئے تھے۔ اس طرح دوران تعلیم دو سال بعد تعطیلات کے دوران واپس جا کر سب سے پہلے والدین کو اس طرح راضی کیا جس طرح والدین چھوٹے بچوں کو راضی کرتے ہیں۔

والد کو بیٹے کی تعلیم سے زیادہ زمینداری میں دلچسپی تھی اور اسکے علاوہ ذریعہ معاش بھی کوئی نہیں تھا لہٰذا آپ والد کا ہاتھ بٹانے کیلئے اس طرح وقت نکالتے کہ تکیہ یا مکتب سکول منہوٹ میں تعلیم کے دوران سارے راستے کتاب کھول کر سامنے رکھتے اور سبق یاد کر لیتے لہٰذا گھر پہنچ کر کھانا کھانے کے فوراً بعد والد کے ساتھ زمینداری میں جت جاتے۔

()

1965ء کی ہجرت کے بعد ہم سب لوگ خستہ حالی کا شکار تھے۔ حضرت استاذؒ نے سب سے پہلے کامونکی میں حافظ عبدالشکور رحمہ اللہ کے مدرسے میں پڑھانا شروع کیا تھا جہاں معمولی تنخواہ تھی اس لئے آپ میرپور کیلئے مہینے بھر میں صرف ایک سفر کرتے۔ خود انتہائی کفایت شعاری سے گزارہ کر کے تنخواہ والد کے ہاتھ میں دیدیتے۔

نوٹ

حافظ عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ **پھته بهنڈ** ضلع گجرات کے رہنے والے مدرسہ عربیہ قدیم سے فاضل اور درس نظامی کے بعد دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور بے اولاد تھے۔ آپ نے فراغت کے بعد مرکزی جامع مسجد کامونکی میں ابتدائی کتب اور حفظ پر مشتمل مدرسے کی بنیاد ڈالی تھی۔ چوں کہ حضرت استاذؒ اور حافظ صاحب مدرسہ عربیہ کے دور میں دوست تھے لہٰذا مدرسہ عربیہ میں تدریس شروع کرنے سے پہلے حضرت استاذؒ نے کچھ عرصہ یہاں تدریس فرمائی مگر ابتدائی کتب کی تدریس میں طبیعت مطمئن نہیں ہوئی تو حضرت شیخ الجامعہؒ کی دعوت پر گوجرانوالہ منتقل ہوگئے۔

()

آپ انتہائی منظم و منتظم اور تعلیمی نظام الاوقات کے پابند استاذ تھے۔ شہر کے مدرسہ میں تو ایک ہی عمارت میں رہائش اور درسگاہیں تھیں مگر جامعہ عربیہ جدید میں کلاسیں شروع ہوئیں تو بھی آپ کی رہائش شہر کے مدرسہ قدیم میں تھی جہاں سے آپ روزانہ پیادہ چل کر کلاس کے وقت سے پہلے جامعہ جدید میں پہنچ جاتے بعد میں آپ نے ایک بائیسکل خرید فرمائی

Marfat.com

تو مزید سہولت ہوگئی تھی۔ایک مرتبہ آپ نے اسی بائیسکل پر گوجرانوالہ سے چیچیاں میر پور تک سائیکل پہ آنے جانے کا سفر طے کیا تھا کیوں کہ ان دنوں ہماری رہائش چیچیاں کے قریب بنگلہ میں تھی اسی وجہ سے میری سندات پر یہی پتہ درج ہے۔

()

دوران تعلیم امتحانات کیلئے ہماری داخلہ فیس جیب سے ادا فرماتے رہے۔اسی دوران 1969ء میں مجھے عینک کی ضرورت پیش آئی تو بذات خود، دارالبصارت ڈسکہ لیجا کر ڈاکٹر محمد صادق صاحب سے چیک کروایا اور 67 روپے کی عینک بنوا کر دی اس دور میں 67 روپے بڑی رقم تھی۔

()

مولوی عبدالکریم میاں عالم دین صاحب نے اپنے خاندان سے بچھڑ کر اپنے ماموں میاں محمد سعید صاحب کے ساتھ ہجرت کی تھی اور دوسرے ماموں حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے ہمراہ جامعہ محمدیہ بھکھی داخل ہو گئے تھے۔ان کے والد میاں عالم دین رحمہ اللہ نے پاکستان تعلیم کیلئے آنے میں حضرت استاذؒ سے تعاون فرمایا تھا۔لہٰذا آپ نے محنت کر کے انہیں بھکھی سے واپس بلا کر اپنی کفالت میں لیتے ہوئے مدرسہ عربیہ میں داخل کرایا تا کہ ''هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ : الرحمٰن ٦٠ '' کا تقاضا پورا ہو جائے۔

()

ایک مرتبہ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور میں آپ کی غیر موجودگی میں کسی کام سے آپ کے کمرے میں گئے سامنے ایک چھوٹی سی نوٹ بک تھی اس پہ لکھا تھا: ''اس ماہ اپنی ذات پر صرف پچیس پیسے خرچ کیے گئے'' اس کا مطلب یہ نہیں کہ اپنی ذات پر بالکل خرچ نہیں فرماتے تھے بلکہ بلا ضرورت خرچ کے قائل نہ تھے جبکہ ہماری ضرورتوں کو بھی ہمیشہ مدنظر رکھتے۔

وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ : الشعراء ٢١٤

اللہ تعالیٰ نے اپنے داعی اعظم ﷺ کو مبعوث فرمانے کے بعد تبلیغ کا آغاز فرمانے سے پہلے چند ہدایات دی ہیں:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ () قُمْ فَأَنْذِرْ () وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ () وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ () وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ () وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ () وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ () المدثر ١ - ٧

ترجمہ

اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے () اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو () اپنے پروردگار کی بڑائی کا اعلان کرو () اور اپنا لباس پاک رکھو () اور گندگی سے دور رہو () اور زیادہ حاصل کرنے کیلئے احسان نہ کرو () اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو ()

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ () '' رُجْز '' یعنی ر پر ضمہ کے ساتھ معنی ہیں بت پرستی یعنی شرک کی گندگی اور '' رِجْز '' یعنی ر پر کسرہ کے ساتھ معنی ہیں نجاست اور معصیت۔

Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک داعی کیلئے اشد ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کی گندگی خواہ وہ عقائد وخیالات کی ہو یا اخلاق واعمال کی یا جسم ولباس اور رہن سہن کی ان سے دور رہے ورنہ تبلیغ کی کوشش نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتی۔

اس کے بعد تبلیغ کا آغاز کہاں سے کرنا ہے اس کیلئے فرمایا ''وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ '' الشعراء ۲۱۴ ''اپنے گھر اور قریبی رشتہ داروں سے تبلیغ کا آغاز کرو۔

آج اگر ہم معاشرے میں ناکام ہیں تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ مبلغ اور داعی کی بنیادی صفات سے متصف نہیں ہوتے کیوں کہ دوسروں کو تبلیغ کرنے کی نسبت خود عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم لوگ اپنی اور قریبی لوگوں کی اصلاح کے بجائے باہر نکل کر اس مقدس پیغمبرانہ مشن کو ذریعہ معاش بنالیتے ہیں۔

لوٹن بیڈز میں تقریب کے دوران ایک مبلغ صاحب نے اپنی تقریر میں انکشاف کیا کہ اس نے دین کی اتنی خدمت کی ہے کہ گھر وقت نہیں دے سکا لہٰذا اس کے بچے باغی اور گمراہ ہوگئے ہیں۔ ان دنوں یو کے اسلامک مشن لوٹن بیڈز برانچ کے ناظم محترم ڈاکٹر خالد قمر صاحب کھڑے ہوگئے اور فرمایا آپ نے اگر اسلام کی تبلیغ کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو یہ برے دن نہ دکھاتا کیوں کہ اسلام کا حکم یہ ہے کہ:

''وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ : الشعراء ۲۱۴ '' باہر لوگوں کو تبلیغ کرنے کے بجائے پہلے اپنے گھر اور قریبی رشتہ داروں کی آخرت سنوارو۔

()

ہمارا مشاہدہ ہے کہ حضرت استاذؒ پوری زندگی ہر قسم کی گندگی سے خواہ وہ عقائد وخیالات کی ہو یا اخلاق واعمال کی یا جسم ولباس اور رہن سہن کی سے نہ صرف دور رہے بلکہ ہمیں اسی راستے پر چلنے کی تاکید فرماتے رہے۔

حضرت استاذؒ نے فراغت کے بعد سب سے پہلے اپنے گھر تبلیغ کا آغاز فرمایا جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ والدین اس حد تک ناخواندہ تھے کہ نماز تک یاد نہ تھی۔ فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلے تک سب سے پہلے انہیں نہ صرف نماز یاد کرائی بلکہ باقاعدہ تربیت کی جس کے بعد دونوں بزرگوں سے زندگی میں کبھی نماز نہیں چھوٹی۔

شادی کے وقت بیوی کی عمر 14 سال تھی اور گیارہواں پارہ پڑھ رہی تھیں لہٰذا انہیں خود قرآن کریم مکمل کرایا۔ آپ کے بھائی سائیں عبدالمجید صاحب کا بھی کچھ ایسا ہی معاملہ تھا لہٰذا انہیں بھی قرآن کریم اور ضروری مسائل یاد کرائے۔

()

مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے مگر علاقے کی ایک بری رسم یہ تھی کہ محنت پیشہ لوگ زیادہ تر ستر ڈھانپنے کی پرواہ نہیں کرتے تھے لہٰذا آپ نے انتہائی محبت سے لوگوں کو مسائل سے آگاہ فرما کر عمل کروایا۔

چوں کہ ہندوؤں کے ساتھ میل جول کے باعث مسلمانوں نے بھی بہت سی رسمیں اپنائی تھیں مثلاً لوہڑی، دسہرہ، دیوالی وغیرہ۔ حضرت استاذؒ نے تشدد تو نہیں کیا البتہ خاندان کے بزرگوں کو جمع کر کے شرعی مسائل بیان فرمانے کے بعد

Marfat.com

واضح فرما دیا کہ میں نیکی کے ہر کام میں آپ کے ساتھ ہوں البتہ کسی بھی برائی یا رسم رواج والی تقریب میں نہ تو میں خود شرکت کروں گا اور نہ میرے گھر کا کوئی فرد۔ ابتدا میں چند بزرگوں کو ذرا سا تردد ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے ایک سال کے اندر ہمارے خاندان سے تقریباً تمام بری رسموں کا خاتمہ فرما دیا۔

مقبوضہ کشمیر میں خاندان کی دور دور تک شاخیں تھیں مگر ہجرت کے بعد میر پور میں اکٹھے ہو گئے تھے جہاں شیطان نے کچھ لوگوں کو آلہ کار بنانے کی کوشش کی مگر آپ یہی حکمت عملی اختیار فرما رہے لہٰذا آپ کی زندگی میں کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ سرِ عام شرعی احکامات کا مذاق اڑا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا رعب ودیعت فرمایا تھا کہ خاندان کے رشتے اور عمر میں بڑے حضرات حتیٰ کہ بڑی عمر کی خواتین بھی سر ڈھانپنے کا اہتمام کرتیں اور آپ کی موجودگی میں اونچی آواز میں بات کرنے اور سامنے جانے سے ہچکچاتی تھیں۔

()

حضرت استاذؒ کی حیات میں قریب ترین عزیزوں میں سے کسی کی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ ڈاڑھی منڈوا دے۔ اسی طرح ایک آدھ گھر کے سوا آپ کے احترام میں کبھی کسی نے ٹیلیویژن تک نہیں رکھا۔ خود حضرت استاذؒ ریڈیو پر بی بی سی لندن کی اردو سروس کی خبریں اور پروگرام سیربین سماعت فرمایا کرتے لیکن ہوتا یہ تھا کہ خبروں اور سیربین کے درمیان میوزک کا MUSIC PROMO بجتا تھا حضرت استاذؒ اس قباحت سے بچنے کیلئے خبروں کے اختتام پر ریڈیو آف کر دیتے اور تھوڑے وقفے کے بعد پھر سے آن کر لیتے۔

()

حضرت استاذؒ کے پھوپھی زاد حاجی مجیب اللہ صاحب کے بیٹے ماسٹر محمد صادق کی شادی تھی جب نکاح کا موقعہ آیا تو حاجی صاحب نے مجھے بھیجا کہ میں حضرت استاذؒ کو اطلاع کروں تا کہ نکاح پڑھا دیں۔ جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے تفصیلات پوچھیں پھر فرمایا لڑکے کو ہار وغیرہ تو نہیں ڈالے گئے؟

میں نے عرض کیا کہ ہار تو ہیں۔ یہ سن کر فرمایا کہ میری طرف سے حاجی صاحب کو جا کر کہہ دو کہ میں ایسی شادی میں شرکت نہیں کر سکتا جس میں دولہا کو ہار ڈالے جائیں کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ معمول نہ تھا اور آپ کے اسوۂ حسنہ کے خلاف رواجی محافل میں شرکت کرنا میری غیرت گوارا نہیں کرتی۔ جب میں نے حاجی صاحب کو صورت حال سے آگاہ کیا تو فوراً ہار اتار دیئے گئے۔ اب میں نے دوبارہ حاضر خدمت ہو کر تفصیل عرض کی تو فرمایا: ''اب رکاوٹ دور ہو گئی ہے جس کے بعد دعوت قبول کرنا سنت نبوی ﷺ ہے''۔ پھر بخوشی تشریف لا کر نکاح پڑھا دیا۔

()

میرے بڑے بھائی حاجی عبدالمجید صاحب صلالہ سے واپسی پر ایک چھوٹا سا ٹیلیویژن لے آئے تھے لہٰذا حضرت

Marfat.com

استاذؒ جو رشتے میں چچازاد بھائی بھی تھے ملنے کیلئے تشریف نہیں لائے۔ مجھے فرمایا: ”تم دین کے طالبعلم ہو تمہیں معلوم ہی ہے کہ گھر میں ٹیلیویژن رکھنے کے کیا نقصانات ہیں اس لئے بھائی کو بتا دینا میری تمہارے گھر سے نہیں ٹیلیویژن سے ناراضی ہے لہٰذا میں ملاقات سے معذور ہوں“۔ یہ بات سن کر بھائی صاحب نے ٹی وی پیک کر کے رکھدیا اور چند روز بعد فروخت کر دیا تو اطلاع ملتے ہی فوراً ملاقات کیلئے تشریف لے آئے اور اس بات کا انتظار نہیں فرمایا کہ کوئی آ کر مجھے راضی کر کے لے جائے۔

()

فاضل کا امتحان پاس کرنے کی خوشی میں میرے والدین نے بکرا ذبح کرنا چاہا اور حضرت استاذؒ سے تقریب میں شرکت کی درخواست کی گئی تو فرمایا: ”تمہارے پاس ہونے کی سب سے زیادہ مجھے خوشی ہے لیکن میں اس شرط پر شریک ہوسکتا ہوں کہ سارا کام سنت کے مطابق کیا جائے“۔ جب اس بات کی تسلی ہوگئی تو فوراً تشریف لے آئے جس کے بعد والدین نے بکرا پیش کر کے درخواست کی کہ جس طرح آپ مناسب سمجھتے ہیں ان لڑکوں کو بتا دیں آپ کی ہدایت پر عمل ہوگا۔

جب تک خاندانوں اور معاشرے کی قیادت غیرت مند افراد کے پاس ہوتی ہے تو برائیاں دبی رہتی ہیں ورنہ شیطان سرعام دھمالیں ڈالتا پھرتا ہے اور یہ قرب قیامت کی علامات میں سے ہے۔

کس کو یہ فکر ہے کہ قبیلے کا کیا ہوا
سب اس پہ لڑ رہے ہیں کہ سردار کون ہے

اصلاحی نداز

اصلاحی انداز اگرچہ جارحانہ نہ تھا مگر بہت واضح اور شفاف تھا آپ کو جھوٹ سے انتہا درجہ نفرت تھی اس لئے دلیل سے بات کہتے اور مخاطب سے بھی اسی کی توقع رکھتے۔ ایک مرتبہ حضرت استاذؒ کی موجودگی میں ہمارے علاقے کے ایک واعظ مولوی ولی محمد کھٹانہ مرحوم جو اپنے حقیقی نام کے بجائے، اس کے ایک بگڑے ہوئے مخفف ”مولوی بلیا“ سے مشہور تھے اور اجتماع نمازِ عیدالأضحی مقام ترالہ مضافات راجوری کی مشہور عیدگاہ "چکلی" میں کئی سالوں سے جاری معمول وعادت کے مطابق، اپنی باری پر مجمع سے مقامی گوجری زبان میں خطاب کر رہے تھے۔

عید کی نماز تو حضرت مولانا حکیم مفتی محمد عبدالکریم رحمہ اللہ تعالی پڑھاتے مگر بعد میں مقامی علمائے کرام کو دعوت دیتے کہ حاضرین کو وعظ ونصیحت کریں۔

عید کا دن تھا اور نماز، روزہ اور باقی عبادات سے غفلت کا شکار عام بے عمل مسلمان بھی، ہندوؤں، سکھوں اور دیگر غیر مسلموں کے سیاسی تسلط والے معاشرہ میں عید کے تہوار کی اہمیت کو بخوبی سمجھتے تھے، اس لئے سب لوگ اپنے نابالغ بچوں کو بھی عیدگاہ میں لیکر آنا باعثِ سعادت شمار کرتے، جبکہ بالغ افراد کے پیچھے رہ جانے کا تو سوال ہی نہ تھا، لوگ پہاڑی راستوں سے اترتے ہوئے، اونچی نیچی ڈھلانوں اور میدانوں اور گھنے جنگلات سے عیدگاہ کی طرف آتے ہوئے راستے

Marfat.com

میں کلمہ طیبہ کا اجتماعی ورد کرتے ہوئے ایک سماں باندھ دیتے تھے جس سے غیر مسلموں پر اسلام اور مسلمانوں کی شان وشوکت کا اظہار بھی مقصود ہوتا لیکن اصل محرک، اس کو دین کا شعار سمجھ کر ثواب حاصل کرنا تھا اس لئے کہ مقامی علمائے کرام نے ان کو ایسے ہی بتایا تھا۔

اس روز بھی لوگ ہر طرف سے کلمہ طیبہ کا اجتماعی ورد کرتے آرہے تھے اور عیدگاہ کا وسیع وعریض میدان تنگ دامانی کی شکایت کر رہا تھا اور مولوی بلیا مرحوم، اسی طرز کی کئی بے سند باتیں حصولِ ثواب کی خاطر بیان کئے چلے جارہے تھے اور عام لوگ بہت توجہ اور عقیدت کے ساتھ ان کا خطاب سن رہے تھے۔

مولوی ''بلیا'' مرحوم کی عادت تھی کہ وہ تقریر کے آغاز میں اعلان کیا کرتے کہ میں جو بات بھی بیان کروں گا۔قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں کروں گا لہٰذا اگر میری بات پر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو مجھ سے دلیل طلب کرے۔اس کے بعد آپ نے جب رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے موضوعات بیان کرنا شروع کیں تو حضرت استاذؒ کو برداشت نہ ہوسکا لہٰذا آپ نے بذریعہ تحریر مولوی صاحب کو سمجھانے کی کوشش فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کر کے جھوٹ بولنے کا بڑا وبال ہے چوں کہ رسول اللہ ﷺ نے خود سختی سے وعید فرمائی ہے۔

☆ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ يَقُوْلُ : سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ ألجامع الصحيح'' بَابُ إِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ

حضرت علی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انتباہ فرمایا کہ خبردار کبھی میری طرف منسوب کر کے جھوٹی بات بیان نہ کرنا کیوں کہ جس نے میری طرف نسبت کر کے جھوٹی بات بیان کی اسے جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔

یہ رقعہ ملنے کے بعد مولوی صاحب مرحوم کیلئے اتنا کافی تھا کہ وہ محتاط ہو جاتے یا یوں اعلان کرتے کہ جن صاحب کو میری باتوں سے اختلاف ہے بہتر ہے کہ بعد میں مجھ سے بات کرلیں مگر اپنی اصلاح کرنا پرانے وقتوں کے بڑے بزرگوں کا شیوہ تھا کم علم واعظوں کا ظرف اتنا بڑا نہیں ہوسکتا۔لہٰذا مولوی صاحب نے رقعہ کھول کر پڑھا اور اس کے بعد جب معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے تو بجائے معذرت یا اصلاح کے رقعہ ہاتھ میں لے کر لہرانا شروع کردیا۔جب مجمع سے آوازیں بلند ہوئیں تو مولوی صاحب نے بجائے رقعہ پڑھ کر سنانے کے ایک جھوٹ تراشتے ہوئے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کوئی وہابی مجمع میں موجود ہے جس کو ہمارا درود شریف پڑھنا گوارا نہیں۔

عام لوگوں کے پاس دین کا علم نہ تھا، لیکن دین سے دلی اور گہری محبت ضرور رکھتے تھے، اسی لئے دین کے نام پر کسی نے جو کچھ ان کو بتایا اسے انہوں نے حرزِ جان بنالیا تھا۔آج تک جس کو وہ دین سمجھتے اور اس پر عمل کرتے چلے آرہے تھے اس کے خلاف، نئے آنیوالے ایک وہابی کی جرأت کو کیسے برداشت کرلیتے؟

چنانچہ مجمع میں ہلچل مچ گئی، شور ہوا، کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی اسی دوران حافظ سائیں میاں عبدالرحمٰن

Marfat.com

صاحب مرحوم کھڑے ہوگئے اور درود شریف کی فضیلت و اجر میں قرآنی آیات و احادیث پڑھ پڑھ کر ان کا ترجمہ و مفہوم بیان کرنے لگے اور عام لوگ جو پہلے ہی ''نئے وہابی'' کے خلاف مشتعل تھے اب غم و غصہ کی آگ میں گویا جلنے لگے اور جوشیلے محبان دین تو باقاعدہ آستینیں چڑھا کر اور بعض دوسرے سر پھرے لاٹھیاں لہرا کر نکل پڑے کہ اس ''وہابی'' کا قصہ آج ہی تمام کر دیں گے۔ ایسے تمام لوگوں کے سرخیل علاقہ کے پنچایتی نظام میں ''مقدم'' کا عہدہ رکھنے والی بااثر شخصیت ''مقدم حبیب اللہ'' مرحوم بھی وہاں موجود تھے اور اس سوچ کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔

اتنے میں نمبردار مہراں بخش مرحوم داعی کے ساتھ کسی طرف سے درخواست والتجاء کے بغیر، از خود کھڑے ہوگئے اور لوگوں سے کہنے لگے کہ رقعہ لکھنے والے عالم کی بات سننے میں آخر حرج ہی کیا ہے یوں بھی کسی کی بات سنے بغیر رائے قائم کر لینا اچھی بات نہیں ہے اگر وہ غلط بات کہیں گے تو ہمارے امام مولانا عبدالکریم صاحب موجود ہیں اور ہم لوگ ان سے رجوع کر کے اصل بات تک پہنچ جائیں گے۔ علاقہ کا نمبردار بات کہہ رہا تھا اور بات بھی معقول تھی دوسری طرف سے ایک انہونی یہ ہوئی کہ پنچایتی نظام کی اصل مؤثر شخصیت ''صدر محمد رفیق'' نے بھی نمبردار کے موقف کی نہ صرف تائید کر دی بلکہ ساتھ ہی یہ اضافہ بھی کر دیا کہ ہماری موجودگی میں کوئی مائی کا لعل ڈنڈے اور لاٹھی کے ذریعے اپنی بات ٹھونسنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ صدر محمد رفیق صاحب کی اس بات نے گویا اختلافات کا فیصلہ لاٹھی اور زور بازو سے کرنے والوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اب سارے لوگوں نے توجہ سے بات سنی اور اشتعال ختم کر کے بیٹھ گئے اور رقعہ لکھنے والے عالم دین کو بات کرنے کا موقع دیا گیا کہ اپنی بات اور موقف کی وضاحت خود اپنی زبان سے کریں۔

چنانچہ پہلے حضرت استاذؒ نے رقعہ میں لکھی اصل بات کی وضاحت فرمائی کہ میں نے درود شریف پڑھنے سے منع نہیں کیا کہ یہ تو خود رب العالمین کا حکم ہے اور رحمت للعالمین ﷺ نے اپنی احادیث میں اسکی فضیلت بیان فرمائی ہے اور کوئی مسلمان جب تک وہ مسلمان ہے اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کا تصور بھی نہیں کر سکتا، اس لئے میری طرف درود شریف کی مخالفت کو منسوب کرنا غلط اور جھوٹ ہے۔ میں تو صرف مولوی صاحب سے ان کے اپنے دعویٰ کے مطابق کہ ''میں جو بھی بیان کروں گا سند کے ساتھ بیان کروں گا'' اس کے بعد یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے من گھڑت حدیثیں بیان کیے جا رہے ہیں۔ میں نے ان کی عاقبت بچانے کیلئے انہیں متنبہ کیا ہے اور انہوں نے ایک اور من گھڑت کہانی بیان کر کے مجمع کو مضطرب کر دیا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس افترا پر مولوی بلیا مرحوم کی عبرت کا سامان کر دیا جس کے ساتھ ہی معاملہ سلجھ گیا۔

بروایت ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب

میں نے برمنگھم میں ایک بار حضرت صاحبزادہ شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمان صاحب دامت برکاتہم کے سامنے سورۂ زلزال کی یہ آیہ تلاوت کی یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ () اور لِّیُرَوْا کی ''یٰ'' پر ضمہ کے بجائے فتحہ پڑھ دی اور مجھے اسی طرح یاد تھا۔ اب صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب مجھے یہ آیت اس طرح یاد ہے لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ () اور آپ نے لِّیُرَوْا کی ''یٰ'' پر ضمہ کے بجائے فتحہ تلاوت کی ہے قرآن کریم کھولو تا کہ دونوں کی

Marfat.com

اصلاح ہو جائے پھر اپنا واقعہ سنایا کہ

''ایک بار میں نے اپنی مسجد عثمانیہ محلہ القریش میرپور میں امامت کراتے ہوئے یہی غلطی کی تھی اور بعد میں حضرت الاستاذ قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح اصلاح فرمائی تھی''۔

صاحبزادہ صاحب اگرچہ عمر میں چھوٹے اور شاگرد ہیں مگر چوں کہ استاذ زادہ اور فارغ التحصیل عالم ہونے کے علاوہ اپنی مسجد میں خطابت بھی فرماتے اس لئے اصلاح کا یہ حکیمانہ اور ناقابل فراموش انداز اختیار فرمایا۔

☆ جب میں برطانیہ آنے کیلئے آپ سے الوداعی ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو فرمایا:

''جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں میرے مصری اساتذہ نے خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ میں فراغت کے بعد الازہر میں تدریس کیلئے درخواست کروں اور اساتذہ میری توثیق فرمائیں گے تو ملازمت مل جائے گی۔ چوں کہ عالم اسلام میں الازہر کی ایک مسلمہ حیثیت ہے اس کے باوجود میں نے عرض کیا تھا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے ملک میں خواتین لباس کے معاملے میں شرعی تقاضے پورے نہیں کرتیں لہٰذا میں شہرت کی خاطر اپنا ایمان خطرے میں نہیں ڈال سکتا جبکہ حکومت آزاد کشمیر کے ساتھ میرا واپسی کا معاہدہ ہے اور میں عہد شکنی بھی نہیں کر سکتا لہٰذا میں معذرت خواہ ہوں''۔

پھر فرمایا کہ برطانیہ اچھی نیت سے جاؤ گے اور ایمان کی حفاظت کرو گے تو ٹھیک ورنہ یہ دنیا چند روزہ ہے جس کے بعد تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے اور یاد رکھو کہ اہل علم کی بڑی ذمہ داری ہے اس کے بعد بہت سی دعائیں دیکر رخصت عطا فرمائی۔

☆ میں نے جب بیوی کو انگلینڈ بلانا چاہا تو اسے کہا کہ وہ خدمت میں حاضر ہو کر اجازت مانگے۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو فرمایا کہ مولوی اشرف شاید تمہارے اخلاق کی حفاظت کرنے میں کوتاہی برتے لہٰذا میں اس شرط پر اجازت دے سکتا ہوں کہ ''تم میرے ساتھ تین باتوں کا عہد کرو۔

1: کبھی نماز کی ادائیگی میں سستی نہیں کرو گی۔

2: سر ننگا نہیں رکھو گی کہ اس میں عورت کی حفاظت ہے۔

3: تنگ لباس نہیں پہنو گی اور جیسا کہ میں نے سنا ہے کہ وہاں خواتین پتلون پہنتی ہیں مگر تم نہیں پہن سکتیں اگر ان باتوں پر عمل کر سکو تو ٹھیک ورنہ تم نہیں جا سکتیں اور جب میری بیوی نے یقین دلا دیا کہ وہ آپ کی ہدایات پر عمل کرے گی تو اجازت مرحمت فرما دی۔

☆ میری پہلوٹھی بیٹی سعدیہ کا پیدائش کے دوسرے روز انتقال ہو گیا اور میرپور کے عیدگاہ قبرستان میں مدفون ہے۔ اس بیٹی کے انتقال سے میری دنیا اندھیر ہو گئی۔ باوجود کوشش کے ہم میاں بیوی بہت رویا کرتے اور اکثر اس کی ننھی سی قبر پر بھی چلے جاتے اور بہت سے آنسو نچھاور کر کے آ جاتے مگر اللہ بہت کریم ہے اس نے دوسرے سال مجھے سعدیہ کا بدل ڈاکٹر سعدیہ دیدی تو ذرا سکون محسوس ہوا۔ میری بیٹی کی ننھی سی قبر کے ساتھ جب بہت سی قبریں بن گئیں تو اندیشہ تھا کہ چھوٹی سی قبر کا نشان

Marfat.com

مٹ جائے گا۔لہٰذا میں نے برطانیہ آنے کے بعد بیوی کو لکھا کہ شاید تمہارے آجانے کے بعد جب ہم دوبارہ جائیں تو اس ننھی سی قبر کو تلاش نہ کر پائیں لہٰذا آنے سے پہلے قبر پختہ کرادیں۔جب حضرت استاذؒ کو میرے ارادے کی اطلاع ملی تو مجھے یہاں برطانیہ میں ایک خط لکھا کہ "جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیاری اور پاکیزہ صفات بیٹیوں کی قبریں پختہ نہیں کرائیں تو تمہارے اس ارادے کی صرف دو وجوہات ہو سکتی ہیں:

1: رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کے مقابلے میں تمہاری بیٹی کی اہمیت زیادہ ہے۔

2: برطانیہ جانے کے بعد فضول خرچی کیلئے تمہارے پاس بہت سے پیسے جمع ہو گئے ہیں؟

چنانچہ میں نے عریضہ لکھ کر معذرت کر لی اور اس کے بعد جب پاکستان گیا تو دوسرے روز قبرستان چلا گیا میں اگرچہ باوجود کوشش بسیار کے بیٹی کی قبر تلاش نہ کر سکا مگر دور تک پھیلی قبور میں سے ہر ایک میں اپنی بیٹی نظر آنے لگی۔

اِنَّمَا الْهِجْرُ لِلْمُحِبِّيْنَ مَوْتٌ

لَيْتَ شِعْرِيْ مَتَى تَكُوْنُ الْقِيَامَهْ

ناصیف الیازجی

حضرت استاذ بحیثیت معلم

مدرسہ عربیہ قدیم کی اصطلاحات

()بڑے استاذ	حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔بانی ومہتمم
() چھوٹے استاذ	حضرت الاستاذ حافظ نذیر احمد دامت برکاتہم۔صدر المدرسین
()مفتی صاحب	حضرت الاستاذ قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ۔مفتی و مدرس
()استاذ حافظ صاحب	استاذ حافظ محمد حنیف صاحب مدظلہ العالی۔مدرس
()سفیر	سید عبدالکریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ
()	

حضرت استاذؒ کے مسلک میں شرارت تو درکنار کھل کھلا کر ہنسنا بھی جائز نہ تھا گویا کہ مدرسہ حدود حرم میں واقع ہے جس کا احترام ہر وقت ملحوظ رہتا جبکہ حضرت استاذؒ کم عمر اور امرد لڑکوں کے ساتھ کلاس کے علاوہ بہت کم بات کرتے راقم الحروف اور ڈاکٹر عصمت اللہ قریب ترین عزیز تو تھے مگر کم عمر تھے اس لئے فاصلہ رکھتے۔شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمان صاحب اور قاضی مطیع اللہ صاحب بھی رشتے میں چچازاد تھے مگر ان سے بھی فاصلہ ضرور رکھتے۔جب ہم بڑے ہو گئے تو پھر دوستانہ ماحول میں بات چیت کرتے تھے۔شروع شروع میں میرا اور ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کا خیال تھا کہ دوسرے

Marfat.com

لڑکوں کی نسبت ہم پر زیادہ سختی کرتے ہیں مگر بعد میں معلوم ہوا کہ ہمارا خیال درست نہیں۔

لُوہْنْ

مقبوضہ کشمیر کے برفانی علاقوں کا ایک درخت ہے جس کی شاخ کی چھڑی یا ڈنڈا مضبوطی میں بہت عمدہ ہوتا ہے جسے استعمال میں لانے سے پہلے چھلکا اتارنے کے بعد عرصہ چھ ماہ تک گوبر کے ڈھیر میں دفن کر دیا جاتا ہے اس طرح یہ چھڑی نہ صرف لوہے کی طرح مضبوط ہو جاتی ہے بلکہ اس کا رنگ بھی گہرا سرخ ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ حضرت ہجرت کے وقت اس ''لُوہْنْ'' کے ڈنڈے کے بغیر کوئی چیز ساتھ نہیں لائے تھے جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا اگرچہ اس سے کسی کو مارتے نہ تھے مگر کلاس میں اس کی موجودگی بہرحال خطرے سے خالی نہ تھی۔

سلم العلوم

کے لفظی معنی ہیں ''علوم تک پہنچنے کی سیڑھی'' منطق کے موضوع پر درس نظامی میں حضرت علامہ قاضی محب اللہ بہاری المتوفی ۱۱۱۹ھ رحمہ اللہ کی سلم العلوم ، معرکۃ الارا اور اپنے موضوع پر حرف آخر اور مشکل ترین کتاب ہے۔ طلبہ اس کے آخری پائے پر قدم رکھنے تک بار بار پھسلتے اور گرتے رہتے ہیں مگر کامیابی کے بعد ایک لذیذ، دلچسپ اور وسیع تر دنیا سامنے ہوتی ہے۔

منزل مقصود پہ پہنچے بڑی مشکل سے ہم
ضعف نے اکثر بٹھایا شوق اکثر لے چلا

سلم العلوم کی کلاس میں شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب، مولانا قاضی مطیع اللہ صاحب، حافظ فاروق احمد لاہوری صاحب، مولانا محمود کوثر صاحب، مولانا محمد رفیق صاحب، مولانا محمد شریف صاحب، سید مزمل حسین شاہ صاحب، مولانا محمد عباس دھکڑ صاحب رحمہ اللہ اور حافظ محمد ریاست صاحب جیسے قد آور طلبہ شامل تھے جو سمجھتے تھے کہ شاید وہ بہت سے ضوابط سے آزاد ہیں مگر ہوا یہ کہ حضرت استاذؒ نے ایک روز سبق یاد نہ کرنے کی پاداش میں حافظ محمد ریاست صاحب کو اس زور سے تھپڑ رسید کر دیا کہ سب کے پتے پانی ہو گئے۔ اس کے بعد ان حضرات کو باقی سبق یاد ہوں نہ ہوں بہرحال سلم العلوم کا سبق از بر ہوتا۔

سید مزمل حسین شاہ صاحب بہت ہی ہنس مکھ تھے۔ نیچے والے حجرے میں ہم اکٹھے رہتے جہاں حضرت استاذؒ سونے سے پہلے ہمیں دیکھنے آتے۔ سید مزمل حسین شاہ صاحب سلم العلوم کو منہ پہ رکھ کر سو جاتے اور ہماری ذمہ داری تھی کہ اگر وقت سے پہلے حضرت تشریف لائیں تو ہم انہیں آگاہ کر دیں۔ شاہ جی کا خیال تھا کہ حضرت ملا محب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب لکھ کر طلبہ کے ساتھ کسی پرانی دشمنی کا حساب چکتا کیا ہے لہٰذا شاہ جی کا درویشی خیال تھا کہ اگر سب طلبہ دستخط کر دیں تو حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ کو درخواست دی جائے کہ سلم العلوم کو نصاب سے خارج کر دیا جائے تاکہ ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری''۔

Marfat.com

قانونچہ کھیوالی

علم صرف کے موضوع پر علامہ نور الحسن کھیوالی رحمۃ اللہ علیہ کی پنجابی زبان میں ایک معتبر اور مفید ترین ابتدائی کتاب ہے جس کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے

" عرب والے وچ اصطلاح اپنی دے زبر نوں فتحہ، زیر نوں کسرہ، پیش نوں ضمہ آکھدے ہین "

یہ کتاب ہمارے پنجاب کے مدارس میں ابتدائی طور پر پڑھائی جاتی ہے۔شروع شروع میں غیر پنجابی طلبہ کو عبارت پڑھنے میں ذرا مشکل پیش آتی ہے نیز جب تک اس کا استعمال شروع ہوتا اس وقت تک اس کا ذائقہ پھیکا پھیکا سا محسوس ہوتا ہے۔

جامعہ محمدیہ بھکھی کی خصوصیات میں قرآن کریم کی طرح اس کا حفظ ضروری تھا۔راقم الحروف نے بھی یہ سعادت حاصل کی تھی۔حسن اتفاق یہ کہ جامعہ محمدیہ بھکھی کے استاذ حضرت حافظ نذیر احمد صاحب اور مدرسہ عربیہ کے حضرت قاضی عبداللہ زَیَّنَ اللّٰہُ وُجُوْھَھُمَا دونوں قانونچہ کھیوالی کی غلطی میں درگزر نہیں فرماتے تھے۔

ایک دن صاحبزادہ مولانا محمد منور تسنیم اور راقم الحروف دونوں کی شامت آ گئی دونوں کو کان پکڑوا کے قانونچہ سامنے رکھ دیا کہ سبق یاد کر کے چھوڑ دینا۔

اس کلاس کے قریب ہی طہارت خانہ تھا جسے حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی استعمال فرماتے۔نیچے تشریف لائے تو دیکھا کہ صاحبزادہ مولانا محمد منور تسنیم مرغا بنے ہوئے ہیں۔کلاس ختم ہوئی تو انہیں دفتر میں بلا لیا گیا۔چوں کہ منور صاحب اپنے والد گرامی سے اتنے ڈرتے تھے کہ دفتر طلب کیے جانے پر کانپ اٹھے کہنے لگے:تم میرے ساتھ چلو۔میں ساتھ تو گیا مگر پیچھے ہٹ کے کھڑا ہو گیا فرمایا:

" اوئے توں بڑا مہتمم دا پتر بنیا پھردا ایں تے سبق یاد
نہیں کردا ھن تینوں پتہ لگا اے کہ اے مفتی صاحب دی
کلاس اے۔ اوئے کلاس چ صرف تسی دونویں نکمے کیوں او "

()

ایک دفعہ حافظ آباد کے ایک لڑکے کی کوئی شکایت تھی۔حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت الاستاذ مفتی نذیر احمد دامت برکاتہم دونوں موجود نہ تھے لہٰذا آپ دفتر میں تشریف فرما تھے جب اس لڑکے کو اوپر دفتر بلوایا تو پیشتر اس کے کہ اسے کچھ کہتے اس نے کھڑے کھڑے دفتر میں پیشاب کر دیا تو بہت پریشان ہو گئے گویا کہ مدرسے میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی کہ حضرت استاذ مہتمم صاحب کے دفتر کی بے ادبی ہو گئی ہے اور پھر کئی روز تک افسوس فرماتے رہے۔

()

چوں کہ حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت الاستاذ مفتی نذیر احمد دامت برکاتہم

Marfat.com

دونوں بزرگ آپ کے استاذ ہیں اس لئے نہ صرف ان کے احترام کا اہتمام فرماتے بلکہ ہمیں بھی تاکید فرماتے۔ راقم الحروف جب آپ کی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے برطانیہ سے دو ماہ کیلئے پاکستان گیا تو واپسی پر رخصت کرتے وقت مجملہ اور نصائح کے دو باتوں کی خصوصیت سے تاکید فرمائی:

1: جامعہ اور اساتذہ سے کبھی رابطہ منقطع نہ کرنا۔

2: حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات جو اصل فارسی میں ہیں ان کا مطالعہ کرنا۔

☆ تہجد کی سختی سے پابندی کرتے اور تہجد سے پہلے روزانہ باہر دور تک سیر کر کے آتے

☆ طلبہ سے کبھی کوئی خدمت نہیں لیتے تھے

☆ ہدایت تھی کہ کوئی بے ریش بچہ ان کیلئے کھانا نہ لائے اور نہ اکیلا آپ کے کمرے میں داخل ہو۔

☆ ایک عزیز کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کے رویہ سے حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ اور حضرت الاستاذ مولانا حافظ نذیر احمد رحمہم اللہ کی دل آزاری ہوئی ہے تو فرمایا اس بدنصیب نے اپنی آخرت تباہ کر دی ہے پھر آخری وقت تک اس بات پہ افسردہ رہے۔

چند سال پہلے قاضی محمد بشیر ضلع قاضی آزاد کشمیر برطانیہ کے دورے پر جب تشریف لائے تو از راہ شفقت ملاقات کیلئے میرے غریب خانہ پر بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ جن دنوں میں مظفر آباد میں تعینات تھا ایک محکمانہ پروگرام کے تحت تمام قضاۃ مظفر آباد جمع ہوئے تو محکمے کی طرف سے مجھے آپ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے آپ کے ان عزیز اور آپ کا ایک کمرے میں رہائش کا انتظام کر دیا مگر جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس کمرے میں آرام کرنے سے معذرت کر لی کہ یہ حضرت استاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا گستاخ ہے اور کسی وقت بھی اس پر عذاب الٰہی نازل ہو سکتا ہے لہٰذا میں یہاں سونے کے بجائے کہیں اور گزارہ کر لوں گا۔ حضرت قاضی محمد بشیر صاحب کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے آپ کیلئے متبادل انتظام کر دیا۔

()

حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ کو مچھلی مرغوب تھی لہٰذا ہمیشہ ڈیم کی تازہ مچھلی پہنچانے کا اہتمام فرماتے اور ہمیں بھی تاکید فرماتے۔

جامعہ کا احترام

میں جامعہ سے فراغت کے بعد جماعت اسلامی شہر گوجرانوالہ کے قیم کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہوں۔ ان دنوں حضرت راولاکوٹ میں ضلع قاضی تھے جس دوران میں نے آپ کو ایک عریضہ تحریر کیا۔ ان دنوں عالمی ہفتہ یا سال نسواں منایا جا رہا تھا لہٰذا لفافے کے ٹکٹ پر کوئی نسوانی تصویر تھی جس پر میں نے غور نہیں کیا تھا۔ چند روز بعد جب مجھے جواب ملا تو تحریر تھا کہ "میرے نام خط کے لفافہ پر نسوانی تصویر والا ٹکٹ لگانا عزیز کی غفلت اور کوتاہی پہ محمول کیا جائے یا ذہنی

Marfat.com

سوچ پر؟'' یہ پڑھتے ہی مجھے ایسے لگا کہ آسمان میرے اوپر آ گرا ہے۔

اب میں نے کپکپاتے ہوئے اسی وقت بیان حلفی پر مشتمل جواب عرض کیا کہ دراصل عالمی سال نسواں منایا جا رہا ہے اس لئے اس طرح کے ٹکٹ عام ہیں اور سادہ ٹکٹ ملنے میں ''دقت'' پیش آ رہی ہے نیز جب میں ڈاکخانہ گیا تو وہاں موٹر سائیکل کھڑی کرنے کی جگہ نہ تھی جلدی میں یہ غلطی سرزد ہوگئی ہے اور سراسر غلطی ہے کہ میں نے اس طرف توجہ نہیں کی لہٰذا معاف فرما دیا جائے۔

دقت

اب اس بیان حلفی میں حماقت یہ ہوئی کہ ''دقت'' کے بجائے ''دکت'' لکھدیا، اب جو جواب آیا تو خط دیکھتے ہی میں خوش ہوگیا کہ اتنا جلدی جواب لکھنے کا مطلب معاف فرما دینا ہے مگر جب مطالعہ شروع کیا تو ایسے محسوس ہوا کہ میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں دیدیا گیا ہے فرمایا:

''دقت'' کے بجائے ''دکت'' لکھنا عزیز کی جہالت تو ہے ہی مگر میرے لئے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ عزیز کی سند پر بہت عظیم ہستیوں کے دستخط ہیں اور میں نے بھی یہ غلطی کی ہے مگر اب چوں کہ میں جامعہ میں پڑھاتا نہیں ہوں ورنہ حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ دامت برکاتہم سے درخواست کرتا کہ وہ تم سے سند واپس لے لیں تاکہ آگے چل کر جامعہ کیلئے بد نامی کا باعث نہ بن سکو''

نوٹ: بظاہر یہ غلطی معمولی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ''کنز الدقائق'' پڑھ لینے اور مدارس سے مفتی وفاضل کی سندات حاصل کر لینے کے بعد اس طرح کی غلطیاں غفلت اور نا اہلیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر حضرت استاذؒ اس طرح فہمائش نہ فرماتے تو آج میں اس تحریر کے قابل بھی نہ ہوتا کیوں کہ آپ کی اس فہمائش کے بعد سے میں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ لکھنے کے بعد پروف ریڈنگ ضرور کرتا ہوں۔

راقم الحروف کا پنجاب بورڈ میں ادیب عربی کیلئے رول نمبر ہے 6264P70۔ اس وقت کی تصویر میں ڈاڑھی نہیں ہے اس کے دوسرے سال 1970ء کے آخیر میں ڈاڑھی آنا شروع ہوئی تو ہم رمضان کی سالانہ تعطیلات میں میر پور تھے۔ ایک روز میں نے زندگی میں پہلی بار خط بنانا شروع کیا تو جو چند بال تھے وہ بھی کٹ گئے۔

جب تک ہم خانپور میں رہے حضرت استاذؒ کا معمول تھا کہ تعطیلات کے دوران اپنے گھر کے صحن میں جماعت کراتے جس میں ہماری حاضری ضروری تھی مگر اس حماقت کے بعد میں نے دو روز جماعت میں شمولیت نہیں کی تیسرے روز آپ کی اہلیہ محترمہ تشریف لائیں کہ آپ کو حضرت نے بلایا ہے تو میں نے بتایا کہ یہ حماقت سرزد ہوگئی ہے تو ڈرتا ہوں لہٰذا آپ حضرت استاذؒ کو بتانا کہ اشرف کی طبیعت ٹھیک نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ پھر تو تمہیں دیکھنے کیلئے آئیں گے؟ جبکہ والدہ نے بھی جھڑک دیا کہ اپنے استاذ سے غلط بیانی کرنا کتنی بڑی غلطی ہے، اب جب اہلیہ محترمہ نے واپسی پر

Marfat.com

آپ کو حالات سے آگاہ فرمایا تو انہیں اسی وقت واپس بھیجا کہ ابھی اسی وقت اسے بلاؤ۔ لہٰذا میں اسی وقت چل پڑا اور ابھی تقریباً سو گز دور تھا کہ نظر پڑتے ہی جلال میں حکم دیا کہ "فوراً کان پکڑلو" ایک تو یہ کہ میری ہونے والی بیوی بھی اس وقت وہیں اپنی خالہ کے پاس بیٹھی تھیں اور دوسری مصیبت یہ کہ گرمی کا موسم تھا جبکہ کان پکڑ کر چلنا ایک نیا تجربہ، مشکل سے جب قریب پہنچا تو فرمایا کہ "دین کے طالب علم کا اس بیدردی سے سنت رسول ﷺ پہ حملہ کرنا کتنا شرمناک معاملہ ہے تم نے یہ جرأت کیسے کی؟"

اب دل میں آیا کہ عرض کروں حضرت آپ کے قریب بیٹھی میری ہونے والی من پسند بیوی کی قسم کہ قطعاً میرا ارادہ یہ نہ تھا بلکہ محض چند بال ناتجربہ کاری کی نذر ہو گئے ہیں چند دنوں تک پھر نکل آئیں گے مگر خاموشی میں عافیت سمجھی۔ پھر فرمایا کہ اگر تمہارا دل مومن نہیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا احترام نہیں کر سکتے تو اب تعطیلات کے بعد گھر رہو واپس جامعہ میں جانے کی ضرورت نہیں کیوں کہ ایسا علم جس پر خود عمل نہ کیا جائے وبالِ جان ہے چلے۔ جاؤ کیوں کہ اس وقت تمہارا چہرہ دیکھنا میری غیرت گوارہ نہیں کرتی۔

اب میں نے عرض کیا کہ حضرت دراصل پہلے بھی خط تو کیا نہیں تھا ناتجربہ کاری کی وجہ سے غلطی ہو گئی ہے ورنہ ڈاڑھی شیو کرنے کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا تب جا کر میری خطا معاف ہوئی۔

اے شیخ درِ خلد نہ ہو تجھ پہ کہیں بند
ساقی کے غلاموں میں تیرا نام نہیں ہے

ڈاڑھی کے بارے میں میرا ذاتی تجربہ ہے کہ یہ انسان کو بہت سی برائیوں اور نجاستوں سے دور رکھنے میں مد ہے اس سلسلے میں ایک واقعہ اس طرح ہے کہ میں اکتوبر 2003ء میں ہالینڈ کے شہر ڈین ہیگ (DEN HAAG) گیا تھا جہاں دو مسلم نوجوان میرے میزبان تھے۔ فراغت اور واپسی سے پہلے 2003/23/08ء کی رات عشا کے بعد وہ مجھے سیر کرانے کیلئے باہر لے گئے جب کافی دیر چلنے کے بعد مجھے تھکاوٹ اور پیاس محسوس ہوئی تو چوں کہ بازار بند تھا تو انہوں نے ایک دوسرے کو ڈچ زبان میں کچھ کہا اور قریب ہی ایک بہت بڑی عمارت میں جا نکلے جو دراصل شہر کا بڑا کسینو اور باہر کی دنیا سے بہت مختلف تھا۔ حکیم مشرق نے شاید کسی ایسی ہی صورت حال میں فرمایا ہوگا کہ

وجود زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

ضرب کلیم: عورت:

لیکن اگر کسینو کی دنیا سے عورت کا وجود الگ یا منہا کر دیا جائے تو اس کی دنیا بے رنگ و نور ہو کر دم توڑ دیتی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں کیلئے حکیم مشرق نے فرمایا تھا

یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے فرزند آدم کو
کہ ہر مستور کو بخشا گیا ہے ذوق عریانی

Marfat.com

مگر کمسینو کی دنیا میں روشنیوں کے رنگ و نور میں میوزک کی تھاپ پر ذوق عریانی دو آتشہ ہو جاتا ہے اور یہی تجربہ ہے مصطفیٰ زیدی مرحوم کا:

آنکھ جھک جاتی ہے جب بند قبا کھلتے ہیں
تجھ میں اٹھتے ہوئے خورشید کی عریانی ہے

بلکہ مصرعہ ثانی میں ایک شریفانہ سی بے ضرر تبدیلی سے شعر میں سے شرافت ٹپکنے لگتی ہے:

آنکھ جھک جاتی ہے جب بند قبا کھلتے ہیں
تجھ میں اٹھتے ہوئے خورشید کی تابانی ہے

جہاں تھوڑی دیر میں بدنصیب فرزند آدم جیب کے ساتھ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ تاہم میرے میزبانوں نے استقبالیہ میں کھڑی چند لڑکیوں میں سے ایک کو میری طرف اشارہ کرتے ہوئے خود جلدی اور بے صبری سے ہال کی دوسری طرف ایک بڑے مجمع میں اوجھل ہو گئے۔ اتنے میں خاتون میزبان نے مجھے جوس کے چند گلاس پیش کیے اور غالباً ڈچ زبان میں کہا کہ اپنی پسند اور ضرورت کے مطابق پیو اگر مزید ضرورت ہو تو مجھے یاد کر لیں۔ چنانچہ اورنج جوس کا ایک بڑا گلاس خالی کرنے کے بعد دوسرے پر میری نظریں جمی تھیں کہ مجمع سے ایک نوجوان چیختا چلاتا بلکہ چنگھاڑتا ہوا میرے پاس آ کھڑا ہوا جو میری سفید شلوار قمیص، ٹوپی اور ڈاڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان لڑکیوں سے کچھ کہہ رہا تھا۔

میں نے سوچا کہ یہ کوئی نسل پرست ڈچ ہے جو میرے غیر مانوس لباس سے الرجک ہے مگر لڑکیوں کے بتانے پر چند لمحوں میں مجمع سے میرے میزبانوں کو میرے سامنے پیش کرتے اور سلام کہتے ہوئے رخصت ہو گیا۔ جس کے بعد میرے میزبان جلدی سے مجھے ساتھ لیتے ہوئے باہر نکل کر معذرت خواہ ہوئے کہ دراصل وہ ایک ترک لڑکا تھا جس نے ہمیں بہت سست کہا ہے کہ تم کسی دینی و روحانی ہستی کو بہت غلط جگہ لے آئے جہاں ہر طرف کیمرے متحرک ہیں اور کوئی اسلام دشمن شخص کل ان کی تصویر میڈیا میں دے کر اسلام کو بدنام کر سکتا ہے۔

اس وقت شرمندگی کے ساتھ ساتھ مجھے اندازہ ہوا کہ ڈاڑھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایسی نعمت ہے جو انسان کو نجاست سے دور رکھتی ہے لہٰذا 2008ء میں "زنبیل" کی تالیف کے دوران میں نے ڈاڑھی کے عنوان سے ایک باب قائم کر کے احادیث و آثار جمع کیے اور اپنے علم کی حد تک ڈاڑھی کی اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلامی احکامات، شعار و شعائر میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جس طرح نماز برائیوں سے روکتی ہے اسی طرح ڈاڑھی بھی انسان کو بے شمار منہیات سے دور رکھتی ہے جس طرح نماز کے بارے میں قرآن کریم کا حکم ہے کہ

﴿ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴾ العنکبوت ۴۵

ترجمہ

Marfat.com

اور نماز قائم کرو کہ بلاشبہ نماز اپنے قائم کرنے والوں کو فحش و منکرات سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑی چیز ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بہت سی مفید باتوں کے علاوہ حضرات صوفیائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز دراصل انسان کے اعضاء و جوارح پر روحانی اثرات چھوڑتی ہے جن سے برائی کی طرف میلان کم ہو جاتا ہے اور پانچ وقت کی نمازوں میں ایک حکمت یہ پوشیدہ ہے کہ ان روحانی اثرات کے بالکل زائل ہونے تک دوسری نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ان ظاہری فوائد کے علاوہ نتائج مرتب ہوتے ہیں جن میں اخروی فوائد کا انسان کو یہاں ادراک نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ سائنسی تحقیق کا ایک حیرت انگیز انکشاف قابل توجہ ہے:

''جاپان کے مایہ ناز ڈاکٹر مسارو ایموٹو نے انکشاف کیا ہے کہ آبِ زمزم میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو اس کے علاوہ دنیا کے کسی بھی پانی میں موجود نہیں انہوں نے جدید نینکنالوجی کی مدد سے زمزم پر متعدد تجربات کیے ہیں جن کی مدد سے انہیں معلوم ہوا کہ زمزم کا ایک قطرہ عام پانی کے ہزار قطروں میں شامل کر دیا جائے تو عام پانی میں بھی وہی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں''۔

ڈاکٹر مسارو ایموٹو جاپان میں ایک تحقیقی انسٹیٹیوٹ کے سربراہ ہیں انہوں نے بتایا کہ زمزم کے پانی میں قدرتی طور پر ایسے چھوٹے چھوٹے چمکدار معدنی جوہر پائے جاتے ہیں کہ پانی کو اگر ری سائیکل کر لیا جائے تو بھی اس کی انفرادیت برقرار رہتی ہے جس کی وجہ معلوم کرنے سے سائنس قاصر ہے۔ اسی طرح عام پانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر پھونکنے سے اس کے اندر چھوٹے چھوٹے بلور یعنی معدنی جوہر پیدا ہو جاتے ہیں اور اسی طرح قرآنی آیات پڑھنے سے پانی کی کیفیت میں عجیب تبدیلی واقع ہو جاتی ہے جس سے امراض کے علاج میں مدد ملتی ہے۔

گزشتہ سال 2009ء غیر مسلم سائنسدان ڈاکٹر مسارو کی تحقیقات اخبار میں پڑھ کر حیرت ہوئی اس تحقیق کا تراشہ تو میرے پاس محفوظ ہے مگر افسوس کہ میں اخبار کا نام اور تاریخ محفوظ نہیں رکھ سکا۔

تاہم حضرت استاذؒ کا ہم پر احسان ہے کہ انہوں نے ہمیں راہ راست پر رکھنے کیلئے اتنی محنت فرمائی اور بلاشبہ آپ ان کمیاب لوگوں میں سے تھے جن کے لئے حکیم مشرقؒ جیسے نبیل العصر کے دل میں تڑپ تھی:

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

Marfat.com

اسمائے گرامی اساتذہ حضرت استاذؒ

ابتدائی تعلیم

☆	میاں عالم دین غلام محی الدین	چڑہان
☆	حضرت مولانا سلیمان محمد حسین	چڑہان رتکیہ
☆	استاذ الکل حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم صاحب	مکتب سکول منہوٹ

مدرسہ عربیہ (قدیم) گوجرانوالہ

☆ الشیخ مولانا محمد چراغ بانی جامعہ عربیہ

☆ الشیخ مفتی حافظ نذیر احمد شیخ الحدیث جامعہ عربیہ

دارالعلوم دیوبند

☆ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب

☆ الشیخ السید فخرالدین احمد المراد آبادی

☆ الشیخ محمد ابراهیم بلیاوی

مظاهر العلوم سهارنپور

الشیخ محمد زکریا مهاجر المدنی – مسلسلات

جامعة ام القریٰ مکة المکرمة

☆	الشیخ السید سابق ، صاحب فقه السنة	مصری
☆	الشیخ مصطفیٰ الزهیلی	سعودی
☆	الشیخ انور دبّور	مصری
☆	الشیخ احمد عبد الرزاق الکبیسی	عراقی
☆	الشیخ سلیمان التویجری	سعودی

Marfat.com

☆	الشیخ شرف ابن علی الشریف	سعودی
☆	الشیخ نزیہ کمال حماد	سوری
☆	الشیخ الدکتور عوید ابن عاید المطرفی	سعودی
☆	الشیخ محمد بن سعد الرشید	سعودی
☆	الشیخ محمد الغزالی	مصری
☆	الشیخ محمود عبد ربہ	مصری

حضرت استاذ کا فقہی وسیاسی مسلک

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بیٹے مولوی عبدالرؤف صاحب کے نام وصیت جسے ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے مفید تعلیقات کے ساتھ شائع کیا ہے اس میں سے مندرجہ ذیل سطور کے مطالعہ سے حضرت استاذؒ کا فقہی و سیاسی مسلک متعین ہوجاتا ہے:

”اس وقت تک جو علماء قابل اطمینان علم ورویہ کے مالک رہے ہیں وہ مجموعی حیثیت سے علمائے دیوبند ہیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی اس گروہ میں ایسی ہستیاں رہیں گی بہر حال خلوص دل سے حق کا طالب حق پرست علماء کی راہنمائی سے محروم نہیں رہتا۔ ۴۰/۴۵ سال سے جاری سیاسی کشمکش میں جو مؤقف مولانا مودودی رحمہ اللہ کا رہا ہے وہ بہت ہی قابل اعتماد ہے چند جزوی امور کو چھوڑ کر ان کی رائے بہت ہی قابل قدر ہے اور ان کی تصانیف بہت ہی مفید ہیں۔

علمائے دیوبند میں سے بعض نے ان کے خلاف جس غلو سے کام لیا ہے وہ ناپسندیدہ ہے مولانا موصوف سے عقیدت کے باوجود میرے دل میں علمائے دیوبند کی قدر ہے لہٰذا ان سے استفادہ کی تاکید کرتا ہوں کیوں کہ ان علماء میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے ہیں ان کی تصانیف بہت مفید ہیں اور جو موجود ہیں ان میں سے ثقہ لوگوں نے مولانا مودودی رحمہ اللہ کا ساتھ دیا ہے یا کم از کم کیچڑ اچھالنے سے اجتناب کیا ہے یا اگر اختلاف کیا ہے تو علمی حدود کے اندر کیا ہے۔ دوسری طرف فقہی امور میں ان علماء کی آراء کی بہت ضرورت ہے اور شرک وبدعت کی تردید میں ان سے استفادہ ناگزیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات ”علم“ اختیار اور ہر جگہ موجود ہونے کی صفات میں شرک کے طوفانی دور میں علمائے دیوبند سے قابل قدر خدمات لی ہیں اور حکم (حاکیت) واقتدار میں شرک کی تردید میں مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ سے وہ کام لیا ہے جس کا نہ ہونا زیان عظیم کا باعث تھا، انشاء اللہ یہ علمی سرمایہ رہتی تک باعث ہدایت ہوگا“

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ باوجود اس کے کہ وقت کے جید اور اجتہادی صلاحیتوں کے مالک علماء میں سے تھے اس کے باوجود آپ حنفی اور علمائے دیوبند سے وابستہ تھے کیوں کہ اس دور میں علمائے دیوبند ہی دراصل حنفی تھے اور از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کی اس میدان میں قابل قدر خدمات ہیں اور چوں کہ مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ شریعت اسلامی کے عملی نفاذ کیلئے عالم اسلام میں پہلے داعی تھے لہٰذا حضرت استاذ ان علماء میں سے تھے جو آپ کی خدمات کے معترف تھے۔

Marfat.com

حضرت استاذؒ بحیثیت مفتی

علمی دنیا میں افتاء کا منصب انتہائی اہم، دقیق اور مشکل ترین سمجھا جاتا ہے کیوں کہ مفتی کا کام فتاویٰ سے عبارتیں نقل کرنا نہیں بلکہ اجتہاد کرتے ہوئے متعلقہ احکام ومسائل کی علت اور شارع علیہ السلام کا منشاء معلوم کرنا ہے جس کیلئے علوم وفنون میں مہارت، ذہن و ذکاء اور سرعت فہم کی اشد ضرورت ہے مسئلے کی اہمیت واضح کرنے کیلئے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں۔

عصام بن یوسف بن میمون بن قدامہ ابو عصمۃ البلخیؒ المتوفیٰ ۲۱۵ھ ببلخ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ امام شعبہؒ اور امام ثوریؒ کے تلامذہ میں سے تھے فرماتے ہیں میں ایک جنازے میں شامل ہوا جس میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے چار تلامذہ امام زفرؒ، امام ابو یوسفؒ، قاضی عافیہؒ اور ایک دوسرے صاحب (نام ضبط نہ ہوسکا) بھی شامل تھے۔

فَاَجْمَعُوْا عَلیٰ اَنَّهُ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یُّفْتِیَ بِقَوْلِنَا حَتّیٰ یَعْلَمَ مِنْ اَیْنَ قُلْنَا

ان سب نے متفق علیہ فتویٰ دیا کہ کسی کیلئے ہمارے قول کے مطابق اس وقت تک فتویٰ دینا جائز ہی نہیں جب تک وہ یہ معلوم نہ کرلے کہ ہم نے جو کہا اس کی بنیاد اور سند کیا ہے۔

الجواهر المضیّة فی طبقات الحنفیة ترجمه عصام بن یوسف بن میمون بن قدامه ابو عصمة البلخیؒ المتوفیٰ ۲۱۵ ه ببلخ تالیف محی الدین ابو محمد عبدالقادربن محمد بن محمد نصراللّٰه ابن سالم بن ابی الوفاء القرشی الحنفیؒ ۶۹۶ . ۷۷۵ هج ج۲) تحقیق الدکتور عبد الفتاح محمد الحلو الناشر مؤ سسة الرسالة .

حضرت علی بن یونس البلخی بلخ کے مفتی وقت اور انتہائی زاہد و پارسا عالم تھے احناف کے رجال میں شمار ہوتے ہیں ایک روز بچی نے دریافت کیا کہ حلق تک قے آکر واپس ہوگئی ہے اس سے وضوء لوٹانا ضروری ہوگیا ہے یا نہیں؟

آپ نے بیٹی سے فرمایا دوبارہ وضوء کرلو۔ فرماتے ہیں اس کے بعد جب میں سویا تو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا "لَا یَا عَلِیُّ حَتّیٰ یَکُوْنَ مِلْءَ الْفَمِ"

ایسے نہیں اے علی جب تک کہ قے منہ بھر کے نہ آئے۔

کہتے ہیں مجھے یقین ہوگیا کہ دینی فتاویٰ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کئے جاتے ہیں لہٰذا میں نے اپنے اوپر قسم عاید کی کہ آئندہ زندگی میں کبھی فتویٰ نہیں دوں گا۔

الجواهر المضیّة فی طبقات الحنفیة ترجمه علی بن یونس البلخیؒ تالیف محی الدین ابو محمد عبدالقادربن محمد بن محمد نصراللّٰه ابن سالم بن ابی الوفاء القرشی الحنفیؒ ۶۹۶ . ۷۷۵ هج ج۲ تحقیق الدکتور عبد الفتاح محمد الحلو الناشر مؤ سسة الرسالة.

Marfat.com

ایک دیہاتی کے ہاں بچہ پیدا ہو کر فوت ہو گیا تو ماں کی چھاتیوں میں دودھ کے جوش نے اسے بے بس کر دیا۔ اس نے خاوند سے کہا کہ دودھ چوس کر تھوکتے رہو تا کہ دباؤ کم ہو سکے۔ خاوند نے جب ایسے ہی کیا تو کچھ دودھ حلق میں اتر گیا اب اس بیچارے پریشان حال نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجری بیان کر کے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی ہے۔

مصیبت زدہ دیہاتی نے اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اصل واقعہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا صورت حال یہ ہے کہ ایک تو تو نے عورت کے علاج کی غرض سے ایسے کیا اور دوسری بات یہ ہے کہ رضاعت سے حرمت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب بچے کی غذا کا انحصار ماں کا دودھ ہو (اور اس کی مدت چوبیس سے تیس ماہ تک ہے) لہٰذا دودھ چھڑانے کے بعد رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اب یہ دیہاتی پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی رائے سے آگاہ کیا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا: ''جب تک عبداللہ ابن مسعود تم میں موجود ہے اس وقت تک مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو''۔

روی ابو یوسف بسنده الی ابراهیم : الفقه الحنفی وادلته باب محرمات النکاح تالیف الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی؛ الناشر دار الکلم الطیب دمشق.

عباسی خلیفہ منصور کے زمانے میں عیسیٰ بن موسیٰ الہاشمی نامی ایک صاحب اپنی بیوی سے انتہائی محبت کرتے تھے مگر ایک روز نہ جانے کس نشے میں بیوی سے کہہ بیٹھے کہ اگر تم چاند سے زیادہ حسین نہیں تو تمہیں طلاق ہے۔ یہ بات سنتے ہی بیوی سمجھی کہ طلاق واقع ہو گئی ہے اور وہ کیسے چاند سے زیادہ خوبصورت ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہے۔ مگر عیسیٰ ہاشمی کی جان پر بن گئی شدید اضطراب کی حالت میں رات گزار کر صبح ہوتے ہی منصور کے دربار میں پہنچ کر ماجرا بیان کر کے مدد چاہی کہ کوئی حل تلاش کیا جائے منصور نے فوراً فقہائے وقت کو دربار میں بلا کر انکے سامنے صورت حال رکھتے ہوئے فتویٰ طلب کیا تو سب نے بیک زبان طلاق کا فیصلہ دیدیا۔ اب منصور کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ایک بزرگ بالکل خاموش تشریف فرما ہیں۔ منصور نے ان سے کہا کہ اگر آپ بھی کچھ کہہ دیتے تو اچھا ہوتا انہوں نے کہا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ () وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ()وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ () وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ () لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ () التِّيۡن ۱/۴

ترجمہ: قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور قسم ہے طور سینا اور اس امن والے شہر (مکہ) کی بیشک ہم نے پیدا کیا ہے انسان بہترین اعتدال (ساخت) پر۔

اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ تو چار چیزوں کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ انسان ہر چیز سے زیادہ حسین ہے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز خوبصورت ہے ہی نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عورت چاند سے زیادہ حسین ہے۔ لہٰذا طلاق واقع

Marfat.com

نہیں ہوئی۔اب منصور نے عیسیٰ ہاشمی سے کہا کہ فتویٰ یہی صحیح ہے عورت کو طلاق واقع نہیں ہوئی۔تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور تصدیق کیلئے ایک آدمی اس عورت کے پاس بھیج دیا کہ وہ اطاعت میں رہے۔

الجامع لأحكام القرآن للامام المفسر أبی عبد اللہ محمد بن احمدالانصاری القرطبي المتوفی سنة ۶۷۱ ھج رحمه اللہ تعالیٰ تفسیر التین:قدم له فضیلة الشیخ خلیل محی الدین المَیس،تخریج الاحادیث الشیخ عرفان العشّا ، الناشر دار الفکر بیروت

ان مثالوں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ دین کوئی مزاح یا کھیل نہیں ہے یہ ایک ذمہ داری کا منصب ہے اور بغیر شرعی حکم معلوم کیئے کسی کام کا کرنا انتہائی گناہ کی بات ہے۔اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو اس حرکت پر بہت سزا دی ہے۔ لہٰذا شروع سے مدارس اسلامیہ کا دستور رہا ہے کہ وہ اس منصب کیلئے کسی اہم شخصیت کو منتخب کرتے آئے ہیں جس کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

مدرسہ عربیہ قدیم چوں کہ شہر کی گنجان آبادی میں واقع تھا جہاں نہ صرف مقامی لوگ مسائل میں رجوع کرتے آئے ہیں بلکہ حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ چوں کہ مشاہیر علماء میں سے تھے لہٰذا دور دراز کے علاقوں سے بھی استفتاء آتے رہتے اواخر 1967ء تک افتاء کی ذمہ داری خود حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی یا کبھی حضرت الاستاذ حافظ نذیر احمد دامت برکاتہم بھی معاونت فرماتے جب یہ کام بڑھ گیا تو آپ کے دونوں شفیق اساتذہ نے باقاعدہ مشاورت کے بعد آپ کو اس منصب کیلئے منتخب فرما کر باقاعدہ طلبہ میں اعلان کروایا۔اس طرح آپ مدرسہ عربیہ سے جامعہ عربیہ اور 1972ء تک اس منصب پر فائز رہے۔

حضرت استاذ بحیثیت قاضی

سردار محمد عبدالقیوم خان صاحب نے آزاد کشمیر میں 1970ء کے صدارتی انتخابات کی مہم کے دوران جو چند بڑے وعدے کیے تھے ان میں آزاد کشمیر میں اسلامی نظام کا نفاذ شامل تھا چنانچہ کامیابی کے بعد محکمہ افتاء کے قیام سے پیشرفت شروع ہوئی تو علماء سے درخواستیں طلب کی گئیں۔ریاستی علماء کا خیال تھا کہ اس منصب کیلئے اگر اہل علماء منتخب نہ کیے گئے تو یہ ادارہ فیل ہو جائے گا لہٰذا باصلاحیت حضرات کو اس میں شمولیت اختیار کرنی چاہیے چنانچہ احباب کے اصرار پر آپ نے حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الجامعہ سے مشورہ کیا تو آپ نے تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے آپ کو اجازت دیدی لہٰذا آپ نے امتیازی نمبروں سے یہ امتحان پاس کر لیا اور 1972ء میں تحصیل مفتی کوٹلی کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا جہاں آپ نے امانت و دیانت اور نظم وضبط اور اخلاق حسنہ سے اپنے عملے کے علاوہ مقامی حکومتی نظام میں علماء کا وقار بلند کر دیا۔لوگوں نے علمائے سلف کے بارے میں جو کتابوں میں پڑھا تھا اب اس کا عملی مظاہرہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

Marfat.com

مشاہدات

اسی زمانے میں آپ نے غیر اسلامی عدالتی نظام کو اسلامی نظام عدل میں تبدیل کرنے کیلئے ''مشاہدات'' کے نام سے محکمانہ رپورٹیں تیار کیں جن سے غیر اسلامی عدالتی نظام کی خامیاں ابھر کر سامنے آگئیں، یہ رپورٹس آپ کے اسلامی نظام عدل میں مہارت کا ایک بین ثبوت ہے۔ مفتی کی نسبت قاضیٔ وقت کا منصب بہت زیادہ اہلیت کا متقاضی ہے کیوں کہ صرف ایک دستخط سے کوئی بیگناہ بھی تختۂ دار پر لٹک سکتا ہے اور کوئی عادی مجرم آزاد ہو سکتا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس منصب کے متعلق کے فرمایا:

عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰہِ ﷺ اَلْقُضَاۃُ ثَلَاثَۃٌ قَاضٍ فِی الْجَنَّۃِ وَ قَاضِیَانِ فِی النَّارِقَاضٍ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰی بِہٖ فَھُوَ فِی الْجَنَّۃِ وَقَاضٍ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ مُتَعَمِّدًا فَھُوَ فِی النَّارِوَقَاضٍ قَضٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ فَھُوَ فِی النَّارِ قَالُوْا فَمَا ذَنْبُ الَّذِیْ یَجْھَلُ ؟ قَالَ ذَنْبُہٗ اَنْ لَا یَکُوْنَ قَاضِیًا.

رواہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ وقال ترمذی حسن غریب ورواہ الحاکم وصححہ

ترجمہ: حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فیصلہ کرنے والے قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں ان میں سے صرف ایک جنتی اور باقی دو جہنمی ہیں۔

(۱) جس نے حق کی پہچان کے بعد حق کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنتی ہے۔

(۲) حق جانتے ہوئے حق کی بجائے رواجی یا جانب داری سے فیصلہ کیا یا مظلوم کی دادرسی کرنے کے بجائے اسی کے خلاف فیصلہ دے دیا تو یہ جہنمی ہے۔

(۳) ایک آدمی اہلیت کے بغیر فیصلہ کرنے کی ذمہ داری لے کر فیصلہ کردے تو یہ بھی دوزخی ہے۔

حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بیچارے کا قصور کیا ہے جبکہ وہ تھا ہی جاہل فرمایا اس کا قصور یہ ہے کہ اسے علم واہلیت کے بغیر قاضی نہیں بننا چاہیے تھا۔

صورت مسئلہ

یہ ہے کہ ایک مجتہد عالم سے اگر اجتہاد میں سہو واقع ہو جاتا ہے تو بھی وہ ایک نیکی کا مستحق ہے اور مسئلہ کی حقیقت تک پہنچ گیا تو دوہرا اجر ملے گا۔

آزاد کشمیر میں چوں کہ نیا نیا نظام متعارف ہو رہا تھا اس لئے ایسے اہل علماء کی ضرورت تھی جو اس منصب کیلئے اہل ہوں چنانچہ 1972ء میں محکمہ قضا کے وجود میں آتے ہی آپ کو ترقی دیتے ہوئے ضلع پونچھ تعینات کر دیا گیا اور اسی ذمہ داری کے دوران آپ کو حکومت آزاد کشمیر نے شرعی قوانین میں مزید مہارت حاصل کرنے کیلئے جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ بھیجا تھا تاکہ آپ واپس تشریف لا کر دوسروں کیلئے نمونہ بن سکیں چنانچہ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے فراغت کے بعد آپ پہلے ضلع قاضی کوٹلی تعینات ہوئے بعد میں میرپور تبادلہ ہو گیا اور تادم آخر یہیں فرائض سرانجام دیتے رہے۔

Marfat.com

حضرت استاذ کے تلامذہ

مولانا میاں لال اختر	استاذ محکمۂ تعلیم برطانیہ، برنلے
مولانا محمود کوثر	مبلغ۔ کینیڈا
مولانا فضل الرحمٰن	شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ F / 2 میر پور آزاد کشمیر
مولانا قاضی مطیع اللہ	ضلع قاضی آزاد کشمیر
مولانا محمد رفیق	استاذ محکمہ تعلیم آزاد کشمیر
پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ یونیورسٹی	سربراہ فقہ و قانون یونٹ ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی اسلام آباد: مؤلف "اَلْاِنْتِفَاعُ بِأَجْزَاءِ الْآدَمِیْ فِیْ الْفِقْهِ الْاِسْلَامِیْ- شرح مختصر الطحاوی لابی بکر الجصاص رحمه الله تعالیٰ جزء اول و دوم. ناشر دارلبشائر الاسلامیة بیروت.
محمد اشرف قریشی۔ برمنگھم،	مؤلف کتاب هذا "ہجرت کشمیر": کتاب النکاح - زنبیل - آثار بیرسٹر
عبدالقیوم چوہدری۔ سابق مدیر مسئول ماہنامہ اذان برمنگھم برطانیہ	
حافظ محمد عارف	نائب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ گوجرانوالہ - مرتب معین القاری شرح صحیح بخاری
حافظ محمد ریاست	مدرس جامعہ عربیہ گوجرانوالہ
حافظ فاروق احمد	مہتمم
صاحبزادہ محمد منور تسنیم	گوجرانوالہ
قاری محمد سعید بھٹی	لیسٹر Leicester برطانیہ
سید مزمل حسین	خطیب گوجرانوالہ
حافظ شان علی	ریٹائرڈ خطیب پاکستان آرمی گوجرانوالہ
مولانا محمد عباس دھکڑ	سابق خطیب - ناروے

Marfat.com

حضرت استاذ کے احباب گرامی

☆ حافظ عبدالشکور صاحب	کاموکی
☆ حضرت مولانا حافظ علی محمد	راجوریؒ
☆ حضرت مولانا عبدالشکور صدیقی	میرپور
☆ حضرت مولانا عبدالغفور صدیقی	میرپور
☆ حضرت مولانا حافظ مہردین صاحب	میرپور
☆ پروفیسر علامہ حافظ محمد سراج صاحب	گڑھا منڈی بہاؤالدین
☆ مولانا قاضی شمس الدین صاحب	سابق ضلع قاضی آزاد کشمیر
☆ مولانا قاضی محمد بشیر صاحب	ضلع قاضی آزاد کشمیر
☆ سید منور حسین مشہدی صاحب	گوجرانوالہ/برطانیہ
☆ پروفیسر الیف الدین ترابی صاحب	سابق امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر
☆ مہندس آفتاب عالم صاحب	
☆ عبداللہ جعفر صدیقی صاحب	
☆ محمد یعقوب صاحب	چیف لائبریرین آزاد کشمیر یونیورسٹی
☆ غنی الاکرم سبزواری صاحب	
☆ جسٹس عبدالمجید ملک صاحب	ریٹائرڈ چیف جسٹس آزاد کشمیر
☆ سردار محمد عبدالقیوم صاحب	سابق صدر حکومت آزاد جموں و کشمیر
☆ سردار اعجاز افضل خان صاحب	سابق امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر
☆ ڈاکٹر عیص محمد صاحب	حضرت استاذؒ کے معالج
☆ قاضی محبوب الرحمٰن صاحب	ضلع قاضی آزاد کشمیر
☆ چوہدری عبدالخالق صاحب	سابق امیر جماعت اسلامی ضلع میرپور آزاد کشمیر
☆ جناب عبداللطیف انصاری صاحب	ریٹائرڈ پرنسپل و ڈائریکٹر محکمہ زکوٰۃ آزاد کشمیر
☆ مولانا سید مظفر الحسن ندوی صاحب	سابق ناظم امور دینیہ آزاد کشمیر
☆ محمد ایوب مسلم صاحب	سابق امیر جماعت اسلامی میرپور آزاد کشمیر
☆ ڈاکٹر ریاض احمد صاحب	امیر جماعت اسلامی میرپور آزاد کشمیر

Marfat.com

26 : مولوی عبدالرشید صاحب

حضرت مولوی عبدالرشید میاں محمد دین میاں امیر محمد میاں قادر بخش میاں رستم حضرت مولانا حافظ نصر اللہ بن حافظ محمد اکرام اللہ بن حضرت بابا امیر حمزہ رحمہم اللہ تعالیٰ ساکن فتح پور مضافات راجوری

جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے کہ ہمارے دادا جان میاں یار محمد کی صرف دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی بیٹی احمد بی بی کی شادی اپنے نہال میں میاں محمد دین بن میاں امیر محمد ساکن فتح پور سے ہوئے کچھ عرصہ بعد انتقال فرما گئیں جس سے دونوں خاندانوں کو شدید دھچکا لگا۔

فاطمہ بی بیؒ

دادا جان کو اپنے سسرال اور داماد سے بے پناہ محبت تھی مگر بیٹی کی موت کے باعث بہت خلا محسوس ہوا تو میاں محمد دین سے اپنی دوسری بیٹی فاطمہ بی بیؒ بیاہ دی جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔ برادر مولوی عبدالرشید صاحب۔ حضرت قاری عبدالرحمٰن۔ برادر عبدالحمید (شادی سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے)۔ جبکہ تین بیٹیاں سُکڑی (سائرہ خاتون) زوجہ میاں محمد صادق عباسی ساکن سیم، زینب بی بی زوجہ حاجی محمد اکرم میاں محمد فاضل، منہوٹ، خاتون بیگم زوجہ ماسٹر عبدالمجید حاجی احمد دین فتح پور

برادر مولوی عبدالرشید صاحب نے 1947ء میں آٹھویں جماعت پاس کر لی تھی اس کے علاوہ بچپن سے اپنے والد گرامی سے کچھ کتب پڑھے ہوئے اور فقہی مسائل میں کافی مہارت رکھتے تھے مگر تفصیل موجود نہیں۔

امامت

آپ کے والد میاں محمد دین علاقہ فتح پور اور مضافات کے امام تھے جن کی وفات کے بعد سے تاحیات یہ منصب برادر مولوی عبدالرشید صاحب کے پاس رہا مگر آپ کا ذریعہ معاش اپنی زمینداری تھی امامت نہیں۔

Marfat.com

اولاد

سکینہ بیگم دختر میاں کالا کے بطن سے: الطاف حسین، محمد زبیر، کلثوم بیگم، عبدالرؤف، خورشید بیگم، عظمت بیگم زوجہ محمد ظفر قریشی ASI

شمشاد بیگم دختر میاں محمد شفیع میاں یار محمد کے بطن سے: محمد فرید، قاری محمد سرفراز، حوالدار محمد ادریس، محمد خورشید، آمنہ بیگم، بلقیس بیگم، حافظ قاری محمد عمران۔

Marfat.com

27 : حضرت قاری عبدالرحمنؒ

حضرت قاری عبدالرحمن میاں محمد دین میاں امیر محمد میاں قادر بخش میاں رسمت حضرت مولانا حافظ نصراللہ بن حافظ اکرام اللہ بن حضرت بابا امیر حمزہ رحمہم اللہ تعالیٰ ساکن فتح پور مضافات راجوری

آپ کی والدہ پھوپھو فاطمہ بی بی میرے دادا میاں یار محمد کی سب سے چھوٹی بیٹی اور اپنے والد سے مروج علاقائی نصاب پڑھی ہوئی تھیں۔ آپ کے نکاح کی تفصیل برادر مولوی عبدالرشید اور دادا جان میاں یار محمد کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے۔ حضرت قاری صاحب کے والد بہت علم پسند انسان تھے۔ مجھے والدہ صاحبہ نے بتایا تھا کہ ”جن دنوں زمینداری کا کام زیادہ نہیں ہوتا ان دنوں وہ فتح پور سے چڑھان پندرہ کلومیٹر کا فاصلہ پیادہ طے کر کے رات کو ہمارے گھر پہنچ جاتے اور آپ کے والد صاحب (میاں محمد شفیع) سے احوال الآخرت یا یوسف زلیخا وغیرہ منظوم کتاب سن کر سحری کے قریب ناشتہ کر کے واپس نکلتے اور بروقت فتح پور پہنچ جاتے“

علاوہ ازیں وہ اپنی رحم دلی اور علاقے کے امام کی حیثیت سے بہت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اس دور میں راجوری شہر کے مہاجن کسی پختہ ضمانت پر لوگوں کو سود پر پیسہ دیا کرتے تھے اور آپ کئی مقامی لوگوں کے ضامن تھے۔ لہٰذا جس روز آپ نے انتقال فرمایا تو مہاجن خبر ملنے پر آ موجود ہوئے مگر گھر میں کوئی نقدی تھی نہیں لہٰذا سب مال مویشی ہانک کر لے گئے۔ اس طرح پھوپھو جان کے بچے کم عمری میں یتیم اور مال مویشی سے بھی محروم ہو گئے مگر آپ نے ہمت نہیں ہاری بلکہ اپنی زمینداری کے ساتھ ساتھ اپنی مسجد میں مقامی بچوں کو مسلسل درس دیتی رہیں۔

بعد میں آپ کے بڑے صاحبزادے مولوی عبدالرشید صاحب نے تاحیات یہ خدمت اپنے ذمہ لے لی تھی۔ حضرت قاری صاحب ہجرت 1965ء سے بہت پہلے بغرض تعلیم لاہور آ گئے تھے۔ درسی کتب کی اگرچہ کوئی تفصیل معلوم نہیں مگر تجوید وقرأت مکمل کرتے ہوئے جامعہ صدیقیہ سراج العلوم لاہور سے 1968ء میں فارغ ہوئے ہیں۔ آپ کی سند پر حضرت مولانا قاری محمد یوسف صدیقی بن الحاج مولانا پیر محمد حبیب رحمہما اللہ تعالیٰ کے دستخط موجود ہیں اور سند پر صرف سن فراغت 1388ھ درج ہے۔

حضرت قاری صاحب قرآن کریم کے بہترین قاری اور قبیلے کی محترم شخصیات میں سے تھے۔ آپ تعلیم سے فراغت کے بعد بیگم پورہ لاہور کی ایک مسجد میں کافی عرصہ تک امام تعینات رہے۔ بعد میں آزاد کشمیر کے محکمہ تعلیم

Marfat.com

میں بحیثیت قاری تعینات ہوئے جہاں سے میں نے آپ کو برطانیہ بلالیا تھااور تادم آخریں یو کے اسلامک مشن کے ساتھ وابستہ رہے۔

نکاح ثانی

برمنگھم میں بھابھی جان آسیہ بیگم دختر میاں محمد شفیع ساکن فتح پور کے انتقال کے بعد آپ نے محترم ماسٹر محمد زمان چغتائی صاحب مرحوم ساکن ڈڈیال کی بیٹی رفیعہ بیگم سے نکاح ثانی کیا تھامگر ان کے برطانیہ پہنچنے سے پہلے ہی قاری صاحب انتقال فرما گئے اوراس نکاح ثانی سے کوئی اولاد نہیں۔

اولاد

عبدالقدوس، نازیہ، سعدیہ، ذکیہ، محمد رضوان

Marfat.com

28 : حضرت علامہ قاضی مطیع اللہ گولڈ میڈلسٹ

استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ قاضی مطیع اللہ بن مولانا حافظ سائیں عبدالرحمٰن میاں محمد مولانا میاں عطا محمد فضل دین بخت جمال حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم قریشی صدیقی رحمہم اللہ

پیدائش اور ابتدائی تعلیم

آپ 49-1948ء میں منہوٹ میں پیدا ہوئے اور مکتب سکول منہوٹ میں داخل ہو کر بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ پرائمری جماعت پاس کر لی۔

چوں کہ آپ کو درسی کتب پڑھنے کا شوق تھا جس کے پیش نظر حاجی مجیب اللہ صاحب مرحوم نے آپ کو مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ پہنچا دیا جہاں آپ 17 فروری 1964ء میں داخل ہوئے اور ایک سال تک زیر تعلیم رہے۔ مگر ہمارے ہاں سترہ اٹھرہ سال کی عمر میں شادی کرنا مروج تھا جس کیلئے بچپن سے والدین نے رشتے طے کیے ہوتے۔ اس مجبوری اور والدین کے اصرار پر 18 فروری 1965ء میں حاجی صاحب آپ کو واپس لے گئے۔ جہاں حسب دستور اپنے ماموں اور استاذ حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیٹی رضیہ بیگم کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ جولائی 1965ء میں آپ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب حفظهما اللہ تعالیٰ۔ اسلامیہ کالج حضرت بل سرینگر میں داخل ہوئے مگر اسی دوران ستمبر میں پاک بھارت جنگ 1965ء شروع ہوگئی۔ جس کے بعد لا شریف، دارالعلوم دیوبند اور تھانہ بھون سے ہجرت پاکستان تک ایک سبق آموز تفصیل ہے جو آگے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے تذکرے میں آئے گی۔

گوجرانوالہ میں ہم جو آپ کے قریبی عزیز اور بعد میں تلامذہ بھی تھے سب آپ کو محبت سے ابتک حضرت امیر المؤمنین کے نام سے پکارتے ہیں اور کم ازکم میں جب بھی آپ سے مخاطب ہوا اسی لقب سے پکارا ہے ورنہ اجنبیت سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب یا مولانا محمد رفیق صاحب سے کبھی بات ہوتی ہے تو ہم اکثر اسی طرح یاد کرتے ہیں اور اس کا ایک بہت دلچسپ پس منظر ہے۔

جب میں 1968ء میں گوجرانوالہ آ کر داخل ہوا ہوں تو آپ بہت سینئر طالبعلم تھے۔ انہی دنوں قاضی محمد فاروق مرحوم ہمارے میرپور کے ایک بہت پیارے ساتھی جن کے والد مولانا قاضی عبدالرحمٰن مرحوم حضرت الاستاذ قاضی

Marfat.com

عبداللہ رحمہما اللہ کے دوست تھے مدرسہ میں داخل ہوئے تو میری اور ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کی ذمہ داری لگا رکھی تھی کہ ہم اس کا خیال رکھیں مگر قاضی محمد فاروق مرحوم حضرت قاضی صاحب سے بھی بہت مانوس اور آپ کی خدمت کو سعادت تصور کرتے تھے۔

کسی اسی قسم کے جذبہ خدمت سے سرشار ایک روز قاضی فاروق نے کمرے میں اعلان کیا کہ آج سے حضرت مولانا مطیع اللہ صاحب امیر المؤمنین ہیں اور جس نے کسی دوسرے نام سے پکارا یا حکم عدولی کی تو اس کی خیر نہیں اور ہم نے اس کے شر سے بچنے کیلئے اسی لقب سے پکارنا شروع کر دیا اور عادی ہو گئے اور حضرت نے بھی کبھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔

تاہم فاروق مرحوم نے اول روز سے ہم چند ساتھیوں قاضی فاروق بذات خود، مولانا محمد رفیق، ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب و راقم الحروف کو آپ کی رعایا میں شامل کرتے ہوئے باقی سب پر خود ہی دروازے بند کر دیئے تھے اور شاید کہ فاروق مرحوم کو یاد رکھنے کا یہ قدرتی انتظام تھا کہ آج تک بہت شدت سے اس کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

میں کس کو ڈھونڈنے نکلوں کسے تلاش کروں
قدم قدم پہ جدا ہو گیا کوئی نہ کوئی

حضرت قاضی مطیع اللہ صاحب پنجاب بورڈ میں جامعہ کے فاضل میں پہلے گولڈ میڈلسٹ ہیں۔ مدرسہ عربیہ سے فراغت اور جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد 1972 سے 1974ء محکمہ افتاء وقضا آزاد کشمیر میں آنے تک آپ جامعہ عربیہ جدیدکے کامیاب ترین مدرس رہے۔

جہاں ہم نے آپ سے متنبّی کا درس لیا جس دوران کسی ایک شعر کو سمجھانے کیلئے جب قدیم اردو شعراء کے کلام میں سے منتخب اشعار دہراتے تو عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ جامعہ عربیہ کی خوبصورت یادوں میں متنبّی پڑھنا بھی شامل ہے۔

ہزاروں مشغلے ہیں جو مصروف رکھتے ہیں
مگر وہ شخص ایسا ہے کہ پھر بھی یاد آتا ہے

اور اگر حضرت جامعہ ہی میں تعینات رہتے تو بلا مبالغہ عربی وارد و ادب میں وقت کے امیر المؤمنین ہی ہوتے مگر افسوس کہ آپ شعبۂ تدریس سے منسلک نہ رہ سکے۔

جامعہ میں ہم رشتہ دار طلبہ آپ کی امارت میں عصر کے بعد باہر نہر چناب اور ریلوے لائن کے قریب جا کر ڈیرے ڈالتے۔ جہاں مغرب تک متنوع اور مختلف موضوعات زیر بحث رہتے۔ اسی دوران حضرت قاضی صاحب نے ہماری اصلاح کرتے ہوئے تکیہ کلام چھڑانے میں بھی کامیاب ہو گئے تھے اور وہ اس طرح کہ سب کے تکیہ ہائے کلام بتا کر کہا کہ ان میں سے جو بھی اپنا تکیہ کلام دہرائے دوسرا اس کی ناک پکڑ لے۔ اس طرح چند روز تک جامعہ میں پہنچنے تک ہر ایک کے ناک کی پھنگی سوج چکی ہوتی۔ جبکہ مولوی محمد رفیق صاحب شہر میں مقیم ہونے کے باعث کبھی کبھار مہمان مجرم ہوتے اس روز میں اور ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب تو بچ نکلتے مگر مولوی محمد رفیق صاحب زخمی ناک لے کر رخصت ہو جاتے۔

Marfat.com

ایک بڑی شخصیت کا تکیہ کلام بھی اگر چہ ہماری اصلاحی ہٹ لسٹ پہ تھا مگر اس اقدام کیلئے فولاد کا جگر چاہیے تھا۔

آہ

ملتے کہاں ہیں ایسے محبت رسیدہ لوگ
کرتے رہو ہماری زیارت کبھی کبھی

عظیم مثال

میں نے حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہ اللہ کے تذکرے اور اولاد کے تعارف میں لکھا ہے کہ بہن رضیہ بیگم نے شادی کے بعد گھر گرہستی خود سنبھال کر اپنے شوہر حضرت مولانا قاضی مطیع اللہ صاحب کو پڑھا کر خاندان میں ایک عمدہ مثال قائم کی ہے اور حضرت قاضی صاحب بیوی کی اس قربانی کی قدر کرتے ہوئے کوئی لمحہ ضائع نہ کر کے پوری زندگی جہد مسلسل کی زندہ مثال بنے۔

مشاہیر اساتذہ

ابتدائی تعلیم

حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم۔ منہوٹ مکتب سکول

سرینگر

حضرت مولانا عبدالکبیر رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم دیوبند

تین روزہ سماعت از حضرت الشیخ علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

تھانہ بھون

مولانا محمد حامد خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہما

مظاہر العلوم سہارنپور

محدث العصر حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ عربیہ گوجرانوالہ

شیخ الجامعہ حضرت مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ مفتی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

حضرت قاضی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ اشرفیہ لاہور

استاذ الکل حضرت مولانا رسول خان

حضرت مولانا محمد ادریس کاندہلوی

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی

حضرت مولانا عبیداللہ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، رحمہم اللہ تعالیٰ

اولاد

پروفیسر ضیاء الرحمٰن، عطاء الرحمٰن، ارشد محمود، انظر محمود، طاہر محمود، ابرار حسین، محمد اسرار، فریدہ بیگم، وحیدہ بیگم، رفعت بیگم، رشیدہ بیگم

Marfat.com

29 : شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن بن حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم حضرت مولانا حکیم محمد حسین میاں عطامحمد میاں فضل دین حضرت مولانا حضرت بخت جمال بن حضرت الشیخ حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے تعارف میں آپ کی اولاد کا تذکرہ گزر چکا ہے۔آپ کی منجھلی بیٹی فاطمہ بی بی رحمہا اللہ تعالیٰ جوپلم والی مائی صاحبہ کے بطن سے تھیں نہ صرف انتہائی عبادت گذار خاتون تھیں بلکہ مکارم اخلاق وصبرورضا میں اپنے والد کی عظمتوں کی امین تھیں پھر اللہ کریم نے حضرۃ الاستاذ مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت کا شرف بخشا تو آپ کی سیرت میں مزید نکھار آ گیا۔

حضرۃ الاستاذ مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ جن کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے۔آپ کی اور مائی صاحبہ کی خواہش تھی کہ حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کا علمی وروحانی ورثہ خاندان یا کم ازکم آپ کی اولاد میں محفوظ رہ جائے لہٰذا باوجود نامساعد حالات کے آپ کی دینی خدمات کا مفصل تذکرہ بھی گزر چکا ہے مگر آپ کی تڑپ کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔حضرۃ استاذ مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دو نکاح فرمائے تھے۔مائی فاطمہ بی بی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا سے صرف دو بیٹے ہوئے شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن اور مولوی عبدالقیوم صاحب جبکہ دوسری بی بی سے مائی عائشہ صاحبہ سے باقی اولاد ہے۔

حضرت مولانا ایک مرتبہ دونوں ازواج میں سے دونوں بڑے صاحبزادے لےکر اپنے علاقہ کے مشہور بزرگ حضرت میاں لال دین سوڑہ پانی والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوئے کہ ان دونوں کیلئے دعاء فرمائیں تاکہ یہ بھی حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح عالم دین بن جائیں حضرت نے دونوں کو ایک نظر دیکھ کر ذرا توقف کے بعد اپنی گوجری زبان میں ایک کیلئے فرمایا ''استاد جی یُو گیرو تے عالم نیں بن سکتو'' استاذ جی یہ بیٹا تو عالم نہیں بن سکتا۔

پھر دوسرے کی طرف دیکھ کر فرمایا'' یاُ بڑا استادان غی طرح عالم بن جائیں غا ''

یعنی آپ کے یہ صاحبزادے ہمارے بڑے استاذ حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مستند عالم بن جائیں گے۔

Marfat.com

چنانچہ حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم جامعہ عربیہ گوجرانوالہ سے فاضل ودرس نظامی اور جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد جامعۃ العلوم الاسلامیہ F/2 میرپور آزاد کشمیر کے کامیاب ترین شیخ الحدیث ہیں۔ خطابت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہت صلاحیت بخشی ہے۔ ایک مرتبہ برمنگھم کے دورے کے دوران مدرسہ قاسم العلوم میں ختم قرآن کے مجمع میں تیسویں پارے کی سورتوں کے درمیان ربط پر ایسی تقریر فرمائی کہ علماء حیران رہ گئے۔

میرا خیال ہے کہ بہت سے ذہین ترین علماء اپنی قوۃ حافظہ پر اعتماد کے باعث بہت کم یا بدیر تحریر کی طرف مائل ہوتے یا ساری زندگی قرطاس وقلم سے مجتنب رہتے ہیں مثال کے طور پر حضرۃ مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ فقہ وطب پر چلتی پھرتی لائبریری کی حیثیت رکھتے تھے آپ کی قوۃ حفظ نے تو تادم آخریں آپ سے وفاء کی مگر ہم لوگ بہت سی سعادتوں سے محروم رہ گئے کیوں کہ چند خطوط کے سوا کبھی تحریر کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوئی حالاں کہ عربی، فارسی اور اردو ادب پہ یکساں مہارت تھی۔ یہی پدری خصوصیت حضرۃ صاحبزادہ صاحب میں منتقل ہوئی ہے ورنہ جامع مسجد عثمانیہ میں آپ کے خطبات جمعہ اگر مرتب کر لیے جاتے تو ایک یادگار تالیف ہوتی۔ حضرۃ صاحبزادہ صاحب کی اخوۃ ومودت اور محبت کا تقاضا تھا کہ موقعہ ملتے ہی آپ کو انٹرویو کر کے آپ کی طالبعلمی کے حالات لکھ لوں مگر ایک عرصہ ہوا کہ بقول افتخار عارف:

شکم کی آگ لیے پھر رہے ہیں شہر بہ شہر
سگِ زمانہ ہیں، ہم کیا ہماری ہجرت کیا

اس لئے سمندروں فاصلے حائل اور بہت سی حسرتیں ناتمام رہ جاتی ہیں مگر صد شکر کہ آپ کے سفر برطانیہ کے دوران بتاریخ 16 ستمبر 2007ء برمنگھم اپنے گھر میں ایک نشست کا موقع مل گیا جس میں خصوصی طور پہ آپ کی طالبعلمی کا سفر موضوع سخن رہا جس دوران میں نے کچھ یادداشتیں محفوظ کر لیں۔

پیدائش

بروز اتوار 3 جون 1951ء – 28 شعبان 1370ھ بمقام خانپور میرپور آزاد کشمیر

چوں کہ 1947 میں تقسیم کے وقت ہمارے خاندان کے اکثر کنبے راجوری سے ہجرت پر مجبور ہو گئے تھے جو امن کے بعد واپس چلے گئے۔ حضرۃ استاذ مولانا حکیم محمد عبدالکریم نے یہاں سکول میں ملازمت اختیار کر لی تھی اس لئے آپ یہاں مقیم ہو گئے جس دوران آپ کی ولادت ہوئی مگر 1951ء میں باقی خاندان کے باربار اصرار پر واپس تشریف لے گئے۔

آغاز تعلیم

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اوائل 1956ء بعمر سات سال مدرسہ عثمانیہ منہوٹ میں اپنے والد گرامی سے "بسم اللہ" پڑھی اور تعلیم کا آغاز ہو گیا۔ اس طرح 1964 تک ابتدائی دینی تعلیم کے ساتھ امتیازی حیثیت سے

Marfat.com

پرائمری پاس کرلی جس کے بعد پیڑھی ہائی سکول چھٹی جماعت میں داخلہ تو لے لیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ سے حدیث شریف کی خدمت لینا تھی اس لئے بے چین رہنے لگے تا آنکہ حضرۃ استاذ قاضی عبداللہ رَوَّحَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ جنوری 1964ء 16 - شعبان 1383ھ مدرسہ عربیہ قدیم بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ میں سے درس نظامی مکمل کر کے واپس راجوری لوٹ آئے تو آپ نے سکول ختم کر کے حضرت استاذ قاضی رحمہ اللہ سے صرف ونحو کی ابتدائی کتب پڑھنے کا آغاز کر دیا۔

چڑہان کی یادیں

حضرت صاجزادہ صاحب کا بیان ہے کہ چوں کہ نماز فجر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پڑھنا ہوتی جس کے بعد سبق شروع ہوتا لہٰذا سحری کے وقت والدہ جگا کر وضو کراتیں اور منہوٹ سے جنوب کی جانب دو میل کا فاصلہ شدید جاڑے کی سردیوں میں ننگے پاؤں چل کر وقت پر چڑہان پہنچ جاتا۔

حضرۃ صاجزادہ صاحب کا بیان ہے کہ خصوصاً برفانی موسم میں جب میں چڑہان پہنچتا تو پاؤں شل ہو چکے ہوتے، حضرۃ استاذ کی اہلیہ بہن گلزار بیگم جو رشتے میں پھوپھی زاد ہیں میری حالت زار دیکھ کر فوراً چولہے کے پاس بٹھاتیں ناشتہ دیتیں۔اس دوران لوئی بھی گرم کرلیتیں اور پھر مجھے پڑھنے کیلئے بٹھا دیتیں۔اس طرح میں نے صرف ونحو کی ابتدائی کتب پڑھنا شروع کیں اور فیصلہ کرلیا کہ اب آخری سانس تک اس راستے سے نہیں ہٹنا مگر

کار دنیا کسے تمام نہ کرد
ہر کہ گیرد مختصر گیرد

والی بات کہ حضرۃ استاذ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ہدایت حضرۃ الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیو بند پہنچ کر دورہ حدیث مکمل کرنا تھا لہٰذا رمضان المبارک 1384ھ -فروری 1965ء دارالعلوم دیو بند میں داخلے کیلئے آپ کے گھر سے رخصت ہوتے ہی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا بلکہ حالت کچھ اس طرح ہوگئی کہ دن بھر

بے چین بہت پھرنا گھبرائے ہوئے رہنا
اک آگ سی جذبوں کی دہکائے ہوئے رہنا

منیر نیازی

اب دو ہی صورتیں باقی تھیں کہ یا تو حضرۃ استاذ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی واپسی تک سال بھر انتظار کیا جائے جبکہ آپ کی واپسی کے بعد بھی آپ کے مستقبل کے پروگرام کے بارے میں کوئی صورت واضح نہ تھی اور دوسری صورت یہ کہ ہندوستان کے کسی دارالعلوم میں داخلہ لیا جائے مگر اتنے وسائل نہ تھے کیوں کہ والد صاحب عیالدار تھے جبکہ دینی وسماجی مصروفیات کے باعث جو خالص رضا کارانہ ہوتیں، زمینداره بھی نہ کر سکتے پھر بھی والد صاحب نے مجھے اور قاضی مطیع اللہ صاحب کو اسلامیہ کالج حضرت بل سرینگر میں داخل کرا دیا۔

Marfat.com

اسلامیہ کالج حضرت بل

چنانچہ جولائی 1965ء اسلامیہ کالج حضرت بل میں پھر سے تعلیم کا آغاز ہوتے ہی اطمینان محسوس کیا۔ ایک تو حضرت مولانا عبدالکبیر رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند نہ صرف جید عالم وحلیم انسان تھے بلکہ کالج کا ماحول بھی بہت اچھا تھا جہاں ماضی کی بہت سی تلخیاں محض یاد تک محدود ہو کر رہ گئیں اور اگر چہ داغ باقی تھے مگر درد محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ اچانک ستمبر 1965ء کی جنگ کا حادثہ رونما ہو گیا اور اگر چہ

ہر حادثہ حیات کی روداد بن گیا
دنیائے حادثات میں مدت گزر گئی

ساغر صدیقی

اس کے باوجود جنگ کے اپنے اثرات اور موت کی بڑی دہشت ہوتی ہے مگر کالج کے بند ہو جانے کا ایسا صدمہ تھا کہ بیان کرنے کیلئے کبھی الفاظ میسر نہیں آئے بس جس طرف دیکھتے ایک کہرام بپا اور ہر شخص تنہا یعنی

حادثے سے بڑا سانحہ یہ ہوا
لوگ ٹھہرے نہیں حادثہ دیکھ کر

یا جیسا کہ قیامت برپا ہونے کا منظر قرآن کریم نے پیش کیا ہے ''فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَةُ () يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ () وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ () وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ () لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ()

عبس: ۳۳ تا ۳۹

ترجمہ

پس جب وہ کان بہرے کر دینے والی آواز بلند ہوگی اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آن پڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

حضرت میاں نظام دین لاروی ؒ

حضرت میاں نظام دین لاروی رحمۃ اللہ علیہ سے چوں کہ ہمارے خاندان کے بہت اچھے تعلقات تھے لہٰذا ہم نے کسی طرح بچ بچا کر آپ کی خدمت میں حاضری کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ حضرت نے تعارف پر بہت شفقتیں فرمائیں اور نہ صرف اپنے پاس ٹھہرایا بلکہ دیکھا کہ ہمارے بنیادی ضرورت کے کپڑے بھی نہیں تو آپ نے ہم دونوں کو قمیص و پائجامہ پر مشتمل ایک ایک جوڑا عنایت فرمایا۔

چوں کہ اکتوبر ۱۹۶۵ تک اگر چہ جنگ ختم ہو گئی تھی مگر حالات بدستور مخدوش تھے۔ ہمیں راجوری میں اپنے خاندان کے بارے میں مطلق کوئی علم نہ تھا البتہ یہ یقین تھا کہ حضرۃ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند میں موجود ہونگے لہٰذا

Marfat.com

ہم نے حضرت میاں صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ارادہ ظاہر کیا اور رخصت چاہی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف بہت سی دعائیں دیکر رخصت فرمایا بلکہ دیوبند تک پہنچنے کا کرایہ بھی عطا فرمادیا۔

سرینگر سے دیوبند تک بغیر کسی ساز و سامان اور خوف و ہراس میں یہ سفر گویا خلد سے زمین پہ اترنا تھا مگر چار روز بعد بخیریت پہنچ کر حضرۃ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی زندگی کا احساس ہونے لگا۔ حضرۃ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خیال تھا کہ ہمارے پاس خاندان کی کوئی خبر ہوگی مگر ہم بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ شاید سب شہید ہو چکے ہیں اور اگر کوئی فرد بچ نکلا تو پاکستان ہجرت کر چکا ہوگا یا ابھی تک کسی غار میں پناہ گزیں ہوگا۔ ہم چونکہ کچھ کر نہیں سکتے تھے اس لئے سب معاملات اللہ کے سپرد کرتے ہوئے تعلیم جاری رکھنے کا فیصلہ کیا مگر افسوس کہ دیوبند میں داخلہ ممکن نہ تھا اور حضرت قاضی صاحب زیادہ عرصہ ہمیں ٹھہرا نہیں سکتے تھے چنانچہ تین روز تک اپنے ایک مخلص دوست مولانا عبدالرحمٰن پونچھی کی مسجد میں ٹھہرنے کا انتظام کیا اور اس دوران تھانہ بھون پہنچ کر حکیم الامت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں داخلہ لینے کا فیصلہ کیا۔

البتہ دیوبند کے تین روزہ قیام کے دوران اللہ کریم کے فضل و کرم سے شیخ المحدثین حضرت مولانا ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ سے سماعت کا شرف حاصل ہوگیا جس کے بعد تیسرے روز حضرۃ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اور قاضی مطیع اللہ صاحب کو تھانہ بھون لیجا کر داخل کرا دیا۔

خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون

تھانہ بھون کا مدرسہ دراصل قرون اولیٰ کے خانقاہی نظام کا اعادہ تھا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلے کے مجدد تھے اور اگرچہ آپ انتقال فرما چکے تھے مگر یہاں کے ماحول اور نظم و ضبط سے حضرت کی موجودگی کا احساس ہوتا۔ خانقاہ شریف کے مہتمم حضرت مولانا محمد حامد چونکہ حضرۃ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ تھے اس لئے آپ کی کوشش ہوتی کہ یہ نظام اسی نہج پہ چلایا جائے۔

تھانہ بھون

تھانہ بھون کو مسجدوں کی بستی کہنا زیادہ مناسب ہوگا مگر بدقسمتی کہ 1947 کے بعد اکثر مساجد کی حالت کچھ اس طرح تھی کہ دیکھ کر بے ساختہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ یاد آتے:

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

اور رہتے بھی کیسے کہ کچھ تو غدر میں کام آچکے تھے جو بچ گئے وہ پاکستان ہجرت کر گئے تھے اور جو غربت زدہ طبقہ بھاگ نہیں پایا وہ تقسیم کے بعد نو آباد ہندو قوم کی غیر مشروط غلامی میں آگیا تھا چنانچہ غیر آباد مساجد کی اس قدر بے حرمتی کہ دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا۔ اکثر مساجد آوارہ کتوں اور جانوروں کا بسیرا بنی ہوئی تھیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا تکوینی انتظام تھا کہ تقسیم کے بعد بڑے بڑے علما ہندوستان میں رہ گئے تھے اور ان کے قریب رہنے والے لوگ عملاً مسلمان تھے ورنہ دور دراز خاص کر

Marfat.com

دیہی علاقوں میں بھی اگر چہ لوگ کلمہ پڑھتے اور بچوں کے اسلامی نام رکھتے مگر اس سے آگے کچھ نہ تھا۔اس پس منظر میں ہندوستانی مدارس کے مالی حالات بہت مخدوش تھے خانقاہ شریف میں بھی ایسے ہی حالات تھے۔دو وقت کا کھانا دراصل ایک وقت کے کھانے کے مساوی بھی نہ ہوتا اخباری کاغذ کی طرح دو چپاتیاں پھونک مارنے سے اڑ جاتیں۔

یہ عشق نہیں آساں ، فقط اتنا ہی سمجھ لیجیے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

جگر مرادآبادی

نوٹ: یہاں تھانہ بھون میں ہمارے ساتھ کشمیر کے حاجی محمد اسماعیل بکروال کے خاندان سے تعلق رکھنے والے چند طلبہ بھی زیر تعلیم تھے۔

امامت

ابھی جو حالات میں نے بیان کیے۔ان کی روشنی میں خانقاہ شریف کی انتظامیہ اور بچے کھچے پسماندہ مسلمانوں کی خواہش تھی کہ جہاں تک ممکن ہو مساجد پھر سے آباد کی جائیں لہٰذا جہاں بھی کوئی مسلمان مسجد کے قریب رہتا اور اس کی خواہش ہوتی کہ وہ نماز پڑھے نہ پڑھے مگر مسجد سے اذان کی آواز ضرور آئے وہ خانقاہ میں آکر اس شرط پہ درخواست کرتا کہ انتظام کی صورت میں وہ امام و مؤذن کو دو وقت کا کھانا مہیا کرے گا۔

چنانچہ اسی طرح کی ایک درخواست پر مفتی مطیع اللہ صاحب کو امامت کیلئے منتخب کرلیا گیا۔اب اگر چہ تنہائی کے زہر آگیں تصور سے دل میں ایک میخ سی چبھتی محسوس ہوئی مگر پھر خیال آیا کہ چلو کوئی بات نہیں انہیں پیٹ بھر کے کھانا تو ملے گا اور جب کبھی خانقاہ شریف میں روٹی بند ہو جایا کرے گی تو میں بھی ان کے پاس چلا جایا کروں گا مگر

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان پھر بھی کم نکلے

غالب

تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی

ایک اردو محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کہ جب تک آسمان پہ کوئی فیصلہ نہ ہو جائے انسان محض تدبیر سے حالات نہیں بدل سکتا چوں کہ تدبیر اسی وقت کام آتی ہے جب تقدیر کے موافق ہو جائے۔لہٰذا نتائج تک انسان کو اپنی حیثیت کے مطابق تدبیر کرتے رہنا چاہیے۔

زندگی ایک کٹھالی ہے، پگھل کر جس میں
نت نئی شکل میں ڈھلنا ہی مقدر ٹھہرا
ہر گھڑی اک نئی تدبیر کا تیشہ لے کر
اپنی تقدیر بدلنا ہی مقدر ٹھہرا

صدیق سورج

Marfat.com

جیسا کہ میں نے عرض کیا تقسیم وغدر کے دوران یا تو بہت سے مسلم خاندانوں کے خاندان شہید کر دیئے گئے تھے اور جو بچ گئے ان میں سے صاحب حیثیت مسلمانوں کی اکثریت پاکستان آ گئی تھی باقی بچے کھچے غریب ونادار اور بے سہارہ مسلمان تھے جو تقسیم کے بعد ان علاقوں میں ہندو ونو آباد کاروں کی اکثریت کے باعث ان کے دست نگر ہو کر رہ گئے تھے جبکہ اس علاقے میں اکثریت دلت قوم کے لوگوں کی تھی وہ بھی اپنا تشخص برقرار نہ رکھ سکے لہٰذا ان کی اکثریت دو وقت کی روٹی کے عوض ہندو قوم کے مقابلے میں کی کمین سے زیادہ نہ تھی۔

چنانچہ مسجد کی امامت کا تصور یہ تھا کہ ایک ایسا فرد جو مسجد کی صفائی و چوکیداری بھی کرے، کنوئیں سے پانی بھی بھرے اور پانچوقتہ اذان اور نماز کی امامت بھی کرائے اور اس کے عوض میں مقامی لوگ ہندوؤں کے گھروں سے پانی بھرنے اور صفائی سمیت باقی خدمات کے عوض حاصل کردہ روٹیوں میں سے امام صاحب کو بھی پیٹ بھرنے کیلئے دو وقت کی روٹی دیدیا کریں۔

چنانچہ ایک روز جب میں نے مفتی مطیع اللہ صاحب کی امامت اور اس کے معاوضہ سے مستفید ہونے کا فیصلہ کیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ روٹیاں باسی اور سالن کا ذائقہ بدل چکا تھا میں نے انہیں مشورہ دیا کہ خانقاہ شریف واپس چلو تو مفتی صاحب نے بتایا کہ اس امامت پر بھیجتے وقت حضرت مولانا محمد حامد نے ثابت قدمی کیلئے دعا کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر تم نے کوتاہی برتی یا واپس آ گئے تو دوسری جگہ امامت بھی نہیں دی جائے گی اور خانقاہ شریف میں بھی مستقل کھانا بند کر دیا جائے گا یعنی

تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

اقبالؒ

میں نے اسی وقت سے پیٹ بھرنے کی تمنا ترک کرتے ہوئے صدق دل سے خانقاہی حالات سے سمجھوتہ کرنے کے عہد کے ساتھ ساتھ دعاء کرنا شروع کر دی کہ الٰہ العٰلمین بیشک میں تیرا گنہگار بندہ ہوں اور تو کریم ذات ہے چاہے تو معاف فرما سکتا ہے لیکن اگر سزا دینا ہی میرے حق میں بہتر ہو تو اے اللہ اس امامت کے سوا کوئی دوسری سزا تجویز فرمانا۔

نصیب خفتہ

مگر جب نصیب سویا ہو تو دعائیں بھی ذخیرہ ہوتی رہتی ہیں خصوصاً طلبہ کی دعائیں فراغت کے بعد رنگ لاتی ہیں مگر یہ اس ذات باری کی کریمی ہے کہ وہ کسی کی دعاء ضائع نہیں فرماتا چنانچہ ایک روز اس وقت مجھے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسکتی محسوس ہوئی جب حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ نے طلب فرما کر میری نئی ذمہ داریوں کے بارے میں اس طرح بریف کیا:

''آج سے تمہیں فلاں بستی کی امامت سپرد کی جاتی ہے جس کے ساتھ ساتھ بروقت خانقاہ کی حاضری اشد ضروری ہے اگر

Marfat.com

تمہاری کسی کوتاہی کی وجہ سے تمہیں سبک دوش کرنا پڑا تو یاد رکھو دوسری امامت بھی نہیں ملے گی جب کہ خانقاہ میں مستقل کھانا بھی بند کر دیا جائے گا''۔

اس کے بعد حضرت نے ہمت بندھاتے ہوئے چند دعائیہ کلمات بھی کہے جن کا مفہوم کچھ اس طرح سے تھا:

اچھے اچھوں کے یہاں پاؤں اکھڑ جاتے ہیں
جادہ ٔ حق پہ قدم خوب جما کر رکھنا

حفیظ میرٹھی

میں اللہ تعالیٰ اور حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے حکم کے سامنے انکار یا شکوہ نہیں کرسکتا تھا کہ

ہم تو تقدیر کے بندے ہیں ہمیں کیا معلوم
کون سی بات میں کیا مصلحت یزداں ہے
اور پھر اپنی شکایت سے بھی کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

احمد فراز

بہرحال بامر مجبوری اسی میں بہتری اور خیر کا پہلو سامنے آیا کہ میں دعائیں جاری رکھتے ہوئے ڈیوٹی پر حاضر ہو جاؤں۔ چنانچہ خانقاہ شریف میں اسباق کے بعد کافی فاصلے پر سقّوں (ماشکیوں) کی چھوٹی سی مسجد میں پہنچ کر حالات کا جائزہ لیا تو حساب میں نہ زیاں تھا نہ سود تھا کیوں کہ

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

غالبؔ

جبکہ شام کے وقت میرے ماشکی مقتدی میزبان نے جو میری ذمہ داریوں کی تفصیلات بیان کرنا شروع کیں تو چکر سے آنے لگے۔

''سب سے پہلے وضو کیلئے پانی بھرنا، مسجد کی صفائی کرنا، اذان کہنا اور نماز پڑھانا، کوتاہی کی صورت میں خانقاہ میں شکایت کی دھمکی'' جو نتائج کے اعتبار سے خاصی مخدوش تھی:

اس جہاں میں تو اپنا سایہ بھی
روشنی ہو تو ساتھ چلتا ہے

حمایت علی شاعر

خانقاہ شریف میں اسباق کے بعد دن بھر اس پُر مشقت امامت کے تمام تقاضے پورا کیے اور بھوک سے نڈھال

Marfat.com

کھانے کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے کافی رات گزر چکی تھی کہ سقّہ صاحب اپنی تمام ذمہ داریوں سے فراغت کے بعد کہیں سے آ نمودار ہوئے۔ میں نے جب کھانا سامنے رکھا تو محسوس ہوا کہ اس سے بو آ رہی ہے جب دیے کی روشنی میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ چپاتیوں کو پھپھوندی (Mould) لگ چکی تھی اور ترکاری کا ذائقہ اور رنگ دونوں بدل چکے تھے مگر چوں کہ اضطراری حالت طاری تھی لہٰذا یہی فیصلہ کیا کہ سانسیں بحال رکھنے کیلئے چند لقمے تناول کرنے میں کوئی قباحت نہیں:

کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجیے
ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں' سو وہ بھی نہ ہوا

غالبؔ

بعد میں معلوم ہوا کہ سقّہ صاحب جو دن کو پانی بھرتے ہیں اس کے عوض انہیں ہندو صرف کھانا دیتے ہیں جو اکثر باسی ہوتا ہے اور دسرے روز امام صاحب کو پہنچنے والا کھانا کم از کم تین روز باسی ہو چکا ہوتا ہے۔ ان حالات میں امامت با مشقت تو گوارا تھی کم از کم آخرت میں اجر کی توقع کی جا سکتی تھی مگر پھپھوندی دار (Moulded) کھانا دیکھ کر زباں پہ بے ساختہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" جاری ہو گیا چند روز بعد جب میں نے اپنے حالِ پہ غور کیا تو ساحر لدھیانوی صاحب کی نسبت ذوق امید کی مرگ ناگہانی کا پورا یقین ہو چکا تھا:

موت آ گئی نہ ہو مرے ذوقِ امید کو
محرومیوں میں کیف سا پانے لگا ہوں میں

مگر صد شکر کہ اس وقت تک مفتی مطیع اللہ صاحب کو مجھ سے ذرا بہتر امامت مل چکی تھی۔ یہ دلت برادری کی ایک مسجد تھی ان کے ہاں بھی کھانا اگرچہ ہندوؤں کے گھروں سے آتا مگر یہ لوگ انہیں بروقت تازہ کھانا دیدیتے لہٰذا میں نے مفتی صاحب کی طرف سے مستقل دعوت ملنے پر سقّوں کی امامت کو خیر باد کہہ دیا۔ اس حکم عدولی کی بنا پر خانقاہ سے مستقل کھانا بند رکھنے کی سزا سنائی گئی مگر میرا انتظام ہو چکا تھا اس لئے خاموش رہا اور اس کے بعد ایک آدمی کے کھانے پہ ہم دونوں آخر تک گزارا کرتے رہے۔

مسلسلات

"مسلسلات" رسول اللہ ﷺ کے ان فرامین و معمولات پر مشتمل حدیث کی کتاب ہے جس میں آپ ﷺ نے کوئی عمل اختیار کرنے کا حکم دیا یا خود کوئی عمل کیا۔

ان دنوں ہندوستان کے اکثر مدارس کے طلبہ فراغت کے قریب یا فوراً بعد مظاہر العلوم سہارنپور حاضر ہوتے جہاں محدث العصر حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ اس طرح "مسلسلات" پڑھاتے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ کا معمول یا حکم مذکور ہوتا وہاں رک کر تمام طلبہ و اساتذہ وہ کام کرتے۔ مثال کے طور پہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے مسواک فرمائی تو سب مسواک کرتے جہاں وضو کا ذکر ہوتا سب وضو کرتے۔

Marfat.com

"مسلسلات" پڑھنے کا دیگر برکات کے علاوہ عملاً یہ فائدہ ہوتا تھا کہ طلبہ اساتذہ کو عمل کرتے دیکھ کر عمل کا طریقہ سیکھ جاتے۔

حضرۃ استاذ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم دیوبند میں اسباق ختم ہو چکے تھے لہٰذا امتحانات کا نتیجہ آنے تک آپ سہارنپور "مسلسلات" میں شرکت کیلئے تشریف لائے تو ہم دونوں کو بھی اس سعادت میں شامل ہونے کی دعوت دی تو ہم بھی آ گئے۔ حضرۃ استاذ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سہارنپور "مسلسلات" سے فارغ ہوتے ہی ہمیں ہجرت پاکستان کا پروگرام بتا کر واپس دیوبند تشریف لے گئے اور ہم واپس تھانہ بھون اور پھر حضرت استاذ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے فارغ ہوتے ہی دیوبند آ گئے۔ چنانچہ دیوبند سے رخصت ہوتے ہی یہ طے پایا کہ شاید پھر موقع نہ ملے اور اب حالات پہلے سے کافی بہتر ہیں لہٰذا پہلے راجوری پہنچ کر کم از کم اپنے بزرگوں کی قبور کی زیارت و فاتحہ کہہ لیں۔

چڑہان واپسی

اس ارادے کے ساتھ ہی سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوا کہ نہ تو کپڑے ہیں اور نہ ہی سفر خرچ مگر ہمارے ان حالات سے واقف ایک محسن نے تھانہ بھون کے ایک ٹھیکیدار جو نسباً قریشی اور پیشے کے اعتبار سے قصاب تھے انہیں اطلاع کر کے ہماری اعانت کی درخواست کی۔ اللہ کریم ان صاحب کو اپنے شایان شان اجر عطا فرمائے اس کے تعاون سے راجوری پہنچے۔

چنانچہ ہم جب چڑہان پہنچے ہیں تو عجیب ہولناک منظر تھا سوائے حضرۃ استاذ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چچا میاں عالم دین مرحوم کی باڑہی (مویشی خانہ) کے کوئی مکان نہ مکیں۔ تمام مکانات ہندوؤں نے جلا دیئے تھے۔ مال مویشی ہانک کر لے گئے تھے اور ہمارے خاندان کے چند افراد کے سوا سارے ہجرت کر کے پاکستان پہنچ چکے تھے۔ میاں عالم دین مرحوم کی باڑہی میں رات گزار کر صبح سفر پاکستان کا ارادہ تھا کہ اچانک مفتی مطیع اللہ صاحب کے والد حافظ سائیں عبد الرحمٰن صاحب تشریف لے آئے جن کی زبانی معلوم ہوا کہ خاندان بعد از خرابیٔ بسیار مگر بخیریت پاکستان پہنچ چکا ہے اور وہ بھی پاکستان سے محض ہماری تلاش میں واپس آئے ہیں۔

کوئی بتائے کہ پیچ و خمِ حیات سے ہم
گذرتے ہیں کہ ہمیں پیچ و خم گذارتے ہیں

اقبال کوثر

ہجرت

چنانچہ صبح کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ سمیت چڑہان و منہوٹ کے دونوں قبرستانوں میں قبور پہ فاتحہ خوانی کے بعد روانہ ہوئے اور برادر میاں محمد زمان کی راہنمائی میں رات کے وقت سوہانہ کے مقام سے بارڈر

Marfat.com

کراس کیا۔ اس طرح اگلی صبح بروز بدھ یکم رمضان المبارک ۱۳۸۶ ہجری-۱۴ دسمبر ۱۹۶۶ء کا پہلا روزہ پاکستان کی حدود میں رکھا۔ جہاں رمضان شریف گزرتے ہی حضرۃ استاذ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ عربیہ گوجرانوالہ میں تدریس اور ہم دونوں نے تعلیم کا آغاز کر دیا جہاں سے 1969ء میں فاضل اور درس نظامی مکمل کرنے کے بعد 1970 میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورہ حدیث مکمل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور اسی سال میرپور آ کر شادی کر لی۔

اساتذۂ کرام

منہوٹ

حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ — والد بزرگوار

حضرت مولانا حکیم محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ — دادا جان

چڑہان

حضرت قاضی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

سرینگر

حضرت مولانا عبدالکبیر رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم دیوبند

تین روزہ سماعت از حضرت الشیخ علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

تھانہ بھون

مولانا محمد حامد خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہما

مظاہر العلوم سہارنپور

محدث العصر حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ عربیہ گوجرانوالہ

شیخ الجامعہ حضرت مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ مفتی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

جامعہ اشرفیہ لاہور

استاذ الکل حضرت مولانا رسول خان

حضرت مولانا محمد ادریس کاندہلوی

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی

حضرت مولانا عبید اللہ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، رحمہم اللہ تعالیٰ

جامعہ اُم القریٰ مکہ مکرمہ

الشیخ عبداللہ آل یحی، الشیخ عبدالرحمٰن اسماعیل کے علاوہ دوران تعلیم الاستاذ محمد قطب، الشیخ سید سابق، امام الحرم الشیخ محمد بن عبداللہ السُّبیّل اور الشیخ عبداللہ عبدالغنی الخیاط کی مجالس میں حاضری اور شرف زیارت۔

نوٹ: جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ اور چڑہان کے علاوہ تمام سفر میں حضرت مولانا مفتی مطیع اللہ صاحب ہمسفر رہے ہیں۔

اولاد

حضرت صاحبزادہ صاحب کی اہلیہ رشیدہ بیگم دختر میاں محمد شفیع فتح پوری مرحوم ایک صابرہ وشاکرہ اور سگھڑ خاتون ہیں جن کے بطن سے اولاد کی تفصیل اس طرح ہے۔

شاہد الرحمٰن، جاوید الرحمٰن۔ سجاد الرحمٰن، سلمیٰ بیگم، نجمہ بیگم، عاصمہ بیگم، تہمینہ بیگم

تدریس

۲۴ سال سے دار العلوم الاسلامیہ F/2 میر پور میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہیں جبکہ بارہ سال سے حدیث پڑھانے کا شرف حاصل ہے اور اب پانچ سال سے شیخ الحدیث ہونے کا۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہمارے خاندان میں ہمیشہ سے جید علما موجود رہے ہیں اور اس وقت بھی نہ صرف موجود ہیں اور شاید کشمیر کے کسی ایک خاندان میں بیک وقت اتنے علما و عالمات موجود نہ ہوں مگر دورہ حدیث پڑھانے میں حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کو اولیت کا اعزاز حاصل ہے جس پہ راقم الحروف کو بجا طور پہ فخر ہے اور ہمیشہ دعا گو رہتا ہے۔

Marfat.com

30 : حضرت مولانا محمد رفیق قریشی ایم اے

حضرت مولانا محمد رفیق بن میاں عبداللہ بن میاں محمد بن عطاء محمد بن فضل دین بن بخت جمال بن عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا کی والدہ مریم بی بی کو میں نے عالمات قریش میں شمار کیا ہے اور اس کی تفصیل اپنے مقام پر موجود ہے۔ مولانا کے والد آپ کے بچپن میں وفات پا گئے تھے لہٰذا والدہ کو دوسرا نکاح کرنا پڑا۔ اس طرح مولانا کا بچپن آزمائش میں گزرا جس دوران آپ نے ایک خواب دیکھا کہ والدہ زمین سے سفید موتی چن کر انہیں ہار پہنا رہی ہیں۔ صبح جب والدہ کو تفصیل بتائی تو بہت خوش ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو بڑا عالم بنائے گا جن حالات میں یہ خواب دیکھا یا اس کی تعبیر بیان کی گئی تھی اس وقت بظاہر ایسے حالات نہ تھے جن میں تعبیر ظاہر ہو سکے لیکن 1965ء کی ہجرت نے مولانا کی زندگی میں رنگ بھر دیا لہٰذا اب یوں کہہ سکتے ہیں کہ

یارو نئے موسم نے یہ احسان کیے ہیں
اب یاد مجھے درد پرانے نہیں آتے

بشیر بدر

ہجرت کے بعد مولانا کا علم کی سرزمین گوجرانوالہ پہنچنا اسی طرح ہے جیسے پیاسے کو سمندر مل جائے کیوں کہ یہ دور گویا گوجرانوالہ کے علمی عروج کا تھا وقت کے مشاہیر علمائے کرام علمی افق پر آفتاب و مہتاب کی طرح نور فگن تھے جبکہ مولانا عزم کر چکے تھے کہ

اب مجھے نے نہیں میکدہ چاہیے
کچھ نہیں اور اس کے سوا چاہیے

بشیر بدر

مولانا نے اگرچہ جامعہ عربیہ سے ہمارے ساتھ دورۂ حدیث کیا مگر آپ نے شہر کے دیگر مشاہیر سے بھی استفادہ کیا اس طرح آپ ایک جید عالم دین کی حیثیت سے ابھرے لہٰذا آپ کے جملہ اساتذہ کرام کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

Marfat.com

ابتدائی تعلیم

☆ مریم بی بی (والدہ)	بیلہ مضافات راجوری
☆ حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم رحمہ اللہ تعالیٰ	منہوٹ
☆ استاذ الکل حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہ اللہ تعالیٰ	منہوٹ

گوجرانوالہ

☆ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید رحمہ اللہ تعالیٰ	مدرسہ نصرۃ العلوم
☆ حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ تعالیٰ	گوجرانوالہ
☆ حضرت مولانا شیخ الجامعہ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ	جامعہ عربیہ
☆ حضرت شیخ الحدیث مولانا معین الدین خٹک رحمہ اللہ تعالیٰ	جامعہ عربیہ
☆ حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی نذیر احمد دامت برکاتہم	جامعہ عربیہ
☆ حضرت مولانا قاضی عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ	جامعہ عربیہ
☆ حضرت مولانا حافظ محمد انور القاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ	جامعہ عربیہ
☆ حضرت مولانا حافظ محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم	جامعہ عربیہ
☆ حضرت مولانا قاضی مطیع اللہ صاحب دامت برکاتہم	جامعہ عربیہ

اور اب چوں کہ مولانا نے ایم اے بی ایڈ کر لیا ہے اسی حساب سے اساتذہ کی فہرست بھی طویل ہے مگر میں نے اختصار کیا ہے۔

ہجرت کے بعد اگرچہ پاکستان میں آپ کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا بہت معقول انتظام کیا۔ گوجرانوالہ چوک نیائیں میں مسجد مولوی محمد حسین مرحوم اوقاف کی تحویل میں تھی جہاں خدمت کیلئے ایک آسامی خالی تھی مولانا اس آسامی پر نگینے کی طرح فٹ بیٹھ گئے۔ محراب کے ساتھ بغلی قبر نما حجرہ آپ کے آتش فشاں شباب کی ضمانت تھا۔ وقت کے حساب سے معقول تنخواہ آپ کی شکم پری کے علاوہ ہمارے کام بھی آتی تھی اور جب آپ فارغ ہوئے تو اللہ کریم نے ایک خوبصورت وخوب سیرت بیوی کا انتظام بھی کر دیا جو سراسر ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور راقم الحروف کی درویشانہ دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت مولانا قاضی مطیع اللہ صاحب دامت برکاتہم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن دامت برکاتہم اور ہم سب کے مہمانوں سے بھی فالتو دعائیں جمع کر لی تھیں جو آپ کے بہت کام آئیں۔ اس وقت مولانا محکمہ تعلیم میں معزز عہدے پر فائز ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت ولگن میں بہت برکت پیدا کر دی ہے کیوں کہ پانچ بچوں میں سے بڑا بیٹا ضیاء الحق اگرچہ میٹرک کے بعد تعلیم جاری نہیں رکھ سکا

Marfat.com

تاہم چھوٹا بیٹا عطاء الحق MSC اکنامکس اور بی ایڈ کے بعد ان دنوں لندن میں اعلیٰ تعلیم میں مصروف ہے، بیٹی راشدہ فاطمہ ایم اے عربی اور بی ایڈ کے بعد ایم فل کی طالبہ ہیں۔ جبکہ ماجدہ فاطمہ نے کیمسٹری میں MSC اور بی ایڈ کر لیا ہے۔ مولانا کا سب سے چھوٹا بیٹا سجاد الرحمٰن حافظ قرآن اور بی کام کا طالبعلم ہے۔

برطانیا آنے سے قبل راقم الحروف جامع مسجد اسماعیل خان C/4 میں خطبہ جمعہ دیتا تھا تب سے میرے بعد مولانا یہاں تعینات ہیں جہاں ایک مرتبہ پورے قرآن کریم کا درس دے چکے ہیں اور اگر ہماری درویشانہ دعائیں ساتھ رہیں تو ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔

Marfat.com

31 : مولانا قاضی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی جمعۃ المبارک ۱۱ شوال المکرم ۱۴۲۷ ھجری -3 نومبر 2006ء میرپور آزاد کشمیر

نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهٗ وَمَنْ حَوْلَهٗ وَ زَيَّنَ وَجْهَهٗ

الحاج مولانا قاضی نذیر احمد بن میاں عبدالکریم بن یار محمد بن حضرت مولانا جمال الدین بن حضرت مولانا میاں محمد محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ

دو سال کی عمر مکمل ہونے سے پہلے ہی والدین کی وفات ہو گئی تھی جس کے بعد اپنی بڑی بہن فضل بیگم زوجہ میاں محمد عبداللہ میاں محمد حسین ہمارے والدین کی کفالت میں آگئے تھے۔ چوں کہ آپ عمر میں بڑے تھے اس لئے میرا سارا بچپن اور شباب ان کے سامنے گزرا طبعاً پرندے کی طرح بے ضرر، فرشتے کی طرح معصوم، بچے کی طرح سچے، ممتا کی طرح سچے، معاملات میں بے داغ، قرابت داری میں بے لاگ، شرعی حدود پر سختی سے پابند، کارِ خیر میں دوسروں سے آگے، شر سے ہمیشہ دور، اپنے اسلاف کی عظمتوں کے امین، سارا شباب اور تمام صلاحیتیں اللہ کی راہ میں خود بھی صرف کرنے والے اور بیالیس سال تک مسلسل دوسروں کو بھی روزانہ پانچ وقت اسی کارِ خیر ’’ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ () حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ () اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ () لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ‘‘ کی طرف بلانے والے۔

آپ نے اپنے شباب میں ہجرت کی ہے اور میں بچپن سے دیکھتا آیا ہوں کہ اولاد میں سب سے زیادہ وہی والدین کا خیال اور سب کو ایک دوسرے کے قریب رکھتے اور تادمِ آخر یں ان کا یہی معمول رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مجھے ہجرت کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ہمارے تایا زاد ہیں۔ اس روز سے وہ مجھے سب بہن بھائیوں سے اور بھی زیادہ عزیز تھے۔ ہم سب نے میرپور سے اکٹھے تعلیم شروع کی تھی جس کے بعد باقی سب بھکھی اور گوجرانوالہ چلے گئے تھے مگر آپ پرانے میرپور سے حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب لدڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وابستہ ہوئے تھے اور آپ کے وصال کے بعد بھی مرکزی جامع مسجد کے حجرے تک اپنے آپ کو محدود رکھا:

وہاں پہ اب بھی ستارے طواف کرتے ہیں
وہ جس مکاں میں ، جس گلی میں رہتا تھا

امجد اسلام امجد

Marfat.com

اسی دوران حضرت استاذ قاضی محمد عبداللہ رحمہ اللہ نے مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ میں داخل کرائے تھے مگر حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب لدڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت انہیں پھر واپس کھینچ لائی۔ وہ فنافی الاستاذ کے مقام پہ تھے اس لئے حضرت بھی تادم آخریں ان پہ سایہ فگن رہے۔

میں نے ساری زندگی انہیں کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا۔ وہ اپنی ہم عمر نسل میں سب سے زیادہ محبوب محترم اور پاکدامن شخصیت تھے۔ والدین سمیت پورا گاؤں ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ 2010ء میں سفر راجوری کے دوران بہت سے لوگوں نے انہیں بہت اچھے الفاظ میں یاد کیا اور دعائیں دیں۔

ہجرت کے وقت ہماری بہن شمشاد اور ان کی بہن فضل بیگم راجوری ہی میں رہ گئی تھیں لہٰذا کسی نہ کسی طرح صلہ رحمی کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتے رہتے۔ میں برطانیہ میں تھا اس کے باوجود بڑے بھائی کی حیثیت سے آخر وقت تک انہوں نے صلہ رحمی ملحوظ رکھی۔ جیسا کہ آئندہ واقعات سے ثابت ہوگا کہ وہ زندگی بھر قرابت اور صلہ رحمی کے معاملات میں کتنے مستعد رہے۔ ہم سب آپ کے ممنون ہیں مگر ان کے ذمہ کسی کا کوئی بقایا نہیں تھا۔

مرکزی جامع مسجد میرپور کے حجرے سے سفر آخرت پر

عَلَیْهِ سَلَامُ اللّٰہِ وَقْفًا فَاِنَّنِیْ

اَرَی الْمُوْتَ وَقَّاعًا بِکُلِّ شَرِیْفٖ

فارعة، ترثي اخاها الوليد

ترجمہ: دعا ہے کہ اللہ کریم کی طرف سے سلامتی ہمیشہ انکے شامل حال اور ان کے لئے وقف رہے پس میں دیکھ رہا ہوں کہ ہر شریف انسان پہ عزت کی موت واقع ہونے والی ہے۔

☆ ہمیشہ کی طرح تہجد کے بعد تسبیحات مکمل کرتے ہوئے اذان کہی۔

☆ نمازِ فجر باجماعت ادا کی۔

☆ تلاوت سے فارغ ہو کر مسجد بند کر کے باہر نکلے پر نور چہرے پہ مسکراہٹیں سجائے دوستوں سے ملے، ہلکا سا ناشتہ کیا اپنے مشفق استاذ حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی امانت اور یادگار مرکزی جامع مسجد کی صفائی کی، صفیں اور ان پر قالین بچھائے جو جمعہ کا معمول ہے۔

☆ اپنے پہنے ہوئے کپڑے دھوئے سنتِ رسول ﷺ کی اتباع میں لبیں تراشیں، غسل کیا، نئے کپڑے پہنے،

☆ مدینة الرسول ﷺ سے میرے ہاتھ منگوائی ہوئی آقائے دوجہاں ﷺ کی پسندیدہ خوشبو مِسکِ اَبیَض مسنون گھنی ڈاڑھی پہ لگائی، شیشے کے سامنے کنگھی کی۔

☆ مدینة الرسول ﷺ سے میرے ہاتھ منگوایا ہوا رومال کندھے پہ رکھا، سر پہ ٹوپی پہنتے ہوئے گھڑی دیکھی سوا بارہ بج رہے تھے۔

Marfat.com

☆ اس کا مطلب ہے اذان میں پندرہ منٹ باقی ہیں، چلو دس منٹ لیٹ جاتے ہیں، بستر پہ دراز ہوتے ہی دیکھا تو سامنے اللہ کریم کا پیغام برانہیں پکار رہا ہے،

"یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ () ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً () فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ () وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ" الفجر ۲۷ – ۳۰

اے نفسِ مطمئن (اٹھو) واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی پس شامل ہو جاؤ میرے (خاص) بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں:

اور پھر اس کے ساتھ ہی:

هَدَمَ الزَّمَانُ بِمَوْتِهِ الْحِصْنَ الَّذِیْ
کُنَّا نَفِرُّ مِنَ الزَّمَانِ اِلَیْهِ

ابو عبد اللّٰه الحسین بن الحجاج

ترجمہ: ان کی موت کے ساتھ ہی وہ محفوظ پناہ گاہ بھی منہدم ہوگئی جہاں ہم زمانے کی تلخیوں سے بھاگ کر بھی پناہ لیا کرتے تھے۔

خدائی اہتمامِ خشک و تر ہے
خداوندا خدائی دردِ سر ہے
و لیکن بندگی اَستَغفِرُ اللّٰہ
یہ دردِ سر نہیں دردِ جگر ہے

اقبالؒ

تقریر کرنا یا کہنا تو بہت آسان ہے مگر عملاً پوری زندگی پھونک پھونک کر قدم رکھنا اور یہ دردِ جگر پالنا۔

☆ ۴۲ سال تک اپنے استاذ نَوَّرَاللّٰہ مَرْقَدَہٗ کی یادگار جامع مسجد کی دیکھ بھال کرنا، بروقت اذان کہنا استاذ نَوَّرَاللّٰہ مَرْقَدَہٗ کی اولاد سے رشتہ پالنا اور وفاء کرنا، ہر ایک سے مراسم پالنا ﴿اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ () لقمٰن / ۱۷﴾ بہت حوصلے، ہمت اور نصیب کی بات ہے یعنی

یہ عشق نہیں آساں ' فقط اتنا ہی سمجھ لیجیے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

جگر مرادآبادی

☆ ساڑھے بارہ کے بجائے پانچ منٹ جب اذان میں تاخیر ہوگئی تو مدرسے کے بچے بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

☆ استاد جی اُٹھو اذان میں تاخیر ہوگئی۔

☆ بچوں نے جواب نہ پا کر اساتذہ کو اطلاع دی، ڈاکٹر بلایا گیا مگر ۴۲ سال کے شب و روز پہ گواہ حجرے کا سناٹا، مسجد کے درو

Marfat.com

دیوار اور بلند مینار زبانِ حال سے پکار رہے تھے " قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى " اَلا عْلٰی ۱۴
۱۵ -

یقیناً فلاح پا چکا جس نے پاکیزہ زندگی بسر کی، اپنے رب کے نام کا ذکر بلند کرتا اور نماز پڑھتا رہا۔

اور اس طرح ہر دوائی سے بے نیاز ہو کر وہاں پہنچ چکے تھے جہاں ہر بیماری اور دکھ کی جزاء ملتی ہے اور اس طرح یہ 61 سالہ مہلتِ عمر اس تجربے کے ساتھ مکمل ہو گئی کہ

صدیوں کی زندگی ہے ایسا گمان تھا
دیکھا تو ایک سانس کا سارا جہان تھا

ندیم نیازی

یَوْمُ الْجَزَاءِ

قیامت کا ایک نام ہے "یَوْمُ الْجَزَاْ" یعنی اچھے اعمال کا صلہ پانے کا دن۔

حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں کوئی بھی ہستی یا عدالت ایسی نہیں جو انسان کو اس کے اچھے اعمال اور قربانیوں کا صلہ اس طرح عطا کر سکے کہ " فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَه' ۝ الزّلزال ۷/

جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے پا لے گا۔

وہ لوگ جو ساری زندگی دوسروں کیلئے جیتے یا دوسروں کی خاطر بالآخر جانیں قربان کر دیتے ہیں یہ عین انصاف کا تقاضا ہے کہ انہیں بھی اعزاز سے نوازنے کیلئے کوئی جلسہ منعقد ہو، کوئی کچہری بیٹھے اور بلا کر عزت سے نوازا جائے۔ بس یہ آخرت ہی کا دن ہو سکتا ہے اور اللہ ہی کے شایانِ شان ہے۔ اسی دن کو شریعت کی اصطلاح میں "یَوْمُ الْجَزَاْ" کہا جاتا ہے

-

اور قیامت کا دوسرا نام ہے " يَوْمُ الدِّيْن "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ الفاتحہ ۴ : یعنی بدلے اور جزا کے دن کا تنہا، بااختیار اور انصاف کرنے والا مالک۔

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اس دنیا میں کتنے ملاعنہ و فراعنہ ، دجاجلہ و جبابرہ اور اکاسرہ و قیاصرہ ایسے ہیں جن میں کے ایک ایک کے دامن پہ لاکھوں معصوم لوگوں کے خون کے دھبے ہیں ، بڑے بڑے ڈاکو ہیں ، اغوا برائے تاوان کے مجرم ہیں ، کتنے ہیں جنہوں نے لوگوں کی بیٹیاں اغوا کر کے چکلے آباد کئے اور غلاظتوں کی دلالی کی اور کتنے اجتماعی زیادتیوں Gang-rapes کے مجرم کبھی سلاخوں کے پیچھے نہیں گئے اس معاشرے میں کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ " وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَّرَهٗ " الزّلزال ۸

جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا یعنی اس کی سزا بھگتے گا۔

کے اصول کے تحت کسی کو سزا ملی ہو پھر یہ کیا انصاف ہے کہ یہ لوگ وہاں بھی بچ نکلیں۔ یہ عین انصاف کا تقاضا

Marfat.com

ہے کہ کوئی ایسی عدالت قائم ہو جہاں اعلانیہ ان کو بلایا جائے اور ہر مظلوم کے سامنے ان کو سزا ملے۔

یہی وہ دن ہے جسے بدلے کے دن ﴿یَوْمُ الدِّیْن﴾ کا نام دیا گیا ہے اور یہاں انصاف کی کرسی پر خود اللہ تعالیٰ بیٹھیں گے اور کوئی مجرم بچ نہیں پائے گا یہ اللہ کریم کی طرف سے تسلی اور ڈھارس ہے دنیا کے تمام مظلوموں کے لئے۔

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ () ثُمَّ مَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ () یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا، وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ () الانفطار ۱۷-۱۹

ترجمہ: اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے ہاں تمہیں کیا خبر کہ وہ جزا کا دن کیا ہے یہ وہ دن ہے جب کسی شخص کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا فیصلہ اس دن بالکل اللہ کے اختیار میں ہوگا۔

☆ وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ عُمْرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ عِلْمِہٖ فِیْمَا فَعَلَ وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ وَعَنْ جِسْمِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ

جامع ترمذیؒ، باب : مَا جَاءَ فِی شَانِ الحِسَابِ وَالقِصَاص

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن کوئی انسان اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گا جب تک کہ اللہ کریم کو یہ نہ بتادے کہ اس نے اپنی عمر کس کام میں صرف کی اور جو علم عطا ہوا تھا اس پر کہاں تک عمل کیا اور مال کس ذریعہ سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اپنے جسم سے کیا کیا کام لیے۔

ایک میں ہی نہیں ساری برادری اور میرپور گواہ ہے کہ بھائی نے ساری زندگی طالبعلمی اور مسافرت کے ساتھ ساتھ ہمارے والدین اور اقارب کی خدمت وخیر خواہی میں گزار دی، میں نے ابتدا میں آخری دن کی مصروفیات کا ایک خاکہ پیش کیا ہے اور یہ ۴۲ سال کا معمول تھا اور یہ بھی عملاً ثابت کیا کہ

وَیَکْفِی بِنَا فَضْلًا عَلٰی مَنْ غَیْرِنَا
حُبُّ النَّبِی مُحَمَّدٍ اِیَّانَا

کعب بن مالک الأنصاری رضی اللہ عنہ

دوسروں کے مقابلے میں نبی اکرم حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کی محبت ہی ہمارا اوڑھنا بچھونا طرۂ امتیاز اور سرمایہ افتخار ہے۔

☆ اس پُرفتن دور میں زبان، کان، آنکھ، اور شرمگاہ کی حفاظت اس طرح کہ شاید ہی کبھی کوئی مستحب چھوٹا ہو، بیشک علم اتنا پڑھا نہیں تھا جتنا عمل کیا یہ صرف اُنہیں کا امتیاز ہے، آہ بھائی

لَیْسَ فِیْمَا بَدَا لَنَا مِنْکَ عَیْبٌ
عَابَہُ النَّاسُ غَیْرَ اَنَّکَ فَانِیْ
اَنْتَ نِعْمَ الْمَتَاعُ لَوْ کُنْتَ تَبْقِیْ

Marfat.com

غَیْرَ أَنْ لَّا بَقَاءَ لِلْاِ نْسَانِ

موسی بن یسار المدنی

ترجمہ: آپ بھی فانی ہی تھے ورنہ جو ہم نے دیکھا یا لوگوں سے سنا آپ میں اس کے سوا کوئی عیب نہ تھا آپ ہمارا بہترین سرمایہ تھے مگر موت سے نہ بچ سکے اور افسوس کہ کسی بھی انسان کو یہاں نہیں رہنا ہے۔

☆ مسجد کی خدمت کا کوئی صلہ نہیں لیا تھوڑا سا وظیفہ ملتا تھا درویشانہ انداز میں عسرت سے زندگی بسر کرتے مگر فراخی سے والدین کے علاوہ اقارب واحباب پر خرچ کر دیتے۔

☆ میں جب سے انگلینڈ میں ہوں ہمیشہ اُن سے درخواست کی کہ ایک بار کسی چیز کیلئے کہیں مگر کبھی ایسا نہیں ہوا۔

☆ 2005ء میں نوکیا کمپنی نے ایک نیا موبائل فون متعارف کرایا تو میں نے خرید لیا میرا جی چاہتا تھا کہ اسے بھائی استعمال کریں مگر وہ قبول نہیں کر رہے تھے۔ میں نے باہر کھوکھے پر فون کر کے بلوایا۔ مصنوعی ناراضگی کا اظہار کیا کہ آپ موبائل فون نہیں رکھتے جبکہ آپ کے اندر سے آنے تک انتظار میں میرا پانچ چھ سو روپیہ خرچ ہو جاتا ہے۔ کہنے لگے میں نے تمہیں فون کرنے سے منع کیا تھا مگر تم فضول خرچی سے باز نہیں آئے خط لکھدیتے تو بہتر ہوتا۔ میں نے کہا کہ میں تو خط بھی لکھ لوں گا مگر فون ہوتا تو آپ کا راجوری میں بہن سے رابطہ آسان ہو جاتا اس طرح راجوری میں مقیم بڑی بہن کی جدائی نے ہاں تو کرادی مگر کہنے لگے اس شرط پر قبول کر سکتا ہوں کہ کوئی بہت ہی معمولی قیمت کا ہو۔

میں نے خوش ہو کر وہ موبائل بھیج دیا تو استعمال سے پہلے قیمت معلوم کرنے لوکل فون شاپ پر لے گئے۔ ان صاحب نے بتایا کہ یہ ابھی ہمارے ہاں دستیاب نہیں مگر میں آپ سے پچیس/تیس ہزار روپے میں خرید سکتا ہوں۔ وہیں سے واپس ہوئے اور فون کر کے ناراضگی ظاہر فرمائی کہ میں اسی لئے تو آپ کو فون بھیجنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا تم نے بچوں کا حق مجھے کیوں بھیج دیا؟ تب میں نے عرض کیا کہ میں نے خریدا نہیں بلکہ اپنا استعمال والا آپ کو بھیجا ہے تب جا کر کہیں راضی ہوئے۔

☆ اللہ کریم نے مجھ جیسے گنہگار کو بھی زیارت حرمین کی سعادت نصیب فرمائی ہے۔ میں رخصت سے پہلے برمنگھم سے فون کر کے بہت کوشش کی کہ کوئی فرمائش کریں مگر نہیں بولے۔ میں نے کہا مدینۃ الرسول ﷺ سے بھی کوئی چیز نہیں منگواؤ گے؟

ایک آہ بھر کے ایک رومال اور ایک چھوٹی عطر کی شیشی کے لئے ہاں کر دی جبکہ میرا یقین ہے کہ یہ بھی مدینۃ الرسول ﷺ کا احترام تھا ورنہ زندگی میں کبھی کسی کا احسان مند ہونا گوارہ نہیں کیا جبکہ میں تو چھوٹا بھائی تھا میرا بال بال آپ کا ممنون احسان ہے اس کے باوجود پوری زندگی

وَعِزَّةُ الْمَرْءِ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ
فَلَا تُهِنْ نَفْسَکَ بِالسُّؤَالِ

مصطفی بن زکری

Marfat.com

یعنی انسان کی عزت نفس ہی دراصل اس کا راس المال ہے' لہٰذا کسی کے سامنے دست سوال پھیلا کر اپنی عزت نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہیے، کے اصول پر کار بند رہے

☆ جس سال حج کیلئے تشریف لے گئے تو میں ان دنوں پاکستان تھا رخصت کرتے ہوئے میں نے سفر خرچ اور زرمبادلہ کی دقت سے بچنے کیلئے کچھ پونڈ دینے کی کوشش کی تو فرمایا تمہارے بچے ہیں اس لئے تم سے لیتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے ۔میں نے مصنوعی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ بچوں کا مسئلہ ہے یا نہیں آپ مجھے ثواب سے محروم رکھنا چاہتے ہیں تب جا کر ایک معمولی رقم لینے پر راضی ہو گئے۔

☆ ایک بار پھر سے راجوری جا کر بہن بھائیوں سے ملنے کی خواہش تھی اس کے لئے درخواست بھی دے رکھی تھی میں نے مکہ مکرمہ سے مولوی عبدالرؤف صاحب کے ہاتھ کرایہ بھیجا تھا میرے علم کی حد تک اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی بیلنس نہیں تھا میری دعا ہے کہ وہ بھی انہوں نے خرچ کر دیئے ہوں۔

☆ اک داغِ سجدہ ہی ان کی ساری کائنات تھی یا وہ دعائیں اور آنسو ہیں جو اقارب کے علاوہ علماؤ مشائخ اور ان کے احباب کی طرف سے تھے اور یہ تمام چیزیں اللہ کی بارگاہ میں انمول ہیں:

بس اک داغ سجدہ مری کائنات
جبینیں تری ، آستانے ترے

عدم

میرے لئے ایک اطمینان یہ ہے کہ الحمدُ للہ ایک مسبحہ اور ایک چھوٹی سی کنگھی کے سوا آپ کی جیب سے کچھ نہیں ملا کہ وہ قیامت کے روز لمبے چوڑے حسابات کے پابند ہوں۔

اِنِّی خَرَجْتُ مِنَ الدُّنْیَا وَلَیْسَ مَعِی
مِنْ کُلِّ مَا مَلَکْتُ کَفِّیْ سِوٰی کَفَنِیْ

ترجمہ: میں دنیا سے اس طرح نکلا ہوں کہ سوائے کفن کے (جو میں نے اپنے لئے تیار رکھا تھا) کچھ ساتھ نہیں۔

یہ بات جہاں ان کی سرخروئی پہ دلالت کرتی ہے وہاں ہمارے لئے ان کی طرف سے ایک سبق آموز پیغام ہے جبکہ میری بدنصیبی یہ ہے کہ

فَوَا حُزْنِیْ أَنْ لَّا حَیَاۃَ لَذِیْذَۃً
وَلَا عَمَلُ یَرْضٰی بِہٖ اللّٰہُ صَالِحُ

المبرد

ترجمہ: میرے لئے افسوسناک بات یہ ہے کہ نہ تو (بھائی کی موت کے بعد) زندگی میں کوئی لذت باقی رہ گئی ہے نہ کوئی اچھا عمل ہے کہ جس سے اللہ کریم خوش ہو جائیں۔

☆ کبھی کبھی محسوس ہوتا تھا کہ طبیعت زود رنج ہے مگر جتنی معمولی بات سے رنجیدہ ہوتے اتنی ہی معمولی بات سے خوش ہو جاتے۔

Marfat.com

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کی والدہ بہن رقیۃ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَھَا کا جب انتقال ہوا تو ڈاکٹر صاحب اس وقت ام القریٰ مکہ مکرمہ میں زیر تعلیم اور میں برطانیہ میں تھا، جب وہ رخصت پر گھر آئے تو میں بھی انہی دنوں پاکستان گیا تھا۔

میں مرکزی جامسجد گیا اور مرحوم سے کہا کہ آؤ ایف ون چلیں مولوی عصمت اللہ صاحب سے ذرا تفصیلی ملاقات اور تعزیت کرتے ہیں؟ کہنے لگے آپ کو شاید معلوم نہیں کہ مولوی عصمت اللہ صاحب نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ عرض کیا: ''مجھے نہیں معلوم آپ بتائیں تو سہی''۔ کہنے لگے: ''میری بہن بے بی رقیۃ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَھَا کی تعزیت کرنے میرے پاس نہیں آئے''

پہلے تو میں یہ عقدہ حل نہ کر سکا کہ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اپنی والدہ کی آپ سے کس طرح تعزیت کرتے؟ مگر جب مرحومہ کی سیرت وصورت اور اعلیٰ قسم کے اخلاق کی طرف دھیان گیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ واقعی سب کے دلوں میں بسنے والی بہن تھیں اور بھائی کے جذبات قابل قدر ہیں۔ میں دل ہی دل میں دونوں بہن بھائی کی عظمت کا قائل ہوتے ہوئے ایف ون پہنچ کر ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کو جب یہ بات بتائی تو پہلے انہیں بھی تردد ہوا کہ میری والدہ کے انتقال پر انہیں مجھ سے تعزیت کرنی چاہیے یا مجھے ان سے؟

بہن رقیہ بیگم

بہن رقیہ بیگم دختر میاں محمد حسین حضرت مفتی ہاشم الدین رحمہم اللہ ہماری تایازاد اور چڑہان سے منہوٹ بیاہی گئی تھیں، صورت وسیرت کے اعتبار سے بہت ممتاز تھیں خاص کر اس پیڑھی میں میں نے اتنی حلیم وکریم خاتون نہیں دیکھی ۔ مجھے یاد ہے کہ جب کبھی میکے آتیں تو اہتمام سے ملتیں اور سب سے پیار کرتیں۔ مگر وہ ہجرت کے کچھ عرصہ بعد واپس راجوری چلی گئی تھیں اور وفات کے وقت وزٹ پہ آئی ہوئی تھیں جس کے باعث پرانی یادیں تازہ ہو رہی تھیں کہ اسی دوران انتقال ہو گیا۔ جبکہ بھائی صاحب اپنی تایازاد بہنوں کو حقیقی کی نظر سے دیکھتے اور معاملات کرتے تھے۔ لہٰذا ان کے نزدیک وہ باقی رشتوں میں بٹنے سے پہلے ان کی بہن تھیں۔

آج کی نسبت چوں کہ وہ زمانہ قرون خیر کے زیادہ قریب تھا میں نے بھائی کے اخلاص کا ذکر کیا تو ڈاکٹر صاحب تعزیت کی نیت سے میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے اور ایسی ماں کے بیٹے کو یہی زیب بھی دیتا تھا۔ چنانچہ ہم دونوں مولوی عبدالرؤف صاحب کو ساتھ لے کر جب مرکزی جامع مسجد پہنچے اور عرض کیا کہ مولوی عصمت اللہ صاحب اپنی والدہ کی وفات پر آپ سے تعزیت نہیں کر سکے جس کا انہیں افسوس ہے تو اتنے خوش ہوئے کہ جیسے کسی معصوم سے بچے کو بہت سے کھلونے مل گئے ہوں۔ آج اس بات کو یاد کر کے میں سوچتا ہوں کہ آپ کے دل میں رشتوں کا کتنا احترام تھا اور یہ بھی محض اللہ کی رضا کے لئے۔ مگر یہ مقام عبدیت پانے کیلئے بڑے نصیب کی ضرورت ہے جو ہر ایک کو نہیں ملتا۔

Marfat.com

حدود ذات سے باہر نکل کے دیکھ ذرا
نہ کوئی غیر نہ کوئی رقیب لگتا ہے

جاں نثار اختر

ایک مرتبہ میں نے اپنے نام آپ کے خط میں ایک فنی غلطی کی نشاندھی کردی۔ اس پر رنجیدہ ہو گئے اور والد صاحب کو شکایت بھی کردی کہ اشرف نے چھوٹا ہونے کے باوجود بڑا ہونے کا احساس دلایا ہے۔ اس بات پر مجھے والد صاحب سے ڈانٹ بھی پڑی جس کے بعد میں نے معذرت کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی ایسی کوتاہی نہیں ہوگی اس پر راضی ہو گئے۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا
دلِ دشمناں ہم نکر دند تنگ
ترا کے میسّر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلافست و جنگ

ترجمہ: میں نے سنا ہے کہ اللہ والے دشمنوں کا دل بھی نہیں دکھاتے۔ تجھے یہ مقام ولایت و مرتبہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے جبکہ دوستوں سے بھی تیرا اختلاف اور جھگڑا رہتا ہے۔

گلستانِ سعدیؒ

☆ بروز جمعہ 17 ربیع الثانی 1423ھ-28 جون 2002ء کو میری خوشدامن بے بی احمد بی بی کا انتقال ہو گیا تو میں نے بیوی کو اسی وقت پاکستان بھیج دیا جو دوسرے روز تدفین میں شامل ہو گئیں مگر چند روز بعد کسی معاملے پر میں نے مشتعل ہو کر بیوی سے جھگڑتے ہوئے دھمکی آمیز لہجے میں اسے بہت کچھ کہہ دیا جس کے بعد اللہ کی بندی نے تفصیل سے بھائی کے پاس میری شکایت کردی۔

اب بھائی صاحب نے اسی وقت مجھے فون کر کے انتہائی سخت لہجے میں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ ایک غلطی ہوتی تو میں شاید برداشت کرتا مگر تم نے حد کردی ایک تو یہ یہاں ہماری مہمان تھی جبکہ میں بڑا بھائی موجود تھا تو تمہیں اس معاملے میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے تھی۔ تم نے نہ صرف میرا استحقاق مجروح کیا بلکہ اس بے قصور کو برا بھلا کہا۔ اس کے بعد بھائی نے میری بات سنے بغیر مجھے یہ کہتے ہوئے فون بند کردیا کہ اب تم اس وقت تک مجھے فون کرنے یا خط لکھنے کی کوشش نہ کرنا جب تک رشیدہ مجھے نہ کہے کہ میں راضی ہوں۔

اب مجھے لینے کے دینے پڑ گئے کیوں کہ میں نے ساری زندگی بھائی کا احترام کیا ہے اور دلآزاری کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لہٰذا میں رو پڑا۔ بہت بیتابی سے رات بسر کر کے صبح بیوی کو فون کیا تو اس اللہ کی بندی نے کہا: ''پہلے ان کو فون کر کے مجھ سے بات کرنے کی اجازت حاصل کرو''۔ مگر میں نے بہت کچھ مان کر بیوی کو ان کے پاس جانے پر راضی کر لیا تو اس کی طرف سے اطمینان ہونے پہ راضی ہو گئے اور فون کر کے دعائیں دیں۔

Marfat.com

میں یہ سطور لکھتے ہوئے ان واقعات پر غور کرتا اور سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پیکر میں کیسا مومن اور حساس دل رکھا تھا جو دوسروں کی معمولی سی تکلیف پر مضطرب ہو جاتا اور خاندان میں کسی دوسرے کو یہ دولت درد کیوں نصیب نہیں ہوئی۔ایک ایسا دور کے جس کے متعلق کہا جاتا ہے:

طالب ملا کہیں نہ کوئی راہزن ملا
ہم جنگلوں میں درد کی دولت لیے پھرے

مقصود وزیر آبادی

بھائی کے پاس یہ متاع گراں وافر مقدار میں موجود تھی اور آپ نے ساری زندگی اسی کے بانٹنے میں صرف کر دی اور یہی وجہ ہے کہ

جس نے مرے دل کو درد دیا
اس شکل کو میں نے بھلایا نہیں

منیر نیازی

☆ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَکُمْ

رواہ الترمذی وقال ھٰذا حدیث غریب من ھٰذا الوجه واخرجه احمد فی مسنده والحاکم وقال صحیح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ نے فرمایا: ”اپنے نسب معلوم کر کے یاد رکھا کرو تا کہ رشتوں کا احترام کرتے ہوئے ان کے حقوق ادا کر سکو“۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو بھائی تو عطا کرتا ہے مگر بِنیامِین اور ھابِیل جیسے بھائی خاص کر اس دور میں ناپید ہیں اور افسوس صد افسوس کہ ہم پا کر بھی ان کی قدر نہ کر سکے۔

قابیل اللہ کی بارگاہ سے نذر نا مقبول ہونے اور جھوٹا پڑنے کے بعد چھوٹے ہتھیاروں پہ اتر آیا تو اس نے فرعونی حربہ اختیار کرتے ہوئے ھابِیل کو قتل کی دھمکی دے ڈالی۔ درویشِ خدا مست ھابِیل نے جواب دیا ” لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ “اَلْمَائِدَة ۲۷

اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا' کیوں کہ میں اَللّٰه رَبُّ الْعٰلَمِین سے ڈرتا ہوں۔

همائے بر سرِ مرغاں ازاں شرف دارد
که استخواں خورد و طائرے نیازارد

گلستانِ سعدیؒ

ہما تمام پرندوں پر اسی وجہ سے شرف رکھتا ہے کہ خشک ہڈیاں چبا کر گذارہ کر لیتا ہے مگر اپنی آسودگی کی خاطر دوسرے پرندوں کو نہیں ستاتا۔

Marfat.com

اسی لئے کہتے ہیں کہ ہما کا سایہ جس آدمی پر پڑ جائے وہ تخت نشین ہو جاتا ہے۔

میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ بھائی یقیناً ان لوگوں میں سے تھے جو خود کو چھوٹا تصور کرتے مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظیم ہوتے ہیں۔ اسی لئے شاعر حیران ہے کہ یہ معاملہ کیا ہے:

عَجِبْتُ مِنَ الرِّزْقِ الْمُسِيْءِ اِلٰهُهُ

وَمِنْ تَرْکِ بَعْضِ الصَّالِحِیْنَ فَقِیْراً

البیت بلا نسبةٍ فی شرح التصریح / شرح قطر الندیٰ لابن ھشام الانصاری :شبه الفعل :

ترجمہ: مجھے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کو دنیا میں ان کی اوقات سے زیادہ ملتا ہے جبکہ اُس کے برگزیدہ لوگ فقر کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اس دنیا میں کتنے ہی اباطلہ ایسے ہیں کہ دن رات اس کا شکر ادا کئے بغیر اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں مگر آخرت کے اعتبار سے کتنے بدنصیب ہوتے ہیں۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّ بُوا بِلِقَآ ءِ اللّٰهِ حَتّٰیٓ اِذَا جَآ ءَ تْهُمُ السَّا عَةُ بَغْتَةً قَالُوا یٰحَسرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِ هِمْ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ () الانعام ۳۱

ترجمہ: ناکام و تباہ ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے اپنی ملاقات کو جھٹلایا پھر اچانک جب وہ گھڑی آ جائے گی تو یہی لوگ کہیں گے ہائے افسوس اس معاملے میں ہم سے کتنی بڑی کوتاہی ہو گئی ان کا حال یہ ہوگا کہ اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے دیکھو کیسا برا بوجھ ہے۔

اِذَا کَانَ رَأسُ الْمَالِ عُمْرَکَ فَاحْتَرِزْ

عَلَیْهِ مِنَ الْاِنْفَاقِ فِیْ غَیْرِ وَاجِبِ

عمارة الیمنی

جب یہ طے ہے کہ تیری عمر ہی اصل رأس المال ہے تو اسے فضول کاموں میں ضائع مت کر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَتُؤَدَّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰی اَهْلِهَا حَتّٰی تُقَادَ الشَّاةُ الْجَلْحَآءُ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَآءِ

جامع ترمذیؒ، باب : مَا جَاءَ فِی شَانِ الحِسَابِ وَالقِصَاص

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی کا پورا پورا انتظام کیا جائیگا یہاں تک کے ایک بے سینگ بکری کو سینگ والی سے قصاص دلایا جائے گا''

☆ بھائی کے ہر جاننے والے کو یقین ہے کہ وہ اس معاملے میں سو فیصد بری الذمہ پائے جائیں گے لیکن اگر انہوں نے اپنی روائتی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ لوگوں کو معاف نہ کر دیا تو ان کی نجات مشکوک ہے۔

Marfat.com

☆ ایک ایسے دور میں جو جاہلیت سے بہت مشابہت رکھتا تھا، میرے والدین کی کفالت میں رہے اور یہ پہلو میرے لئے ہمیشہ تکلیف دِہ رہا ہے۔ میں نے والد صاحب کی وفات پر خط لکھ کر آپ سے بخش دینے کی درخواست کی تھی جس کے جواب میں آپ نے سخت ناراضی کا اظہار کیا کہ ایسے سوچنے سے والدین کا استحقاق مجروح ہوتا ہے پھر کبھی ایسے مت کہنا۔

اس تجربے کے پیشِ نظر اب والدہ کی وفات پر میں بہت محتاط رہا جبکہ وہ اس آخری رمضان المبارک میں بھی کئی بار والدین کی قبروں پہ جاتے اور پھول لگاتے رہے۔ ایک روز میں نے فون کیا تو وہیں تھے میں نے کہا: اس گرمی میں روزہ رکھ کر؟ کہنے لگے شاید کہ پھر مہلت نہ ملے۔

☆ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَلَهٗ مَا اكْتَسَبَ

جامع ترمذی، بَابُ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز انسان اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا جسکے ساتھ اسے محبت ہو اور اپنے اعمال کے مطابق اجر پائے گا۔

اب جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ماں کی گود میں اسی طرح سلا دیا ہے جس طرح وہ کبھی بچپن میں سویا کرتے تھے تو یہ بات میرے لئے بہت اطمینان کا باعث ہے۔ مرکزی عیدگاہ کے ساتھ قبرستان میں قبروں کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلی قبر والد صاحب کی ہے۔ آپ کی پائنتی کی طرف دائیں جانب والدہ اور والدہ کے پہلو میں بھائی استراحت فرما ہیں اور آپ کی گود میں صرف ایک جگہ خالی ہے نہ جانے کس کے نصیب میں ہو، بہر حال تین قبروں کے ساتھ ایک خالی جگہ بھی ایک مشابہت ہے ممکن ہے یہی کام آ جائے۔

موت بھی دراصل اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اس لئے اللہ کریم نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت ایک اٹل اصول وضع فرما دیا ہے،

☆ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا () الملک ۱-۲

بزرگ و برتر ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں عالمین کی بادشاہت ہے جس نے پیدا کیا ہے موت اور زندگی کو تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے بہتر کون ہے۔

☆ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط الِ عِمرَان. ۱۸۵

ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور پوری مل کر رہے گی تمہیں تمہاری مزدوری قیامت کے روز

مرحوم بھائی نے چوں کہ اپنی ذات اللہ کریم کو ھبہ کر دی تھی اور اس طرح کہ اس دور میں مثال ملنا مشکل ہے

أَلدِّیْنُ رَأسُ الْمَالِ فَاسْتَمْسِکْ بِهِ

فَضِیَا عُهُ مِنْ أَعْظَمِ الْخُسْرَانِ

Marfat.com

ابن عبد اللہ الأندلسی

یہ بھی اللہ کریم کا احسان ہے کہ والدین نے بھی ان کو کبھی اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور نہیں کیا یہاں تک کہ اب وہ اپنی مزدوری وصول کرنے کیلیے دار الجزأ میں طلب کر لئے گئے ہیں مگر آپ کی اس کامیابی پر اگرچہ بہت سکون ہے اس کے باوجود دل ہے کہ مانتا نہیں:

یَقُوْلُوْنَ لِیْ صَبْرٌ فُؤَادُکَ بَعْدَ ہٗ
فَقُلْتُ لَھُمْ مَالِیَ فُؤَادٌ وَلَا صَبْرٌ

ابن عبد ربہ

عظیم بھائی کے فراق میں مجھے نڈھال دیکھ کر میرے احباب مجھے کہتے تو ہیں کہ جگر تھامو اور حوصلہ رکھو مگر میں انہیں کیسے باور کراؤں کہ بھائی کے بعد نہ جگر ہے نہ دل اور نہ صبر نام کی کوئی چیز کیوں کہ

خدا کی اتنی بڑی کائنات میں میں نے
بس ایک شخص کو مانگا مجھے وہی نہ ملا

بشیر بدر

☆ بھائی نے سب کی خدمت کی اور حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھا لہٰذا میں آپ کو برگد کے درخت سے تشبیہ دے سکتا ہوں جو خود دھوپ میں جل کر دوسروں کو گھنی چھاؤں مہیا کرتا ہے اب اس کی جڑوں کو کوئی سینچے نہ سینچے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

☆ آپ کی موت جیسی موت اللہ تعالیٰ بہت کم لوگوں کو نصیب کرتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے تدفین کے بعد فوراً مجھے فون کر کے بتایا کہ میں نے اپنی زندگی میں کسی کی اتنی مبارک موت نہیں دیکھی اور پھر اپنی جامع مسجد عثمانیہ میں دعا سے پہلے سب حاضرین سے یہی فرمایا کہ دعا کرو اللہ کریم سب کو ایسی ہی موت نصیب کرے۔

میرے نزدیک میرے بھائی کے حق میں یہ بہت بڑی اور مقبول شہادت ہے، جبکہ یہی جذبات تھے میرپور کے تمام علماء اور ہر اس فرد کے جس سے بھی میری بات ہوئی۔

میں نے طبقات ورجال کی کتب میں بعض صالحین کے متعلق پڑھا ضرور ہے مگر اس دور میں ایسے ہونا ہمارے لئے باعث فخر ہے۔

بھائی کے جنازے میں تقریباً سات ہزار لوگ شامل تھے جن میں ایک بہت بڑی تعداد علماء ومشائخ کی تھی بغیر کسی کی درخواست کے شہادت دے رہے تھے کہ ان کی زندگی بالکل بے داغ تھی لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے روز آپ کے اعضاء اللہ کی بارگاہ میں آپ کی پاکدامنی کی گواہی دینگے اور یقیناً گواہی دینگے مسجد کے در و دیوار اور بلند مینار کہ وہ اس قبیل کی شخصیت تھی جنکے کردار اور فلاح کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے:

Marfat.com

"تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ"

السَّجدہ/ ۱۶

(راتوں کو) دور رہتے ہیں ان کے پہلو بستروں سے، پکارتے ہیں اپنے رب کو خوف سے اور امید رکھتے ہوئے اور ان نعمتوں سے جو ہم نے انکو دے رکھی ہیں اس میں سے (مستحقین پر) خرچ کرتے ہیں۔

"وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ" الرَّحْمٰن/ ۴۶

اور ہر اس شخص کے لئے جو اپنے پروردگار کے حضور پیش ہونے سے ڈرتا ہو اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

﴿ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴾ اَلفُرقَان/ ۶۴

اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو بسر کرتے ہیں اپنی راتیں اپنے رب کے حضور سجود و قیام کی حالت میں

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ () جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ط رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ" اَلْبَیِّنَة ۸/۷

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی ساری مخلوق سے بہتر ہیں، ان کی جزا ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی یہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ کریم اِن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی (یہ مقام) اسکو ملتا ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔

ایک سبق

مشہور تابعی حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بڑی بہن کا انتقال ہوگیا تو آپ باوجود اس مرتبہ علیاء کے ولی ہوکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے تو لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی فرمایا کہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ انسان جب اللہ کی اطاعت میں سستی اختیار کرتا ہے تو سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ اس بندے سے اس کی خیر خواہی اور محبت کرنے والے فرد کو چھین لیتا ہے۔

وفیات الاعیان

آج جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں تو اپنے خاندان کے بعض شیوخ کی موت کو خاندان کی اسی کوتاہی اور سستی سے تعبیر کرتا ہوں کیوں کہ آہستہ آہستہ ہمارے لئے دعاؤں کے دروازے بند ہوتے جا رہے ہیں کہ

مقام افسوس

بھائی اگرچہ بے داغ شباب کے مالک تھے اس کے باوجود ساری زندگی نکاح کرنے پر آمادہ نہ ہو سکے حالاں کہ مجھے یاد نہیں آتا کہ انہوں نے مجھے کبھی کسی فرمائش پر منفی جواب دیا ہو۔ میں نے رو کر بھی آپ سے درخواست کی

Marfat.com

تھی مگر ہمیشہ ٹالتے رہے۔ایک دفعہ میں نے حضرت استاذ مفتی عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ انہیں حکم دیں تو آپ نے اسی وقت میرے سامنے طلب کیا اور بہت حکیمانہ انداز سے سمجھایا مگر آمادہ نہ ہوئے۔تب سے میں مایوس ہو گیا اور آہستہ آہستہ راز کھلتا گیا کہ آپ نے جو راستہ اختیار کیا ہے اس میں آپ کیلئے شادی کرنا واقعی مشکل کام ہے مگر آپ کا نسب قائم نہ رہنا میرے لئے انتہائی دکھ کی بات ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ میرے اور میری اولاد کے تمام اعمال صالحہ میں ان کو قیامت تک حصہ ملتا رہے۔میں نے انہیں جذبات کی روشنی اپنی یہ کتاب بھی بھائی کے نام سے منسوب کی ہے۔بھائی مجھ سے کم از کم دس سال بڑے تھے اس لئے میں ان کی شفقتوں میں جوان ہوا اور زندگی کا ایک طویل حصہ آپ کے سائے میں گزرا لیکن آج جب میں یہ سطور لکھنے بیٹھا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے پل دو پل کی بات تھی۔

یَوْمُ التَّلَاقِ

قیامت کا ایک صفاتی نام ہے جس کے معنی ہیں ملاقات کا دن اس روز وہ لوگ جن کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا انہیں اجازت ہوگی کہ اپنوں سے ملاقات کریں ''فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ () فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا () وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا'' الانشقاق

پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے تا کہ ہم سب اپنوں سے مل سکیں کیوں کہ

ملاقاتیں ادھوری رہ گئی ہیں
کئی باتیں ضروری رہ گئی ہیں

Marfat.com

32 : مولانا عبدالکریم

مولانا عبدالکریم میاں عالم دین میاں غلام محی الدین میاں برہان الدین میاں فضل دین میاں بخت جمال میاں عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ کے والد ماجد تو آپ کے بہت بچپن میں وفات پا گئے تھے اور باقی بہن بھائیوں میں سے کسی نے ہجرت اختیار نہیں کی۔ جبکہ ہجرت کے وقت مولوی صاحب اپنے ماموں حاجی میاں محمد سعید کے ساتھ کلر مضافات راجوری مقیم تھے جہاں سے مخدوش حالات کے باعث چڑہان واپسی ناممکن تھی لہٰذا ان کے ساتھ ہجرت اختیار کی۔ ہجرت کے تھوڑے عرصہ بعد آپ کے دوسرے ماموں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب آپ کو اپنے ہمراہ جامعہ محمدیہ بھکھی لے گئے جہاں کی کچھ دلچسپ معلومات میں نے اپنی سرگزشت میں لکھی ہیں۔

ب ھکھی میں ایک سال ہی گزرا تھا کہ حضرت استاذ قاضی محمد عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نگرانی میں گوجرانوالہ بلا لیا تھا جہاں سے 1969ء میں فاضل کے بعد نئے جامعہ میں سے تعلیم ادھوری چھوڑ کر واپس راجوری چلے گئے۔

ہجرت سے پہلے آپ مکتب سکول منہوٹ داخل رہے ہیں جہاں آپ نے حضرت استاذ مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمہ اللہ سے قرآن کریم کے سات پارے اور سکول میں دوسری جماعت کے علاوہ کریما، نام حق اور پند نامہ تک ہی پڑھا تھا کہ ہجرت کرنا پڑی جس کے بعد ایک سال تک جامعہ محمدیہ بھکھی میں زیر تعلیم رہ کر گوجرانوالہ آ گئے تھے اور قدیم مدرسہ عربیہ سے فاضل عربی کا امتحان دے کر واپس راجوری چلے گئے۔ میں نے 2010ء میں سفر راجوری کے دوران آپ کی فاضل عربی کی سند دیکھی ہے۔ جس پر یہ تفصیل درج ہے:

فاضل عربی درجہ اول۔ رول نمبر 2۔ تاریخ دستخط سیکرٹری انٹرمیڈیٹ بورڈ لاہور۔ 31 مئی 1970ء

اولاد

خلیل احمد، شفیق احمد، عتیق احمد، صغیر احمد۔

پہلی بیوی کنیز بیگم دختر محمد دین بھٹی ساکن کوٹ دھڑا کے بطن سے

خالد اقبال، حافظ جاوید اقبال، شاہد اقبال، زاہد اقبال

دوسری بیوی رضیہ بیگم بنت میاں محمد عبداللہ میاں محمد حسین چڑہان کے بطن سے۔

Marfat.com

33: محمد اشرف، صاحب کتاب ہذا

میں نے ترتیب قائم رکھنے کیلئے اپنا نام یہاں لکھا ہے اور دیگر تفصیلات آگے درج ہیں

34 : حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ

محقق العصر ڈاکٹر عصمت اللہ عنایت اللہ میاں محمد میاں عطا محمد میاں فضل دین میاں بخت جمال حضرت حافظ وقاری عبدالکریم الشیخ عبدالرحمن رحمہم اللہ تعالیٰ

پیدائش وابتدائی تعلیم

1956/57ء منہوٹ میں پیدا ہوئے۔ ہجرت 1965ء کے وقت مقامی مکتب سکول میں دوسری جماعت پاس کرتے ہوئے تیسری میں داخلہ لیا ہی تھا کہ جنگ شروع ہوگئی۔ البتہ اس وقت تک آپ نے اپنی والدہ اور ان کے بعد حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب سے ناظرہ قرآن مکمل کر لیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب کے والد میاں عنایت اللہ المتوفی 29 نومبر 1962ء اگر چہ کتب نہیں پڑھ سکے تھے مگر اپنے خصوصی محاسن اور سوشل خدمات کے باعث خاندان میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ آپ کی ایک بہن حسین بی بی زوجہ میاں عبدالعزیز میاں یار محمد رحمہم اللہ تعالیٰ چوں کہ ہماری تائی تھیں جن کے گھر میں نے آخری بار انہیں دیکھا ہے۔ بہت اسمارٹ اور لمبا قد، رنگ صاف، سر پہ سفید پگڑی، سفید قمیص کے نیچے بلو رنگ کا تہمد، موتیوں کی لڑی کی طرح چمکتے دانت اور چہرے پہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ۔

آپ کے محاسن میں کثرت تلاوت، تہجد و پنج وقتہ نمازوں کی پابندی، سخاوت اور راستہ چلتے رکاوٹیں دور کرنا، ہر نئے فتنے کے سد باب میں پہل کرنا اور اس طرح کہ کوئی شریر سر نہ اٹھا سکے، آپ کے محاسن میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ نے اپنے والد کی علالت کے دوران ان کی بالکل اسی طرح خدمت کی اور خیال رکھا جس طرح والدین نے بچپن میں آپ کا، بلا معاوضہ سب کے مال مویشی کا علاج معالجہ اور کسی کی ہڈی ٹوٹ جانے کی صورت میں شافی علاج۔ مگر ہجرت سے تین سال پہلے ہی ان کے انتقال فرما جانے سے ڈاکٹر صاحب یتیم اور خاندان محروم ہو گیا۔

رقیہ بیگم

ڈاکٹر صاحب کی والدہ رقیہ بیگم چوں کہ ہماری تایازاد تھیں لہٰذا قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ وہ اپنی ہم عصر خواتین میں صورت وسیرت کے اعتبار سے بہت ممتاز اور حلیم وکریم شخصیت تھیں۔ خاندان کی معلومہ تاریخ کے

Marfat.com

اعتبار سے حضرت جدامجد کے بعد آپ کے داداجان حضرت مولانا مفتی ہاشم دین رحمہ اللہ تعالیٰ ہی اولین عالم تھے جنہوں نے کم عمری میں نہ صرف باضابطہ درسی تعلیم مکمل کی بلکہ افتاء میں سند حاصل کی اور مہر والے مفتی مشہور ہوئے۔آپ کی مہر کی فوٹو کاپی میرے پاس موجود ہے۔مگر افسوس کہ ایک بیٹا حضرت میاں محمد حسین یتیم چھوڑ کر جوانی میں وفات پا گئے۔

ڈاکٹر صاحب اس لحاظ سے بہت خوش نصیب ہیں کہ آپ کے دونوں نسب میں بہت ہی اہل علم حضرات گزرے ہیں۔آپ کی زندگی پران بزرگوں کے بعد والدہ کے اخلاق کی گہری چھاپ ہے۔میں نے اور ڈاکٹر صاحب نے ایک طویل عرصہ اکٹھے گزارا ہے اور اب بھی سمندروں دور سے رابطہ رہتا ہے جس بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ صاحب علم ہونے کے علاوہ انتہائی شفاف انسان ہیں۔

جامعہ عربیہ میں تعلیم کے دوران اگر چہ میں بقلم خود، شعری وتقریری مقابلوں اور شرارتوں میں اول رہا مگر درسی کتب کے امتحانات میں ڈاکٹر صاحب اکثر اول آتے رہے۔فراغت کے کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر صاحب جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ چلے گئے تھے جہاں ان کا تعلیمی سفر جاری رہا اور میں برطانیہ آ گیا تھا جہاں اپنی تعلیم میں کوئی اضافہ نہیں کر سکا۔لہٰذا ڈاکٹر صاحب کی علمی مصروفیات میرے لئے باعث رشک ہیں۔

أَلْاِنْتِفَاعُ بِأَجْزَاءِ الْآدَمِيْ فِيْ الْفِقْهِ الْإِسْلَامِي

جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں ایم اے کیلئے انسانی اجزاء کی پیوندکاری کے موضوع پر عالم اسلام میں آپ کا اولین تحقیقی مقالہ اور تصنیف ہے جس کی سعودی علمائے کرام نے بہت تحسین فرمائی ہے۔خصوصاً امام حرم مکہ الشیخ صالح ابن حمید دامت برکاتھم چیئرمین مجلس شوریٰ سعودی عرب نے بطور ممتحن عمدہ الفاظ میں تصدیق وتحسین فرمائی۔اس وقت یہ مقالہ ایک سند کی حیثیت سے علمی حلقوں میں معروف اور انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے جس کے مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔

شرح مختصر الطحاوی فی الفقہ الحنفی

حضرت امام ابوبکر الرازی الجصاص رحمہ اللہ تعالیٰ کی آٹھ جلدوں، 4,397 صفحات اور ہزاروں عنوانات پر مشتمل ضخیم اور علمی دنیا میں اپنے موضوع پر شاہکار تصنیف ہے جس کے 1357 صفحات ڈاکٹر صاحب کے اعمالنامے میں صدقۂ جاریہ کے طور پر مخزون ہیں۔کتاب کی دو دو جلدوں کی تحقیق پر بالترتیب چار علمائے کرام: ڈاکٹر عصمت اللہ ،ڈاکٹر سائد بکداش، ڈاکٹر عبید اللہ خان اور ڈاکٹر زینب محمد حسن فلاتہ حفظھم اللہ تعالیٰ کو جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ نے پی ایچ ڈی کی سندات جاری کی ہیں۔

Marfat.com

شركة دار البشائر الاسلامية بيروت سے طبع آٹھ جلدیں میرے سامنے ہیں جو مجھے مدینہ طیبہ میں ڈاکٹر سائد بکداش دامت برکاتہم نے ہدیہ کی تھیں اس طرح مدینہ طیبہ اور دونوں ڈاکٹرز حضرات کی یاد دلاتی رہتی ہیں۔ اور کتاب کا مطالعہ میرے لئے باعث افتخار ہے۔

ڈاکٹر صاحب اس وقت ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں بطور سربراہ فقہ و قانون یونٹ فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اسلامی قانون وفقہ کے موضوع پر خاندان میں اولین پی ایچ ڈی ہیں۔ عربی تصنیفات اور فن فقہ و حدیث پر عبور حاصل ہے۔ جماعت اسلامی آزاد کشمیر کے تحت قائم كلية الدعوة الاسلامية مظفر آباد کے عمید کے علاوہ مساجد و مدارس فاؤنڈیشن کے ٹرسٹی ہیں۔

پی ٹی وی اور ریڈیو پاکستان کی عالمی سروس اور اسلام آباد سٹیشن کے مختلف دینی پروگراموں میں بطور ماہر شرعی قوانین شریک ہوتے رہتے ہیں۔

خطابت

کویت مسجد ڈپلومیٹک انکلیو اسلام آباد میں نو سال خطابت کے بعد اب فیصل مسجد اسلام آباد کے خطباء پینل میں بحیثیت عربی خطیب شامل ہیں۔ ذیل میں ڈاکٹر صاحب کی تحریر ہے جس میں انہوں نے اپنی والدہ اور ہجرت کی یادیں جمع کی ہیں:

”ہمارے دور کے انسان نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ کسی شیریں مقصد کیلئے محض تیشے کی مدد سے پہاڑ کا سینہ چیرتے ہوئے دودھ کی نہر کھودنے کا محاورہ پرانا ہو چکا ہے۔ کیوں کہ نئے دور کا انسان

یہ نیلگوں فضا جسے کہتے ہیں آسماں
ہمت ہو پرکشا تو حقیقت میں کچھ نہیں

اقبال

کے مصداق چاند پر پاؤں جمانے کے بعد ستاروں سے آگے نئے جہانوں کی تلاش میں اور نئے دور کی ایجاد میں

اب ایسا لگنے لگا ہے کہ جیسے کمپیوٹر
فلک کے سارے ستارے شمار کر دے گا

حفیظ میرٹھی

اس کے باوجود شروع سے آج تک اظہار غم و انبساط کے موقعہ پر سوائے بے ساختہ رو لینے کے انسان کے پاس کوئی متبادل نہیں یہاں تک کہ میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات پر انہیں گود میں لیے اشکبار فرماتے ہیں ”وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ“ اے لخت جگر ابراہیم آپ کے بچھڑ جانے کے غم سے ہم نڈھال ہیں۔

اور میں دیکھتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بارگاہ رحمت ﷺ میں اشکبار کھڑے اس طرح عرض گزار

Marfat.com

ہیں: یارسول اللہ میری والدہ کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرما دیجیے کیوں کہ اب وہ کفر کے ساتھ ساتھ بے ادبی کی مرتکب ہو رہی ہیں۔ ادھر رسول اللہ ﷺ بارگاہ ایزدی میں دعا فرماتے ہیں ''اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ'' اے اللہ کریم ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔ ادھر ابو ہریرہ الٹے پاؤں گھر کی طرف دوڑ پڑتے ہیں مگر ان سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی دعا پہنچ چکی تھی دیکھا کہ دروازہ بند اور پانی گرنے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔

والدہ نے قدموں کی آہٹ سن کر کہا: ابو ہریرہ اپنی جگہ پر رک جاؤ۔ ماں نے غسل کیا قمیص پہنی اور دوپٹہ اوڑھے بغیر جلدی سے باہر آئیں اور دروازہ کھولتے ہی کہا: بیٹا تم گواہ رہنا کہ ''اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں''

حضرت ابو ہریرہ دوبارہ انہیں قدموں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے حاضر ہوئے تو پھر آنکھوں سے آنسو جاری اور زبان پر یہ کلمات تھے یارسول اللہ! خوشخبری ہو کہ اللہ نے آپ کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت

عطا فرما دی''۔ ابو ہریرہ پہلی مرتبہ بھی روتے ہوئے حاضر ہوئے تھے مگر وہ غم کے آنسو تھے اور اب خوشی کے۔

اپنی والدہ کے حوالے سے یہ سطور لکھتے ہوئے جب آپ کے محاسن اور ممتا سامنے آتی ہے تو میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور جب والدہ اور اپنے درمیان موت حائل دیکھتا ہوں تو غم کے۔

میرے ذہن میں بچپن کا یہ خوشگوار تاثر ابھی تک تازہ ہے کہ دیہات میں بکریوں، مویشیوں کے شام کے وقت اپنے گھر واپسی کے بعد جب ایک کام یہ ہوتا کہ گھر کے سب افراد دودھیل جانوروں کو دوہنے کیلئے کھونٹے ''کِلّے'' پر باندھنے کیلئے دوڑ پڑتے ہیں۔ 1964 کی کسی ایسی شام کا وقت تھا کہ میں بکریوں کا ریوڑ جنگل سے واپس لیکر آیا، والدہ مرحومہ برتن لیکر کسی جانور کا دودھ دوھنے کیلئے بیٹھ گئیں۔ میں دن کے وقت غالباً عم زاد قاضی مطیع اللہ صاحب کے پاکستان کی جانب تعلیمی سفر کے متعلق سن چکا تھا۔ لہٰذا والدہ مرحومہ سے اپنے شوق کا اظہار کر دیا کہ میں بھی حصولِ علم کیلئے پاکستان جانا چاہتا ہوں، والدہ مرحومہ اتنی چھوٹی عمر میں میرے منہ سے ایسی بات سن کر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی ہیں۔ کافی دیر بعد مشفقانہ انداز میں گویا ہوئیں: ''جب بڑے ہو جاؤ گے تو، پھر چلے جانا'' یہ سن کر گویا دلی مراد بر آئی اور خوشی کے مارے دل بلیوں اچھلنے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت و رحمت تھی کہ اس نے اپنے راستہ میں ہجرت کی توفیق بخشی اور اس طرح مجھ پر علم کے دروازے کھل گئے۔

ہوا یوں کہ ایک شام سُن گُن ملی کہ رات کو کسی وقت ہندو بلوائی، شیوسینا کے مسلح جنونی حملہ آور ہوں گے، احتیاط کے طور پر، اطلاعات کی تصدیق کرنے کی کوشش کی گئی تو شبہات کو تقویت ملی۔ لہٰذا ''ڈھکی مولوی عثمان رحمہ اللہ'' کے باسی،

Marfat.com

عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے، جوان، سب عشاء کے بعد نکل کر، جنوب کی طرف واقع چراگاہ "سُگی کسّی" پہنچ گئے، جھاڑیوں اور درختوں کی اوٹ میں، رات کے اندھیرے میں جس کو جہاں جگہ ملی، آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا اور نیند کو آوازیں دینے لگا جو کوسوں دور بھاگ چکی تھی، جنگل میں غیر معمولی نقل وحرکت اور اجنبیوں کی آمد سے حشرات الارض اور وحشی جانوروں میں بھی تشویش کی لہر دوڑ گئی اور اپنی کچھاروں اور بلوں سے نکل کر ادھر بھاگنے لگے، جبکہ ادھر جنگل میں نوواردوں کا جو حال تھا، بیان سے باہر ہے، گویا ہجرت کے روزِ اول ہی کلیجہ منہ کو آرہا تھا، پتہ ہلنے، یا کسی سہمے ہوئے جانور کی دوڑ سے خوف کے مارے برا حال تھا۔ بہرحال رات کے پچھلے پہر جب اطلاع ملی کہ خطرہ ٹل گیا ہے تو جان میں جان آئی، اور صبح سے پہلے سب گھروں کو لوٹ آئے۔ خوف ودہشت کے بعد دوبارہ، امن وسکون حاصل ہونے کے احساسات کو بیان کرنا ممکن نہیں۔

مگر یہ سکون بھی عارضی تھا، مگر یہ سکون بھی عارضی تھا، چند روز ہی گزرے تھے کہ راجوری بدھل روڈ پر، قینچی موڑ کے آس پاس، بھارتی فوج پیش قدمی کرتے ہوئے پیدل اور گاڑیوں پر سوار، ہمارے گھر کے بالکل سامنے، دوسری پہاڑی سڑک سے گزرتی نظر آرہی تھی۔ تقریباً چاشت کا وقت ہوگا، کسی بزرگ -غالباً قاضی عبدالرحیم صاحب- اور میں نے خوشی میں انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: وہ دیکھو مجاہدین روڈ پر جمع ہیں اور شاید پل توڑ رہے ہیں " بس پھر کیا تھا کہ آن کی آن میں بھارتی فوج نے گولیوں کی بوچھاڑ شروع کردی۔ ہمارے مکان کے برآمدے، چھت اور پچھواڑے میں بندھے مال مویشیوں پر شدید فائرنگ کی جس سے کئی مویشی ہلاک ہوگئے مگر کوئی جانی نقصان نہیں ہوا اور چولہے پر چڑھا ہوا کھانا بھی بچ گیا لیکن اس کو سنبھالنے یا کھانے کی کسی کو ہوش نہیں تھی، سب نے دوڑ لگائی اور فائرنگ کی، جس سے کئی مویشی ہلاک ہوگئے مگر کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ اور چولہے پر چڑھا ہوا کھانا بھی بچ گیا لیکن اس کو سنبھالنے یا کھانے کی کسی کو ہوش نہیں تھی، سب نے دوڑ لگائی، اور مولانا حکیم عبدالکریم مرحوم کے گھر کے ساتھ ان کی زمین سے نیچے گھنے جنگل میں پناہ لے لی۔ جس دوران سر کے اوپر سے مارٹر کے گولے شدید آواز کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دن بھر گزرتے رہے. جن کو ابتدا میں تو ہم گننے کی کوشش کرتے رہے، لیکن خوف ودہشت کی فضا میں ہماری گنتی بھی عاجز آگئی۔

ایک خوفناک رات، ایک خوفناک دن، دونوں قریب سے چھیڑ چھاڑ کر کے گزر گئے اور ہم اپنے مال مویشی، پکی ہوئی مکئی کی فصل اور بھرے ہوئے گھربار چھوڑ کر، بدن کے کپڑوں اور ضرورت کی اٹھائی جاسکنے والی چند چیزوں کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ دن بھر چلتے رہے، پیڑھی کی جانب، پگڈنڈیوں پر، جنگلات کی گھنی چھاؤں کی تلاش میں جبکہ ہیلی کاپٹر مسلسل ہمارے سروں پر محوِ پرواز تھے جس کے باعث بار بار ہم قریبی کھیتوں میں جاکر لیٹ جاتے تھے اس طرح بستیوں سے دور کسی ویران "ڈھارے" میں جاکر رات گزاری۔ ادھر کئی عزیز بالخصوص مولانا محمد حسین، مولانا عبدالکریم وغیرہ کو پروڑی میں حاجی فضل حسین رانا کے گاؤں میں رہائش مل گئی، مگر باقی سب لوگ گھنے جنگل میں بندروں کے ساتھ چھپے بیٹھے ان کی شرارتوں سے لطف اٹھا رہے تھے کہ اچانک راستے میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آنے سے سب تشویش میں مبتلا

Marfat.com

ہو گئے۔ ایک صاحب جن کے والد دو تین سال پہلے فوت ہو چکے تھے جبکہ ان کے ماموں نے ہجرت کے اذیت ناک سفر کے دوران ہی، مرحوم کی اولاد سے مشورہ کیے بغیر برادری کی ایک محترم شخصیت سے والدہ کا نکاح کرادیا۔ دوران سفر بعض کینہ پرور جاہلوں نے جب اس واقعہ کو ورثا تک پہنچایا تو ان کی اولاد میں عمر میں سب سے بڑے بیٹے کو اطلاع کے ساتھ ساتھ طیش بھی دلایا جس کے نتیجے میں وہ والدہ پر برس پڑا یہاں تک کہ والدہ بیہوش ہو گئیں جس دوران وہ ماں کا خاتمہ کرنے کیلئے حملہ آور ہوا مگر قافلے میں موجود خواتین نے ان کی جان بچائی مگر اس واقعہ نے سب کو مزید دہشت زدہ کر دیا اور چوں کہ میں بھی یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اس لئے وہ منظر اب تک آنکھوں کے سامنے موجود اور باعث اذیت ہے۔

تاہم کئی ہفتے جنگلوں میں گزارے، کچھ اقارب پروڑی میں حاجی فضل حسین رانا المعروف بابائے گوجری کے گاؤں اور مکان میں رہائش پذیر رہے پھر جب خبریں ملیں کہ گھر بار میں واپسی کا راستہ صاف ہے تو واپس آئے اور اپنی آنکھوں سے جلے ہوئے مکانات اور اجڑی ہوئی فصلیں دیکھیں، ان حالات میں یقیناً یہاں قیام خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس کے باوجود کچھ لوگوں نے ایک رات اپنے گھروں کے کھنڈرات میں گزارنے کا فیصلہ کرلیا اور دوسرے روز تک سفر کی تیاری کر کے رات ہوتے ہی سفر شروع کر دیا اور صبح تک فتح پور پہنچ آئے۔ جہاں سے تقریباً چاشت کے وقت دوبارہ پاکستان کی طرف اس طرح روانگی ہوئی کہ دن بھر جنگلوں، پگڈنڈیوں اور بستیوں سے دور، دور چلتے چلتے، سوہانہ گلی کے بارڈر سے طلوع فجر کے وقت پاکستان کی حدود میں داخل ہو گئے۔ سب سے اولین بستی ''تکیہ کہواں'' دیکھنے کو ملی جہاں "باری "یا" باہری " کی ہٹی سے گڑ خرید کر اس کے ساتھ روٹی کھائی۔ اور یہی ہماری خوشی کا جشن تھا، کہ امیدوں، آرزوؤں کی سرزمین پاکستان پہنچے ہیں

دن تو یاد نہیں غالباً اکتوبر 1965 کے ایام تھے کہ مقبوضہ کشمیر کی جلتی بستیوں، اُجڑے گاؤں کو چھوڑ کر آزاد کشمیر کی حدود میں خاندان کے ساتھ پہنچے، اور پھر بچپن کی خواہش وتمنا بر آنیکا وقت آ پہنچا، کہ الحمدللہ کہ پاکستان میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا موقع مل گیا ہے۔

تعلیمی سفر کا آغاز

پرانے میرپور شہر کے نلوئی محلہ میں رہائش اختیار کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مدرسہ میں داخلہ ہوا جہاں میرے ساتھ میرے چچازاد بھائی حفیظ اللہ مرحوم اور مولوی محمد اشرف قریشی صاحب بھی تھے اور حافظ قاری عبدالرقیب صاحب ہمارے استاذ۔

وجہ معلوم نہیں لیکن کچھ ہی عرصہ بعد وہاں سے ترک کر کے میرپور کے مشہور عالم دین مفتی عبدالحکیم صاحب کے مدرسہ میں داخل ہو گئے جہاں مولانا عبدالکریم صاحب بھی بطور مدرس منسلک تھے۔ یہاں پر ہم نے حافظ نور محمد صاحب مرحوم سے حفظ قرآن شروع کیا جو بڑے شفیق اور ملنسار تھے۔ لیکن تعلیمی امور میں بعض اوقات معاف نہیں کرتے تھے، ایک

Marfat.com

مرتبہ یوں ہوا کہ میں نے حفظ کی کلاس میں پتہ نہیں کیوں ایسے تالی بجادی، جس طرح حاضری لگانے والے صوفی اقبال صاحب جب آتے تو رجسٹر کھول کر پہلے تالی بجاتے تا کہ طلبہ خاموش ہو کر اپنا نام سنیں اور حاضری لگوائیں، بہر حال طلبہ تالی کی آواز سن کر خاموش ہو گئے اور مسجد میں یوں سناٹا چھا گیا جیسے یہاں پر کوئی ذی روح موجود ہی نہیں۔اس پر حافظ صاحب مرحوم نے خاموشی کی وجہ دریافت کی، جب طلبہ نے بتایا کہ تالی کی آواز سن کر خاموش ہوئے ہیں، تو انہوں نے دیکھا کہ ناظم طعام صوفی اقبال صاحب تو موجود ہی نہیں پھر تالی کس نے اور کیوں بجائی؟

طلبہ نے میرا نام بتایا اور میں نے فوراً ہاتھ اٹھا کر اقرار کرلیا، پھر کیا تھا؟ فوراً طلبی ہوئی پوچھ گچھ شروع ہوئی تو پتہ چلا کہ یونہی بلاوجہ جی میں آنے پر یہ فضول حرکت کی ہے، اس پر ہاتھ آگے کرنے کا حکم صادر ہوا، جس پر ایک پتلی توت کی شاخ سے دو تین ضربات لگیں تو شدید درد سے تلملا اٹھا، چیخیں نکل گئیں، بعد میں معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت کے ساتھ والی انگلی کا ناخن شدید ضرب سے متاثر ہوا ہے اور خون جم گیا ہے، ایک طویل عرصہ تک درد رہا، ناخن خراب ہو کر ٹوٹ گیا اور دوبارہ ناخن نکل آیا، پھر کہیں جا کر اس کے اثرات ختم ہوئے، لیکن ناخن کے نیچے ایک ابھار اب تک اس واقعہ کو بھولنے نہیں دیتا۔

آج جب اس کے متعلق سوچتا ہوں تو معقول وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ لگ بھگ 70 طلبہ کو تقریباً 5 منٹ تک حفظِ قرآن سے روک کر رکھنا ایسا ہی ہے کہ آپ ایک فرد کو پانچ گھنٹے سے زائد مدت تک، محض شوقِ فضول میں قرآن سے قطع تعلقی پر مجبور کر دیتے ہیں اور کلاس پر، استاد کی آنکھوں کے سامنے قابض ہو کر اس کو ہائی جیک کر لیتے ہیں اور استاد کے دیئے ہوئے راستہ سے ہٹا کر اپنے راستہ پر لگا لیتے ہیں۔یہ کوئی کم درجے کا جرم نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ حافظ نور محمد صاحب کی قبر کو نور سے بھر دے، اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، وہ کتنے خوش اخلاق اور شفیق و رحیم استاد تھے۔

منگلا ڈیم کی تعمیر ہو چکی تھی، انہیں دنوں پانی بھرنا شروع ہوا تو مدرسہ طلبہ سمیت نیو میرپور منتقل کر دیا گیا جہاں پر قاری عبدالرحمٰن مرحوم بطور مدرس تشریف لے آئے، تجوید قرآن کا سبق ان کو دیا گیا اور ہم نے تجوید کے ابتدائی اسباق ان سے پڑھے۔ہمارے ساتھیوں میں ایک صاحب سلطان محمود نامی تھے جن کو بہت کوشش کے باوجود قاری صاحب مرحوم قرآن مجید میں مدات کی مشق کرواتے ہوئے یہ آیت: (أُولَـٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (البقرة: 5) درست تلفظ کے ساتھ نہ کہلوا سکے۔باقی تو شاید آسان تھا، لیکن، مد متصل، والا کلمہ "أُولَـٰئِكَ ...وَأُولَـٰئِكَ" بار بار کی اصلاح کی کوشش اور طالب علم کی ادائیگی میں فرق اتنا واضح صاف اور کھلا تھا کہ مجھ سمیت عام نالائق طلبہ بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکے، لیکن شاید یہ جہالت و ناواقفی تھی کہ اس شخص کے اجرِ عظیم کو ہم میں سے کوئی نہ پہنچ سکے گا کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ": الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ، فَلَهُ أَجْرَانِ اثْنَانِ "

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید کی تلاوت میں ماہر شخص تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے نیک، معزز، فرشتوں کے ساتھ ہوگا، اور جو شخص پڑھتے ہوئے اٹکتا ہو، اور اس کو پڑھنا مشکل ہو رہا ہو، تو اس کو دہرا اجروثواب ملے گا۔

مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ میں

بہر حال یہ طے شدہ ہے کہ دینی علم صرف قرآن مجید حفظ کرنا یا تجوید سیکھ لینا نہیں ہے، اس لئے ایک تشنگی میرے باطن میں موجود تھی، جس کو بجھانے کا اللہ رب العزت نے غیب سے انتظام کر دیا تھا اور یہ جنوری 1967ء کی غالباً 14 (موافق 3 شوال 1386ھ) تاریخ تھی اور ہفتہ کا دن کہ دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے، قاضی مطیع اللہ، برادر محمد شبیر وغیرہ کے ساتھ جامعہ عربیہ گوجرانوالہ میں داخلہ لینے کی غرض سے میرپور سے سفر شروع کیا، بس پر بیٹھے تو باتوں باتوں میں انہوں نے مجھے بچپن کے نام سے پکارا'' محمد قاضی'' اور پھر شاید پہلے سے مشورہ ہو چکا تھا، یا اچانک یوں گویا ہوئے: ''آپ کا نام محمد قاضی کے بجائے عصمت اللہ ہوگا اور ہم جامعہ عربیہ میں یہی نام داخلہ کیلئے دیں گے اب اس نام کو خوب یاد کر لو، اگر کوئی کسی دوسرے یعنی قدیم نام سے پکارے تو یوں خاموش اور ٹس سے مس نہ ہونا گویا آپ کو نہیں بلکہ کسی دوسرے شخص کو پکارا جا رہا ہے''۔

مجھے نام کی تبدیلی پر کوئی اعتراض نہیں تھا اور ان کے دیئے ہوئے نام کو ذہناً قبول کر کے، اس کو قبول عام دینے کی حکمت عملی بھی ذہن میں رکھ لی، دوسرے روز 15 جنوری 1967ء کو مدرسہ عربیہ بیرون کھیالی گیٹ گوجرانوالہ میں، ''عصمت اللہ بن عنایت اللہ'' کو داخلہ کا شرف حاصل ہوا۔ ایک نئی دنیا، نیا ماحول، نیا نام، نئے اساتذہ اور نئے ساتھی، نیا علاقہ اور نیا مدرسہ، ایک تبدیلی اور انقلاب کا آغاز۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ غالباً 1967ء یا 1968ء میں، مدرسہ میں سالانہ چھٹیوں کے بعد جب میرپور گھر آیا تو واپسی کیلئے زادِ راہ نہیں تھا، تنگ دستی کیوجہ سے گزارہ بھی مشکل سے ہو رہا تھا، میرے شوقِ علم کی تکمیل کی خاطر، مجھے بتائے بغیر، والدہ نے قریبی پیبی سے سروٹ کاٹ کر جھاڑو بنائے اور محلے میں جاننے والوں کو فروخت کر کے کچھ رقم جمع کی جو شاید کافی نہ تھی۔ لہٰذا رحمانی محلّہ (سیکٹر f-1) میں جہاں تعمیراتی کام جاری تھے، قرب وجوار کے خالی پتھریلے علاقوں سے چھوٹے چھوٹے پتھروں کو بجری کے طور پر اکٹھا کرنا شروع کیا، مختلف جگہوں پر کئی ڈھیر جمع کیے اور کسی ضرورتمند کو ایک عزیز کے ذریعے فروخت کر دیے، اس طرح جب مطلوبہ رقم جمع ہوگئی تو میری چھٹیوں کے اختتام پر میرے ہاتھ میں تھما دی کہ حصولِ علم کیلئے سفر پر جانے کا زادِ راہ ہے، اس وقت والدہ کی کیفیت ان کے چہرہ سے عیاں تھی جو خوشی کے مارے تمتما رہا تھا۔

غالباً یہ موسم برسات 1967ء کی بات ہے کہ کونجڑی میں سخت بارشوں کے نتیجہ میں رہائشی کمرہ گر پڑا، اس طرح والدہ اپنے ایک پوتے سمیت اس طرح زخمی ہوئیں کہ ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی اور آپریشن کے باوجود آخر وقت تک اس کا

Marfat.com

نشان موجود رہا۔

اور پھر جس ماں نے اپنے خاوند اور بچوں کے باپ کی موت کے بعد، کسی کفیل کے سہارے کے بغیر، اپنے لختِ جگر کو گھر سے دور، دینی تعلیم کے حصول کی خاطر روانہ کیا، محنت مزدوری کی کمائی سے سفر خرچ دیتی رہی، آخر کیا ہوا کہ وہ 1969ء کے کسی مہینے میں اولاد کے مجبور کرنے پر دو شادی شدہ بیٹے ان کی بیویوں سمیت اور ایک شادی شدہ بیٹی اور داماد سمیت واپس مقبوضہ کشمیر اپنے آبائی گاؤں چلی گئیں۔ حالاں کہ وہاں سے ہجرت کر چکی تھیں اور ہندوؤں کے مظالم بالخصوص ہمارے گھر پر قابض ہندو فوج کی فائرنگ اور اس کے نتیجے میں مال مویشیوں کی ہلاکت اور گولیوں کی بوچھاڑ میں انسانوں کا زندہ بچ کر نکلنا بھولا نہیں تھا، سب ذہن میں تازہ تھا۔ مقبوضہ کشمیر واپسی کی یہ داستان المناک و دردناک بھی ہے اور افسوسناک بھی۔

کئی عزیزوں نے اپنے آبائی گھروں میں واپس جانے کی کوشش کی تو قاضی محمد عبداللہ مرحوم نے سیرت وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ان کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک مرتبہ ہجرت کرنے کے بعد دوبارہ اپنے گھروں کو واپسی درست نہیں اور اس مقصد کے لئے قاضی صاحب مرحوم نے دارالعلوم کراچی سے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم اور مولانا تقی عثمانی صاحب سے فتویٰ بھی منگوایا، لیکن اس سب کچھ کے باوجود بعض لوگ محض شوق کی خاطر اور کچھ لوگ اپنی مجبوریوں سے وطن واپس ہو گئے۔

آپ ذرا تصور کریں 1969 کا جب رسل ورسائل اور رابطہ کے جدید ذرائع میسر نہ تھے، لینڈ لائن ٹیلیفون بھی عام آدمی کو میسر نہ تھا، جامعہ عربیہ جدید میں ٹیلیفون کی سہولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے چونگی پر رکنے والی گاڑیوں کے مسافر بالخصوص ٹرک ڈرائیور جامعہ میں رجوع کرتے جبکہ مقبوضہ کشمیر سے تو خط وکتابت سمیت ہر قسم کے روابط اور تعلقات منقطع تھے، ایسے حالات میں والدہ مرحومہ اور خاندان کے دوسرے افراد کا واپس مقبوضہ کشمیر چلے جانا اور اپنے اس بیٹے (راقم الحروف) کو چھوڑ دینا، جس کی تعلیم کے لئے محنت مزدوری کر کے انہوں نے جیب خرچ اور زادِ راہ مہیا کیا تھا، یونہی بلاسبب، یا شوق میں نہیں ہو سکتا تھا۔

جنگِ ستمبر 1965ء میں پاکستان اور کشمیر کے عوام نے بہت قربانی دی، لیکن 'بیوروکریسی' نے کسی منصوبہ بندی اور کشمیری عوام سے مشورہ کے بغیر جنگ شروع کر کے اور پھر جلدی میں جنگ بندی قبول کر کے جہاد کے نتائج سے اس خطہ کی مسلم امت کو محروم کر دیا۔

کشمیر میں جنگ بندی کے بعد، بھارتی درندے بپھرے ہوئے، نہتے کشمیریوں پر ٹوٹ پڑے تھے لوگوں نے اپنے گھر بار چھوڑ کر پاکستان پناہ لینا ہی مناسب سمجھا، اکا دکا جہادی اسلحہ یا تو ضائع کر دیا، یا زمین میں دبا دیا کہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ سکے۔

کچھ سرپھرے، وفاداروں یا مخلصوں نے اسلحہ کو ذمہ داری اور امانت سمجھا، ضائع کرنے کی بجائے، اسلحہ سمیت پاکستان کی حدود میں داخل ہو گئے، ذہن میں یہ تھا کہ والہانہ استقبال کے ساتھ انعام سے بھی نوازا جائے گا، لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ حب الوطنی اور امن وامان کے ٹھیکیداروں نے سابق رضا کاروں یا مجاہدوں کو اسلحہ اسمگلنگ کے الزام

Marfat.com

میں حوالات میں ڈالا اور پھر جیل کی راہ دکھائی۔ جیل جانیوالوں میں میرے بڑے بھائی نذیر احمد اور ماموں محمد سعید بھی شامل تھے، ایک عرصہ بعد جب ضمانت منظور ہوئی تو جیل سے باہر نکلے، کچھ لوگوں نے ''بیوروکریسی'' کے اس ظالمانہ رویہ پر صبر وضبط سے کام لیا، اور یہیں پر اپنے عزیزوں اور خاندان کیساتھ قیام کا فیصلہ کیا اور بعض جذباتی لوگوں نے اس ''حسنِ سلوک'' کے ردِعمل میں واپس مقبوضہ کشمیر جانے کا فیصلہ کرلیا، انہی لوگوں میں برادر نذیر احمد بھی شامل تھے جو خاندان سمیت مقبوضہ کشمیر کو سدھار گئے، بعد میں والدہ مرحومہ بھی اپنی اولاد، بچوں اور بچیوں نیز ایک داماد عبد الرحمٰن بن مولانا محمد عثمان مرحوم سمیت اسی منزل کی طرف چل نکلے۔

والدہ کی پاکستان آمد

جن دنوں میں ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں زیر تعلیم تھا، غالباً دسمبر 1985ء کے دن تھے کہ مجھے گھر سے اطلاع ملی کہ والدہ محترمہ، راجوری مقبوضہ کشمیر سے میرپور آزاد کشمیر آرہی ہیں چوں کہ 1969ء سے ملاقات نہ تھی اس لئے جونہی سنا دل بیقرار ہوگیا، اور فوراً چھٹی کی درخواست لکھ کر عميد كلية الشريعة والدراسات الإسلامية، الشيخ صالح بن عبد الله بن حميد (حال امام حرم، چیئرمین سعودی مجلس شوریٰ ورئیس مجلس القضاء الأعلىٰ) حفظہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ گیا، جس میں تقریباً سترہ اٹھارہ سال سے ماں سے جدائی، کا تذکرہ تھا۔

انہوں نے درخواست پڑھی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری حالت وکیفیت معلوم کر کے انکی آنکھیں بھر آئی ہیں، حیرت واستعجاب کی تصویر بنے استفسار کیا: ''کیا تم اتنے طویل عرصہ سے اپنی والدہ کی قدم بوسی وزیارت سے محروم ہو؟''

''جی ہاں! صرف میں ہی نہیں مجھ جیسے سینکڑوں افراد اپنے خاندانوں سے بچھڑے ہوئے ہیں اور ہندو استعمار نے، ماں باپ اور اولاد، میاں اور بیوی، بہن اور بھائیوں اور دیگر عزیزوں رشتہ داروں میں جبری جدائی ڈال رکھی ہے''۔

میرا جواب سنتے ہی انہوں نے فوراً 21 روز کیلئے میری چھٹی منظور کی اور میں اپنی والدہ محترمہ سے ملاقات کیلئے پاکستان عازم سفر ہوا۔ میرپور اپنے گھر پہنچا اور ماں بیٹے کی ملاقات کا منظر دیکھنے والوں کو شاید اب تک نہ بھولا ہو، ماں نے بیٹے کو دیکھتے ہی اپنی بانہوں میں لیکر ایک طویل معانقہ کیا اور سر اور منہ پر پیار ومحبت اور شفقت کے بوسے دیئے، پھر دونوں کی آہیں، سسکیاں، ہچکیاں اور بے اختیار آنسو، یقیناً یہ خوشی کے آنسو تھے جو ماں کی آنکھوں میں بھی تھے اور بیٹے کی آنکھوں میں بھی اور خوشی کے ان آنسوؤں کا مشاہدہ کئی لوگوں نے کیا جو سالہا سال سے بچھڑے ماں، بیٹے کی ملاقات کے جذباتی مناظر دیکھنے محلہ بھر سے امڈ آئے تھے۔

حقیقی خوشی کے آنسوؤں کا ایک دوسرا موقع میری زندگی میں وہ ہے جب والدہ مرحومہ مقبوضہ کشمیر سے 1990ء میں بڑے بھائی نذیر احمد کیساتھ پاکستان تشریف لائی تھیں تو ملاقات کی کوئی زیادہ توقع نہ تھی، لیکن میں سعودی عرب سے ایک خط کے ذریعے پاکستان آنیکی دعوت اور کچھ زادِ راہ بھیج آیا تھا، اس لئے ذہن کے گوشوں میں ایک موہوم

Marfat.com

امید ضرور تھی۔محلّہ میں شام کے وقت سردیوں کے موسم میں لوگ عام طور ایک دوسرے کے گھر میں نہیں جاتے، اچانک دروازے پر دستک ہوئی تو دل میں انجان سا کھٹکا ہوا، دروازہ کھولا تو سامنے محلّہ کے ایک صاحب، برادر نذیر احمد اور والدہ کے ساتھ موجود تھے، اچانک آمد یا ملاقات پر جو خوشی ہوئی اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

میں سالانہ چھٹی گزار کر واپس سعودی عرب چلا گیا اور والدہ کو اصرار و تکرار اور بڑی مشکل سے راضی کر پایا کہ کم از کم ایک سال یہیں پہ قیام کریں میری واپسی تک وہ راضی تو ہوگئیں لیکن ماں بیٹے میں بڑی دلچسپ گفتگو ہوئی۔

میں نے گزارش کی کہ ہم دو بھائیوں عصمت اللہ اور محمد بشیر کا بھی حق ہے، کہنے لگیں، میرے سب لختِ ہائے جگر، بیٹیاں کشمیر میں ہیں، ان کے پاس جانا ہے، اس پر میں نے بھی ایک جذباتی سوال کیا: ''کیا بشیر اور میں آپ کے لختِ جگر اور بیٹے نہیں؟ کیا ہمیں آپ نے بازار سے خرید کر پالا تھا؟'' میرے ان سوالات پر خاموش ہوگئیں، پھر دوبارہ یہی ذکر والدہ کی ایک کزن کے ہاں چھڑ گیا، میں نے یہیں پر پاکستان میں مستقل قیام کرنے کی فرمائش کر دی تو کہنے لگیں: ''آپ دونوں سے ملاقات ہوگئی اب مجھے واپس جانا چاہیئے''۔ میں نے پھر بااصرار کہا کہ ادھر ہی رہیں اور آخری عمر یہیں پر گزاریں، خدمت کی ضرورت ہے اور دیکھ بھال کی جو ہم دونوں مل کر کریں گے۔

کیوں کہ کم از کم اتنا عرصہ تو ہمارا حق بھی ہے جتنا آپ نے دوسری اولاد کے ساتھ گزارا ہے۔ میری اس بات پر ان کی کزن نے بھی سفارش کی اور پھر تیار ہوگئیں، اور اسطرح میں سعودی عرب واپس جانے کیلئے رخصت ہونے لگا تو رونے لگیں میں نے پوچھا: ''اگر مکہ مکرمہ حصول علم کیلئے جانے کی اجازت نہیں تو صاف کہہ دیں، نہیں جاؤں گا، ورنہ خوشی خوشی رخصت کریں''۔ اس پر خاموش ہوگئیں، لیکن جب میں مل کر رخصت لیکر گاڑی میں بیٹھ چکا تو آخری مرتبہ سر پر ہاتھ پھیرا، اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اس کو چومنے لگیں اور اب میرے ضبط کے بندھن بھی ٹوٹ گئے، بالمشافہ آخری ملاقات تھی، میں سعودی عرب سے وقتاً فوقتاً ٹیلیفون کرتا اور بات ہوتی اور دل کو تسلی ہو جاتی کہ واپس جا کر ملاقات کریں گے اور اگر مستقل قیام پر راضی نہ ہوئیں تو اطمینان سے رخصت کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ ملاقات شاید منظور نہ تھی۔

8 1 مئی 1 9 9 0ء بروز جمعہ المبارک مطابق 2 2 شوال 1410ھ کا ذکر ہے، میں جمعہ کی نماز پڑھ کر مکبریہ کے نیچے حسبِ معمول دوست واحباب کے ساتھ کھڑا تھا کہ برادر نذیر قریشی صاحب (مقبوضہ کشمیر والے جو ان دنوں وامی جدہ میں کام کرتے تھے، آجکل لندن میں ہیں) آئے کہنے لگے کہ آپ کی والدہ پاکستان میں تھیں؟ ذہن کو آہستہ آہستہ بری خبر کے تیار کرنے والے کئی سوالات کے بعد مجھے بتایا کہ وہ آج ہی وفات پا گئی ہیں۔ پھر کیا تھا، امی جان کی ساری شفقتیں اور مجھے تعلیم دلانے کی محنتیں اور آرزوئیں، نظروں میں گھومنے لگیں اور آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی''۔

Marfat.com

مکہ مکرمہ میں میرا قیام مارچ 1979ء سے جون 1997ء تک رہا، جس دوران تقریباً ہر سال تین ماہ کے قریب تعطیلات گزارنے پاکستان آیا کرتا تھا، یہ مدت شمسی تقویم کے مطابق 18 سال اور تقریباً تین ماہ پر مشتمل ہے اور قمری ہجری لحاظ سے 19 سال سے ایک ماہ کم۔ یہ میری جوانی کے سال ہیں، اس مدت کے دوران میں نے عربی زبان کا چھے ماہ کا کورس کیا اور بقیہ عرصہ میں قضا میں بی اے، فقہ میں ''الانتفاع بأجزاء الآدمي في الفقه الإسلامي'' کے نام سے اعضا کی پیوندکاری پر ایم اے اور مشہور حنفی فقیہ امام ابوبکر جصاص کی فقہ حنفی پر مایہ ناز تصنیف ''شرح مختصر الطحاوی'' جز واول ودوم کی تحقیق وتدوین کے ذریعہ پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، میرے دونوں مقالات شائع ہو کر عرب دنیا میں علمی حلقوں میں معروف اور خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی اپنے خاندان کی کفالت کی ذمہ داری ادا کرنے کی غرض سے تعلیم کے بعد جز وقتی کام بھی کرتا رہا، سعودی عرب کے محکمہ امر بالمعروف ونهي عن المنكر، مکہ پولیس، حرم پولیس، پاکستان ہاؤس مکہ مکرمہ، مختلف معلمینِ حجاج، اسلامی ترقیاتی بنک اور وزارت حج سعودی عرب کے زیر اہتمام منیٰ میں قربانی کے پراجیکٹ اور مذبح میں جانوروں کی شرعی پہلوؤں سے نگرانی اور ام القریٰ یونیورسٹی کے زیر اہتمام معهد أبحاث الحج، معهد البحوث العلمية وإحياء التراث الإسلامي، مرکزی لائبریری، میں مختلف کام سرانجام دیئے جن میں زیادہ تر کاموں کی نوعیت ریسرچ وتحقیق اور ترجمانی وغیرہ تھی۔

قیام مکہ کی یادداشتیں بہت ہیں، طویل بھی اور لذیذ بھی، دراز تر کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن فرصت کی کمی ہمیشہ آڑے آتی رہی، اب صاحب کتاب ''ہجرت کشمیر'' مولوی محمد اشرف قریشی صاحب کے اصرار پر لوح حافظہ سے چند چیزیں رقم کر رہا ہوں۔

مکہ مکرمہ جامعہ ام القریٰ میں داخلہ ملا تو ابتدائی ٹیسٹ کے بعد، عربی زبان کے دوسالہ کورس میں سے تقریبا ڈیڑھ سال کا کورس معاف کر دیا گیا اور صرف چھ ماہ پڑھائی کے بعد مجھے قسم القضاء میں داخلہ مل گیا، جہاں حسن البنا مرحوم کے ساتھی سید سابق اور وھبہ زحیلی کے برادر خورد، عالم اسلام کے عظیم فقیہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الزحیلی حفظہ اللہ تعالیٰ، سے استفادہ اور تلمذ کا موقع ملا۔ امام حرم اور سعودی مجلس شوریٰ کے چیئرمین ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید سے بھی مستفید ہونے کا موقع ملا، انہوں نے میرے ایم اے کے مقالہ کا مناقشہ کیا اور مقالہ کی بہت تعریف اور میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

قیام مکہ کے زمانہ میں اپنے قریبی لوگوں میں سے بہت سے خوش نصیب حج کیلئے آئے تو خدمت کا موقع ملا، ان میں حاجی عبدالرشید ولد مولوی محمد حسین مرحوم، حاجی محمد شفیع فتح پور والے شامل ہیں۔ حج کے موقع پر ملاقاتوں اور خدمت کے نتیجہ میں تعلقات میں حلاوت بھی آئی اور دعوتی اثرات بھی بڑے گہرے تھے۔

انہی لوگوں میں ایک صاحب ترالہ راجوری ہمارے آبائی علاقہ کی پنچایت کے صدر چوہدری محمد رفیق مرحوم بھی

Marfat.com

شامل ہیں جو واپس گئے تو میرے بارے میں گاؤں میں بڑے مثبت اور اچھے تاثرات کا اظہار کیا، لیکن مرحوم سے علم وشعور کی دنیا میں پہنچنے کے بعد ملاقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے مقبوضہ کشمیر کے دیہاتی علاقوں کی مقامی قیادت کے متعلق جو تصور قائم کیا ہوا تھا سخت مجروح ہوا۔ البتہ میرے والد مرحوم کے بارے میں ان سے مفید معلومات حاصل ہوئیں۔

مرحوم نے بتایا کہ وہ قبیلہ قریش کے لوگوں سے بالعموم خوش تھے کیوں کہ وہ ان کے دینی رہنما بھی تھے اور ساتھ میں مجھ (صدر رفیق) پر، اتنا اعتماد کرتے ہوئے، دوسروں کے متعلق ضروری معلومات، گھر میں پکنے والے کھانے تک کی اطلاع پہنچا دیتے۔ لیکن میاں عنایت اللہ مرحوم ذرا سخت طبیعت کے مالک تھے کہ مجھے معلومات فراہم کرنے میں بخل سے کام لیتے تھے، یعنی دوسرے لفظوں میں چغلی کی عادت نہیں تھی۔

قیام مکہ مکرمہ کے زمانہ میں جب قاضی عبداللہ مرحوم پر فالج کا حملہ ہوا تو ان کی خدمت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ جس دوران میں صرف کلاس میں جانے کیلئے اجازت لیتا اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہسپتال میں دیکھ بھال کرتے ایک روز میں کلاس سے واپس پہنچا تو شعیشہ ہسپتال معابدہ، سے باہر آ کر، پریشانی کی حالت میں میرا انتظار کر رہے تھے۔ جب میں پہنچا تو سکون ہوا پھر فرمایا: ''ہسپتال میں مریض کے مرافق کے طور پر ڈیوٹی آسان نہیں ہے''۔ اس کے بعد میں نے حسب المقدور کوشش کی کہ ان کو زیادہ پریشان نہ کیا جائے، اپنے اوقات میں سے جو تعلیم سے بچتا، قاضی صاحب مرحوم کے ساتھ ہسپتال میں ہی وقت گزارتا۔ انہی دنوں حرم شریف میں کچھ لوگوں نے قبضہ کیا تھا اور لڑائی کے نتیجہ میں مکہ مکرمہ کے سب ہسپتالوں میں ایمرجنسی کا اعلان کر دیا گیا، قاضی عبداللہ مرحوم کو معابدہ کے ہسپتال سے زاہر کے ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا جو تنعیم کے قریب راستہ میں واقع ہے، وہاں کئی ہفتے قاضی صاحب مرحوم کے ساتھ ڈیوٹی ادا کی۔

اسی دوران آزاد کشمیر کے معروف سیاسی رہنما، سابق صدرِ آزاد کشمیر سردار محمد عبدالقیوم خان صاحب جو حرمین شریفین میں غالباً حج کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے قاضی صاحب مرحوم کی عیادت کو مستشفیٰ زاہر میں تشریف لائے، کافی دیر قاضی صاحب کے بیڈ کے ساتھ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

سردار عبدالقیوم خانصاحب کے زمانۂ صدارت میں ہی قاضی عبداللہ مرحوم کی تقرری بطور مفتی ہوئی تھی اور انٹرویو لینے والوں میں خود سردار عبدالقیوم صاحب بھی موجود تھے اور میری اطلاع کے مطابق جس کی تصدیق سید مظفر حسین ندوی مرحوم ناظم محکمہ امور دینیہ نے بھی کی تھی کہ آپ قاضی صاحب مرحوم کے علمی جوابات سے بہت متاثر تھے۔

تقریباً دو ہفتے کے بعد دوست احباب اور یونیورسٹی انتظامیہ بالخصوص کلیۃ الشریعۃ کے عمید ڈاکٹر محمد سعد الرشید کے ساتھ مشاورت کے نتیجہ میں فیصلہ ہوا کہ قاضی صاحب کو پاکستان واپس بھیج دیا جائے تا کہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہیں اور مناسب علاج بھی کروا سکیں، مرافق کے طور پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو واپسی ٹکٹ اور ویزہ بھی لیکر دیا تا کہ واپس آ کر تعلیم مکمل کر سکیں لیکن وہ اپنے حالات کی وجہ سے واپس مکہ مکرمہ حصول تعلیم کے لئے نہ آ سکے۔

میں نے قاضی عبداللہ مرحوم کی بیماری کے زمانہ میں جو خدمت کی وہ محض رضائے الٰہی کی خاطر، اپنا فرض سمجھ

Marfat.com

کر کی، کہ وہ بیمار تھے، میرے عزیز ہی نہیں بلکہ استاذ بھی تھے، لیکن انہوں نے اس کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا، شکریہ ادا کرتے، اس خدمت کا تذکرہ کرتے۔ ان کے عرصۂ بیماری میں ہی میری نظر کمزور ہوئی، چیک کروایا تو زاہر ہسپتال کے ایک پاکستانی ڈاکٹر جو آئی سپیشلسٹ تھے، انہوں نے مایوس کن اطلاع بڑے ہی بھیانک انداز میں دی کہ آپ ایک آنکھ سے دیکھتے، پڑھتے رہے ہیں، اس لئے اتنی کمزور ہوگئی ہے کہ اب نظر کی عینک بھی فائدہ نہیں دیگی اور بالآخر دائیں آنکھ کی نظر بالکل ختم ہو جائے گی، میں نے ڈاکٹر صاحب کی رائے قاضی صاحب کو بتائی تو انہوں نے تعجب کا اظہار کیا اور خود بیمار ہونے کے باوجود مجھے حوصلہ دیا اور اجیاد ہسپتال کے عقب ایک دوسرے پرائیویٹ پاکستانی ڈاکٹر کو چیک کروانیکا مشورہ دیا جس نے عینک کا نمبر دیدیا اور وہی نمبر آج تک چل رہا ہے۔ قاضی صاحب مرحوم نے اپنی جیب سے پہلی عینک بنوا کر دی۔

پاکستان واپس پہنچنے کے بعد مرحوم کی صحت بہتر ہوئی تو ان کی ہدایت پر میں نے عمید قبول وتسجیل جامعہ ام القریٰ د۔الصنیع کو اپنے ہاتھ سے درخواست لکھ کر دی کہ ان کو تعلیم کی تکمیل کیلئے دوبارہ واپس آنے کی غرض سے ویزہ جاری کیا جائے۔

ویزہ جاری کرنے کی انہوں نے منظوری دی لیکن ایک ڈانٹ بھی پلائی، ویزہ جاری ہوا، اور قاضی عبداللہ مرحوم نے واپس مکہ مکرمہ جا کر اپنی تعلیم کی تکمیل کی اور اساتذہ ومشائخ نیز دوست احباب سے ملاقات کر کے بیماری کے دوران تعاون بالخصوص دعاؤں کا شکریہ ادا کیا، کئی اساتذہ نے قاضی عبداللہ مرحوم کی ان کے بیٹے مولوی عبدالرؤف صاحب کے ساتھ دعوت کی۔

حضرات اساتذہ کرام

منہوٹ

01 : قاضی عبدالرحیم۔ ناظرہ قرآن کریم

02 : سائرہ بیگم بنت مولانا محمد عثمان۔ ناظرہ قرآن کریم

05 : مولانا حکیم محمد عبدالکریم

میرپور آزاد کشمیر

01 : حافظ عبدالرقیب

02 : حافظ نور محمد

03 : قاری عبدالرحمٰن

جامعہ عربی گوجرانوالہ

04 : مولانا محمد چراغ

Marfat.com

05 :مولانا معین الدین شیخ الحدیث

06: مولانا حافظ مفتی نذیر احمد

07 :مولانا قاضی محمد عبداللہ

08 :مولانا حافظ محمد حنیف

09 :مولانا قاضی مطیع اللہ

10 :مولانا حافظ محمد انوالقاسمی

جامعہ ام القری مکہ مکرمہ

11 :ڈاکٹر احمدعلی ریان

12 :ڈاکٹر خلف الجبوری

13 :ڈاکٹر حمزة حسین الفعر

14 :ڈاکٹر شرف علی الشریف

15 :ڈاکٹر احمد فهمی السرجانی

17 :ڈاکٹر نزیه کمال حماد

18 :ڈاکٹر محمدمصطفی الزحیلی

20 :ڈاکٹر احمد فهمی ابوسنة

21 :الشیخ عبدالرحمن حبنكة المیدانی

22 :ڈاکٹر صلاح زیدان

23 :ڈاکٹر انور محمود یوسف الدبور

24 :الشیخ محمود الخطراوی

25 :الشیخ مفتی الشافعیة محمود عبدالدائم

27 :ڈاکٹر عبدالعزیز عامر

28 :ڈاکٹر احمدعثمان

29 :ڈاکٹر عبداللہ آل یحی

30 :ڈاکٹر سلیمان بن وائل التویجری

31:ڈاکٹر احمدعبدالرزاق الکبیسی

32 :ڈاکٹر عبدالحی الفرماوی

33 :الشیخ السیدسابق

زَیَّنَ اللّٰهُ وُجُوْهَهُمْ

Marfat.com

اولاد

ساجدہ عصمت اللہ، عائشہ عصمت اللہ، عابدہ عصمت اللہ، حمیرا عصمت اللہ

الحمدللہ کہ ڈاکٹر صاحب کی چاروں بیٹیاں عالمات ہیں۔

Marfat.com

35 : صاحبزادہ مولانا عبدالقیوم صاحب

مولانا عبدالقیوم بن حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم حضرت مولانا حکیم محمد حسین میاں عطا محمد میاں فضل دین حضرت مولانا حاجت جمال بن حضرت الشیخ حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی اہلیہ مائی فاطمہ بی بی کے بطن سے چھوٹے صاحبزادے صاحبزادے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کے والدہ کی طرف سے اکلوتے اور چھوٹے بھائی۔ راجوری میں اپنی زمینداری کے ساتھ مقام سوڑہ پانی حضرت میاں لال دین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے متصل مسجد کے خطیب ہیں جہاں ان دنوں علاقے کا سب سے بڑا اجتماع جمعہ ہوتا ہے۔

اگرچہ ہجرت میں شامل تھے مگر امن کے بعد اپنے دادا جان اور والدہ کے ہمراہ واپس چلے گئے تھے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ سفر راجوری کے دوران مجھے گھر مدعو کر کے پرتکلف دعوت کی اور بار بار ملتے بھی رہے۔ کتاب کی تالیف کے دوران جب بھی کسی معاملے میں آپ کی ضرورت پڑی آپ نے اولین فرصت میں تعاون کیا۔ میری اور آپ کی والدہ کے درمیان دوستی کا رشتہ تھا اس لئے بھی دونوں بھائی شفقت فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ کریم بہترین جزائے خیر عطا فرمائے: آمین

36 : مولانا مفتی محمد صادق صاحب حفظہ اللہ

حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد صادق عنایت اللہ میاں محمد میاں عطا محمد میاں فضل دین میاں بخت جمال حضرت علامہ حافظ وقاری عبدالکریم الشیخ عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ

فارغ التحصیل الجامعۃ العربیۃ احسن المدارس کانپور جبکہ آپ کی بیعت حضرت شاہ منظور عالم خانصاحب ظفر آبادی سے ہے آپ نے الٰہ آباد بورڈ سے عربی ادب میں فاضل کے علاوہ طب وجراحت میں فاضل کی ڈگری حاصل کر رکھی ہے۔ اس طرح آپ پیشے کے اعتبار سے ماہر ونباض طبیب ہیں جبکہ فارسی میں بھی منشی کامل پاس کیا جس کے بعد ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل اور معلم کا امتحان علیگڑھ یونیورسٹی سے کیا اور الحمد للہ آپ ہی علاقے کے مفتی اور کامیاب مدرس ہیں۔

Marfat.com

پہلے راجوری میں مطب بھی چلاتے تھے جس کے بعد کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ رانجن جموں میں مدرس تعینات رہے ہیں اوران دنوں جامعة العلم و الھدی میہنڈر ضلع پونچھ میں شیخ الحدیث ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کے اساتذہ کرام

حضرت مولانا رحیم الدین احمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نورالاخیار صاحب دامت برکاتہم

حضرت شیخ الحدیث مولانا حفیظ اللہ صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا عبدالسلام بستوی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا ابواللیث صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا دانش علوی فریدی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب دامت برکاتہم

Marfat.com

علماء کا نوجوان طبقہ

37: پروفیسر ضیاء الرحمٰن

پروفیسر علامہ ضیاء الرحمٰن بن مولانا علامہ قاضی مطیع اللہ بن مولانا حافظ سائیں عبدالرحمٰن میاں محمد مولانا میاں عطا محمد فضل دین بخت جمال حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم قریشی صدیقی رحمہم اللہ

جامعہ عربیہ گوجرانوالہ سے درس نظامی اور لاہور بورڈ سے فاضل عربی کے بعد ایم فل کیا ہے۔ ان دنوں آزاد کشمیر کے محکمہ تعلیم میں بحیثیت پروفیسر تعینات ہیں خاندان کا اولین شجرہ نسب بتعاون الحاج میاں محمد سعید محمد حسین اور مولوی عبدالکریم مرتب کرنے کی سعی آپ ہی کی ہے۔ پروفیسر صاحب کو اللہ کریم نے بہت سی صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے۔ تحقیقی رجحان کی بنا پر امید ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد کوئی علمی یادگار مرتب کریں گے جس کیلئے میری دلی دعا ہے۔

38 : مولانا عبدالروٗف

مولانا عبدالروٗف بن قاضی محمد عبداللہ بن میاں محمد دین بن میاں امام دین بن میاں برہان الدین بن میاں فضل دین بن مولانا میاں بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم قریشی صدیقی رحمہم اللہ

جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے قضا میں ایل ایل بی کرنے کے بعد والد ماجد کے انتقال کے باعث تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ لہٰذا کاروبار کی طرف متوجہ ہوتے ہی کامیاب بزنس مین بن گئے۔

مولانا عبدالروٗف صاحب معاشرتی تعلقات اور بہت سی سماجی خدمات کی وجہ سے خاندان میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ چوں کہ بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اس طرح والد کے انتقال کے بعد سب بہن بھائیوں کی احسن طریقے سے دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ اپنی دادی جان اور چچا سائیں عبدالمجید صاحب کی خدمت میں کوتاہی نہ ہونے دینا خاندان میں ایک عمدہ مثال اور دعا ہے کہ اللہ کریم انہیں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

Marfat.com

39 : مولانا عتیق الرحمٰن

مولانا عتیق الرحمٰن بن حاجی عبداللطیف میاں اللہ دین میاں وہاب دین میاں کرم دین حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ عربیہ گوجرانوالہ، خطیب مہتمم ومدرس مدرسہ معہد القرآن الکریم ایف ۳ میرپور۔ اوراب اسلامیات میں ایم اے بھی کرلیا ہے۔

40 : مولانا جاوید الرحمٰن

مولانا جاوید الرحمٰن بن شیخ الحدیث حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن بن حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریم حضرت مولانا حکیم محمد حسین میاں عطا محمد میاں فضل دین حضرت مولانا حابخت جمال بن حضرت الشیخ حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

ایم اے کے علاوہ درس نظامی کے فارغ التحصیل عالم وخطیب اور قادر الکلام شاعر ہیں۔

41 : مولانا محمد عارف

مولانا محمد عارف بن حاجی محمد رفیع بن میاں محمد شفیع بن حضرت مولانا میاں یار محمد بن حضرت مولانا میاں جمال الدین بن حضرت مولانا میاں محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن حضرت الشیخ عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ

جامعہ عربیہ میں زیر تعلیم رہے عربی فاضل کے بعد جامعۃ العلوم الاسلامیہ ایف ۲ میرپور سے دورہ حدیث کیا ہے آج کل اپنے کاروبار کے ساتھ ساتھ بامقصد شاعری بھی کرتے ہیں۔

42 : مولانا محمد اسد

مولانا محمد اسد بن مولانا عبدالرؤف بن قاضی محمد عبداللہ بن بابا محمد دین بن میاں امام دین بن میاں برہان الدین بن میاں فضل دین بن مولانا میاں بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم قریشی صدیقی رحمہم اللہ

فاضل جامعہ عربیہ گوجرانوالہ آج کل اپنے کاروبار میں والد کے معاون ہیں۔

Marfat.com

43: مولانا ارشد محمود عبدالرؤف

مولانا ارشد محمود بن مولانا عبدالرؤف بن قاضی محمد عبداللہ بن بابا محمد دین بن میاں امام دین بن میاں برہان الدین بن میاں فضل دین بن مولانا میاں بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم قریشی صدیقی رحمہم اللہ

فاضل جامعہ عربیہ گوجرانوالہ نوجوان علماء میں ایک ممتاز مقام ہے دینی مدرسہ معہد القرآن الکریم ایف ۳ میرپور میں مدرس ہیں۔

44: صاحبزادہ ظہیر احمد قاضی عبداللہ

صاحبزادہ ظہیر احمد بن قاضی محمد عبداللہ بن بابا محمد دین بن میاں امام دین بن میاں برہان الدین بن میاں فضل دین بن مولانا میاں بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم قریشی صدیقی رحمہم اللہ

فاضل جامعہ عربیہ گوجرانوالہ اسکے بعد جامعہ امام محمد بن سعود ریاض میں بھی زیر تعلیم رہے آج کل اپنا بزنس چلاتے ہیں۔

45 : مولانا محمد غالب

مولانا محمد غالب بن حاجی محمد شریف میاں جمال دین میاں غلام محمد میاں کرم دین حضرت مولانا حافظ قاری عبد الکریم بن الشیخ عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ عربیہ گوجرانوالہ بعدازاں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں بھی ۴ سالہ کورس مکمل کیا ان دنوں میرپور میں مقیم ہیں۔

46 : مولانا زاہد محمود

مولانا زاہد محمود بن مطیع اللہ بن میاں عبدالکریم بن میاں یار محمد بن حضرت مولانا جمال الدین بن حضرت مولانا میاں محمد محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ

جامعہ عربیہ گوجرانوالہ سے فاضل کرنے کے بعد جامعہ عثمانیہ ماڈل ٹاؤن لاہور سے دورۂ حدیث مکمل کیا ان دنوں انگلینڈ میں ہیں

Marfat.com

47 : مولانا قاری فرید احمد

مولانا قاری فرید احمد محمد بن حکیم محمد بشیر بن محمد زمان بن حضرت مولانا میاں محمد حسین بن مولانا مفتی ہاشم الدین بن حضرت مولانا جمال الدین بن حضرت مولانا حافظ میاں محمد محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن الشیخ عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ

جامعہ عربیہ گوجرانوالہ سے فاضل ودورۂ حدیث، اشرف العلوم گوجرانوالہ سے فاضل قرأت اور میرپور کے بزرگ عالم دین حافظ محمد مہر دین صاحب سے حفظ مکمل کیا۔

48 : مولانا محمد معروف

مولانا محمد معروف بن شاعر اسلام حضرت مولانا میاں محمد فاضل بن مولانا حکیم محمد حسین بن میاں عطا محمد بن فضل دین بن مولانا بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ عربیہ گوجرانوالہ، مدرس مدرسہ معھد القرآن الکریم ایف ۳ میرپور، قیم جماعت اسلامی میرپور

49: مولانا حافظ محمد عمران رشید

علامہ حافظ قاری عمران رشید حضرت مولوی عبدالرشید بن میاں محمد دین میاں امیر محمد میاں قادر بخش میاں رسمت حضرت مولانا حافظ نصر اللہ بن حافظ اکرام اللہ بن حضرت بابا امیر حمزہ رحمہم اللہ تعالیٰ ساکن فتح پور مضافات راجوری

میرے بھانجے حافظ عمران رشید نے مدرسہ اخلاقیہ مبارکپور اعظم گڑھ سے حفظ وقرأت کے بعد۔ مصباح العلوم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ سے درس نظامی کے ساتھ ساتھ ایم اے کرنے کے بعد اس سال یعنی 2012ء میں پی ایچ ڈی کرنے کی غرض سے علیگڑھ یونیورسٹی میں داخلہ حاصل کرلیا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں آپ کی تلاوت کی ایک سی ڈی مجھے ملی ہے جس پر اگران کا نام درج نہ ہوتا تو میں لازماً حضرت قاری عبدالباسط رحمہ اللہ سے منسوب کرتا۔

2010ء میں سفر راجوری کے دوران حافظ صاحب نے چندروز میرے ساتھ گزارے تھے جس دوران ان کی نشست وبرخاست سے مجھے اندازہ ہوا کہ عمر کے حساب سے ان میں بہت صالحیت وصلاحیت موجود ہے جبکہ ہمارے ہاں مدارس کے بعض نئے فارغ التحصیل علما عالمانہ لباس اور وضع قطع اختیار کرنے میں عار محسوس کرنے لگے ہیں جو قابل افسوس ہے۔

Marfat.com

50 : قاری محمد سرفراز

قاری محمد سرفراز بن حضرت مولوی عبدالرشید بن میاں محمد دین میاں امیر محمد میاں قادر بخش میاں رست حضرت مولانا حافظ نصر اللہ بن حافظ اکرام اللہ بن حضرت بابا امیر حمزہ رحمہم اللہ تعالیٰ ساکن فتح پور مضافات راجوری

قاری محمد سرفراز خطیب جامع مسجد فتح پور الجامعة العربية کانپور یو۔پی سے آٹھ سال کے دوران مکمل قرأت کے بعد درس نظامی کی تکمیل کر چکے تھے کہ ایک حادثے کے بعد دورہ حدیث نہ کر سکے مگر الحمد للہ کہ رزق حلال کمانے کے ساتھ ساتھ اپنی مسجد میں خطبہ جمعہ بھی دیتے ہیں جو میرے لئے باعث اطمینان ہے۔

حفظ کے بعد زیر تعلیم حفاظ

:51 حافظ شکیل احمد محمد شفیق۔ میر پور

:52 حافظ محمد عبداللہ خالد۔ میر پور

:53 حافظ محمد سجاد محمد رفیق۔ میر پور

:54 حافظ راشد محمود مطیع اللہ۔ میر پور

:55 حافظ عبدالبصیر عبدالرؤف میر پور

:56 حافظ محمد وسیم میاں محمد شفیع میر پور

:57 حافظ محمد عظیم محمد شفیع میر پور

:58 حافظ رضی اللہ بیلہ مضافات راجوری

:59 حافظ شکیل احمد محمد فاضل چڑہان مضافات راجوری

:60 حافظ محمد الیاس احمد دین چڑہان مضافات راجوری

:61 حافظ محمد اعظم محمد رقیب چڑہان مضافات راجوری

نوٹ: حافظ محمد اعظم تعلیم ادھوری چھوڑ کر سعودی عربیہ میں چلے گئے ہیں

:62 حافظ محمد معروف فضل عالم چڑہان

:63 حافظ محمد امجد فضل عالم چڑہان

Marfat.com

حافظات

64:	حافظہ حمیرا عصمت اللہ	اسلام آباد

حافظہ حمیرا اب اسلام انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی سے بائیوانفارمیٹکس میں بی ایس کرنے کے باوجود تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں۔

65:	حافظہ طیبہ خالد	میرپور
66:	حافظہ انیسہ افضل	میرپور
67:	حافظہ بشریٰ عبدالروف	میرپور
68:	حافظہ عافیہ الیاس	میرپور
69:	حافظہ عالیہ الیاس	میرپور

Marfat.com

عالمات قریش

70: مریم بی بی

مائی مریم بی بی بنت حضرت مولانا محمد عثمان بن میاں عطا محمد بن فضل دین بن حضرت مولانا حافظ بخت جمال بن حضرت حافظ قاری عبدالکریم رحمہم اللہ تعالیٰ

مائی صاحبہ نے مکتب سکول منہوٹ میں اپنے والد ماجد سے کتب فقہ کے علاوہ کریما، نام حق، پند نامہ، تحفہ نصائح، گلستان، بوستان، زلیخا، سکندر نامہ اور دیگر مروج کتب پڑھی تھیں اور ہمارے خاندان کی پہلی عالمہ خاتون ہیں جنہیں عربی و فارسی کے ہزاروں اشعار ازبر ہونے کے علاوہ خط وکتابت میں بھی مہارت حاصل تھی۔ علمی امور میں اپنے عظیم والد کی معاونت فرماتی رہیں اور تمام عمر اپنے عظیم والد کے ورثے کی امین رہیں۔

2010ء میں سفر راجوری کے دوران 06/11/2010 جب زیارت کیلئے حاضر ہوا تو ضعف کے باوجود بڑی دیر تک میرا سر گود میں لے کر میری والدہ کے محاسن بیان فرماتی اور دعائیں دیتی رہیں۔ مائی صاحبہ تادم تحریر حیات اور خاندان کی طویل العمر خاتون ہیں مگر الحمد للہ کہ ابھی تک حافظہ جوان ہے۔

فاضلات جامعہ عربیہ للبنات گوجرانوالہ

71: عابدہ عبداللہ

عابدہ عبداللہ بنت حضرت استاذ قاضی عبداللہ رحمہ اللہ، زوجہ نصیر احمد حاجی محمد سعید جامعہ عربیہ سے فارغ التحصیل اور القرآن اکیڈمی میرپور کی پرنسپل ہیں۔

القرآن اکیڈمی

1997ء میں جب ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے فارغ ہو کر لوٹے ہیں تو ڈاکٹر صاحب اور مولوی عبدالرؤف قاضی محمد عبداللہؒ نے پروفیسر امین طارق قاسمی اور مولانا نورالصمد حاجب سے مشاورت کے بعد خواتین کیلئے فہم القرآن کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد رکھی جس کا مقصد یہ تھا کہ نہ صرف چھوٹی بچیوں کو بنیادی تعلیم سے آراستہ کیا جائے بلکہ بڑی عمر کی خواتین کو صحیح تلفظ کے ساتھ دوبارہ قرآن کریم پڑھایا جائے۔

دونوں ساتھیوں کی محنت کو اللہ کریم نے شرف قبولیت بخشتے ہوئے جامعہ عربیہ سے فارغ ہونے والی تمام فاضلات کے دلوں کو اس طرف راغب کر دیا جن کے شوق، لگن اور حسن اخلاق نے محلے کی تمام خواتین کو ان کا گرویدہ

Marfat.com

بنادیا۔اس طرح خواتین کی اکثریت نے نہ صرف قرآن کریم دوبارہ پڑھتے ہوئے تلفظ درست کیا بلکہ اکثر نے ترجمہ بھی مکمل کرلیا۔

اب یہی ادارہ مسجد عثمانیہ محلّہ القریش F/1 میں القرآن اکیڈمی کے نام سے عابدہ عبداللہ کے اہتمام میں قائم اور رابطة المدارس الاسلامیہ کے ساتھ رجسٹرڈ ہے جس کے تحت عامہ اور خاصہ کا کورس مکمل کرنے والی بچیوں نے ایک ذیلی ادارہ بھی قائم کرلیا ہے۔ادارے کی کامیابی اور خواتین کی دلچسپی کے پیش نظر کوشش ہے کہ الھدیٰ انٹرنیشنل کے نصاب کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے اندر مزید وسعت پیدا کردی جائے۔

72 : ساجدہ سحر عصمت اللہ

زوجہ مولوی زاہد محمود مطیع اللہ میاں عبدالکریم

پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کی بڑی اور باصلاحیت صاحبزادی ہیں جامعہ عربیہ سے فارغ التحصیل اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے اصول الدین میں بی اے ہیں اردو ادب سے بھی دلچسپی ہے اور اچھے اچھے اشعار بھی تخلیق کرتی ہیں۔میری تالیفات جب زیورطبع سے آراستہ ہوکر آئیں تو ساجدہ بیٹی نے نہ صرف توجہ سے پڑھیں بلکہ میری ہمت افزائی کیلئے تقریب رونمائی کے موقع پر بہت عمدہ قسم کا مقالہ لکھ کر بھیجا جسے پڑھ کر نہ صرف آپ کی صلاحیتوں کا ادراک ہوا بلکہ مسرت کے عالم میں بہت سی دعائیں زباں پہ آگئیں ذیل میں دور طالبعلمی کے چند اشعار کا نمونہ

نمونۂ کلام

ہلال وقمروبدرسب اس کے سامنے ہیچ تھے
اماوس کا جگنو لیکن صاحب جمال تھا
میں ٹھوکر کھاکھا کر سنبھلوں سنبھل کر گر جاؤں
یہ میرا نصیب نہیں کسی دعائے بدکا کمال تھا
اس کی ہمسری کرتے بھی تو بھلا کیسے کرتے
اپنا نام و نسب معلوم نہیں اور وہ آل تھا
میں فرشتہ نہیں بشر تھا اور تنہا تھا
ادھر تھی طلب دل ، ادھر رب ذوالجلال تھا

Marfat.com

تقدیر کی عنایت تھی یا بد نصیبی کی بھول کوئی
وقت مستجابی میرے لبوں پر نہ کوئی سوال تھا
بہت دیر چلتا رہا ہم سفر بن کر تیرے شہر میں
تیرا سایہ تھا تیرا خواب تھا کہ تیرا خیال تھا
کیسے بے کیف تھی زندگی ہماری اک تمہارے بعد
انتظار وصل تھا کسی کا نہ کسی سے بچھڑنے کا ملال تھا

(۲)

ہو چکی اب تحقیر آدمیت بہت
خدارا کچھ تو خیال آبروئے انساں کرو
کب تک رہے گا دل میں سکوت برپا
خزائیں گزر چکیں اب جشن بہاراں کرو
پلٹ کے دیکھا تو پتھر ہو جائے گا
رخصت مرے شہر سے وفا کا کارواں کرو
سو چکے ساقی و قاضی و شیخ حرم
میکشو اب تم ہی حکم اذاں کرو
جتنے پیغام بر محبت کے تھے سحر سب چلے گئے
عطا اب اہل جفا ہی کو حیات جاوداں کرو

73: فریدہ مطیع اللہ: زوجہ مولانا قاری فرید احمد حکیم محمد بشیر خیالی

فریدہ، حضرت قاضی مطیع اللہ صاحب دامت برکاتہم کی بہت ہونہار اور باصلاحیت صاحبزادی، بی اے اور بہترین عالمہ ہیں جن کی طالبعلمی میرے نزدیک بہت سوں کیلئے سبق آموز ہے۔ کمسنی میں پہلی شادی جب ناکام ہوگئی تو فریدہ نے کاہل وست لوگوں کی طرح ٹوٹنے اور ناکامیوں کے مقبرے پہ بیٹھ کر تقدیر کو کوسنے کے بجائے جامعہ عربیہ للبنات گوجرانوالہ میں داخلہ لے لیا جہاں سے فارغ ہوئیں تو خالہ زاد قاری فرید احمد جامعہ عربیہ سے فاضل عربی اور اشرف العلوم گوجرانوالہ سے ودورہ حدیث مکمل کر کے آ گئے۔ اس طرح اللہ کریم نے دین کی برکت سے فریدین کو ایک چھت تلے جمع کر کے اولاد کے ساتھ ساتھ بہت سی خوشیوں سے نواز دیا اور اسی دین کی نسبت سے امید ہے کہ اللہ کریم انہیں آخرت میں بھی نوازے گا۔ اس طرح فریدہ بیٹی نے عملاً یہ ثابت کر کے کہ

Marfat.com

اک آن میں سوبار بدل جاتی ہے تقدیر
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ، ابھی خورسند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

ضرب کلیم: احکام الٰہی

اپنی جنس اور قبیلے کیلئے نقش بر حجر یہ پیغام چھوڑ کر ایک عمدہ مثال قائم کردی ہے:

تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ
خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تری جبیں
یہ نیلگوں فضا جسے کہتے ہیں آسماں
ہمت ہو پرکشا تو حقیقت میں کچھ نہیں
بالائے سر رہا ۔ تو ہے نام اس کا آسماں
زیر پر آگیا تو یہی آسماں زمیں

ضرب کلیم: محراب گل افغان کے افکار نظم نمبر ۱۷

74: نسرین عبدالکریم ۔ برمنگھم
زوجہ شاہد الرحمٰن مولانا فضل الرحمٰن

75: جمیلہ عبدالحکیم ۔ میرپور

حاجی عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ کی صاحبزادی اور مولانا محمد غالب کی اہلیہ ہیں

76: سعیدہ لطیف ۔ میرپور

77: نبیلہ عبدالرزاق ۔ میرپور

78: عفیفہ ریاض ۔ میرپور

79: نادیہ الیاس ۔ میرپور

Marfat.com

دیگر عالمات

80 : عائشہ عصمت اللہ۔اسلام آباد

عائشہ پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کی ہونہار صاحبزادی ہیں۔انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے اصول الدین میں ایم اے کے بعد تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں۔

81: عابدہ عصمت اللہ۔اسلام آباد

82: حمیرا عصمت اللہ۔اسلام آباذ

83: شاہدہ عبداللہ۔میرپور

حضرت استاذ قاضی عبداللہ صاحب کی صاحبزادی اور مولانا محمد عارف حاجی محمد رفیع کی اہلیہ ہیں

84: شاکرہ عبدالرؤف۔میرپور

85: ثناء نذیر۔میرپور

86: رفعت نذیر۔میرپور

Marfat.com

☆ محمد اعجاز شہید ☆

اللهم احفظه من بين يديه ومن خلفه وعن يمينه وعن شماله ومن فوقه ومن تحته : آمين

پیدائش: بروز سوموار 24 ذوالحجہ 1400ھ-03 نومبر 1980ء ۔ 11 بجے شب۔ میرپور آزاد کشمیر

شہادت: بروز ہفتہ 4 شعبان 1422ھ-21 اکتوبر 2001ء ۔ مقام اڑائی (اوڑی) ضلع پونچھ مقبوضہ کشمیر

محمد اعجاز شہید بن حاجی محمد رفیع بن میاں محمد شفیع بن حضرت مولانا میاں یار محمد بن حضرت مولانا میاں جمال الدین بن حضرت مولانا میاں محکم دین بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم بن حضرت الشیخ عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ

الٰہی! مجھے بھی شہادت نصیب

یہ افضل سے افضل عبادت نصیب

مومن

خاندان کی معلومہ تاریخ میں برادرزادہ محمد اعجاز پہلا نوجوان ہے جس نے تحریک آزادیٔ کشمیر میں عملاً حصہ لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کر کے نہ صرف مرتبہ شہادت حاصل کیا بلکہ خاندان کی تاریخ میں ایک سنہرے باب کا اضافہ کر گیا جو ہم سب کیلئے باعث فخر ہے۔

لمبا قد، رنگ صاف، ظریف الطبع، انتہائی ذہین اور حساس طبیعت اعجاز شہید، ایف۔اے کے دوسرے سال میں تھا کہ کالج سے غیر حاضر رہنے لگا۔ جب والدہ نے فون کر کے یہاں برمنگھم میں مجھے اطلاع کی تو میں نے فون کر کے ڈانٹ ڈپٹ بھی کی اور سمجھایا بھی کہ تعلیم کا حرج نہ صرف آپ کے مستقبل کیلئے اچھی بات نہیں بلکہ میرے لئے بھی باعث تکلیف ہے۔ شہید نے پہلے تو حسب عادت مجھے ادھر ادھر لگانے کی کوشش مگر پھر وعدہ کر لیا کہ وہ مجھے شکایت کا موقعہ نہیں دے گا۔

ان دنوں مقبوضہ وادی میں ناجائز قابض اور غاصب بھارتی افواج کی دہشت گردی کی عام خبروں نے پوری پاکستانی قوم کو بے سکون کر رکھا تھا جس کے باعث جذبۂ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار نوجوان سر پہ کفن باندھے پھرتے تھے۔ اسی جذبۂ جہاد اور شوق شہادت نے اعجاز کو تربیت کیلئے مجاہدین کے کوٹلی کیمپ میں پہنچا دیا تھا جس کے باعث وہ کالج سے غیر حاضر رہنے لگا تھا۔ اگرچہ والدین کو اس بات کی اطلاع مل گئی تھی مگر شہید اقرار کے بجائے بات ٹالتا رہا۔

بالآخر تربیت کے دوران ایک مرتبہ ملاقات کیلئے جب گھر آیا تو میں نے پھر سمجھانے اور تعلیم جاری رکھنے پر زور دیا تو اس نے مجھے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ دراصل ٹریننگ کی وجہ سے کوتاہی ہوگئی تھی مگر اب تو میں آ گیا ہوں آپ فکر نہ کریں۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دراصل جنت روانگی سے قبل الوداعی ملاقات کیلئے گھر آیا تھا۔

Marfat.com

اور پھر چند روز بعد ہی مجاہدین کیمپ کوٹلی سے اطلاع ملی کہ محمد اعجاز جس کا جہادی نام ولید تھا۔ بتاریخ 21 اکتوبر 2001ء مقام منڈی اڑائی ضلع پونچھ جبکہ وہ حزب اسلامی اور البدر مجاہدین کے ایک گروپ کے ساتھ مہم پر تھا کہ اچانک بھارتی افواج کے ساتھ معرکہ پیش آ گیا جس میں 13 بھارتی فوجی ہلاک اور 11 شدید زخمی ہوئے۔ جبکہ محمد اعجاز اپنے دیگر پانچ ساتھیوں سمیت شہید ہو کر نماز جنازہ کے بعد منڈی کے مزار شہدا میں مدفون ہو گیا ہے۔

ہمارے لئے یہ بات باعث فخر ہے کہ اس موقعہ پہ شہید کی والدہ نے سب سے زیادہ صبر وسکون کا مظاہرہ کیا۔ جب میں نے فون کیا تو کہنے لگیں:

''اللہ تعالیٰ نے ہی مجھے اعجاز دیا تھا اور اللہ کی ہی راہ میں کام آ گیا ہے لہٰذا میں بہت خوش ہوں''۔

مگر اعجاز کی دادی آخر وقت تک اعجاز کی واپسی کی منتظر رہیں۔ اعجاز کے والد نے اپنے بیٹے کیلئے جذبات کو نظم کیا ہے جسے پڑھتے ہوئے شہید کا سراپا سامنے آ جاتا ہے۔

شہید بیٹے کو والد کا منظوم نذرانہ

حاجی محمد رفیع میاں محمد شفیع

مبارک ہو تجھے اعجاز یہ رُتبہ شہادت کا
تجھے رب نے دیا ایسا بلند رُتبہ عبادت کا

مبارک بادیاں تجھ کو فرشتے دے رہے ہوں گے
پیالے حوض کوثر کے وہ لا کر دے رہے ہوں گے

جنت کے گلستاں سے کیا خوشبو آ رہی ہوگی
وہ جنت کی شرابوں کی خماری آ رہی ہوگی

تری قسمت میں یہ سب کچھ ازل سے لکھ دیا ہوگا
خدا کی راہ میں سر دینے کا وعدہ لے لیا ہوگا

تجھے پا کر یہ سوچا تھا سہارا مل گیا مجھ کو
نکل جاؤں گا مشکل سے کنارہ مل گیا مجھ کو

نہ تھا معلوم تو مجھ کو اکیلا چھوڑ جائے گا
چلا جائے گا تو اِک دن نہ پھر سے لوٹ آئے گا

Marfat.com

بچپن سے جوانی تک تجھے نازوں سے پالا تھا
میرے خوابوں کی دنیا میں تو آنکھوں کا اُجالا تھا

تری فطرت نرالی تھی میرے سارے گھرانے میں
تیرے دم سے ہی زینت تھی وہ میرے آشیانے میں

تُو تھا گوہر صدف جیسا تجھے سمجھا نہ پہچانا
خبر کیا تھی تُو بچھڑے گا میں ہو جاؤں گا دیوانہ

تیرے اخلاق اعلیٰ تھے نہ تھا دِل توڑنے والا
رفاقت تھی تیرے دل میں تو تھا دِل جوڑنے والا

تیری چڑھتی جوانی تھی تو جذبے بھی طوفانی تھے
نہ تھا معلوم یہ مجھ کو تیرے انداز فانی تھے

تجھے غیرت جگاتی خون تیرا جوش کھاتا تھا
خدا کی راہ میں سر دیدے یہی پیغام آتا تھا

تُو دنیا کے کناروں پر الگ سا ہو کے چلتا تھا
وہ قربانی کا جذبہ تھا جو دِل تیرا مچلتا تھا

تُو چاہتا تھا کہ دُنیا سے ابھی آزاد ہو جاؤں
یہ جاں راہِ خدا دیکر ابد آباد ہو جاؤں

تُو دنیا کے فریبوں سے بڑا بیزار رہتا تھا
یہ دُنیا بے وفا بابا مجھے کئی بار کہتا تھا

یہ دنیا غم کا ساگر ہے سہارا مل نہیں سکتا
بڑے منجدھار آتے ہیں کنارا مل نہیں سکتا

بڑا غمگین رہتا تھا کہ کوئی باب کھل جائے
ملے منجدھار سے رستہ میری نیا نکل جائے

Marfat.com

نہ تھا معلوم یہ مجھ کو فقط دن چار تیرے ہیں
مری اندھیر دنیا میں فقط دو دن سویرے ہیں

چھپا کر راز سینے میں بڑا غیور رہتا تھا
جہادِ فی سبیل اللہ تیرا منشور رہتا تھا

یہی تھی آرزو دل کی کہ میں قربان ہو جاؤں
خدا کی راہ میں دم نکلے تو میٹھی نیند سو جاؤں

تھوڑی زندگی لیکر تو آیا دارِ فانی میں
ہوا آباد برزخ کی حیات جاودانی میں

مرا لختِ جگر تھا تو، تیری خوشیاں میں چاہتا تھا
تُو مجھ سے دور جاتا جب میرا دل ڈوب جاتا تھا

میرے دل کی تمنا تھی ہمیشہ ساتھ تیرا ہو
اُجالا رات کا تجھ سے، تُو ہی دن کا سویرا ہو

میں چاہتا تھا زمانے میں تجھے وہ کام مل جائے
قیامت تک رہے زندہ تجھے وہ نام مل جائے

فلک پر تیرے چرچے ہوں ستاروں میں بسیرا ہو
ملے شہرت زمانے میں باعزت نام تیرا ہو

علم تیرا شریعت ہو عمل رب کی رضا والا
شرافت پر رہے زندہ تو ہو شرم و حیا والا

زمیں پر تیری عزت ہو فرشتوں میں ذکر تیرا
میں کیا کیا ناز کرتا جب بلند ہوتا فکر تیرا

نہ دی تو نے مجھے مہلت تجھے تعمیر کر دیتا
چمکنے کی زمانے میں کوئی تدبیر کر دیتا

Marfat.com

مگر اپنا مقدر تُو ازل سے ساتھ لایا تھا
چھہتر صد اٹھاون دن تو زندگی لے کے آیا تھا

مری امید کی دنیا تُو آنکھوں کا اُجالا تھا
مرے دل میں تری عزت ترا کردار اعلیٰ تھا

وہ سب کچھ پا لیا تو نے جو مجھ کو مل نہیں سکتا
بھڑکتی آگ کے دامن میں غنچہ کھل نہیں سکتا

تو مر کر بھی رہا زندہ میں زندہ ایک مردہ ہوں
مری کیا زندگی باقی میں عاجز افسردہ ہوں

وہ قادر ہے جو قطروں کو سمندر تک بڑھاتا ہے
صدف کے پیٹ میں قطرے کا موتی وہ بناتا ہے

جھلس گئے باغ حسرت کے فقط کانٹے ہی کانٹے
ہیں میں میں شکوہ کرنہیں سکتا مقدر اُس نے بانٹے ہیں
کہ راتوں کی مری نیندیں تری یادیں چراتی ہیں
تری خاموش تصویریں مری آنکھوں میں آتی ہیں

میں تنہائی میں ہوتا ہوں تو مجھ سے بات کرتا ہے
مرے سائے کی صورت تو ہمیشہ ساتھ چلتا ہے

اگر بیمار تُو پڑتا تیرا علاج کرتا میں
قطرہ خون کا آخر وہ قربان کر کے مرتا میں

جہاں ملتا کوئی معالج وہاں سے جا کے لے آتا
ترا علاج کرنے میں ، میں گھر نیلام کر دیتا

Marfat.com

میں ہر تریاق دنیا کے جہاں ملتے منگا لیتا
جو پھر بھی موت آ جاتی صبر کا جام پی لیتا

تجھے کفنا کے ہاتھوں سے تری میت اٹھاتا میں
قبر سنگار کر تیری دفن تجھ کو کراتا میں

لحد تیری پہ آتا روز سوتا دیکھتا تجھ کو
تلاوت روز کرتا میں وہ ہدیے بھیجتا تجھ کو

تری تربت پہ روزانہ دعائیں جا کے کرتا میں
ترے پہلو میں دفناتے مجھے اِک دن جو مرتا میں

کہ ایسے میں نہیں آتا صبر اس دارِ فانی میں
کہاں ڈھونڈوں قبر تیری میں اُس بستی بیگانی میں

معین وقت تیرا تھا نہ آئی ٹال سکتے تھے
اگر ہم ساتھ چل پڑتے تو کچھ غم بانٹ سکتے تھے

کبھی میں نے نہ سوچا تھا کہ ایسا بھی ہو جائے گا
مجھے اس حال میں بیٹا اکیلا چھوڑ جائے گا

فقط تیرے سہارے پر نیا گلشن لگایا تھا
اُمیدوں کے نئے سپنے وہ کلیوں سے سجایا تھا

نہ تھے تعبیرِ شرمندہ جو دیکھے خواب تھے میں نے
گئے مرجھا وہ حسرت کے لگائے باغ تھے میں نے

بڑا کمزور ہے بندہ یہ تقدیروں نے مارا ہے
یہ گر گر کر سنبھلتا ہے تو پھر اللہ کو پیارا ہے

گلے میں ڈال کر رسی اجل اس کو لیجاتی ہے
وہاں تک پہنچ جاتا ہے جہاں تقدیر آتی ہے

Marfat.com

تیرا وعدہ ہوا پورا ختم زادِ سفر تیرا
رہے راضی خدا تجھ پر تُو تھا نورِ نظر میرا

تجھے تسکین دی رب نے وہ جنت کے پیالوں
سے
ہماری سوچ سے بڑھ کر وہ بالا ہیں خیالوں سے

اُجل تیری سواری تھی وہ لے گئی پار بارڈر سے
تیری کشتی کنارے پر نکل گئی پار ساگر سے

خدا کے عرش کے نیچے تیرا اعجاز ڈیرا ہو
تیری ضیافت ہو جنت میں سدا جنت بسیرا ہو

تری فرقت رلاتی ہے تو آنسو خون بہتے ہیں
بڑی مشکل جدائی میں بسر دن رات ہوتے ہیں

میں زندہ ہوں یا مردہ ہوں یہ چلتی نعش ہے میری
خدا کے حکم سے اب تک یہ اٹکی سانس ہے میری

ہے مولیٰ سے دعا میری وہ تیرے پاس لے
جائے
تیرا کیا حال ہے دیکھوں وہ منظر سامنے آئے
کبھی تُو خواب میں مل جا، کہ مشکل ہو گیا جینا
کہاں پر ہے ترا مسکن وہ دیکھے جا کے دیوانہ

تجھے گھر سے لے جانے کو فرشتہ خاص آیا تھا
وہ جنت کی سواری تھی، جو اپنے ساتھ لایا تھا

تمنا تھی ترے دل میں وہ پوری ہو گئی آخر
شہادت کا بلند رتبہ وہ تُو نے پا لیا جا کر

Marfat.com

تجھے شوقِ شہادت نے دیوانہ کر دیا ایسا
کہ ہر میداں لڑائی کا نظر آتا بدر جیسا

اَجل تجھ کو وہاں لے گئی جو تھا میدان قربانی
خدا کی راہ میں سر دیکر جہاں سے ہو گیا فانی

شہادت سے قبل میں نے نہ دیکھے کیا نظارے
تھے
زخم کھا کر گرا جب تو رواں خوں کے فوارے تھے

زخم باندھے نہ گئے تیرے نہ کوئی تریاق لایا تھا
تُو لاوارث پڑا تھا جب نہ کوئی پاس آیا تھا

ترا جب وقت آخر تھا تجھے کس نے دیا پانی
کہاں میت پڑی تیری لہو آلود پیشانی

پیاسی جان دی ہوگی کہاں پانی پیا ہوگا
یا کوثر لا کے جنت سے فرشتوں نے دیا ہوگا

گھر سے تو ہوا رخصت نہ تھا کچھ خیال میرے
میں
شمع تو نے جلا ڈالی میں بیٹھا تھا اندھیرے میں

لحد تیری کہاں کھودی نہ نہلایا گیا تجھ کو
نہ تھا کوئی وہاں اپنا نہ کفنایا گیا تجھ کو

خدا اُن کو جزا دیوے جنہوں نے تجھ کو دفنایا
تُو دنیا میں میرا ناصر تُو آخر کا بھی سرمایہ

بڑھاپے کی تُو لاٹھی تھی میں تیری آس جیتا تھا
جو کھا کر چوٹ میں گرتا زخم میرے تو سیتا تھا

Marfat.com

یہ وعدہ تھا ترا مجھ سے دکان اپنی بنائیں گے
تجارت کر کے کوئی بابا نظام اپنا چلائیں گے

کہاں وعدے گئے تیرے یہ کیسی بے وفائی تھی
میں تیرے ساتھ ہوں بابا قسم تو نے یہ کھائی تھی

مجھے بے حال کر ڈالا نہ جیتا ہوں نہ مرتا ہوں
بڑا بے بس زمانے میں بسر دن رات کرتا ہوں

تو رُخصت ہو گیا مجھ سے میرا انجام کیا ہوگا
قضا آنے سے پہلے اب میرا امتحان کیا ہوگا

خدا قادر کی قدرت کا کہاں کوئی کنارا ہے
میں تنہا رہ گیا بے شک فقط اُس کا سہارا ہے

تُو آگے چل گیا بیٹا میں پیچھے آنے والا ہوں
ہے شامِ زندگی آئی میں تجھ سے ملنے والا ہوں

دیارِ غیر میں تنہا اَجل تیری جب آئی تھی
وہاں اُس وقت کیا تجھ کو کسی کی یاد آئی تھی

چلا تھا چھوڑ کر جب تُو دنیا دارِفانی کو
فرشتے چومتے ہوں گے تری نوری پیشانی کو

خدا نے بخش ڈالی ہے حیاتِ جاوداں تجھ کو
دیا رُتبہ شہیدوں کا وہ عزت کا مکاں تجھ کو

ہوئے تعبیر شرمندہ جو دیکھے خواب تھے تو نے
ارادے تھے بڑے محکم وہ پورے کر لیے تو نے

جدائی مجھ کو دے ڈالی صبح اور شام روتا ہوں
کہاں بستر وہ پھولوں کے فقط کانٹوں پہ سوتا ہوں

Marfat.com

کہاں پر چھپ گیا اعجاز کیوں مجھ کو رلاتا ہے
تُو میرے سامنے آ جا مرا دل ڈوب جاتا ہے

یہ زندگی بوجھ ہے مجھ پر بڑھاپے نے جھکا ڈالا
امیدیں خاک میں مل گئیں تیرے غم نے جلا ڈالا

تجھے اعجاز بھولوں میں ، یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا
تُو مجھ سے آ کے مل جائے یہ ممکن ہو نہیں سکتا

ہوا دِل ٹوٹ کر ٹکڑے جگر سب پارا پارا ہے
نہ منزل ہے نہ گھر کوئی نہ اب کوئی سہارا ہے

نہ بھولوں گا تیرا بچپن تیری باتیں وہ بچگانہ
کبھی ہنسنا، کبھی رونا، تڑپنا اور تڑپانا

عجب تیرے خصائل تھے تُو بچپن میں نرالا تھا
مری اُمید کا غنچہ میرے گھر کا اجالا تھا

کبھی تجھ کو جھڑک دیتا تُو مجھ سے لپٹ جاتا تھا
باتیں کر کے ننھی سی تو ہنستا تھا ہنساتا تھا

کبھی غصہ نہ کرتا جب تجھے کوئی ڈانٹ پڑتی تھی
تو ہنس کر ٹال دیتا تھا تجھے جب ماں جھگڑتی تھی

تُو اپنی بردباری میں بڑا خوشحال رہتا تھا
حسن اخلاق میں کامل تو سچی بات کہتا تھا

گھر میں جو میسر تھا اُسی پر تو رضا رہتا
نہ اوروں کی طرح حرص و ہوس میں مبتلا رہتا

تُو تھا اِک پھول ننھا سا تیرے دم سے ہی زینت تھی
تُو وہ انمول موتی تھا نہ جس کی کوئی قیمت تھی

Marfat.com

خدا کا تُو سپاہی تھا مجاہد بن کے لڑتا تھا
نہ پرواہ تھی زمانے کی نہ دُشمن سے تُو ڈرتا تھا

ترا چہرہ میری نظروں سے اوجھل ہو نہیں سکتا
ترا غم بھول جاؤں میں یہ ممکن ہو نہیں سکتا

وہ تھیں کچھ راز کی باتیں بتا دینا فرض مجھ پر
وہ رہ گئے راز سینے میں جواب تک ہے قرض مجھ پر

بہت کوشش میں کر گذرا کہ تم سے بات ہو جائے
تمنا دل کی پوری ہو نہ باقی خیال رہ جائے

شہادت کی خبر تیری وہ سنتے ہی میں گھبرایا
حسرت رہ گئی دل میں نہ جب تجھ سے میں مل پایا

یہ سارے راز سینے میں حشر تک میں چھپاؤں گا
جو گذری داستان ساری وہاں تجھ کو سناؤں گا

زخم تیری جدائی کے تجھے دل میں دکھا دوں گا
ستم مجھ پر زمانے کے جو گذرے ہیں بتا دوں گا

مثل برسوں کے گذرے ہیں وہ دن تیری جدائی میں
مجھے تُو یاد آتا تھا ہجر کی اُس تنہائی میں

......☆......

اپنے چاند سے لختِ جگر کو نگار وطن پر نچھاور کرنے کے بعد اب تو یہ کیفیت ہے کہ

سانسوں کا میری اب تو تسلسل شکستہ ہے
آنگن میں آہٹیں نہ منڈیروں پہ زاغ ہیں
ہم سے بچھڑ کے چل دیئے ہیں جو افق کے پار
ہم جستجو میں ان کی بہت بے دماغ ہیں

انجم سلطان شہباز

Marfat.com

ادیب وشعراء مصنفین وخطاط

01: حضرت مولانا میاں عصمت اللہؒ سلطان القلم

آپ کا تذکرہ پہلے علمائے قریش کے ذیل میں گزر چکا ہے

02 : حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا تذکرہ پہلے علمائے قریش کے ذیل میں گزر چکا ہے جہاں چند اشعار درج ہیں

03 : حضرت مولانا میاں محمد فاضلؒ

کا تذکرہ اور نمونہ کلام علمائے قریش کے ذیل میں گزر چکا ہے

04 : پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ

آپ کا تذکرہ پہلے علمائے قریش کے ذیل میں گزر چکا ہے

05 : برادر محترم حاجی محمد رفیع میاں محمد شفیع

اردو، پنجابی اور گوجری زبان کے صاحب دیوان (مخطوطہ) شاعر۔ حاجی صاحب کو اولین شہید محمد اعجاز کے والد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ بیٹے کی شہادت پر کہے اشعار پہلے درج ہو چکے ہیں۔

06 : محمد اشرف قریشی

صاحب کتاب ہذا۔ تفصیل بعد میں آئے گی

07 : پروفیسر ڈاکٹر سعدیہ قریشی

تفصیل بعد میں آئے گی

08 : محمد رفیق میاں عبدالحفیظ

بچپن کا نام محمد رقیب تھا اب کاغذی نام محمد رفیق ہے۔ 1990 تا 1996 بحرین میں رہے۔ پنجابی میں اچھے شعر کہتے ہیں نمونہ کلام اس طرح ہے

Marfat.com

تکیا ملک عجیب سوہنا نام اسدا ہے بحرین سائیاں
جس طرف دیکھاں پانی نظر آوے چھوٹا ہے جزیرہ زمین سائیاں
وسدے عرب دے لوک تمام ایتھے شیعہ سنی ہوئے مقیم سائیاں
اے پر خارجی لوک رفیق جیہڑے کاروبار دے اوشوقین سائیاں

س

سال پچھوں آوے عید مڑ کے عید ہوندی اے وطناں والیاں دی
رل مل کے سب دعا کردے محفل لگدی اے کرماں والیاں دی
پردیس ہو خاموش بے آس بیٹھے عرض من ربا درداں والیاں دی
کوئی ویکھدا نئیں رفیق ایتھے کینویں عید گزری اساں بے حالیاں دی

09 : مولانا جاوید الرحمٰن صاحبزادہ فضل الرحمٰن

اردو کے قادرالکلام صاحب دیوان (مخطوطہ) شاعر

10 : ساجدہ عصمت اللہ

دور طالبعلمی کا نمونہ کلام ان کے تذکرے میں درج ہے

11 : برادر حاجی عبدالمجید میاں محمد شفیع

پوٹھواری پنجابی میں بہت اچھی شاعری کرتے ہیں قارئین کی ضیافت طبع کیلئے سی حرفی سے نمونہ کلام حاضر ہے:

الف: آئی بہار عجیب سوہنی، لوکیں حج نوں کرن تیاریاں نی
جنہوں اللہ نے دتی توفیق بھائی سوہنے سفر نی کرن تیاریاں نے
جنہاں عشق رسول مقبول ہووے کرن حج زیارتاں ساریاں نی
پُھٹے ساڈے نصیب مجید جانی سانوں پیاں مصیبتاں بھاریاں نی
ب: برکت ہووے رب دی تساں اتے جنہاں کیتیاں حج تیاریاں نی
جاسو تسی محبوب دے شہر اندر جتھے وسدیاں رحمتاں ساریاں نی
خانہ کعبہ دا جا طواف کر سو کملی والے دیاں قربتاں ساریاں نی
پلے نئیں مجید غریب تینوں جھولی پیاں محرومیاں ساریاں نی
ت: تڑپ محبوب دی دل اندر روضہ اقدس رسول میں جا ویکھاں

Marfat.com

کراں طواف کعبہ چماں حجر اسود ٹھنڈک دل اندر اپنے پا ویکھاں
مقام ابراہیم تے پڑھاں میں نفل دونویں صفا مروہ دے چکر لگاویکھاں
پوری کراں سنت مائی ہاجرہ دی کنکر جا لعین نوں مار ویکھاں
ل : لہہ جاندے رشتے دار نالوں جدوں تنگی مصیبت دا دور آوے
سکے پہین پہائی ہنگ چھوڑ جاندے کوئی یار بیلی نہ کوئی ہور ہووے
غربت مارے مجید بے موت اس نوں اس اندر نہ کوئی چور آوے

12 : مولانا محمد عارف حاجی محمد رفیع

بروایت ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب بہت عمدہ، بامقصد اور مثبت شاعری کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ میری یاددہانی کے باوجود نمونہ کلام نہ بھیج سکے۔

Marfat.com

گریجویٹس ایک نظر میں

01 : حضرت علامہ قاضی مطیع اللہ صاحب گولڈ میڈلسٹ ۔ میر پور

بی اے، ایل ایل بی ۔ باقی تفصیلات آپ کے تذکرے میں گزر چکی ہے۔

02 : پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ عنایت اللہ PhD. ۔ اسلام آباد

مردوں میں اولین پی ایچ ڈی ۔ باقی تفصیل آپ کے تذکرے میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔

03 : پروفیسر ڈاکٹر سعدیہ قریشی PhD. ۔ برمنگھم

راقم الحروف کی بڑی بیٹی خواتین میں کیمبرج سے اولین پی ایچ ڈی، یونیورسٹی آف کیمبرج میں سات سال پڑھانے کے بعد برمنگھم یونیورسٹی میں منتقل ہوگئی ہیں باقی تفصیل آئندہ باب میں آئے گی۔

04 : سمیہ قریشی BA Hon. ۔ برمنگھم

راقم الحروف کی بیٹی ۔ باقی تفصیل آئندہ باب میں آئے گی۔

05 : سمیرا قریشی BA Hon. ۔ برمنگھم

راقم الحروف کی بیٹی ۔ باقی تفصیل آئندہ باب میں آئے گی۔

06 : عمر فاروق قریشی ۔ برمنگھم

راقم الحروف کا بیٹا موٹر انجینئرنگ میں ڈپلومہ

Marfat.com

IMI Motor lighte vehicle technician training levels 1,2 and 3 (Motor engineering) at City College.Birmingham

07 : خالد فاروق قریشی۔ برمنگھم

راقم الحروف کا بیٹا

BSC - Hons - Accounting For Management at Aston University Birmingham 2009

Postgraduate Certificate in Education-Birmingham City University

Secondary Math Teacher 2011

08 : خالد محمود حاجی مجیب اللہ۔ میر پور

ایم اے اسلامیات، اردو، تاریخ۔ ایم ایچ

09 : مولانا عبدالرؤف۔ میر پور

ایل ایل بی قضا۔ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ

10 : مولانا محمد رفیق۔ میر پور

ایم اے اسلامیات، بی ایڈ

11 : پروفیسر ضیاء الرحمٰن مفتی مطیع اللہ۔ میر پور

ایم اے، ایم فل

12 : محمد رضوان قاری عبدالرحمٰن۔ لندن

ایم اے لسانیات۔ اوراب ایم فل کے سٹوڈنٹ ہیں

13 : عطاء الحق مولانا محمد رفیق۔ میر پور

ایم ایس سی اکنامکس، بی ایڈ

Marfat.com

14 : راشدہ فاطمہ مولانا محمد رفیق۔ میر پور

ایم فل، عربی بی ایڈ

15 : ماجدہ فاطمہ مولانا محمد رفیق۔ میر پور

ایم ایس سی کیمسٹری، بی ایڈ

16 : مولانا عتیق الرحمٰن۔ میر پور

ایم اے اسلامیات

17 : انجینئر انظر محمود مفتی مطیع اللہ۔ میر پور

ایم ایس انجینئرنگ

18 : طاہر محمود مفتی مطیع اللہ۔ میر پور

ایم اے اسلامیات گولڈ میڈلسٹ

19 : شاہد الرحمٰن مولانا فضل الرحمٰن۔ برمنگھم

ایم ایس سی ریاضی

20 : جاوید الرحمٰن مولانا فضل الرحمٰن۔ میر پور

ایم اے اسلامیات

21 : ساجد رشید میاں عبد الرشید۔ لندن

ایم سی ایس

22 : مسعود ریاض حکیم محمد ریاض۔ میر پور

Marfat.com

بی سی ایس

23 : ابرار حسین ۔ میرپور

بی کام

24 : ابرار اسلم محمد اسلم عبدالکریم ۔ میرپور

سی اے

25 : شائستہ اسلم محمد اسلم عبدالکریم ۔ میرپور

ایم ایس سی اکنامکس، بی ایڈ

26 : فرحت صادق ماسٹر محمد صادق ۔ میرپور

ایم ایس سی اکنامکس، بی ایڈ

27 : فریدہ مفتی مطیع اللہ ۔ میرپور

بی اے

28 : وحیدہ مفتی مطیع اللہ ۔ میرپور

بی ایس سی، بی ایڈ، پی جی ڈی ۔ آئی ٹی

29 : مدیحہ الیاس حاجی محمد الیاس ۔ میرپور

بی اے

30 : ساریہ پروفیسر ضیاء الرحمٰن ۔ میرپور

بی اے

Marfat.com

31 : فیصل اقبال ۔ میرپور

بی اے، بی ایڈ

32 : عدنان منصور ۔ میرپور

بی کام

33 : عابدہ محمد شریف ۔ میرپور

ایم اے اسلامیات

34 : عابدہ رفیع ۔ میرپور

بی اے ایل ایل بی، خواتین وحضرات میں اولین ایڈوکیٹ

35 : عائشہ عصمت اللہ ۔ اسلام آباد

ایم اے

36 : ساجدہ عصمت اللہ ۔ میرپور

بی اے

37 : حمیرا عصمت اللہ ۔ اسلام آباد

بی ایس بائیوانفارمیٹکس

38 : ظہیر احمد قاضی عبداللہ ۔ میرپور

بی اے، ڈپلومہ عربی زبان ریاض یونیورسٹی

39 : ماریہ قاضی عبداللہ ۔ میرپور

Marfat.com

بی اے

40 : شاکرہ مولانا عبدالرؤف۔ میر پور

ایم اے اسلامیات

41 : ذاکرہ مولانا عبدالرؤف۔ میر پور

بی اے

42 : محمد نوید نذیر حسین عباسی۔ میر پور

ایم اے سٹیٹ

33 : محمد اظہر نذیر حسین عباسی۔ میر پور

بی اے

44 : نزہت نذیر حسین عباسی۔ میر پور

ایم اے اسلامیات

45 : رفعت نذیر حسین عباسی۔ میر پور

ایم اے سٹیٹ

46 : حافظ عمران رشید مولوی عبدالرشید۔ فتح پور

ایم اے، کے بعد علیگڑھ یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں

47 : جاوید اقبال ماسٹر عبدالمجید۔ فتح پور

ایم اے، ایم فل علیگ

Marfat.com

48 : مرتضیٰ احمد ماسٹر عبدالمجید۔ فتح پور

ایم ایس سی میتھامیٹک علیگڑھ یونیورسٹی۔ ایم بی اے۔ باباغلام شاہ یونیورسٹی راجوری

49 : محمد خالق ماسٹر عبدالمجید۔ فتح پور

ایم اے اردو۔ بی ایڈ۔ جموں یونیورسٹی

50 : محمد اسلم میاں محمد عبداللہ۔ چڑہان

بی اے، بی ایڈ۔ جموں یونیورسٹی

51 : فاروق احمد فضل عالم۔ چڑہان

بی ایس سی۔ جموں یونیورسٹی

52 : محمد اسلم مولوی عبدالرحمٰن ۔ منہوٹ سانونکوٹ

ایم اے علیگ

53 : نصرت جبین قاضی محمد زبیر مولوی عبدالرشید۔ فتح پور

بی اے، بی ایڈ۔ جموں یونیورسٹی

54 : آمنہ مولوی عبدالرشید۔ فتح پور

بی اے۔ جموں یونیورسٹی

علم کے دریا سے نکلے غوطہ زن گوہر بدست

وائے محرومی خزف چینی لب ساحل ہیں ہم

اقبال

کیوں کہ راقم الحروف کے پاس جامعہ عربیہ کی تعلیم کے علاوہ کوئی ڈگری یا فالتو تعلیم نہیں۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیقؓ

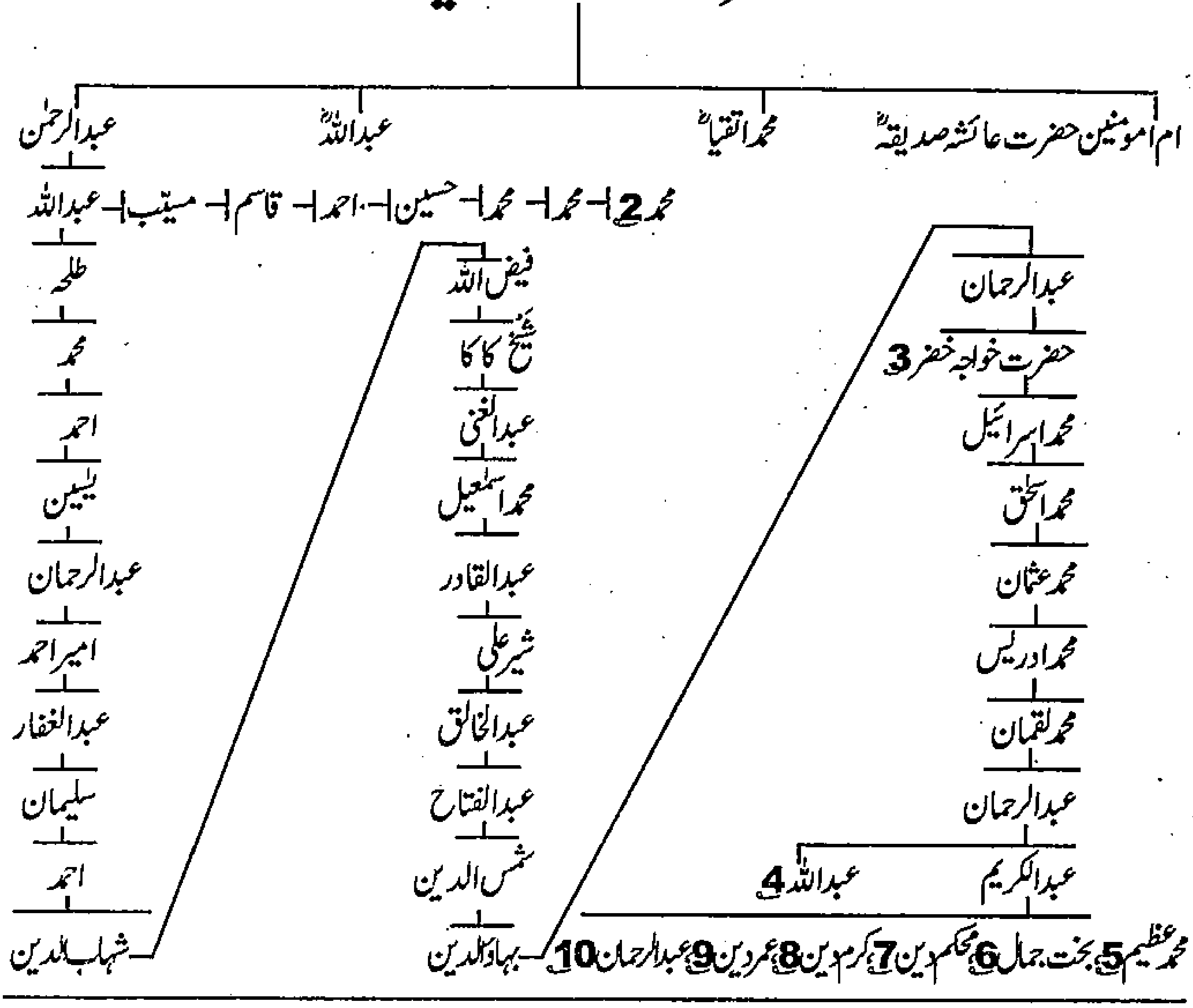

Marfat.com

عبدالکریم

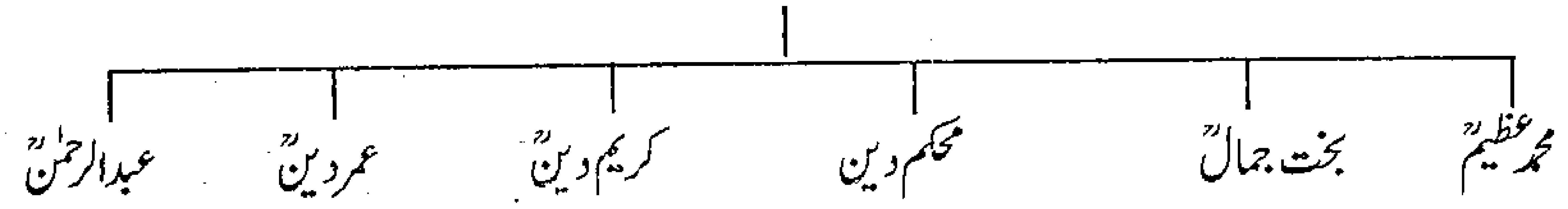

محمد عظیمؒ بن عبدالکریمؒ

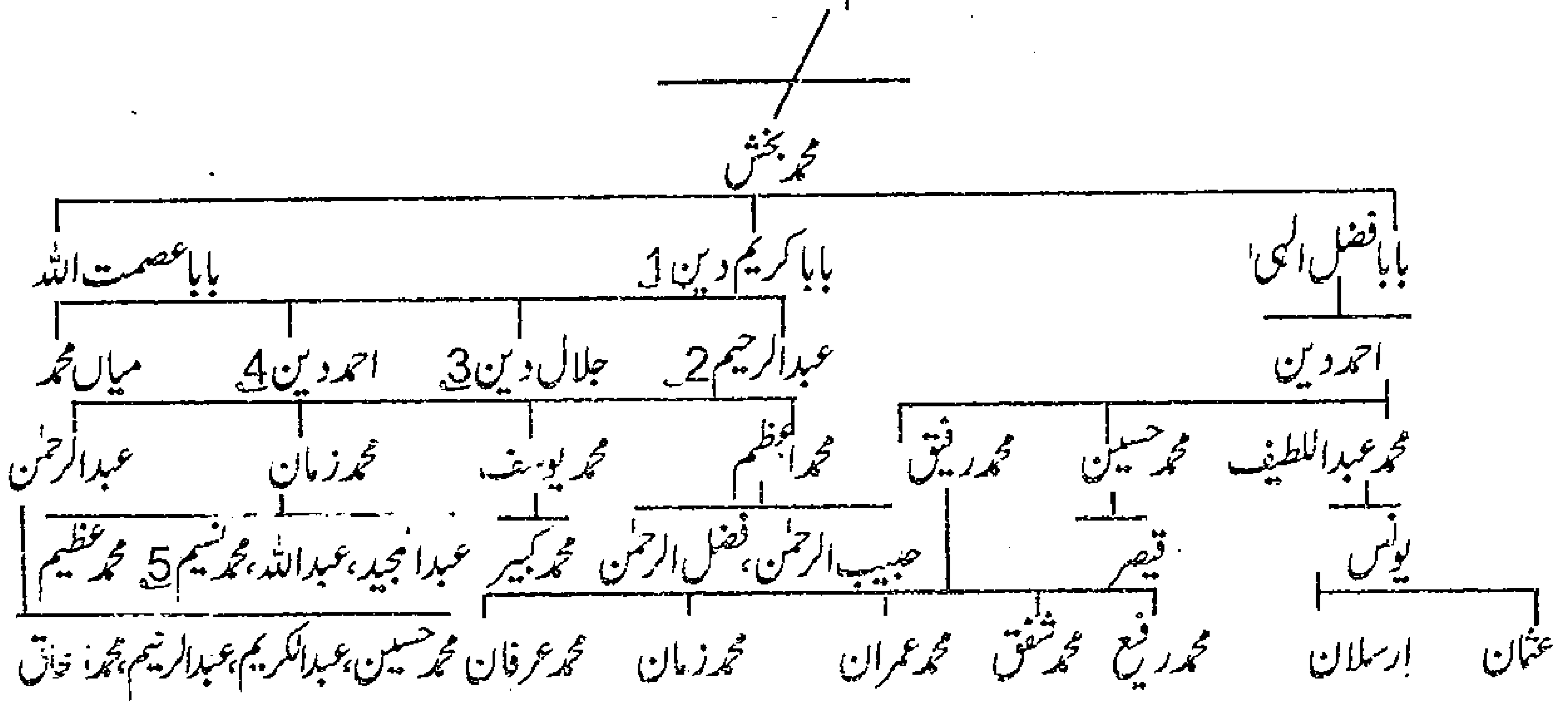

Marfat.com

بابا بخت جمال بن بابا مولانا عبدالکریمؒ

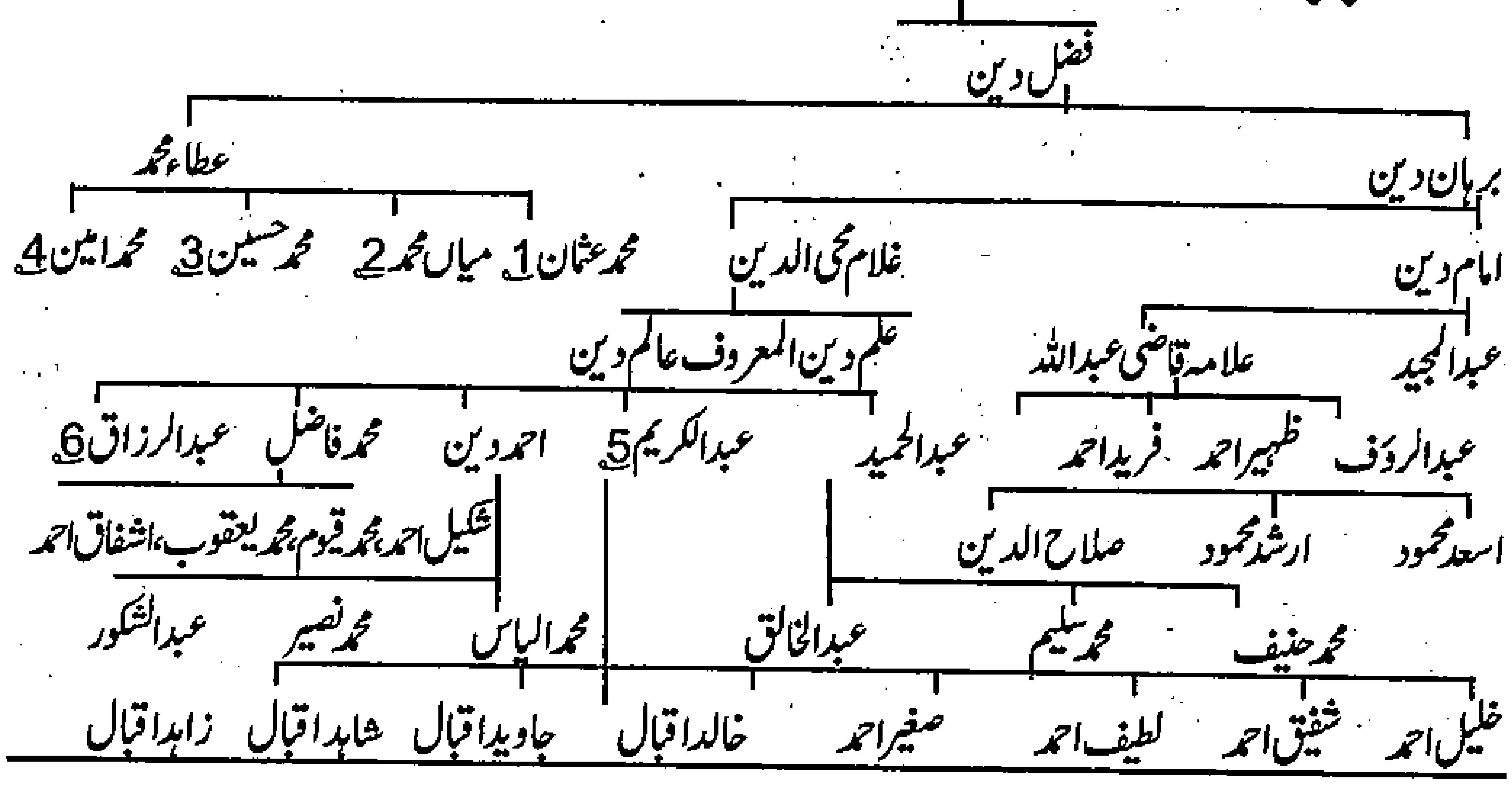

حضرت مولانا محمد عثمانؒ بن عطاء محمدؒ بن فضل دینؒ بن بخت جمالؒ بن عبدالکریمؒ

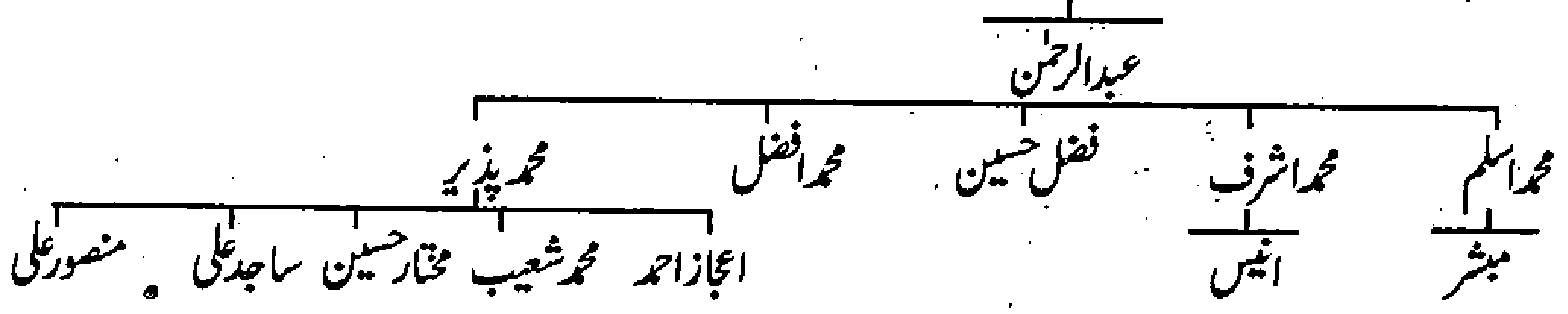

Marfat.com

حضرت بابا میاں محمد بن عطاء محمد بن فضل دین بن بخت جمال بن عبدالکریم

عنایت اللہ   عبداللہ   حافظ عبدالرحمن

ڈاکٹر عصمت اللہ 1   محمد بشیر   نذیر احمد   مولانا محمد صادق   محمد شبیر   مولانا محمد رفیق

عبدالرزاق   عبداللطیف   محمد عباس   ظفر اقبال   عبدالرزاق   محمد ریاض   محمد سجاد   ضیاءالحق   عطاءالحق   حافظ سجادالحق

بلال   اعجاز   عزیر   اویس   ظہیر   راشد   محمد فاروق   محمد معروف   عبدالرؤف   محمد محفوظ   عبدالشکور

عتیق الرحمن   رحیم اللہ   حفیظ اللہ   عبدالمجید 2   عزیز اللہ   حاجی عبدالمجید   مولانا قاضی مطیع اللہ

رضا اللہ   عطاء اللہ   حافظ رضی اللہ   امجد   ارشد   عرفان   غفران   عبدالمنان   محمد سفیان   امجد محمود   اعجاز احمد

احمد رضا   ضیاء اللہ   مولانا ضیاءالرحمن   عطاءالرحمن   محمد ارشد   انظر محمود   طاہر محمود   ابرار حسین   اسرارالحق

وقار احمد   ہارون الرشید   محمد اویس

منیب الرحمن   محمد علی   فرحان محمود   حسیب احمد

حضرت مولانا محمد حسین بن عطاء محمدؒ بن فضل دینؒ بن بخت جمالؒ بن عبدالکریمؒ

محمد فاضل   حضرت مولانا قبلہ الحاج حکیم مفتی عبدالکریم   حاجی عبدالرشید   عبدالرحیم 1   حاجی عبدالحکیم

محمد اکرم   محمد زبیر   محمد افضل   ساجد محمود   راشد محمود   عبدالرؤف   عبدالشکور   عبدالغفور   عبدالباسط   عبدالواحد

محمد فاروق   مولانا محمد معروف   محسن   احسن   عبدالقدیر   عبدالبصیر   عبدالعفیف   عبدالمعیط   عبدالوہاب   عبدالصمد   احمد   عبدالصبور

عمر فاروق   انیس   مولانا فضل الرحمن   مولوی عبدالقیوم   عبدالرحمن   محمد الیاس   ہومیو ڈاکٹر منصور   حکیم ریاض   محمد شعیب   الطاف الرحمن

شاہد الرحمن   جاوید الرحمن   سجاد الرحمن   محمد عرفان 2   محمد آصف   محمد عمر   محمد عثمان   مسعود ریاض   طیب   عاقب   ثاقب

حسین احمد   عزیز احمد   خلیل احمد   محمد عدنان   محمد احسان   اعجاز الحق   نعمان الحق   جنید الطاف

Marfat.com

حضرت بابا محمد امین بن عطاء محمدؒ بن فضل دینؒ بن بخت جمالؒ بن عبدالکریمؒ

حاجی مجیب اللہ

محمد صادق — خالد محمود — محمد اشرف — محمد ریاض 3

فیاض احمد وقاص — داؤد — بلال — عبداللہ — محمد اسامہ — مبشر (ذوہیب)

حضرت بابا میاں محمد بن عطاء محمد بن فضل دین بن بخت جمال بن عبدالکریم

عنایت اللہ — عبداللہ — حافظ عبدالرحمن

ڈاکٹر عصمت اللہ — محمد بشیر — نذیر احمد — مولانا محمد صادق — محمد شبیر — مولانا محمد رفیق

عبدالرزاق — عبداللطیف — محمد عباس — ظفر اقبال — عبدالرزاق — محمد ریاض — محمد سجاد — ضیاء الحق — عطاء الحق — حافظ سجاد الحق

بلال — اعجاز — عزیر — اویس — ظہیر — راشد — محمد فاروق — محمد معروف — عبدالرؤف — محمد محفوظ — عبدالشکور

عتیق الرحمن — رحیم اللہ — حفیظ اللہ — عبدالمجید 2 — عزیز اللہ — حاجی عبدالمجید — حضرت مولانا قاضی مطیع اللہ

رضا اللہ — عطاء اللہ — حافظ رضی اللہ — امجد — ارشد — عرفان — غفران — عبدالمنان — محمد سفیان — امجد محمود — اعجاز احمد

احمد رضا — ضیاء اللہ — مولانا ضیاء الرحمن — عطاء الرحمن — محمد ارشد — انظر محمود — طاہر محمود — ابرار حسین — اسرار الحق

وقار احمد — ہارون الرشید — محمد اویس

منیب الرحمن — محمد علی — فرحان محمود — حسیب احمد

Marfat.com

محکم دین بن عبدالکریم

- ہاشم دینؒ
  - محمد دین عرف محمد حسینؒ
- جمال دینؒ
  - یار محمدؒ 1

محمد زمان — محمد حفیظ — محمد سلیمان 2 — محمد سعید 3 — عبداللہ — عبیداللہ — مولانا عبدالرحیم

محمد بشیر — فضل الرحمٰن — محمد رفیق — عبدالرحمٰن — محمد ایوب — خادم حسین — محمد ظفر — محمد اسلم — محمد زبیر — ظہیر احمد — محمد سلیم — محمد عظیم

حاجی محمد اسلم — محمد سلیم — محمد ادریس — خلیل الرحمٰن — نصیر احمد — برکات احمد — شفقات احمد — آفتاب احمد — مہتاب احمد

محمد سعید

- حاجی محمد اسلم
  - عمران — عرفان — رضوان — عدنان
- محمد ادریس
  - حمزہ — انیق
- خلیل الرحمٰن
  - عمیر
- نصیر احمد
  - حماد
- محمد سلیم
  - ندیم — وسیم — نوید

محمد زمان

- حکیم محمد بشیر
  - شفیق احمد
    - حافظ شکیل احمد — حذیفہ
  - حافظ قاری فرید احمد
  - وحید احمد
    - توثیق علی
  - نوید احمد
- فضل الرحمٰن
  - شاہد الرحمٰن

مولانا عبدالرحیم

- برکات احمد
- شفقات احمد
- آفتاب احمد
  - حسن علی
- مہتاب احمد

Marfat.com

یار محمد بن جمال دین بن محکم دین بن عبدالکریم

- عبدالکریم
  - مطیع اللہ
    - مولانا زاہد محمود
      - ابراہیم
    - ہومیو ڈاکٹر شاہد محمود
    - واجد محمود
    - حافظ راشد
    - ناصر محمود
    - یاسر محمود
  - مولوی نذیر احمد
- عبدالعزیز
  - عبدالرحمٰن 1
- محمد شفیع
  - حاجی عبدالمجید
    - غلام مصطفیٰ
    - ساجد
    - محمد رجب
    - بابو
  - حاجی محمد رفیع
    - مولانا محمد عارف
    - محمد اسد
    - محمد اعجاز شہید 2
    - احمد
  - حاجی مولانا محمد اشرف
    - عمر فاروق
    - خالد فاروق

عبدالکریم کی اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بابا کرم دینؒ بن عبدالکریمؒ

- غلام محمد
  - حسن محمد
    - یوسف
  - جمال دین
    - محمد شریف
      - ٹھیکیدار عبدالغفور
        - احتشام الرحمٰن
      - مولانا محمد غالب
        - عبداللہ
        - عبدالحیٰ
      - عبدالرحمٰن
      - عطاء الرحمٰن
      - ضیاء الرحمٰن
      - محمد عثمان
    - محمد نذیر 2
- وہاب دین
  - الہ دین
    - عبداللہ
  - احمد دین
    - رفیق احمد عرف جھلا 3

تفصیل اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

Marfat.com

عبداللہ بن الہ دین بن وہاب دین کرم دین

- محمد لطیف
  - مولانا عتیق الرحمٰن
    - صہیب
  - نعیم الرحمٰن
- محمد صادق 1
- محمد رقیب
  - الطاف حسین
  - اشفاق احمد
- محمد عارف 2
- عبدالرشید
  - فیاض
  - الیاس
  - وقار احمد
- عبدالمجید عرف جھلا 3

Marfat.com

چوتھا باب

چڑھان : میرا گاؤں

- ☆ چڑھان : میرا گاؤں
- ☆ من آنم
- ☆ خاندانی پس منظر
- ☆ پیدائش و بچپن
- ☆ سفر ہجرت

Marfat.com

چڑھان : میرا گاؤں

لوگ گیتوں کا نگر یاد آیا

آج پردیس میں گھر یاد آیا

حبیب جالب

وجہ تسمیہ

چڑہان کی وجہ تسمیہ کے بارے میں میرے علم کی حد تک کوئی ٹھوس تاریخی شہادت موجود نہیں مگر میرا ذاتی قیاس ہے کہ چوں کہ ''چیڑ'' کی جمع مقامی لہجے میں ''چیڑھاں'' آتی ہے اور قصبہ کے بالائی حصے کے علاوہ عقبی ''کوپرہ'' اور ''فُروالہ'' کے ساتھ ساتھ '' لاڑ '' اور اس سے آگے مَنُوَرْ گالہ (مَنُوَر: بروزن تنور) کے جنگلات اب بھی اس بلند قامت وخوبصورت درخت سے مالا مال ہیں ہوسکتا ہے کسی زمانے میں قصبہ کے نشیب کا تعارف بھی ''چیڑھاں'' ہی کی نسبت سے شروع ہوا ہو جس کے بعد رفتہ رفتہ انسانی آبادی پھیلتی اور چیڑھ کم ہوتے چلے گئے اور مرور ایام کے ساتھ ساتھ کسی مقام پہ ''چِیڑھاں'' ہی سے ''چڑھا'' مشہور ہو گیا ہو۔

قدیم نام

ہمارے خاندان کے بزرگ سلطان القلم، فقیہ العصر حضرت علامہ بابا عصمت اللہ میاں محمد بخش رحمہما اللہ ساکن فتح پور نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن چشتی علوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ''اوراد چشتیہ'' کا جو قلمی نسخہ ہمارے بزرگوار حضرت مولانا مفتی ہاشم الدین میاں جمالدین میاں محکم دین رحمہم اللہ کیلئے تیار کیا تھا اور اس پر ۱۲ شعبان ۱۳۰۲ ہجری یعنی بدھوار 27 مئی 1885 کی تاریخ درج ہے اور بذریعہ عزیزان مفتی محمد صادق وحاجی محمد رقیب محمد حفیظ اس کی فوٹو کاپی میرے پاس پہنچی ہے اس کے آخر میں صفحہ نمبر 200 پر چڑہان کا قدیم نام اس طرح درج ہے ''چڑہان جاگیر مرزا افضل داد خان''

محل وقوع

ریاست جموں وکشمیر کے قدیم اور سرمائی دارالحکومت جموں سے شمال کی جانب 162 کلومیٹر کے فاصلہ پر راجوری شہر آباد ہے جہاں سے گرمی دارالحکومت سرینگر کا شمال کی جانب براستہ جموں فاصلہ 462 کلومیٹر ہے جبکہ راجوری سے

Marfat.com

بُدّھَل روڈ پر چڑہان 12 کلومیٹر کے فاصلے پہ واقع ہے اور آگے علاقہ گنڈ ھی Kandhi راقم الحروف کے ننہال کا فاصلہ 13 کلومیٹر ہے اور کنڈھی سے بُدّ ھَلْ کا فاصلہ 20 کلومیٹر۔

مضافاتی دیہات

مشرق کی جانب

تَرالہ - مَنْہوٹ ...... برلب دریائے کھانڈل ÷ لَدوِٹ - سَواھڑی - گنڈ ھی

مغرب کی جانب

فَر والہ - پَلماں - نگْرَوٹہ ÷ چوکیاں مَیرہ - چھپریاں - جواھر نگر برلب دریائے کھانڈل

اور دریا کے اس پار راجوری شہر جہاں سے سوہانہ کنٹرول لائن 16 کلومیٹر کے فاصلے پہ واقع ہے جس کے ساتھ اس طرف آزاد کشمیر کا شہر کھوئیرٹہ آباد ہے۔

شمال کی جانب

سَنکاری - بَر سالہ - بُھنڈا نکّہ - کوٹ دَھڑا - چوھدری ناڑ - اَوْجھَان اور فتح پور

جنوب کی جانب

دَرہ - کلال گس - اجمَولہ - اَڑ گہی اور گوجر گڑھا

طرزِ زندگی اور ذرائع معاش

یہ علاقہ چوں کہ شہری آبادی سے دور ہونے کے باعث نہ صرف خالص دیہی ماحول اور سادہ طرزِ زندگی کا مظہر ہے بلکہ عربی کی مشہور ضرب المثل ''اَلْاَطْرَافُ سُکْنَی الْاَشْرَافْ''

یعنی ...... شہر کے دور دراز دیہات، کنارے اور آبادیاں شرفاء کا مسکن ہوتی ہیں کے مصداق ہر انسان شرافت پر ایمان رکھتا ہے۔

ذرائع معاش کیلئے کھیتی باڑی کی جاتی ہے، چاول اور مکئی کی فصل کے علاوہ ابھی چند سالوں سے گندم بھی کاشت کی جارہی ہے علاوہ ازیں خود رو انار دانہ، بنفشے کے پھول، اونی پٹو اور شالیں۔

Marfat.com

نوٹ: چند سال پہلے تک ہمارے اس علاقے میں ٹھنڈے موسم کی وجہ سے گندم کاشت نہیں کی جاسکتی تھی مگر ریاستی حکومت نے تجربات کے بعد گندم کا ایک ایسا بیج متعارف کرایا ہے کہ کچھ سالوں سے گندم بھی کاشت ہو رہی ہے۔ علاوہ ازیں بے شمار سبزیاں، دالیں اور پھل وافر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں جبکہ خودرو سبزیوں اور پھلوں کی ایک طویل فہرست گنوانا مشکل ہے۔

مال مویشی

بھینس، گائے، بھیڑ، بکریاں، گھوڑے، خچر، مرغیاں

مردانہ لباس

شلوار قمیص یا کرتہ، تہ بند، پگڑی، ٹوپی

زنانہ لباس

شلوار قمیص چادر اور سر پہ ایک خاص طرز کی ٹوپی کہ دوپٹہ یا چادر سرک جانے کی صورت میں بھی سر کے بال نہ نظر آسکیں۔ 1965ء کی ہجرت تک میں نے کم ہی کسی عورت کو ٹوپی کے بغیر دیکھا ہے بلکہ ٹوپی کشمیری خواتین کے لباس کا اہم جزو تھی۔ اسی سال میں نے جموں کے قریب پہلی مرتبہ جب بہت سی غیر مسلم خواتین کو برہنہ سر دیکھا تو حیران رہ گیا۔

موسم

الحمدللہ اگرچہ سال کے چاروں موسم اپنے اپنے وقت پہ خوشگوار تہواروں اور تبدیلیوں کا پیغام لیے آتے ہیں مگر موسم بہار ایک ایسا موسم ہے کہ آسمان حسن برساتا ہے زمین پرورش کرتی اور ہوائیں نکھارتی ہیں۔ دن کو حد نگاہ تک ہریالی، ابلتے چشمے، مترنم کوئلیں، متنغم پپیہے، پھولوں پہ منڈلاتی بلبلیں، چہچہاتے پرندے، ہوا میں تیرتے چھنجار، جھومتے درخت، قدرتی تراشیدہ پہاڑ، متنوع پھل اور مسکراتے پھول نظروں کے سامنے رہتے ہیں اور شام ہوتے ہی ٹمٹماتے جگنو روشنی نچھاور کرنے آنکلتے ہیں۔ اس ماحول میں زندگی کا ہر لمحہ انسان کو خالق اکبر کے قریب لاتا جاتا ہے۔ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ () المؤمنون ۱۴
اللہ تعالیٰ بڑا بابرکت اور سب سے بہتر خالق ہے۔

آج نصف صدی گزر جانے کے باوجود کسی بہار کی چاندنی میں ڈوبے چڑہان کے در و دیوار پھر سے سامنے آگئے ہیں، پھلواڑی کی الھڑسی خوشبو، چمبے کی مہک، کلیاڑ کی کلیوں، موٹھی کی پھلیوں اور اس پار پاتھی میں بہار کی برسات کے بعد رقصاں کھپریوں نے سمندروں وصحراؤں کے فاصلے سمیٹ دیئے ہیں۔

بہت سے معصوم چہرے مجھے اپنے لئے اسی طرح منتظر نظر آتے ہیں جیسے قصبے کے نشیب میں نرگس کے پھول اور:

وطن سے دور یوں لگتا ہے جیسے
کوئی آواز دیتا ہو وطن سے

حفیظ میرٹھی

Marfat.com

ملے خوشبو مجھے گلشن کے تازہ رخ گلابوں میں
نظر آئے کوئی پیکر مجھے اپنی کتابوں میں

انجم سلطان شہباز

میرا جی چاہتا ہے کہ عقاب سے پر مستعار کر کے دوستوں کے ساتھ چھپن چھوت، سنتولیہ، پنجگیٹڑہ، چینکلی، گھوڑی میں دڑنی کی کلیوں کی باراتیں اور تنکوں کے کہراٹ (پن چکی) بنا کر کھیل آؤں۔ تصور نے چھیالیس سال کے طویل وقفے کو لمحہ موجود بنا دیا ہے۔

مدت بعد ملے ہم دونوں تو ایسا محسوس ہوا
وقت نے اک تصویر کے ٹکڑوں کو جوڑا برسوں بعد

سید النصر

ایسا لگتا ہے میں اس وقت کھوڑا ٹھل پہ بیٹھا ہوں، کسی کے حنائی ہاتھوں کی خوشبو میری سانسوں میں تحلیل ہو رہی ہے اور

ہتھ چھاپ ترامے نی
پھوپھی نیا جی پترا
میں تہی تھواڑے مامے نی

کی مسحور آواز نے ماحول سے بیگانہ کر دیا ہے:

بیتے لمحوں کی وہ شاداب سی میٹھی خوشبو
خود کہے دیتی ہے کس رنگ میں دن بیتے ہیں

الطاف حسن قریشی

اردو ڈائجسٹ لاہور جولائی 1977

مقامی دریا

دریائے کھانڈل

چڑہان اور سنکاری کے درمیان سے ایک بڑا دریائے کھانڈل گزرتا ہے جس کا مرکز کھانڈل، پھلواڑی اور کنگنباس کے برفانی پنجال ہیں۔ سلسلۂ پیر پنجال کی وہ کڑی جو دریائے کھانڈل کا ماخذ ہے اسے مقامی طور پر کنگنباس کہا جاتا ہے اور یہاں پر بھی میرے ننہال میں سے ایک قبیلہ آباد ہے۔

سفر راجوری کے دوران 06/11/2010 : منہوٹ کے مقامی قبرستان اور حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ

Marfat.com

اللہ کے مزار پر فاتحہ اور نماز ظہر کے بعد چند عزیزوں کے ساتھ میں جامع مسجد منہوٹ کے صحن میں قبلہ رخ کھڑا ہوں۔ کنگنباس کے بلند و برف پوش لاجوردی پنجال کے دامن سے گرتا دریائے کھانڈل حد نگاہ تک میرے سامنے رواں دواں ہے اور میں نیاگرہ فال کے سامنے پروین شاکر کی طرح دم بخود موزوں الفاظ کی تلاش میں گم ہوں:

فرازِ کوہ سے گرتی ہوئی سیال چاندی
نگارِ زندگی کا خوابِ سیمیں
طلسمِ آب میں عکسِ سپہرِ لاجوردی دم بخود ہے
فسونِ رنگ میں ڈوبی زمین آبنوسی ہفت پیکر ہوگئی ہے
خمِ محرابِ کوہِ ارغوانی پر
روپہلی مسکراہٹ ہے
نگاہیں حسن کی دہشت میں گم ہیں
شکوہ آب نے جیسے کہ نظریں باندھ دی ہیں
روپہلی روشنی کرتی ابابیلیں
ستارہ وار جیسے
قوسِ آبِ نیلمیں کے گرد چکر کاٹتی ہیں
عجب آواز ہے یہ
اور عجب ہیں رنگ اس کے
عجب قوۃ سے یہ اپنی طرف مجھ کو بلاتے ہیں
لہو میں رقص کرتی جارہی ہے وحشتِ پیہم

دریں وحشت بطرز آہوئے دیوانہ می رقصم
کہ آب آتش شدو من صورت پروانہ می رقصم

انکار

جبکہ سامنے حد نظر تک چاول کی لہلہاتی آبی زمینیں منگ، نگاہیں فطری حسن کے سحر میں جھپکنا بھول چکی ہیں۔ دریا کے درمیان آبائی گھراٹ (پن چکی) اور منگ کی زمین کے ساتھ میری بہت سی یادیں وابستہ ہیں اور چھیالیس سال کا ماضی لمحہ موجود کی طرح میرے سامنے اور پیارے پیارے چہرے ماحول سے بیگانہ کیے ہوئے ہیں:

وہ اک دریا اور اسے حیرانی ہے
میری پیاس کا مطلب سارا پانی ہے

نعمان شوق

Marfat.com

تری یادیں مجھے سونے نہیں دیتیں
کسی بھی اور کا ہونے نہیں دیتیں
مرے آنسو مرے ہی دل میں گرتے ہیں
مری مجبوریاں رونے نہیں دیتیں

انجم سلطان شہباز

کشمیر کے دریاؤں کی روانی، پاکیزگی، نیلاہٹ، ٹھنڈک اور مٹھاس سے متاثر ہو کر مقامی لوگ دوشیزگی کو دریا سے تشبیہ دیتے ہیں؛

حسن ترا اڑیئے نی ندیاں دے نیر ورگا

راجوری شہر میں قبلہ رخ کھڑے ہونے سے دریائے کھانڈل بائیں طرف سے جبکہ پیر پنجال ہی کے دامن میں پھلواڑی کے مقام سے دریائے درہال جنم لیتے ہوئے براستہ درہال سفر کرتا ہوا دائیں جانب سے شہر کے سامنے آ کر ایک ہو جاتے ہیں اور اسی مقام پر تیسرا دریائے تھنہ بھی آملتا ہے جس کے بعد براستہ نوشہرہ سیالکوٹ سے پہلے دریائے چناب میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ان تینوں دریاؤں کے سنگھم کو مناور توی بھی کہا جاتا ہے۔

نوٹ

صرف کشمیر کے دریاؤں کا نقشہ سامنے رکھ کر غور کرنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے'' میں کیا حکمت ہے۔ مگر

کس کو یہ فکر ہے کہ قبیلے کا کیا ہوا
سب اس پہ لڑ رہے ہیں کہ سردار کون ہے

دریائے انس/انسی

سفر راجوری کے دوران 23/11/2010ء سلسلہ پیر پنجال کے پہلو میں دریائے انسی کے ماٴخذ کے متصل دائیں کنارے ایک ڈھلان پر واقع اپنے خوبصورت ننہالی گاؤں ''کندھی'' نانی جان کے مکان کے سامنے بدھل روڈ پر عزیزان ماسٹر محمد اسلم، ماسٹر محمد زبیر اور ماسٹر محمد نواز کے ساتھ بہت سی سوچوں میں ڈوبا اشکبار کھڑا ہوں۔

ہجرت سے تین سال پہلے جب آخری بار چڑہان سے 12 کلومیٹر کا فاصلہ صرف ایک ملیشیا کی میلی سی قمیص اور ننگے پاؤں طے کر کے یہاں پہنچا تو یہ گاؤں میرے ننہال سے آباد اور ان کے درمیان اپنے حصے کا ایک ننھا سا چاند میرا منتظر تھا جس سے آنکھوں کو فرصت ہی نہ تھی کہ میں یہاں کے فطری حسن پہ غور کرتا اور آج نصف صدی بعد بھی احساس کے افق پر اس کی جھلجھلاہٹ تازہ ہے گویا میں اسی کی تلاش میں یہاں کھڑا ہوں۔

Marfat.com

آرزو ہے کہ تو یہاں آئے
اور پھر عمر بھر نہ جائے کہیں

ناصر کاظمی

برف پوش لاجوردی پیر پنجال اسی طرح اِستادہ اوراس کے دامن سے جنم لیتا ہوادریائے انسی ہفت چشمہ بہشت کی طرح تسلسل سے رواں دواں اور جواں ہے۔عجب ترنم ہے اس کا اور عجب رنگ جیسے کوئی فاختہ نغمہ سرا ہواور آج بھی اسی طرح ،فضامیں تیرتی جھڑ بدلیاں،کو کو کرتی کوئلیں، پھولوں پہ منڈلاتے بلبل، پی پی کرتے پپیہوں کے جھلڑ اور پنہاریوں کے جمگھٹ، پیوند دار میلے کچیلے لباس مگر ہیرے اور موتی ''كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ'' مگر افسوس کہ

ہزار چہروں میں اس کی مشابہتیں ملیں مجھ کو
پر دل کی ضد تھی' وہ 'ہی 'اس' جیسا بھی نہیں

اور دریا کے ساتھ ساتھ بکوری اور جگلانوں کی طرف بڑھتے ہوئے ایک سے بڑھ کر دوسرا خوبصورت منظر گویا کہ

''جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار''

قائم تھے اپنے عہد پہ دیدہ ہائے غم
کیا یاد آگیا ہے کہ نمناک ہوگئے

پروین شاکر

پُٹھی انسی

دریائے انسی پیر پنجال کے دامن سے جنم لیتے ہی ذرا نیچے بستی کے قریب پہنچ کر سامنے فولاد جگر کمروٹ مہل کے پہاڑی سلسلے سے الجھنے کے بجائے مشرق کی طرف رخ اور تیس کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتے ہوئے گول، گلاب گڑھ کے مقام پر دریائے چناب میں شامل ہوتے ہی خرام نازی اختیار کر لیتا ہے۔

اسی پس منظر کے باعث اسے مقامی لوگ ''پُٹھی انسی ''یعنی مغرب کے بجائے مشرق کی طرف بہنے والا دریائے انسی کہتے ہیں۔کسی سخت مہم کے موقعہ پر والدہ رحمہا اللہ تعالیٰ کہا کرتیں کہ میں ہار ماننے والی نہیں کیوں کہ میں نے ''پُٹھی انسی'' کا پانی پیا ہوا ہے۔

Marfat.com

مقامی زبانیں

ہمارے خاندان کی ایک اپنی خاص قسم کی پہاڑی زبان ہے جو دراصل پنجابی تھی مگر مرورِ ایام کے ساتھ آہستہ آہستہ مقامی پہاڑی زبانوں سے بہت سے الفاظ اپنے اندر سمیٹتے ہوئے تبدیل ہوتی چلی گئی اور چوں کہ صرف ہمارے بزرگوں کے ساتھ وہاں پہنچی تھی اور ہمارے خاندان تک ہی محدود ہے۔

کوئی در جن ڈبیاں ناں
عرش ور تُہُمْ پے گئی آیا سرو ربیاں ناں

ر

روح اداس بیتاب ہویا پھرے شہر راجوری بزار اجکل
پانی پیے چڑہان نے جا ٹھنڈے دیکھے پھلاں نی خوب بہار اجکل
رنگ لائے ہوسن پھلاں تازیاں نے میوے پکے ہوسن مزے دار اجکل
عبدالمجید بہاراں جد یاد آون ہائیں مار رووان زارو زار اجکل

حاجی عبدالمجید میاں محمد شفیع

جبکہ چڑہان کے بالائی حصے میں کشمیریوں کے چند گھروں میں پہاڑی زبان کی ایک قسم کے علاوہ مضافات چڑہان میں گوجری زبان کثرت سے بولی جاتی ہے:

الف

اللہ غنی ذات عجیب سوھنی چاھڑیو بدّل تے تُھندغبار سوھنو
آیو وقت قریب پردیسیوں غو روئے کول بیٹھو پروار سوھنو
کلموں ہو وے جاری سنے خلق ساری روح چلن پر ھو یو تیار سوھنو
اسمؔ روئے عاجز پریشان ڈاھڈو دسے کوئی نہ ھن غمخوار سوھنو

گوجری شاعر چوہدری اسم دین اسمؔ ساکن فتح پور مضافات راجوری۔ وفات 03/08/1990

ف

Marfat.com

فاضلی جج ہے آپ توئی میرو ہور وکیل راہ کار کوئی نہ
ہووے کدھ اپیل منظور میری میرا جیو مجرم بدکار کوئی نہ
کرنی نئیں اپیل منسوخ میری ہووے فیصلہ ماں کدے ہار کوئی نہ
گنہگار پرؔواز بدکار بہتو تیرا باجھ لاوے کدے پار کوئی نہ

ق

قول اقرار گیا پُہل سارا ماریونت مِنّاں بدکار یاں نے
اے پر اک افسوس کمال مناں کدے چھوڑیوں نئیں لاچاریاں نے
گیا پُہل حدیث قرآن مناں کھادو کالجو ہے بے قراریاں نے
واہ واہ ذات پرؔواز رحمٰن غنی اے ڈِتُو سنگ میرو منزل ہاریاں نے

گوجری شاعر پرؔواز۔ریڈیو کشمیر جموں: 30 جولائی 1979۔میر پور

جبکہ نشیب میں مغل خاندان کے گھروں میں پوٹھواری زبان رائج ہے۔اسی طرح مضافاتی گاؤں سواہڑی میں ہندو برادری ڈوگری زبان بولتی ہے:

ماؤ جوگیاں ڈنڈیاں تے پہنوں جوگیاں بنگاں
تے میرے جوگا لئی آیا چھلا تے میرا دل سڑی ہو گیا
ماں پاوے ڈنڈیاں تے پہین پاوے بنگاں
تے کھلی کھلی جائے مہاڑا چھلا تے میرا دل سڑی ہوگیا

اور بارہ کلومیٹر آگے میرے ننہال کی کنڈ ہوچی زبان ہے:

چناں تھوھاڑے بناں ماں او بولنی آ کا غنی
سُنغاں والی ستے نی او د خاں والی جاغنی

اے محبوب تمہارے جنگل میں کوائن نے بہار کا نغمہ چھیڑا ہے کہ اس وقت سُکھی تو سوچکی ہے مگر دکھیاری سُکھی جاگ رہی ہے۔

جس کے بعد تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بدلتی زبانوں اور لہجوں کا ایک سلسلہ ہے اور دراصل کہنے کو تو یہ انسانی زبانیں ہیں مگر ان کو اس طرح احاطۂ تحریر میں لانا کہ قاری کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو مشکل ہے کیوں کہ یہ مقامی پرندوں کے لہجے میں بولی جاتی ہیں۔

Marfat.com

مقامی قبائل

ہمارے قریشی خاندان کے علاوہ گوجر بڑی برادری ہے جس کی آگے شاخیں ہیں، کشمیری، جرال، سید اور مغل۔ جبکہ چڑہان، منور گالا، فروالا، پلم، نگروٹہ، چھپریاں، کنڈھی، جگلانوں، بکوری، کھانڈل، کوٹ دھڑا اور سواہڑی کے مغلوں سے ہماری قدیم رشتہ داری ہے۔

خودرو مقامی درخت

اک

طبی نام آک: ہمارے علاقے میں بہت کثرت سے پایا جاتا ہے جو مرض وجع المفاصل، کھانسی اور دمہ کے کیلئے علاج میں استعمال ہوتا ہے

املتاس

یہ بھی ایک بڑا درخت ہے اس کی پھلی کھٹل کا مجرب توڑ ہے جس چارپائی میں کھٹل جمع ہو جائیں تو اس کا آسان علاج یہ ہے کہ املتاس کی پھلی میں چھوٹے چھوٹے سوراخ کر کے چاروں پایوں کے ساتھ رکھدی جائیں تو صبح تک کھٹل ان پھلیوں میں جمع ہو چکے ہوں گے کیوں کہ املتاس کی پھلی کھٹل کی مرغوب غذا ہے جس کی خوشبو انہیں دور سے متوجہ کر لیتی ہے۔

براں

بروزن ''کلاں'' اس درخت کے سبز پتے اور سرخ دانے اگرچہ بہت بھلے لگتے ہیں مگر مال مویشی نہیں کھاتے، لکڑ ایندھن کے طور پہ استعمال میں لائی جاتی ہے۔

بہیکڑ

بہیکڑ کا طبی نام آڑوسہ ہے جو اس علاقے میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ میرپور کی عظیم علمی و روحانی شخصیت حضرت مولانا حکیم محمد حیات علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا حکیم بخش نبی رحمۃ اللہ علیہ کو علم نباتات پر عبور حاصل تھا اور آپ دوائی کے بجائے موسم کے مطابق جو جڑی بوٹیاں اور پھل میسر ہوتے مرض کی نوعیت کے اعتبار سے ان کے استعمال کی ترکیب بیان فرما دیتے۔

چنانچہ سل اور دق کے مریض کو فرماتے کہ ان دنوں بہیکڑ کے پھول دستیاب ہیں ان کا گلقند تیار کر کے صبح وشام

Marfat.com

استعمال کرواور کھانسی کے مریض کو بہیکڑ کے پتوں کے رس میں شہد ملا کر چاٹنے کا حکم دیتے اور مریض ٹھیک ہو جاتا۔

عرفان حیات (سوانح حضرت مولانا حکیم محمد حیات علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ): علم طب: مرتب محمد موسیٰ بھٹو۔ ناشر سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ لطیف آباد نمبر 4 حیدر آباد سندھ

نوٹ: یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی حضرت ممدوح کے صاحبزادے حضرت علامہ ڈاکٹر اختر الزمان غوری دامت برکاتہم کے اہتمام اور راقم الحروف کی نظر ثانی کے بعد خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ دوبارہ طبع ہو چکی ہے۔

بِیِسَہ

بروزن ''کیسہ'' پانی کے کنارے قدرتی اور کثرت سے اگنے والے درختوں میں سے خوبصورت اور تیزی سے پروان چڑھنے والا درخت۔

تُنْ

''پنجابی لہجہ میں سُنْ : بُن : چُن'' کے وزن پر انتہائی بلند قامت خورو درخت جس کی دیرپا اور خوشرنگ لکڑ فرنیچر میں کام آتی ہے جس کی خوبیوں میں سے ہے کہ اسے کیڑا نہیں لگتا۔ شنید ہے کہ یہ درخت آزاد کشمیر کے شہر کھوئیرٹہ اور مضافات میں بھی کثرت سے پایا جاتا ہے۔

تَہَمّنْ

بھی خودرو بڑے سائز کا بکثرت پایا جانے والا درخت ہے جس کے سیاہ دانے ''تَہَمْنیلو'' عمدہ پھل، پتے مال مویشی کی خوراک اور شاخیں پانی میں دبادی جاتی ہیں جن کی چھال کا چارپائی کیلئے بان اور مویشیوں کیلئے رسہ بنایا جاتا ہے اور شاخیں سنبھال کے رکھی جاتی ہیں جو رات کے سفر کیلئے مشعل (مُٹھا) بنانے کے کام آتی ہیں۔

تھاوی/ دہاوہ

بروزنِ طحاوی درمیانہ قد کا درخت جس کے چھلکے کا لذیذ قہوہ بنایا جاتا ہے اور سرخ رنگ کے پھول بہت جاذب نظر ہوتے ہیں۔ موسم بہار میں ایسا لگتا ہے کہ ایک ترتیب کے ساتھ دلہنیں قطار میں کھڑی ہیں۔

چکھڑی

بروزن کھچڑی چڑہان سے ذرا آگے کنڈھی کے مضافاتی جنگلات اس سخت جان درخت سے مالا مال ہیں چھلکا اترنے کے بعد اندر سے لکڑ سونے کی طرح چمک رہی ہوتی ہے اور کمال قدرت یہ ہے کہ اکثر درختوں کی ساخت ایسی ہوتی ہے کہ معمولی تراش خراش کرنے سے مضبوط ہل (قلبہ) تیار ہو جاتا ہے۔

چنار

کشمیر کا مقبول و محبوب ترین بہت بلند اور طویل القامت، خوشنما سایہ دار درخت جس کا نباتاتی نام

Marfat.com

PLATANUS-ORIENTLIS ہے۔ چنار کے پتے انسانی ہاتھ کی انگلیوں کی طرح بڑے ہوتے ہیں۔ کونپلوں کو پتے کی ڈنڈی ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے خوشے جھمکوں کی طرح ہوتے ہیں جن پر نر اور مادہ دونوں قسم کے پھول لگتے ہیں کشمیر کے علاوہ یہ درخت یونان میں بھی پایا جاتا ہے۔

چیڑ / صنوبر

صنوبر دراصل عربی (مذ) نام ہے جسے مقامی زبان میں چیڑ اور انگلش میں Pine کہتے ہیں مخروطی یا سوئی دار پتوں والے اس درخت کی بہت سی اقسام میں سے چار بہت مشہور ہیں۔

روپہل صنوبر

روپہل صنوبر کی پہچان یہ ہے کہ اس کی چھال چاندی کی طرح چمکتی ہے۔

سنہرا صنوبر

اس کی چھال بھی روپہل یعنی نقرئی ہوتی ہے۔

انگلش صنوبر

انگلش صنوبر Pine ذرا داغدار ہوتا ہے۔

لبنانی صنوبر

لبنانی صنوبر کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔

مگر تمام اقسام کے درخت بالکل سیدھے اور بہت بلند قامت ہوتے ہیں اور ان سے چلغوزے کے علاوہ بروزہ و تارپین حاصل ہوتا ہے۔ تخم صنوبر یعنی چلغوزہ طبی طور پر دماغ کیلئے انتہائی مقوی اور مفید پھل ہے۔

صنوبر کو مقامی زبان میں چیڑ کہتے ہیں۔ جس کی نسبت سے قصبہ چڑہان مشہور ہے اور اس کی لکڑ سے فرنیچر اور گھر بنائے جاتے ہیں اور ایندھن کا انحصار بھی اسی پہ ہے ہماری زبان میں ایک ضرب المثل ہے: "پرانا یار تے چیہڑے ناں انگار جدوں پھوکو تدوں تیار"

یعنی پرانا دوست چیڑ کے انگارے کی مانند ہوتا ہے جو پھونک مارنے پہ فوراً سلگ پڑتا اور ضرورت کے وقت مایوس نہیں کرتا۔

دھریک

طبی نام بکائن: جلدی پروان چڑھنے والا خودرو درخت جو کشمیر کے علاوہ بھارت اور پاکستان میں بھی کثرت سے پایا جاتا ہے لیکن مشہور ہے کہ اس درخت کا اصل ملک فارس (ایران) ہے جہاں سے باقی ممالک میں برآمد کیا گیا ہے اسی لئے انگلش میں اس کو PERSIAN LILAG کہتے ہیں۔ یہ درخت اتنی تیزی سے پروان چڑھتا ہے کہ لکڑ کو زیادہ مضبوط ہونے کا موقعہ نہیں ملتا درخت کے چھتر پر کاسنی رنگ کے خوشنما پھول کھلتے ہیں جن کی مہک خوشگوار ہوتی ہے مگر جلد ہی یہ پھول زرد رنگ اور بیر کی

Marfat.com

شکل گولیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں جن کو دھر کو نے یا دھر کانوں کہتے ہیں اس کے بعد پھول زرد ہو گر جاتا ہے اور دھر کو نے میں قدر مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے اس لئے بعض پرندے اسے کھاتے ہیں۔

طبی فوائد

بکائن دراصل بہت سے طبی فوائد کا حامل درخت ہے اس کے پتوں کو گیلی مٹی کے گولے میں بند کر کے آگ میں ڈال دیا جاتا ہے جب یہ گولا لال ہو جائے تو اس سے پتے نکال کر پھوڑے پر باندھنے سے پھوڑا پھٹ جاتا ہے جس کے ساتھ ہی گندہ مواد خارج ہونا شروع ہو جاتا ہے اور مریض تندرست ہو جاتا ہے۔

بعض لوگوں کے پاؤں اس طرح پھٹ جاتے ہیں کہ ان سے خون رسنے لگتا ہے دھر کو نے اس مرض کا زود اثر قدرتی علاج ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کڑاہی پانی میں دھر کو نے ڈال کر اس طرح ابالے جائیں کہ چھلکا گٹھلی چھوڑ دے اس کے بعد پانی کی حدت کم ہو کر قابل برداشت ہو جائے تو اس میں کچھ دیر پاؤں رکھنے اور دھونے سے چمکنے لگتے ہیں۔

نوٹ: دھریک کے درخت کے ساتھ میری بڑی یادیں وابستہ ہیں اس لئے میں نے اسے یہاں برمنگھم میں اپنے گارڈن میں کاشت کرنے کی کوشش کی تھی مگر برفانی موسم میں پودا سوکھ گیا۔ البتہ گھر کے اندر پودا اگرچہ محفوظ رہتا ہے مگر Ecological niche. Or a plant's natural habitat کے مصداق زیادہ بڑھتا نہیں۔

روح کیوڑہ

کی دو اقسام ہیں ان میں سے ایک کا شربت بنتا ہے اور طبی فوائد کا حامل ہے۔

رِین / بلوط

بروزن ''این'' کثرت سے پیدا ہونے والا قدرتی ہے درخت جس کے پتے مال مویشی کی مرغوب غذا ہے۔

سِنْبَلُ

طویل القامت اور خوبصورت درخت ہے اس کے پھل سے انتہائی سفید کپاس کی طرح روئی نکلتی ہے۔

کِھڑک

بروزن جھڑک: گنجان اور طویل العمر درخت جسکی گھنی چھاؤں موسم گرما میں مال مویشی کے کام آتی ہے۔

کہو/صحرائی زیتون

کہو کا درخت پاکستان مری کے علاقے میں بھی پایا جاتا ہے موسم بہار میں اس کی شاخوں پر ایک سفید سا ریشہ (بور) پھوٹتا ہے جس کی قدرتی مٹھاس اور خوشبو قرآن کریم میں مذکور ''مَنّ'' کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس طرح مخاطب فرمایا ہے'' وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى '' البقرہ ۵۷

Marfat.com

اور ہم نے تم پہ غذا کے طور پر من وسلویٰ نازل کیا تھا۔
چنانچہ ایک صبح بنی اسرائیل نے دیکھا کہ ان کے اردگرد درختوں پر جگہ جگہ اولے کے دانے کی طرح سفید شبنم کی صورت میں آسمان سے کوئی چیز برس کر گری ہوئی ہے جب کھائی تو ذائقے میں نہایت شیریں حلوے کے مانند تھی۔ اس نعمت عظمیٰ کو قرآن کریم نے من کا نام دیا ہے اور کشمیر کی وادیوں میں کھو کے درخت آج بھی اس نعمت کی یاد دلاتے ہین۔

گوگل

کا تلفظ انٹرنیٹ گوگل Google کی طرح ہے ویسے بھی یہ شاخ در شاخ اور جھاڑی نما خودرو جنگلی پودا گوگل کے ساتھ معنوی مشابہت رکھتا ہے جس سے مضبوط اور دیرپا جھاڑو اور ٹوکری بنانے کے علاوہ بھی استعمال ہوتا۔

کال برڑ

کے پتے مویشیوں کی مرغوب غذا ہے

کنگڑ

کنگڑ کی پھلیوں کا طبی نام کا کڑا/ کا کڑ سنگھی ہے اور یہ علاقے کا ایک خودرو قد آور درخت ہے جس کی پھلیاں قبض کشا اور جلاب آور ہوتیں ہیں اس کے علاوہ بھی ان کے طبی فوائد ہیں۔

کھجور

پیدا ضرور ہوتی ہے مگر باقی پھلوں کی طرح عمدہ قسم کی نہیں شاید اس لئے کہ قدرت کو کھجور کیلئے مدینہ طیبہ کا امتیاز ملحوظ ہے۔

کمیلا

کے پتے مویشیوں کی خوراک ہے بیری کے دانے کے برابر پھل اور اس کا بورا دویات میں استعمال ہوتا ہے۔

میدے سک

ایک خوبصورت درخت ہے جس کے چھلکے کا حلوہ کمر درد کا علاج ہے۔

ہرنولی/ اَرَنڈ

کو ارنڈی بھی بولتے ہیں اور اس کا نباتاتی نام ہے CASTOROIL PLANT ہے بیج کو رینڈی کہتے ہیں جس کا تیل CASTOROIL مشہور ہے۔ رینڈی ریٹھے کی طرح گول اور بھورے رنگ کے ہوتے ہیں کمال قدرت یہ ہے کہ ہر پھل میں تین خانے اور ہر ایک کے اندر ایک ایک بیج پایا جاتا ہے۔ رینڈی میں تیل کے علاوہ ایک سخت

Marfat.com

مہلک قسم کا زہر پایا جاتا ہے جسے نباتاتی اصطلاح میں RICINUS کہتے ہیں حیرت کی بات یہ ہے کہ کشمیر میں بہت کثرت سے پائے جانے کے باوجود اسے مویشی نہیں کھاتے تاہم ارنڈ کا تیل طبی فوائد کا حامل ہے۔

Marfat.com

خودرو پھلدار درخت

آخرے

ایک قسم کا جھاڑی دار خوش ذائقہ پھل بھی کثرت سے پایا جاتا ہے برطانیہ میں Blackberry آخرے کا ہم شکل پھل ہے مگر ذائقے اور خوشبو میں اس کا ہم پلہ نہیں۔

آڑو

کشمیر میں عمدہ آڑو خودرو پھلدار درختوں میں سے بہت عمدہ ہے۔

آملہ

میں نے 1965ء میں کالاکوٹ کے قریب ''گرل کوٹ'' کے مضافاتی جنگلات آملے سے بھرے دیکھے ہیں۔ مگر اس وقت تک مارکیٹ میں ان کی کوئی کھپت نہ تھی۔ مقامی لوگوں کی ضرورت سے زائد سب ضائع چلا جاتا تھا۔

اخروٹ/ بن کھوڑ

کشمیر میں اخروٹ کی دو قسمیں پائی جاتی ہیں ایک ذرا سخت قسم کا جنگلی اخروٹ ہے جس کو مقامی زبان میں بن کھوڑ کہتے ہیں اور اس کی لکڑا اگرچہ بہت کارآمد اور فرنیچر میں استعمال ہوتی ہے۔ اس علاقے چرخہ بھی اسی بن کھوڑ کی لکڑ سے بنایا جاتا ہے مگر اس کا پھل ذائقے میں دوسرے اخروٹ کی طرح زیادہ لذیذ نہیں ہوتا اور دوسری قسم جو عام طور پر بازار میں دستیاب ہے مگر دونوں خودرو ہیں بہت کم لوگوں کو پودا لگا کر حفاظت کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ہمارے ننہال کے صحن میں بہت بڑا درخت تھا جس کی کئی شاخیں تھیں۔ نانی جان رحمہا اللہ نے پھل سمیت شاخیں اپنی اولاد پر تقسیم کر رکھی تھیں جب موسم میں پھل پک کر تیار ہو جاتا تو والدہ صاحبہ کا حصہ گھوڑے پہ لاد کر ہمارے گھر بھیج دیتی تھیں۔

2010ء کے سفر راجوری کے دوران واپسی سے دو روز پہلے 23/11/2010ء جب میں کنڈھی پہنچا ہوں تو اخروٹ کے درخت کی موجودگی اور کچھ دیگر قرائن سے نانی جان کا گھر پہچان لیا حالاں کہ مجھے ہجرت سے پہلے

Marfat.com

صرف ایک بار دیکھنا یاد ہے۔تاہم مجھے بتایا گیا کہ موجودہ درخت آپ کی نانی کے درخت کا پوتا ہے۔

دنداسہ

اخروٹ کا چھلکا دنداسے کے طور پہ استعمال ہوتا ہے چند روز کے مسلسل استعمال سے دانتوں کے دھبے غائب ہو کر موتی کی طرح چمکنے لگتے ہیں جبکہ کئی روز تک ہونٹ سرخ رہتے ہیں کشمیری خواتین کیلئے یہ ایک قدرتی لپ اسٹک ہے۔

املوک

ایک معروف پھل ہے کشمیر میں اس قدر بکثرت موجود ہے کہ باغ لگانے کی ضرورت نہیں رہتی۔

بٹنگ

بٹنگ بروزن پتنگ ،ذائقے اور شکل میں ناشپاتی کے ساتھ ملتا جلتا لیکن اس کی نسل قدر مختلف ہے چوں کہ کشمیری الاصل پھل ہے اس لئے متبادل نام نہیں مل سکا۔

بیر

کشمیر میں دو قسم کے بیر بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ایک کا سائز بڑا اور رنگ سبز ہوتا ہے اسے پنجابی بیر کہتے ہیں اور دوسرا خالص پہاڑی بیر، جسے اردو میں جھڑ بیر کہتے ہیں یعنی جھڑی بیری کا پھل۔

ٹُہسِّیْ

طبی نام گولر: جریان خون کیلئے تریاق ہے۔بظاہر انجیر کی قسم کا ایک بلند قامت درخت ہے جس کا پھل پک کر ناشپاتی کے برابر اور رنگت میں بھورا ہو جاتا ہے اور اس کے اندر شہد کی طرح خوشبودار وخوش ذائقہ مشروب پایا جاتا ہے۔برطانیہ میں دنیا بھر کا پھل امپورٹ ہو کر آتا ہے مگر میں نے اس طرح کا کبھی کوئی پھل نہیں دیکھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خالص کشمیری پھل ہے۔

2010ء میں سفر راجوری کے دوران مورخہ 2 نومبر 2010 اپنی پھوپھوزاد بہن سُکڑی (سائرہ خاتون) سے ملنے کیلئے بارادہ سیم فتح پور سے نکلا تو میرے بھانجے خورشید، بلقیس اور یاسمین میرے ساتھ تھے۔سیم کی حدود میں داخل ہوتے ہی راستے کے کنارے ٹُہسِّیْ کے چند درخت دعوت نظارہ دے رہے تھے۔مگراب بظاہر پھل کا موسم تقریباً ختم ہو چکا تھا میں نے درختوں کے حوالے سے چند یادیں دہرائیں تو بچے پھل کی تلاش میں نکل پڑے اور تھوڑی دیر میں چند ٹُہستیے لیے آنکلے۔چوں کہ انہیں بھی معلوم نہ تھا کہ یہ درخت کس کی زمین اور ملکیت میں ہیں لہٰذا میں نے کھانے

Marfat.com

سے معذرت کی تو بچے حیران رہ گئے کہ ماموں یہاں پھل کھانے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

پھر بلقیس نے جلدی سے معلوم بھی کر لیا کہ یہ اس کی پھوپھو سکڑی کی زمین ہے اور انہوں نے مزید پھل کی تلاش میں کچھ بچے بھیج دیئے ہیں۔ ان دنوں بے بی سکڑی کے بڑے بیٹے قاضی محمد خالد سعودی عرب سے تعطیلات پر گھر آئے ہوئے تھے۔ جب کچھ دیر بعد گھر پہنچے تو ہنستے مسکراتے بہت سے چہروں کے ساتھ پھل کا ایک تھال بھی موجود تھا آہ

یہ کس زمیں کی کشش کھینچے لگی ہے ہمیں
اِدھر کے ہوتے ہوئے بھی اُدھر کے لگتے ہیں

جامن

جامن اور عناب کی اعلیٰ قسم کے علاوہ بہت عمدہ آلو بخارا اور بہی دانہ کے درخت بھی پائے جاتے ہیں جبکہ باقی پھلوں کی طرح ہمارے ہاں کا کیلا بھی حجم، ذائقے اور خوشبو میں باقی دنیا کے کیلے پہ فوقیت رکھتا ہے۔

چروٹی

آڑو اور خوبانی کی برادری کا شاخ در شاخ بلند قامت درخت مگر پھل کا ذائقہ دونوں سے ذرا مختلف ہوتا ہے باقی تفصیل خوبانی کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔

خوبانی

خوبانی اور چروٹی کی ایک برادری ہے البتہ کشمیری خوبانی کی گٹھلی (تخم) ذائقے اور حجم میں بادام کا بدل ہے جبکہ چروٹی اور اس کی گٹھلی اگرچہ ذائقے میں خوبانی کے ہم پلہ نہیں مگر اس کی گلیاں (گٹھلیاں) اور چاول جب باہم ملا کر پکائے جاتے ہیں تو بہت لذیذ پلاؤ (باٹ) تیار ہو جاتا ہے جو علاقے کی من بھاتی خوراک ہے۔

دَڑّنی

خودرو جنگلی انار بہت کثرت سے پایا جاتا ہے جس کا انار دانہ ذریعہ مُعاش ہے اور موسم بہار میں اس کے پھول کلیوں کی بارات بنا کر کھیلنا بچوں کا ایک مرغوب مشغلہ ہے جبکہ انار کی کلیاں دنیائے حسن میں ضرب المثل ہیں۔ انارکلی نام اسی نسبت سے ہے جو موسوم کے الہڑ وفطری اور صحرائی حسن و شباب کو ظاہر کرتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اکبر بنیادی طور پہ ایک باذوق آدمی تھا۔ بابر نے اپنی دو کنیزوں کو آغا چہ انار گل اور آغا چہ گلنار کے نام دیے تھے جو انار ہی سے نسبت رکھتے ہیں۔

دَنْدَ لّی

دَنْدَ لّی اور دَ نَلّی دونوں طرح مستعمل ہے خودرو ناشپاتی کا ہم نسل درخت اور پھل جو ہمارے اس علاقے میں

Marfat.com

بکثرت پایا جاتا ہے۔

گرنڈا

خودرو جھاڑی دار درخت جس کے گول سیاہ دانے پک کر بہت خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔

سِمْبَلُوْ

یہ بھی خودرو جھاڑی دار بکثرت پایا جانے والا درخت ہے جس کے سیاہ دانے پک کر بہت خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔

ہمارے علاقے کے ماہرین جڑی بوٹی کا تجربہ ہے کہ سِمْبَلُوکی شاخیں اگر خشک کرنے کے بعد باریک پیس کر سفوف تیار کرلیا جائے تو اس کی تھوڑی سی خوراک روزانہ دودھ میں پکا کر بطور خوراک استعمال کرنے سے کینسر اور اس کی برادری کی بیماریوں کا قدرتی علاج ہے۔

برطانیہ میں Burberis کے درخت کی ساخت تو بالکل سمبلو جیسی ہے مگر اس کا پھل گرنڈے کے پھل کی طرح گول ہے اور ذائقہ میں بھی مناسبت ضرور ہے لیکن یہاں کھایا نہیں جاتا جبکہ گوگل میں Images کے تحت Burberis کے نام سے 450 خودرو جھاڑی دار درختوں کی تصاویر موجود ہیں جن میں سے ایک قسم ساخت، قد، پتے، پھل اور پھول بالکل سمبلو جیسی ہے۔

http;//en.wikipedia.org/wiki/Burberis

سندہارو

درمیانہ قامت خوبصورت درخت جس کا پھل انتہائی لذیذ ہوتا ہے۔

کٹھاڑی

خودرو اور کثرت سے پایا جانے والا ایک درخت جس کا پھل ''کٹھاڑے'' پک کر سیاہ رنگ اختیار کر جاتا اور ذائقے میں لذیز ہوتا ہے۔

کیمری

طبی نام صحرائی انجیر: یعنی خودرو جنگلی انجیر جس کا پتہ توڑنے سے دودھ نکل آتا ہے جس میں طبی فوائد پائے جاتے ہیں، آزاد کشمیر میں بھی بکثرت پیدا ہونے والا یہ پھل ''پھوآڑے'' کے نام سے مشہور ہے۔

کلیاڑ

کلیاڑ ایک عجیب خوبصورت اور نرالا پھولدار درخت ہے جس کی کلیوں کی عمدہ اور لذیذ سبزی (ترکاری) بنتی ہے جبکہ اس کا رنگین پھول خوبصورتی میں لاجواب ہے۔ برطانیہ میں کلیاڑ Magnolia Tree کے نام سے موجود ہے مگر

Marfat.com

یہاں اس کی کلیوں کی سبزی نہیں بنائی جاتی ممکن ہے اس کی کلیوں کا ذائقہ اور تاثیر کشمیری کلیاڑ سے مختلف ہو۔

کَکوُہ

عناب کے ہم مثل پھلدار درخت ہے اس کا پھل پک کر میٹھا ہو جاتا ہے۔

مِٹھی

مٹھا وادی کا ایک لذیذ پھل ہے جو مالٹے کے مشابہ ہوتا ہے کبھی یہاں برطانیہ میں امپورٹ ہوتا ہے لیکن کشمیر سے نہیں چوں کہ کشمیری مٹھے کی خوشبو تیز اور ذائقہ لذیذ ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی پھل ذائقے اور خوشبو میں کشمیر کے پھلوں کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔

خودرو بیلیں

انگور

کشمیر میں انگور کی اعلیٰ قسم کاشت بھی کی جاتی ہے اور خودرو بیلیں بھی پائی جاتی ہیں۔

بڈ بیل

خودرو جنگلی بیل، اگر کسی بیماری میں مریض کو قے کرانا مقصود ہوتا تو بزرگ اس کے پتے گھوٹ کر پلاتے تو فوراً قے شروع ہو جاتی۔

داکھ

کالے انگور کی طرح ایک خودرو بیل پھل کا ذائقہ ذرا ترش اور دانہ انگور کے دانے سے سائز میں چھوٹا ہوتا ہے۔

سُرم گنڈہا

سرم گنڈہا خودرو بیل میں اللہ کریم نے بہت سے طبی فوائد رکھے ہیں۔ اس بیل کے نیچے زمین میں جڑ کے بجائے آلو کی طرح گنڈہا پیدا ہوتا ہے جسے بزرگ خشک کر کے پیس لیتے تھے یہ سفوف کھانسی کی بعض اقسام کا قدرتی علاج ہے۔ اس کے علاوہ ترکاری کی غرض سے بہت سی بیلیں کاشت کی جاتی ہیں۔

گڑوں

طبی نام گرہل: بہت سے طبی فوائد کی حامل خودرو بیل کثرت سے پائی جاتی ہے اگر کسی کو گرمی سے جسم پہ خارش دار دانے نکل آتے تو ہمارے بزرگ اس کے پتے گھوٹ کر پلاتے خون صاف ہو کر حدت ختم ہو جانے سے دانے بھی غائب

Marfat.com

ہو جاتے۔ ایک دفعہ والدہ نے مجھے چند گھونٹ پلائے تھے آج نصف صدی گزر جانے پر اس کے تصور سے منہ میں کڑواہٹ محسوس ہونے لگی ہے۔ اس کے علاوہ یہ سبزیاں بھی پائی جاتی ہیں:

سبزیاں

کدو، گھیا کدو، شلجم، بھنڈی، بینگن، باتھو، لوبیا، گنہار (گنڈھار)، گھیا توری، چھوہ Watercress، کوکن، ھُلّا، کریلے، کَلْنیاڑ، گنڈھور، بھنڈی توری

پَڑُلْ/چَچِنْگا

پاکستان میں تر اور برطانیہ میں کیو کومبر کی ساخت پر تقریباً ایک میٹر لمبا پَڑُل وادی کی ایک مرغوب سبزی ہے جو اکثر دودھ میں پکایا جاتا ہے۔ پَڑُل کی ایک قسم بنگلہ دیش سے برطانیہ میں امپورٹ ہوتی ہے اور Chichinga کے نام سے دکانوں بھی فروخت ہوتی ہے مگر کشمیر کے مقابلے میں بنگالی پڑل کی رنگت، سائز، خوشبو اور ذائقے میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔

Chichinga:Indian summer vegetable - copper wiki

کے نام سے ویب سائٹ نے چچنگا کا تعارف کرایا ہے

تیڑ

تیڑ بروزن پیڑ برطانیہ میں دستیاب یام Yams کی طرح خودرو سبزی، جھاڑیوں کیساتھ اس کی مہین سی بیل پیدا ہو کر جھاڑی پہ چڑھ جاتی ہے جس کے نیچے کھودنے سے تقریباً دو فیٹ لمبا تیڑ ہوتا ہے جو کچا بھی کھایا جاتا ہے اور اس کی سبزی بھی لذیذ ہوتی ہے۔

کَھکُھنْ

خودرو مشروم Mushroom کی ایک انتہائی لذیذ اور سائز میں بڑی قسم جو ذائقے اور خوشبو میں بہت عمدہ ہوتا ہے۔

بَہت گُچھیاں

خودرو مشروم کی ایک انتہائی لذیذ پھول نما قسم Btton Mushroom

ڈابھے

خودرو مشروم کی ایک انتہائی لذیذ چھتری دار بظاہر کَھکُھنْ کی چھوٹی یعنی Btton Mushroom کی ایک قسم

نوٹ: میں نے چڑہان اور اس کے مضافات کی قدرتی چیزیں بطور مثال ذکر کی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ کشمیر میں پائی جانے والی ان قدرتی نعمتوں، انکی اقسام و فوائد کی انسانی زبان میں فہرست مرتب کرنا مشکل کام ہے۔ کیوں کہ راجوری سے جیسے جیسے

Marfat.com

وادی کی طرف آگے بڑھتے چلے جائیں تو درختوں، پھلوں، پھولوں، سبزیوں، پرندوں، ہرنوں اور قدرتی جھرنوں کے ساتھ ساتھ خوشبوؤں کی فہرست میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خالق اکبر جل جلالہ نے قرآن کریم کی زبان میں فردوس کی جن وادیوں کا ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے:

جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ الِعمرٰان ۱۵

یعنی ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی

کا کسی باذوق فرشتے نے بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد کشمیر کی وادیوں میں ان کی عکاسی کر دی ہے۔

میں لوٹ آیا ہوں اس شہر سبزہ و گل سے
مگر حیات ا نہیں ساعتوں پہ مرتی ہے
مجھے یقیں ہے گھنے بادلوں کے سائے میں
وہ زلف اب بھی مری یاد میں بکھرتی ہے
چراغ بجھ بھی چکے ہیں مگر پسِ چلمن
وہ آنکھ ا ب بھی مرا انتظار کرتی ہے

احمد فراز

مغل بادشاہ جہانگیر کشمیر کی خوبصورتی سے اس حد تک متاثر تھے کہ ان کے عالم نزع میں کسی خوبصورت وعزیز ترین چیز کا نام لینے کو کہا گیا تو انہوں نے کہا ''کشمیر''

از شاہ جہانگیر دم نزع چو جستند
باخواہش دل ' گفت کہ کشمیر دگر ہیچ

طغرائی مشہدی

چڑہان میں سکونت اور جامع مسجد چڑہان وغیرہ کی باقی تفصیل ''جدامجد کی کشمیر آمد'' کے عنوان کے تحت موجود ہے،

اسی طرح ''علمائے قریش، عالمات قریش'' کے عنوان کے تحت باقی حضرات کا تفصیلی تعارف درج ہے۔

Marfat.com

من آنم

چراغ بجھتے چلے جا رہے ہیں سلسلہ وار
میں خود کو دیکھ رہا ہوں فسانہ ہوتے ہوئے

جمال احسانی

نام

محمد اشرف بن میاں محمد شفیع میاں یار محمد میاں جمالدین میاں محکم دین بن حضرت مولانا قاری حافظ عبدالکریم الشیخ عبدالرحمٰن قریشی صدیقی رحمهم الله تعالی

پیدائش

بروز جمعة المبارک 14 شعبان 1374 ہجری، مطابق 8 اپریل 1955ء بوقت عصر مقام ''چڑہان'' مضافات راجوری مقبوضہ کشمیر۔

والد صاحب میاں محمد شفیع رحمہ اللہ

کا تفصیلی تعارف میں نے علمائے قریش کے عنوان کے تحت لکھدیا ہے

اماں جی رحمہا اللہ

اے ماں یہ میری شہرتیں میری یہ عزتیں
کچھ بھی نہیں ہے بس ترے قدموں کی دھول ہے

وصی شاہ

عَنْ أَبِی مَسْعُوْدٍ قَالَ : أَ تَی النَّبِیَّ ﷺ رَجُلٌ فَکَلَّمَهُ فَجَعَلَ تَرْ عَدُ فَرَائِصُهُ فَقَالَ لَهُ " هَوِّنْ عَلَیْکَ فَإِنِّی لَسْتُ بِمَلِکٍ إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ تَأْکُلُ الْقَدِیْدَ

قال أبو عبد الله اسماعیل وحده وصله : هذا اسناد صحیح رجاله ثقات و صححه الألبانی" : انفرد به ابن ماجه

Marfat.com

تحفة الأشراف—سنن ابن ماجة بشرح الامام ابی الحسن الحنفی المعروف بالسندی المتوفی ۱۱۳۸ھ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ علیہ : الأطعمة باب القدید : الناشر دار المعرفة بیروت

ترجمہ

فتح مکہ کے موقعہ پر ایک صاحب بارگاہ رحمت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے مگر جلال نبوی ﷺ کی تاب نہ لا سکے اور ان پر تھر تھراہٹ طاری ہوگئی تو رحمت عالم ﷺ نے مصافحہ کیلئے دست مبارک بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا گھبراؤ نہیں کیوں کہ میں کوئی بادشاہ نہیں بلکہ قریش میں سے ایک ایسی خاتون کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں خشک کیے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک جملے میں اپنی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کا جو تعارف پیش فرمایا ہے اس کی تفسیر میں ایک رسالہ لکھا جا سکتا ہے۔ آپ کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ تھا کہ میں ایسی جفاکش اور خوددار عورت کا بیٹا ہوں جو اپنی خودداری کی حفاظت اور خودی کی بلندی کیلئے دھوپ میں خشک کیے ہوئے (قَدِیْد) گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھیں نہ کہ کسی مغرور شہزادی کا جسے محنت کش کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے تردد ہو لہٰذا گھبراؤ نہیں بے تکلف بات کرو۔

بات کردار کی ہوتی ہے وگرنہ عارفؔ
قد میں انسان سے سایہ بھی بڑا ہوتا ہے

راشد عارف

کوئی کشمیری جسے اس روشن پس منظر کا علم ہے وہ جب بھی اپنی والدہ کے بارے میں قلم اٹھائے گا تو بصد افتخار اس پہلو کو ملحوظ رکھے گا کیوں کہ ہم فرزندان کشمیر ایسی ماؤں کے بیٹے ہیں جن کا طرۂ امتیاز ہمیشہ سے جفاکشی اور فطرت کے مقاصد کی نگہبانی رہا ہے۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

ضرب کلیم

راجوری سے بُدّ ھَل روڈ پر قصبہ چڑہان سے مشرق کی جانب 25 کلومیٹر کے فاصلے اور دریائے اَنسِیْ کے کنارے پر سرسبز وشاداب اور دلفریب کوہستانی نشیب وفراز کے ہالے میں کشمیری الاصل مکینوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا گاؤں کَنڈ ھیKandhi کے نام سے مشہور اور راقم الحروف کا ننہال ہے جہاں کے لوگ اگرچہ پسماندگی کے باعث ناخواندہ مگر انتہائی دیندار تھے میرے نانا نظام الدین مغل اور نانی جان مرزا بی بی اگرچہ مطلق ناخواندہ تھے اس کے باوجود انہیں اپنی اولاد پڑھانے کا شوق تھا۔ مگر تعلیم سے مراد مروج دینی نصاب تھا کوئی باضابطہ اعلیٰ تعلیم نہیں اور نہ ان حالات میں ایسا سوچا ہی جا سکتا تھا۔ چنانچہ میرے ماموں محمد دین، عالم دین، شمس دین، اور احمد دین قرآن کریم پڑھے

Marfat.com

ہوئے اور نماز روزے کے پابند تھے جو دوسری جنگ عظیم میں فوج میں بھی بھرتی ہوئے جس دوران ماموں عالم دین تو کہیں لاپتہ ہوگئے اور ان کی گمشدگی تا حال ایک معمہ ہے باقی نہ صرف خیریت سے واپس آگئے تھے بلکہ سروس کے دوران کچھ نہ کچھ اردو اور انگریزی پڑھنا لکھنا سیکھ آئے تھے۔

عالم بی بی

اماں جی کی پیدائش پر آپ کیلئے عالم بی بی نام پسند کرنا بھی آپ کے والدین کے اسی جذبہ خیر کی علامت تھا۔ چنانچہ اپنے گاؤں میں معقول سہولت میسر نہ ہونے کے باعث اماں جی کی کمسنی میں ہی آپ کو ذرا فاصلے پر دوسرے گاؤں "پڑاٹ گاہی" میں ایک بزرگ شخصیت حضرت میاں نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تعلیم کی غرض سے بٹھا دیا گیا۔ لہٰذا اماں جی سردی وگرمی کی پرواہ کیے بغیر پولیس (گھاس کے جوتے) پہنے روزانہ بہت سویرے اپنے والد یا بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ سفر طے کر کے پڑاٹ گاہی پہنچتیں جہاں دن بھر پڑھنے کے بعد واپس آجاتیں اس طرح چند سالوں کی محنت ومشقت سے آپ نے بنیادی مسائل واحکام سیکھنے کے علاوہ قرآن کریم ناظرہ، نور نامہ، روشن دل، پکی روٹی، کریمائے سعدیؒ، احوال الآخرت، نجات المؤمنین اور قصص المحسنین وغیرہ اس طرح پڑھ لیں کہ ساری زندگی ان کتب کو پڑھاتے گزر گئی۔

کالی بیگم

اماں جی ایک روز اپنی بھینس چرانے کیلئے گھر کے سامنے جنگل تک چلی گئیں تو آپ کی والدہ بہت فکرمند ہوئیں کہ کہیں ایسا نہ ہو میری بیٹی کو کوئی ڈاین یا چڑیل نقصان پہنچائے تو اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر بیٹی کو آوازیں دینا شروع کر دیں مگر ہوا یہ کہ ماں بیٹی دونوں کی طرف سے ایک چڑیل نے ان کی گفتگو کی ایسے نقل شروع کر دی کہ اس کی اور ماں بیٹی کی آوازیں اس طرح ملتبس ہوگئیں کہ پہچان مشکل ہوگئی یعنی ماں کو معلوم نہیں کہ میں بیٹی سے مخاطب ہوں اور نہ بیٹی ہیکو یقین ہے کہ وہ اپنی والدہ سے مخاطب ہے یا چڑیل سے۔ اماں جی فرماتیں کہ اسی کشمکش میں مجھے محسوس ہوا کہ ایک آواز جو پہلے فاصلے پر تھی اب بالکل میرے قریب آچکی ہے تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ چڑیل کی آواز ہے کیوں کہ اتنی دیر میں والدہ اس قدر فاصلہ طے نہیں کر سکتی تھیں اور معاً یاد آیا کہ حضرت استاذ میاں نور محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ایسے حالات میں باآواز بلند اذان کہنے کے علاوہ آیۃ الکرسی کی تلاوت کرنی چاہیے اور جب میں نے اس ہدایت پر عمل کیا تو وہ آواز جو ابھی بہت قریب محسوس ہو رہی تھی وہ دور ہوتے ہوتے ختم ہوگئی مگر جب گھر پہنچی تو اس شدت سے بخار آیا کہ میں قریب المرگ تھی۔

اس صورت حال کے پیش نظر اماں جی کے بزرگوں نے بہت غور وفکر کے بعد فیصلہ کیا کہ چوں کہ ہماری بیٹی بہت خوبصورت اور عالمہ ہے جبکہ عالم بی بی نام بھی بھاری ہے اور چڑیلوں کو بھی علم ہوگیا ہے لہٰذا ایک تو آئندہ کیلئے اصل نام کے

Marfat.com

بجائے کالی بیگم پکاری جائیں اور دوسری بات یہ کہ رشتے کیلئے گاؤں سے دور کوئی دینی خاندان تلاش کیا جائے اور اس وقت تک کالی بیگم اکیلی مال مویشی کے ساتھ جنگل کی طرف بھی نہ جایا کریں۔

علمائے قریش کے عنوان کے تحت میں نے ذکر کیا ہے کہ علماء و مشائخ کی حیثیت سے دور دور تک ہمارے بزرگوں کا تعارف تھا۔ دادا جان حضرت مولانا میاں یار محمد رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف میں بھی میں نے ذکر کیا ہے کہ علاقے کے امام کی حیثیت سے دور تک آپ کی شہرت تھی۔ پڑاٹ گاہی والے حضرت میاں نور محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی آپ کے دوستانہ مراسم تھے اور آپ کی ایک تلمیذہ کا معاملہ بھی زیر غور تھا چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے خیر خواہانہ مشورے کے تحت دادا جان نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے میاں محمد شفیع کیلئے جھٹ منگنی پٹ بیاہ کے اصول کے تحت معاملہ طے کر دیا حالاں کہ فریقین میں سے دونوں نے کبھی ایک دوسرے کو دیکھا نہ سنا۔

چڑیلیں

علاقہ کنڈھی اور مضافات کے جنگلات کی چڑیلیں اور ان سے وابستہ کئی کہانیاں مشہور تھیں اور ہیں بھی کیوں کہ یہاں کے مردوں کو اکثر ان سے واسطہ پڑتا ہے۔ مشہور ہے کہ چڑیل ایک قسم کی جنگلی عورت ہوتی ہے جس کی جسمانی ساخت انسانی عورت سے بہت مشابہت رکھتی ہے سوائے اس کے کہ اس کے سر کے بال بہت لمبے اور ان میں ایک کنگھی لگی ہوتی ہے جبکہ پاؤں الٹے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے پچھل پائی کہلاتی ہے اور یہ ہمیشہ انسان مرد کو پھانسنے کی کوشش میں لگی رہتی ہے۔ جو مرد بروقت متنبہ ہو جاتے ہیں وہ اس کی کنگھی پر قبضہ کر لیتے ہیں جس کے بعد یہ زیر ہو جاتی ہے اور مرد بچاؤ کی تدبیر میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جو مرد کسی طرح اس کے جال میں پھنس جاتے ہیں ان کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کر لیتی ہے جس کے بعد یا تو اس مرد کو شادی نہیں کرنے دیتی اور اگر شادی شدہ ہے تو ساری زندگی اسے اپنی بیوی سے دور رکھتی ہے بصورت دیگر جان سے مار دیتی ہے اس سلسلے کے ایک واقعہ کا خود میں چشم دید گواہ ہوں۔

عبدل لوہار

ایک رات اس طرح ہوا کہ میاں محمد اسماعیل مرحوم کے گھر کے پیچھے اور فر و الہ کے سامنے جنگل کے درمیان سے ساری رات ایک عورت کے بلند آواز سے نوحہ کرنے کی آواز نے سب کو پریشان رکھا۔ وہ شام کے بعد سے طلوع سحر تک ''ھائے او لو کو میں عبدل مار دتا'' ہائے افسوس کہ نے عبدل مار دیا، پکارتی رہی۔ ایک تو آواز کی جگہ بہت خوفناک تھی جہاں دن کے وقت اکیلے گزرتے ہوئے ڈر لگتا تھا جبکہ علاقے میں عبدل نام کے کئی لوگ تھے کسی کو معاملے کی سمجھ نہ آئی مگر دن چڑھے جب ہم لوگ وہاں پہنچے تو عبدل لوہار کی میت اوندھے منہ پانی میں پڑی تھی۔

عبدل لوہار سنکاری کا باشندہ اور ہنس مکھ چرواہا تھا، دو روز پہلے ہمارے گھر کے قریب بکریاں چرا رہا تھا مگر ہوا یہ کہ واقعہ کے روز فر و الہ میں اپنی بہن عالم بی بی کے ہاں گیا تھا جہاں اس نے اپنے بہنوئی احمد دین مغل مرحوم کو اگلے روز

Marfat.com

زمین کے ایک مقدمے میں تاریخ پر راجوری ساتھ چلنے کو کہا جہاں ملتے ملاتے تاخیر ہوگئی لہٰذا بہن نے رات کے وقت سفر کے بجائے ادھر ہی ٹھہرنے کی ضد کی جب عبدل مجبور ہوا تو اس نے بہن کے کان میں کہہ دیا کہ میرے ساتھ ایک چڑیل ہے جس کی طرف سے گھر کے باہر رات گزارنے پر پابندی ہے۔ اس کے بعد جب رخصت ہوا تو چڑیل نے جنگل کی طرف چلنے پر مجبور کیا اور یہاں لاکر اسے مار دیا۔ میں ابھی بہت کمسن اور موقعہ پر موجود تھا لہٰذا اس حادثے کے بعد سے میں کبھی اکیلا اس جنگل سے نہیں گزرا۔

2010ء میں چھیالیس سال بعد جب حاجی محمد فاضل کے ہمراہ دوبارہ اس راستے سے گزرا ہوں تو مجھ پہ دہشت طاری ہوگئی حالاں کہ اب یہاں جنگل نہیں بچا۔

ڈائن

بعض بدعقیدہ بوڑھیاں گندگی چاٹ کر سفلی عملیات سیکھ لیتی ہیں اور خود بھی گندہ رہنا شروع کر دیتی ہیں جس کے بعد لوگ ان سے جادو ٹونہ کرا کے آخرت تباہ کرتے ہیں اور جوان سے نفرت کرتے ہیں انہیں وہ انتقاماً نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں ایسی عورتیں ہمارے ہاں ڈائن کہلاتی تھیں اور مشہور تھا کہ یہ زندہ انسان کا کلیجہ نکال کر کھا جاتی ہیں لہٰذا ایسی عورتوں سے لوگ فاصلہ رکھتے تھے۔

شادی

اعجب العجائب کتاب کے قلمی نسخے پر والد صاحب کے نکاح کی تاریخ بدست حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرح درج ہے۔

تاریخ شادی میاں محمد شفیع ولد میاں یار محمد مورخہ ۱۱ بیساکھ ۱۹۸۷ بکرمی۔ ۱۳۴۸ ہجری

تاریخ شادی میاں عبدالعزیز و عبدالکریم پسران میاں یار محمد۔ 5 بیساکھ 1980 بکری، ۲۹ شعبان ۱۳۴۱ ہجری

بہرحال دادا جان رشتہ طے کرنے کے بعد اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کی بارات تیار کر رہے تھے کہ سنکاری کے علمو اور منگتے میراثی خاندان کے چند نوجوان ڈھول باجے لیے آپہنچے چوں کہ یہ اس خاندان کا پیشہ تھا اس لئے بعض بزرگوں کی مداخلت پر ان لوگوں کو تھوڑی دیر ڈھول بجا کر کچھ پیسے جمع کرنے (بیلیں پڑنے) کا موقع دیدیا گیا مگر ہوا یہ کہ دادا جان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے تساہل اختیار کرنے کے باعث دادا جان پر ساٹھ افراد کو کھانا کھلانے کی تعزیر عاید کردی اور دادا جان نے بغیر حیل و حجت ویسے سے فارغ ہوتے ہی فوراً تعزیر بھر دی۔ اماں جی خود کبھی کبھی یہ واقعہ بیان کیا کرتیں۔

شادی کے بعد اماں جی دادا جان سے بھی کچھ رسالے پڑھتی رہیں، ان میں سے حفظان صحت کے اصولوں پر مبنی ایک منظوم پنجابی رسالہ ''بدیع الجمال'' اماں جی کو تقریباً حفظ تھا۔ اگر کسی کو خلاف معمول کوئی کام کرتے دیکھتیں تو اس میں سے شعر پڑھ کر اس کی تشریح کر دیتیں لیکن لکھنے کی کبھی کوشش نہیں کی اور نہ اپنے والدین سے ہی اس کی اجازت تھی لہٰذا

Marfat.com

اپنا نام تک لکھنا نہیں سیکھا۔

بدیع الجمال کے چند اشعار

ترے دن لہو نہ چھڈنا بدھ ، ہفتہ تے ویر
ترے تھاں پانی پیوناں ظاہر ہے تقصیر
چھاڑے پچھوں وٹی تھیں خواب اٹھ شتاب
پٹھے جاون ست ہو نالے دکھ عذاب

ترجمہ

تین دن، جمعرات، ہفتہ اور بدھوار ایسے ہیں کہ ان میں فصد کھلوانا یا سینگیاں لگانا بجائے فائدے کے نقصان دہ ہے۔ اسی طرح پیشاب پاخانہ، جماع، اور بیدار ہونے کے فوراً بعد پانی پینے سے پٹھے ست ہو جاتے ہیں:

عورت نوں مسواک نہ ملن دنداسہ خوب
فائدے سب مسواک دے حاصل ہون مطلوب
بعد طعام مستحب جے کو کرے مسواک
چار غلام آزاد دا بدلہ دے رب پاک
ترے چیزاں دُے وچ نہ روا شراکت من
کنگھی تے مسواک ہے تریجا اندر زن
ہووے تلخ درخت دی کہن فقیر تمام
ناہیں انگل اوسدے قائم وچہ مقام
سدھا تیر کھلو کے کر مسواک نہ مول
ناہیں اندر گردیاں درد ہووے ہر سول
ٹردا پھردا کر ناہیں درد ہووے گا پشت
لماں پے کے مول نہ اے بھی ہے گا زشت

ترجمہ

مسواک میسر نہ ہوتو بھی عورت کو کثرت سے دنداسے کا استعمال کرنا چاہیے۔ کھانے کے بعد مسواک کے استعمال سے اللہ پاک چار غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے۔ تین چیزوں میں دوسرے کی شرکت روا نہیں رکھنی چاہیے۔ کنگھی ،مسواک اور بیوی۔ تمام بزرگان دین کا یہی فرمان ہے کہ مسواک کیلئے درخت کی تلخ شاخ کا ہونا مفید ہے، اگر ایسا ممکن نہیں تو مسواک کی جگہ انگلی سے دانتوں کی صفائی کرنا ضروری ہے۔

Marfat.com

اگر درد گردہ سے حفاظت مطلوب ہے تو پھر سیدھے کھڑے ہو کر مسواک کے استعمال سے اجتناب کرو۔ اسی طرح چلتے پھرتے مسواک کا استعمال پیٹھ کے درد کا باعث اور لیٹ کر برے اخلاق کی علامت ہے۔

نوٹ: یہ وہ بنیادی چیزیں ہیں جن پر عمل کی برکت تھی کہ ایسے بے شمار لوگ گزرے اور موجود ہیں جنہوں نے زندگی میں کبھی ڈاکٹر حکیم دیکھا اور نہ دوائی استعمال کی۔

گھر گرہستی

میں نے جب ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ ابھی والدہ تہجد کے بعد تسبیحات و نماز فجر اور دودھ دوھنے یا بلونے سے فارغ نہیں ہوتی تھیں کہ گاؤں کے بچے ہاتھوں میں قاعدے، سپارے لئے آپ کے گرد جمع ہو جاتے جبکہ والد صاحب مسجد میں بچوں میں گھرے ہوتے۔ بچوں کی تعلیم سے فارغ ہوتیں تو اپنے زمیندارہ معاملات میں ذمہ داریاں تقسیم کرتیں کیوں کہ تمام گھریلو معاملات والد صاحب کے بجائے اماں جی کے ہاتھ میں تھے یہاں تک کہ شروع شروع میں جب تک بھائی عبدالمجید صاحب جوان ہوتے بوائی کے موسم میں کبھی کبھی والدہ خود ہل جوت کر بوائی کرتیں۔

اماں جی فرماتیں کہ جس سال آپ کے والد صاحب کے بڑے بھائی میاں عبدالکریمؒ انتقال کر گئے تو والد صاحب صدمہ برداشت نہ کر سکے لہٰذا کچھ عرصے کیلئے پنجاب میں آ گئے۔ اسی دوران برسات کے بعد مکئی کی بوائی شروع ہو گئی تو میں نے سوچا کہ دن کے وقت میرا ہل جوتنا مناسب نہیں تو میں نے عبدالمجید کو ساتھ رکھ کر رات کی چاندنی میں ہل جوت کر بوائی شروع کر دی اور جب تک صبح باقی لوگ زمین میں پہنچتے میں فارغ ہو کر مسجد میں بچوں کو پڑھا رہی ہوتی۔

اپنا زمانہ آپ بناتے اہل دل
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا

جگر

اماں جی کی مادری زبان سسرال سے بہت مختلف تھی باوجود کوشش کے پوری طرح روانی کے ساتھ نہیں بول سکتی تھیں۔ آپ کو اپنی زبان کی بہت سی ضرب الامثال اور ماہیے بھی یاد تھے کبھی جب گنگناتیں تو ہم بہت محظوظ ہوتے اور بار بار دہرانے کی فرمائش کیا کرتے اس وقت مجھے دو ماہیے یاد آ گئے ہیں:

چناں تھوہاڑے بناں ماں او بولنی آ کاغنی
سخاں والی سنئے نی اور دخاں والی جاغنی

اے محبوب تمہارے جنگل میں کوئل نے بہار کا نغمہ چھیڑا ہے اور کہتی ہے کہ اس وقت سُکھی تو سو چکی ہے مگر درد مند و دکھیاری سُکھی جاگ رہی ہے۔

کالیا نی کاغا تھو آڑی کالی آٹوٹری

Marfat.com

جموں نہ جایاں اُجھا راجے نی نوکری

اے سیاہ کھوپڑی والے کالے کوے تو کبھی جموں نہ جانا کہ وہاں خواہ مخواہ مہاراجے کی بیگار میں پکڑے جاؤ گے۔

میں نے بہت بچپن میں جب پہلی بار یہ ماہیا اپنی والدہ سے سن کر اس کا پس منظر پوچھا تو والدہ کے بیان کرنے پر دہشت زدہ ہو گیا تھا کیوں کہ یہ ماہیا کشمیر میں ڈوگرہ دور کے مظالم کی یاد دلاتا ہے جس کی تفصیل میں نے پہلے باب میں ڈوگرہ مظالم کے عنوان سے بیان کی ہے۔

سماجی مصروفیات

اماں جی اپنے گھر گرہستی کے معاملات میں الجھی ہوتیں تو دور دور کے گاؤں کی بوڑھیاں آپ سے دم کرانے' زچگی کے معاملات میں مشورہ کرنے یا مال مویشی کی بیماریوں میں جڑی بوٹی پوچھنے آجاتیں اکثر ایسا ہوتا کہ بعد دوپہر بہشتی زیور مصنفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے طہارت کے مسائل پڑھ کر ان کو سمجھاتیں نیز گاؤں میں جب بھی کوئی فوت ہو جاتا تو اماں جی اپنی نگرانی میں کفن تیار کراتیں مگر خواتین کے جنازے میں غسل کی نگرانی بھی خود کرتیں اور منظوم پنجابی رسائل جو آپ نے پڑھے ہوئے تھے ان میں سے اشعار پڑھ کر خواتین کو طریقہ بتاتیں۔

ایک مرتبہ عالم دین مغل مرحوم کے پڑوس میں ایک خاتون کے غسل کے وقت والدہ مجھے اٹھائے ہوئے خواتین کو ہدایات دے رہی تھیں تو اسی دوران میں نے دیکھا کہ جب میت پر آخری بار پانی بہایا جارہا تھا تو ایک دوسری عورت میت پر سے گرتے ہوئے پانی کو ایک برتن میں جمع کرتے ہوئے غٹاغٹ پی گئی تو والدہ نے اس حرکت پر اسے دو تھپڑ رسید کر دیئے تب اس نے روتے ہوئے بتایا کہ وہ بے اولاد ہے اور کسی بوڑھی ڈاین نے اولاد کیلئے اسے ایسا کرنے کا مشورہ دیا تھا تب والدہ نے اسے سمجھایا کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔تم نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا شروع کرو میں تمہیں مفید جڑی بوٹیاں بھی استعمال کیلئے بتاؤں گی تو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔

لار شریف سری نگر کی معروف روحانی ہستی حضرت میاں نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اماں جی کو دادا جان کی بہو ہونے کے سبب کچھ ایسے رُقیات تعلیم فرمائے تھے جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے بلا مبالغہ ہزاروں انسانوں اور جانوروں کو شفا بخشی۔

علاقے میں اماں جی کی ایک پہچان (Herbalist) جڑی بوٹیوں کی ماہر خاتون کی حیثیت سے بھی تھی اس لئے دور دور سے لوگ آتے رہتے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے دم اور جڑی بوٹیوں سے سینکڑوں خواتین کو اولاد کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا اور اگر کسی کا دودھیل جانور دودھ نہیں دیتا تو اسے بھی ساتھ لیے ہوتے اور چوں کہ اماں جی اس خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں لیتی تھیں شاید اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں بہت شفا رکھی تھی۔

بہت بچپن میں مجھے ایک مرتبہ ٹونسلز (Tonsils) ہو گئے تھے تین روز کے دم کرنے سے جاتے رہے

Marfat.com

مگر یہاں برطانیا میں بڑے بیٹے عمر فاروق کا آپریشن کرانا پڑا جو ایک تکلیف دہ عمل تھا۔

ایک مرتبہ مجھے ایسا بخار شروع ہوا جس نے نڈھال کر دیا چند روز کے انتظار کے بعد اماں جی نے مجھے گڑوں کی بیل نچوڑ کر چند گھونٹ پلائے تھے آج نصف صدی گزر جانے پر اس کے تصور سے منہ میں کڑواہٹ محسوس ہونے لگی ہے مگر پھر زندگی میں اس طرح کا بخار نہیں ہوا۔

نوٹ: گڑوں کی بیل کا طبی نام ''گربل'' ہے جس کی تفصیل خودرو بیلوں کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

ہجرت کے بعد یہاں میرپور میں ایک مرتبہ ایم ڈی اے کے ایک ملازم راجہ نصیر اپنی بیوی کو ساتھ لائے اور بتایا کہ ہمارے ہاں دوسرا بچہ ہے مگر ابتک ماں دونوں بچوں کو ایک گھونٹ دودھ نہیں پلا سکیں، کیوں کہ انہیں دودھ ہوتا ہی نہیں اور علاج کراتے کراتے مقروض ہو چکے ہیں۔ اماں جی نے ان سے کہا کہ تین روز بیوی کو میرے پاس لا کر دم کرا لیا کرو جب تیسرے روز اماں جی اس خاتون کو دم کر رہی تھیں تو خاتون کی چھاتیوں سے دودھ کا چشمہ پھوٹ نکلا جس سے اس کے سارے کپڑے بھیگ گئے تو وہ بھابھی کے کپڑے مستعار کر کے گھر واپس گئیں۔

مگر جب انہوں نے پیسے دینا چاہے تو والدہ نے انکار کر دیا تو راجہ نصیر نے بتایا کہ وہ الیکٹریشن ہیں اور آپ کے کمرے کا پنکھا آواز دیتا ہے لہٰذا اجازت دیں تا کہ وہ اسے درست کر دے، تب اماں جی نے کہا کہ ہاں اگر کر سکتے ہو تو یہ ٹھیک ہے۔

میرا خیال نہیں کہ پورے گاؤں میں کوئی گھر ایسا تھا جس میں سے کسی فرد نے ہمارے اجداد یا والدین سے نہیں پڑھا یہاں تک کہ علاقے کے نمبردار میراں بخش مرحوم نے بھی اماں جی سے ہی قرآن کریم پڑھا تھا اور بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہمارے گھر آئے تو چارپائی کی ادوین (ادوائن) پر بیٹھ گئے۔ اماں جی نے کہا: ''میراں بخش آرام سے بیٹھو'' تو کہنے لگے: ''بی بی جی آپ کے برابر بیٹھتے ہوئے مجھے حیاء آتی ہے''۔

اماں جی اپنے گاؤں سے دور بیاہی گئی تھیں لہٰذا آپ کے حقیقی بہن بھائی اور عم زاد اور خالہ و پھوپھی زاد وغیرہ (First cousins) بکثرت ملنے آتے یہاں تک کہ آپ کے گاؤں کے قریبی لوگ بھی راجوری آتے جاتے راستے میں ملاقات کرتے کیوں کہ اماں جی کو اپنے گاؤں کی خاص پیداوار سرخ رنگ کے بُھٹنی نامی چاول بہت مرغوب تھے لہٰذا جو بھی آتا آپ کیلئے یہی چاول، شہد اور پھل وغیرہ ساتھ لاتا۔

نانی جان کے صحن میں اخروٹ کا ایک بڑا درخت تھا جس کی شاخیں اولاد کے درمیان تقسیم کر رکھی تھیں اماں جی کی شاخوں کا حصہ ایک گھوڑے پر لاد کر بھیج دیتیں۔

اسی طرح نانی جی نے اپنے گھر کی دیواروں میں شہد کی مکھیوں کیلئے ایسی جگہ بنا رکھی جہاں ہمیشہ مکھیاں موجود رہتیں اور جب شہد نکالا جاتا تو ایک بڑا گھڑا اماں جی کیلئے بھیج دیتیں۔ ننہال کی آمد و رفت کی وجہ سے 1965ء کے کافی عرصہ بعد تک کہ مصیبت زدہ لوگ دور دور تک بکھر جاتے کم از کم مجھے معلوم نہ تھا کہ ہمارے حقیقی ماموں اور ممانیاں کون ہیں۔ آہ

Marfat.com

بچ بچا کر تو ہم چلے تھے بہت
پھر بھی قسمت میں حادثے تھے بہت

باقی احمد پوری

سادگی

اماں جی کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ 1965ء سے کچھ عرصہ پہلے بھائی عبدالمجید صاحب نے ایک ٹارچ Torch خرید لی ان دنوں ہماری مکئی کی ساری فصل خشک کرنے کی غرض سے مکان کی چھت پر پڑی تھی کہ نصف شب کے قریب اچانک آندھی آ گئی تو بھائی عبدالمجید نے مکان کی چھت کھول کر اوپر سے نیچے گرانے کا فیصلہ کیا اور جب ٹارچ کی روشنی میں چھت کھول رہے تھے تو اماں جی نے بھاگ کر ٹارچ کے منہ پر ایک موٹا سا کمبل ڈال دیا کہ کہیں آندھی سے بجھ نہ جائے۔

1966ء میں میرپور میں بھائی عبدالمجید نے ایک ریڈیو خرید لیا تو شام کے وقت بستر میں لیٹ کر آن کر لیتے۔ ایک روز جب بھائی ریڈیو آن چھوڑ کر سو گئے تو والدہ نے انہیں جگایا اور کہا کہ بیٹا ٹھیک ہے تم نے پیسے دیئے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی انسان کو بلاوجہ تکلیف دی جائے تم ریڈیو بند کرو تا کہ یہ گانے بجانے والے لوگ بھی اپنے گھروں میں جا کر آرام کریں کہ ان کے گھر والے انتظار میں بیٹھے ہوں گے۔

1965ء سے چند سال پہلے ایک روز ہمارے چڑہان کی سڑک پر پہلی مرتبہ ایک موٹر سائیکل گزری تو گاؤں کے اکثر لوگ حیرت زدہ رہ گئے سب بچوں نے بھاگ کر قریب سے دیکھنے کی کوشش کی۔ میں نے واپس آ کر اماں جی کو بتایا کہ گائے کے بچھڑے کے برابر کوئی چیز ہے جس پر غالباً کوئی انسان بیٹھا تھا جو جب اسے تیز بھاگنے پر مجبور کرتا تو وہ سیاہ دھوئیں کے ساتھ پھٹ پھٹ کی طرح آواز میں ڈکراتا تھا۔ یہ سن کر والدہ نے استغفار شروع کر دی کہ قیامت کے قریب جانور باتیں کریں گے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ کسی شخص نے جادو کے زور پر کوئی بڑا درندہ یا جن قابو کر لیا ہو اور مشقت کی وجہ سے ڈکراتا ہو پھر فرمایا کہ ہمارے علاقے میں پہلے ایسی بلائیں نہ تھیں مجھے لگتا ہے کہ ایسے حالات میں یہاں کوئی بڑا واقعہ رونما ہونے والا ہے۔

دیہی کہانیاں

رات سونے سے پہلے اکثر ایسے ہوتا کہ مشعل کی روشنی میں والدین کوئی پنجابی منظوم کتاب ترنم سے پڑھ کر سب کو سناتے یا پھر والدہ اپنے بزرگوں سے سنی سنائی عبرتناک قسم کی کوئی کہانی سناتیں جن میں سے ایک کہانی نے میری زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں:

''ایک بادشاہ اپنے وزیر اور غلام کے ساتھ عام چرواہے کا لباس پہن کر شکار کھیلنے کیلئے دور گھنے جنگل میں گیا مگر ہوا یہ کہ شکار کے پیچھے بھاگتے ہوئے تینوں راستہ بھٹک کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

بالآخر بادشاہ سلامت ان دونوں کی تلاش میں ایک پگ ڈنڈی پہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک طرف کنارے پہ ایک تنہا بزرگ دنیا وما فیہا سے بےخبر ذکر الٰہی میں رطب اللسان بیٹھے ہیں جنہیں دیکھ کر بادشاہ کو ذرا اطمینان ہوا جس کے بعد بادشاہ سلامت

Marfat.com

نے باادب سلام عرض کرنے اور مزاج پرسی کے بعد ان بزرگ سے پوچھا کہ بڑے میاں کیا آپ نے کسی کو ادھر سے گزرتے تو نہیں دیکھا؟

بڑے میاں نے فرمایا: 'جی ہاں! بادشاہ سلامت اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے، پہلے تو آپ کی تلاش میں یہاں سے آپ کا غلام گزرا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ کا وزیر باتدبیر اور اب آپ تشریف لائے ہیں ورنہ اس خطرناک جنگل میں بہت کم کوئی انسان آتا ہے'۔ بادشاہ سلامت بزرگ کی گفتگو سے حیران رہ گیا کہ آخر انہیں میری حقیقت سے کس نے آگاہ کر دیا۔ عرض کیا: 'بڑے میاں ذرا یہ تو فرمایئے کہ آپ کو ہمارے حالات اور تفصیل سے کس نے آگاہ کر دیا جبکہ میں ایک عام چرواہے کے لباس میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں؟'

بڑے میاں نے فرمایا: 'بادشاہ سلامت بات یہ ہے کہ میں نے پیش آمدہ حالات پہ غور کر کے نتیجہ اخذ کیا ہے ورنہ اس جنگل میں اور کیا ذریعہ ہوسکتا ہے، بات یہ ہے کہ سب سے پہلے جو آدمی گزرا اس نے مجھے دیکھتے ہی بغیر سلام کیے انتہائی حقارت سے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ''اوئے بڈھے'' تم نے ادھر سے کسی کو گزرتے تو نہیں دیکھا؟

تو میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی انتہائی کم ذات انسان کسی بڑے مرتبے کے انسان کا غلام ہی ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے اس میں تکبر پیدا ہونا فطری عمل ہے۔

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے

غالب

ورنہ شریف النسب آدمی جیسے جیسے عزت کا مقام حاصل کرتا جاتا ہے اس میں غرور اور نخوت کے بجائے حلم اور بردباری آتی ہے جس طرح میوہ دار شاخ جھکتی چلی جاتی ہے:

تواضع کند ہوشمند گزیں
نہد شاخ پرمیوہ سر بر زمیں

کریمائے سعدیؒ

عقلمند لوگ ہمیشہ عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ جس طرح میوہ دار ٹہنی جھک کر زمین کے ساتھ لگ جاتی ہے۔

اس کے بعد ایک دوسرا آدمی گزرا تو اس نے کوئی سوال کرنے سے پہلے سلام بھی پیش کیا اور احترام کا مظاہرہ بھی کیا مگر آپ کی طرح عاجزی اور حلم کا مظاہرہ نہیں کیا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ شخص اگرچہ بادشاہی کے لائق تو نہیں مگر وزارت کے قابل ضرور ہے۔

بادشاہ سلامت اب جب آپ تشریف لائے تو مجھ ناچیز سے کوئی سوال کرنے سے پہلے آپ نے جس ادب اور سلیقے کا مظاہرہ فرمایا ہے اس سے مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کسی انتہائی معزز خاندان کے چشم و چراغ اور اعلیٰ ترین عہدے پر فائز ہوسکتے ہیں اور دنیا کے اعتبار سے وہ صرف باشاہی ہوسکتی ہے کہ

Marfat.com

تکبر بود عادت جاہلاں
تکبر نیاید ز صاحبدلاں

کریمائے سعدیؒ

تکبر ایک جاہلانہ خصلت ہے جو زندہ دل اور صاحب ہمت لوگوں میں پیدا نہیں ہوتا

ان بزرگ کی بات سن کر بادشاہ سلامت بہت متاثر ہوئے بزرگ ہستی کے قدموں میں بیٹھ کر دعا کی درخواست پیش کی اور عرض کیا کہ اگر آپ شاہی محل میں یا قریب آ کر مقیم ہو جائیں تو میں آپ کی خدمت اور زیارت کو باعث سعادت تصور کروں گا۔ بزرگ نے دعائے خیر فرماتے ہوئے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ وہ جو کام کرتے ہیں اس کیلئے جنگل ہی مناسب جگہ ہے۔ اتنے میں وزیر اور غلام بھی ادھر آ نکلے جس کے بعد بادشاہ ان کو ہمراہ لیتے ہوئے شاہی محل کی طرف چل پڑا''۔

یہ کہانی سنا کر والدہ فرمایا کرتیں کہ کبھی کسی بڑے کو ''تو یا تم'' کہہ کر مخاطب نہیں کرنا چاہیے کہ یہ گھٹیا اخلاق کی علامت ہے۔ یہ کہانی نہ صرف میرے لوح حافظہ پہ لفظ بلفظ مرتسم ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے کہ بڑے تو بڑے رہ گئے اپنے ہم عمر رشتہ داروں کو بھی تو کر کے مخاطب کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔

راجوری سے آگے جب آپ بستی بہ بستی پنجال کی طرف فاصلہ طے کرتے جائیں گے تو اسی نسبت سے علم پسند لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اماں جی کا کشمیری الاصل خاندان بھی بہت علم پسند تھا۔ میں جب گوجرانوالہ سے فارغ ہوا تو میرے ماموں اور ممانیاں حیات تھیں سب نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور والدہ کو مبارکباد دی۔ بڑے ماموں محمد دین مرحوم بوھڑ کالونی میر پور میں رہائش پذیر تھے جب ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو لڑکیوں نے مجھے بٹھانے کیلئے فوراً چارپائی بچھائی میں بیٹھنا چاہتا تھا کہ ماموں نے لڑکیوں کو جھڑک دیا کہ تم نے نئی چادر کیوں نہیں بچھائی۔ اس کے بعد پیٹی سے نئی چادر اور تکیہ نکالا اور مجھے بٹھا کر دونوں میاں بیوی میرے سامنے زمین پر بیٹھ گئے تو میں نے فوراً اٹھ کر انہیں بمشکل چارپائی پر بٹھاتے ہوئے خود ادوائن کی طرف سمٹ کر جب بیٹھ گیا تو ماموں رحمہ اللہ نے فرمایا:

عالم تار طلے دی ہوندی جاھل جتو دا سیلہ
عالم دا مُل لکھ روپیہ تے جاھل دا اک دھیلہ

عالم کی مثال طلائی تار ہے جس سے زیور بنتا ہے جبکہ اس کے مقابل جاہل کی حیثیت ''جت کا سیلہ'' یعنی بکری کے بالوں سے بنایا ہوا بان کہ جس سے چارپائی یا ادوائن تو بنائی جا سکتی ہے زیور نہیں لہٰذا افادیت کے اعتبار سے عالم کو اگر ایک لاکھ روپے کے مساوی قرار دیا ئے تو اس کے مقابلے میں جاہل کی حیثیت صرف ایک دھیلہ ہے۔

لہٰذا تم مجھے نیچے زمین پر سامنے بیٹھنے دیتے تو میں گنہگار نہ ہوتا۔ بہر حال اس موضوع پر بہت مفید گفتگو ہوئی آج برس بعد اس چھوٹے سے واقعہ نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کیوں کہ آج کے معاشرے میں ایسے لوگ شاید تلاش کئے بھی نہ مل سکیں پھر بھی حساس قسم کے لوگ زندہ رہنے پر مجبور ہیں:

Marfat.com

خود کو سبز ہی رکھا ، آنسوؤں کی بارش میں
ورنہ ہجر کا موسم ، کس کو راس آتا ہے

نوشی گیلانی

اماں جی کی زندگی کا ایک انتہائی روشن پہلو یہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ اپنے دامادوں کو بیٹوں کی جگہ اور بہوؤں کو بیٹیوں کی نظر سے دیکھا۔ بڑی بیٹی صفیہ بیگم کی شادی کر کے دی تو حضرت مولانا محمد سلیمان اس وقت مدرسے سے لوٹے تھے۔ اماں جی نے دودھیل بھینس کے علاوہ ضرورت کی ہر چیز مہیا کر کے انہیں گھر سجا کر دیا مگر ایک مرتبہ جب بیٹی ناراض ہو کر میکے آ گئی تو اماں جی نے والد صاحب یا گھر کے کسی فرد کو مداخلت نہیں کرنے دی بلکہ اپنے شاگرد نمبردار میراں بخش مرحوم کو بلا کر بیٹی ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: ''میراں بخش میں محمد سلیمان سے کوئی شکوہ نہیں کرنا چاہتی آپ ان دونوں کو بٹھا کر ان سے بات کر کے معاملہ سلجھا دیں مگر محمد سلیمان کے گھر جا کر تا کہ کل اسے اس گھر میں واپس آتے ہوئے شرمندگی نہ ہو''۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ اس کے بعد پھر کبھی ایسا معاملہ پیش نہیں آیا

بڑی بہو نے اگرچہ شادی کے فوراً بعد بھائی عبدالمجید صاحب کے نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے دکھ سکھ علیحدہ کر لیے تھے اور باوجود ضرورت کے گھریلو معاملات میں کبھی دلچسپی نہیں لی بلکہ اپنے میکے سے جہیز میں ملی لالاں نامی ایک گائے کی دیکھ بھال بھی ہمارے کھاتے میں ڈال دی تھی جس نے سب سے زیادہ مجھے پریشان کیا تو میں سارا دن اس کی ہلاکت کیلئے بددعائیں کیا کرتا تھا۔ بوقت ہجرت اس گائے سے چھٹکارے کی ایسی خوشی تھی کہ بہت سے دکھ وقتی طور پر بھول جاتے اس کے باوجود اماں جی نے ہمیشہ اپنی بہو کی طرفداری کی۔

ہجرت کے بعد میرپور میں جب برادر حاجی محمد رفیع کی شادی کی تو میں ابھی گوجرانوالہ میں زیر تعلیم تھا۔ چھوٹی بہن عظمت بیگم کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ اماں جی نے اپنی نئی بہو کو بلا کر جو کچھ بھی تھا اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ تم جب تک چاہو میرے ساتھ رہ سکتی ہو اور اگر ہو سکے تو میرے دونوں کم عمر بچوں کا خیال رکھنا اور اگر نہیں تو بھی میری طرف سے کوئی شکایت نہیں ہو گی تم جب چاہو جو چاہو اور جہاں چاہو جا اور لیجا سکتی ہو۔

مگر بھابھی غلام خاتون بہت نیک والدین اور خاندان کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے ہماری ماں کی تمام اولاد سے بڑھ کر خدمت کی یہاں تک کہ اماں جی اسی بہو کی گود میں سر رکھے رکھے مہلت عمر مکمل ہوتے ہی سفر آخرت پر روانہ ہو گئیں۔

میں نے زندگی میں شیطان کی موجودگی سے ہمیشہ بہت فائدہ اٹھایا ہے اور وہ اس طرح کہ میں نے جتنے کام بھی مشورہ اور استخارہ کیے بغیر جلد بازی میں دل کا کہنا مان کر کیے ہیں ان میں دنیا و آخرت کے خسارے، رسوائی اور اولاد کے سامنے شرمندگی کے سوا کچھ نہیں ملا اس کے باوجود میں اپنی غلطیاں ہمیشہ شیطان کے کھاتے میں ڈالتا آیا ہوں اور اپنی حد تک بری الذمہ بھی ہو جاتا رہا ہوں 17، اکتوبر 1977ء میں جب شادی کی تو کچھ غلطیاں بیوی کے کھاتے میں ڈالنا شروع کر دیں اور اس حربے میں بھی کسی حد تک بظاہر کامیاب جا رہا تھا مگر اماں جی نے مجھے ایسا نہیں کرنے دیا۔

Marfat.com

میرپور میں اسی طرح کی ایک بڑی غلطی میں بیوی سے اس کے ہاتھوں اسی کے کھاتے میں لکھوانے کیلئے بضد تھا مگر اسے میری تباہی منظور نہ تھی تو میں نے اسے ایک تھپڑ مار دیا جس کے بعد اماں جی نے خلاف توقع توت کی شاخ لے کر مجھے دو تین لگا دیں تو میں نے بیوی کو کمرے میں دھکیل کر اندر سے کنڈی لگا دی مگر اماں جی نے ایک پڑوسی بزرگ کو بلوا لیا تاکہ میں باہر آ جاؤں۔ والدہ کا یہی اخلاق تھا کہ میری بیوی نے بھی حتی الامکان اماں جی کا احترام ملحوظ رکھا ہے اور اب جب سے بچے جوان ہو گئے ہیں اور سائنس بھی مرے گھر میں داخل ہو چکی ہے تو میری بڑی بیٹی ڈاکٹر سعدیہ نے اماں جی کی جگہ لے لی ہے جس کی قیادت میں سب بچے مجھے اپنی کوتاہیاں ان کی ماں یا شیطان کے کھاتے میں ڈالنے کے بجائے اپنے ہی کھاتے میں لکھنے پر اصرار کرتے رہتے ہیں اور ان کے نزدیک اس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔ اب کبھی کبھار جب یہ کھاتہ دیکھتا ہوں تو سارا نامۂ اعمال ہی سیاہ اور اپنی دشمنی میں سب سے پہلا نام اپنا ہی لکھا پاتا ہوں۔

اس طرح ازدواجی زندگی میں میرا ایک تجربہ اور مطالعہ ہے اور اس پر میں نے چار مضامین لکھ کر یہاں ریڈیو پر بھی پڑھے ہیں اور مقامی وقومی اخبارات میں بھی چھپ چکے ہیں۔ ان میں سے ایک مضمون جنگ لندن کے 12 جولائی 2006ء کے شمارے میں بہت نمایاں طور پر شائع ہوا تھا پھر میری کتاب النکاح بھی مارکیٹ میں آ گئی۔

میں سمجھتا ہوں کہ جب بھی سسرال بہو کو اس کے حقوق دیئے بغیر اپنے حقوق اور خدمت کی امید رکھتے ہیں ان کی مثال اس کاہل کسان اور مالی کی سی ہے جو زمین اور باغ کی دیکھ بھال کیے بغیر غلہ اور پھل کھانے کے خواہشمند ہیں:

وفا ہے شرط تو پھر اپنے درمیاں اب بھی
یہ لوگ کس لیے دیوار رکھنا چاہتے ہیں

نوشی گیلانی

سکینہ بی بیؒ

اماں جی کا خاندان کنڈھی کے علاوہ جگلانوں، خُبّی اور کھانڈل میں مقیم تھا جبکہ دور دور تک رشتہ داریاں تھیں۔ والدہ سے پہلے اس خاندان سے میرے دادا جان کی والدہ بگی بیگم تھیں جن کا مستقل تعارف اسی کتاب میں میاں یار محمدؒ کے ذیل میں موجود ہے اور والدہ کے بعد سکینہ بی بی جن کی میاں عبدالرشید مولانا حکیم محمد حسین بن میاں عطا محمد بن فضل دین بن مولا حافظ بخت جمال بن حضرت مولانا حافظ قاری عبدالکریم رحمھم اللہ تعالیٰ سے شادی ہوئی تھی مگر دو بیٹے محمد زبیر اور محمد افضل کی پیدائش اور ہجرت کے بعد وفات پا کر قبرستان جامع مسجد پرانی ہٹیاں میرپور میں مدفون ہوئیں۔ مرحومہ صورت وسیرت میں قدرت کا انمول شاہکار تھیں آپ کے شوہر اور خاندان آپ کی وفات پر سراپا غم کی تصویر تھا آپ کی وفات کے وقت میں زیر تعلیم تھا اس لئے جنازے میں عدم شرکت کا صدمہ رہا۔

کافی عرصہ بعد جب خاندان نے چچا میاں عبدالرشید مرحوم کو نکاح ثانی کیلئے مجبور کیا تو اس دوران ایک مرتبہ

Marfat.com

مجھے پرانی بٹیاں مل گئے ،بات چلنے پر میں نے عرض کیا کہ چھوٹے بچوں کی پرورش کا معاملہ ہے لٰہذا بزرگوں کی بات مان لینے میں ہی خیر ہے مگر میں نے پہلی مرتبہ ایک انتہائی صابر وشا کر انسان کو پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھا، کہنے لگے مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے نکاح ثانی کر لیا تو سکینہ کی یادیں بھی مجھے تنہا چھوڑ جائیں گی۔

آئے تھے ان کے ساتھ نظارے چلے گئے
وہ شب ، وہ چاندنی ، وہ ستارے چلے گئے

سیف الدین سیف

جب میں نے تسلی دی تو کہنے لگے :''تم دین کے طالبعلم ہوتمہاری دعائیں قبول ہوتی ہیں آؤ میرے ساتھ میری سکینہ کی قبر پر اس کیلئے اچھی سی دعا کرو''۔ہم نے مل کر دعائے مغفرت کی تو آپ کو ذرا سکون ہوا مگر بوقت تحریر تقریباً چالیس سال کے عرصے کو تصور نے لمحہ موجود بنا کر مجھے زخم زخم کر دیا ہے۔

اس عہد کم نصیب کی محرومیاں نہ پوچھ
دکھ پھر رہے ہیں دیدہ ٔ تر کی تلاش میں

سید مبارک شاہ

خاندانی پس منظر

ہمارا پس منظر سرمایہ دارانہ نہیں لیکن علاقے میں پانچ مقامات پر ہماری زمین کے علاوہ اپنا گھراٹ (پن چکی) بھی تھا اور کسی زمانے میں والدین اپنی دکان اور کولہو بھی چلاتے تھے جبکہ مال مویشی اور بھیڑ بکریاں بھی تھیں مگر ہمارا اصل سرمایہ علاقے میں چھ پشتوں سے خاندان کی دینی خدمات تھیں۔علاقے کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس میں اجداد یا والدین کا کوئی شاگرد موجود نہ ہو لٰہذا بڑی بڑی محترم شخصیات بھی ہمارے خاندان کے چھوٹے سے چھوٹے فرد کو استاد جی کہہ کر مخاطب کرتے یہاں تک کہ علاقے کی بزرگ ترین ہستی حضرت میاں لال دین صاحب آف سوڑہ پانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی شفقت ومحبت کا مظاہرہ فرماتے۔

میں نے جب ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ ابھی والدہ تہجد وتسبیحات نماز فجر اور دودھ دوھنے یا بلونے سے فارغ نہیں ہوتی تھیں کہ گاؤں کے بچے ہاتھوں میں قاعدے ، قرآن کریم پارے لئے انہیں گھیر لیتے تھے جبکہ والد صاحب مسجد میں بچوں میں گھرے ہوتے۔ان طلبہ میں جو عمر میں بڑے ہوتے وہ اکثر گھر کے کام کاج میں بھی والدین کا ہاتھ بٹادیتے۔مجھے پالو والے کے مولانا جلال الدین قادری کے ابھی تک ایسے کئی کام یاد ہیں۔

کبھی کبھار والد صاحب راجوری جاتے تو کوئی اخبار یا رسالہ لے آتے جو ہم سب کو پڑھ کر سناتے ،ایک دن کی

Marfat.com

خبر تھی کہ ایک ہسپتال (غالباً سری نگر) میں دور دراز کے علاقے سے عُسر البول کا ایک ایسا مریض لایا گیا جو شدت درد سے جان بلب تھا مگر ہسپتال میں نہ تو کوئی مرد ڈاکٹر موجود تھا اور نہ ہی Equipment صرف ایک لیڈی ڈاکٹر موجود تھیں جو مریض کی حالت دیکھ کر برداشت نہ کر سکیں۔ انہوں نے فی الفور مریض کا عضو منہ میں لے کر پوری قوت سے چوس لگائی تو پیشاب جاری ہو گیا بعد میں اس رحمدل لیڈی ڈاکٹر سے جب پوچھا گیا کہ ایک عورت ہوتے ہوئے انہوں نے کس جذبے کے تحت یہ فیصلہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ مریض کی حالت اور اپنے مقدس پیشے نے مجھے یہ سوچنے کا موقع نہیں دیا کہ میں ایک عورت ہوں اور اب جب اس مریض کی جان بچ گئی ہے تو مجھے ندامت کے بجائے اطمینان محسوس ہوتا ہے۔

خود کو مٹا کے ہم نے تو آغاز کر دیا
اب شہر میں یہ رسم وفا عام ہو نہ ہو

ثمینہ راجا

کہنے کو تو امیر مینائی کا فرمودہ بھی کچھ ایسا ہی ہے لیکن عمل کی دنیا میں ایسا کر گزرنا کوئی آسان کام نہیں۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

امیر مینائی

جب والد صاحب سے میں یہ واقعہ سن رہا تھا تو اس وقت زیادہ سے زیادہ میری عمر چار اور پانچ سال کے درمیان تھی مگر ایک طرف تو اس خاتون ڈاکٹر کی عظمت و ایثار میرے دل و دماغ پر مرتسم ہو گئے اور دوسری طرف میں نے تعلیم حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

آبائی ورثہ

ہمارے گھر میں لکڑ کے بہت بڑے بڑے دو مقفل صندوق تھے جن میں بزرگوں کی کتب محفوظ تھیں اور جہاں تک میرا اندازہ ہے ان میں اکثر مخطوطے تھے والد صاحب کو جب موقعہ ملتا تو کوئی کتاب کھولکر بیٹھ جاتے اور پھر سبق آموز واقعہ یا مسئلہ گھر والوں کو بھی بتا دیتے۔ اس طرح نمی سے بچانے کیلئے سال میں ایک آدھ بار انہیں دھوپ میں بھی رکھتے۔ مجھے ان کتب سے اس قدر انس پیدا ہو گیا تھا کہ اگر کبھی والد صاحب تالا لگانا بھول جاتے تو میں چپکے سے کوئی کتاب کھولکر والد صاحب کی طرح بیٹھ جاتا اور جب پکڑا جاتا تو والد صاحب ناراض بھی ہوتے مگر پھر کتب کے ساتھ میرا انس دیکھ کر فرماتے کہ اگر تم عالم بن گئے تو یہ کتب آپ کو دیدوں گا مگر افسوس کہ میں ابھی قرآن کریم بھی مکمل نہیں کر پایا تھا کہ یہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں ہندو بلوائیوں نے گھر سمیت جلا ڈالیں اور مال مویشی ہانک کر لے گئے۔

Marfat.com

ریچھو

والد صاحب کے صندوق میں ''وفادار گیند وکتا'' کے نام سے ایک چھوٹی سی کتاب تھی یا کتاب میں اس عنوان کی ایک کہانی بہرحال کتاب کا مرکزی موضوع یہی تھا جس کے تحت کتے کی وفاداری سے متعلق بہت سی کہانیاں تھیں جو والد صاحب کی زبانی سن کر میرے اندر جنون کی حد تک کتا پالنے کا شوق پیدا ہو گیا چنانچہ جیسے ہی میں نے اپنی بکری چرانا شروع کی تو والدین سے چوری چوری ایک اعلیٰ نسل کے پہاڑی کتے کا سیاہ رنگ کا بچہ حاصل کر کے ''ریچھو'' (ریچھ کی تجنیس وتصغیر) نام رکھا اور پیار سے پالنا شروع کر دیا جس پر گھر والوں نے بہت ملامت کی مگر میں نے اسے بکری چرانے کے ساتھ مشروط کر دیا تو گھر والے ہار مان گئے لہٰذا میں نے بکری کا دودھ وغیرہ پلا کر اس کی اس طرح پرورش کی جس طرح ماں بچے کی کرتی ہے۔ ادھر بکریوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک چند سالوں میں ایک اچھا چرواہا بن چکا تھا اور کتا بھی ریچھ کی طرح جوان ہو کر میرا انتہائی وفادار ساتھی چرواہا ثابت ہوا اس کو یہاں تک سمجھ تھی کہ اگر اپنی بکری کسی کی فصل کے قریب پہنچ جاتی تو میں اس کو اشارہ کرتا تو دوڑ کر اسے واپس لے آتا اور جب تک میں اسے واپس نہ بلالوں اپنی بکریوں کو دوسری بکریوں سے علیحدہ رکھتا۔ دن کے وقت وہ میرے کھانے میں بھی حصہ دار تھا اور ایک بکری کا دودھ بھی میں اسے پلا دیتا مگر ہوا یہ کہ اس شوق نے میرے دل سے علم کی محبت کھرچ ڈالی۔ میں نے اپنے اساتذہ کے باب میں بگی بیگم کے عنوان کے تحت اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

Marfat.com

پہلی محبت

گھڑی پہلی محبت کی عجب تھی
ابھی تک یاد کے در پر کھڑی ہے

احمد ندیم قاسمی

ابھی میرا بچپن تھا کہ ہمارے ایک ماموں اور ان کی بیوی کے درمیان کچھ کشیدگی پیدا ہوگئی جس کے باعث والدہ ان کی بیٹی کو مستقل طور پر اپنے گھر لے آئیں جہاں کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مجھے اسی سے معلوم ہوا کہ وہ اگرچہ عمر میں مجھ سے بڑی ہیں مگر خاندان اور علاقائی رسم ورواج کے تحت میری پیدائش سے پہلے اُس کی پیدائش کے موقعہ پر والدہ ٹوپی پہنا کر میرا مقدر قرار دے چکی ہیں۔ ہم تو پہلے ہی سے اکثر اکٹھے کھیلتے اور ذہنی طور پر ایک دوسرے کے بہت قریب تھے مگر اس انکشاف کے بعد کمسنی کے باوجود اب کے قرب میں کچھ عجیب سی لذت اور اس کے معصوم سے چہرے پر حیا کے غلبے سے مجھے اندازہ ہوا کہ محبت وقت سے بہت پہلے جوان ہو جاتی ہے اور اس وقت نصف صدی کے طویل عرصے کو تصور نے ایک بار پھر لمحہ موجود بنا دیا ہے۔

نظر میں شرم ہے' لب نیم وا ہیں' چہرہ گلاب
سحر کی ساری صباحت ترے جمال سی ہے

احمد ندیم قاسمی

اور پھر میرے سنبھلنے یا سوچنے سے پہلے ہی اس کی صحرا کی طرح پیاسی آنکھیں مجھے پی گئیں جس کے بعد ہم نے ناسمجھی میں قبل از وقت اپنی اپنی عمر کے تمام اثاثے ایک دوسرے کے نام کر دیئے۔ میں دن بھر بکریاں چرا کے عصر کے بعد گھر کے قریب پہنچتا تو وہ میرے انتظار میں کھڑی ہوتی اور صبح آگے تک جا کر رخصت کرتے ہوئے اپنی کنڈھوچی زبان میں کوئی ایک آدھ ماہیا بھی گنگنا دیتی:

ہتھ چھاپ ترا مے نی
پھوپھی نیا جی پترا میں تہی تھوآڑے مامے نی

Marfat.com

یعنی میں نے تانبے کی انگوٹھی پہن رکھی ہے میری پھوپھو کے بیٹے سلامت رہو میں تمہارے ماموں کی بیٹی ہوں۔

ابھارا مجھے اس نے لہروں کی مانند
صدف بن کے موتی لٹاتی رہی ہے
ستارہ سحر کا میں سپنا تھا اس کا
وہ یونہی مری رہ سجاتی رہی ہے

انجم سلطان شہباز

ہم نے اپنی زمین میں سے شادی کے بعد ایک جگہ مکان بنانے کیلئے منتخب کر لی علاوہ ازیں بھی بہت سارے معاملات طے کرر کھے تھے اور بہت عجیب منظر ہوتا جب افہام وتفہیم کے دوران ہمارے درمیان تکرار ہوتی۔

بے طلب اور بے ارادہ دے
دل کو اک معتبر سا وعدہ دے

نوشی گیلانی

اب جب میں سمندروں دور برطانیہ سے فون کرتے ہوئے ان جگہوں کی تفصیل معلوم کرتا ہوں تو جب مجھے بتایا جاتا ہے کہ جو جگہ ہم نے مکان بنانے کیلئے منتخب کرر کھی تھی اس پر قبضہ جمانے کیلئے ہمارے گاؤں کے ایک روسیاہ نے مقامی قبرستان کے بجائے وہاں پہلے اپنا باپ دفن کیا تھا جس کے بعد خود بھی مدفون ہے تو مجھے بہت دکھ پہنچتا ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے کسی ایسے روسیاہ کیلئے فرمایا تھا:

تو کز محنت دیگراں بے غمی
نہ شاید کہ نامت نہند آدمی

گلستان شیخ سعدیؒ

یعنی تو کہ جو دوسروں کی تکلیف سے بے غم ہے تو یاد رکھ تو اس قابل نہیں کہ تجھے انسان کا خطاب دیا جائے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں جو اس کی حکمت پر مبنی ہیں انہیں ہماری خواہشیں تبدیل نہیں کر سکتیں اور بقول پروفیسر فروغ احمد یہ بھی حقیقت ہے کہ

اے فروغؔ دنیا میں غم ہی جاوداں شے ہے
ہنستے کھیلتے دو دن یونہی بیت جاتے ہیں

اور ہمارے ہنسنے کھیلنے کے دن بھی ہجرت 1965ء کی نذر ہو گئے کہ ہجرت نے ہمیشہ کیلئے ہمارے درمیان ایک لکیر کھینچ دی کیوں کہ میں تو تعلیم کیلئے جامعہ محمدیہ بھکھی مضافات منڈی بہاؤالدین میں داخل ہو چکا تھا جس کے باعث ماموں مرحوم نے والدہ سے گلے شکوے کرتے ہوئے بہت کم عمر میں بیٹی بیاہ دی۔ جب مجھے بھکھی میں یہ خبر ملی تو بہت

Marfat.com

صدمہ پہنچا جس کے آج تک اثرات محسوس کرتا ہوں کیوں کہ وقت سے بہت پہلے اس کی شادی بربادی میں تبدیل ہوگئی تھی جس کے بعد کی ملاقات میں اس کے موسلا دھار آنسو، درد بھری کہانی اور مرحوم ماموں کی پشیمانی نے مجھے نیم جاں کر دیا اور اب اس کا بیوہ ہو جانا میرے لئے باعث اذیت ہے

احساس کے افق پہ سرِشام غم قتیل
نکلا ہے کوئی چاند مگر قاش قاش ہے

قتیل شفائی

عبرت

☆ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ ، عَنْ أَبِيْهِ ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " مِنْ سَعَادَةِابْنِ آدَمَ ثَلَاثٌ وَمِنْ شَقَا وَةِابْنِ آدَمَ ثَلَاثَةٌ ، مِنْ سَعَادَةِابْنِ آدَمَ : أَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ ' وَالْمَسْكَنُ الصَّالِحُ ' وَالْمَرْكَبُ الصَّالِحُ ' وَمِنْ شَقَا وَةِابْنِ آدَمَ أَلْمَرْأَةُ السُّوْءُ ' وَالْمَسْكَنُ السُّوْءُ ' وَالْمَرْكَبُ السُّوْءُ "

رواه أحمد باسناد صحيح ' والطبراني ' والبزاز ' والحاكم وصححه الأأنه قال " والمسكن الضيق " وابن حبان في " صحيحه " الأأنه قال " أربع من الشقاء : ألجار السوء ' والمرأة السوء ' والمركب السوء ' والمسكن الضيق "

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی تین سعادتیں اور تین شقاوتیں ہیں:

تین سعادتیں یہ ہیں کہ

01 : اس کی بیوی نیک اور فرمانبردار ہو۔

02 : گھر صاف ستھرا اور کشادہ ہو۔

03 : اور سواری عمدہ ہو۔

اور تین قسم کی شقاوتیں یہ ہیں کہ

01 بیوی بدمزاج اور بداخلاق ہو۔

02 : سواری ناکارہ و ناپسندیدہ ہو۔

03 : اور رہائش تنگ اور گندی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے تعلیم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے پسند کی نیک بیوی عطا فرمائی اور نہ صرف بیوی بلکہ عمدہ اولاد بھی، برمنگھم میں میرا گھر میرے اکثر احباب سے زیادہ وسیع اور صاف ستھرا ہے اور سواری کے معاملے میں بھی اللہ تعالیٰ نے میری اوقات سے بڑھ کر مجھے نوازا ہے یعنی مجموعی لحاظ سے میں نے بھرپور و مخمور زندگی بسر کی ہے جس کی بنیاد پر میں کہہ سکتا ہوں کہ

مرے مولا نے مجھ کو چاہتوں کی سلطنت دے دی
مگر پہلی محبت کا خسارہ ساتھ رہتا ہے

وصی شاہ

Marfat.com

بچپن کی سگائی کے منفی نتائج

علاقائی وخاندانی مراسم کی بنیاد پر بچپن کی یا طویل المدت سگائیاں اگر چہ کامیاب بھی ہوجاتی ہیں لیکن ناکامی کی صورت میں عملی زندگی پر منفی اثرات سے شاید زیادہ لوگ آگاہ نہ ہوں لہٰذا میں نے ''کتاب النکاح ''اور'' زنبیل '' میں اس موضوع پر لکھا بھی ہے مگر چند گزارشات کا یہاں لکھنا مفید ہوگا کہ بچپن کی یا طویل المدت سگائی کے دوران لڑکی اور لڑکا فطری کشش کے باعث ذہنی طور پر ایک دوسرے کے بہت قریب ہوتے ہوتے

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

امیر خسرو

ترجمہ

میں تو، تُو ہو گیا ہوں اور تُو میں، میں جسم ہوں اور تُو جان تا کہ اس کے بعد کوئی بھی ہمیں علیحدہ علیحدہ شمار نہ کر سکے۔

کے مصداق اپنا اپنا مستقبل اور دل کے اثاثے ایک دوسرے کے نام کردیتے ہیں مگر ہماری دنیا میں ابھی تک محبت آزاد نہیں لہٰذا کسی معمولی خاندانی رنجش یا گردش حالات کے باعث جب جسم سے جان نکل کر آنکھوں کے سامنے جبر کھیڑوں کی ڈولی میں بٹھا دی جاتی ہے اور اس کی چیخیں اگر چہ ریگستان میں دفن ہو کر رہ جاتی ہیں مگر محبوب کا عکس زندگی بھر اس کی ساری کائنات میں رقصاں اور نہ صرف سوچنے پر مجبور رکھتا ہے بلکہ ساری زندگی:

کہیں پہ جسم کہیں پر خیال رہتا ہے
محبتوں میں کہاں اعتدال رہتا ہے
چھپا ہے کوئی فسوں گر سراب آنکھوں میں
کہیں بھی جاؤ اسی کا جمال رہتا ہے
تمام ہوتا نہیں عشق نا تمام کبھی
کوئی بھی عمر ہو یہ لا زوال رہتا ہے
وصال جسم کی صورت تو نکل آتی ہے
دلوں میں ہجر کا موسم بحال رہتا ہے

عالم خورشید

جبکہ رانجھا ساری زندگی خاک بسر دشت و بیاں کی وسعتوں میں پکارتا رہ جاتا ہے:

منصفو ! کچھ تو کہو ' کیوں سربازار حیات
مجھ کو احساس نے سُولی پہ چڑھا رکھا ہے

Marfat.com

احمد ندیم قاسمی

اور اگر کبھی اسے احساس کی سولی سے اتار کر دوبارہ رواج کی سولی پر چڑھا بھی دیا جائے تو ساری زندگی ذہنی ہم آہنگی پیدا نہ ہونے کے باعث اپنی ناکامیوں کے مقبرے پر بیٹھ کر روتا رہتا ہے کہ:

شاید اس نظارے سے رب دو جہاں چونکے
آؤ اپنے ملبے پر بیٹھ کر دعا مانگیں

احمد ندیم قاسمی

دل کو احساس کی ہموار فضائیں نہ ملیں
عالم شوق بھی اب زیر و زبر لگتا ہے
دل کے جذبات میں پیدا ہے تموج انجم
کیا کہیں کس کی کشش کا یہ اثر لگتا ہے

انجم سلطان شہباز

اہم مسئلہ

جبکہ شرعی اعتبار سے اس معاملے کا ایک اور افسوس ناک پہلو ایسا ہے جس میں دنیا کے ساتھ آخرت بھی مخدوش ہوجاتی ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے:

لَوْوَطِئَ زَوْجَتَهُ فِيْ قُبُلِهَاظَانًا أَنَّهَا أَجْنَبِيَّةٌ فَلَا حَدَّعَلَيْهِ لِاِنْتِفَاءِ حُرْمَةِ الْفَرْجِ فِي الْأَمْرِوَانْ أَثِمَ اِثْمَ الزِّنَابِاِعْتِبَارِظَنِّهِ فَيَفْسُقُ بِهِ وَتُسْقَطُ شَهَادَتُهُ وَتُسْلَبُ الْوِلَايَاتُ عَنْهُ فَيَحْرُمُ عَلَيْهِ وَطْءُ زَوْجَتِهِ ظَنَّهَا أَجْنَبِيَّةً كَمَايَحْرُمُ وَطْؤُهَا مُمَثِّلًا لَهَابِأَجْنَبِيَّةٍ .

نهاية الزين في ارشادالمبتدئين : ص .347 . تاليف الاستاذ محمد بن عمر بن علي بن نووي الجاوي أبوعبدالمعطي رحمه الله.. اَلنَّاشر دارالفكر. بيروت لبنان

ترجمہ

ایک آدمی اپنی منکوحہ بیوی کے ساتھ معروف طریقے کے ساتھ جماع کرتے وقت اسے کوئی دوسری عورت تصور کرتا ہے جو اس کے نکاح میں نہیں تھی تو درحقیقت اس نے چوں کہ جماع اپنی بیوی کے ساتھ ہی کیا ہے تو حد جاری کرتے ہوئے اسے سنگسار تو نہیں کیا جاسکتا اس کے باوجود اسے زنا کرنے کا گناہ ہوگا کیوں کہ یہ شخص بیوی کے بجائے لذت کیلئے غیر منکوحہ کا تصور کرتے ہوئے فاسق ہوگیا جس کے بعد اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور اس سے ولایات کا اعزاز واپس لے لیا جائے گا۔ اپنی بیوی کو غیر منکوحہ کی جگہ تصور میں لاتے ہوئے اس کے ساتھ جماع حرام ہوگا کیوں کہ اگر اپنی بیوی کسی کیلئے اگر غیر عورت کی شکل میں مشکل ہوجائے تو اس صورت میں اس کے ساتھ جماع

Marfat.com

جائز نہیں رہتا۔

صورت مسئلہ

کسی غیر محرم عورت کو دیکھنے کی صورت میں فتنے سے بچنے کیلئے اپنی بیوی کے پاس آنا مسنون اور قابل اجر ہے لیکن بیوی کو قصداً غیر محرم عورت کی جگہ تصور کر کے اس کے پاس جانا جائز نہیں البتہ غیر ارادی طور پر ادھر ادھر دھیان چلے جانے پر اگرچہ کوئی مواخذہ نہیں مگر ایسی صورت میں کم از کم ''وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' اور استغفار کا ورد کرنا چاہیے۔

01

مندرجہ بالا صورت مسئلہ کی روشنی میں مرد کی طرح عورت کے معاملے کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے جس کے بعد معاشرے کے ذمہ داروں کیلئے یہ لمحہ فکریہ ہے جو فریقین کی مرضی کے برعکس بچپن یا طویل المدت سگائیاں توڑنے میں ذرا توقف نہیں کرتے۔

02

وِلایة ج وِلایات : یعنی اعزاز و امانت جس سے مراد ہے دینی اور اجتماعی معاملات میں ذمہ داری مثلاً امامت، امارت، افتاء، قضاء، شہادت، ولایۃ نکاح، ولایا یۃ نماز جنازہ وغیرہ۔

03

اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت اس وقت پیش آتی ہے جب دو محبت کرنے والے نکاح کی نعمت اور سہولت سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔

☆ اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ

الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار لابن ابی شیبۃ

ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے روایت بیان کی ہے رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نے فرمایا: ''دو محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بہتر کوئی متبادل نہیں''۔

Marfat.com

ڈھوکیں

ہمارے علاقے میں ماہِ جیٹھ یعنی مکئی کی بوائی سے فارغ ہوتے ہی جن لوگوں کے مال مویشی ہوتے ہیں انہیں لے کر پنجال کی طرف نکل جاتے ہیں بوقت تحریر 20/05/2010ء میں نے عزیزان محمد اسلم میاں محمد عبداللہ اور حاجی محمد رقیب میاں محمد حفیظ سے چڑھان میں فون پر بات کی ہے اس وقت ریحان سے آگے علاقہ کنڈھی دبدھل اور مضافات میں مکئی کی بوائی مکمل ہو چکی ہے جبکہ ہمارے علاقے میں بارش کا انتظار ہے جس کے بعد چند روز میں یہ عمل مکمل ہو جائے گا، لہٰذا اکثر لوگوں کے مویشی ڈھوکوں میں پہنچ چکے ہیں جہاں گھنے جنگلات اور وسیع سبزہ زاروں میں مال مویشی کو آسودگی میسر رہتی ہے اور مقامی زمینوں میں گھاس اور چھوٹے درخت محفوظ رہنے سے موسم سرماء کیلئے چارہ ذخیرہ ہو جاتا ہے۔

اس عمل کو مقامی زبان میں ''ڈھوکیں'' جانے کا نام دیا گیا ہے میری بکریاں تو اجرت پر بکروال ساتھ لے جاتے تھے البتہ باقی مال مویشی اور والدین کے ہمراہ میں بھی ڈھوکیں جایا کرتا تھا اور میرے جانے کی ایک وجہ بھائی جان مولانا قاضی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت ہوتی جن کے سائے میں ہمیشہ مجھے راحتیں نصیب رہی ہیں اس وقت چند ڈھوکوں کی یادیں لحہ موجود کی طرح میرے سامنے ہیں۔

ذیلدار مرگ

1961ء میں ہم لوگ کنڈھی کے قریب بوھڈ گلی کی ذیلدار مرگ میں ٹھہرے۔ ذیلدار مرگ دامن کوہ میں ایک بہت خوبصورت و وسیع سبزہ زار تھا جس کے درمیان میں روزانہ پچاس ساٹھ لڑکے لڑکیاں اپنے اپنے مال مویشی لے کر آجاتے۔ شبنم میں دھلی کرنوں کے ساتھ ہی خالص کشمیری لباس میں مرگ کے کناروں سے نمودار ہوتی لڑکیاں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا کہ ایک ساتھ کئی آفتاب و مہتاب طلوع ہو گئے ہیں جس کے بعد دن بھر رنگ و نور کا عجیب سا میلہ لگا رہتا جس میں ماہیے اور گیتوں کا ترنم ماحول کو مزید خوشگوار بنا دیتا جس کی یادیں اب تک میرے ساتھ ساتھ رہتی ہیں:

ہے وہی حسرت دیدار وہی شوق وصال
دل گیا ہائے مگر دل سے ارماں نہ گئے

امیر مینائی

اسی ذیلدار مرگ میں زندگی میں پہلی مرتبہ گھوڑ سواری کا تلخ تجربہ ہوا۔ ایک ساتھی کے چند گھوڑے تھے اس نے مجھے بھی ایک سفید گھوڑے پر سواری کی دعوت دی مگر مجھے تو کوئی تجربہ نہ تھا جب وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو چکا تو میں اس کی نقل کرتے ہوئے جیسے ہی بغیر لگام کے گھوڑے کی ننگی پشت پر بیٹھا تو گھوڑا اچھلی ٹانگوں پر سیدھا کھڑا ہو گیا مگر الحمد للہ کہ اس کے ایال میرے ہاتھ میں آ گئے اور جب وہ اگلی ٹانگوں پر کھڑا ہوا تو میں اک سانپ کی مانند اس کی گردن کے ساتھ لپٹ گیا۔

Marfat.com

اس کے بعد مجھے گرانے کیلئے گھوڑے نے تیز بھاگنا شروع کر دیا مگر ساتھیوں نے مدد کر کے مجھے بچا لیا جس کے بعد معلوم ہوا کہ اس گھوڑے پہ کسی اجنبی کا سوار ہونا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور مجھے قصداً اس پر سواری کی دعوت دینا کسی مخفی رقابت کا نتیجہ تھا مگر اس لڑکے کو خود بھی اس خطرناک انجام کا اندازہ نہیں تھا لہٰذا کچھ چاند چہروں کی مداخلت سے معاملہ رفع دفع ہو گیا مگر آج بھی اس واقعہ کا تصور مجھے خوفزدہ کر دیتا ہے:

ہنگامہ عالم میں یوں تو ہیں امن و محبت کے چرچے
لیکن کوئی کارِ حرص و ہوس نفرت کا سبب ہو جاتا ہے

شکیل بدایونی

مرگ

لفظ مرگ دراصل ''مرغزار'' کا مخفف ہے جس میں مقامی لہجے نے مزید بگاڑ پیدا کر دیا ہے تاہم یہ مرگ علاقے کی بااثر و معزز شخصیت ذیلدار چوہدری غلام محمد کی نسبت سے موسوم اور معروف تھی اس وقت موصوف حیات تھے۔ 1965ء اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک صاحبزادے چوہدری محمد حسین ذیلدار اس علاقے سے ریاستی اسمبلی کیلئے ایم ایل اے منتخب ہوئے اور ان دنوں آپ کے پوتے چوہدری ذوالفقار بن چوہدری محمد حسین ذیلدار ریاستی اسمبلی کے رکن ہیں۔

کلر گالا

1962ء کی ڈھوک کیلئے کلر گالا کا انتخاب ہوا تو میں خوشی سے کھل اٹھا چونکہ میں نے یہاں کی جنگلی حیات کے متعلق سن رکھا تھا لہٰذا خوشی خوشی سے تیاری شروع کی اور چند روز کی مسافت طے کرتے ہوئے پہنچ گئے۔

کمروٹ کی مہل کے ساتھ ساتھ سرسبز و شاداب اور نسبتاً میدانی علاقہ کلر گالا کہلاتا ہے جس کے ساتھ کمروٹ مہل یعنی ایک تکون بلندی پر حد نگاہ تک پھیلا ہوا درختوں، قدرتی جڑی بوٹیوں، متنوع قسم کے پھلوں اور رنگا رنگ پھولوں پر مشتمل ایک وسیع گنجان آباد جنگل ہے شاید حکیم مشرق کسی خواب میں اسی کے مناظر سے متاثر ہوئے ہیں:

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغ چمن
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اُودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن
برگ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی باد صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن
حسن بے پرواہ کو اپنی بے نقابی کے لئے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن؟

بال جبریل

Marfat.com

کمروٹ کی مہل پر در حقیقت تو جنگلی درندوں کی حکمرانی تھی جہاں ہر وقت شیروں کے دھاڑنے سے جنگل گونجتا رہتا مگر رات کے وقت بچے ڈر جاتے کہ ان کی بازگشت بالکل قریب محسوس ہوتی۔ کبھی ہم بہت سے بچے جمع ہوکر ہاتھوں میں ڈنڈے لیے ذرا آگے تک پھل کھانے چلے جاتے۔ ایک روز ہم ایک بن کھوڑ پر چڑھے ہوئے تھے کہ دوسری طرف کے بن کھوڑ سے ایک خوفناک آواز گونجی، دیکھا تو کالے ریچھوں کا ایک غول ہاتھوں میں پتھر لیے ایک بہت بلند اور پرانے بن کھوڑ کے اندر سے شہد نکالنے کی کوشش کر رہا ہے اب اگر درخت میں مکمل سوراخ پیدا ہونے تک ہم درخت پر رہتے ہیں تو شہد کی مکھیوں کا نشانہ بنتے ہیں اگر شور شرابہ کرتے ہیں تو ریچھوں کا غول ہماری خبر لیتا ہے بڑی مشکل سے نیچے اترے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

شمس دین کا ڈھارا

کلر گالا کی نیت سے جس روز ہم چڑھان سے نکلے تو پہلا پڑاؤ منور گالہ کی آخری حد پر شمس دین کا ڈھارا (مٹی وگارے سے بنا ہوا ایک کمرہ) تھا جب ضروریات سے فارغ ہو کر لیٹے تو اس جنگل کے تمام مچھروں نے جمع ہو کر ہم پر حملہ کر دیا۔ ادھر ادھر سے جو پرال اکٹھا کر کے نیچے بچھایا تھا اس میں کھٹمل گھات لگائے بیٹھے تھے میں نے کھجا کھجا کر سارا جسم لہو لہان کر دیا اور جب مقابلے کی تاب نہ لا سکا تو چلانا شروع کر دیا میرے لئے یہ جہنم کی رات تھی مگر اللہ کریم کروٹ کروٹ سکون نصیب فرمائے بھائی جان مولانا قاضی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کو جو ساری رات میری دیکھ بھال میں لگے رہے۔

بھائی جان مولانا قاضی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ جیسا بھائی اس دور میں کسی کو مشکل سے نصیب ہو سکتا ہے وہ ایک ایسی شخصیت تھی جن کی محبت کے مقابل بڑی بڑی مشکلیں اور دکھ بہت آسان نظر آتے تھے:

میں ترے ساتھ ستاروں سے گزر سکتا ہوں
کتنا آسان محبت کا سفر لگتا ہے

بشیر بدر

سموٹ

کنڈھی اور بدھل کے درمیان سڑک کے قریب ہی خوبصورت کوہستانی ڈھلانوں، ابلتے چشموں اور رنگا رنگ پھولوں کی دولت سے مالا مال ایک خوبصورت سی دیہی آبادی سموٹ کے نام سے مشہور ہے مگر آبادی کا اصل حسن رئیس دیہہ اداسیٹھ مرحوم کے دم سے تھا جو میرے والد صاحب کے دوست تھے اور اسی دوستی کی سوغات کے طور پر انہیں بھائی عبد المجید صاحب نے ایک گھراٹ بھی لگا دیا تھا جس پر وہ بہت خوش تھے۔ چنانچہ 1963ء کی ڈھوکوں کیلئے سموٹ کا انتخاب ہوا تو ہم بہت خوش تھے کہ چچا اداسیٹھ کو قریب سے دیکھیں گے۔

Marfat.com

اداسیٹھ

ایک روز بعد دوپہر جب ہم سموٹ پہنچے تو سامان اتارنے اور مال مویشی باندھنے سے فارغ نہیں ہو پائے تھے کہ چچا اداسیٹھ نے اطلاع ملتے ہی اپنے پیغام کے ساتھ ایک ملازم کو والد صاحب کے پاس بھیج دیا کہ میرے فلاں ڈھارے میں مال مویشی اور سامان اتار کر پہلے آ کر کھانا کھائیں باقی معاملات پر بھی ادھر ہی بات کر لیں گے۔

1963ء میں پہلی دفعہ میں نے اسی موقعہ پر آپ کی زیارت کی تو مبہوت رہ گیا کیوں کہ میں نے آج تک اس قدر حسین وجمیل اور باوقار و بارعب اور خوش پوش انسان نہیں دیکھا تھا حالاں کہ اس وقت آپ کے چہرے پر کوئی ایک بھی سیاہ بال موجود نہیں تھا مگر آپ کی دو تین ازواج میں سے ایک کافی نوعمر تھیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر میں ایک ساتھ بہت سے چاند اتار دیئے ہیں۔

ملاقات اور کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے والدین سے فرمایا کہ میرے گھر میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ تعالیٰ کا فضل اور آپ لوگوں کی امانت ہے اگر کچھ ساتھ لائے بھی ہو تو اسے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر ذرا سنجیدہ ہو کر والد صاحب سے فرمایا کہ آج سے جتنا عرصہ آپ نے یہاں ٹھہرنا ہے اس دوران اگر مجھے معلوم ہو گیا کہ بھابھی نے گھر کھانا بنایا ہے یا کوئی بچہ بھوکا سو گیا ہے تو یہ سمجھنا کہ آپ نے مجھ سے تعلق ختم کر لیا ہے۔ اس پر والد صاحب نے معذرت کرنا چاہی تو فرمایا: ''اس معاملے میں کوئی دوسری رائے نہیں کیوں کہ آپ اس علاقے میں میرے مہمان ہیں''۔

تھوڑی دیر بعد جب سارے گاؤں کی عورتیں، مرد اور بچے بوڑھے آپ کے دستر خوان پر جمع اور آپ کی ازواج و بیٹیوں سمیت دیہی خواتین کو ایک جگہ پکاتے کھاتے دیکھا تو معلوم ہوا کہ تمام اہل دیہہ کیلئے آپ کا یہی حکم ہے کہ اپنی مصروفیات سے فارغ ہو کر یا جب ضرورت ہو کھانا ان کے دستر خوان پر کھایا کریں۔ دو ڈھائی مہینے یہاں قیام کے دوران آپ کے بہت سے محاسن و کمالات سے واقفیت ہوئی۔ مرحوم کو ساری بستی میں باپ کا مقام حاصل تھا آپ کی شفقتیں سب کیلئے اور سب آپ کے سامنے اولاد کی طرح کھڑے۔

ہزاروں مشغلے ہیں جو مصروف رکھتے ہیں
مگر وہ شخص ایسا ہے کہ پھر بھی یاد آتا ہے

غفور سیٹھ

چچا اداسیٹھ مرحوم کے بڑے صاحبزادے جو زیادہ تر معاملات اور ایک دکان کے انچارج بھی تھے اپنے باپ کی طرح خوش شکل اور بہت بااخلاق شخصیت کے مالک نوجوان تھے اور نہ صرف اپنے والد بلکہ ان کے دوستوں کا بھی بہت احترام کرتے۔ ایک مرتبہ میں نیچے دکان پر گیا تو وہ سگریٹ پی رہے تھے مجھے دیکھتے ہی اس خوف سے رنگ اڑ گیا کہ میں کہیں نادانی سے آپ کی شکایت نہ کر دوں۔ آپ کے بہت سے گھوڑے تھے جن پر راجوری سے خریداری کی جاتی جس روز

Marfat.com

گھوڑے واپس آتے تو ملازم مکی کی بوریاں کھول کر ان کے سامنے ڈال دیتے۔

یہ سطور لکھتے ہوئے میں نے چڑہان میں اپنے عزیز محمد اسلم کی ذمہ داری لگائی تھی کہ وہ مجھے غفور سیٹھ کا نمبر لے دیں تا کہ میں ان سے بات کر کے حالات معلوم کرسکوں بوقت تحریر 09 جولائی 2010ء جب میں نے محمد اسلم کو فون کیا ہے تو یہ معلوم کر کے صدمہ ہوا ہے کہ موصوف چند ماہ پہلے انتقال کر گئے ہیں۔

گرل کوٹ

1964ء میں والد صاحب کے ایک مخلص دوست مولوی سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر کالا کوٹ اور تتہ پانی کے قریب وسیع جنگلات کے درمیان گھری ایک خوبصورت بستی گرل کوٹ جانے کا فیصلہ ہوا جہاں ہندو اکثریت کے اس علاقے میں مسلمانوں کا طرز زندگی بھی کچھ زیادہ مختلف نہ تھا اور بعض صرف اسلامی نام کی بنیاد پر مسلمان تھے مگر مولوی سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک انتہائی حلیم و کریم، مہمان نواز اور عملی مسلمان بزرگ تھے ان دنوں آپ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو چکا تھا جس کے باعث مولوی صاحب اور آپ کے بچے بہت پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ ڈھائی تین ماہ گزارے جائیں۔

مولوی صاحب مرحوم والد صاحب کو ہمیشہ بھائی کہہ کر پکارتے تھے جس کا آپ نے عملی مظاہرہ اس طرح کیا کہ گھر کی ہر چیز والدین کو دکھا کر کہنے لگے: ''سب آپ کا ہے'' آج بوقت تحریر نصف صدی کا طویل فاصلہ لمحہ موجود کی طرح میرے سامنے ہے۔

چیڑ کے گھنے جنگلات میں موسم خزاں کے شروع ہوتے ہی چیڑ کی چھال اور بوچھار (چھوتھر) کی بہتات کے باعث نہ صرف گھاس کی نمو متاثر ہوتی ہے بلکہ پھسلن کے باعث مال مویشی کی نقل و حرکت بھی مخدوش ہو جاتی ہے لہٰذا مقامی لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی چپکے سے آگ لگا دیتا ہے جس کے نتیجے میں چندروز کے اندر اندر چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں چھال اور بوچھار وغیرہ جلنے سے جنگل بالکل صاف ہو جاتا ہے جس کے بعد برسات شروع ہوتے ہی حد نگاہ تک ہری ہری تازہ گھاس اور رنگا رنگ پھول و پودوں سے جنگل میں منگل کا سماں پیدا ہو جاتا ہے جس میں مال مویشی آزادی سے ڈھائی تین ماہ گزار کر نہ صرف بالکل موٹے تازے ہو جاتے ہیں بلکہ بعض میں وحشت پیدا ہونے لگتی ہے۔

گرل کوٹ کے ان جنگلات میں چیڑ کے علاوہ خود رو آم، جامن، آملہ وغیرہ کی بہت بہتات تھی اور اسی طرح بندر اتنی کثرت سے تھے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی اگر ایک درخت پر ہم بچے چڑھتے تو دوسرے پر بندر موجود ہوتے۔ ایک روز ہم نے شرارت سے ایک کتا ان کے پیچھے لگا دیا تو بندروں کا غول آہستہ آہستہ بظاہر پسپا ہوتا چلا گیا مگر ہم سے تھوڑے فاصلے پر جا کر پورے غول نے کتے کو گھیرے میں لے لیا ہم کتے کی چیخ و پکار سن کر بھاگتے ہوئے پہنچ گئے ورنہ اس کی خیر نہ تھی۔

یہاں جنگل میں بڑے بڑے سانپ بھی کثرت سے تھے۔ ایک روز جب میں اکیلا ایک پگڈنڈی سے گزر رہا تھا تو اچانک میرے سامنے ایک اتنا بڑا سانپ پگڈنڈی پار کر رہا تھا کہ میں دیکھ کر حواس باختہ زمین میں گر گیا اب جب

Marfat.com

کبھی میں امجد اسلام امجد کا یہ شعر پڑھتا ہوں تو یہ خوفناک منظر میرے سامنے آجاتا ہے:

کوئی دیکھے تو موت سے بہتر
زیست کا کوئی پاسباں نہیں

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے ورنہ ہر انسان کی زندگی میں ایسے حادثات ضرور رونما ہوتے ہیں جہاں صرف موت ہی اپنے مقررہ وقت کیلئے انسان کو بچالیتی ہے ورنہ میں اس طرح کے سانپ کیلئے صرف ایک لقمے کی حیثیت رکھتا تھا۔

ابھی دو چار روز ہی گزرے تھے کہ ہمارے سامنے کے ایک گھر سے چیخ و پکار کی آواز بلند ہوئی جس سے ہم لوگ خوفزدہ ہو گئے تو مولوی سید محمد مرحوم نے بتایا کہ سُولا (غلام رسول) اپنی بوڑھی بیوہ ماں کی کسی کوتاہی پر اسے پیٹ رہا ہے اور عرصہ دراز سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ شروع شروع میں ہم لوگ مداخلت کیا کرتے تھے مگر بوڑھی نے گاؤں والوں کو مداخلت سے روک دیا تھا جس کے بعد سے یہ معمول جاری ہے۔ ایک روز دن کے وقت جب یہ ناہنجار بیٹا ماں کو ڈنڈے سے پیٹ رہا تھا تو اس کی چیخ و پکار سے میں دم بخود رہ گیا اور آج نصف صدی گزرنے کے باوجود یہ واقعہ میرے لئے اسی طرح تازہ ہے لہٰذا یہاں ایک حدیث شریف لکھنا بہت مناسب ہوگا:

عَنْ أَبِی قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِیِّ الْأَنْصَارِیِّ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ " مُسْتَرِيْحٌ وَّ مُسْتَرَاحٌ مِّنْهُ " قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْمُسْتَرِيْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ : قَالَ " أَلْعَبْدُالْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيْحُ مِنْ نَّصَبِ الدُّنْيَاوَأَذَاهَاإِلَى رَحْمَةِ اللّٰهِ وَالْعَبْدُالْفَاجِرُ يَسْتَرِيْحُ مِنْهُ الْعِبَادُوَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ "

أخرجه البخاری فی الرقاق ، باب سكرات الموت وأخرجه مسلم فی الجنائزباب جاء فی مستريح ومستراح منه والنسائی فی الجنائز باب استراحة المؤمن بالموت وفی رواية بلفظ" ألمؤمن يموت فيستريح من اوصاب الدنيا ونصبهاوأذاها . . . تحفة الأشراف ١٢١٢٨

ترجمہ

حضرت ابو قتادہ بن ربعی الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث شریف روایت کرتے تھے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے قریب سے کچھ لوگ جنازہ لے کر گزرے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا " مُسْتَرِيْحٌ وَّ مُسْتَرَاحٌ مِّنْهُ " راحت پانے والا ہے یا اس سے راحت پہنچائی گئی ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس ارشاد گرامی کی وضاحت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ موت کی صورت میں بندۂ مومن دنیا کی مشقتوں اور تکالیف سے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں راحت پاتا ہے اور فاجر کی موت سے اللہ تعالیٰ کے بندے، شہر، درخت اور چوپائے راحت پاتے ہیں۔

اس حدیث شریف کی روشنی میں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسی ماں کیلئے موت میں کتنی راحت ہوگی اور ایسے بدنصیب بیٹے کی موت میں دوسروں کیلئے راحت کا کتنا سامان:

فَفِی الْمَوْتِ وَالْاِحْيَاءِ لِلّٰهِ حِكْمَةٌ
مِنَ الْعُمْرِ مَاتَابَى وَلَمْ تَرْضَهُ عُمْرًا

Marfat.com

ابد الصغیر العلوی

ترجمہ: زندگی اور موت میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، کوئی تو اپنی عمر سے بیزار ہے اور کسی سے اس کی عمر بیزار

تلہوٹ/ کالاکوٹ

1965ء میں ہم لوگ کالاکوٹ کے مضافات تلہوٹ میں تھے اور یہیں سے ہجرت اختیار کی جو ایک المناک داستان ہے۔ راجوری سے جموں جاتے ہوئے راستے میں کالاکوٹ آتا ہے جہاں انڈین فوج کی ایک چھاؤنی تھی؛ جس کے سامنے سڑک کی دوسری طرف ایک چھوٹی بستی تلہوٹ میں چمبی تراڑ کے صوفی غلام حیدر کا ایک ڈھارا تھا (مٹی گارے کا کمرہ) جن کے ساتھ تعلق کی بنیاد پر انہوں نے والد صاحب کو ادھر ڈھوکیں گزارنے کی دعوت دی تھی۔ جب ہم لوگ مال مویشی لے کر گھر سے نکلے تو کسی کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ اب کے بعد کبھی اس گھر میں لوٹ کر نہیں آئیں گے مگر آئندہ حالات نے ثابت کر دیا کہ

مَا كُلُّمَا يَتَمَنَّى الْمَرْءُ يُدْرِ كُهُ

تَجْرِى الرِّيَاحُ بِمَا لَاتَشْتَهِى السُّفُنُ

ادیب اسحاق

ترجمہ

انسان وہ سب کچھ حاصل نہیں کر سکتا جس کی تمنا رکھتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہوا کا دباؤ کبھی کبھی کشتیوں کو مخالف سمت چلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

ہندو اکثریت کی اس بستی میں پہنچ کر سب سے پہلے صوفی غلام حیدر مرحوم نے ہمیں جو ہدایت فرمائی وہ یہ تھی کہ وہ جو فلاں چشمہ ہے یہ ہندو ذات کیلئے مخصوص ہے کبھی بھولے سے اس کے قریب نہ بھٹکنا کہ بھرشٹ (مسلمان کے پانی پینے کی صورت میں ناپاک) ہونے کے باعث ایک تو مقامی ہندو آبادی سے تلخی بڑھتی ہے جبکہ واپس قابل استعمال بنانے کیلئے انہیں مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے لہٰذا ہمیشہ دوسرا چشمہ استعمال کیا جائے۔ اس کے بعد ہم تو محتاط ہو گئے مگر ہم ان آنکھوں سے بارہا ہندوؤں اور مسلمانوں کے کتوں اور مال مویشی کو چشمے سے فیضیاب ہوتے دیکھتے رہے جس کا ہندو برادری کو بھی علم تھا مگر ان کا برا نہیں مناتے تھے۔

دیوی جی

لیکن اس چھوت چھات کے باوجود ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ مقامی ہندو پٹواری صاحب کی نیک دل بیوی جنہیں زیادہ تر لوگ ان کے اصل نام کے بجائے دیوی جی پکارتے تھے کیوں کہ وہ نہ صرف حسن کی دیوی تھیں بلکہ دل کی بھی، جو مقامی آبادی کے دکھوں کو اپنے دکھ کی طرح محسوس کرتیں۔

Marfat.com

انہوں نے گھر میں بہت سی ادویات اور فرسٹ ایڈ کا سامان رکھا ہوا تھا جس سے بلاتفریق رنگ و نسل اور مذہب سب لوگ مستفید ہوتے ایک روز پاٹھی (کلہاڑی کا متبادل ہتھیار) سے میرے بائیں بازو میں گہرا زخم آ گیا تو میں بھاگتا ہوا ان کے گھر چلا گیا۔ انہوں نے فرسٹ ایڈ کا سامان لیے مجھے سامنے کرسی پر بیٹھنے کو کہا تو میں وفورِ حسن کی تاب نہ لاتے ہوئے کرسی کے بجائے زمین پر بیٹھ گیا جس پر وہ حیران ہوگئیں پھر پٹی کرنے کے بعد حکماً کرسی پر بٹھا کر مجھے وجہ پوچھی تو عرض کیا: ''مجھے آپ کے برابر بیٹھتے ہوئے حیا آتی ہے''۔ میرے اس جواب پر بہت خوش ہوئیں اور اپنے انداز میں دعائیں دیتے ہوئے کہا کہ روزانہ پٹی کرانے آجایا کرو۔

زخم گہرا تھا اس لئے کافی دن پٹی کرتی رہیں۔ ان کی آخری پٹی میں نے بارڈر کے اس طرف کھوئیرٹہ پہنچ کر کھولی۔ تاہم مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ حسن کے شعلے کے حضور میں پہلا باادب نہیں بلکہ یہی رسم کہن ہے:

بڑے بڑوں کے مقابل جوتن کے رہتے ہیں
حضورِ حسن میں وہ بے ادب نہیں دیکھے

قتیل شفائی

قافلے میں دودھیل بھینسوں کی کثرت تھی ہماری دو بھینسیں بھی دودھیل تھیں مگر دودھ کا کوئی مصرف نہ تھا ایک روز اماں جی نے مجھے کچھ دودھ دے کر ہدایت کی کہ میں اسے چھاؤنی میں فوج کو پہنچادوں۔ میں نے گیٹ پر پہنچ کر جب پہریدار کو صورت حال بتائی تو وہ مجھے ایک آفیسر کے سامنے لے گیا جو مجھ سے تفصیلات معلوم کر کے خوش ہوا اور دودھ رکھتے ہوئے نہ صرف اس نے مجھے چائے اور شکر دلوائی بلکہ گیٹ کیپر سے کہا کہ یہ جب بھی دودھ لایا کرے اسے میرے پاس بھیج دیا کرو اس طرح میں نہ صرف روزانہ دودھ لے کر چھاؤنی میں چلا جاتا بلکہ صاحب بہادر نے کہا کہ تم جب چاہو ادھر آجایا کرو الہذان کے گھر بھی آنا جانا شروع ہو گیا۔ چھاؤنی میں فوج کی مصروفیات، بہت دلچسپی کا باعث ہوتیں۔

ایک روز چھاؤنی میں خواتین کا ایک پروگرام دیکھنے کا اتفاق ہوا تو ''اُودے اودے' نیلے نیلے' پیلے پیلے پیرہن'' چاند سے چہرے اور سفید سفید ریشمی پاؤں دیکھتا ہی رہ گیا۔ مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے اطالوی حسینہ عالم ''روفو'' کیلئے فرمایا تھا:

آوردہ ٔ فسوں تری نگہ سرمہ سا
پروردۂ جنوں ہے تیری بوئے پیرہن
پیمانۂ نشاط تیری ساق صندلیں
بیعانہ سرور ترا مرمریں بدن
پیغمبر جمال تیری چلبلی ادا
پروردگار عشق ترا شوخ بانکپن

Marfat.com

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی 2 جنوری 1980 (میر پور) کالم ''سر راہے'' سے انتخاب

مگر یہاں تو حسینان کشمیر کا میلہ تھا اگر مولانا مرحوم انہیں دیکھ بھی لیتے تو ''پیغمبر جمال اور پروردگار عشق'' سے زیادہ کیا کہتے۔

ایک روز بستی کے سامنے جنگل میں سے چند کم عمر چرواہوں نے آواز دیکر مدد چاہی کہ ایک بہت بڑا اژدھا ان کی بکری نگل گیا ہے لہٰذا ان کی مدد کی جائے۔ جب بستی کے لوگ پہنچے تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ کوئی جانور نگلنے کے بعد موجود ہے اور تازہ شکار کے بوجھ سے بھاگ نہیں سکتا جس سے ان چرواہوں کا خیال ہے کہ پہلے کی طرح ان کی کوئی بکری نگل چکا ہے لہٰذا اسے مارنے میں ان کی مدد کی جائے۔ مقامی پٹواری صاحب اپنی بندوق لیے آگئے مگر انہوں نے اسے مارنے میں عذر کیا کہ ہمارے مذہب میں چوں کہ ناگ دیوتا کی پوجا کی جاتی ہے لہٰذا میں بندوق دے سکتا ہوں فائر نہیں کر سکتا۔ تب والد صاحب نے اس پر فائر کر کے اسے ڈھیر کر دیا، ان چرواہوں نے اس کا پیٹ چیرا مگر بکری کے بجائے اس کے پیٹ سے ایک بڑا سالم خرگوش برآمد ہوا تو ان کی جان میں جان آئی۔

انہی دنوں یہاں ایک مقامی مسلمان گھرانے میں شادی کی تقریب تھی جس میں پہلی بار دیسی گھی کے بجائے ڈالڈا استعمال کیا گیا تو بہت سے لوگوں نے ولیمہ کھانے سے انکار کر دیا کہ بھلا مصنوعی گھی بھی کوئی کھانے کی چیز ہے مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ چند روز بعد کی پاک بھارت جنگ کے بعد برصغیر کے باسی اس کیلئے ترستے پھریں گے۔

Marfat.com

ہجرت 1965ء

شاید کہ اب کے بعد قیامت نہ آئے گی
ماؔہر وہ دل کا حال وطن چھوڑتے ہوئے

ماہر القادریؒ

کالاکوٹ میں ہندو مسلمان انتہائی امن واطمینان سے زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک راجوری سیکٹر سے خبریں موصول ہونا شروع ہوگئیں کہ پاکستان نے کشمیر میں فوج داخل کردی ہے جس سے عجب سی دہشت پھیل گئی اور دونوں برادریاں سہم کر رہ گئیں جس کے بعد یہ طے پایا کہ مسلمان حملہ آور ہوئے تو مسلمان برادری ہندوؤں کو تحفظ فراہم کرے گی اور اگر ہندوؤں کی طرف سے کوئی حملہ آور ہوا تو ہندو برادری مسلمانوں کو حفاظت میں لے لے گی لہٰذا صورت حال واضح ہونے تک دونوں برادریاں اپنے معمولات جاری رکھیں۔

ان خبروں کے بعد جب میں چھاؤنی میں دودھ لے کر گیا تو دیکھا کہ وہاں غیر معمولی نقل وحرکت شروع ہے اور خواتین و بچے جموں منتقل کیے جا رہے ہیں۔ صاحب نے دودھ لے کر مجھے چائے، چینی اور ٹافیاں دیتے ہوئے ہدایت کی کہ میں چندروز کیلئے چھاؤنی میں نہ آؤں، جس سے میری دہشت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ جب میں نے گھر پہنچ کر حالات سے آگاہ کیا تو سب سہم گئے۔ اتنے میں ہوا یہ کہ ایسے دو پاکستانی جنگی جہازوں نے مقامی علاقے اور چھاؤنی پر نیچی پرواز کی جن کی آواز ان کے گزر جانے کے بعد سنائی دیتی تھی اور اس کے ساتھ ہی مائیں چیخ اٹھیں:

ان ہواؤں سے تو بارود کی بو آتی ہے
ان فضاؤں میں تو مر جائیں گے سارے بچے

بیدل حیدری

چنانچہ ہندو برادری جموں اور ہم راجوری کی طرف چل پڑے۔ خوف اور دہشت کا یہ عالم تھا کہ مال مویشی جو قریب تھا اسے ہانک لیا مگر سامان جہاں تھا جوں کا توں دھرا رہ گیا۔ جو کمسن ابتک ایک دوسرے کے بہت قریب آ چکے تھے اس خوف سے کہ شاید زندہ بچ بھی گئے تو پھر ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گے گلے ملتے ہوئے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔

میں دیکھتا ہوں کہ الوداعی ملاقات کے وقت لرزتے کانپتے ننھے سے ہاتھ میری طرف بڑھتے ہیں اور چھوٹا سا سفید رومال دیتے ہوئے صرف اتنا کہنے کے بعد کہ ''اس پہ میں نے اپنا اور تمہارا نام لکھ دیا ہے'' آنسوؤں کی جھڑی ہمیشہ

Marfat.com

کیلئے ہمارے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ کچھ دیر بعد جب میں نے غور سے دیکھا تو اس کے ایک کونے پہ سوئی کے سرخ دھاگے سے ترچھی سی دو لائینیں کڑھی تھیں۔

جب ہم بستی سے نکل کر سڑک پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان علاقوں کے تمام ہندوؤں کا رخ جموں اور مسلمانوں کا راجوری کی طرف ہے۔ اب بہت سے قافلے مل کر ذرا تحفظ کا احساس بھی پیدا ہو گیا مگر یہ طے تھا کہ جو تھک کر رہ گیا وہ ہمیشہ کیلئے رہ گیا جس کے بھی پاؤں میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہوتی تو کوئی دوسرا اس کی ہمت افزائی کیلئے پہنچ جاتا:

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا ۔ پھر کبھی
دوڑو ، زمانہ چال قیامت کی چل گیا

شاہ دین ہمایوں

حدنگاہ تک مال مویشی تو نظر آتے تھے مگر انہیں سنبھالنے والا کوئی نہ تھا بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ دودھیل بھینسیں دودھ کے دباؤ کے باعث انسانوں کے گرد چکر کاٹتیں مگر اتنا ہوش کسے تھا کہ کوئی ان کی طرف متوجہ ہو سکے اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ علاقے خالی ہوئے چند روز گزر چکے ہیں۔

دن بھر طویل مسافت طے کرنے کے بعد تھک ہار کر سڑک کے کنارے رات بسر کرنے کا فیصلہ کیا تو سب بھوک اور پیاس سے ایسے نڈھال تھے کہ ممکن ہوتا تو ریت اور مٹی نچوڑ کر پی جاتے۔

جبکہ اندھیرے میں پانی کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ چند نوجوان اور ایک بزرگ ادھر ادھر تلاش کیلئے جیسے ہی ذرا فاصلے پر پہنچے تو آگے سے فائر کی آواز سے واپس بھاگ کھڑے ہوئے مگر سفید ریش بزرگ شہید ہو گئے۔ اب یہ ایک نیا مسئلہ تھا کہ ان کے لواحقین بلند آواز سے رو کر غم بھی ہلکا نہیں کر سکتے تھے اور اس حال میں انہیں چھوڑ کر سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جبکہ غسل اور کفن تو کیا قبر کھودنے کیلئے کسی کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔ درخت کی ٹہنیوں سے ذرا سا گڑھا تیار کر کے بزرگ پر مٹی ڈالتے ڈالتے صبح ہو گئی جس کے بعد تھکاوٹ، نیند، پیاس، بھوک اور خوف سے سہمے قافلے نے دوبارہ سڑک پر پہنچ کر سفر شروع کیا تو پانی تک پہنچتے پہنچتے قیامت گزر گئی۔

سیال سوہی

چند روز بعد مغرب کے وقت ہمارا قافلہ جب سیال سوہی کے میدان میں پہنچا تو گھنے جنگل کے بجائے وسیع میدان دیکھ کر قافلہ مطمئن تھا کہ اب کسی کمین گاہ کا اندیشہ نہیں رہا جبکہ سامنے پار فوج کی بلّی چھاؤنی بھی باعث اطمینان تھی لہٰذا ادھر ادھر سے ایندھن جمع کر کے کھانا بنانا چاہا مگر ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ چند کالے بھٹ اور کریہ المنظر مسلح غنڈے آدھمکے جنہوں نے فوج کی طرف سے پیغام پہنچایا کہ

"پاکستانی جنگی جہازوں کی آمد و رفت ہے لہٰذا میدان میں آگ روشن کرنا خطرے سے خالی نہیں البتہ تلاشی کے بعد تم لوگ

Marfat.com

یہاں رات گزار سکتے ہو"۔

اس کے بعد چھوٹے بچوں سمیت تمام مردوں اور عورتوں کو دو قطاروں میں کھڑا کر کے تلاشی شروع کر دی جس دوران عورتوں کے زیورات اتروا لیے اور مردوں کی جیبیں خالی کر دی گئیں۔ پھر قافلے کو حکم ملا کہ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہیں جب تک کہ تمام اشیا کی جانچ پڑتال نہ کر لی جائے مگر تھوڑی دور جا کر ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے وہ غنڈے بھاگ گئے۔ انتہائی خوف و ہراس اور بھوک سے بلکتے رات گزارنے کے بعد صبح معلوم ہوا کہ وہ غنڈے دراصل گیان سنگھ کے لٹیرے تھے جو علاقے میں اس جیسی کئی کارروائیوں میں ملوث ہیں۔ آج تک میں نے پیسہ دھیلا تو نہیں دیکھا تھا البتہ تاہوٹ سے نکلتے وقت الوداعی تحفہ سفید رومال چھن جانا میرے لئے المیہ تھا مگر اس کے کونے پہ کھدی دو ترچھی سی لائنیں آج تک میرے دل پہ محفوظ ہیں:

آج تک اس کی محبت کا نشہ طاری ہے
پھول باقی نہیں، خوشبو کا سفر جاری ہے

شہزاد احمد

پاک فوج کی واپسی

اب تک کی پے در پے مشکلات، خوف و ہراس کے سائے میں بھوکے پیاسے اور ننگے پاؤں رات رات بھر کے سفر، بے یقینی اور سیال سوہی کے میدان میں لٹ پٹ جانے کے بعد بھی حضرت غالب کی طرح ہمارا تجربہ بھی یہی تھا کہ

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے غم
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

چوں کہ اب تک کسی کو اپنے خاندان کے بارے میں کوئی علم نہ تھا لہٰذا یہی طے پایا کہ اب صبح یہاں سے ہم سب کو اپنے اپنے گاؤں کا رخ کرنا ہے اور چوں کہ ہم ایسے علاقے میں پہنچنے کے قریب ہیں جو پاکستانی فوج کے قبضے میں ہے لہٰذا اب فکر کی کوئی بات نہیں۔

مگر اچانک صبح دیکھا کہ بہت سے ہیلی کاپٹرز فضا میں موجود ہیں اور کہیں کہیں فائرنگ بھی ہو رہی ہے۔ کچھ لوگ تو حالات معلوم کرنے کیلئے نکل پڑے اور باقی ان کی واپسی کے منتظر دہشت زدہ راہیں دیکھ رہے ہیں۔ بھائی جان قاضی نذیر احمد صاحب ہمیں تاہوٹ چھوڑ کر گھر کی دیکھ بھال کیلئے واپس ہو چکے تھے۔ میں اور چھوٹی بہن عظمت والدین کی کوئی مدد کرنے کے بجائے رات کے سفر میں اکثر ان کے کندھوں کے بوجھ میں اضافے کا باعث تھے ان حالات میں قافلے سے بچھڑنا بھی ایک المیہ تھا، اسی فکر میں غلطاں تھے کہ اچانک اطلاع ملی کہ پاکستانی فوج پوری کشمیری قوم کو موت کی وادی میں دھکیل کر خود واپس جا چکی ہے اور یہ فوجی ہیلی کاپٹرز ہلاک شدگان کی لاشیں جموں منتقل کر رہے ہیں اور کچھ مشکوک

Marfat.com

مقامات کی صفائی کیلئے فائرنگ میں مصروف ہیں جبکہ انڈین آرمی جسے دیکھتی ہے اسے موت کے گھاٹ اتارتی جا رہی ہے لہٰذا جس کے پاس بھی کوئی زادِ سفر ہے اسے یہیں چھوڑتے ہوئے بچے اٹھائے اور کوپرے کے جنگلات میں پہنچنے کی کوشش کرے اس صورت حال میں باوجود قریب الموت ہونے کے:

آواز دے کے خود کو بلانا پڑا مجھے
اپنی مدد کو آپ ہی آنا پڑا مجھے

منیر سیفی

کے مصداق ہر شخص دوسرے سے نظریں چراتے ہوئے اپنے بچوں کو کندھوں پہ اٹھاتا اور اوجھل ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں میدان صاف تھا۔ والد صاحب چوں کہ اس علاقے کے نشیب و فراز سے واقفیت رکھتے تھے۔ اس لئے ایک پگڈنڈی کے ساتھ ساتھ نشیبی راستے کوپرے کی طرف بڑھنا شروع کیا اس طرح ہم لوگ رات کے وقت ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں بہت سارے مویشی تو کھلے عام گھوم پھر رہے تھے مگر آدم نہ آدم زاد۔ سامنے ایک گھر دیکھا جس کے دروازے کھلے اور اندر کچھ کھانے پینے کی چیزیں موجود اور ہمارے پیٹ بھرنے کیلئے کافی تھیں۔

سحری تک والدین نے ہم بچوں کو درمیان میں رکھ کر ڈرتے ڈرتے رات گزارنے کے بعد یہاں سے کوچ کیا اور شام تک ہم کوپرہ پہنچ چکے تھے جہاں چند لوگ موجود تھے اور سب کے سب والد صاحب کے جاننے والے اور کچھ شاگرد۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ خبر بجلی بن کر گری کہ ہمارے گاؤں کے تمام گھر ہندو بلوائیوں نے لوٹ مار کے بعد جلا دیئے ہیں اور کچھ بیگناہ لوگ مارے گئے ہیں جبکہ ہمارے خاندان میں سے کسی کی کوئی خبر نہیں ایسا لگتا ہے کہ وہ ہجرت کر کے پاکستان پہنچ گئے ہیں۔

جس کے بعد ہجرت کے سوا کوئی صورت نہ تھی مگر پھر بھی والد صاحب چاہتے تھے کہ چند روز یہیں ٹھہر کر باقی خاندان کے بارے اطمینان بخش معلومات حاصل کر لی جائیں۔ دوسرے روز جب والد صاحب ان کی تلاش میں نکلے اور ہم بچے ذرا جنگل کی طرف نکل گئے تو اتنے میں انڈین آرمی کے دو ہیلی کاپٹرز نے نیچی پرواز کرتے ہوئے شیلنگ شروع کر دی جو اندھیرا چھا جانے تک جاری رہی۔ ہم نے تو ایک بڑے غار میں پناہ لے کر جان بچا لی مگر اس دوران جو اذیت والدین پر گزری اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ہیلی کاپٹرز کے چلے جانے کے بعد جب لوگ گھر پہنچے تو ماؤں نے دیکھتے ہی گلے لگا لیا مگر اب والد صاحب کی فکر تھی۔ الحمدللہ والد صاحب آئے تو اس خوشخبری کے ساتھ کہ ہمارے گھر کے سب افراد بخیریت ہیں جن سے ملاقات ہو جائے گی اور اسی کے ساتھ ہی پاکستان کیلئے روانگی۔ چند روز بعد رات کے وقت جب ہمارا قافلہ سلانی کے قریب سے سوہانہ بارڈر کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک شدید فائرنگ نے ایک بار پھر ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔

والد صاحب، عظمت بیگم اور غلام مصطفیٰ بن حاجی عبدالمجید ہم سے ایسے بچھڑے کی ان کی شہادت کا یقین ہو گیا۔

Marfat.com

مگر ہم کچھ کرنہیں سکتے تھے لہٰذا سفر جاری رکھا اور دوسرے یا تیسرے روز رات کے وقت بخیریت بارڈر پار کرلیا۔ الحمدللہ والد صاحب بھی بچوں سمیت بچ نکلنے اور واپس کو پرہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ جہاں فتح پور اور وہاں سے چند ماہ بعد پاکستان آ گئے:

بچ بچا کر تو ہم چلے تھے بہت
پھر بھی قسمت میں حادثے تھے بہت

باقی احمد پوری

اور ان حادثات کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے کچھ کا آگے ذکر آئے گا:

بھوک

آنکھیں نہیں اپنی کہیں چہرہ نہیں اپنا
وہ بھوک ہے اعضا کہیں اعضا کو نہ کھالیں

علی عباس اکبر

شاعر نے بہت بعد پاکستان کے موجودہ اندرونی حالات کی الفاظ میں منظر کشی کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس سفر ہجرت میں کئی روز تک ایسا وقت اور بھوک دیکھی اور تجربہ ہوا کہ بھوک ہی ایک ایسی آگ ہے جس میں انسان خود اپنے اعضا چبانے تک مجبور ہو سکتا ہے اور آج نصف صدی بعد جب میں برطانیہ میں بیٹھا یہ واقعات لکھ رہا ہوں تو تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے:

گل ہرے ہو گئے چمن میں داغؔ
تجھ پہ رونق مگر نہیں آتی

داغ

Marfat.com

پانچواں باب

طالب علمی

☆ مدتے باگل نشستم
☆ اسمائے گرامی اساتذۂ کرام
☆ حماقتیں
☆ برطانیا آمد
☆ اولاد
☆ تالیفات
☆ چند احباب

Marfat.com

مدتے با گل نشستم

گِلے خوشبوئے درحمام روزے
رسید از دست محبوبے بد ستم
بدو گفتم که مُشکی یا عبیری
که از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گِلے نا چیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال همنشین در من اثر کرد
وگر نه من هماں خاکم که هستم

شیخ سعدیؒ

ترجمہ

ایک روز حمام میں سے ایک خوشبودار مٹی، ایک محبوب دوست نے مجھے لا کر دی، تو میں نے اس سے پوچھا کہ تو کوئی مشک ہے یا عبیر کہ تیری دل آویز خوشبو نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے، اس نے کہا دراصل میں تو ایک ناچیز مٹی تھی ہاں ایک مدت تک میں پھول کے ساتھ رہی ہوں، لہٰذا اس پھول کا حسن و جمال مجھ پر اثر انداز ہوا ہے ورنہ میری کیا مجال میں تو وہی مٹی کی مٹی ہوں:

Marfat.com

اساتذہ کرام

چڑھان

بگی بیگم

عالم بی بی — والدہ

میاں محمد شفیع — والد

میرپور آزاد کشمیر

حضرت حافظ سید عبدالرقیب صاحب

حضرت مفتی عبدالحکیم صاحب

حضرت قاری عبدالرحمن صاحب

حضرت حافظ نور محمد صاحب

بھکھی شریف

حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحبؒ

حافظ نذیر احمد صاحب

حافظ کریم بخش صاحب

جامع مسجد شمالی محلّہ شمالی منڈی بہاؤالدین

حافظ محمد عارف صاحب

Marfat.com

جامعہ عربیہ گوجرانوالہ

حضرت مولانا محمد چراغ صاحب

حضرت مولانا مفتی نذیر احمد صاحب

حضرت مولانا قاضی محمد عبداللہ صاحب

حضرت مولانا حافظ محمد حنیف صاحب

حضرت مولانا حافظ محمد انور صاحب

حضرت مولانا قاضی مطیع اللہ صاحب

جامعہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ

حضرت مولانا قاضی عصمت اللہ

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری

برمنگھم۔ برطانیہ

حضرت الشیخ حسن راشد

معمارِ اعظم

مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

Marfat.com

01: بگی بیگم

ہمارے پڑوسی معصوم دین مغل کی حور شمائل بیٹی بگی بیگم اپنی سکھیوں میں اسی طرح ممتاز تھیں جس طرح وادی کے پھولوں میں گلاب۔ بچپن میں والدہ کی شفقت سے محروم ہوگئی تھیں سوتیلی ماں سے جب کبھی نالاں ہوتیں تو محسوس ہوتا چاند گہن میں آ گیا ہے۔ وہ عمر میں مجھ سے بڑی تھیں اور والدہ صاحبہ سے دو تین بار قرآن کریم کے علاوہ پکی روٹی، نور نامہ اور ''روشن دل'' وغیرہ پڑھ چکی تھیں اس لئے والدہ سے بہت مانوس تھیں۔

دن کو مال مویشی چرانے کے دوران اگرچہ سب میں گھل مل جاتیں مگر والدہ کے ساتھ رشتہ تلمذ کا لحاظ کرتے ہوئے چھوٹے بھائیوں کی طرح میرا خاص خیال رکھتیں اور میں بھی ان کا بہت احترام کرتا۔

چوں کہ میں گھر میں والدین کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ بڑوں کے پیار کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے کھیل کود میں مصروف رہتا۔ جب گاؤں کے بچے والدین سے پڑھنے آتے تو دو ڈھیل بکری چرانے کے بہانے گھر سے بھاگ کھڑا ہوتا اور شام کو تھکاوٹ کا عذر کرتے ہوئے سو جاتا۔ والدہ نے پیار سے کوشش کی مگر میں ہاتھ نہیں آیا جس کا انہیں بڑا دکھ تھا۔

اس صورت حال کے پیش نظر والدہ نے تنگ آ کر اپنی شاگرد بگی بیگم سے اپنی پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ تم کسی طرح اشرف کو پڑھنے پر آمادہ کرو کہ اس کی عمر کے بچے اب پہلے پارے پر پہنچ چکے ہیں اور اس نے قاعدہ بھی شروع نہیں کیا۔

ہماری زمین میں اگرچہ خود رو آڑو، چروٹی اور خوبانی کے بہت سے درخت تھے مگر مسجد کے ساتھ والی خوبانی کا پھل زیادہ لذیذ ہوتا جس کیلئے مجھے موسم کا انتظار رہتا۔ ایک روز میں بکری کے ساتھ مسجد کے قریب اپنی اسی خوبانی کے درخت کے نیچے پہنچا تو دیکھا کہ چند دانے پک چکے ہیں مگر میں درخت پر نہیں چڑھ سکتا تھا اس لئے کسی بڑے کے انتظار میں وہیں بیٹھے بیٹھے کافی دیر ہوگئی جبکہ وہاں سے ہلنا اس لئے گوارا نہ تھا کہ کوئی دوسرا موسم کا پہلا پھل کھانے میں سبقت نہ لے جائے۔ اتنے میں دیکھا کہ دور سے بگی بیگم ہاتھ میں کوئی چیز پکڑے تیزی سے میری طرف بڑھ رہی ہیں تو میں اپنی مشکل آسان ہوتے دیکھ کر خوش ہو گیا۔ جب قریب پہنچیں تو ان کے ہاتھ میں عربی قاعدہ تھا مگر خلاف معمول چہرے پر مسکراہٹ کے بجائے سنجیدگی چھائی تھی۔

Marfat.com

میں نے جب خوبانیاں اتارنے کی فرمائش کی تو انہوں نے خلاف توقع یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ آج میں تم سے ناراض ہوں۔ جس پر میں نے آبدیدہ ہو کر، ناراضی کا سبب معلوم کرنے، انہیں راضی کرنے اور اپنی محبت کا یقین دلانے کی کوشش کی تو کہنے لگیں: ''زبان سے سب کچھ کہنا بہت آسان ہوتا ہے مگر کسی کیلئے کچھ کر گزرنا مشکل''۔ میں نے پرامید ہو کر کہا: ''میں آپ کیلئے سب کچھ کر سکتا ہوں آپ آزما سکتی ہیں''؟

کہنے لگیں مجھے باقی بچوں نے طعنہ دیا ہے کہ تم اشرف کو پیار کرتی ہو جبکہ وہ پڑھتا ہی نہیں اور ہم پہلے پارے پر پہنچ چکے ہیں۔ اس طرح آج تم نے مجھے سب کے سامنے شرمندہ کر دیا ہے اور میں بہت دکھی ہوں۔ میں روتا ہوا ان کے ساتھ لپٹ گیا کہ آج کے بعد آپ کو شکایت نہیں ہوگی میں ضرور پڑھوں گا بلکہ ابھی اسی وقت شروع کرتا ہوں۔

بگی بیگم کو اسی گھڑی کا انتظار تھا جس کیلئے نہ جانے وہ کتنے دنوں سے محو دعا منتظر تھیں۔ مجھے گودی میں بٹھا کر میری پیشانی چومتے ہوئے میرا شکریہ ادا کیا اور کہا: ''ٹھہرو پہلے میں تمہارے لئے خوبانیاں اتارلوں جب میں خوبانیاں کھا چکا تو انہوں نے وہیں مسجد کے سائے میں مجھے دوبارا گود میں بٹھا کر عربی قاعدہ شروع کرا دیا۔

تعوذ و تسمیہ کے بعد: ا ب ت ث پر مشتمل پہلا سبق پڑھا کر وہ اپنی کامیابی پر مسرور تھیں اور میرے اطمینان کیلئے بھی اتنا کافی تھا، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ احساس ہوتا چلا گیا کہ انسان دنیا میں ''اِقْرَأْ'' کی پکار پر لَبَّیْکَ () کہہ کر حیات تازہ کی آرزوؤں سے مالا مال غار حرا کے انوار کی روشنی میں اس راستے پر چل نکلتا ہے جس پر ابھی تک قافلۂ حجاز کے آثار باقی ہیں۔ اس کے بعد مجھے قاعدہ پڑھانے میں وہ والدہ کی معاون رہیں اور بہت بعد میں معلوم ہوا کہ دراصل وہ مجھ سے کبھی ناراض نہ تھیں بلکہ والدہ اور ان کا منصوبہ تھا جس کے تحت:

ایسا درد جگر میں جگا دیا اس نے
مجھے تراش کے ہیرا بنا دیا اس نے
مجھے راستوں کا دیوانہ بنا کر
سفر کا تصور مٹا دیا اس نے

گھریلو حالات اور ریاست میں بے یقینی صورت حال کے باعث بہت چھوٹی عمر میں ان کی بے جوڑ سی شادی تو ہو گئی مگر نباہ نہ ہو سکا۔ 1965ء میں ہم نے جب ہجرت کی تو ان کا خاندان راجوری میں رہ گیا تھا اس کے بعد دوبارا نکاح ہوا تو دو بچے چھوڑ کر عنفوان شباب ہی میں انتقال کر گئیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْهَا مَغْفِرَةً وَاجِبَةً ، ظَاهِرَةً بَاطِنَةً وَارْحَمْهَا رَحْمَةً وَاسِعَةً وَارْضَاهَا عَنِّی

Marfat.com

02 : والدہ عالم بی بیؒ

والدہ صاحبہ نہ صرف میری معلّمہ ہیں بلکہ میری اولین معلّمہ کی بھی معلّمہ ہیں میں نے اسی کتاب میں ''اماں جیؒ'' کے عنوان سے علیحدہ آپ کا تعارف شامل کیا ہے۔

03: والد میاں محمد شفیعؒ

والد صاحب اپنے والد مولانا یار محمد رحمہما اللہ کے بعد جامع مسجد چڑہان کے امام مقرر ہوئے تھے جہاں گاؤں کے بچوں سے مسجد بھری ہوتی تھی۔ میں نے آپ سے کریما شیخ سعدی کے علاوہ قرآن کریم پڑھنا شروع کیا تھا مگر جب مجھے سبق نہ آتا اور والد صاحب جھڑک دیتے تو کئی کئی روز آپ سے ناراض ہو کر پڑھنا چھوڑ دیتا یا اس ناراضی کے دوران والدہ صاحبہ، بڑے بھائی حاجی عبدالمجید اور بہن شمشاد بیگم سے پڑھنا شروع کر دیتا۔ ویسے بھی والد صاحب جب کہیں سفر پر جاتے تو والدہ گھر کے بجائے مسجد ہی میں بیٹھ کر بچوں کو تعلیم دیا کرتی تھیں۔ 1965ء کی ہجرت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ جامع مسجد چڑہان کے صحن میں والد صاحب سے سورہ بقرہ کی آیت:

''اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ط وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴾ البقرة ١٥٨'' میرا آخری سبق تھا:

کچھ اور کام تو ہم سے نہ ہو سکا لیکن
تمہارے ہجر کا اک اک عذاب لکھا ہے

منظر بھوپالی

04 : حافظ سید عبدالرقیب

1965ء کی ہجرت کے بعد جب ہم لوگ میر پور پہنچے تو نلوئی محلّہ میں آ کر مقیم ہوئے جہاں حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ کی جامع مسجد بالکل سامنے تھی جس میں مدرسہ قائم تھا اور حافظ سید عبدالرقیب بن حضرت مفتی عبداللہ جو حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے تلمیذ اور مقام دولی موضع ڈھیری سیداں تحصیل وضلع کوٹلی آزاد کشمیر کے رہنے والے حفظ کے استاذ تھے۔

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور میرے پاکستان میں یہی پہلے استاذ ہیں۔ ہم دونوں نے اکٹھے داخل ہو کر حفظ شروع کیا تھا لیکن ہوا یہ کہ ایک روز یہاں سے ہمارے کپڑے چوری ہو گئے جس کی وجہ سے بہت پریشانی ہوئی اور دوسری وجہ یہ کہ انہی دنوں مرکزی جامع مسجد جہاں حضرت مفتی عبدالحکیم رحمہ اللہ کی نگرانی میں مدرسہ قائم تھا حضرت مولانا حکیم محمد عبدالکریمؒ مدرس اور میرے پھوپھی زاد بھائی قاری عبدالرحمٰن صاحب بطور قاری تعینات ہو گئے تھے لہٰذا ہم دونوں نلوئی محلہ

Marfat.com

سے منتقل ہو کر یہاں داخل ہو گئے۔

05 : حضرت مولانا مفتی عبدالحکیمؒ

ولادت بروز سوموار 5 صفر 1331ھ مطابق 13 جنوری 1913ء لدڑ مضافات چکسواری وفات بروز جمعرات 20 جمادی الثانی 1404ھ مطابق 22 مارچ 1984ء میرپور آزاد کشمیر

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور راقم الحروف جامع مسجد نلوئی سے مرکزی جامع مسجد میرپور قدیم میں آ کر داخل ہوئے تو یہاں حفظ اور ابتدائی کتب پر مشتمل ایک مدرسہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ کے اہتمام میں چلتا تھا حضرت اکثر و بیشتر لدڑ سے اپنی سفید سی گھوڑی پر سفر طے کرتے ہوئے دفتری اوقات میں بحیثیت مفتی کچہری میں بیٹھتے اس کے بعد مدرسے میں آ جاتے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرپور کی قد آور شخصیات میں سے تھے۔ آپ سے نظریاتی اختلاف رکھنے کے باوجود تمام مکاتب فکر کے علما اور شہری آپ کا بہت احترام کرتے اور چوں کہ آپ زبردست خطیب تھے لہٰذا میرپور انتظامیہ کے علاوہ مقامی قیادت کی اکثریت یہیں جمعہ پڑھتی مگر آپ کسی کی پرواہ کیے بغیر انتظامی خرابیوں پر مثبت تنقید فرماتے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور میرے علاوہ میرے بڑے بھائی حضرت مولانا الحاج قاضی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاذ ہیں۔ حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ 1965ء کی ہجرت کے بعد مرکزی جامع مسجد کے ساتھ وابستہ ہوئے اور اسی کے حجرے میں وفات پائی جس کی تفصیلات آپ کے تذکرے میں موجود ہیں۔

میں نے اپنی کتب ''زنبیل'' اور ''آثار بیرسٹر عبدالقیوم'' میں بھی آپ کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور یہاں مزید چند یادداشتیں قلمبند کرنا ضروری ہیں۔

جن دنوں میں میرپور قدیم کے مدرسہ میں زیر تعلیم تھا، ایک روز مجھے دیکھا کہ میرا جوتا پھٹا ہوا ہے تو ناراض ہوئے کہ تم نے مجھے خود کیوں نہیں بتایا اس کے بعد اپنے ساتھ لیجا کر ایک جوتا خرید کر دیا۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام فرماتے اور ہمیشہ مخلصانہ تعلق قائم رہا لہٰذا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے دکھ سکھ میں اکثر شرکت فرمایا کرتے، بروز سوموار بتاریخ 4 ذوالقعدہ 1397ھ مطابق 17 اکتوبر 1977ء کو میری شادی تھی حضرتؒ کو شرکت کی دعوت دی تو آپ نے قبول فرمائی لیکن حضرت استاذ قاضی عبداللہ رحمہ اللہ بھی موجود تھے لہٰذا یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ نکاح کون پڑھائے۔

حضرت استاذ قاضی صاحبؒ کو جب آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو مجھے بلا کر فرمایا: ''چوں کہ حضرت مفتی

Marfat.com

صاحب بزرگ ہیں بہتر ہوگا کہ ان سے خطبہ پڑھنے کی درخوست کی جائے'' میں نے حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست پیش کی تو آپ نے فرمایا: ''چوں کہ حضرت قاضی صاحب بڑے عالم اور قریبی رشتہ دار ہیں لہٰذا ان کا حق مقدم ہے''۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے حضرت قاضی صاحب نے خود بھیجا ہے مگر اب مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ دونوں حضرات کے ایثار کے باعث میرا نکاح کہیں لیٹ نہ ہو جائے یہ سنکر بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا:

''مولوی جی تساڑا نکاح لیٹ نی ہونا جاؤ میں آجا ساں''

لہٰذا شہر سے پیادہ سفر طے فرما کر خانپور میرا نکاح پڑھانے کیلئے آپ کا تشریف لانا بھی میرا اعزاز ہے۔

ان دنوں خانپور محلے میں ایک مولوی صاحب نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ نکاح میں دولہا اور دلہن کو چھ کلمے پڑھائے بغیر نکاح نہیں ہوتا جبکہ حضرت الاستاذ قاضی محمد عبداللہ صاحب نکاح میں کلمے نہیں پڑھاتے لہٰذا ان سے نکاح نہ پڑھوایا جائے۔ جن دوستوں نے میرے ساتھ بات کی تھی اور صورت مسئلہ بتانے کے باوجود ان کی تسلی نہیں ہو رہی تھی اور میرے نکاح میں شامل تھے میں نے ان سے کہا کہ آج حضرت مفتی صاحب بھی بغیر کلمے کے نکاح کرا دیں تو؟ انہوں نے کہا ''پہلی بات یہ ہے کہ ایسا ناممکن ہے اور اگر ایسا ہو جائے تو ہماری تسلی ہو جائے گی''۔

مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چوں کہ ایسا لغو مسئلہ بیان کرنے والے مولوی صاحب کی شامت آنے والی تھی، اس لئے شاید انہوں نے حضرت مفتی صاحب سے درخواست کی ہو کہ مجھے کلمے سنانے کیلئے کہا جائے چنانچہ آپ نے خلاف توقع جب مجھے ایسا فرمایا تو میں نے فوراً عرض کیا کہ آپ استاذ حافظ نور محمد صاحب سے دریافت فرمالیں میں کلمے یاد کر کے آپ کو سنا چکا ہوں۔ حضرت بھی بات کی تہہ تک پہنچ گئے اور نکاح کرا دیا جس سے مولوی صاحب کو شرمندگی اور مقتدیوں کی تسلی ہو گئی۔

غالباً 1969ء میں گوجرانوالہ سے تعطیلات کے دوران ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو پہلا روزہ تھا آپ کے پاس پہلے سے موجود ایک شخصیت کا مجھ سے تعارف کرایا: ''یہ میرے بہت عزیز دوست راجہ رصالت خانصاحب آف تھب جاگیر ہیں جنہیں تراویح پڑھانے کیلئے کسی کی ضرورت ہے اور میں بڑی دیر سے دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ کوئی موزوں آدمی بھیج دے اب جب اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن لی ہے تو تاخیر نہ کرو بلکہ یہیں سے ان کے ساتھ جاؤ۔ قاضی نذیر احمد صاحب گھر اطلاع کر دیں گے''۔

عرض کیا: ''حضرت سال کے بعد اگرچہ تعطیلات میں گھر سے دور یہ مصروفیت گراں ہے مگر میں انکار کی جرأت نہیں کر سکتا صرف آپ راجہ صاحب سے ایک وعدہ لے لیں کہ میرے کھانے کا انتظام صرف اپنے گھر کریں گے میں کسی اور کے ہاں نہیں جایا کروں گا''۔ آپ کے بولنے سے پہلے ہی راجہ صاحب نے بخوشی میزبانی قبول فرمالی اور رخصت ہو گئے۔

چند روز گزرے تو راجہ صاحب کی ایک بیٹی سید بیگم مصر ہوئیں کہ مولوی صاحب کی سحری کی میزبانی میرے ذمہ ہے راجہ صاحب نے ان سے فرمایا: ''حسب وعدہ میں تو نہیں کہہ سکتا البتہ تم خود دعوت دے سکتی ہو''۔ آپ کی بیٹی نے مجھے سحری کی میزبانی قبول کرنے کیلئے ایسے انداز میں کہا کہ گویا میں کوئی بہت بڑا آدمی ہوں اس کے بعد آپ نے پورا رمضان

Marfat.com

میرے ساتھ چھوٹے بھائیوں سا سلوک کیا جو میں کبھی بھول نہیں سکا۔

بروز سوموار 4 رمضان المبارک 1401ھ مطابق 6 جولائی 1981ء ظہر کے بعد ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو آپ کے پاس ایک ادھیڑ عمر بزرگ تشریف فرما تھے کمرے میں داخل ہوتے ہی ان سے فرمایا: ''وہ آگئے' صوفی جی یہ میرے بہت قابل شاگرد ہیں اور انشاء اللہ آپ کو تراویح پڑھائیں گے''۔ عرض کیا: ''حضرت میں اسی لئے تاخیر سے حاضر ہوا تھا کہ چند روز بے لڑ رجائیں تا کہ نہیں تراویح کی امامت نہ کرانی پڑے''۔ ہنس کر فرمایا: ''میں نے اللہ تعالیٰ سے کسی موزوں آدمی کیلئے دعا کی تھی کہ میں صوفی سا سب کہ خالی وا افطاری پسند نہیں کرتے تو کم از کم سجدے نکال دیں''۔ میں یہ بات سن کر حیرت زدہ خاتون کے ساتھ ان کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ ماں بیٹی نے حسب معمول دو دو قرآن کریم پڑھ رکھے ہیں مگر جو حافظ صاحب ہر سال ان سے ہدیہ لے کر سجدہ تلاوت کر دیا کرتے تھے وہ اس مرتبہ تشریف نہیں لائے۔

میں نے ماں بیٹی کو سمجھایا کہ آپ دونوں کی جگہ 56 سجدے کرنے کے بجائے بہتر نہیں کہ آپ کو طریقہ سکھلا دوں؟ اور جب انہیں سمجھا چکا تو ان کی مسرت کی انتہا نہ رہی۔

وادی ترپا کی ایک شہرت یہ تھی کہ یہاں سانپ کا بہت خطرہ رہتا لہٰذا میں نے بہت احتیاط سے دن گزارے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت واپس آ گیا مگر ایک روز جب میں کسی کی عیادت کیلئے سی ایم ایچ گیا تو دیکھا کہ وادی ترپا کے کچھ لوگ ایک چارپائی اٹھائے آ رہے ہیں قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ شاہین دختر چوہدری محمد شفیع جنھوں نے بہت احترام سے مجھے افطاری کرائی تھی، سانپ کے کاٹنے سے نیم جاں چارپائی پر تڑپ رہی ہیں مگر ہسپتال میں پہلے تو تشخیص کرتے تاخیر ہوگئی جب تاخیر ہوئی تو کوئی دوائی موجود نہ تھی اور اسی حال میں نوجوان بیٹی نے آنکھوں کے سامنے تڑپتے تڑپتے جان دیدی۔

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور رقم الحروف جامعہ عربیہ میں تعلیمی سال کے درمیان تعطیلات گزارنے گھر آئے تھے اس دوران ایک دن میر پور کے نانگی بازار کی ایک مسجد میں نماز ظہر کی جماعت میں شامل ہوئے جماعت کے فوراً بعد معلم رمضان نامی ایک صاحب وعظ کہنے کھڑے ہو گئے:

''مؤذنِ رسول ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان میں لکنت تھی جس کے باعث ''شین'' کا تلفظ ''سین'' ادا کرتے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت ﷺ میں شکایت کی کہ بلال اذان میں ''أشهد'' کے بجائے چوں کہ ''اَسهد'' کہتے ہیں لہٰذا انہیں اذان کہنے سے روک دیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو اذان کہنے سے منع فرما دیا۔

صبح جب بلال کے بجائے کسی اور صاحب نے اذان کہی تو وقت کی رفتار ٹھہر گئی جس کے باعث ادھر رسول اللہ ﷺ پریشان کہ نماز کیسے ادا فرمائیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ پریشان کہ بلال نے اذان نہیں کہی صبح کیونکر طلوع کی جائے۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ نے جب اللہ کریم سے صبح طلوع کرنے کی درخواست فرمائی تو اللہ نے جواب دیا' اگر بلال اذان نہیں

Marfat.com

کہے گا تو میں قیامت تک صبح طلوع نہیں کروں گا' بالآخر اللہ تعالیٰ کے کہنے پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی تو صبح طلوع ہوئی''

جب حضرت وعظ کے بعد اجر وصول فرما چکے تو میں اور ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی مگر حضرت واعظ کی سینہ زوری پر کچھ لوگ ان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے بالآخر ہماری اس تجویز پر اتفاق ہو گیا کہ ہم چند لوگ حضرت کو ساتھ لے کر مفتیٔ اعظم میرپور حضرت الاستاذ مولانا مفتی عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلتے ہیں تا کہ وہ رہنمائی فرمائیں۔ یہ بات سن کر حضرت واعظ تو کھسک گئے مگر دو تین ساتھی ہمارے ساتھ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت نے واقعہ کی تفصیل سن کر ایسے واعظین کی شدید الفاظ میں مذمت فرمائی اور لوگوں بھی سمجھایا کہ ایسے لوگوں کا وعظ نہ سنا کریں۔

فائدہ

میں نے یہ واقعہ لکھنے کے بعد اسد الغابة فی معرفة الصحابة ، الاصابة فی تمیز الصحابة ، الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ، سیر اعلام النبلاء اور البداية والنهاية میں سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے البداية والنهاية میں پوری وضاحت سے لکھا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند وخوبصورت آواز کے مالک اور فصیح اللسان تھے اور جو یہ مشہور ہے کہ ''اَنَّ سِیْنَ بَلَالٍ عِنْدَ اللّٰہِ شِیْنًا'' بلال لکنت کے باعث جو سین کی جگہ شین کا تلفظ فرماتے بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے نیز امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء میں وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ گو حبشی النسل ہیں مگر آپ کی پیدائش حجاز کی ہے لہٰذا حجازی لہجے میں عربی بولنا ظاہر ہے جبکہ زبان میں لکنت کوئی عیب یا ناممکنات میں سے نہیں مگر اس کے ساتھ اتنا کچھ ملا لینا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پریشان ہو جائیں۔ (معاذ اللہ) اور نظام کائنات میں خلل واقع ہو جائے کتنی غلط اور بیجا بات ہے۔

نوٹ: بہت بعد میں ایک دفعہ بس میں سفر کے دوران جب ڈرائیور نے ٹیپ ریکارڈر لگایا تو معلوم ہوا کہ اس واقعہ پر مشتمل کسی کذاب ملعون نے قوالی نظم کر کے گائی اور پھیلائی ہے جس سے سادہ لوگ محظوظ ہوتے ہیں مگر انہیں معلوم نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی توہین ہے:

ذوق سرمستی کو محو روئے جاناں کر دیا
کفر کو اس طرح چمکایا کہ ایماں کر دیا

اصغر گونڈوی

1972ء جب گوجرانوالہ سے فاضل کر کے تعطیلات گزارنے گھر آیا تو ایک روز مرکزی جامع

Marfat.com

مسجد میں ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔ جمعہ کا دن تھا حضرت مفتی صاحبؒ نے مجھے حکم فرمایا کہ آپ سے پہلے میں تقریر کروں، میں نے آدھ گھنٹہ جب تقریر کی تو بعد میں آپ نے بہت تحسین فرمائی۔ 1981ء میں برطانیہ آنے سے دو روز پہلے جب ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو اپنے ساتھ بٹھا کر ایک تصویر اتروائی تھی مگر افسوس کہ ضائع ہوگئی۔

سوانحی خاکہ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت مولانا الحاج حافظ محمد عبداللہ لدڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کے خلفاء و تلامذہ اور وقت کے جید علماء میں سے تھے۔ آپ کے دادا جان کے علاوہ آپ کے اجداد میں حضرت مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحب کرامت ولی اللہ تھے جن کا مزار بڑے تالاب لدڑ کے مقام پر مرجع خلائق ہے۔

حضرت نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی جس کے بعد وقت کے جید علما سے مروج علوم و فنون میں امتیاز حاصل کیا۔ آپ کی علم دوستی کیلئے یہ مثال کافی ہے کہ ڈوگرہ دور حکومت میں جب آپ منگلا قلعہ میں باقی علما کے ساتھ قید کاٹ رہے تھے تو اس دوران حضرت مولانا مفتی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کوٹ کندہو خان سے موطا امام مالک پڑھ کر اسلاف کے طرز کی یاد تازہ فرمائی۔ یاد رہے کہ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کوٹ کندہو خان امام العصر حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ کے مشاہیر تلامذہ میں سے تھے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ اور درس نظامی کے علاوہ ادیب، فاضل عربی، منشی فاضل اور فاضل فارسی کے امتحانات بھی پنجاب بورڈ سے امتیاز کے ساتھ پاس فرمائے تھے۔

خدمات و آثار

1945ء تک بحیثیت عربی معلم اکھنور مقبوضہ کشمیر کے علاوہ میرپور اور مضافات کے کئی سکولوں میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

1946ء میں سری کرن سنگھ کالج میرپور میں بحیثیت لیکچرار تقرری ہوئی اس کے بعد دو سال تک مجسٹریٹ درجہ دوم کی حیثیت سے عدلیہ کے رکن رہے۔ جس کے بعد اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر محکمہ افتاء میں چلے گئے۔

جمعیت علماء جموں و کشمیر کی بنیاد ڈالی اور تاحیات صدر رہے۔

حکومت کی طرف سے آئمہ تربیت کورس کے منتظم و صدر معلم منتخب ہوئے۔

اسلامی نظریاتی کونسل آزاد کشمیر کے رکن منتخب ہوئے۔

ڈوگرہ دور حکومت میں منگلا قلعہ میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

عرصہ پچیس سال تک ضلع مفتی اور زندگی بھر مرکزی جامع مسجد میرپور کے خطیب رہ کر بروز جمعرات 20 جمادی الآخرہ 1404ھ مطابق 22 مارچ 1984ء بعد نماز فجر جامع مسجد عیدگاہ میرپور میں دوران ذکر حرکت قلب بند ہو

Marfat.com

جانے سے انتقال فرما گئے۔

نوٹ: میں نے اپنی تالیف ''آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری'' میں آپ کے والد گرامی کا تفصیلی تذکرہ شامل کیا ہے۔

06 : حضرت قاری عبدالرحمٰن

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور میں نے مرکزی جامع مسجد میں آپ سے تجوید پڑھنا شروع کی تھی مگر چند ہفتوں سے زیادہ یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا، آپ کا تفصیلی تذکرہ ''علماء ومشائخ قریش'' کے ذیل میں درج ہے۔

07 : حافظ نور محمدؒ

مرکزی جامع مسجد میں اکثر مدرسین تبدیل ہوتے رہتے تھے جس کے باعث نظام تعلیم متاثر رہتا۔ میرے خیال میں استاذ حافظ نور محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں کے طویل المیعاد مدرس تھے جن سے ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور میں نے سورہ بقرہ حفظ کی تھی۔ میں نے یہاں سے بھکھی اور پھر گوجرانوالہ تعلیم کے دوران آپ سے ہمیشہ رابطہ رکھا۔ برطانیہ سے پہلی بار جب میں پاکستان واپس گیا تو حیات تھے ملاقات کیلئے میرے گھر تشریف لائے اور بڑی دعائیں دیں۔

میں نے پاکستان سے واپسی پر اصرار سے پوچھا کہ حکم فرمائیں آپ کیلئے کیا تحفہ لے کر بھیجوں تو بمشکل حامی بھرتے ہوئے فرمایا ایک گھڑی مگر ''Western Watch'' ویسٹرن واچ کی خوبی یہ تھی کہ اس کے Digits کا سائز ذرا بڑا اور Iridium کی روشنی بہت تیز ہوتی تھی اس لئے بہت پسند کی جاتی تھی جب آپ کو گھڑی ملی تو بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں مگر دوبارہ پاکستان جانے سے پہلے آپ میرپور سے فارغ ہو کر اپنے گاؤں چلے گئے تھے لہٰذا ملاقات نہ ہو سکی تاہم آپ کا حلم اور اخلاق ہمیشہ یاد رہے گا۔ آپ حفظ کے عظیم استاذ تھے آپ کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی۔ اگر حیات ہوتے تو کم از کم ایک بار پھر سے آپ کے سامنے قرآن کھول کے پرانی یادیں تازہ کرتے ہوئے مسرور ہوتا۔

جامعہ محمدیہ بھکھی

چوں کہ درسی کتابیں پڑھنے کا شوق تھا جبکہ مرکزی جامع مسجد میرپور میں کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور میں اسی پریشانی میں سرگرداں تھے کہ اسی دوران چچازاد بھائی حضرت مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف میں داخلہ لے لیا اور جب چھٹی آئے تو وہاں کے تعلیمی معیار کا ذکر کر کے مجھے ساتھ لے جانے کیلئے والد صاحب کو آمادہ کر لیا لہٰذا میں بھی تیار ہو گیا۔

یہاں میرے ساتھ میرے دو اور عزیز بھی تھے حاجی محمد اسلم محمد سعید اور مولوی عبدالکریم عالم دین جب جامعہ محمدیہ کے حضرات اساتذہ اور طلبہ کو ہجرت کشمیر سے یہاں تک کے حالات کا علم ہوا تو وہ بہت شفقت سے پیش آئے

Marfat.com

نیز جب ان حضرات کو معلوم ہوا کہ ہمارے باقی سب رشتہ دار وہابی ہو چکے ہیں اور پورے خاندان میں سے صرف ہم چند بچ سکے ہیں تو ان سب کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہو گئیں۔ یہاں زندگی میں پہلی بار لفظ وہابی سے واقفیت حاصل ہوئی۔

مجھے بچپن سے تختی لکھنے کا شوق تھا مگر اب تک نہ تو تختی میسر تھی اور نہ کوئی لفظ ہی لکھنا آتا تھا۔ ایک روز میں نے مولوی عبدالکریم جو مکتب سکول منہوٹ سے دو جماعتیں پڑھے ہوئے اور عمر میں بھی بڑے تھے مگر تایا زاد بہن کے بیٹے کی حیثیت سے چھوٹے۔ انہیں کہا کہ مجھے نام لکھنا سکھلائیں تو انہوں نے اپنی قمیص دھونے کی شرط رکھی جس پر میں نے انہیں بہت سی مغلظات سنائیں اور جلدی سے بیوی بھاگے کے مزار پر پہنچ گیا جہاں سے تقریباً ایک ٹوپے کی مقدار قبر کے اوپر سے گندم اٹھا لایا جس کے عوض مقامی مائی دکاندارنی سے تختی اور سیاہی خرید کر ایسا محسوس ہوا کہ میں نے اپنی مراد پالی ہے۔

اگرچہ میں نے والدین سے کریماء سعدیؒ پڑھ رکھا تھا۔ یہاں درسی ترتیب کے باعث نہ صرف دوبارہ پڑھنا شروع کیا بلکہ فارغ وقت میں تختی پر لکھنا شروع کر دیا چند ہفتوں کی مشقت کے بعد اللہ کریم نے برکت ڈالی تو مجھے تھوڑا تھوڑا لکھنا آ گیا۔

زندگی میں پہلا خط

لہٰذا زندگی میں پہلا خط والدین کے نام لکھا تو تاریخ لکھنا نہیں آتا تھا۔ ایک سینئر طالب علم مولانا محمد صدیق صاحب سے پوچھا تو انہوں ایسے انداز سے سمجھایا کہ زندگی بھر یاد رہا لہٰذا اس خط پر اس طرح تاریخ لکھی 06 - 06 - 1966۔ بہت عرصہ تک یہ خط والدین نے محفوظ رکھا مگر اب جبکہ والدین ہی رخصت ہو گئے تو خط کہاں ملتا۔

وہی خط کہ جس پہ جگہ جگہ دو مہکتے ہونٹوں کے چاند تھے
کسی بھولے بسرے سے طاق پر تہ گرد ہو گا دبا ہوا

بشیر بدر

Marfat.com

08 : حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحبؒ

1966ء میں جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی میں داخل ہوا تو جامعہ کے بانی و مہتمم یادگار سلف محدث العصر حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ماہ تمام کی طرح نور فگن تھے۔ آپ نے 1941ء میں جبکہ ابھی اپنی تعلیم بھی مکمل نہ تھی تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز فرمایا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد ایک تین منزلہ اور کشادہ گوردوارہ آپ کی تحویل میں آ گیا جو درس گاہ اور دارالاقامہ کے طور پر اب تک استعمال ہوتا ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ اپنی رہائش کے اگلے حصے میں بیٹھ کر صبح سے شام تک درس حدیث دیتے۔

چند ماہ بعد والد صاحبؒ مجھے دیکھنے کیلئے تشریف لائے جس دوران آپ نے پہلی بار حضرت شاہ جیؒ سے ملاقات کی تو آپ کی شخصیت سے بے حد متاثر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ میرے بیٹے کو میرے سامنے بیعت فرمالیں تاکہ میں اطمینان سے رخصت ہوسکوں۔ اگرچہ طلبہ کو دوران تعلیم بیعت فرمانا آپ کا معمول نہ تھا اس کے باوجود مجھے باقاعدہ اپنی بیعت میں قبول فرماتے ہوئے بہت دعائیں دیں لہٰذا شرف بیعت تو حاصل ہو گیا مگر ابتدائی کتب کا طالبعلم ہونے کی وجہ سے باضابطہ شرف تلمذ حاصل نہ کر سکا۔

حضرت پیدائشی نابینا ہونے کے باوجود صبح سے شام تک اکیلے دورۂ حدیث کی تمام کتب پڑھاتے تھے اور شرف بیعت کے بعد میں اکثر ظہر یا عصر کے بعد خاموشی سے حدیث کی کلاس میں جا کر بیٹھ جاتا مگر آپ کو علم ہو جاتا کہ میں آ گیا ہوں لہٰذا کبھی کبھی مجھے قریب بھی بلا لیتے اگرچہ حدیث کی سمجھ نہیں تھی مگر حضرت کے انداز تقریر اور جاہ و جلال سے بہت محظوظ ہوتا اس وقت بیالیس سال کے طویل عرصے کو تصور نے پھر لمحہ موجود بنا دیا ہے:

اک عجیب ٹھنڈک ہے اس کے نرم لہجے میں
لفظ لفظ شبنم ہے بات بات پیاری ہے

منظر بھوپالی

حضرت مائی صاحبہ بہت باوقار اور قرون اولیٰ کے طرز کی مہربان خاتون تھیں بھکھی سے پیادہ چار میل کے فاصلے پر مانگٹ میں آپ کے میکے تھے چند بار میکے جاتے ہوئے مجھے ساتھ لے گئیں جسے میں اپنے لئے بہت بڑا اعزاز تصور کرتا ہوں۔ حضرتؒ کی ایک صاحبزادی زہرا بتول اپنے والدین کی طرح مجسمہ اخلاق تھیں مگر طبیعت اکثر ناساز رہتی دم تحریر 05/02/2010ء حضرت کے صاحبزادہ مولانا سید عرفان مشہدی صاحب دامت برکاتہم حال بریڈفورڈ سے ٹیلیفون

Marfat.com

پر بات ہوئی تو میں نے چند یادیں تازہ کیں ۔ یہ معلوم کر کے کہ صاحبزادی زہرا بتول اسی بچپن کی علالت کے باعث مکمل طور پر معذور ہو چکی ہیں بہت صدمہ ہوا۔

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْھَا بِاَسْمَاعِھَا وَ اَبْصَارِھَا وَ قُوَّاتِھَا مَا دَامَ اَحْیَیْتَھَا (اَللّٰھُمَّ) " أَ سْئَلُکَ بِا سْمِکَ الْاَ عْلٰی لْاَ عَزِّ الْاَ جَلِّ الْاَکْرَمْ "

بھکھی کیلئے گھر سے رخصت کے وقت پہلی دفعہ والد صاحب نے کسی طرح مجھے ایک جوڑی جوتے مہیا کر دیئے علاوہ ازیں پرانے شلوار قمیص اور ایک رومال کے علاوہ کوئی چیز میرے پاس نہ تھی جبکہ جوتے اتنے تنگ تھے کہ پاؤں زخم زخم ہو گئے ۔لہٰذا اکثر ننگے پاؤں سفر کرتا تھا مگر ایک روز میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی تو میں سیدھا بیوی بھاگے کے مزار پر جا پہنچا دیکھا تو سرسوں کے تیل سے کئی چراغ لبالب بھرے پڑے ہیں مائی صاحبہ کی روح سے معذرت کرتے ہوئے چند چراغ اٹھا کر میں نے ایک ایک کر کے دونوں جوتے بھر لیے جس کے بعد پہننے تو تھوڑی دور چلنے کے بعد آسانی محسوس ہونے لگی اور چند روز میں یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

جبکہ شدید گرمی کے موسم میں بغیر دھوئے دن رات ایک ہی جوڑا پہنے پہنے اس کثرت سے جوئیں پیدا ہو گئی تھیں کہ سونا تو درکنار جینا محال ہو گیا۔ چنانچہ بہت سوچ بچار کے بعد ایک روز میں جامعہ کی چھت پر چلا گیا جہاں ایک کونے میں چھپ کر کپڑے اتار کر دھوپ میں ڈالے تو دوڑتی بھاگتی جوئیں دیکھ کر مبہوت رہ گیا مگر تھوڑی دیر میں جب ان سب کا خاتمہ ہو چکا تو کپڑے جھاڑ کر پہنتے ہوئے محسوس ہوا کہ میں نے آگ سے لوہا نکال کر پہن لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش میں ثابت قدمی بخشی تو اسی دوران ایک مقامی مالدار و بے اولاد خاتون نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ کسی نادار طالبعلم کو انہیں بیٹے کے طور پر اپنانے کی اجازت دیدی جائے جس کی تعلیم کے دوران وہ اس کی کفالت کریں گی ۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مستقل طور پر یہ نہیں ہو سکتا چوں کہ اس طرح تعلیم کا ہرج ہوتا ہے البتہ کشمیر کے مہاجر ایک لڑکے کو لیجا کر گھر دکھا دو جو فارغ وقت میں آپ کے پاس آ جایا کرے اور اس کی ضروریات کا خیال رکھو اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عطا فرمائیں گے ۔ مجھے بلا کر مائی صاحبہ سے ملایا اور تفصیل بتائی تو میں نے انعام الٰہی تصور کرتے ہوئے ہاں کر دی مگر شاہ جی رحمۃ اللہ نے فرمایا: ''ایک بات یاد رکھنا کہ وقت ضائع نہ ہو'' اور مائی صاحبہ سے بھی فرمایا کہ وہ میری تعلیمی مصروفیات کو ملحوظ رکھیں لہٰذا میں کسی فارغ وقت میں مائی صاحبہ کے گھر چلا جاتا ۔ان کے پاس بیٹھتا اور کھانا کھا کر خوشی خوشی جامعہ آ جاتا۔

مائی صاحبہ بہت بارعب قسم کی چوہدرانی تھیں ۔کبھی کبھی اپنے ساتھ اپنی زمین پر لے جاتیں جہاں ایک آدھ نوکر اور بابا چوہدری کو جھاڑ پلا کر واپس آ جاتیں جس سے مجھے اندازہ تھا کہ اگر میری کوئی شکایت ملی تو خیر نہ ہوگی اور الحمد للہ بھکھی سے گوجرانوالہ منتقل ہونے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

1990ء کی دہائی میں میں پاکستان گیا اس دوران ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور محترم پروفیسر حافظ

Marfat.com

محمد سراج صاحب کی رفاقت میں جہاں حضرت استاذ الاساتذہ مولانا ولی اللہ انہیؒ شریف کی لحد مبارک کی زیارت سے بھی مشرف ہوا واپسی پر ہم جب بھکھی سے گذر رہے تھے تو محترم پروفیسر صاحب نے آپ کے مزار شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت شاہ جیؒ یہاں محوخواب ہیں میں نے ڈرائیور سے گاڑی روکنے کیلئے کہا مگر کافی اندھیرا چھا جانے کے باعث اس نے خطرے کا عذر کیا تو گاڑی میں بیٹھے بیٹھے دعا و سلام عرض کر کے نکل آئے۔

عدم حاضری کے باعث صدمے سے نڈھال جب رات کو سویا تو خواب میں حضرتؒ کی زیارت ہوئی آپ نے خود مزار شریف کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہونے کی اجازت فرمائی اور خود بتایا کہ یہ میرا مزار ہے جی بھر کے دیکھو میں نے غور سے دیکھا تو آپ کی بینائی بحال ہو چکی تھی اور آپ نے بغیر کسی سہارے کے ایک کونے سے دوسرے تک چلتے ہوئے زیارت کرائی اور رخصت کرتے ہوئے اندر سے دروازہ بند کر لیا جس کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا کہ بغیر اجازت اور ملاقات کے میرا بھکھی شریف سے گوجرانوالہ آجانا آپ کی شفقت کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔

وَ یَا رَبِّ جَدِّ دْ کُلَّمَا هَبَّتِ الصَّبَا

سَلَامِیْ عَلَی ذَاکِ الْحَبِیْبِ الْمُوَدِّعِ

بهاء الدين زهيرؒ

09 : حضرت الاستاذ مولانا محمد نواز صاحب

حضرت الاستاذ مولانا محمد نواز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جامعہ کے صدر مدرس اور انتہائی حلیم و کریم شخصیت کے مالک تھے۔ آپ دار الاقامہ کے متصل ایک حجرہ نما گھر میں مقیم تھے جب آپ کی اہلیہ محترمہ کو معلوم ہوا کہ میں حضرت مائی صاحبہ کے ساتھ مانگٹ گیا ہوں تو آپ نے مجھے گھر بلا لیا۔ آپ نے ایک بھینس بھی پال رکھی تھی مائی صاحبہ مجھے لسی پلایا کرتیں آپ کی صاحبزادیاں بی بی زاہدہ اور بی بی عابدہ بھی کم عمر تھیں لہٰذا میں کبھی کبھی دکان سے آپ کیلئے ساگ سبزی لے آیا کرتا۔ بی بی زاہدہ مجھے جب کبھی ویر کہہ کر پکارتیں یا مائی صاحبہ بیٹا کہہ دیتیں تو مجھے ایک روحانی ماں مل جانے کا احساس ہوتا۔

حضرت الاستاذ مولانا محمد نواز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح جامی پڑھانے میں بڑی شہرت تھی۔ جب آپ مسند درس پر تشریف فرما ہوتے تو جامعہ کے در و دیوار گونجتے۔ شرح جامی کا درس تو بیشک میری سمجھ سے بالاتر تھا مگر انداز ایسا تھا کہ موقعہ ملتے ہی فاصلے پر بیٹھ کر سنتا تو بہت محظوظ ہوتا۔ بعد میں آپ شفقت کے ساتھ کبھی کبھی کلاس میں بلا لیتے مگر حضرت بوجہ غلبہ حیا عوامی جلسے میں نہیں بول سکتے تھے۔ ان دنوں یہاں مشہور تھا کہ آپ حضرت شاہ جی رحمہما اللہ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے تو حضرت نے آپ سے فرمایا کہ حاضرین کو نماز جنازہ کی ترکیب تعلیم فرما دیں آپ نے جب بیان شروع کیا تو بھول گئے۔

مجھے برادر مولانا عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ نے بتایا تھا کہ حضرت آخری عمر میں آنکھ میں موتیا اترنے سے کافی

Marfat.com

تکلیف میں تھے۔اسی دوران اللہ تعالیٰ نے حرمین کی حاضری نصیب فرمائی۔اس دوران روضہ طیبہ پر سلام کیلئے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کے توسل سے دعا فرمائی: ''اے اللہ کریم آپ نے جو علم پڑھانے کی ذمہ داری مجھے سونپی تھی اس سے معذور ہوتا جارہا ہوں مجھے زندگی میں اس سعادت سے محروم نہ فرما''۔اس دعا کے بعد مدینہ طیبہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے جہاں بچے گلی ڈنڈا قسم کا کوئی کھیل رہے تھے کہ اچانک گلی آنکھ میں آ لگی جسے ملنے کے بعد آپ نے کھولی تو بالکل تندرست تھی۔

10 : حضرت استاذ حافظ نذیر احمد

حضرت استاذ مولانا حافظ نذیر احمد صاحب جامعہ محمدیہ میں نہ صرف قانونچہ کھووالی کے جید حافظ تھے بلکہ طلبہ کو بھی حفظ کرایا کرتے۔عشاء کے بعد جامعہ کی مسجد کے باہر کھلے میدان میں چارپائی ڈال کر بیٹھ جاتے جہاں لڑکے باقاعدہ نماز کی طرح صف باندھتے اور باری باری آگے کھڑے ہوکر قرآن کریم کی طرز پر قانونچے کا شبینہ سناتے تو سماں بندھ جاتا۔حضرت بہت بارعب شخصیت کے مالک تھے آپ کے مسلک میں قانونچے میں غلطی ناقابل معافی جرم تھا اسی طرح فروعی وسیاسی مسائل میں اختلاف رائے کے قائل نہ تھے اور اس دور کا یہی بڑا المیہ تھا۔

11: حضرت استاذ حافظ کریم بخش

حضرت استاذ حافظ کریم بخش صاحب دامت برکاتہم کے پاس گلستان سعدیؒ کے علاوہ بھی ایک آدھ سبق تھا آپ بہت نفیس الطبع اور اسم بامسمیٰ شخصیت کے مالک تھے۔ہر روز صبح اسباق شروع ہونے سے پہلے تمام طلبہ قطار میں کھڑے ہوکر حضرت استاذ صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ قصیدہ بردہ شریف:

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

امام بوصیریؒ

پڑھتے تو ماحول معطر ہوجاتا میرے لئے یہ ایک ایسی نعمت تھی کہ اس نے زندگی کی تمام تلخیاں بھلادیں ابتک میرے کانوں میں آواز گونجتی اور لذت محسوس ہوتی ہے:

سبھی اچھے تھے ترے شہر کے ارباب کرم
ہاں مگر ان میں سے دوچار بہت یاد آئے

اعتبار ساجد

12 : حضرت استاذ حافظ محمد عارف

منڈی بہاءالدین کے مضافات میں شمالی محلّہ مشہور ہے جس کے درمیان میں جامع مسجد شمالی واقع ہے اور اس

Marfat.com

کے اندر ایک چھوٹا سا مدرسہ تو استاذ محمد عارف صاحب کے اہتمام میں قائم تھا مگر یہاں تعلیم کا معقول انتظام نہ ہونے کے باعث طلبہ ادھر کا رخ نہیں کرتے تھے۔ حضرت جامعہ محمدیہ بھکھی میں زیر تعلیم رہ چکے تھے اس تعلق کی بنیاد پر حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ بالکل ابتدائی کتب کے کچھ طلبہ ان کے پاس بھیج دیئے جائیں جہاں وہ ان کی تعلیم وغیرہ کا معقول انتظام کریں گے۔ چوں کہ میں ابھی یہاں بالکل نووارد تھا لہٰذا ہماری بہتری کی نیت سے میرے سمیت دو تین طلبہ ان کے ساتھ بھیج دیئے گئے۔

ہم کو دل نے نہیں حالات نے مجبور کیا
دھوپ میں دور سے ہر شخص شجر لگتا ہے

عباس تابش

یہاں پہنچتے ہی احساس ہوا کہ ہم دھوپ سے اٹھ کر تنور میں آ گئے ہیں چوں کہ حضرت نے چند بھینسیں بھی پال رکھی تھیں لہٰذا تعلیم کیلئے نہیں بلکہ بھینسوں کے چارے کیلئے چند لڑکوں کی ضرورت تھی۔ میں نے دوسرے روز واپس بھاگ جانے کا پروگرام ترتیب دیا مگر واپسی کا کرایہ میسر نہ تھا جبکہ پیادہ سفر کرنے سے ڈر لگتا تھا لہٰذا مناسب وقت کے انتظار میں دن کو تو خاموش رہتا مگر رات کو سونے کے بجائے جی بھر کے روتا کیوں کہ اب تک کے حالات ایسے تھے کہ

ہر حادثہ حیات کی روداد بن گیا
دنیائے حادثات میں مدت گزر گئی

ساغر صدیقی

اس وقت یہاں کے تعلیمی نصاب میں حفظ کے علاوہ ''درود تاج'' اور اس طرح کے چند رسالے تھے یہاں ایک ادھیڑ عمر آدمی بھی مسجد میں مقیم تھا جس کی اصل ذمہ داری حضرت استاذ کی بھینسوں اور جواں سال گدھی کی دیکھ بھال کے علاوہ نووارد طلبہ کو چارا کاٹنے کے اور دیگر آداب کی تعلیم دینا تھا مگر ان کی مشکل یہ تھی کہ طلبہ کیلئے مقرر کھانے میں سے ان کا حصہ شکم پری کیلئے کافی نہیں ہوتا تھا وہ سارا دن اسی سوچ میں گزار دیتے، اسی سوچ بچار میں ایک روز محلے کی دوسری جانب شیعہ حضرات کی عبادت گاہ میں جا پہنچے وہاں کسی پروگرام کی وجہ سے بہت سے کھانے وافر مقدار میں تیار تھے۔ انہوں نے نووارد کی فراخ دلی سے تواضع کی تو وہیں شیعہ ہونے کا اعلان کر کے دوسرے روز مسجد سے اپنا سامان اٹھانے کیلئے آ گئے انہیں چوں کہ میری پریشانی اور بے بسی کا علم تھا لہٰذا مجھے بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی مگر میں نے حقارت سے ٹھکرا دی۔

کسی قریبی گاؤں کے ایک ساتھی حافظ محمد حنیف چند پارے حفظ کر چکے تھے جب وہ بلند آواز میں منزل پڑھتے

Marfat.com

تو محلے کی ایک ہم عمر لڑکی مسجد کی کھڑکی کے نیچے کان لگا کر سنتی رہتی اور اگر کبھی تلاوت کا ناغہ ہوتا تو ہرنی کی طرح چوکڑیاں بھرتی مسجد کے صحن میں آجاتی اور قرآن سنانے کی فرمائش کرتی تو حافظ محمد حنیف ڈر کے مارے سہم جاتے۔ چند دنوں میں جب ان سے میری دوستی ہوگئی تو کہنے لگے: ''یہ لڑکی مجھے مروا دے گی میں اس سے بات نہیں کر سکتا تم اسے سمجھاؤ کہ اگر زیادہ تنگ کیا تو میں بھاگ جاؤں گا''۔

میں نے جب لڑکی سے بات کی تو کہنے لگی: ''یہ بزدل اور بدنصیب ہے مگر مجھے طالبعلم قرآن کریم کی تلاوت کے علاوہ مسواک کرنے کے باعث بہت اچھے لگتے ہیں لہٰذا تم مجھے قرآن سنایا کرو''۔ میں نے چونکہ سورہ بقر حفظ کر رکھی تھی لہٰذا ایک مخصوص جگہ بیٹھ کر بلند آواز میں تلاوت کرتا تو وہ کھڑکی کے باہر سن کر خوشی سے چلی جایا کرتی۔ اس طرح اس کا مسجد میں آنا کم ہوگیا۔ یہاں میں نے چند رکوع کے علاوہ ''درود تاج'' چند ہفتوں میں یاد کر لیا تھا۔ ایک روز میں ایک ساتھی کو آنکھیں بند کیے بہت بلند آواز میں درود تاج سنا رہا تھا:

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِ نَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَ الْمِعْرَاجِ وَ الْبُرَاقِ وَ الْعَلَمِ () دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْأَلَمِ () اِسْمُهٗ مَكْتُوْبٌ مَرْفُوْعٌ مَشْفُوْعٌ مَنْقُوْشٌ فِي اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ()

جب میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ لڑکی میرے سامنے کھڑی ہے اور جلدی سے اٹھنی میری جیب میں ڈالتے ہوئے پیشانی پر ایک بوسہ بھی ثبت کر گئی۔ میں نے اٹھنی حاصل ہوتے ہی دوسرے روز صبح واپس بھکھی شریف کا ارادہ کیا تو بڑی بے چینی میں رات گزری دوسرے روز ظہر کے بعد جب لڑکے چارا کاٹنے کیلئے نکلے تو میں بھی ساتھ تھا مگر راستے میں بہانا کر کے ایسا بھاگا کہ منڈی بہاؤالدین تانگہ سٹینڈ پر آ پہنچا اور بھکھی پہنچنے تک مجھ پر دہشت طاری رہی۔ میں نے اپنی زندگی میں اس لڑکی کو بہت دعائیں دی ہیں اللہ کریم اسے دارین کی سعادتیں عطا فرمائے۔

جامعہ محمدیہ سے جامعہ عربیہ تک

بنگلہ چیچیاں

بھکھی سے جب پہلی بار سالانہ تعطیلات پر واپس گھر آئے تو علاقہ کھڑی چیچیاں کے قریب نہر کے کنارے ایک سرکاری بنگلہ کی بہت بڑی عمارت میں ہمارے خاندان کے چند ڈیرے پناہ گزیں تھے۔ حضرت استاذ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ڈیرہ بھی اُدھر ہی تھا لہٰذا وہ بھی تشریف لے آئے آپ کی اہلیہ میرے چھوٹے تایا کی بیٹی ہیں جنہیں میں نے بہت خلوص اور ہمدردی سے بتایا کہ باقی تو سب ٹھیک ہے مگر بھائی صاحب (حضرت استاذ قاضی صاحبؒ) وہابی ہو چکے ہیں اور شاید کہ آپ کے علم میں نہیں؟

اس کے بعد میں نے وہابیت کی چند خرابیوں کا ذکر بھی کیا کہ یہ لوگ حضور ﷺ کے منکر ہوتے ہیں

Marfat.com

۔کوا کھانا ان کی مرغوب غذا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح ایک سیدھی سادی خاتون پریشان ہوگئیں۔ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کے دوسرے مقام پر ہونے کے باعث مل تو نہ سکا مگر ان کیلئے بھی بہت پریشان تھا کہ وہ بھی گئے۔

حضرت استاذ قاضی محمد عبداللہؒ سے دوسری ملاقات

میں نے حضرت کے تذکرے میں آپ سے پہلی ملاقات کا ذکر کیا ہے جس کے بعد دوسری ملاقات کا پس منظر یہ ہے کہ مجھ سے وہابیت کی تفصیل سننے کے بعد بہن نے کہیں اپنی اور میری پریشانی کا ذکر کیا تو دوسرے روز حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلوایا مگر مجھے تو دوسرے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اور مولانا محمد بشیر ریاستی (مصطفوی) نے نصیحت کر رکھی تھی کہ میں تعطیلات کے دوران ان سے فاصلہ رکھوں لہٰذا میں نے ملنے سے گریز کیا۔

مگر بہن نے آکر والدہ سے گلہ کر دیا کہ رشتہ داری میں اشرف کا رویہ نامناسب بات ہے۔ والد صاحب کو علم ہوا تو مجھے جھڑک دیا اس کے بعد میں خدمت میں حاضر ہوا اور پہلی بار قریب بیٹھنے اور بات کرنے کا اتفاق ہوا۔ بہرحال پہلے تو مجھ سے بھکھی شریف کے پورے حالات دریافت فرمائے اس کے بعد فرمایا: ''باقی تو سب ٹھیک ہے مگر اس ابتدائی تعلیمی سال کے دوران تمہاری اس قدر نفرت انگیز گفتگو سے مجھے صدمہ پہنچا ہے۔ طلبہ کو اس طرح کی گفتگو زیب نہیں دیتی پہلے علم پڑھو اس کے بعد جو مرضی کرنا اگر تم نے دین پڑھنا ہے تو اس طرح کی سرگرمیوں سے دور رہو اور اگر میرا حق تسلیم کرو تو میرا ایک مشورہ قبول کر لو''۔ اب مجھے اپنی فتح کے بجائے حماقت پر افسوس ہوا مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا پھر فرمایا: ''جہاں چاہے پڑھو مگر اس قسم کی نفرت انگیز سرگرمیوں سے دور رہو اور اگر ہو سکے تو تہجد پڑھنے اور دعا کرنے کا اہتمام کرو میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں''۔

اس کے بعد میرا اور حضرت قاضی صاحب کا آمنا سامنا اگر ہوا بھی تو میں کترا جاتا مگر مولوی عبدالکریم جو حضرت کے چھوٹے چچا کے بیٹے اور یتیم تھے چھٹیاں ختم ہونے کے بعد انہیں اپنے ساتھ گوجرانوالہ لے گئے۔

تعطیلات کے بعد جب میں واپس بھکھی گیا تو برادر مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بھانجے مولوی عبدالکریم کا گوجرانوالہ لیجانا اور مجھے سمجھانا نہ صرف بہت ناگوار گزرا بلکہ میری حیثیت بھی مشکوک ہوگئی لہٰذا مجھے پہلی بار معلوم ہوا کہ دراصل حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ پہلے وہابی تھے اب عرصہ سے مودودی مذہب اختیار کر چکے ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح کا ایک نیا مذہب ہے۔

میں نے پہلی بار مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا مودودی کا نام سنا تو پریشان ہوگیا اور یہ کہ اگر پہلے علم ہوتا تو میں میر پور اس موضوع پر بھی بات کرتا اب پاکستان میں آکر اپنے خاندان کے چند افراد کے وہابی مودودی ہو جانے کا غم مجھے اندر اندر ہی کھانے لگا۔ خصوصاً ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کیلئے بہت فکر مند ہوا اور دل ہی دل میں منصوبہ بندی کرتا رہتا کہ جب میں جوان ہوا اور مودودی تک پہنچ سکا تو انشاءاللہ اس کا کام تمام کر دوں گا تاکہ خاندان کے افراد گمراہ ہونے کا کچھ نہ

Marfat.com

کچھ بدلہ چکا سکوں۔

ابھی تک معلوم نہ تھا کہ تہجد کیا ہوتے ہیں لہٰذا بڑی معصومیت سے اپنے مرشد حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ مجھے تہجد تعلیم فرمائیں اور اجازت بھی آپ کو میرے اس سوال پر خوشی ہوئی چنانچہ آپ نے دونوں درخواستیں قبول فرمالیں۔ اسی دوران غالباً عیدالاضحیٰ پر گھر جانا ہوا تو حضرت الاستاذ قاضی صاحب اور مولوی عبدالکریم بھی آئے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب اور میں نے تبادلہ خیال کیا تو انہوں نے مجھے بہت کچھ سمجھا کر گوجرانوالہ آنے کی دعوت دی جبکہ میں نے انہیں واپس بھکھی چلنے کو کہا۔

یارسول اللہ دے مچھی

اسی دوران میں اور مولوی عبدالکریم صاحب ایک روز چیچیاں نہر پر مچھلیاں پکڑنے گئے تو کریاں لگائیں۔ میں نے بیٹھتے ہی کہا: ''یارسول اللہ دے مچھی''اور فوراً مچھلی آجاتی وہ کہتے ''یا اللہ دے مچھی''اور مچھلی ندارد۔ دن بھر کی روداد حضرت الاستاذ قاضی صاحب تک پہنچی تو بلا کر فرمایا: ''میرے عزیز تم نے بہت غلط روش اختیار کررکھی ہے میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں اور ایک بار پھر مشورہ دیتا ہوں کہ تہجد پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو تاکہ وہ تمہاری راہ نمائی فرمائے''۔

اب جب میں واپس بھکھی گیا تو سب سے پہلے ضد میں آکر ساتھیوں کے مشورہ سے نام میں تبدیلی کی اور غلام غلامان مصطفیٰ عبد المصطفیٰ محمد اشرف صدیقی نام اختیار کیا اور سینئر دوستوں سے درخواست کی کہ وہ مجھے وہابی اور مودودی مذہب کے بارے میں معلومات فراہم کریں تاکہ اب کی بار جب چھٹی جاؤں تو ان رشتہ داروں کے ساتھ بات کرسکوں۔ چنانچہ ساتھیوں نے جو معلومات فراہم کیں ان میں سب سے بڑی بات تھی۔ گستاخ رسول ہونا اور یہ کہ مودودی نے خود مجدد ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ مجھے یہ تو معلوم نہ تھا کہ مجدد کس چیز کا نام ہے البتہ ایسا محسوس ہوا کہ یہ کوئی بہت بڑا فتنہ ہے اور یہ کہ مودودی نے جماعت اسلامی کے نام سے ایک جماعت بھی بنا رکھی ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

جماعت اسلامی

جب میں نے جماعت اسلامی کا نام سنا تو یاد آیا کہ ہم لوگ جب ہجرت کر کے میر پور پہنچے ہیں تو اس نام کی کسی جماعت نے ہماری بہت مدد کی تھی اور سب سے بڑا احسان یہ کہ اس نے کمبل اور رضائیاں مہیا کی تھیں مگر کون بتاتا کہ یہ وہی جماعت اسلامی ہے۔ اب اس کشمکش میں سرگرداں تھا کہ ساتھیوں نے ایک رسالہ مجھے پڑھنے کیلئے دیا نام تو یاد نہیں البتہ اس میں ''وہابی عقیدہ نمبر 1،2،3۔۔۔۔۔ اور مودودی عقیدہ نمبر 1،2،3۔۔۔۔۔'' کی ترتیب سے بیشمار مکاذیب و مناکیر اور افتراآت درج تھے جسے پڑھ کر ہم طلبہ اس پر تبصرہ کیا کرتے۔ ایک عقیدہ نمبر کی تفصیل اس وقت میرے ذہن میں محفوظ ہے: ''وہابیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی کا عقیدہ ہے کہ ایک بچہ جو اپنے عضو تناسل سمیت نو ماہ ماں کے پیٹ میں

Marfat.com

رہتا ہے اگر ولادت کے بعد اپنا عضو تناسل ماں کی فرج میں داخل کر دے تو اس میں کوئی گناہ نہیں"۔

مجھے یاد آیا کہ میری والدہ بہشتی زیور سے طہارت کے مسائل پڑھ کر گاؤں کی عورتوں کو سنایا کرتی تھیں اور زندگی میں قرآن کے بعد یہ پہلی کتاب تھی جس سے متعارف ہوا اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے عالم ہیں جن کا نام مجھے یاد تھا اور والدہ کے پڑھ کر عورتوں کو سنائے چند ایک مسائل بھی یاد تھے تو میں نے تسلی کیلئے دریافت کیا کہ یہ وہی اشرف علی تھانوی ہیں، بہشتی زیور جن کی کتاب ہے، تصدیق ہونے پر میرے دل نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ بہشتی زیور کتاب لکھنے والا عالم اس طرح کا بے دین اور گمراہ ہوسکتا ہے اور مصیبت زدہ لوگوں کی اتنی مدد کرنے والی جماعت اسلامی کے لوگ اس قسم کے گندے عقائد کے مالک ہوسکتے ہیں۔

اس ذہنی کشمکش اور اضطراب کے عالم میں صرف ایک بات کا فیصلہ کر سکا اور وہ یہ کہ میں نے باقاعدگی سے تہجد شروع کر دیئے جس کے چند روز بعد میری قلبی کیفیت تبدیل ہونا شروع ہوگئی۔ میں جب آدھی رات کے بعد نماز کیلئے کھڑا ہوتا تو روتے روتے ہچکی بندھ جاتی: "یا اللہ اگر گوجرانوالہ والے رشتہ دار گمراہ ہوگئے ہیں تو انہیں بچالے یا میری رہنمائی فرما"۔

ادھر برادر مولانا عبدالرحیم مرحوم نے لڑکوں سے کہا کہ وہ میری نگرانی رکھیں کہ میں کہیں بھاگ نہ جاؤں۔ اسی کشمکش کے دوران میں نے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ اگر میں گوجرانوالہ آنے کا فیصلہ کرلوں تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ حضرت الاستاذ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جواب لکھا کہ میں اگر آزادی سے یہ فیصلہ کر پاؤں تو ان کے دوست حافظ محمد سراج ساکن گڑھا منڈی بہاؤالدین کے پاس پہنچ جاؤں وہ انتظام کر دیں گے۔

مگر یہ خط مجھ تک پہنچنے سے پہلے کئی ہاتھوں سے گزر چکا تھا اور اس کے مندرجات کا جب سب کو علم ہوگیا تو انہوں نے مجھے حقارت سے دیکھنا شروع کر دیا۔ میرے ایک دوست محمد ریاض کے زیر تعلیم دوسرے چچا زاد مولوی عبد العزیز نے اس پر پابندی عاید کر دی کہ وہ مجھ سے بات نہ کریں۔ یہ بہت ناقابل برداشت صورت حال تھی مگر محمد ریاض نے یہ پابندی قبول کرنے سے انکار کر دیا لہٰذا مولوی عبدالعزیز نے ہم دونوں کی حضرت الاستاذ حافظ نذیر احمد صاحب جو جامعہ کے سخت گیر استاذ تھے کے پاس شکایت کر دی کہ اشرف وہابی ہو چکا ہے اور میرے بھائی کو بھی گمراہ کر رہا ہے جس کے بعد حضرت نے ہماری کوئی بات سنے بغیر دونوں کو سخت سزا دی۔

تنگ آمد بجنگ آمد

جس کے بعد محمد ریاض نے تو تعلیم ختم کر کے میر پور واپسی کا ارادہ کرلیا اور میں تہجد کے نتائج کا منتظر تھا مگر ہم دونوں نے مولوی عبدالعزیز کا حساب چکتا کرنے کا فیصلہ کرلیا اور موقعہ کی تلاش میں بھی تھے اور اس فکر میں بھی کہ چیونٹی اور ہاتھی کا مقابلہ ہے۔ بالآخر ایک منصوبہ کے تحت جامع کے ایک کونے میں مدرسہ کی دکان جو مدرسہ کی طرف سے ان کے زیر انتظام چلتی تھی کا انتخاب کیا۔ حضرت جب عصر کے بعد کرسی پر براجمان ہوئے تو ہم نے باہر سے کنڈی لگادی۔ ایک بڑے

Marfat.com

بانس کا پہلے سے انتظام تھا اس طرح جب ہم کھڑکی کی سلاخوں میں سے گزار کر پورے زور سے مارتے تو ایسے لگتا کہ جیسے کسی ہاتھی کو باندھ کر اس پر بھڑیں چھوڑ دی گئی ہوں۔

بہر حال جب ہمارا جی بھر گیا اور اس نے اقرار کر لیا کہ آئندہ شکایت نہیں کرے گا تو اس پر تھوک کر کنڈی کھول دی مگر مولوی عبدالعزیز کے جسم پر گہرے زخموں نے پول کھول دیا اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ مگر اب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ سب کا احترام دل سے نکل چکا تھا لہٰذا کرایہ میسر ہوتے ہی بھاگ آنے کا پروگرام تھا جس کے تحت میں نے بیوی بھاگے کے مزار سے گندم اٹھا کر فروخت کر کے منڈی بہاؤالدین کا کرایہ بنا لیا اور آخری بار کے تہجد پڑھنے کی نیت کر کے رو رو کر دعا کرتے ہوئے سو گیا۔

ایک خواب

میں نے دیکھا کہ ہمارے کچھ ساتھی مردار کھا رہے ہیں اور مجھے بھی زبردستی کھلانا چاہتے ہیں اتنے میں حضرت الاستاذ قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے ہیں اور یہ سب لوگ بھاگ نکلتے ہیں جب کہ مجھے بازو سے پکڑ کر ایک بزرگ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ دوسرے روز ہم تمام طلبہ بشمول ان کے جنہیں خواب میں دیکھا تھا ایک دعوت میں شرکت کیلئے سڑک سے گزرنے لگے اتنے میں کٹھیالہ شیخاں کی طرف سے منڈی بہاؤالدین جانے والی بس آ کر رکی تو میں چھلانگ لگا کر اس میں سوار ہو کر گڑھا مضافات منڈی بہاؤالدین حافظ محمد سراج صاحب کے پاس پہنچ گیا۔

حافظ صاحب نے میری کہانی سن کر اپنی جیب سے کرایہ دیکر گوجرانوالہ کی بس پر بٹھا دیا اس طرح میں مدرسہ عربیہ قدیم بیرون کھیالی دروازہ گوجرنوالہ پہنچا تو سب سے مل کر مسرور ہوا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت استاذ قاضی صاحب نے مجھے حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ عصر کا وقت تھا حضرت الاستاذ ایک سبز سے رنگ کی دھوتی، سفید کرتا اور سفید ٹوپی پہنے تھے اور اب خواب والے بزرگ میرے سامنے تھے جبکہ میرے دل میں کچھ اس قسم کا درد تھا کہ بیان کرنے کیلئے الفاظ میسر نہ تھے بس شاید یہ سوچ رہا تھا کہ

ایسے ایسے صدمے جھیلے ہیں میں نے
خود کو زندہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے

نوٹ: اس پر فتن دور میں ہر گروہ میں کچھ ایسے لوگ موجود تھے جو پیٹ و شہرت کی خاطر کفر کے آلہ کار کے طور پر اپنے نظریاتی مخالفین کیخلاف اس طرح کی کتابیں لکھ کر پھیلایا کرتے تھے۔ آج اگر کوئی اس دور کا لٹریچر دیکھے گا تو اسے ایسا محسوس ہوگا کہ جیسے کسی تبخیر معدہ کے مریض نے مردار کھا کر قے کر دی ہو آج کے دور میں اگرچہ وہ تلخی نہیں رہی اس کے باوجود بعض لوگ کفر کی خدمت کرنے کو سعادت تصور کرتے ہیں۔

حال ہی میں مولانا علامہ حافظ منیر احمد صابر الازہری دامت برکاتہم کے توسط سے ایک کتاب "جسٹس محمد کرم

Marfat.com

شاہ صاحب کے اہل سنت و جماعت سے اعتزالی نظریات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ مع اہم فتاویٰ، تالیف مولانا محمد ہارون الرشید، ناشر انجمن فکر رضا پاکستان'' کے مندرجات کا علم ہوا۔ اس کتاب کی رو سے معروف مفسر وجید عالم دین صاحب ضیاء القرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ بعض فروعی مسائل میں اپنی تحقیق کی بنیاد پر عمومی وعوامی رائے عامہ کے برعکس تحقیقی رائے رکھنے کے جرم میں نہ صرف اہل سنت و جماعت سے خارج ہو چکے ہیں بلکہ ایک صاحب نے اس سے آگے بڑھ کر تکفیر کا فتویٰ جاری کر دیا ہے۔

تاریخ داخلہ مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ

تاہم گوجرانوالہ پہنچ کر دوسرے روز مدرسہ عربیہ قدیم میں باقاعدہ داخل ہو گیا

داخلہ نمبر 871 بروز اتوار 21 جنوری 1968ء مطابق 20 شوال المکرم 1387ھ

دشمن کرے نہ ہوتی بات

مدرسہ عربیہ میں داخلہ ہو گیا، اسباق شروع ہوئے گویا عمر بھر کی بیقراری کو قرار آیا مگر چند روز گزرے تھے کہ بھکھی مدرسہ کے کچھ کشمیری طلبا نے حضرت استاذ قاضیؒ کے نام ایک خط لکھا کہ دراصل اشرف فلمیں دیکھنے کا عادی ہے اور یہاں شہر سے دوری کے باعث اس ذوق کی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی جبکہ مدرسہ عربیہ کے شہر میں واقع ہونے سے فلم بینی کا شوق بآسانی پورا ہو سکتا ہے اس لئے اس نے یہاں سے بھاگنے کا فیصلہ کیا ہے۔ باقی سب کچھ تو میں بھول چکا ہوں مگر یہ خط یاد کر کے کبھی کبھی بعض لوگوں کی اخلاقی حالت پر اب تک افسوس ہوتا ہے:

وہ ایک بات بہت تلخ کہی تھی اس نے
بات تو یاد نہیں، یاد ہے لہجہ اس کا

Marfat.com

13: حضرت مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ

لَمَّا انْتَسَبْتُ اِلَيْکَ صِرْتُ مُعَظَّمًا
وَعَلَوْتُ قَدْرًا دُوْنَ مَنْ لَّمْ يَنْسَبِ

صاحب العرف الشذی، بانی جامعہ عربیہ گوجرانوالہ سراج العلما حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ تلمیذ رشید رأس المحدثین الشیخ محمد انور شاہ کشمیری رحمہما اللہ تعالیٰ

حضرت استاذ رحمہ اللہ کا زمانہ عروج اس لحاظ سے تاریخ کا نازک ترین دور تھا کہ جب جماعتی اور فقہی وابستگیوں کے باعث بڑے بڑے متقی علما بھی محراب و منبر کے دائرے سے نکل کر تماش بینوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئے تھے اور بیشک خلوص دل سے سہی مگر مناظرہ و بیان بازی میں زبان پر عائد شرعی پابندیوں کو بھول چکے تھے۔ وقتی طور پر شائد سننے کی حد تک عوام الناس بہت محظوظ ہوئے ہوں یا ممکن ہے کہ بعض حضرات کو کچھ مالی منفعت یا شہرت ملی ہو لیکن اس افتراق نے امت کا شیرازہ بکھیر دیا جس کے نتیجے میں نہ صرف قوم بیشمار گروہوں میں تقسیم ہوگئی بلکہ ملک ہی دولخت ہوگیا۔ حضرت استاذ رحمہ اللہ کا شرف وطرۂ امتیاز یہ ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان سے سیاسی وابستگی اور مولانا مودودی رحمہ اللہ کے ساتھ عقیدت کے باوجود کبھی کسی مخالف کے بارے میں کوئی ایسا جملہ استعمال نہیں فرمایا جو اس کے سامنے نہ کہہ سکتے ہوں۔ اُس پرفتن دور میں اس قدر احتیاط میرے نزدیک حضرت استاذ رحمہ اللہ کی کرامت ہے لہٰذا کچھ واقعات سے حضرت رحمہ اللہ کی شخصیت کا سمجھنا آسان ہوگا۔

پیپلز پارٹی

ابتدا میں پیپلز پارٹی اور جمعیت علماء اسلام کے اتحاد نے اپنے سیاسی حریفوں کے خلاف بعض عجیب قسم کی حرکتیں کیں اور یہاں تک ہوا کہ ایک پنجابی فلم کے بڑے پوسٹر پر نیلو کے دھڑ پہ مولانا مودودیؒ کا سر لگا کر گوجرانوالہ میں پھرایا گیا مگر یہ غیر فطری اتحاد زیادہ عرصہ نہ چل سکا اور جب ٹوٹا تو پیپلز پارٹی کے جو کارکن کچھ مقامی علماء کو غوث، قطب، ابدال اور مجدد قرار دے چکے تھے انہوں نے ان حضرات کی اس سیاسی واجتہادی غلطی کا بہت برا بدلہ دیا۔ گوجرانوالہ میں ''مولوی پا وا ہائے ہائے'' مولوی فلاں ہائے ہائے کے نعرے جب بلند ہوتے اور نوجوان بھنگڑا ڈالتے تو عجیب طوفان بدتمیزی برپا ہوتا مگر الحمد للہ اس پرفتن دور میں بھی اہلیان گوجرانوالہ نے حضرت استاذ رحمہ اللہ کو انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے اس لئے کہ حضرت

Marfat.com

استاذ رحمہ اللہ نفرت سے بھرپور، مار دھاڑ اور گالی گلوچ کی سیاست پہ یقین نہیں رکھتے تھے اور نہ خود آپ نے کبھی فرقہ وارانہ سرگرمیوں میں حصہ لیا اور نہ کبھی کسی مخالف کی پگڑی اچھالی بلکہ طلبہ اور احباب کو بھی ہمیشہ میانہ روی کا سبق دیتے رہے۔

خطیب العصر مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم دیوبند میں دوران تعلیم جو عظیم شخصیات حضرت استاذ رحمہ اللہ کی ہم جماعت تھیں ان میں خطیب العصر مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ مرحوم نہ صرف حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رشتے میں بھانجے بلکہ جید عالم دین، تھانوی ورثہ کے امین اور ایسے خطیب تھے کہ شائد پھر قیامت تک کوئی ایسی جامع صفات شخصیت نہ پیدا ہو سکے۔

جامعہ عربیہ جدید کے افتتاح کے موقعہ پر حضرت استاذ رحمہ اللہ نے آپ کو خطاب کی دعوت دی اور آپ نے کراچی سے تشریف لانے کا وعدہ فرما لیا۔ ہم طلبہ گھڑیاں گنتے کہ کب اس عظیم خطیب کو قریب سے دیکھنے اور سننے کی سعادت حاصل ہو۔ جب اشتہار شائع ہوا تو کچھ بزرگوں نے نام نہاد بزم عثمانی کے نام سے بڑے بڑے اشتہارات لگا دیئے اور مہم چلائی کہ جلسہ ناکام بنا دیا جائے۔ حضرت استاذ رحمہ اللہ کا کردار تو ایسا تھا کہ بدترین دشمن بھی آپ کی شرافت، امانت و دیانت کے قائل تھے البتہ مولانا تھانویؒ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ الزام لگایا گیا کہ موصوف مودودی مذہب اختیار کر چکے ہیں لہٰذا آپ کا ان کے مدرسہ میں تقریر کرنا مودودی مذہب کو تقویت دینے کے مترادف ہوگا۔

ان حالات میں کوئی بھی ان کی اس زبان میں جواب دے سکتا تھا مگر حضرت استاذ رحمہ اللہ نے کسی کے بارے میں کوئی ایک جملہ کہے بغیر اپنا کام جاری رکھا اور جلسہ ہوا تو ایسا ہوا کہ گوجرانوالہ کے یادگار جلسوں میں سے ایک تھا جبکہ تقریر کے دوران حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت استاذ رحمہ اللہ کے کردار کی تحسین فرمائی۔ جامعہ میں تقریر کرنا اپنا اعزاز تصور فرمایا اور ان دوستوں کے رویے پہ اظہار افسوس کیا۔

حافظ سیرت النبی مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت استاذ رحمہ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ بادشاہی مسجد لاہور کے شاہی خطیب بننے تک مدرسہ عربیہ قدیم سے ذرا آگے اپنی مسجد میں خطابت کرتے۔ مرحوم بلاشبہ حافظ سیرت النبی تھے۔ اکثر ربیع الاول اور محرم میں عشاء کے بعد روزانہ دو دو تین تین گھنٹے سیرت پہ خطاب فرماتے ان کی مسجد کے محراب کے آگے متصل شیعہ امام بارگاہ تھی، وہ بھی شوق سے سنتے اور کبھی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

کمال تو یہ کہ ابتداء سے آخر تک سیرت ایسے بیان فرماتے جس طرح حفاظ شبینہ میں منزل سناتے ہیں۔ خطابت میں تسلسل کہ جیسے کشمیر کی آبشاریں بہتی ہیں۔ چوں کہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ اکثر مغرب کے بعد مدرسہ میں موجود رہتے اس لئے مولانا جامی مرحوم اس دوران اکثر تشریف لایا کرتے اور حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ سے متنوع موضوعات پہ بات

Marfat.com

بھی کرتے اور پاؤں بھی دباتے رہتے اور صرف انہیں یہ اجازت حاصل تھی ورنہ ہم نے اتنا عرصہ کبھی کسی اور کو یہ خدمت کرتے نہیں دیکھا کہ یہ بات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج کے خلاف تھی۔

حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کو چوں کہ ثقل سماعت کا عارضہ تھا اس لئے مولانا جامی مرحوم کی گفتگو کافی حد تک ہم لوگ سن لیتے تھے۔ایک روز عرض کیا کہ حضرت میرا فلاں بیٹا بڑا خطیب بن گیا ہے۔فرمایا: ''ہاں آخر کس باپ کا بیٹا ہے خطیب تو ہوگا''۔مولانا جامی مرحوم نے پھر عرض کیا کہ ''استاذ جی پر اس کے پاس تو سند نہیں یہ بڑا مسئلہ ہے اگر آپ مہربانی فرماتے''۔

بس اتنا کہنا تھا کہ حضرت الاستاذؒ نے انہیں سخت ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا: ''کیا تم مجھے بے ایمان کر کے مارنا چاہتے ہو''اس کے بعد مولانا جامی مرحوم نے معافی مانگ لی۔

مولانا جامیؒ کی عظمت

مولانا جامی مرحوم نے نہ صرف معافی طلب کی بلکہ ان کا تعلق اسی طرح قائم رہا،اس لئے ہمارے دلوں میں بھی ان کی قدر مزید بڑھ گئی۔وہ ہمارے پسندیدہ خطیب تھے۔ایک روز تشریف لائے اور درخواست کی کہ استاذ جی ربیع الاول شروع ہو چکا ہے اب میں نے خطبات کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔میری خواہش ہے کہ ایک روز آپ میرے جلسہ کی صدارت فرمائیں۔حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''آپ تو فارغ آدمی ہیں رات کو تقریر کرتے رہو گے جب نیند آئی تو سو جاؤ گے اور جب نیند پوری ہوگئی تو جاگ پڑو گے مگر میں نے تو صبح طلبہ کو پڑھانا ہوتا ہے آپ کے جلسے کی صدارت تو ایک مہنگا سودا ہے''۔مولانا نے عرض کیا: ''حضرت آپ تشریف لائیں تو میں مختصر کر دوں گا بس آپ کا تشریف لانا میری سعادتمندی ہوگی''۔

وقت اور دن طے ہوا تو عشاء کے بعد حضرت اپنے بہت سے طلبہ کے ساتھ تشریف لے گئے اس روز مولانا جامیؒ کی بہت یادگار قسم کی تقریر تھی۔ایسے محسوس ہوتا تھا کہ رسول رحمت ﷺ کا بچپن مولانا جامی کے سامنے گزرا ہے یا ابھی وہ تمام مناظر ان کے سامنے کر دیئے گئے ہیں اور یہ دیکھ دیکھ کر بیان کئے جاتے ہیں،دو ڈھائی گھنٹے تو حضرت تشریف فرما رہے اس کے بعد ہم سب اٹھ کر آ گئے۔مولانا جامی دوسرے روز شکریہ ادا کرنے تشریف لائے تو حضرت استاذ رحمۃ اللہ نے ان کی تحسین فرمائی۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ

اس پر فتن دور میں بعض مدارس کے طلبہ پر کسی دوسرے مسلک کے عالم کی تقریر سننا ممنوع ہوتا تھا مگر ہم پہ کوئی پابندی نہ تھی۔لہٰذا ہم لوگ اکثر حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سنا کرتے بلکہ کئی مرتبہ ظہر کی نماز جامع مسجد چوک نیائیں میں آپ کے پیچھے پڑھتے۔مولانا مرحوم ایک بلند پایہ اور وسیع الظرف عالم تھے۔ایک روز ہم چند طلبہ

Marfat.com

ظہر کی نماز میں آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو ہمارے ایک ساتھی حافظ عبدالغفار خاور (جن کے بارے میں گزشتہ برس ایک بزرگ نے بتایا تھا کہ اب انہوں نے اپنے نام کے ساتھ خاور کے بعد یزید کا اضافہ بھی کر دیا ہے) انتہائی خوش الحان ہونے کے ساتھ ساتھ شرارت ایجاد کرنے میں مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے۔ انہوں نے پہلی رکعت میں کھڑے ہوتے ہی اس طرح ٹانگیں پھیلا دیں جیسا کہ کوئی غالی قسم کا اہلحدیث ہو مگر دوران نماز بالکل سمیٹ کر پاؤں کے ساتھ پاؤں ملا لیا گویا کہ کھڑا ہونا ہی مشکل ہو جائے اس صورت میں ظاہر ہے کہ ساتھ کھڑے ساتھیوں کو خالی جگہ پُر کرنے میں بڑی تکلیف ہوئی۔ جب سلام پھیرا گیا تو نمازیوں نے کہا: ''آپ اگر شروع میں ایسے کھڑے ہو جاتے تو ہمیں پریشانی نہ ہوتی''؟

حافظ صاحب نے کہا کہ دراصل شروع میں آپ کے دیکھا دیکھی مجھے یاد نہیں رہا کہ میں حنفی ہوں اس لئے ٹانگیں پھیلا دیں مگر دوران نماز یاد آیا تو پھر ظاہر ہے یہی ہونا تھا۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ یہ گفتگو سن رہے تھے مگر حضرت کے چہرے پہ شکن تک نہیں آئی۔ حضرت مولانا مرحوم اکثر ہمارے ذریعہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کو سلام بھیجا کرتے، جواب میں حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرح احترام کا مظاہرہ فرماتے اور حضرت مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی تحسین فرمایا کرتے۔ جب حضرت مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی تو گوجرانوالہ کی تاریخ میں حضرت مرحوم کا یادگار جنازہ تھا۔ اس کے بعد میں دوبار حضرت کی قبر پرانوار پر بھی اعتراف عظمت کے طور پہ فاتحہ کیلئے حاضر ہوا تھا مگر اب کہ درمیان میں سمندروں فاصلے حائل ہیں۔

مدرسہ نصرت العلوم

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ سے اگرچہ میں نے کوئی سبق نہیں پڑھا ہے مگر حضرت اس لحاظ سے عقیدے میں استاذ ہیں کہ آپ کی تصانیف اگر نہ پڑھتے تو بہت تشنگی رہتی اور دوسری بات یہ کہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصر علماء کے محاسن بیان کرنے میں بہت فراخدل تھے۔

اگرچہ یہ خدشہ ہوتا کہ نصرت العلوم کے طلبہ کو ہماری آمد کا علم ہوا تو نکال دیں گے اس کے باوجود ہم جاتے اور حضرت کی زیارت کر کے محظوظ ہوتے۔ کبھی کبھار جمعہ وہاں پڑھا کرتے جس کے بعد بلا جھجک حضرت کو تقریر کے مندرجات سے آگاہ کیا کرتے مگر حضرت نے کبھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔

وحید العصر حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے استاذ، صاحب معین القاری حضرت شیخ الحدیث مولانا معین الدین خٹک صاحب رحمہما اللہ دورۂ حدیث شریف میں ہم جماعت تھے۔ حضرت شیخ فرمایا کرتے کہ میں جب امتحان میں اول آیا تو حضرت مفتی صاحبؒ نے سب سے پہلے مجھے مبارکباد پیش فرمائی۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جس روز صوبہ سرحد کی وزارت اعلیٰ کا حلف اٹھایا تو جامعہ عربیہ میں ایک جشن

Marfat.com

کا سماں تھا۔ تمام طلبہ اور اساتذہ نے نہ صرف حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے ہم جماعت کی کامیابی پہ مبارکباد عرض کی بلکہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر حضرت استاذ حافظ محمد انور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ ٹیلیگرام مبارکباد بھیجی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ منصب قبول فرمانے کے تھوڑے عرصہ بعد نصرت العلوم گوجرانوالہ تشریف لائے جہاں آپ نے خطاب فرمانا تھا۔ جامعہ کے طلبہ اطلاع ملتے ہی بیقرار ہو گئے اور ہچکچاتے ہوئے حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت مانگی حضرت نے فوراً بخوشی اجازت مرحمت فرمائی تو ہم لوگ بھاگم بھاگ نصرت العلوم پہنچے تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے ہال کے درمیان طلبہ کے ہالہ میں اس طرح منبر پہ تشریف فرما تھے جس طرح چودھویں کا چاند ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ خلافت راشدہ کے دور کی برکات کا ظہور ہونے والا ہے۔

ہم نے واپسی پہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کو جلسہ کی کارروائی سے آگاہ کیا تو بہت محظوظ ہوئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر حضرت کو دعوت ملتی تو آپ بنفس نفیس تشریف لیجاتے مگر اس دور میں ایسا سوچنا ناممکن تھا۔

اشرف العلوم

اسی طرح اشرف العلوم میں جن مشاہیر کا خطاب سننے کی سعادت حاصل ہوئی ان میں حضرت استاذ سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب العلماء حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

حضرت استاذ حافظ محمد انور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے آخری دورۂ برطانیہ کے دوران مجھے بتایا تھا کہ شروع میں حضرت مفتی خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اباجی کے درمیان بہت مؤدت اور یہاں تک قرب تھا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی پر ان کی اہلیہ محترمہ کی ڈولی ہمارے گھر اتری تھی جس کے بعد ہمارے گھر سے رخصتی ہوئی۔ اس کے بعد جماعتی وابستگی کے باعث یکایک حالات تبدیل ہو گئے اور اگرچہ ملاقات نہیں رہی مگر احترام ضرور قائم رہا۔

پھر فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک صاحبزادی (بیگم مولانا ضیاء المحسن طیب) یہاں برنگھم میں ہیں مجھے ان کے گھر لے چلو تاکہ میں ان کی خیریت معلوم کرسکوں شاید پھر موقع نہ مل سکے۔ جب میں نے بیگم مولانا ضیاء المحسن طیب صاحبہ کو فون پہ اطلاع دی تو انہوں نے کہا کہ میرے ماموں جان کو ضرور میرے گھر لائیں تاکہ میں دعائیں لے سکوں۔ دوسرے روز انہوں نے حضرت کی دعوت کی اور بہت اکرام کیا۔ حضرت استاذ جب رخصت ہوئے تو بہت خوش تھے۔ گاڑی میں بیٹھ کر فرمایا۔ ”قریشی! اس بچی میں والدین کے اخلاق کی جھلک ہے“۔

حافظ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ

کامونکی یا ایمن آباد کے ایک اہلحدیث عالم حافظ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تقریر بہت منفرد تھا۔ ہم اکثر ان کی تقریر سننے جایا کرتے کیوں کہ ان کا قرآن پڑھنا ایک عجیب کیفیت طاری کر دیتا تھا۔ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ علم

Marfat.com

کے باوجود حلم کا مظاہرہ فرماتے اور ہمیں کبھی منع نہیں فرمایا۔

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

ایوب خان مرحوم کے دور میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمان کی کسی ہرزہ سرائی پہ بہت نالاں تھے۔ مجھے واقعہ یاد نہیں مگر معاملہ بہت اہم تھا۔ مرحوم نے تحریک چلائی تو ایوب خان بھی پہلے سے زیادہ معتوب ہوگئے جس کے بعد شیخ القرآن گرفتار ہوگئے۔ ملک میں عجیب افراتفری تھی، حضرت کی رہائی پر پہلا جلسہ شیخو پورہ روڈ گوجرانوالہ حضرت استاذ اور حضرت شیخ القرآن کے شاگرد مولانا امان اللہ خان مرحوم نے ترتیب دیا۔ اتفاق کی بات یہ کہ ان دنوں ہمارے سالانہ امتحانات تھے اور دوران امتحان جلسہ سننا ممنوع ہوتا تھا۔ اب عشا پڑھتے ہی طلبہ بے چین ہو گئے کہ کیا صورت اختیار کی جائے۔ کوئی بھی اجازت حاصل کرنے کیلئے نمائندگی کی جرأت نہیں کر پا رہا تھا اور یہ بھی کہ اگر پوچھتے ہیں تو انکار کی صورت میں جانا بھی حماقت ہوگی۔ سب نے یہ طے کیا کہ حضرت استاذ جیسے ہی چند منٹ کیلئے گھر تشریف لے جائیں یا ادھر ادھر ہوں تو بھاگ چلتے ہیں صبح جو سزا تجویز ہوگی بس خاموشی سے وہ برداشت کرلیں گے اور یہی ہوا کہ حضرت کسی ضرورت سے جیسے ہی اٹھ کر گھر تشریف لے گئے ہم طلبہ وہیں کتابیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

پنڈال میں پہنچے تو ابھی حضرت شیخ کی تقریر شروع نہیں ہوئی تھی، کچھ ہی دیر کے بعد جب حضرت شیخ القرآنؒ کو خطاب دی گئی تو پورا علاقہ نعرہ تکبیر کے سے گونج اٹھا۔ حضرت شیخ کا جلال تو مشہور تھا مگر آج تو وہ جیل سے نکل کر آئے تھے سٹیج پہ آئے تو ایسے لگا کہ کروبیان عرش کا نمائندہ لباس بشر میں زمیں پہ اتر آیا ہو ایک طرف تو انسانی قد وقامت کے خال و خد دعوت نظارہ دیتے پھر تقریر کا بانکپن، منفرد انداز میں تلاوت، الفاظ کا نشیب وفراز، واقعات کی لڑیاں اور حسین گھڑیاں:

صورتیں آنکھوں میں پھرتی ہیں وہ دن یاد ہیں
کیسی کیسی صحبتیں خواب پریشاں ہو گئیں

ایوب خان اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو لتاڑتے پچھاڑتے سحری ہوگئی۔ اب یاد آیا کہ اذان قریب ہے اور حاجی فضل کریم صاحب تہجد کیلئے آئیں گے اور کتابیں دیکھ کر حضرت استاذ کو بتا دیں گے، بھاگتے ہوئے مدرسے پہنچے۔ کتابوں کا تکیہ بنایا اور سو گئے۔ صبح حضرت استاذؒ نے صرف اتنا پوچھا کہ رات کو شیخ القرآن نے تقریر میں کیا بیان فرمایا تھا۔

مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب اسلام مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک بار محلہ چاہ شاہاں والا میں تقریر کرنے تشریف لائے تھے مدرسے میں امتحانات ہو رہے تھے اس لئے اگرچہ بہت مشکل درپیش تھی مگر ہم چند ساتھی چونکہ تقریر میں ان کی نقل کیا کرتے اس لئے طے پایا کہ موقع ملتے ہی بھاگ چلتے ہیں اور تقریر کے بدلے بڑی سے بڑی سزا بھی گوارا ہے۔

بھاگم بھاگ جلسہ گاہ پہنچے تو ابھی تقریر شروع نہیں ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر میں مولانا تشریف لائے تو ایسا محسوس ہوا

Marfat.com

چاندنی پھیل رہی ہے۔ ان دنوں مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ آتش جوان اور سلگتے موضوعات پہ طویل دورانیے کے خطاب کیا کرتے اور دور دور سے لوگ سننے آتے بسااوقات سحری تک تقریر جاری رہتی۔

مولانا مرحوم گھنگھور گھٹاؤں کی طرح چھا کر برسنے والے خطیب تھے۔ تقریر شروع ہوتے ہی محو ہو گئے اختتام پہ احساس ہونے لگا کہ ہم تو مدرسے کے صحن میں کتابیں کھلی چھوڑ کر بھاگے ہوئے ہیں۔ ڈر کے مارے ہانپتے کانپتے واپس پہنچے مگر صبح حضرت استاذ رحمہ اللہ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ رات کو ضیاء القاسمی نے کیسی تقریر کی؟ چوں کہ حضرت کو طلبہ کے ذوق کا تو علم تھا مگر ان کے قیمتی وقت کا احساس رہتا اس لئے اس طرح فرمانے کا مطلب ہوتا کہ آپ کی حرکات وسکنات سے میں بخوبی آگاہ ہوں اور امتحانی دنوں میں وقت ضائع کرنا حماقت ہے۔

1996 میں مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ کی موجودگی میں برمنگھم کی ایک کانفرنس میں مجھے بھی تقریر کرنے کا موقع ملا تو مولانا نے میری تحسین فرمائی۔ میں نے عرض کیا: ''اس انداز تقریر کے پیچھے ایک راز ہے اگر دعوت قبول فرمائیں تو عرض کروں گا''۔ دوسرے روز حضرت بکمال شفقت میرے گھر تشریف لائے تو میں نے تفصیل سے واقعہ بیان کیا، سن کر بہت محظوظ ہوئے۔ اس کے بعد جب بھی تشریف آوری ہوتی تو میرے پاس تشریف لاتے رہے۔

احتیاط

حضرت استاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نئے جامعہ کے دفتر ہی میں بیٹھ کر سبق پڑھایا کرتے، اس دور میں فون کی سہولت عام نہ تھی۔ جامعہ کے متصل جی ٹی روڈ پر محصول چونگی تھی جس پہ ایک ٹرک ڈرائیور روک لیا گیا اور عین اس وقت جبکہ ہم ھدایہ اولین کی کتاب الحیض سے عبارت پڑھ چکے تھے۔ ڈرائیور نے آکر فون کرنے کی اجازت چاہی۔ اس کی خستہ حالی اور مجبوری کے پیش نظر آپ نے تعلیم روک کر اسے اجازت دیدی مگر اس کی کال ملتے ملتے کلاس کا وقت ختم ہو گیا۔ چوں کہ ہم طلبہ سے زیادہ آپ کو اس وقت کا احساس تھا لہٰذا اس ڈرائیور کے چلے جانے کے بعد فرمایا: ''اس کے سامنے میں نے اس لئے نہیں پڑھایا کہ اس قسم کے مسائل سننے کی اس کی استعداد نہ تھی میں نے پسند نہیں کیا کہ اسے خواہ مخواہ فتنے میں ڈال دوں''۔

حضرت استاذؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک سیر علم کے سنبھالنے اور اسے تبلیغ کرنے کے لئے ایک من عقل اور تجربے کی ضرورت ہوتی ہے:

کل کسی صاحب نظر نے کیا
اک عالم کا قول مجھ سے نقل
علماء کیلئے ضروری ہے
ایک من علم اور دس من عقل

Marfat.com

رئیس امروہوی

ٹھگے موتری

حضرت استاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا: ''میں جب دیوبند سے فارغ ہو کر آیا تو میرے دادا جی ایک درخت کے نیچے بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ مجھے آواز دے کر پاس بلایا اور اپنی چھڑی سے ایک ٹیڑھی سی لکیر کھینچ کر فرمایا: بتاؤ یہ کیا ہے''؟

میں نے کہا: ''ابا جی یہ ٹھگے موتری ہے'' اس جواب پہ خوش ہوئے اور فرمایا: ''جاؤ تم پاس ہو'' فرمایا: ''اس وقت تو یہ بات عجیب سی لگی لیکن حقیقت یہ ہے کہ دین کی تبلیغ کیلئے دراصل معاملہ فہمی کی اشد ضرورت ہے''۔

مدرسہ عربیہ قدیم

جامعہ عربیہ کا قدیم نام مدرسہ عربیہ تھا جو گوجرانوالہ شہر میں بیرون کھیالی دروازہ مسجد ارائیاں میں ۱۹۳۶ سے قائم اور شروع سے رجسٹرڈ چلا آرہا تھا۔ جامعہ کے نام میں مدرسہ کی نسبت وسعت ہے لہٰذا یہاں جگہ کی قلت کے باعث دورۂ حدیث نہیں پڑھایا جاتا تھا اور حضرت کو کمال احتیاط کے طور پر جامعہ لکھنا پسند نہ تھا لیکن آپ کی للّٰہیت کا صلہ کہ اسی مدرسہ سے اللہ نے بڑے بڑے عظیم لوگ پیدا کیے۔

دیانت

یہاں بھی حضرت اسی مدرسہ کے بالائی حصہ پر ایک حجرے میں پڑھاتے۔ حضرت کے منجھلے صاحبزادے اور ہمارے تفسیر کے استاذ حافظ محمد حنیف دامت برکاتہم بھی مدرسے میں پڑھاتے تھے۔ ایک روز ہم ان سے تفسیر پڑھنے کے بعد حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ سے قطف الازہار پڑھ رہے تھے کہ استاذ حافظ محمد حنیف صاحب نے آ کر ایک لوکل فون کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دیدی مگر جب استاذ حافظ محمد حنیف صاحب فون استعمال کر کے دروازے سے نکل رہے تھے تو حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے روایتی گرجدار آواز میں بیٹے کو مخاطب کیا: ''اوئے حنیف!''

''جی ابا جی!'' سہمے ہوئے بیٹے نے لرزتی آواز میں جواب دیا۔

''اوئے یہ فون کس کو کیا ہے''؟

''ابا جی میں نے خالد کو فون کیا ہے''۔

(خالد ایک مقامی خوش اخلاق نوجوان، اساتذہ اور طلبہ سب کا یکساں دوست)

''اوئے میرا مطلب اے کہ اے تیری ذاتی کال اے یا مدرسے دی؟''

''ذاتی ابا جی''!

اب ابا جی گرج کر بولے اور فرمایا: ''اگر یہ تمہاری ذاتی کال ہے تو پھر پچیس پیسے بکسے میں ڈالو''۔

Marfat.com

استاذ حافظ محمد حنیف صاحب کی اس وقت تک شادی بھی نہیں ہوئی تھی ہماری معلومات کے مطابق موصوف ایک دھوتی کرتے اور ٹوپی کے علاوہ کوئی اثاثہ نہیں رکھتے تھے۔ کانپتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا مگر صد افسوس چونی ندارد بھاگتے ہوئے گھر گئے غالباً والدہ محترمہ سے چونی لا کر بکس میں ڈالی اور سرخرو ہوئے۔

بیٹے سبھی کو پیارے ہوتے ہیں پھر حضرت استاذ حافظ محمد حنیف جیسا بیٹا تو اللہ کی طرف سے نعمت عظمیٰ، کوئی پرانے وقتوں کی روح اللہ نے حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے بچا کے رکھی تھی اس کے ساتھ ساتھ مدرسے کے کل وقتی استاذ بھی تھے مگر حضرت کی امانت تھی کہ اس دور میں حضرت عمر بن عبد العزیز کی یادیں تازہ ہو جاتیں۔

حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت استاذ حافظ محمد انور القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ واقعہ میں نے کئی بار سنایا تھا، آخری بار وفات سے پہلے امریکہ سے واپسی پر میرے پاس برمنگھم میں ٹھہرے تو آپ نے مجھے چند واقعات دہرانے کا حکم دیا جب میں نے یہ واقعہ سنایا تو آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ ابا جی نے ہمیں بھی اپنا ایک واقعہ سنایا تھا کہ جب ہم لوگ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے تو گھروں کو لوٹنے سے پہلے استاذ المحدثین حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں چند نصیحتیں کیں ان میں ایک یہ تھی: ''فرمایا دیکھو بھائی تم نے اللہ کا دین پڑھا ہے اس کا احترام کرنا اور یہ کہ مدرسے بنانا اور مسند اہتمام پہ بیٹھنا بہت آسان ہے اور یہ بھی کہ لوگ دین کی نسبت سے تمہیں امانتیں سپرد کریں گے پیسے اور دیگر چیزیں تمہارے سپرد ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امانتوں کی حفاظت کرنا''۔ پھر فرمایا: ''طلبہ اور اللہ کا حق ادا کرنا مشکل تو ہے مگر یہی مطلوب ہے اگر تم نے کر لیا تو دین و دنیا دونوں میں سرخرو ہو گئے''۔

پھر فرمایا کہ میں نے ساری زندگی اپنے استاذ رحمۃ اللہ کی اس نصیحت کو سامنے رکھنے اور اس کے مطابق معاملات کرنے کی کوشش کی ہے اب تمہیں یہ امانت سونپتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت استاذ حافظ محمد انور القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ 1959 میں جب مجھے موریشس سے تدریس کی دعوت ملی تو یہ ایوب خان کا دور تھا۔ پاسپورٹ عام طور پہ نہیں بنائے جاتے تھے، نقد ضمانت کے عوض حکومت پاسپورٹ جاری کرتی تھی۔ میرے پاس زر ضمانت یا ٹکٹ کے پیسے نہ تھے اور مجھے علم تھا کہ ابا جی کے پاس بھی پیسے نہیں۔ حضرت چوں کہ مدرسے کے بیت المال سے بہت معمولی سا گذارہ الاؤنس لیتے تھے اس لئے میں نے ابا جی سے کہا کہ آپ قرض لے دیں۔

فرمایا کہ میں نے کبھی کسی سے لیا نہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ مدرسے کے بیت المال سے دیدیں میں وہاں جا کر اپنی تنخواہ سے بھیج دوں گا۔

فرمایا: ''میں اس کا مجاز نہیں یہ خیانت ہے''۔ تو میں نے کہا کہ شوریٰ سے اجازت لے لیں۔ فرمایا: ''چوں کہ تم بیٹے ہو اس لئے شوریٰ انکار تو نہیں کرے گی مگر شوریٰ سے زیادہ مدرسے کے بیت المال کی حفاظت میری ذمہ داری ہے اور میں یہ مناسب نہیں سمجھتا''۔

حضرت استاذ حافظ محمد انور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلی بار پاسپورٹ لینے اور بیرون ملک سفر اور

Marfat.com

ملازمت کرنے کے شوق کے باوجود میں نے موریشس والوں کو پوری تفصیل لکھ کر معذرت کر دی۔ جب کہ وقتی طور پر مجھے ابا جی کی اس احتیاط سے صدمہ بھی پہنچا مگر ہوا ایسے کہ موریشس والوں نے نہ صرف تمام اخراجات کا انتظام کر دیا بلکہ اباجی کی احتیاط اور امانت کی یہ بات سن کر انہوں نے مجھ سے وہ پیسے واپس بھی نہیں لئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ میں نے جب واپس آ کر اباجی کی نیابت کے فرائض سنبھالے تو جامعہ کے بیت المال کو اباجی کے طریقے پر چلانے کا فیصلہ کر لیا اور اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے۔ اس کے بعد آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ قریشی مجھے ایک اطمینان ہے کہ عطاء الرحمٰن اور ضیاء الرحمٰن کی والدہ نے اباجی کی خدمت کر کے بہت دعائیں لی ہیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہے گا۔

طلبہ کی امانت

مدرسہ عربیہ قدیم مسجد ارائیاں میں کچن یا بیت الخلاء تک کی سہولت نہ تھی۔ بس چھوٹا سا ایک غسلخانہ ہوتا، ہم کم عمر لڑکے محلے سے کھانا لاتے تھے اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ دور دور سے لوگ آ کر مدرسے میں خود آفر کرتے تھے کہ ہمارے گھر سے ایک طالبعلم کا ایک وقت کا کھانا منگوالیا کریں۔ عام طور پر شہر کے مدارس کا یہی نظام تھا۔ راقم الحروف نے محلّہ بختے والا اور اس کے بعد سٹیشن محلّہ سے کھانا لانے کی ایک سال ڈیوٹی دی ہے۔ ابھی تک کچھ محسنوں کے چہرے یاد ہیں۔ اللہ کریم انہیں ہماری طرف سے بھی جزائے خیر دے جن کے تعاون سے ہم نے دین کا علم حاصل کیا۔ 1968 کا واقعہ ہے کہ ایک روز مقامی آبادی سے کوئی صاحب ایک زندہ مرغی مدرسے میں دے گئے۔

ان دنوں مولانا محمد عباس دھکڑ مرحوم ناظم طعام تھے اور سنیئر طالبعلم بھی، میں ان کے ساتھ ان کا نائب تھا۔ اب بربناء نظامت اس مرغی کی نگرانی ہماری ذمہ داری تھی۔ تقریباً ستر اسی کے قریب طلبہ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا مدرسے کے درودیوار دھوئیں سے نا آشنا ہوتے۔ سوال یہ تھا کہ اس ایک مرغی کا کیا کریں؟ حضرت استاذ بھی اس وقت موجود نہ تھے اور حضرت کو بتائے بغیر مرغی کے مستقبل کا فیصلہ ہمارے دائرہ اختیار سے باہر۔ لہٰذا مولانا محمد عباس دھکڑ والے اوپر کے حجرے میں (یہ حجرہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کے ملحقہ گھر سے متصل تھا) مرغی کو رکھا مگر اس کمبخت کو ذرا احساس نہ تھا کہ حجرہ ہے اور یہاں کے کچھ اصول ہیں۔ طلبہ چاہے عمل نہ کریں مگران کی موجودگی میں کسی دوسرے کی طرف سے حجرے کی بے حرمتی بہرحال ایک نامناسب عمل اور دخل در معقولات کے تحت قابل مواخذہ جرم ہے مگر یہ مرغی تھی یا کیا چیز اس نے طلبہ کو سخت پریشان کر دیا۔

سید مزمل حسین شاہ صاحب نے ہم دونوں کو حضرت شیخ چلی اور اس کی مرغی کے حوالہ سے مشورہ دیا کہ چوں کہ تم دونوں کے خاندان کی بنیاد پڑ گئی ہے اسے محفوظ رکھو جب تک کہ یہ انڈے دیتی ہے پھر اس کے بچے ہوں گے جنہیں فروخت کر کے پیسے جمع کرو، کل تمہارے بیوی بچے معاشی طور پر خودکفیل ہو جائیں گے۔

Marfat.com

حضرت استاذ تشریف لائے تو ہم نے مرغی کے نزول اور طلبہ کے کمرے میں اس کے ناشائستہ شور وغل اور اس کے ساتھ اپنی ناظمانہ ذمہ داریوں اور مصروفیات کا ذکر کر کے عرض کیا کہ حضرت ہم چاہتے ہیں کہ اسے آپ کے گھر بھیج دیں۔ فرمایا: ''مگر یہ طلبہ کا حق ہے میرے لئے حلال نہیں اور آپ دونوں اس کو کسی مصرف میں لانے کے مجاز نہیں''۔

اب مولانا محمد عباس دھکڑ مرحوم کی تجویز پر جب سارے طلبہ مطالعہ کیلئے جمع ہوئے تو ہم نے ان سب کی رضا مندی سے دوبارہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں معاملہ پیش کیا۔ اب حضرت سے گھر بھیجنے کی اجازت مل گئی جس کے بعد ہم اپنی نظامت سمیت سرخرو ہو گئے۔

یہ معاملہ بظاہر شاید ایک لطیفے سے کم نہ ہو مگر جو لوگ امانت اور دیانت کا مفہوم جانتے ہیں وہ اس سے حضرت استاذ رحمۃ اللہ کے کردار کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

حساب

اسی طرح برادر محترم قاری محمد سعید بھٹی (لیسٹر) نے کئی بار یہ واقعہ دہرایا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے دال بازار سے پانچ سیر چینی خریدنے کیلئے بھیجا۔ ان دنوں چینی ایک روپیہ دو آنے فی سیر فروخت ہوتی تھی۔ دکاندار کے پاس چھوٹی ریزگاری نہ تھی اس نے چار آنے واپس کرنے کے بجائے بغیر وزن کیے مگر مقدار سے زیادہ چینی ڈال دی جو میں نے لا کر حضرت کے گھر مائی صاحبہ کو دیدی مگر کچھ ہی دیر بعد حضرت نے بلا لیا کہ یہ چینی اتنی زیادہ کیوں ہے؟ میں نے جب واقعہ بیان کیا تو فرمایا: ''یہ بات درست نہیں واپس اسی دکاندار کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ پورے پانچ سیر وزن کرے اور باقی پیسے واپس کرے''۔

انتہائی گرمی کا موسم تھا باہر نکلا تو اسماعیل بٹ مل گئے ان کے پوچھنے پر ماجرا سنایا۔ بٹ صاحب نے چونی جیب سے دی کہ اب چینی گھر پہنچا کر چونی حضرت کو واپس کر دوں مگر ہوا یہ کہ کچھ دیر بعد حضرت نے پھر بلا لیا اور فرمایا کہ چینی پھر وزن سے زیادہ ہے اصل واقعہ سناؤ؟ میں نے جب پوری تفصیل سے واقعہ بیان کیا تو فرمایا:

''اوئے توں محمد چراغ نوں حرام کھلانا چاہندا ایں''

اس کے بعد پھر اسی دکاندار کے پاس گیا۔ اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس نے وزن پورا کر کے چونی واپس کی تو چینی کا استعمال حلال ٹھہرا۔

دیگ

برادر محترم قاری محمد سعید بھٹی (لیسٹر) نے دوسرا واقعہ یہ بیان کیا کہ ایک روز میرے اور ایک دو اور طلبہ کے علاوہ تمام کسی دعوت میں تھے کہ اچانک کسی نے مدرسے میں پلاؤ کی ایک دیگ بھیج دی۔ حضرت کے بڑے سے چھوٹے صاحبزادے برادر محمد سعید صاحب (نارتھ ہمپٹن) کہیں سے آ گئے۔ انہوں نے تھوڑا سا پلاؤ ڈال کر کھانا شروع کر دیا۔ اسی

Marfat.com

دوران حضرت نماز کیلئے تشریف لائے تو صاحبزادے کو دیکھ کر غضبناک ہوگئے۔ایک تھپڑ رسید کرتے ہوئے فرمایا:''طلبہ کا حق کھاتے ہوئے تمہیں حیاء نہیں آتی''؟اور یہ پلاؤ واپس دیگ میں ڈلوادیا۔

اگر شعور نہ ہو تو بہشت ہے دنیا
بڑے عذاب میں گذری ہے آگہی کے ساتھ

صہبا اختر

اعتراف عظمت

حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی دیانت ایسی تھی کہ مسلکی اور سیاسی طور پر اختلاف رکھنے کے باوجود لوگ دل کھول کر مالی اعانت دیتے تھے۔میں جامعہ سے فراغت کے بعد جماعت اسلامی شہر گوجرانوالہ کے قیم کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہوں۔ایک روز حضرت نے جماعت کے دفتر میں فون کر کے محلہ اسلام آباد کے ایک صاحب کا پتہ بتایا کہ ان سے جا کر پیسے لے لوں۔جب میں ان کے گھر گیا تو اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ملاقات پہ معلوم ہوا کہ چوہدری محمد اسلم صاحب پیپلز پارٹی کے مقامی لیڈر ہیں اور مجھے بھی پہچانتے تھے۔حضرت کی خیریت معلوم کرنے کے بعد جامعہ کیلئے ایک معقول رقم دی تو میں نے کہا کہ میں حضرت سے رسید لے کر پہنچادوں گا مگر چوہدری صاحب نے فرمایا:''حضرت کو رسید کی زحمت نہ دینا''۔جب میں نے رقم حضرت کو پہنچائی تو عرض کیا کہ حضرت چوہدری صاحب تو پیپلز پارٹی کے آدمی ہیں مگر آپ کو پیسے بھیجتے ہیں فرمایا:

''چوھدری صاحب نوں پتہ اے محمد چراغ بے ایمانی نہیں کردا''

بہر حال جب میں رسید پہنچانے دوبارہ چوہدری صاحب سے ملا تو فرمایا:''اس کیلئے حضرت نے کیوں تکلیف کی''؟میں نے عرض کیا کہ حضرت کا یہی امتیاز ہے۔

قاضی محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ

ایک روز امیر جماعت اسلامی شہر گوجرانوالہ قاضی محمد فاضل مرحوم نے مجھ سے کہا کہ میں حضرت سے فون کر کے وقت لے لوں تاکہ آپ سے منور کیلئے دعا کی درخواست کرسکوں۔

منور قاضی صاحب کی صاحبزادی تھیں اور کسی نسوانی عارضہ کے باعث شادی نہیں ہورہی تھی۔قاضی صاحب بہت پریشان تھے۔میں نے فون کیا تو فرمایا:''قاضی صاحب سے کہیں کہ تشریف لے آئیں''۔ہم دونوں حاضر ہوئے تو قاضی صاحب کی آنکھوں میں آنسو تھے صورت حال بتا کر دعا کی درخواست کی تو فرمایا قاضی صاحب:

''دعاواں تہاڈیاں جھڑے دنیا دے کم کاج چھڈ کے نمازاں پڑھدے او میں تے

Marfat.com

مولوی آں ساڈا کم ای نمازاں پڑھنا تے پڑھانا اے اسی نمازاں نہ پڑھیے تے کی کرئیے"

قاضی صاحب نے عرض کیا: "حضرت آج آخری چارے کے طور پہ حاضر ہوا ہوں"۔ فرمایا: "اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں کی سنتا ہے آؤ سب مل کر دعا کرتے ہیں"۔ حضرت بہت دیر تک دعا فرماتے رہے۔ جب میں اور قاضی صاحب واپس لوٹے تو قاضی صاحب نے راستے میں بتایا کہ مجھے یقین ہے کہ دعا قبول ہوگئی ہے اور پھر واقعی بہت جلد اللہ نے نہ صرف منور کو صحت بخشی بلکہ قاضی صاحب کی پسند کے مطابق شادی بھی ہوگئی۔

جامعہ عربیہ کا امتیاز

جامعہ عربیہ کا شروع سے امتیاز رہا ہے کہ اس کے نصاب میں مروجہ فنون و درس نظامی کے علاوہ عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے حال ہی میں ایک بار پھر سے نظر ثانی کر کے وقتی تقاضے پورے کر دیئے گئے ہیں۔ جامعہ میں بہترین ماحول کے علاوہ بنیادی سائنس اور کمپیوٹر جیسی سہولتیں کسی بھی جدید یونیورسٹی کی سہولتوں سے کم نہیں اور جامعہ کے طلبہ نے ہمیشہ ہر میدان میں اپنی خدمات سرانجام دی ہیں۔ جامعہ کی ویب سائٹ جامعہ کے طلبہ کی محنتوں کا منہ بولتا ثبوت اور حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری شریف پر ریکارڈ تقریر سے معین القاری کی ترتیب بہت بڑی کارکردگی ہے۔

اُس وقت جب کہ بہت سے مدارس میں عربی فاضل کا کورس پڑھانے کی سہولت نہ تھی جامعہ کے کورس میں اسے فوقیت حاصل تھی تا کہ طلبہ فراغت کے بعد کسی مناسب جگہ ملازمت اختیار کرسکیں۔ لہٰذ بہت سے مدارس کے فارغ طلبہ درس نظامی سے فارغ ہو کر جامعہ عربیہ میں آتے تو حضرت انہیں فراخدلی سے داخلہ دے دیتے۔

چوں کہ اس وقت اور اب تک بعض مدارس میں حلفی بیان داخل کرنا پڑتا تھا کہ طالب علم اس ادارے کے فقہی اور سیاسی عقیدے سے سو فیصد متفق ہے ورنہ داخلہ نہیں ملتا تھا، خاص کر اس صورت میں کہ طالبعلم اس سے پہلے کسی دوسرے مسلک کے مدرسے میں زیر تعلیم رہا ہو مگر حضرت کسی قسم کی کوئی چھان بین نہیں فرماتے تھے۔ دوران گفتگو طالبعلم کے اندر طلب علم کا جذبہ ملحوظ فرماتے ہوئے داخلہ دے دیتے لہٰذا طلبہ سابقہ ماحول کے مقابل اس طرز عمل سے بیحد متاثر ہوتے اور اکثر تبصرے ہوتے رہتے۔

دو واقعات

(1) ہمارے دوران تعلیم دو طلبہ تو جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی سے اور ایک پشتون طالبعلم اکوڑہ خٹک سے آئے تھے۔ اب یہ تینوں طلبہ فروعی مسائل پر بہت سخت گفتگو کرتے جو جامعہ کے ماحول سے مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ ایک روز عصر کے بعد ہم سب باہر سیر کیلئے نکلے تو ان پشتون عالم نے مولانا مودودیؒ کو ماں بہن کی فحش گالیاں دینا شروع کر دیں حالاں کہ آپ کی

Marfat.com

ڈاڑھی ناف سے ذرا اوپر تھی۔ ہم دو تین ساتھی ان پہ برس پڑے وہ بھاگ کر مطبخ کے اندر داخل ہوگئے اور کنڈی لگا کر چھپ گئے۔ اب ہم نے حضرت استاذؒ کے سامنے واقعہ بیان کیا، شکایت کی اور اخراج کا مطالبہ کیا تو فرمایا: ''خود مولانا مودودی گالیاں سنتے رہتے ہیں اور کسی کو بد اخلاقی سے جواب نہیں دیتے مجھے ان کی یہ ادا بہت پسند ہے کیوں کہ یہی ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے''۔

جبکہ محض مولانا مودودی کو گالیاں دینے کی بنیاد پر مدرسے سے خارج نہیں کر سکتا کہ کسی پر علم کے دروازے بند کرنا کوئی اچھی روایت نہیں لہٰذا اسے چھوڑ دو۔ وہ اپنے علم کی بنیاد پر اللہ کے ہاں جوابدہ ہے، ہو سکتا ہے کسی وقت حضرت نے اسے سمجھایا ہو مگر اس وقت بالکل کچھ نہیں فرمایا۔ اب یہ طالبعلم جو دراصل اکوڑہ خٹک سے فراغت کے بعد ایک مستند عالم تھے اتنے شرمندہ ہوئے کہ جب تک ان کا کورس مکمل ہوتا بالکل خاموشی اور باوقار طریقے سے وقت گزارا اور ہمیشہ حضرت کا سامنا کرنے سے کتراتے رہتے۔

(2) میں چوں کہ خود جامعہ محمدیہ بھکھی میں دو سال پڑھ چکا تھا اس لئے وہاں سے آنے والے طلبہ میرے بہت قریب تھے انہیں جب بھی موقعہ ملتا علمائے دیوبند اور مولانا مودودی کیلئے انتہائی سخت جملے استعمال کرتے رہتے۔ طلبہ نے ان کی شکایت بھی کی تھی مگر حضرت استاذؒ نے کبھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔ فرماتے میرا کام دین پڑھانا ہے ان جھگڑوں میں پڑنا نہیں۔ البتہ طلبہ سے فرماتے آپ لوگ بحیثیت عالم اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہو لہٰذا سوچ سمجھ کر بات کیا کرو۔ میرا کام خالص دین پڑھانا ہے کسی پر تشدد کرنا نہیں۔ اسی دوران ایک روز عجیب واقعہ پیش آیا کہ ظہر کے وقت مسجد میں کوئی استاذ موجود نہ تھے اور نہ امام مسجد حافظ صاحب ہیجکہ ایسے مواقع پہ حضرت استاذ خود نماز پڑھانے کے بجائے تعلیماً کسی بڑے طالبعلم کو امامت پہ مامور فرمایا کرتے، حضرت کی دائیں جانب ان طلبہ میں سے بڑے ساتھی محمد ریاض کھڑے تھے، فرمایا: ''نماز پڑھاؤ''۔ وہ بیچارے یہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ حضرت استاذ اس کی امامت میں نماز ادا فرمائیں گے اس نے معذرت کرنا چاہی مگر فرمایا ان سب میں اس وقت صرف تم بڑے ہو تمہارا حق ہے۔

چوں کہ اس دور میں کوئی بھی دوسرے مسلک والے کے پیچھے نماز پڑھنا کفر سے تعبیر کرتا تھا مگر حضرت استاذؒ تمام طلبہ کو ایک نظر سے دیکھتے اور انہیں عملاً اسی فراخدلی کی تعلیم دیتے۔ اس کے بعد ان طلبہ حضرات کا رویہ بالکل تبدیل ہو گیا اور کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

جامع مسجد

جی ٹی روڈ پر جب نئے جامعہ کیلئے جگہ خریدی گئی تو محلے والوں کی بنائی ہوئی مسجد اس احاطہ میں شامل ہو گئی۔ اس مسجد کے امام اہل محلہ کے رشتہ دار ایک معمر حافظ صاحب تھے۔ نئی تعمیر کے بعد جب شہر سے تمام طلبہ اور اساتذہ یہاں منتقل ہوئے تو بھی انہیں امامت پہ بحال رکھا گیا۔ یہ بزرگ بے اولاد بھی تھے اور طبعاً سخت گیر بھی، جبکہ ہم طلبہ برادری تکلفات کی قائل نہیں ہوتی۔ لہٰذا طلبہ اور ان کے درمیان کھینچا تانی لگی رہتی۔ پھر مرحوم قرآن بھی عجیب انداز سے پڑھتے، اب

Marfat.com

حافظ صاحب کے فتویٰ کی رو سے ہم مسجد کا احترام نہیں کرتے تھے اور ہم طلبہ کے فتویٰ کے مطابق ان کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی تھی مگر پڑھنا پڑتی کیوں کہ تمام اساتذہ پڑھتے۔

حافظ صاحب مرحوم کبھی کبھار اگر ایک آدھ روز کیلئے چھٹی جاتے تو ہم جی بھر کے جشن آزادی مناتے۔ ان سے نجات کیلئے ایک منصوبے کے تحت ہم چند ساتھیوں نے حضرت استاذؒ کی خدمت میں بھرپور شرعی دلائل کی بھرمار کردی کہ ان کے پیچھے تو نماز نہیں ہوتی بالخصوص جبکہ حضرت شیخ الحدیث جیسی علمی شخصیت پیچھے کھڑی ہو؟ آپ نے یہ سب کچھ سننے کے بعد فرمایا: ''ایک بات تو یہ ہے کہ میں نے انہیں امام تعینات نہیں کیا پھر جب حضرت شیخ الحدیث کی نماز ہو جاتی ہے تو آپ کی کیسے نہیں ہوتی بالخصوص جبکہ وہ پہلے سے تعینات ہیں ان کا حق چھیننا اور اس صورت میں کہ وہ بے اولاد اور بے سہارا ہیں یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔ ان کی عمر کا تقاضاء ہے کہ ان کا احترام کیا جائے''۔ حضرت کے انداز سے معلوم ہوا کہ آپ کو ہمارے رویہ سے تکلیف پہنچی ہے اس کے بعد ہم نے یہ مطالبہ چھوڑ دیا اور مرحوم تاحیات اسی مسجد میں امام رہے۔

جمعیت اتحاد العلماء

کا قیام اور مصروفیات کے باوجود اس کی قیادت قبول کرنا حضرت کے اتحاد بین العلماء کے ذوق کا ایک عملی ثبوت ہے۔ حضرت وقتاً فوقتاً جلسہ کرتے تو سب علماء کو دعوت دیتے، ان کی بے حد عزت کرتے۔ حضرت کو اس بات کا سخت صدمہ تھا کہ علماء کے باہمی اختلاف کے باعث ایک تو معاشرے میں ان کا وقار مجروح ہوا ہے دوسری بات یہ کہ بہت سے باطل فتنوں کو پنپنے کا موقعہ ملا ہے۔ چوں کہ حضرت کا مزاج درویشانہ تھا لیڈری نہیں اس لئے عملاً مولانا گلزار احمد مظاہری رحمۃ اللہ علیہ ہی میدان میں کام کرتے تھے۔ گاہ گاہ مشاورت اور ہدایات کیلئے جامعہ میں تشریف لاتے اور طلبہ میں گھل مل جاتے۔ ہماری تقاریر سنتے کبھی کبھار اصلاح بھی فرماتے۔ ایک بار میری تقریر سن کر فرمایا کہ کامیاب خطیب وہ ہے جو سامعین کی طرف سے جزاک اللہ کہنے سے پہلے تقریر ختم کردے تاکہ ان میں طلب باقی رہے۔ کبھی کبھی علامہ عنایت اللہ گجراتی اور مولانا مظاہری دونوں آجاتے ان کی آپس میں دوستانہ نوک جھونک اور فقرہ بازی سے ہم بہت محظوظ ہوتے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ہزاروی اور حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند میں ہم جماعت تھے۔ اس دور میں جتنا حضرت کا رویہ نرم تھا اتنا ہی مولانا ہزاروی کا سخت۔ ان کے اس سخت رویہ کے باعث علمائے دیوبند کی ایک شاخ کا نام ہی ہزاروی گروہ پڑ گیا تھا بلکہ جس کسی کا بھی رویہ سخت ہوتا اسے ہزاروی کہہ کے پکارا جانے لگا۔

حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ اخبار ورسائل کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا کرتے اور طلبہ کی سہولت کیلئے اہم مضمون یا خبر پہ سرخ لائن لگا دیتے۔ علامہ عامر عثمانیؒ کے ماہنامہ تجلی دیوبند کا ایک سلسلہ وار مضمون ''مسجد سے میخانے تک'' کا بہت انتظار رہتا۔ اسی طرح شورش کاشمیریؒ کا ہفت روزہ چٹان لاہور ہم طلبہ بھی شوق سے دیکھتے۔ ایک دفعہ شورش کاشمیری مرحوم

Marfat.com

نے لکھ دیا کہ مولانا غلام غوث ہزاروی کو کسی بے قاعدگی کی پاداش میں دارالعلوم دیوبند سے بغیر سند دیئے نکال دیا گیا تھا۔ حقیقت کا علم تو اللہ کے پاس ہے مگر مولانا ہزاروی اور شورش چوں کہ اکٹھے رہ چکے تھے اور پورے ملک میں شورش کاشمیری ہی مولانا ہزاروی کے انداز میں انہیں للکارا کرتے اور اگر چہ اُس پرفتن دور کا یہ ایک اہم انکشاف تھا مگر حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر سرخ نشان نہیں لگایا۔

جب رسالہ ہم تک پہنچا تو ہم نے بھی پڑھ لیا اور دوسرے روز جب ہدایہ پڑھنے کیلئے حضرت کی کلاس میں گئے تو طلبہ کے ساتھ پہلے سے مشاورت کی بنا پر میں نے حضرت سے شکایت کی کہ آپ نے اپنے ہم جماعت کی پردہ پوشی فرمائی اور اتنے اہم انکشاف پہ سرخ نشان نہیں لگایا؟

اتنا عرض کرنا تھا کہ حضرت کو خلاف معمول جلال آ گیا اور فرمایا: ''اس طرح کی حرکتیں وہ لوگ کر سکتے ہیں جو اپنے آپ کو اللہ کے ہاں جوابدہ تصور نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کو یہ تعلیم نہیں دی ہے اور شورش نے یہ انتہائی غلط حرکت کی ہے۔ مولانا ہزاروی اپنے رویہ کیلئے اللہ کے ہاں خود ذمہ دار ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سارے اس قسم کی حرکتیں کرنا شروع کر دیں''۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''یہ سیاست یا اخلاق نہیں بلکہ اخلاقی جرم ہے اور میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کبھی اس قسم کی باتوں میں دلچسپی نہ لینا اور پھر آپ نے چند مثالیں دیکر سمجھایا''۔

ہم لوگ خود تو کچھ نہ تھے مگر حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہم پہ احسان ہے کہ آپ نے ہمیں انسانیت کا عملاً درس دیا ورنہ ہم لوگ بھی کئی دوسروں کی طرح منفی رویہ اختیار کرنے کے مجرم ہوتے۔

ایک ملفوظ

ایک بار بے عمل عالم کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: ''پانی ناپاک یا گدلا ہونے کے باوجود آگ بجھانے کے کام آسکتا ہے اسی طرح شیطان بے عمل عالم سے بھی لرزاں رہتا ہے کیوں کہ جب بھی وہ غفلت پر متنبہ ہوگا تو اسلام کا سپاہی ہوگا شیطنت کا نہیں''۔

انداز نصیحت

ایک بار کلاس میں مسئلہ حجاب زیر بحث تھا تو انتہائی خوبصورت پنجابی لہجے میں فرمایا، مفہوم:

''انسان کی فطرت ایسی ہے کہ اگر کبھی دکان سے آدھ سیر گوشت خرید لے تو گھر پہنچنے تک کتے، بلے اور چیل، کوے سے چھپاتا پھرتا ہے مگر اس کے گھر میں بیوی اور بہو بیٹیوں کی شکل میں جو زندہ امانتیں ہیں ان کے بارے میں کوتاہی کرتا ہے''۔

پھر فرمایا کہ:

''آپ لوگ جب فارغ ہو کر گھروں کو لوٹو گے تو دس دس من کا زندہ گوشت تمہاری نگہداشت میں دیا جائے گا۔ جن کی

Marfat.com

حفاظت میں کوتاہی نا قابل معافی جرم ہے''۔

دس دس من کی امانتوں کے تصور سے اگرچہ دھچکا سا لگا کیوں کہ ہم تو مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا تصور پالے ہوئے تھے:

آوردۂ فسوں تری نگہ سرمہ سا
پروردۂ جنوں ہے تیری بوئے پیرہن
پیمانۂ نشاط تیری ساق صندلیں
بیعانہ سرور ترا مرمریں بدن
پیغمبر جمال تیری چلبلی ادا
پروردگار عشق ترا شوخ بانکپن

اور ظاہر ہے کہ کسی دس منی خاتون پہ ان اشعار کا اطلاق نہیں ہو سکتا مگر آج بچیوں کا باپ بننے کے بعد حضرت کی نصیحتیں بہت یاد آتی ہیں تو گو حضرت استاذ موجود نہیں لیکن الحمد للہ آپ کا سراپا سامنے رہتا ہے جس سے بہت تقویت حاصل ہوتی ہے:

جو منزلیں نہ ملیں راہگذار ہستی میں
کسی کا نقش قدم انتخاب کر لیں گے۔

ساغر صدیقی

چراغ ہدایت

یہ کتاب حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی ان تحقیقات پر مشتمل ہے جو آپ نے قادیانی نبوۃ کاذبہ کی تردید میں مرتب فرمائی تھیں اور خود قادیانی مبلغین کو بارہا شکست فاش سے دوچار کیا۔

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے سفر برطانیہ کے دوران اکثر ملاقات رہتی چند بار میرے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ میری لائبریری میں کتاب دیکھ کر کئی بار کتاب کی اہمیت بیان کی۔ ایک بار یہاں والسل Walsall میں ایک جلسہ عام کے دوران میں بھی مولانا مرحوم کے ساتھ تھا۔ آپ کی تقریر سن کر ایسا محسوس ہوا کہ مولانا نے چراغ ہدایت حفظ کر رکھی ہے۔ حضرت چنیوٹی مرحوم چونکہ حضرت کے تلمیذ بھی ہیں آپ نے کتاب کے مقدمے میں بھی حضرت استاذ رحمۃ اللہ کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔

طلبہ کے ساتھ رویہ

میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ حضرت استاذ طلبہ کو نماز کیلئے اکثر آگے کرتے ہوئے خود پیچھے کھڑے ہو جاتے۔ 24 اگست 1973ء مطابق 25 رجب 1393ھ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو شہر آنا تھا حضرت شیخ کی طبیعت

Marfat.com

ٹھیک نہ تھی جمعۃ المبارک تھا حضرت سے ملنے کیلئے جب اوپر دفتر گیا تو حسنِ اتفاق کہ حضرت مفتی صاحب بھی تشریف فرما تھے اوران کو بھی فلو تھا مجھے دیکھتے ہی فرمایا: ''میں نے سنا ہے کہ تم بڑے مقرر اور خطیب بن گئے ہو''؟

(اس سال کل پاکستان بین الکلیاتی تقریری مقابلہ کیلئے جامعہ کی طرف سے میں منتخب ہوا تھا اس بات کی تحسین فرمائی)

پھر فرمایا کہ نیچے جاؤ اور خطبہ دو۔ اب ان تینوں بزرگوں کی موجودگی میں خطبہ دینا کافی ہمت کا کام تھا، میں نے عرض کیا: ''حضرت آپ حضرات کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن ہوگا'' فرمایا: ''بہرحال جاؤ اور خطبہ دو'' میں نے عرض کیا کہ آپ نیچے تشریف نہ لائیں تو بہت آسان ہوگا اس کے بعد نیچے جاکر جب خطبہ شروع کیا تو تینوں اساتذہ حضرات نیچے تشریف لے آئے اور باہر ہی ایک کونے میں اس طرح بیٹھ گئے کہ میری نظر نہ پڑے۔ نماز کے بعد تینوں حضرات نے تحسین فرمائی اور دعائیں دیں۔

اپنے شیخ کا ذکر

حضرت کو اپنے شیخ فخر المحدثین حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت تھی۔ اسباق کے دوران جب بھی آپ کا تذکرہ ہوتا تو پرانی یادوں میں کھو جاتے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر ہم انہیں نہ دیکھتے تو شاید حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات سلف کے حافظہ کا انکار کر دیتے۔

ایک مرتبہ بیان کیا کہ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ آئمہ اربعہ کے بارے میں فرمایا کرتے: ''میرا یقین ہے کہ اللہ کریم ان کی اجتہادی لغزشوں پہ مواخذہ نہیں فرمائیں گے کیوں کہ ان کے اخلاص پہ امت کا اجماع ہے''۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی آمد

حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ جامعہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی آمد پہ انتہائی مسرور ہوئے، لائبریری میں تمام طلبہ کو جمع کر کے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی آمد، علمی خدمات اور ان کے مرتبہ ومقام سے طلبہ کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مجھے ایک ایسے طالب علم کی ضرورت ہے جو حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ ان کے کمرے میں بھی ٹھہرے اور خدمت بھی کیا کرے۔

ایک مسئلہ تو یہ درپیش کہ ہم میں سے کوئی بھی حضرت سے مانوس نہ تھا پھر اتنی بڑی ہستی شاید کہ احترام کے تقاضے پورے نہ کر سکیں اور دوسرا یہ کہ اپنے کمرے کی آزادی اور شرارتیں ترک کر کے سنجیدگی اختیار کرنا بھی ایک مسئلہ تھا۔ لہٰذا ابھی طلبہ سوچ ہی رہے تھے کہ میں نے کھڑے ہو کر لبیک کہہ دیا، فرمایا:

''اوئے توں اگر شیخ الحدیث صاحب دی خدمت کریندا تے مُن شرارتاں کنہیں کرنیاں نے شیطان تے تینوں اپنی جگہ چھڈ کے گیا اے''

Marfat.com

میں نے عرض کیا: ''حضرت آپ کو شکایت نہیں پہنچے گی، ان شاء اللہ میں پوری کوشش کروں گا''۔

جب حضرت شیخ الحدیث صاحب تشریف لائے اور طلبہ نے آپ کا اخلاق کریمانہ دیکھا تو سب کو میری سعادت پہ رشک آیا اور زندگی میں جلد بازی کے فیصلوں میں اتفاقاً یہ بہت اچھا اور بروقت فیصلہ تھا لہٰذا میں کمرہ نمبر۲ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ کمرہ نمبر۵ میں منتقل ہو گیا۔ میرا یقین ہے کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اور حضرات اساتذہ کا احترام ہی میرا اصل سرمایہ ہے ورنہ مجھ سے زیادہ نکما کوئی نہیں تھا۔

قانونچہ کھیوالی

علم صرف کے موضوع پہ علامہ نور الحسن کھیوالی رحمۃ اللہ علیہ کی پنجابی زبان میں ایک معتبر اور مفید ترین ابتدائی کتاب ہے جس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

''عرب والے وچ اصطلاح اپنی دے زبر نوں فتحه، زیر نو کسره، پیش نوں ضمه آکھدے هین''

یہ کتاب ہمارے پنجاب کے مدارس میں ابتدائی طور پہ پڑھائی جاتی ہے۔ شروع شروع میں غیر پنجابی طلبہ کو عبارت پڑھنے میں ذرا مشکل پیش آتی ہے نیز جب تک اس کا استعمال شروع ہوتا اس وقت تک اس کا ذائقہ اچھا محسوس نہیں ہوتا۔

جامعہ محمدیہ بھکھی کی خصوصیات میں قرآن کریم کی طرح اس کا حفظ ضروری ہے راقم الحروف نے بھی تقریباً نصف تک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ حسن اتفاق یہ کہ جامعہ محمدیہ کے استاذ حضرت حافظ نذیر احمد اور حضرت قاضی عبداللہ زَیَّنَ اللّٰہُ وُجُوْهَهُمَا دونوں قانونچہ کھیوالی کی غلطی میں درگزر نہیں فرماتے تھے۔

ایک دن صاحبزادہ مولانا محمد منور تسنیم اور راقم الحروف دونوں کی سختی، دونوں کو کان پکڑوا کے قانونچہ سامنے رکھ دیا کہ سبق یاد کر کے چھوڑ دینا۔ اس کلاس کے قریب ہی طہارت خانہ تھا۔ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی استعمال فرماتے۔ نیچے تشریف لائے تو دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب مرغا بنے ہوئے ہیں۔ کلاس ختم ہوئی تو انہیں دفتر میں بلا لیا گیا۔ مولانا محمد منور حضرت کے سب سے چھوٹے صاحبزادے اور بہت شفاف آدمی تھے اور حضرت سے بہت ڈرتے تھے گزشتہ کل ہم دونوں شرارتوں میں مصروف رہے اور سبق سنانے میں غلطی ہوگئی لہٰذا دونوں اکٹھے دھر لیے گئے۔ کہنے لگے اب تم بھی میرے ساتھ چلو میں ساتھ تو گیا مگر پیچھے ہٹ کے کھڑا ہو گیا۔ دیکھتے ہی صاحبزادے سے فرمایا:

''اوئے توں بڑا مہتمم دا پتر بنیا پھردا ایں تے سبق یاد نہیں کردا
ھُن تینوں پته لگا اے که اے مفتی صاحب دی کلاس اے،
اوئے کلاس چ صرف تسی دونویں نکمے کیوں او؟''

Marfat.com

" اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخلَاق "

رسول اللہ ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آخر میں مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث فرمایا ہے تو مکارم اخلاق سے مراد یہی اخلاق ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی شریعت الٰہی کی ہدایات کو ملحوظ رکھا جائے اور علمائے سلف رحمہم اللہ تعالیٰ کی یہی احتیاط ان کا طرۂ امتیاز ہے وگرنہ کسی دور میں بھی علما کی کمی نہیں رہی۔ البتہ ایسے علما کی کمی ہر دور کی طرح اس دور میں بھی ہے اور یہی ہمارا المیہ ہے۔ مگر سوچنے کی بات ہے کہ اگر حضرات علمائے کرام اور طلبہ اس طرح کی باریکیوں پہ توجہ نہیں دیں گے تو کون دے گا اور مدارس میں رہ کر اگر ہمارے اندر اس طرح کی مثبت تبدیلی نہیں آئے گی تو پھر اس کا متبادل کیا ہے؟ حضرت ذوقؔ مرحوم نے ایک مشورہ دیا تو ہے مگر اس پہ عمل بھی وہی کر سکتے ہیں کیوں کہ ہم نے تو نمازیں بھی پڑھانا ہوتی ہیں؟

ذوقؔ جو مدرسے کے بگڑے ہوئے ہیں ملا
ان کو مے خانے میں لے آؤ سنور جائیں گے

Marfat.com

14 : حضرت علامہ حافظ مفتی نذیر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

بقیۃ السلف استاذالعلماء والمشائخ حضرت علامہ حافظ مفتی نذیر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث جامعہ عربیہ گوجرانوالہ بروز ہفتہ 5 رمضان المبارک 1349ھ، 24 جنوری 1931ء اس دنیائے فانی میں تشریف لانے، 79 سال 8 ماہ اور 29 روز کی مہلت عمر پوری کرنے، پرائمری سکول ختم کرتے ہی باقی ساری زندگی قَالَ اللّٰهُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ ﷺ کیلئے وقف کرتے ہوئے دیگر مقامات کے علاوہ صرف جامعہ عربیہ گوجرانوالہ میں 56 برس سے زائد عرصہ مسند افتاء وتدریس کی زینت بنے رہنے کے بعد بروز جمعہ 13 ذوالقعدہ 1431ھ مطابق 22 اکتوبر 2010ء گلوبل ولج میں ہزارہا معتقدین ومتوسلین، تلامذہ واحباب کو سوگوار واشکبار چھوڑ کر اور فریضۂ نیابت رسول ﷺ کی ادائیگی کے معاملے میں پوری سرخروئی کے بعد اس طرح راہی آخرت ہو گئے کہ

دل وجان بیچ کے احسان اتارے اس کے
خود کو ناپید کیا، نقش ابھارے اس کے

ندیم

بروز جمعہ 22 اکتوبر 2010ء کی صبح 4 بجے حضرت مولانا محمد اقبال بدوی نے برنلے سے ایک SMS کے ذریعہ اس سانحہ ارتحال کی خبر دی تو آپ کی تربیت میں گزرے سات سال سمیت 43 برسوں کے تعلق کا ایک ایک لحہ، لحۂ موجود کی طرح آنکھوں کے سامنے آتا چلا گیا کیوں کہ

تجھ سے لفظوں کا نہیں روح کا رشتہ ہے میرا
تو میری سانسوں میں تحلیل ہے خوشبو کی طرح

احمد فراز

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے اساتذہ کے سلسلے کی آخری کڑی اور ایک ایسے چراغ کی حیثیت رکھتے تھے جن کی روشنی مغرب کے افق تک ساتھ ساتھ تھی مگر صد افسوس کہ بتقاضائے "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوا لْجَلَالِ وَالْإِكْرَام"

چراغ بجھتے چلے جا رہے ہیں سلسلہ وار
میں خود کو دیکھ رہا ہوں فسانہ ہوتے ہوئے

Marfat.com

جمال احسانی

آپ کی گرتی ہوئی صحت کے پیش نظر کافی دنوں سے ایک کھٹکا سا لگا تھا اس کے باوجود کبھی سوچا تک نہیں تھا کہ بہت جلدی ہم لوگ روحانی طور پر یتیم ہو جانے والے ہیں اور

سفر کو نکلے تھے ہم جس کی رہنمائی پر
وہ اک ستارہ کسی اور آسماں کا تھا

مصطفیٰ زیدی

میں نے تین روز بعد چھیالیس برسوں سے بچھڑے رشتہ داروں سے ملنے اور زیر ترتیب تالیف ''ہجرت کشمیر'' کے سلسلہ میں راجوری مقبوضہ کشمیر کا سفر کرنا تھا لہٰذا ماہنامہ ''چراغ اسلام، گوجرانوالہ'' کیلئے فوراً کچھ یادداشتیں قلم بند کرنا شروع کی تھیں مگر اسم گرامی لکھنے کے بعد مدظلہ العالی کے بجائے رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہی احساس زیاں نے نیم جاں کر دیا کہ

إِنَّ فِرَاقَ الْحَبِيْبِ صَعْبٌ
لٰكِنَّ مَوْتَ الْحَبِيْبِ أَصْعَبُ

عدنان الغريفي

اپنے حبیب سے محض دوری ہی ایک ناقابل برداشت صدمہ ہوتا ہے لیکن حبیب کی موت ایک ایسا ناقابل تلافی صدمہ ہوتا ہے جس سے بڑھ کر کوئی دوسرا صدمہ نہیں۔

جبکہ دینی حلقوں میں استاذ سے بڑھ کر کوئی چیز اور کوئی رشتہ محبوب نہیں ہوتا اسی لئے شاعر کہتا ہے کہ

وَمِنَ الْمُفْجِعَاتِ أُوْلِى النُّهٰى
مَوْتُ الشُّيُوْخِ الْقَادَةِ الْعُلَمَاءِ

علی بن محمد الحبشي

یعنی اہل علم اور اصحاب عقل و خرد کیلئے اکابر علمائے حق اور مشائخ رحمہم اللہ کی موت سے بڑی کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی۔

سفر سے واپسی پر چراغ اسلام کی انتظامیہ کے حکم کی تعمیل میں پھر کوشش کی مگر جب بھی کمپیوٹر کھولا، آنکھیں برس پڑیں اور اس کے باوجود کہ

أَعِدِ الْحَدِيْثَ عَلَيَّ مِنْ جَنَبَاتِهِ
إِنَّ الْحَدِيْثَ عَنِ الْحَبِيْبِ حَبِيْبُ

ابن زهير الحفيد

میرے سامنے میرے محبوب کا تذکرہ کرتے رہو کیوں کہ محبوب سے تعلق رکھنے والی باتیں بھی محبوب ہوتی ہیں۔

Marfat.com

مگر میں سمجھتا ہوں کہ ایسا محبوب جس کے ساتھ الفاظ کے بجائے روح کا رشتہ ہو اور وہ خوشبو کی طرح سانسوں میں تحلیل ہو اس کا مرثیہ لکھنا یا کہنا ایک ایک لفظ پہ مرنے اور زندہ ہونے کے مترادف ہے:

آنکھیں اداس ، روح پریشان ، دل نڈھال
برپا ہوئی ہے ایک قیامت کہاں کہاں

ماہر القادریؒ

اور اب جب ضبط کر کے بیٹھا ہوں تو یادوں کا ایک طویل سلسلہ اس طرح سامنے ہے کہ ابتدا کرنے کیلئے سرا ہاتھ نہیں آتا۔

میں جامعہ محمدیہ بھکھی مضافات منڈی بہاؤالدین میں دو سال مکمل کرنے کے بعد بروز جمعہ 18 شوال 1387ھ مطابق 19 جنوری 1968ء ظہر اور عصر کے درمیان مدرسہ عربیہ قدیم بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ میں پہنچا تھا جہاں دو روز بعد مجھے باضابطہ داخل کیا گیا، مجھے نماز عصر کے بعد حضرت الاستاذ قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بڑے استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا جس کے بعد ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب وغیرہ رشتہ دار ساتھیوں نے بتایا کہ حضرت چھوٹے استاذ آج اپنے گاؤں دھنی ضلع گجرات تشریف لے گئے ہیں مگر صبح اسباق شروع ہونے تک تشریف لے آئیں گے۔

اگلی صبح 19 شوال 1387ھ مطابق 20 جنوری 1968ء حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بروقت تشریف آوری کے ساتھ ہی آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کے کچھ دیر بعد گلستان سعدیؒ اور نور الایضاح کی کلاس میں آپ سے شرف تلمذ کا آغاز ہوا جو تنتالیس سال تک قائم رہا، آپ کے انتقال کے دو ماہ پہلے میں نے اپنی زیر ترتیب تالیف ''ہجرت کشمیر'' میں طغریٰ مشہدی کا فارسی شعر درج کیا تھا مگر لفظ '' جستند '' کے معنی میں تردد تھا لہٰذا فون کیا تو علالت طبع کے باوجود رہنمائی فرمائی:

از شاہ جہانگیر دم نزع چو جستند
باخواهش دل ،گفت که کشمیردگر هیچ

شاہ ہند جہانگیر کے عالم نزع میں مصاحبوں نے کسی عزیز ترین چیز کا نام لینے کی درخواست کی تو اس نے کہا: ''کشمیر'' باقی سب ہیچ

اس طرح یہ آخری شرف تلمذ تھا جو فارسی سے شروع ہو کر فارسی پہ ختم ہو گیا مگر ان تینتالیس برسوں پر محیط یادوں اور شفقتوں کا ایک ایسا سلسلہ ہے کہ

بھری آتی ہیں آج یوں آنکھیں
جیسے دریا کہیں ابلتے ہیں

میرؔ

Marfat.com

چھوٹے استاذ/ پس منظر

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ان دنوں مدرسہ عربیہ قدیم کی مروج اصطلاحات کے مطابق حضرات اساتذہ رحمہم اللہ میں سے ہر ایک کیلئے ایک اصطلاح مروج تھی اور آپ کو حضرت شیخ الجامعہ رحمہ اللہ کے مقابل چھوٹے استاذ کہہ کے پکارا جاتا تھا۔

مدرسہ عربیہ قدیم میں اواخر 1967ء تک افتاء کی ذمہ داری خود شیخ الجامعہ حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی رکھی تھی یا کبھی حضرت الاستاذ حافظ نذیر احمد دامت برکاتہم بھی معاونت فرماتے، جب یہ کام بڑھ گیا تو حضرت الاستاذ قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو باضابطہ مفتی تعینات کرتے ہوئے حضرت شیخ الجامعہ کی طرف سے طلبہ میں باقاعدہ اعلان کروایا گیا۔ اس طرح آپ مدرسہ عربیہ سے جامعہ عربیہ اور 1972ء تک اس منصب جلیلہ پر فائز رہے

1972ء میں جب باجازت حضرت شیخ الجامعہ حضرت الاستاذ قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ جامعہ عربیہ سے فارغ ہوکر بحیثیت تحصیل مفتی کوٹلی تعینات ہوگئے تو یہ منصب جلیلہ بھی حضرت استاذ مفتی صاحب رحمہ اللہ کے پاس آگیا اور چونکہ جامعہ جدیدہ میں بہت سے نئے طلبہ آگئے تھے لہٰذا آپ استاذ مفتی صاحب کے تعارف سے یاد کیے جانے لگے مگر آخری بیس سال جب سے شیخ الحدیث کی ذمہ دار سنبھالی ''حضرت شیخ الحدیث'' کے مبارک تعارف سے معروف رہے۔ اس کے باوجود مدرسہ عربیہ قدیم کے ساتھی آپ کو ''حضرت چھوٹے استاذ'' کہہ کر خوشی محسوس کرتے۔ قرون خیر سے بہت دور اور قیامت کے قریب کے اس پرفتن دور میں کہ

تیشے نہ سہی ہاتھ میں پتھر ہیں سبھی کے
اس شہر میں اک شخص بھی بے کار نہیں ہے

فیاض الدین صائب

ہر دور کی طرح کچھ ایسی برگزیدہ ہستیاں موجود تھیں جنہوں نے تکثیر خیر اور تقلیل شر کیلئے اپنے آپ کو اس طرح وقف کردیا تھا کہ خود خوشبو کی طرح منظر پہ آئے بغیر ماحول کو معطر رکھا:

ہم لوگ تیرے شہر میں خوشبو کی طرح ہیں
محسوس بھی ہوتے ہیں نشاں بھی نہیں رکھتے

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہی بے بدل شخصیت کے مالک تھے، آپ نے شہر کے مدرسہ عربیہ سے بروز اتوار 3 محرم الحرام 1375ھ مطابق 21 اگست 1955ء ایک معمولی گزارہ الاؤنس پر تدریس کا آغاز فرمایا تھا اور 56 برس بعد اس مہنگائی کے دور میں تیرہ ہزار روپے ماہانہ تک پہنچے تھے وہ بھی ہماری اطلاع کے مطابق کبھی خود آپ نے

Marfat.com

مطالبہ نہیں فرمایا اور نہ جامعہ کی انتظامیہ نے ہی کبھی اس کی نوبت آنے دی:

خود نمائی تو نہیں شیوۂ اربابِ وفاء
جن کو جلنا ہو وہ آرام سے جل جاتے ہیں
شمع جس میں جلتی ہے نمائش کیلئے
ہم اسی آگ میں گمنام سے جل جاتے ہیں

قتیل شفائی

شہر کے مدرسے کے زمانے میں آپ کے بچے گاؤں میں تھے۔ لہٰذا سترہ سال تک طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر عام اور سادہ سا کھانا تناول فرمالیتے تھے۔ اس پورے عرصے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے اپنی ذات کیلئے کہیں سے اچھا کھانا منگوا کر تناول فرمایا ہو یا کوئی ایسا پھل جو طلبہ کو میسر نہیں۔ حضرت شیخ الجامعہ رحمہ اللہ کے ایک عزیز دوست بابو محمد شفیع صاحب ہر سال آم کے موسم میں طلبہ اور اساتذہ کیلئے جامعہ میں آم بھجوایا کرتے تھے۔ حضرت استاذ رحمہ اللہ سمیت تمام اساتذہ بھی طلبہ کے ساتھ بیٹھ جایا کرتے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اپنی ذات کیلئے کچھ علیٰحدہ کر لیں۔

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ انتہائی شفاف اور نفاست پسند تھے ہمیشہ سفید شلوار قمیص زیب تن فرماتے، اس عرصے میں نہ کبھی آپ کے لباس پر کوئی داغ دھبہ دیکھنے میں آیا اور نہ آپ نے کبھی لباس فاخرہ زیب تن فرمایا اور نہ آپ نے کبھی ایسی خواہش ہی ظاہر فرمائی حالانکہ آپ کے چاہنے والوں میں بڑے بڑے لوگ تھے۔

طلبہ سے ذاتی خدمت لینا پسند نہ تھا، 1968ء میں کچھ عرصہ کیلئے سر میں خشکی پیدا ہوگئی تھی اس لئے کبھی کبھی بڑی عمر کے کسی طالب علم سے تیل ڈلوالیتے تھے۔ اس سارے عرصہ میں مجھے صرف ایک بار یہ سعادت حاصل کرنے کا موقعہ ملا ہے۔

آپ کے حقیقی چھوٹے بھائی مولانا عزیز احمد دامت برکاتہم مدرسہ عربیہ قدیم میں زیر تعلیم رہے ہیں لیکن ہمارا مشاہدہ ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ کبھی کوئی ایسا امتیازی سلوک نہیں فرمایا جسے باقی طلبہ محسوس کر سکیں۔

طلبہ کے ساتھ ہمیشہ اولاد جیسا سلوک فرماتے اور اگر کبھی ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت پیش آجاتی تو بھی مشفقانہ انداز میں نہ کہ غصے میں مغلوب ہو کر، ہم نے نہیں سنا کہ آپ نے کبھی کسی طالب علم کو گالی دی ہو۔

مدرسہ عربیہ قدیم میں آپ صدر المدرسین تھے جبکہ حضرت الاستاذ قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ حافظ محمد حنیف صاحب مدظلہ العالی دونوں بزرگ آپ کے شاگرد تھے پھر حضرت شیخ الجامعہؒ سب کے استاذ، ایسی صورت اور ہر حال میں حفظ مراتب ایک اہم مسئلہ ہوتا ہے اسی لئے حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "حفظ مراتب گر نہ کنی زندیقی"

آپ کے اعلیٰ اخلاق اور معاملات میں اعتدال کی حد ہے کہ چھپن برس تک آپ سے کبھی کسی کو کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی اور نہ آپ نے کسی کی شکایت کی۔ گزشتہ برس میں نے فون پر گفتگو کے دوران عرض کیا تھا کہ ہم لوگ شرارتیں کیا

Marfat.com

کرتے تھے ممکن ہے کسی وقت کوئی دل آزاری ہوئی ہو لہٰذا مجھے معاف فرما دیں تو آپ نے فرمایا: ''میرا یہ دستور رہا ہے کہ جو بھی طالب علم فارغ ہو کر چلا جاتا ہے اسے دل سے معاف کرتے ہوئے اس کے اچھے مستقبل کیلئے دعا کرتا ہوں اور آپ ان طلبہ میں سے ایک ہو جن سے میں بہت خوش ہوں''۔

عرض کیا: ''حضرت مگر اس کے بعد آپ نے کبھی مجھے ''نکما اور نلیق'' کہہ کر نہیں پکارا اس لئے ذرا اجنبیت سی محسوس ہوتی ہے۔ فرمایا: ''اتنی عمدہ دو کتابیں (کتاب النکاح وزنبیل) تالیف کرنے کے بعد آپ کو ''نکما اور نلیق'' کیسے کہہ سکتا ہوں، میں دل سے راضی اور خوش ہوں میری بہت سی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں''۔

میں بات سنتا رہا روح رقص کرتی رہی
کہ ہو بہو کوئی لہجہ رباب جیسا تھا

حفیظ میرٹھی

آپ کی علالت کے دوران میں نے میرپور ساتھیوں کو اطلاع کرتے ہوئے ان سے درخواست کی کہ کسی وقت حضرت کی عیادت کرلیں لہٰذا سب نے آپ کی عیادت کی اور دعائیں لیں۔ اس کے بعد جب میں نے فون کیا تو آپ نے انتہائی انکساری سے میرا شکریہ ادا کیا۔ حالانکہ ہمارا سارا خاندان آپ کا ممنون ہے۔ اسی طرح جب بھی کوئی سابق طالبعلم ملتا یا فون کرتا تو اس سے اپنے لئے دعا کراتے۔ ہم نے ساری زندگی آپ میں تکبر کے نام کی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

مدرسہ عربیہ قدیم میں ہمیشہ سے آپ ہی خطبہ جمعہ دیتے آئے ہیں۔ اس پرفتن دور میں بھی جب علماء اور خطیب معمولی فروعی اختلاف رائے رکھنے والوں کو کافر کہتے ہوئے نہیں ہچکچاتے تھے۔ آپ نے کسی تقریر یا دوران تدریس کسی مخالف کیلئے کوئی ایسا جملہ زبان سے ادا نہیں فرمایا جو اس کے سامنے نہ دہرایا جاسکے۔ اس طرح آپ اسلاف کی تمام عظمتوں کے امین تھے۔

حضرت استاذ انتہائی کامیاب مدرس تھے۔ مشکل ترین مسئلہ بھی ایسے انداز سے سمجھاتے کہ آسان ہو جاتا۔ طلبہ کی عمر اور استعداد کا بہت لحاظ فرماتے۔ ہماری کوتاہیوں کے باعث کبھی ایسے نہیں ہوا کہ غصے سے مغلوب ہو جائیں۔ بس عار دلاتے رہتے اور یا زیادہ سے زیادہ ''نکما یا کم عقل'' کہہ دیتے بس اپنی کلاس میں ان دو جملوں کا زیادہ تر منادی میں ہی ہوتا بلکہ اگر کسی اور کو کہا بھی گیا تو میں ساتھ حصہ دار ہوتا کیوں کہ بڑی کلاسوں میں مولانا محمود کوثر، حافظ فاروق احمد لاہوری ،سید مزمل حسین شاہ، حافظ محمد ریاست، مولانا محمد عباس ڈھکڑ، مولانا محمد رفیق، مولانا محمد شریف، مولانا قاضی مطیع اللہ وغیرہ تھوک کے حساب سے مزاح اور شرارتیں کیا کرتے جب کہ چھوٹی کلاس میں صاحبزادہ مولانا محمد منور تسنیم مرحوم اور میں شیطان کی نمائندگی کرتے اور ہمارے بعد ابتدائی کلاسوں میں قاضی محمد فاروق مرحوم۔

آپ کی کلاس ایسی تھی کہ اس میں پہنچ کر تھکاوٹ دور ہو جاتی جب تقریر شروع ہوتی تو لگتا کہ جیسے کسی پھولدار درخت کو زور سے ہلا دیا گیا ہو، حضرت کبھی کبھار کوئی علمی لطیفہ بیان کرتے تو سماں بندھ جاتا یا ایسا ہوتا کہ عبارت کے دوران ہی لطیفہ پیدا ہو جاتا۔

Marfat.com

ایک ساتھی کا حلیہ تو یاد ہے مگر نام ذہن میں نہیں رہا مگر اتنا یاد ہے کہ نور الایضاح کی عبارت پڑھنا ان کی باری تھی۔ کتاب الصلاۃ میں سے باب احکام الجنائز شروع کیا تو پہلی سطر کے آخر میں عبارت تھی ''وَيُلَقَّنُ بِذِكْرِ الشَّهَادَةِ عِنْدَهُ'' مگر بِذِكْرِ الشَّهَادَةِ کی بجائے ''بِذَكَرِ الشَّهَادَةِ'' پڑھ گئے۔ حضرت نے فرمایا: ''بھئی شاباش تم نے ایسی تلقین کیلئے بہت مناسب موقعہ اور آلہ تلاش کیا ہے مگر اس کا طریقہ کیا ہوگا اس کی تفصیل تو یہاں بیان نہیں ہوئی ہے'' ؟ ان صاحب کو جب حماقت کا احساس ہوا تو سر جھکا کر بیٹھ گئے دیر تک عجیب کیفیت طاری رہی مگر کلاس کے بعد جب ہم نے ان کو تلقین کرنا شروع کی تو غصہ کر گئے جس کے بعد ہم نے صاحبزادہ مولانا محمد منور تسنیم مرحوم کو ان کے رویہ کہ شکایت کی تو انہوں نے کہا میں اس کا بندوبست کرتا ہوں پھر کئی روز تک ان کو تلقین جاری رہی۔

قاضی محمد فاروق مرحوم ہمارے میر پور کے ایک بہت پیارے ساتھی تھے ان کے والد مولانا قاضی عبدالرحمٰن مرحوم حضرت الاستاذ قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دوست تھے لہٰذا میری اور ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کی ذمہ داری لگا رکھی تھی کہ ہم اس کا خیال رکھیں کیوں کہ ہم سے چھوٹے اور پہلے سال میں تھے مگر انہوں نے نہ صرف شرارتوں کا ریکارڈ قائم کر دیا بلکہ نئی نئی شرارتیں وضع کیں اور فارغ وقت میں ایک طوفان برپا کر دیتے۔ ان کی طرح طرح کی شرارتیں اگرچہ اچھی لگتیں اس لئے شکایت تو کوئی نہیں کرتا تھا مگر ہمارے ذہن میں تھا کہ کبھی موقعہ ملا تو اس کے ساتھ تبادلہ شرارت ہوگا۔ قاضی محمد فاروق کی فقہی مسائل میں دلچسپی کے باعث خواہش تھی کہ جلدی سے بڑی کتابیں پڑھ سکیں اس لئے روزانہ ہم سے پوچھتے کہ آج آپ لوگوں نے کونسا مسئلہ پڑھا ہے؟

ایک روز حضرت الاستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ اوپر دفتر میں پڑھا رہے تھے بندہ راقم الحروف، ڈاکٹر عصمت اللہ اور حافظ شان علی آپ سے مختصر القدوری فی الفقہ الحنفی میں سے باب الحیض پڑھ کر نیچے اترے تو انہوں نے پوچھا کہ آج کیا پڑھا ہے؟ ہم نے بہت سنجیدگی سے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ ہمیں محسوس ہوتا ہے آپ کو حیض نہیں آتا کیوں کہ جب سے آئے ہو کبھی آپ نے ذکر نہیں کیا جبکہ اس کا نہ آنا ایک ایسی خطرناک بیماری ہے کہ سال سے زیادہ زندہ رہنا مشکل ہے۔ جس کے بعد پہلی دفعہ فاروق مرحوم کے چہرے پہ اداسی دیکھی تو اسے ہم نے بتایا کہ یہاں یہ مرض لاعلاج نہیں لہٰذا فکر کرنے کی ضرورت نہیں تم ابھی حضرت الاستاذ سے سرجن بشیر الرحمٰن صاحب کے نام رقعہ لو جس کے بعد ہم آپ کے ساتھ جائیں گے اور علاج ہو جائے گا۔

انہوں نے کہا کہ اتنی تفصیل بتانا تو میرے لئے مشکل ہے لہٰذا آپ لوگ حضرت کے نام رقعہ لکھ دیں۔ اب حافظ شان علی اور ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مضمون بتاتے گئے اور میں نے لکھنا شروع کر دیا اور پھر رقعہ تیار ہوتے ہی اسے دیا تو اس نے جا کر فوراً حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت نے چوں کہ ابھی سبق پڑھایا تھا اس لئے فوراً معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے اور آپ کے استفسار پر قاضی فاروق نے ہمارے نام بھی بتا دیئے۔ حضرت نے فرمایا: ''تم ابھی جاؤ اور ان تینوں کو ظہر کے بعد اوپر بھیج دو ان کا علاج ہوئے بھی عرصہ ہوا ہے اس طرح نہیں بھی کیوں نہ تمہارے ساتھ ہی بھیج دوں''؟

Marfat.com

قاضی محمد فاروق نے ہمیں پیغام دیا تو ہمیں سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں لہٰذا ہم نے بہت خلوص سے دعا کی کہ اگر آج عزرائیل علیہ السلام ادھر گوجرانوالہ کے دورے پہ ہوں تو ظہر سے پہلے ہمیں بھی ساتھ لیتے چلیں۔ کیونکہ یہ تو یقین تھا کہ مار پڑی بھی تو ایک آدھ تھپڑ ہی ہوگا مگر اس حماقت کے بعد حضرت کا سامنا کرنا مشکل تھا۔ بہر حال ظہر کے بعد حاضر ہوئے تو سراپا ندامت تھے، سر جھکائے کھڑے ہوگئے۔ فرمایا: ''میں نے تمہیں اس لئے بلوایا تھا کہ شاید تم لوگوں کو بھی چیک اپ کرائے دیر ہوگئی ہے ضرورت ہو تو فاروق کے ساتھ ہی بھیج دوں تاکہ مکمل علاج ہوجائے جیسا کہ تم نے لکھا ہے کہ بیماری خطرناک ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں نقصان پہنچے''۔

ہم چپ سادھے کھڑے رہے جس کے بعد فرمایا کہ وہ چھوٹا بچہ ہے اسے تم لوگوں نے اس قدر پریشان کر دیا ہے۔ اب اسے جاکر سمجھاؤ وہ خواہ مخواہ الجھن میں ہوگا۔ ہم نے تعمیل ارشاد میں قاضی محمد فاروق کو تفصیل بتاتے ہوئے معذرت بھی کی مگر اس کے بعد کئی روز تک مرحوم کے غیض وغضب کا شکار رہے۔ قاضی فاروق نئے جامعہ عربیہ میں پہلے سال کے دوران استسقاء کے مرض میں مبتلاء ہوکر وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جو کبھی لوٹ کر نہیں آئے
ان سے ملنے کو دل ترستا ہے

ماہ رخ زیدی

لگدا اے لہوردا پر ہے پچھوں رجوردا

بُن : بروزن ''کُن'' ہماری پہاڑی یا میرپوری میں نیچے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ہم کشمیری طلبہ گرچہ باقی طلبہ کے ساتھ پنجابی یا اردو میں بات کرتے تھے مگر آپس میں ٹھیٹھ پہاڑی بولتے۔ ایک جمعۃ المبارک کے دن کپڑے دھو کر سوکھنے کیلئے ڈال رکھے تھے کہ میں نے ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کو آواز دی ''تیری کڑتی بن ٹیہ گئی اے'' (آپ کی قمیص نیچے گر گئی ہے) حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے سنتے ہی مسکراتے ہوئے مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا: ''اونیے اے بن کی ہوندا اے'' اب میں کیا بتلاتا کہ بن کیا ہوتا ہے، پھر فرمایا: ''اس میں شرمندگی کی کوئی بات نہیں پنجابی کے لفظ '' ھیٹھاں '' کے بجائے بُن زیادہ فصیح ہے اس لیے کہ '' بُن '' فارسی میں جڑ کو کہتے ہیں اور وہ چوں کہ نیچے ہوتی ہے اس مناسبت سے نیچے کے معنی میں بُن کا استعمال بہت مناسب ہے''۔ پھر مسکراتے ہوئے فرمایا: '' جا تیری کڑتی بن ٹیہ گئی اے '' جس کے بعد جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ گویا حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس طرح مخاطب ہیں: ''تو لگدا یں لہوردا پر ھیں پچھوں رجوردا ''

Marfat.com

صحیح مسلم شریف

جامعہ میں جب دورۂ حدیث کا آغاز ہوا تو مسلم شریف کا درس حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے پاس تھا۔ ہمارے ایک ساتھی کا خیال تھا کہ حضرت اگرچہ جملہ علوم پڑھاتے آئے ہیں مگر حدیث تو پڑھائی نہیں اس طرح انہیں بہت تردد تھا مگر جب پہلا سبق ہوا تو یہ صاحب ماشاءاللہ اور واہ واہ کرتے تھک گئے۔

جامعہ عربیہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی شکل میں ایک ایسی نعمت سے نوازا تھا کہ جامعہ اور انتظامیہ کو ہمیشہ اس بات پہ فخر اور چھپن برس کی رفاقت کی حلاوت محسوس ہوتی رہے گی کہ "اِنَّ ذَالِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْ () لقمان ۱۷

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن
وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

کلیات حفیظ میرٹھیؒ

جامعہ عربیہ میں شروع سے آخر تک راقم الحروف، ڈاکٹر عصمت اللہ، صاحبزادہ مولانا محمد منور تسنیم مرحوم اور حافظ شان علی ہم سبق رہے ہیں باقی بہت سے حضرات آتے اور بچھڑتے چلے گئے۔ میرے پاس تو جامعہ کے علاوہ کوئی فالتو تعلیم نہیں مگر ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ جامعہ ام القریٰ میں بہت سے جید مشائخ سے شرف تلمذ حاصل ہوا مگر جامعہ عربیہ کے اساتذہ جیسی شخصیات کا کوئی نعم البدل نہیں دیکھا خصوصاً حضرت کا انداز تدریس اور طرز استدلال ایسا تھا کہ جس کا کوئی جواب نہیں تھا لہٰذا مجھے یقین ہے کہ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ سے تعلق رکھنے والے تمام حضرات اس بات کی گواہی دیں گے کہ

بُوْرِکْتَ مَوْلُوْدًا وَبُوْرِکْتَ نَاشِئًا
وَبُوْرِکْتَ عِنْدَالشَّیْبِ اِذْاَنْتَ اَشْیَبُ

Marfat.com

15: حضرت مولانا قاضی محمد عبداللہ

ألحبر النبيل استاذنا االجليل ألفقيه الكبير من علماء الكشمير

حضرة الاستاذ قاضی محمد عبد الله زَيَّنَ اللّٰهُ وَجْهَهُ

ولادت 1940ء مطابق 59-1358ھج: مقام چڑہان مضافات راجوری مقبوضہ کشمیر

وفات بروز جمعرات 17 ستمبر 1987ء مطابق 23 محرم 1408ھ: مقام میر پور آزاد کشمیر

نوٹ: آپ کا مفصل تذکرہ علمائے قریش کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

16: حضرت مولانا حافظ محمد حنیف

حضرت استاذ مولانا صاحبزادہ حافظ محمد حنیف صاحب حضرت شیخ الجامعہ کے صاحبزادے ہیں۔آپ نے فاضل اور درس نظامی کے علاوہ چند مضامین میں ایم اے بھی کر کھا ہے۔اردو، انگریزی، عربی اور فارسی کے یکساں ماہر مترجم ہیں۔مدرسہ عربیہ قدیم میں ہمیں تفسیر پڑھاتے تھے اس دوران کا ایک واقعہ میں نے حضرت شیخ الجامعہ کے تذکرے میں بھی لکھا ہے۔

انہی دنوں آپ نے مدرسے سے علیحدہ ہو کر کتابوں کا ترجمہ کرنا شروع کیا تھا۔لاہور سے ''اسلامی ڈائجسٹ'' کے نام سے ایک ماہنامہ شروع کیا تھا جس میں، میں بھی لکھا کرتا تھا تاہم یہ زیادہ عرصہ نہیں چل سکا اور پھر مکتبہ چراغ اسلام کی بنیاد ڈالی، اب بالکل فارغ اور راولپنڈی منتقل ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

17 : حضرت الاستاذ حافظ محمد انور القاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ

یَا اِلٰهِیْ نَوِّرْ لَهٗ قَبْرَهٗ وَابْنِ
لَهٗ فِی الْجِنَانِ قَصْرًا مُّشَیَّدًا

بابه بن احمد بیبه العلوی

حَبِیْبُ فُؤَادِیْ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ. شیخ التفسیر حضرت الاستاذ مولانا صاحبزادہ حافظ محمد انور القاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت استاذ مولانا محمد چراغ شیخ الجامعہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے صاحبزادے، آپ کے جانشین اور اسلاف کی بہت سی عظمتوں کے امین تھے۔

محمد انور وجہ تسمیہ

جس طرح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری شریف کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ آپ کے سب سے بڑے اور محبوب شیخ حضرت امام ابوبکر حُمَیدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی سب سے پہلے آئے چنانچہ '' حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ '' سے آغاز فرمایا ہے اور یہ اہتمام حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اعلیٰ ذہانت، اپنے شیخ سے والہانہ محبت اور کمال ادب کی علامت ہے۔

اسی طرح حضرت استاذ شیخ الجامعہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے کیلئے اپنے محبوب شیخ سیدالمحدثین الشیخ سید محمد انور کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ نسبت اور تبرک کے طور پر یہ نام اختیار فرمایا تھا۔ جبکہ بعد میں حضرت استاذ رحمہ اللہ نے خود بحرالعلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ بانی دارالعلوم دیوبند کے ساتھ نسبت اور تبرک کیلئے ''اَلقاسمی'' لقب اختیار فرمایا تھا لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی پر ان نسبتوں کے بہت اثرات تھے کیوں کہ حضرت استاذ انتہائی محمود ومکرم ، منظم ومنتظم ، مدبر ومنصرم ، مثبت و محتاط ، مشفق ومحب ، محترم ومطاع ، مصلح ومخلص ، معلم و مزکی ، موثر ومونس ، حساس وشفاف ، خوش اطوار و خوش گفتار پاک باطن وازلی سعادتمند کہ جن کے حسن میں باطن منعکس تھا مگر افسوس کہ

لَمْ تَمُتْ اِنَّمَا الْمَکَارِمُ مَاتَتْ
لَا سَقَی اللّٰهُ بَعْدَکَ الْأَرْضَ قَطْرًا

ابن اللبانة الدانی

Marfat.com

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک ملفوظ کہیں پڑھا تھا کہ ''زندگی کتنی ہی عظیم ہو تاریخ اپنے فیصلے کیلئے موت کی منتظر رہتی ہے''یعنی

وَمَالِامْرِءٍ عَنْ سَاحَةِ الْمَوْتِ مَهْرَبُ
وَمَنْ ذَاالَّذِیْ یَنْجُوْ مِنَ الْمَوْتِ هَارِبًا

ابراهیم الطبا طبائیؒ

لیکن مجھے یہ اطمینان ہے کہ جامعہ کے طرزِ تعمیر اور ترتیب و اہتمام میں آپ کا ذوق ہمیشہ منعکس رہے گا انشاء اللہ، اور الحمد للّٰه ثم الحمد للّٰه کہ حضرت صاحبزادہ علامہ حافظ عطاء الرحمٰن مدنی دامت برکاتہم اور صاحبزادہ مولانا ضیاء الرحمٰن قاسمی حفظہ اللہ دونوں کے مزاج اور گفتار و کردار میں بھی آپ کے ذوق اور سیرت کی جھلک نمایاں ہے اور یقیناً یہ بات حضرت کے تلامذہ اور ابنائے جامعہ کیلئے باعثِ فخر ہے کیوں کہ

مَا وَهَبَ اللّٰهُ لِامْرِیءٍ هِبَةً
أَحْسَنَ مِنْ عَقْلِهٖ وَأَدَبِهٖ
هُمَا جَمَالُ الْفَتٰی فَاِنْ فُقِدَا
فَفَقْدُهٗ لِلْحَيَاتِ أَجْمَلُ بِهٖ

بیتان بلا نسبة فی المقد مة '' روضة المحبین و نزهة المشتاقین '' تالیف الامام العلامة شمس الدین محمد بن أبی بکر ابن قیم الجوزیة ۶۹۱ ، ۷۵۱ رحمه الله تعالیٰ علیه تحقیق الدکتور السید الجمیلی الناشر دار الکتب العربیة بیروت

معیارِ رفاقت

بیعت عَقَبَۂ ثانیہ ۱۲ نبوی ﷺ میں انصار مدینہ کے بہتر (۷۲) نفوسِ قدسیہ پر مشتمل ایک وفد نے منیٰ میں مقام عقبہ پر رسول اللہ ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت فرمائی تھی اس موقعہ پر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ باوجودیکہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کے انصار کے ساتھ معاملہ طے کرنے میں آپ کی طرف سے شامل ہوئے تو آپ نے انصار کو اس طرح مخاطب فرمایا:

''اے گروہ خزرج محمد (ﷺ) اپنے خاندان میں معزز و محترم شخصیت ہیں دشمن کے مقابلے میں ہم ہمیشہ ان کی حفاظت کیلئے سینہ سپر رہے ہیں مگر اب وہ آپ کے ساتھ جانا چاہتے ہیں اس صورت میں اگر تم لوگ مرتے دم تک آپ کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ''فَمِنَ الْآنَ فَدَعُوْهُ فَاِنَّهٗ فِیْ عِزٍّ وَّمَنْعَةٍ '' کوئی ذمہ داری قبول کرنے کے بجائے ابھی سے جواب دے دو، کیوں کہ یہ ہمیشہ کی طرح اب بھی اسی طرح عزت کے ساتھ ہمارے درمیان محفوظ ہیں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے اپنی دعوت رکھتے ہوئے فرمایا ''اُبَایِعُکُمْ عَلٰی أَنْ تَمْنَعُوْنِیْ مِمَّا تَمْنَعُوْنَ مِنْهُ نِسَاءَ کُمْ وَ أَبْنَاءَ کُمْ ''

Marfat.com

ترجمہ: ''میں تم لوگوں سے اس عہد پر بیعت لے رہا ہوں کہ تم اسی طرح میری حفاظت میں کمربستہ رہو گے جس طرح اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کیلئے سینہ سپر ہو جاتے ہو''۔

یہ سن کر حضرت براء بن معرو ررضی اللہ عنہ نے آپ کا دست مبارک تھامتے ہوئے عرض کیا: ''یارسول اللہ! اس ذات باری کی قسم جس طرح ہم اپنی عزت و ناموس کیلئے کٹ مرتے ہیں اسی طرح آپ کے اشارے پر کٹ مریں گے بس آپ بلا تاخیر ہم سے بیعت لیجئے''۔

مگر حضرت ابو الهَيثم التَّيْهَان رضی اللہ عنہ نے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کی بات کاٹتے ہوئے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آج تو آپ ہمارے ساتھ جانے کیلئے تیار ہیں اس صورت میں یہود یثرب کے ساتھ ہمارے حلیفانہ معاہدے خود بخود ختم جائیں گے لہٰذا کل ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو اقتدار اور قوت حاصل ہو جائے تو آپ ہمیں تنہا چھوڑ کر اپنے گھر اور قوم میں واپس مکہ مکرمہ آجائیں''؟

حضرت ابو الهَيثم التَّيْهَان رضی اللہ عنہ کے ان تحفظات پر رسول اللہ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اس دنیا میں پہلی بار ان الفاظ میں دوستی کا منشور متعارف کرایا:

''لا بَلِ الْأَبَدَ الْأَبَدَ ، أَلدَّ مَ الدَّ مَ ، أَلْهَدَمَ الْهَدَ مَ أَنْتُمْ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْكُمْ ، أُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ وَ أُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ''

أللباب فی علوم القرآن : سوره آل عمران : تالیف الامام حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحَنبلی رحمه الله تعالیٰ المتوفّی بعد ۸۸ من الهجرة الطبعة لاولیٰ : ج۵ الصفحة ۴۴۳ : تحقیق الشیخ عادل احمد عبد الموجودوالشیخ علی محمد معوض المکتبة الشاملة وأخرجه السهیلی فی " روض لانف وابن کثیر فی ألسیرة النبوية : قصة بيعة العَقَبَة الثانية

''بالکل نہیں بلکہ ابدالآباد تک ایسے نہیں ہوسکتا یاد رکھو تمہارا خون میرا خون ہے، تمہارا ذمہ میرا ذمہ اور تمہاری عزت و ناموس میری عزت و ناموس شمار ہوگی۔ آج سے تم میرے اور میں تمہارا ہو گیا۔ جس نے تمہارے خلاف تلوار اٹھائی میں تمہاری حفاظت کیلئے سینہ سپر ہو جاؤں گا اور جس نے تم سے وفا کی میں اس کا وفادار رہوں گا''۔

هزار خویش که بیگانه از خدا باشد
فدائے یک تنِ بیگانه کا شنا باشد

گلستان سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ: ہزار اپنے قریبی جو اللہ کریم سے بیگانے ہوں اس ایک بیگانے پر قربان کہ جو خدا شناس ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتا ہے۔

Marfat.com

پابندیٔ عہد کی مثال

غزوۂ حنین کے نتیجے میں چھ ہزار اسیران جنگ، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو حاصل ہوا تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے پانچ حصے کیے۔ جن میں سے چار حصے حسب دستور مجاہدین کو تقسیم فرمادیئے۔ خمس غرباء ومساکین کیلئے بیت المال میں جمع کرادیا اور باقی مؤلفۃ القلوب کی مد میں نومسلم رؤسا کو اس طرح عطا فرمایا کہ صرف حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اوران کی اولاد کو تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ چاندی عطا فرما کر عرب فیاضی کو نیا اسلوب بخشا مگر نہ کوئی چیز اپنے لئے بچا رکھی اور نہ انصار کو ہی حصہ عطا فرمایا۔ اس محرومی پر انصار کے کچھ نوجوانوں کو رنج ہوا تو آپ نے انہیں بلا کر فرمایا:

"أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَ مْوَالِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ ، ﷺ ، إِلَى رِحَالِكُمْ فَوَ اللّٰهِ لَمَا تَنْقَلِبُوْنَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُوْنَ بِهِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ رَضِيْنَا "

رواه البخاری عن انس ابن مالک رضی اللہ عنه : کتاب المغازی ، باب غزوۃ الطائف فی شوال سنة ثمان

کیا تم لوگ اس بات پر راضی نہیں کہ دوسرے لوگ تو اموال غنیمت ساتھ لے جائیں اور تم اللہ کے نبی، ﷺ ، کو اپنے ساتھ گھر لے جاؤ، اللہ کی قسم جو دولت کو نین تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ لے جارہے ہیں۔ اس بشارت پر انصار نے عرض کیا: "یارسول اللہ ہم راضی ہیں"۔ بلکہ انصار مدینہ فرط مسرت سے پھوٹ کر رونے لگے اوران کی ڈاڑھیاں تر ہوگئیں۔

فائدہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ بیعت عَقَبَۂ ثانیہ ۱۲ نبوی ﷺ میں انصار مدینہ کے ساتھ جو آپ نے وعدہ فرمایا تھا:

"لَا بَلِ الْأَبَدَ الْأَبَدَ ، أَلدَّ مَ الدَّ مَ ، أَلْهَدَمَ الْهَدَ مَ أَنْتُمْ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْكُمْ ، أُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ وَ أُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ"

فتح مکہ کے بعد یہ اس کی عملی تجدید تھی کہ لوگوں کو میں مال و دولت دے چکا ہوں اور اے انصار مدینہ میں تمہارے حصے میں آیا ہوں مجھے ہمیشہ کیلئے اپنے ساتھ گھر لے چلو، میں سمجھتا ہوں کہ تحریکی زندگی میں دوستی کے اس معیار کو سامنے رکھے بغیر کسی بڑی تبدیلی کی امید نہیں جاسکتی جبکہ میں نے اپنی زندگی میں صرف تین نفوس قدسیہ ایسے دیکھے ہیں جن کے ہاں رفاقت کا یہی معیار تھا۔

1: حضرت استاذ مولانا معین الدین خٹک رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث جامعہ عربیہ

2: حضرت استاذ مولانا حافظ محمد انور قاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم اعلیٰ، مہتمم جامعہ عربیہ

3: حضرت مولانا نثار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ بانی سپارک بروک اسلامک سنٹر برمنگھم، بانی جامعہ تفہیم الاسلام ہری پور، سابق امیر

Marfat.com

جماعت اسلامی ہزارہ ڈویژن، سابق صدر جمعیت اتحاد العلماء صوبہ پنجاب

یادداشتیں

1999ء میں حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال فرماتے ہی میں نے آپ سے متعلق یادداشتیں قلم بند کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر صد افسوس کہ منیر نیازی مرحوم کی طرح میں بھی:

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں ہر کام کرنے میں
ضروری بات کہنی ہو کوئی وعدہ نبھانا ہو
اسے آواز دینی ہو اسے واپس بلانا ہو
ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں
مدد کرنی ہو اس کی یار کی ڈھارس بندھانا ہو
بہت دیرینہ رستوں پر کسی سے ملنے جانا ہو
ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں
بدلتے موسموں کی سیر میں دل کو لگانا ہو
کسی کو یاد رکھنا ہو کسی کو بھول جانا ہو
ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں
کسی کو موت سے پہلے کسی غم سے بچانا ہو
حقیقت اور تھی کچھ اس کو جا کر جا کر بتانا ہو
ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں ہر کام کرنے میں

یہی وجہ ہے کہ حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ مجھے اکثر "نلیق" کہہ کر فہمائش فرماتے اس تاخیر کی ایک دوسری وجہ یہ رہی ہے کہ میں نے جب بھی قلم اٹھایا اپنے دل کو یقین نہیں دلا سکا کہ حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ ہم سے ہمیشہ کیلئے بچھڑ چکے ہیں کیوں کہ:

سوچ کے سانچے میں الفاظ جو ڈھل جاتے ہیں
وہ ہمیں لے کے بہت دور نکل جاتے ہیں

اور اب جب لکھنا شروع کیا ہے تو سب سے پہلا گھاٹا یہ سامنے آتا ہے کہ اس زندگی میں مجھے علامہ صاحب وغیرہ کہنے والے تو بہت ہیں مگر آپ کے بعد "نلیق" کہنے والا کوئی نہیں اور اس خسران مبین کا اندازہ صرف کوئی طالبعلم

Marfat.com

کرسکتا ہے جسے کبھی آپ جیسے شفیق استاذ کی صحبت میسر آئی ہو:

وَاحسْرَتَامَاتَ أَتْرَابِيْ وَ أَقْرَانِيْ
وَ شَتَّتِ الدَّهْرُأَصْحَابِي وَأَخْدَانِيْ

القزاز القیروانیؒ

نوٹ: چوں کہ حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ سے میرا عرصۂ تعلق بتیس سالوں پر محیط ہے جس کے باعث بہت سی قیمتی باتیں یا تو میں بھول چکا ہوں یا ان میں شک پیدا ہو گیا ہے لہٰذا میں نے ایسے واقعات لکھنے سے گریز کیا ہے اور دوسری بات یہ کہ ان واقعات کو تاریخ وار یاد رکھنا یا لکھنا محال ہے اور تیسری بات یہ کہ اس طرح کے واقعات کو فن رجال و روایت کے معیار پر نہیں پرکھا جا سکتا۔ اس کے باوجود میں نے لکھتے وقت انتہائی محتاط انداز اختیار کرتے ہوئے کوشش کی ہے کہ کم از کم حضرات اساتذہ رحمہم اللہ کے ملفوظات ان کے الفاظ اور لہجے میں لکھوں تا کہ ابنائے جامعہ کیلئے تبرک کے طور پر کام آسکیں۔ پھر بھی جہاں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ رحمت میں عفو و درگزر کا امیدوار ہوں اور قارئین سے دعائے مغفرت کا طلبگار۔

حضرت شیخ الجامعہ کا احترام

حضرت کو اپنے والد رحمہ اللہ سے انتہا درجے کی محبت تھی جامعہ عربیہ جدید کے عملاً آپ ہی مدبر و منتظم تھے لیکن حضرت والد کی پسند کو دل و جان سے ملحوظ رکھتے۔ حضرت استاذ شیخ الجامعہ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ جب میرے پاس ٹھہرے تو میں نے اپنا ایک خواب بیان کیا: ''میں نے حضرت رحمہ اللہ سے خواب میں آپ کی قبر شریف کے اندر ملاقات اور گفتگو کی ہے جس میں آپ کیلئے ایک پیغام ہے''۔

''اوئے انور نوں کھویں کہ میری قبر تے کسے نے دُدھ پا دتا اے تے مینوں اے چنگا نئیں لگدا، میری قبر دا خیال رکھے''

یہ سننے کے بعد بار بار مجھ سے دریافت فرماتے رہے کہ ''یار قریشی اباجی نے واقعی میرا ناں لتا سی''؟ عرض کیا: ''مجھے سو فیصد خواب یاد ہے''۔

اس کے بعد آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور دیر تک دعا میں مشغول رہے پھر فرمایا:

''ایہدا مطلب اے ابا جی میرے تے خوش گئے نے ؟''

چوں کہ کافی دیر رو چکے تھے۔ مجھے بھی ایک واقعہ یاد آ گیا تھا لہٰذا موقعہ کی مناسبت سے میں نے ذرا سنجیدہ مگر ہچکچاتے ہوئے عرض کیا: ''حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بہت خوش تھے مگر ایک بات قابل غور ہے اگر اجازت فرمائیں تو میں عرض کروں'' ذرا متفکر ہو کر فرمایا: ''جلدی بتاؤ''

عرض کیا: ''جن دنوں میں جماعت اسلامی گوجرانوالہ کا قیم تھا ایک روز آپ نے مجھے تازہ نسوار لانے کا حکم دیا تھا۔

Marfat.com

جب میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت بہت ہشاش بشاش اور فارغ تھے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ''۔ پھر باتوں باتوں میں فرمانے لگے:
''اوئے اے تہاڈا انور اے ، نا ، انور''! جی استاذ جی: ''اوئے میں سنیائے جے اے نسوار کھان آلے لڑکیاں نوں داخل نئیں کردا کہ اے مدرسہ گندا کردے نے'': شاید مگر استاذ جی کچھ پٹھان لڑکے تو ہمارے ساتھ ایسے تھے اور ہیں: ''ناں مینوں اے دس جے اے پیو نوں کس طرح برداشت کردا اے''؟

تو میں ہنس پڑا پھر میں نے عرض کیا: ''لیکن حضرت آپ کو پیکدان لا کر دیا ہوا ہے لڑکے پیکدان نہیں رکھتے ہو سکتا ہے اس لئے'' یہ سن کر آپ بہت محظوظ ہوئے۔

حضرت استاذ یہ واقعہ سن کر تا دیر مسکراتے رہے پھر فرمایا: ''مگر میں تو فکر مند ہو گیا تھا''۔

نوٹ: حضرت استاذ شیخ الجامعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نسوار استعمال فرماتے تھے مگر انہیں دنوں اس کا استعمال ہمیشہ کیلئے ترک کر دیا تھا اور میں چوں کہ شہر میں تھا میرے پاس موٹر سائیکل ہوتا تھا اس لئے اکثر حاضری ہوتی اور کبھی کبھی خود بھی فون کر کے بلا لیا کرتے۔

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ طب میں ڈسکہ والے مشہور حکیم خادم علی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے کامیاب شاگرد تھے مگر دینی مصروفیات کے باعث طب کا پیشہ اختیار نہیں فرمایا تھا جبکہ حضرت استاذ شیخ الجامعہ رحمہ اللہ انگریزی ادویات کے مشکوک ہونے کے باعث استعمال نہیں فرماتے تھے اس لئے حضرت استاذ خود دیسی ادویات سے حضرت کا علاج فرماتے۔

نوٹ: گوجرانوالہ شہر کے چند ڈاکٹرز جامعہ کے طلبہ کا مفت علاج کیا کرتے تھے ہمارے دور میں سرجن بشیر الرحمٰن صاحب اور ڈاکٹر معراج الدین رحمہما اللہ تعالیٰ ہمارے محسن تھے۔ اسی طرح حضرت حکیم محمد داؤد رحمہ اللہ بھی ہم سے فیس نہیں لیا کرتے تھے مگر حضرت معمولی تکلیف پر ہمیں ان حضرات کے پاس نہیں بھیجا کرتے تھے بلکہ خود دیسی ادویات سے ہمارا علاج کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے شدید کھانسی اور نزلہ ہو گیا تو ''لعوق سپستان'' تجویز فرمائی جو انتہائی مفید رہی اور گوجرانوالہ کے دوران میں اکثر یہی نسخہ استعمال کرتا رہا ہوں۔

حضرت استاذ شیخ الجامعہ رحمہ اللہ کو چوں کہ مکھن مرغوب تھا اس لئے جامعہ کے متصل چھوٹے سے مکان میں ہمیشہ ایک بھینس پالتے۔ برمنگھم میں آخری ملاقات کے دوران مجھے بتایا تھا کہ ''روزانہ صبح ابا جی جب ناشتہ سے فارغ ہوتے تو عطاء الرحمٰن کی والدہ کو مخاطب فرما کر بہت سی دعائیں دیتے''۔

حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے برمنگھم میں مجھے خود اپنا واقعہ سنایا تھا کہ 1959ء میں جب مجھے موریشس سے تدریس کی دعوت ملی تو یہ ایوب خان کا دور تھا، پاسپورٹ عام طور پہ نہیں بنائے جاتے تھے۔ نقد ضمانت کے عوض حکومت پاسپورٹ جاری کرتی تھی۔ میرے پاس زر ضمانت یا ٹکٹ کے پیسے نہ تھے اور مجھے علم تھا کہ ابا جی کے پاس بھی پیسے نہیں حضرت چوں کہ مدرسے کے بیت المال سے بہت معمولی سا گذارہ الاؤنس لیتے تھے اس لئے میں نے ابا جی سے کہا کہ آپ قرض لے دیں؟

Marfat.com

فرمایا کہ میں نے کبھی کسی سے لیا نہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ مدرسے کے بیت المال سے دیدیں میں وہاں جا کر اپنی تنخواہ سے بھیج دوں گا؟

فرمایا: ''میں اس کا مجاز نہیں یہ خیانت ہے''۔ تو میں نے عرض کیا کہ شوریٰ سے اجازت لے لیں۔ فرمایا: ''تم چوں کہ بیٹے ہو اس لئے شوریٰ انکار تو نہیں کرے گی مگر ان سے زیادہ مدرسے کے بیت المال کی حفاظت میری ذمہ داری ہے اور میں یہ مناسب نہیں سمجھتا''۔

حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلی بار پاسپورٹ لینے اور بیرون ملک سفر اور ملازمت کرنے کے شوق کے باوجود میں نے موریشس والوں کو پوری تفصیل لکھ کر معذرت کر دی جب کہ وقتی طور پر مجھے ابا جی کی اس احتیاط سے صدمہ بھی پہنچا مگر ہوا ایسے کہ موریشس والوں نے نہ صرف تمام اخراجات کا انتظام کر دیا بلکہ ابا جی کی احتیاط اور امانت کی یہ بات سن کر انہوں نے مجھ سے وہ پیسے واپس بھی نہیں لیے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ میں نے جب واپس آ کر ابا جی کی نیابت کے فرائض سنبھالے تو جامعہ کے بیت المال کو ابا جی کے طریقے پر چلانے کا فیصلہ کر لیا اور اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے۔ اس کے بعد آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ قریشی مجھے ایک اطمینان ہے کہ عطاء الرحمٰن اور ضیاء الرحمٰن کی والدہ نے ابا جی کی خدمت کر کے بہت دعائیں لی ہیں لہٰذا جامعہ کا یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہے گا۔

()

اگر چہ سب طلبہ سے یکساں شفقت کا مظاہرہ فرماتے اس کے باوجود میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اپنے والد رحمہ اللہ کے تلامذہ سے زیادہ مشفقانہ برتاؤ فرماتے۔

طلبہ سے ذاتی خدمت لینا پسند نہیں فرماتے تھے۔ میں نے اس سارے عرصہ کے دوران ایک دو بار صاحبزادہ عطاء الرحمٰن صاحب اور صاحبزادی عطیہ کو سکول سے لیا یا چھوڑا ہے اور ایک آدھ بار گھر کیلئے سبزی لایا ہوں مگر حضرت کو آخری ملاقات تک یہ معمولی سی خدمت یاد تھی: ''یار قریشی توں میری بڑی خدمت کیتی اے''۔

()

انتہائی صفائی پسند طبیعت تھی اگر کسی طالبعلم کے کپڑے گندے ہوتے یا استری نہیں ہوتے تو سخت ناراض ہوتے خود بھی مسواک اور سیر کا اہتمام فرماتے اور طلبہ کو بھی ترغیب دیتے۔ عصر کے بعد سیر کے دوران طلبہ سے گھل مل جاتے اور بڑی عمر کے طلبہ سے بازو (وینی) پکڑنے کا مقابلہ فرماتے۔

طلبہ کی معمولی باتوں پر بھی نگاہ رہتی اور اصلاح فرماتے۔ مجھے دورہ حدیث کے سال بھرپور ڈاڑھی آئی تھی اور چوں کہ مونچھیں رکھنے کا شوق تھا۔ ایک دن میں سیر سے واپسی پر ٹینکی کے قریب مونچھوں کو خوب تاؤ دے رہا تھا دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا: ''میں نے ایک دم کے متعلق تو سنا ہے کہ بہت ٹیڑھی ہوتی ہے مگر تمہاری مونچھیں تو اس کا ریکارڈ بھی توڑ گئی ہیں

Marfat.com

"۔میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید حضرت کو مونچھیں رکھنا ناگوار گزرا ہے قینچی لیکر کاٹ دیں مگر بعد میں دیکھ کر فرمایا:" اوئے نکمیاں میرا ایہہ مطلب نئیں سی" تاہم اس کے باوجود میں نے زندگی میں کبھی مونچھیں نہیں بڑھنے دیں۔
()

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ طلبہ کی مناسب حوصلہ افزائی فرماتے۔ غالباً 1972ء میں گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ میں سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر کل پاکستان بین الکلیاتی تقریری مقابلے کا اعلان ہوا تو جامعہ کو بھی شرکت کی دعوت ملی۔ چوں کہ جامعہ کی سطح پر اول آنے والے طالبعلم نے اس مقابلے میں نمائندگی کرنا تھی لہٰذا کئی روز تک طلبہ تیاری اور ریہرسل میں مصروف رہے۔ بالآخر لائبریری میں جب فائنل مقابلہ ہوا تو میں "نلیق" اول آ گیا۔ حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ٹیپ ریکارڈر میں نہ صرف میری تقریر محفوظ کرائی بلکہ کبھی کبھار اسے سنا کرتے اور میری حوصلہ افزائی فرماتے۔

برمنگھم میں جن دنوں میں ماہنامہ اذان برمنگھم کا مدیر مسئول تھا تشریف لائے تو حضرت مولانا نثار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کو پاکستانی سفارتخانے کے نام میرا ایک خط دکھایا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس کے بعد حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے گھر پہنچ کر فرمایا:" قریشی ساڈا یار تیرے تے بہت خوش اے لہٰذا میں وی خوش آں" بظاہر یہ باتیں چھوٹی معلوم ہوتی ہیں لیکن ایسا نہیں بلکہ ان کا ایک خوبصورت پس منظر ہے اور بڑے لوگوں کی اس بات پر نظر ہوتی ہے۔

وَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

رواه مسدد بسند ضعيف لضعف عطية العوفي والراوي عنه

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ مَنْ لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ

رواه ابو داود والطبراني وابن حبان في "صحيحه" و ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد عن الأشعث بن قيس ۸ / ۱۸۰ :رواه ابوداود والترمذي وصححه بلفظ "لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا يَشْكُرِ النَّاسَ"

المطالب العاليه بزوائد المسانيد الثمانية لابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالىٰ عليه المتوفى ۸۵۲ هج۔ ومعه اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة تاليف الحافظ احمد بن ابى بكر بن اسمٰعيل البوصيرى المتوفىٰ ۸۴۰ هج رحمة الله تعالىٰ : باب ماجاء في الشكر : تحقيق محمد حسن محمد حسن اسماعيل الشافعي الناشر دار الكتب العلمية بيروت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" جو آدمی عوام الناس کے چھوٹے چھوٹے بھلائی کے کاموں میں ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا اسے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں پر اس ذات باری کا

Marfat.com

شکر گزار ہونے کی توفیق حاصل نہیں ہوتی''۔

میں سمجھتا ہوں کہ اجتماعی اور تحریکی کاموں میں ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی نہ صرف کامیابی کی بنیاد ہے بلکہ اس سے اخوۃ پروان چڑھتی ہے۔

()

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ''جن دنوں میں مکہ مکرمہ جامعہ ام القریٰ میں زیر تعلیم تھا آپ عمرے پر تشریف لائے تو عمدہ رہائش چھوڑ کر ہمارے ساتھ ہاسٹل کی معمولی رہائش میں ٹھہرے اور اس طرح گھل مل گئے اور کچن کے کام میں ساتھ ہوتے گویا کہ آپ استاذ نہیں بلکہ ساتھی ہیں مگر اس حال میں بھی ہر معاملے میں ہماری اصلاح کا پہلو ملحوظ تھا۔ جب میں نے آپ کے طرز عمل پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ حضرت ہماری اصلاح کے پیش نظر بے تکلف ہو کر ہمیں قریب لاتے ہیں تا کہ تکلف اور بعد کے باعث ہم اصلاح سے محروم نہ رہ جائیں:

ساقی نے مسکرا کے گلے سے لگا لیے
وہ آدمی جو اپنی خطاؤں سے ڈر گئے

ساغر صدیقی

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں مکہ مکرمہ کے دوران میں کئی جگہوں پر درس دیا کرتا۔ لہٰذا ایک درس میں شرکت کیلئے حضرت کو دعوت دی تو میں نے حاضرین سے آپ کا تعارف کراتے ہوئے کہا: ''آج تک جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا وہ سب جس ہستی کا فیض تھا وہ خوش قسمتی سے اس وقت ہمارے درمیان موجود ہیں، آپ نے نہ صرف کتابی علم منتقل کیا بلکہ ہمیں انسان بھی بنایا کیوں کہ جامعہ میں آنے سے پہلے ہمیں انسانیت کی سمجھ نہ تھی لہٰذا میں حضرت استاذ گرامی سے درخواست کرتا ہوں کہ آج وہ خود آپ سے خطاب فرمائیں، اس کے بعد حضرت نے یادگار خطاب فرمایا اور سامعین بہت محظوظ ہوئے، اس کے بعد آپ نے امریکہ پہنچ کر مجھے شکریے کا خط لکھا اور یہ کہ آپ میرے اور جامعہ کیلئے باعث فخر ہیں''۔

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ مکہ مکرمہ سے فراغت کے بعد ایک بار جب میں جامعہ میں ملاقات کیلئے حاضر خدمت ہوا تو آپ نے میری پرتکلف دعوت کی۔ دوسرے روز طلبہ کی اسمبلی جس میں حضرت استاذ شیخ الحدیث مفتی نذیر احمد دامت برکاتہم، حضرت حافظ محمد عارف صاحب اور حضرت قاری محمد اکرم صاحب شامل تھے، بلا کر خود میرا تعارف کرایا اور میری تحسین فرمائی۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میں آپ کی ایک کلاس پڑھاؤں بلحاظ ''اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ'' میں حضرت کی کلاس میں چلا گیا جہاں طلبہ سے ایک سوال کیا کہ آپ علم کیوں حاصل کر رہے ہیں؟ اور اس کی روشنی میں ایک آدھ حدیث شریف بیان کر کے آ گیا۔ میں نے حضرت کی جگہ بیٹھ کر پڑھانے کو ادب کے خلاف تصور کیا۔

()

Marfat.com

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کا بیان ہے: ''جن دنوں میں مکہ مکرمہ جامعہ ام القریٰ میں زیر تعلیم تھا اس دوران ایک مرتبہ آپ عمرے پر تشریف لائے تو آپ نے رہائش کا انتظام فرما کر ہمیں اطلاع کی مگر چوں کہ ہوٹل کی انتظامیہ سے ہماری واقفیت تھی میں نے انہیں منع کر دیا کہ آپ سے کرایہ نہ لیں بلکہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ہم ادا کریں گے۔ حضرت کو جب معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے کہ آپ لوگ یہاں طالب علم ہو آپ سے یہ خدمت لینا مناسب نہیں تھا۔

ایک روز ہمیں تفسیر کی کلاس پڑھا رہے تھے، کسی وجہ سے حافظ شان علی لیٹ پہنچے تو جلدی میں بغیر سلام کیے سیدھے اندر آ گئے جس پر آپ نے فرمایا کہ واپس باہر جاؤ اور مسنون طریقے سے **السلام علیکم** کہہ کر کلاس روم میں داخل ہو۔

بروایت ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب

جامعہ عربیہ کا ماحول

مجھے نام تو یاد نہیں مگر سیالکوٹ کی طرف کے ایک بہت باوقار اور سلجھے ہوئے فاضل میں ہمارے ساتھی نے اپنے بہت ہی پیارے اور کم عمر بھائی کو بھی حضرت سے اجازت لیکر جامعہ میں لا کر داخل کرا دیا تھا تا کہ ان کے فارغ ہونے تک اس بچے کو جامعہ سے انس پیدا ہو جائے۔ جب وہ باہر صحن میں بیٹھ کر مطالعہ کرتے تو یہ چھوٹا بچہ بھائی کی گود میں بیٹھ جاتا اور بھائی کو بوسے بھی دیتا جب سبق یاد ہوتا تو بھائی بھی اسے بوسے دیتا اور پیار کرتا۔

ایک روز حضرت نے بلا کر اسے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے یہ تمہارا بھائی ہے اور اس کا بچپن پیار کا تقاضا کرتا ہے مگر باہر سے آنے والے کو یہ معلوم نہیں ہے۔ اس لئے تم اندر بیٹھ کر مطالعہ کیا کرو یا باہر صحن میں اسے گود میں نہ بٹھایا کرو۔

نوٹ:

ولید بن عبد الملک بنو امیہ کے جبابرہ میں سے تھا لیکن اس کا ایک خوبصورت قول حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہتمام سے نقل فرمایا ہے:

'' لَوْلَا اَنَّ اللّٰهَ ذَكَرَ آلَ لُوْطٍ فِيْ الْقُرْآنِ مَا ظَنَنْتُ اَنَّ اَحَدًا يَّفْعَلُ هٰذَا ''

تاریخ الخلفاء للامام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفّٰی ۹۱۱ ھ؛ ترجمة ولید بن عبد الملک : الناشر دار الجیل بیروت

اگر اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کی ہم جنس پرستی کا ذکر قرآن میں نہ فرمایا ہوتا تو مجھے یقین نہ ہوتا کہ کبھی ایسا عمل بھی وقوع پذیر ہوا یا ہو سکتا ہے۔

چند سال پہلے جب میں حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''تاریخ الخلفاء'' کا مطالعہ کرتے ہوئے اس واقعہ پر پہنچا تو جامعہ عربیہ کا پاکیزہ ماحول اور حضرات اساتذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے اشکبار ہو گیا کیوں کہ ہمارے حضرت الاستاذ حافظ محمد انور القاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت الاستاذ قاضی عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مفتی و مدرس جامعہ عربیہ کی

Marfat.com

طبائع بھی کچھ ایسی تھیں کہ اگر دوران درس کوئی اس قسم کی عبارت سامنے آجاتی تو طبیعتوں پر بے حد گراں گزرتا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ان دو بزرگوں کیلئے ممکن ہوتا تو شاید درسی کتب سے قوم لوط کا قصہ حذف کرا دیتے رحمہما اللہ تعالیٰ۔

مگر بدقسمتی سے اب ایسے لوگوں کو چراغ رخ زیبا لیے ڈھونڈنے کی ضرورت ہے کیوں کہ

پہلے تھا بہت فاصلہ بازار سے گھر کا
اب ایک ہی کمرے میں ہے بازار بھی گھر بھی

ضیا فاروقی

نماز کی سخت پابندی فرماتے اور طلبہ کا نماز سے غفلت برتنا انتہائی ناگوار گزرتا۔ مجھے چوں کہ آخری سالوں میں اردو ادب میں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی مگر خصوصاً امتحانات کے دنوں میں اردو کتاب دیکھنا ممنوع تھا۔ میں شیرانوالہ باغ کی لائبریری سے کوئی ادبی کتاب لا کر تکیے کے نیچے چھپا دیتا اور جامعہ کی چھت پر رات کی چاندنی میں دیر تک پڑھتا رہتا۔ اس لئے اکثر فجر کی جماعت چھوٹ جاتی۔ ایک روز صبح کی نماز کے وقت چھت پر تشریف لائے تو مجھے سوتے دیکھ کر ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ اس روز میں عصر کے بعد سیر کیلئے نہیں نکلا۔ جب بازو (وینی) پکڑنے کا وقت آیا تو ساتھیوں سے میرے متعلق پوچھا تو میں کمرے میں تھا اسی وقت واپس تشریف لائے تو میں نظریں جھکا کر کھڑا ہو گیا فرمایا:

''یار قریشی کی ہو گیا جے میں تینوں اک تھپڑ ماردتا تے باہر آتے وینی پھڑ'' اور مجھے ساتھ لے گئے:

تمہاری یاد نے روشن کیے ہیں دل میں چراغ
تمہارے ذکر سے خوشبو دہن میں آئی ہے

حفیظ میرٹھی

فراغت کے فوراً بعد کچھ عرصہ کیلئے میں جماعت اسلامی راولپنڈی کی تشکیل کے تحت کوٹر نہ کلاں مضافات کوٹلی ستیاں تحصیل کوہ مری میں بحیثیت خطیب کام کرتا رہا ہوں۔ دن کے وقت رضا کارانہ طور پر مقامی سکول میں بھی پڑھایا کرتا تھا جب میں نے اس ذمہ داری کی اطلاع دی تو آپ نے 12 مارچ 1974ء کی تاریخ میں مجھے جواب لکھا جو اس وقت میرے سامنے ہے بطور تبرک لفظ بلفظ نقل کرتا ہوں:

''عزیزم مولوی محمد اشرف صاحب سلام مسنون!

آپ کا مکتوب مجھے فروری کی آخری تاریخ کو مل گیا تھا مگر مسلسل سفر کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوگئی ہے معذرت خواہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے نئے تقرر کو مبارک بنائے بہتر ہے کہ تحریک اسلامی کے ساتھ وابستگی رہے۔ آج کے ماحول میں تحریک اسلامی کا کام ہی صحیح معنوں میں دینی تقاضا کو پورا کرتا ہے اور اس تحریک سے باطل کے ہر گروہ کو خطرہ ہے اپنے مطالعہ کو

Marfat.com

زیادہ سے زیادہ وسعت دیں تا کہ آپ تبلیغی میدان میں زیادہ سے زیادہ خدمت دین کا کام انجام دے سکیں آپ کے عزائم پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اور دل سے دعائیں نکلی ہیں شیخین مد ظلھما (حضرت شیخ الجامعہ وحضرت شیخ الحدیث رحمہما اللہ) سے بھی دعائیں کرائی ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

جامعہ میں نئے مدرس مولانا قاضی عبدالرزاق صاحب کا تقرر کرلیا گیا ہے میں انشاء اللہ 18/3/1974 بیرون ملک کے سفر پر روانہ ہو جاؤں گا۔ آپ گاہے گاہے ضرور اپنے حالات سے حضرت مدظلہ (حضرت شیخ الجامعہ) کو مطلع کرتے رہیں۔ جامعہ میں بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے۔ سب کی طرف سے سلام مسنون دستخط''۔

آج بتاریخ 18 اکتوبر 2009ء چونتیس سال سات ماہ اور چھبیس روز بعد جب میں آپ کے اس مکتوب گرامی کے ایک ایک جملے پر غور کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ حضرت استاذ صحیح معنوں میں مربی ومزکی اور مرشد تھے جن کے نزدیک ہماری اصلاح اور دعوت وتبلیغ کا کام ہی اصل مقصد زندگی تھا۔

حضرت رحمہ اللہ نے 27/05/1972 جامعہ میں میری درخواست پر میری ذاتی ڈائری پر اس عبارت کے ساتھ دستخط فرمائے:

میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مجاہد میں اسی لئے غازی

ملک نصر اللہ خاں عزیزؔ

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ()

دستخط: محمد انور

27 - 5 - 72

برمنگھم میں آخری ملاقات کے دوران ایک روز نماز کے بارے میں طلبہ کی سستی کا ذکر فرماتے ہوئے مجھے بھی نصیحت فرمائی اور پھر فرمایا: ''میں باقی معاملات میں تو درگزر کرسکتا ہوں مگر نماز کے معاملے میں نہیں''۔

پھر فرمایا: ''ایک روز میں نے ضیاء الرحمٰن (صاحبزادہ، ناظم اعلیٰ جامعہ عربیہ) کو صبح کی نماز میں غیر حاضر پایا جب گھر آیا تو دیکھا کہ وہ بستر میں تھا میں نے اسے خوب تھپڑ مارے جس دوران اس کی بیوی پاس کھڑی دیکھتی رہی مگر جب میں تھپڑ لگا چکا تو کہنے لگی اباجی انہیں تو سخت بخار ہے''۔

پھر فرمایا: ''یار قریشی ان کی والدہ مرحومہ بھی بہت فرمانبردار خاتون تھیں۔ جن دنوں ہم ماریشس میں تھے تو ایک روز میں نے انہیں ایک تھپڑ مار دیا اور غصے میں علیحدہ جا کر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آ کر میرا بازو دباتے ہوئے کہنے لگیں کہ ''حافظ جی تہاڈے لگی تے نہیں؟'' اس کے بعد آنکھوں سے موتیوں کی طرح آنسو ڈھلکنے لگے تو

Marfat.com

میں بھی اشکبار ہو گیا:

دیروز چناں وصال جاں افروزے
و امروز چنیں فراقِ عالم سوزے
افسوس کہ در دفترِ عمرم ایام
آں را روزے نویسد ایں را روزے

دیوان حافظ شیرازیؒ: رباعیات

ترجمہ

کل ایسا جاں افروز وصل اور آج ایسا عالم سوز فراق۔ افسوس ہے کہ زمانہ میری کتابِ زندگی میں اسکو بھی ایک دن کے طور پر درج کرے گا اور اسے بھی اور ہائے افسوس کہ

کیا قیامت ہے ' ہجر کے دن بھی
زندگی میں شمار ہوتے ہیں

سیف الدین سیف

تھوڑی دیر کے بعد میں نے عرض کیا "استاد جی میری اک عرض اے" فرمایا: "کہو!"

"استاد جی عطاء الرحمٰن اور ضیاء الرحمان چھوٹے بچے ہیں ان کی والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہو گیا ہے اب انہیں نہ مارا کریں کیوں کہ ایک تو آپ کے ہاتھ کی سخت لگتی ہے اور دوسری بات یہ کہ انہیں والدہ کی شدت سے کمی محسوس ہو گی"

فرمایا: "تمہاری بات درست ہے اور انشاء اللہ اب نہیں ماروں گا مگر تمہیں اب تک میرا ایک تھپڑ یاد ہے"۔

"چھڈ یار قریشی میرا موڈ خراب کر دتا ای"

پھر اٹھ کر کمرے میں چہل قدمی شروع کر دی۔ اور فرمایا: "ناں میں تینوں تھپڑ نہ ماردا تے توں کدی سدھر ناں سی؟"

نوٹ:

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ تعلیم سے فراغت کے بعد 1959ء میں ایک اسلامی تنظیم کی دعوت پر تبلیغ کے سلسلے میں چند سال ماریشس میں رہے، وہیں بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ عطاء الرحمٰن مدنی دامت برکاتہم کی ولادت ہوئی جب ادھر نئے جامعہ کا کام شروع ہوا تو حضرت شیخ الجامعہ رحمہ اللہ کے حکم پر واپس تشریف لے آئے تھے۔

غالباً 1986ء میں آپ کی امریکہ سے واپسی تھی میری بیوی نے مجھے کہا کہ اب جب حضرت استاذ تشریف لائیں گے تو میں آپ کی شکایت کروں گی۔ اگرچہ پیش آمدہ صورت میں، میں ہی غلطی پر تھا لیکن یہ تو وہم وگمان میں نہ تھا کہ یہ سچ مچ شکایت کر دے گی۔ اس کے باوجود میں نے بادل نخواستہ اس سے معذرت بھی کر لی اور ادھر ادھر کی باتوں میں

Marfat.com

لگانے کی کوشش کی مگر شام کے کھانے کے بعد تشریف فرما تھے تو اس اللہ کی بندی نے آپ سے اجازت لے کر میری شکایت کر دی تو مجھے سخت فہمائش کی پھر فرمایا:

''قریشی لگدا اے کہ تو کدی نئیں سدھرنا میں نا ہون آن تو پہلے رشیدہ نوں فون کرنا ایں جے اے خوش نہ ہوئی تے میں تینوں نئیں ملنا''

یہ فرمانا تھا کہ میری چیخ نکل گئی اور بے ساختہ رونا شروع کر دیا۔ عرض کیا: ''حضرت میری غلطی ہے میں اصلاح کرلوں گا مگر ایسے نہ فرمائیں''۔ تھوڑی دیر بعد جب طبیعت خوشگوار ہوئی تو انتہائی ناصحانہ انداز میں ازدواجی زندگی پر گفتگو فرمائی ''کتاب النکاح'' کی تالیف کے دوران میں نے اسی ضرورت کے تحت متعلقہ احادیث و آثار کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر کسی نہ کسی استاذؒ کی کوئی ایسی بات یاد آجاتی ہے جس کی روشنی میں اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔

چھڈ یار میرا موڈ خراب کر دنا ای

چوں کہ انتہائی حساس اور شفاف طبیعت تھی کسی بات پہ اگر ناگواری ہوتی تو فرماتے ''چھڈ یار میرا موڈ خراب کر دنا ای'' اور اٹھ کر چہل قدمی شروع کر دیتے۔ ہم نے حضرت سے تفسیر پڑھی ہے دوران سبق اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو ہمیشہ اسی طرح ہوتا پھر چند منٹ کے بعد بیٹھ کر واقعہ کی مناسبت سے سمجھاتے۔

حضرت استاذ شیخ الجامعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات پر میں نے مرثیہ کے انداز میں ایک طویل تعزیت لکھی تو اس کا ایک اقتباس اس طرح تھا:

''حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پنجابی چراغ کے حسین خدوخال پر میں انگشت بدنداں متفکر تھا کہ کیسے جمع ہوتے ہیں اتنے اوصاف کسی ایک ہستی میں کہ دفعۃً میرے سامنے آپ کا ساڑھے پانچ فیٹ کا پتلا سا جسم بتائید ایزدی پھیلتا چلا گیا حتیٰ کہ اٹھارہ کنال کے وسیع رقبہ پر عظیم الشان تین منزلہ عمارت میں تبدیل ہو گیا اور ہاتف غیبی نے پکارا کہ فطرت نے اسم گرامی میں اضافہ کر دیا ہے۔

وہ جو ایک چراغ تھا شریعت اور سلوک کا اسے ملک کہو مادر علمی الجامعۃ العربیہ جس کے بلند قدو قامت سے اسی طرح تم مستفید و محظوظ ہوتے رہو گے قیامت تک۔ اب میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی کہ پروردگار عالم کیا میں لکھوں ان بیٹوں کو یتیم، اور ان سے کروں اظہار رسماً تعزیت کا جن کا باپ اتنا عظیم ہو، اسلاف کی عظمتوں کا امین ہو؟

آئی آواز تو میں پلٹ گیا اسے سننے کیلئے، پروردگار عالم کی طرف سے مقرر تھا کوئی منادی خبردار کرنے ان لوگوں کو جو اس جیسے تغیر و انتقال کو موت سے تعبیر کرتے ہیں اس نے کہا لکھو۔ ایسے لوگ کبھی مرتے نہیں بلکہ امر ہو جاتے ہیں اور قابل

Marfat.com

مبارکباد ہیں وہ بیٹے کہ ان کا باپ سرخرو ہو گیا نیابت رسول ﷺ میں اور اس کے بلند قد و قامت و حسین خدوخال پہ رشک آتا ہے ملائکہ عرش کو۔ اسی وقت سے سرفخر سے بلند ہو گیا میرا کہ ان کے مقابل مجھے بھی حاصل ہے چھوٹی سی ایک نسبت اس ہستی کے ساتھ وہ ہستی جو منادی ہے مرے رحیم و کریم پروردگار کے اعلان وندی کی

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ () ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً () فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ()

الفجر ۲۷ / ۳۰

اے نفسِ مطمئن (اٹھو) واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی پس شامل ہو جاؤ میرے (خاص) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔

لہٰذا نیابت رسول ﷺ میں اپنے شیخ کی سرخروئی پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں''

اسی تعزیت میں متنبّی کا ایک شعر بھی تھا

وَ أَفْجَعُ مَن فَقَدْ نَا مَنْ وَجَدْ نَا ، قُبَيْلَ الْفَقْدِ مَفْقُوْ دَ الْمِثَالِ

شرح دیوان أبی الطیب ألمتنبی شرح مصطفیٰ سبیتیٰ : تقتلنا المنون بلا قتال

حضرت جب اس کے بعد برمنگھم تشریف لائے تو فرمایا: ''اباجی کی وفات پر تم نے مجھے مبارکباد لکھی تھی حالاں کہ مجھے جتنے بھی تعزیتی خط ملے کسی نے اس طرح کی بات نہیں لکھی یہ سن کر مجھے محسوس ہوا کہ شاید میں نے غلطی کر دی ہے میری پریشانی کو محسوس فرماتے ہوئے فرمایا: ''قریشی تیرا خط بہت اچھا سی میں کدی کدی پڑھدا ہونا''

پھر فرمایا: ''اس تعزیتی خط کی تمہارے پاس کاپی ہے''؟ جی استاذ جی: لاؤ اسے پڑھو''

جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو انتہائی سکون سے سنا اور اس انداز تحریر کی تحسین فرما کر متنبّی کا شعر دہرانے کا حکم دیا چوں کہ میں نے دیوان متنبّی دیکھے بغیر لکھا تھا لہٰذا (كَانَ) کے اضافہ کے ساتھ غلط

''قُبَيْلَ الْفَقْدِ (كَانَ) مَفْقُوْ دَ الْمِثَالِ'' لکھدیا۔ فرمایا

''چھڈ یار قریشی میرا موڈ خراب کر دتا ای او نے '' اے '' كَانَ '' لخن دی کی ضرورت سی''

اور پھر میرے فرنٹ روم میں چہل قدمی شروع کر دی اور فرمایا: ''کیا اب بھی تم جامعہ میں ہو کہ تمہاری غلطیاں درست ہو جائینگی''؟ ''مینوں لگدا اے قریشی توں کدی نہیں سدھرناں''

اُس نام پہ مسکرائے جانا
اشکوں کی مگر جھڑی ہو دل میں
مصلوب نہیں مگر یہ احساس
اک میخ ابھی گڑی ہو دل میں

Marfat.com

خودکلامی

حضرت رحمہ اللہ کو شہد مرغوب تھا جس کے پیش نظر آپ کی تشریف آوری کے موقعہ پر ہم بطورِ خاص Comb Honey لا کر رکھ لیتے جس کا رنگ اور خوشبو دیکھ کر مسرور ہوتے مگر وفات سے چند سال پہلے امریکہ سے واپسی پر ایک روز صبح جب ناشتہ رکھا تو میں نے دسترخوان پر شہد نہیں رکھا۔ فرمایا: ''قریشی اس مرتبہ تم شہد نہیں لائے'' تو میں نے عرض کیا: ''حضرت چوں کہ آپ کو شوگر کی شکایت ہوگئی ہے اس لئے میں نے خیال کیا کہ شاید آپ تناول نہیں فرمائیں گے''۔ یہ عرض کرنا تھا کہ آپ نے اٹھ کر کمرے میں چہل قدمی شروع کر دی اور فرمایا:

''اوئے نلیقا تو میرا موڈ خراب کر دتا اے۔ ناں حکیم تو ایں کہ میں؟ تینوں نئیں پتہ کہ شہد شوگر فری Suger free ہوندا اے''

میں بھاگتا ہوا کچن میں گیا اور بیوی کو بتایا تو وہ شہد لے کر آئی پھر ناشتہ شروع کرتے ہوئے اسے فرمایا کہ

''رشیدہ اے نلیق ہون حکیم بن بیٹھا ای'' ناشتے کے بعد جب موڈ خوشگوار ہوا تو شہد کے خواص پر حکیمانہ گفتگو فرمائی:

بھری آتی ہیں آج یوں آنکھیں
جیسے دریا کہیں ابلتے ہیں

میر

میری بڑی بیٹی ڈاکٹر سعدیہ قریشی جو یونیورسٹی آف کیمبرج سے پی ایچ ڈی کرنے اور سات سال تک پڑھانے کے بعد برمنگھم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ و فلاسفی آف سائنس کی پروفیسر ہیں۔ شروع سے آخر تک اپنے سکول میں ہمیشہ اول آتی رہی ہیں۔ بیٹی کو بہت سے تعریفی سرٹیفکیٹ ملتے۔ حضرت استاذ ہر سال جب تشریف لاتے تو سب سے پہلے اس کے متعلق دریافت فرماتے پاس بٹھا کر سرٹیفکیٹ دیکھتے، انعام اور بہت سی دعائیں دیتے۔

1997 میں امریکہ سے جب واپس تشریف لائے تو سعدیہ نے سکول ختم کیا تھا اور سکول کی چالیس سالہ تاریخ میں ایک نیا ریکارڈ قائم کیا تھا، سکول والے بھی بہت خوش ہوئے۔ سکول کے اساتذہ اور مڈلینڈ کے ایجوکیشن چیف پروفیسر ٹم برگ ہاؤس Prof. Dr. Tim Brighouse نے اعلیٰ تعلیم جاری رکھنے اور یونیورسٹی آف کیمبرج میں داخلے کا مشورہ دیا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ حضرت استاذ تشریف لے آئے۔ سعدیہ نے حسب سابق اپنے تمام سرٹیفکیٹ لا کر سامنے ڈھیر لگا دیئے، کافی دیر تک ایک ایک کر کے دیکھتے رہے پھر سعدیہ کی والدہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''نلیق پیو دی عقلمند، ہونہار تھی،، اے ساڈا یا رتے نکما سی پر لگدا اے تھی ناں زندہ کر دیدی''

Marfat.com

پھر ہم نے بتایا کہ اس کے اساتذہ نے اس طرح مشورہ دیا ہے اور چوں کہ اپنے سکول کی تاریخ میں کیمبرج کے معیار پر یہ پہلی بچی ہے اس لئے سکول ہم سے بار بار اسے بھیجنے کا مطالبہ کرتا ہے اور ایجوکیشن چیف پروفیسر ٹم برگ ہاؤس Prof. Dr. Tim Brighouse کی خواہش کا احترام بھی لازم ہے مگر کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے یہ سن کر خاموش ہو گئے بہت دیر کے بعد فرمایا: ''اللہ مالک ہے اسے بھیج دو''۔

افسوس میں آپ کو یہ خبر نہ دے سکا کہ آپ کی دعاؤں کی برکت سے سعدیہ کیمبرج میں ریسرچ فیلو کی حیثیت سے سات سال پڑھانے کے بعد اب یونیورسٹی آف برمنگھم میں ہسٹری اینڈ فلاسفی آف سائنس کی استاذ ہے اور اس کی پہلی کتاب

People on prade- Published by the University of Chicag Press Chicag & London

کا پہلا ایڈیشن تقریباً ختم ہو چکا ہے اور دوسری زیر ترتیب ہے:

کیا جانیے ' افق کے ادھر کیا طلسم ہے
لوٹے نہیں زمیں پہ ' اک بار جو گئے

ماہ تمام ''خوشبو'' پروین شاکر

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ بہت اچھے قاری تھے اور قرأت کا اپنا منفرد انداز تھا، عظیم مفکر اسلام، صاحب تفہیم القرآن مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے آپ کی قرأت سنکر قدیم مرکز جماعت اسلامی 5/A ذیلدار پارک اچھرہ لاہور میں تراویح میں قرآن سنانے کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا۔ حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتی ڈائری پر خود اس کی تاریخ رقم فرمائی ہے:

''یکم رمضان 1378ھ بمطابق 11 / مارچ 1959ء مولانا مودودیؒ کے ہاں قرآن مجید سنانا شروع کیا اور 23 رمضان کو قرآن ختم ہوا 2 اپریل 1959ء مولانا مودودیؒ نے ایک جوڑا گرم، ایک عدد شیروانی کا کپڑا ختم قرآن کے موقع پر دیا۔ میاں اسلم صاحب اچھرہ کی خوشدامن نے 10 روپے''

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آخری ملاقات میں مجھے بتایا تھا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے اگرچہ خود حفظ نہیں کیا تھا مگر قرأت کے دوران جہاں کہیں مجھے مغالطہ لگتا مولانا رحمہ اللہ فی الفور اصلاح فرماتے۔ علاوہ ازیں حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے واقعات بیان فرمائے تھے مگر یہ ''نلیق'' یاد نہیں رکھ سکا۔ میں نے لکھنے کا ارادہ کیا تھا مگر الوداعی ملاقاتوں میں مصروف تھے اور پھر موقعہ نہ مل سکا:

صدیوں کی زندگی ہے کچھ ایسا گمان تھا
دیکھا تو ایک سانس کا سارا جہان تھا

ندیم نیازی

Marfat.com

مجھے فجر کی نماز میں آپ کا ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَ عْلیٰ'' پڑھنا بہت اچھا لگتا بلکہ اکثر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ایک بار لوٹن میں میرے پاس ایک ہفتہ ٹھہرے رہے، روزانہ نماز پڑھاتے مگر سورت نہیں پڑھی تو میں نے ایک بار فجر کی نماز میں پڑھنے کی درخواست کی۔ فرمایا: ''یہ بات میرے ذہن میں تھی''۔

''مگرتو میرا موڈخراب کر دتا اے اوئے تینوں پتہ نہیں جے کسے دی فرمائش تے نمازچ قرأت نہیں کریدی'' پھر ایک دن چھوڑ کر دوسرے روز نماز فجر میں اسی سورت کی قرأت فرمائی تو سرور آ گیا۔

حکایت

امام التفسیر ابو القاسم محمودبن عمرالزمحشری الخوارزمی ۴۶۷ – ۵۳۸ ھج رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر الکشاف میں

سورة البقرہ ا یة ۲۰۹ ''فَاِنْ زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَ تْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاْ عْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ''

ترجمہ: جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آ چکی ہیں اگر ان کو پا لینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب و دانا ہے۔

کے تحت ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک صاحب نے ایک دیہاتی کے سامنے اس آیہ کی تلاوت کی اور آخر میں ''عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ()'' کے بجائے ''غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' پڑھ دیا تو دیہاتی اگرچہ قرآن کریم نہیں پڑھا تھا مگر اس نے فی الفور کہا: ''اگر یہ فی الواقع اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو یہاں غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کی کوئی مناسبت نہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو خود پھسلنے کی ترغیب دیتا ہے اور ایسا ایک حکیم ذات کے شایان شان نہیں۔

ألكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الاقاويل فى وجوه التأويل تاليف الامام ابو القاسم محمودبن عمرالزمحشرى الخوارزمى ۴۶۷ – ۵۳۸ هج رحمه الله تعالىٰ وفى حاشيته كتاب الانتصاف فيما تضمنه الكشاف من الاعتزال تخريج احاديث الكشاف للامام الحافظ ابن حجر العسقلانى رحمه الله تعالى : ألبقرة ۲۰۹ : الناشر داراحياء التراث العربى بيروت لبنان

گزشتہ سطور میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے مضامین اور ترتیب پر جن حضرات کی گہری نظر ہوتی ہے وہ کبھی چوکتے نہیں اور اس کیلئے حفظ ضروری نہیں۔

اسی طرح ہمارے استاذ حضرت علامہ قاضی عبداللہ رحمہ اللہ بھی حافظ نہ تھے مگر تراویح میں جہاں حافظ صاحب کو مغالطہ لگتا فوراً لقمہ دیتے جبکہ حفاظ حضرات تراویح میں قرآن کریم کے مضامین پر توجہ نہیں دے سکتے ورنہ ان کیلئے تلاوت مشکل ہو جائے کیوں کہ قرآن کریم کے مضامین میں سمندروں گہرائی ہے۔ ''بیس بڑے مسلمان'' کے مصنف نے حضرت

Marfat.com

علامہ سید محمد انور کشمیری رحمہ اللہ کے بارے میں علامہ مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کی ایک تحقیق نقل کی ہے: ''مجموعی طور سے حضرت شاہ صاحب کو کم سے کم چالیس پچاس ہزار عربی کے ایسے اشعار یاد تھے کہ جس وقت چاہتے ان میں سے سنا سکتے''۔ اس کے باوجود آپ نے حفظ نہیں کیا تھا۔ میں نے آپ کے تذکرے میں کہیں پڑھا ہے کہ آپ سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ''میں قرآن کریم کے مضامین میں ایسا کھو جاتا ہوں کہ ایک ایک آیت شریف پر سوچتے زمانہ لگ جاتا ہے اور بغیر غور کیے آگے بڑھ نہیں سکتا''۔

فسانے لوگ لوگ بہت دلپذیر کہتے ہیں
وہ جوئے خوں تھی جسے جوئے شیر کہتے ہیں

1982ء

میں لوٹن بیڈز Luton Beds میں خطیب تھا انہی دنوں میرے بیوی بچے پاکستان سے آئے تھے۔ آپ امریکہ سے واپس تشریف لائے تو میرے پاس ٹھہرے تھے یہیں پر آپ کی بڑی بہن باجی زینب کے بیٹے چوہدری ناصر علی جو اس وقت نارتھ ہمپٹن میں تازہ تازہ آکر مقیم ہوئے تھے آپ سے ملنے آئے تھے۔ ابھی تک میں نے ڈرائیونگ ٹیسٹ پاس نہیں کیا تھا مگر اس کے بعد چوہدری ناصر علی ہر ہفتے میری چھٹی کے دن اتوار کے روز مجھے بچوں سمیت لوٹن سے اپنے گھر لیجاتے اور بہت خدمت کے بعد دوسرے روز واپس چھوڑ جاتے ایک عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

کل مورخہ 08 /10/2009 میں انہی یادوں میں کھویا کھویا اداس تھا تو میں نے برمنگھم سے سلاؤ Slough چوہدری ناصر علی کو فون کیا۔ بہت سی باتیں ہوئیں تو میں نے ان کا شکریہ ادا کرنا چاہا مگر انہوں نے بہت پیار سے کہا کہ یہ میری اخلاقی ذمہ داری بھی تھی جبکہ ماموں جی نے مجھے کہا تھا کہ ''قریشی صاحب اباجی رحمہ اللہ کے خصوصی تلامذہ اور میرے دوستوں میں سے ہیں اور یہاں نئے نئے ہیں ان کے پاس ابھی گاڑی بھی نہیں اور بچے تنہائی محسوس کرتے ہیں لہٰذا تم ان کا خیال رکھنا''۔

حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفقت اور محبت تو ہمیشہ ممتا کی طرح سایہ فگن رہی مگر ستائیس سال بعد اس انکشاف نے مجھے اپنی نظروں سے گرادیا ہے کہ آپ کی اس سمندروں محبت وشفقت اور خلوص کے مقابلے میں ہم آپ کی کبھی کوئی خدمت نہیں کر سکے اور بقول آپ کے ہمیشہ ''نلیق'' ہی ثابت ہوئے

عَرَفْتُ ذَالِکَ فِیْ نَفْسِیْ وَعِلَّتُهُمْ قَدْ يَرْحَمُوْنَ وَلَمْ أَرْحَمْ كَمَا رَحِمُوْا

ابن الزیات

افسوس کہ اس کفرانِ نعمت کے نتیجے میں آج بڑا اندھیرا ہے

وہ جن کے ہوتے ہیں خورشید آستینوں میں

Marfat.com

انہیں کہیں سے بلاؤ ! بڑا اندھیرا ہے
فرازِ عرش سے ٹوٹا ہوا کوئی تارہ
کہیں سے ڈھونڈ کے لاؤ ! بڑا اندھیرا ہے

ساغر صدیقی

لوٹن سے رخصت ہوتے ہوئے فرمایا: ''قریشی! میں تمہارے دعوتی کام سے مطمئن ہوں۔ جامعہ عربیہ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ساتھ معادلہ کے بعد ایک نئی اور خوبصورت سند تیار کی ہے میں اباجی کو آپ کے دعوتی کام کی تفصیل بتا کر درخواست کروں گا کہ آپ کو نئی سند جاری فرمادیں مجھے یقین ہے کہ اباجی میری درخواست قبول فرمائیں گے اس صورت میں بہت سی دعاؤں کے ساتھ یہ سند میری طرف سے انعام تصور کرنا''۔

چنانچہ حضرت شیخ الجامعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عبارت کے ساتھ دوبارہ سند امتیاز عطا فرمائی:

''وهو عندنا ذو فهم صحيح اهل للدرس و التبليغ''

میری بیوی اور حضرت استاذ کے اہلیہ محترمہ ہمنام ہیں۔ اہلیہ محترمہ کے انتقال کے بعد جب پہلی بار امریکہ سے واپسی پر تشریف لائے تو سلاؤ Slough سے برمنگھم کیلئے نکلتے ہوئے ناصر صاحب کے گھر سے فون کیا تو میں گھر نہیں تھا میری بیوی نے فون اٹھایا تو فرمایا: ''میں آرہا ہوں اور بہت عرصہ سے رشیدہ کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھایا''۔

میں گھر پہنچا تو بیوی بہت خوشی سے کھانا بنا رہی تھی اس نے بتایا کہ حضرت استاد جی تشریف لا رہے ہیں اور انہوں نے مجھے اس طرح یاد فرمایا ہے۔

بروز اتوار 13 جنوری 1991ء مطابق 26 جمادی الثانیہ 1411ھ اہلیہ محترمہ رحمہا اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تھا محترمہ انتہائی محتاط و سگھڑ شخصیت کی مالک تھیں چوں کہ رہائشی مکان حدود جامعہ اور چار دیواری کے اندر واقع ہے۔ جہاں فرنٹ روم میں بیٹھ کر حضرت شیخ الجامعہ ہمیں پڑھاتے تھے اور باہر ہر طرف طلبہ کا میلہ لگا رہتا۔ آپ نے اسی چھوٹے سے مکان میں زندگی بسر کی اور چار بچے پالے۔ حضرت شیخ الجامعہ رحمہا اللہ کی سہولت کیلئے بھینس بھی پال رکھی تھی اس کے باوجود ہم نے کبھی گھر کے اندر سے کوئی آواز نہیں سنی اور میرا خیال نہیں کہ کبھی انہیں یہ احساس ہوا ہو کہ آج میں اپنے گھر میں بچوں کے ساتھ اکیلی ہوں یا میرے گھر کی دیواروں کے سائے اور صحن میں کوئی طالبعلم بیٹھا مطالعہ نہیں کر رہا، میرے فرنٹ روم میں کوئی معزز مہمان نہیں لہٰذا میں اپنے بچوں کو تھوڑی دیر کھیلنے کودنے اور شور مچانے کی اجازت دے سکتی ہوں ۔ بلکہ میرے لئے حیرت کہ بات ہے کہ کم از کم میں نے کبھی بھینس کے ڈکرانے کی آواز بھی نہیں سنی۔

میں نے آپ سے تعزیت تو کی تھی دوبارہ اظہار افسوس کیا فرمایا: ''یار قریشی مرحومہ نے اباجی کی خدمت کر کے بہت دعائیں لی ہیں اباجی روزانہ صبح ناشتے سے فارغ ہو کر فرمایا کرتے ''رشیدہ اللہ تعالیٰ تینوں تے تیرے بچیاں نوں خوش رکھے'' وہ میری بہت فرمانبردار اور مہمان نواز تھیں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی ہوگی لیکن ان کے بغیر

Marfat.com

اب زندگی بے لطف ہوگئی ہے۔ بچے اگر چہ میرا بہت خیال رکھتے ہیں مگر میں ٹوٹ چکا ہوں۔اس کے بعد حضرت استاذ ”بہت دیر تک گم سم کھڑکی کی اوٹ سے برسات کا منظر ملاحظہ فرماتے رہے:

اس شہر کے بادل تری زلفوں کی طرح ہیں
یہ آگ لگاتے ہیں، بجھانے نہیں آتے

بشیر بدر

جامعہ کے اساتذہ کا بہت احترام فرماتے خاص کر ان اساتذہ کا جو حضرت شیخ الجامعہ کے شاگرد ہوتے اور خاص کر حضرت استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا معین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بہت خیال رکھتے۔جس روز حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال کی خبر ملی میں بھی حضرت کے ساتھ سلاؤ SLOUGH میں تھا خبر ملتے ہی سکتہ طاری ہوگیا اور دیر تک آنسو جاری رہے پھر آپ کے بہت سے محاسن بیان فرمائے:

دے کر آنسو نشانیوں کی طرح
بہہ گئے دن وہ پانیوں کی طرح

ایک روز فرمایا:”حضرت قاضی عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا کوئی استاذ جامعہ میں نہیں آیا مجھے ان کے کھو جانے کا بہت صدمہ ہے۔ اباجی نے بھی ان کو ہمیشہ یاد رکھا ہے اسی طرح ان فلاں صاحب کے طرز عمل سے جو اباجی کو کوفت ہوئی تھی اس کا مجھے صدمہ ہے“۔

پھر فرمایا کہ جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد اکثر طلبہ کبھی دوبارہ نہیں ملے نہ کبھی کسی نے خط لکھا مگر آپ لوگوں کا جامعہ کے ساتھ تعلق میرے لئے باعث مسرت ہے پھر ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کے بارے میں فرمایا کہ مکہ مکرمہ سے اس کا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا اور جامعہ کے ساتھ مستقل تعلق وزابطہ رکھنا اس کے اچھے اخلاق کی علامت ہے۔

حضرت استاذ حافظ مفتی نذیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمات کا اعتراف اور طرز تدریس کی بہت تعریف فرمایا کرتے۔

حضرت کی تحریر بہت خوبصورت تھی اور دراصل جامعہ کے تمام اساتذہ کا خط بہت اچھا ہوتا اور شاید یہ اس لئے کہ حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ کا خط ایسا تھا جیسے موتی پرو دیئے گئے ہوں تمام طلبہ بھی نقل کرنے کی مشق کرتے میں نے بھی بہت محنت سے ان کی طرز پر چند حروف لکھنے کی مشق کی تھی ابھی تک میرے پاس ایک دو مکتوب اور ذاتی ڈائری پر دستخط محفوظ ہیں۔

جب بھی امریکہ سے واپسی پر برطانیہ رکتے تمام دوستوں سے ملتے اور محبتیں بانٹتے۔ آخری دورے میں معلوم ہوا کہ مدرسہ اشرف العلوم کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک بیٹی زوجہ مولانا حافظ ضیاء الحسن طیب برمنگھم میں ہیں تو فرمایا:”ان سے ضرور ملنا ہے کیوں کہ حضرت مولانا مفتی محمد خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اباجی کے بہت اچھے دوست تھے اور حضرت مفتی صاحب کی دلہن بیاہ کر ہمارے گھر ہی آئی تھیں“۔

Marfat.com

پھر فرمایا: ''وہ زمانہ بہت اچھا تھا مگر رفتہ رفتہ حالات نے علما کو ایک دوسرے سے دور کر دیا اور باطل قوتوں کو ابھرنے کا موقعہ مل گیا''۔ دوسرے روز مولانا حافظ ضیاء الحسن طیب صاحب کے گھر ناشتہ کیا اور ان کے اہلیہ اور بچوں سے ملاقات فرمائی اور باہر آ کر گاڑی میں بیٹھے تو اس ملاقات کرانے پر میرا شکریہ ادا کیا۔

نوٹ: یہ سطور لکھنے کے دوران ایک روز جب میں نے مولانا حافظ ضیاء الحسن طیب کے گھر فون کیا تو ان کے اہلیہ محترمہ نے مجھے بتایا کہ حضرت مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر اور فیملی کو ہم نے ہمیشہ ددھیال تصور کیا ہے اور ہمارے نانا جی حضرت قاری منیر احمد رحمہ اللہ بھی حضرت کے دوستوں اور اباجی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ فرماتی ہیں کہ ہمیں امی جی ساتھ لے کر ہمیشہ آپ کے گھر جایا کرتیں اور ایک بار امی جی نے یہ بھی بتایا تھا کہ میری ڈولی اسی گھر میں آئی تھی اور حافظ محمد انور صاحب نے خود مجھے ڈولی سے باہر نکالا تھا۔

اس کے باوجود کہ حضرت استاذ ایک بڑی ہستی کے فرزند ارجمند جامعہ عربیہ جیسے بڑے ادارے کے مہتمم اور استاذ و مخدوم العلما تھے اس کے باوجود انتہائی منصف و منکسر المزاج تھے میں ہمیشہ آپ کیلئے مکان کے اوپر والے حصے میں ایک کمرہ خالی کرتا میری خواہش ہوتی کہ اوپر آرام فرمائیں مگر کبھی ایسا نہیں کیا فرماتے اوپر بچے بے آرام ہوتے ہیں بس نیچے فرنٹ روم میں بیٹھتے، وہیں نیچے بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اور وہیں سو جاتے۔

اس کے باوجود کہ آپ جماعت اسلامی کے رکن رہے ہیں مگر آپ کی مجلس میں جب کبھی مخالفین جماعت کے جھوٹے اعتراضات اور گالی گلوچ کا ذکر ہوتا تو انتہائی تحمل سے فرماتے: ''قرآن کریم نے ہمیں احسن طریقے سے دفاع کی ترغیب دی ہے'' اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ () المؤمنون ۹۶

بیھقیٔ دوراں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ تعالیٰ کی نفاست طبع کے ذکر کے بعد فرمایا ہے کہ آپ کی صحبت کے اثر سے حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ میں عجز و انکسار اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک سید نے شاہ صاحب کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے اپنا خادم بنالیں؟ شاہ صاحب گھبرا اٹھے اور فرمایا: ''ہا ہا یہ لفظ ہرگز زبان سے نہ نکالنا تم فرزند علی ہو اور میں غلام علی ہوں''۔

تذکرۃ الرشید سوانح فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ: ج۲ ص۲۶۲: تالیف الحاج مولانا عاشق الٰہی میرٹھی الناشر ادارہ اسلامیات لاہور

حضرت شیخ الجامعہ رحمہ اللہ کی صحبت نے آپ میں بالکل اسی طرح کا انکسار اور نفاست پیدا فرما دی تھی مگر اے کاش کہ ہم اگر ''نلیق'' نہ ہوتے اور حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح سعادتمند ہوتے تو آپ سے بہت کچھ سیکھ جاتے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن ط

اس سانحہ سے دنیا ہی اندھیر ہو گئی
کچھ آفتاب میں ہے نہ اب ماہتاب میں

Marfat.com

حفیظ میرٹھی

1967ء میں حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے زمینی سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے پہلا حج کیا تھا۔روانگی از گوجرانوالہ جمعرات 9 فروری 1967ء مطابق 29 شوال 1386ھ۔واپسی گوجرانوالہ بدھ 3 مئی 1967ء -23 محرم الحرام 1386ھ۔84 روز کے اس سفر کی دلچسپ تفصیل آپ کی ڈائری میں درج ہے جس سے حرمین الشریفین کی حاضری کیلئے آپ کی تڑپ کا اندازہ ہوتا ہے۔آپ نے حرم نبوی ﷺ میں حاضری کے وقت تحریر فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس گناہ گار کو بھی حرم نبوی ﷺ میں حاضری نصیب ہوئی۔دستخط: محمد انور"

یہ دور ایسا ہے کہ جس میں بڑی شخصیات کے صاحبزادگان حاضری کے بعد حلقۂ ارادت میں بیان کرتے اور لکھتے ہیں کہ روضۂ اقدس پر جب سلام پیش کیا تو روضۂ طیبہ کے اندر سے "وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَابُنَیَّ" کی آواز آئی مگر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوری زندگی کبھی کوئی ایسا جملہ زبان سے نہیں نکالا جس میں تفاخر یا تکبر کی بو آئے حالاں کہ آپ کے والد گرامی قدر عظیم الشان مرتبے کے مالک اور شارح ترمذی ہیں۔ابنائے جامعہ کیلئے یہ بات باعث فخر ہے کہ ہمارے اساتذہ انتہائی حقیقت پسند اور اسلاف کی عظمتوں کے امین تھے۔

حضرت استاذؒ کا آخری سفر و ملاقات

موت کا ذائقہ لکھنے کیلئے
چند لمحوں کو ذرا مر دیکھوں

خوشبو

بروز اتوار 6 دسمبر 1998ء مطابق 16 شوال 1419ھ حضرت گوجرانوالہ سے رخصت ہوئے یہ سفر آپ کا براستہ سعودی عرب تھا اس طرح عمرہ کرتے ہوئے 15 دسمبر 1998ء مطابق 25 شعبان 1419ھ امریکہ پہنچ گئے جہاں آپ عرصہ سے اپنے دوستوں کی خصوصی دعوت پر تراویح میں قرآن سنایا کرتے۔

28 فروری 1999ء حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ امریکہ سے واپسی پر ہیتھرو ایئرپورٹ اترے اور سلاؤ میں اپنی بڑی بہن کے بیٹے ناصر علی صاحب کے گھر پہنچ کر مجھے اطلاع فرمائی اور یہ کہ میں صبح وہاں سے آپ کو برمنگھم کیلئے لے لوں اور راستے میں نارتھ ہیمپٹن North Hampton میں برادر محمد سعید صاحب اور ان کے بچوں کے ساتھ بھی ملاقات کرادوں۔

بروز سوموار 29 فروری 1999ء میں اپنے بڑے بیٹے عمر فاروق کو ہمراہ لیے دوپہر سے پہلے پہلے سلاؤ Slough پہنچ گیا جہاں آپ پہلے سے تیار بیٹھے تھے انتہائی شفقت سے ملاقات فرمائی اور وہاں سے نکل پڑے تو نارتھ ہیمپٹن برادر محمد سعید صاحب کے گھر پہنچنے تک بہت ہشاش بشاش تھے۔دوران سفر میرے گھریلو حالات معلوم فرمائے اور عمر

Marfat.com

فاروق سے سکول کی رپورٹ لی اور خوش ہو کر دعائیں دیں۔

برادر محمد سعید صاحب غالباً آثار قدیمہ والوں کے ساتھ منسلک رہے ہوں گے کہ اپنے دونوں کمرے ان کی متعفن باقیات و آثار سے بھر رکھے تھے جن کے درمیان انہی آثار میں سے بوسیدہ کفن میں صوفے کا ایک ڈھانچہ اپنی آخری رسومات کیلئے مضطرب و منتظر تھا:

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا

غالب

اگر چہ آپ کے تشریف رکھتے ہی آپ کے چہرے سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا اس کے باوجود میرا خیال تھا کہ ممکن ہے حضرت اپنے بھائی کو پاکستان آکر والدہ صاحبہ کے ساتھ ملاقات پر آمادہ کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔ اس لئے بہتر ہو گا کہ میں تھوڑی دیر کیلئے عمر فاروق کو باہر کسی دکان پر لے جاؤں۔ آدھ گھنٹے بعد جب ہم واپس آئے تو حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ انتہائی بے چینی کے عالم میں چہل قدمی کیلئے ماحول سازگار نہ ہونے کے باعث چہار قدمی فرما رہے تھے ہمیں دیکھتے ہی رخصت لی، گاڑی میں بیٹھتے ہوئے فرمایا: ''یار قریشی تینوں پتہ نئیں میں اس طرح دی جگہ بیہہ نئیں سکدا توں مینوں چھڈ کے کتھے ٹر گیاسی؟'': استاذ جی میرا خیال سی، ''او نے تینوں تے ہمیشہ الٹے خیال آندے رہندے نے تے مینوں سردرد ہوندی پئی اے''۔

اس پر مجھ سے مزید حماقت یہ ہوئی کہ Roundabout پر میں نے غلط EXIT لے لیا جس پر ڈانٹ تو پڑی مگر فرمایا: ''آرام سے گاڑی چلاؤ اور جلدی گھر پہنچاؤ'' اس کے بعد میرے بجائے عمر فاروق سے باتیں کرتے کرتے گھر پہنچ آئے جہاں تھوڑی دیر کے بعد ہشاش بشاش ہو گئے۔ کھانے اور آرام کے بعد مقامی علمائے برمنگھم کے ایک وفد سے ملاقات فرمائی۔

3 مارچ 1999ء مولانا ضیاء المحسن کی دعوت پر ان کے گھر ناشتہ کیا جس کی تفصیل میں نے پہلے لکھ دی ہے اور اس کے بعد برمنگھم سے مانچسٹر کیلئے سفر شروع کیا۔

ان دنوں برادر قاری محمد سعید بھٹی صاحب لیسٹر Leicester منتقل ہو چکے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ آگے لنکاشائر Lancashire سفر کے دوران مانچسٹر Mancester، بلیک برن Blackburn، برنلے Burnley اور مضافات کے پروگرام میں ہمارے ساتھ چلیں۔ جب میں نے آپ کے سامنے قاری صاحب کی خواہش بیان کی تو آپ نے بخوشی قبول فرمالیا چنانچہ میں نے برمنگھم سے نکلتے ہوئے قاری صاحب کو فون کیا تو وہ تیار تھے۔ ایک گھنٹے بعد لیسٹر Leicester پہنچ کر چائے پی اور وہاں سے نکل پڑے جب میں نے موٹروے M1 پر گاڑی کو سپیڈ دی تو فرمایا:

Marfat.com

''یار قریشی پتہ نئیں کیوں میرے دل نوں درد پئی ہوندی اے اج گڈی ذرا آئیستہ چلائیں''۔ میں نے پلٹ کر آپ کی طرف دیکھا تو فرمایا: ''فکر کی کوئی بات نہیں اللہ خیر کرے گا''۔ اور اس کے بعد برادر قاری صاحب سے باتیں شروع کر دیں اور دو گھنٹے میں مانچسٹر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے ہاں پہنچ کر ان کی عیادت کی۔ دوپہر کے کھانے، نماز اور چائے سے فارغ ہو کر مولانا سید منور حسین مشہدی صاحب مرحوم سے ملاقات اور عیادت کی جس کے بعد ان کو ہمراہ لیتے ہوئے وہاں سے ہم سیدھے برنلے میاں محمد رفیق صاحب آف چنن کے گھر پہنچ گئے جہاں آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر حسب معمول حضرت مولانا میاں لال اختر صاحب سمیت مضافات سے بہت سے ساتھی جمع ہو گئے اور رات گئے تک ایک چوپال کی طرح مجلس قائم رہی جس کے بعد میں اور برادر قاری محمد سعید بھٹی صاحب مولانا میاں لال اختر صاحب کے ساتھ ان کے گھر چلے گئے جہاں سے صبح ناشتے میں پھر اکٹھے ہو گئے۔ اس دوران اگرچہ طبیعت بہت ہشاش بشاش تھی مگر ہر ایک سے الوداعی ملاقات میں فرماتے شاید پھر ملاقات ہو نہ ہو۔

4 مارچ 1999ء سب سے ملاقات کے بعد وہاں سے نکلے تو برادر قاری صاحب نے میری گاڑی ڈرائیو کرنا چاہی مگر گاڑی بہت پاورفل تھی لہٰذا موٹر وے M62 پر قاری صاحب کو ذرا دقت پیش آئی تو حضرت استاذؒ نے مجھے ڈرائیو کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اطمینان سے قاری صاحب کو لیسٹر چھوڑ کر وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے عرض کیا:

''استاذ جی! ساری زندگی آپ نے دوڑ دھوپ میں گزار دی اب چوں کہ آپ کی صحت بھی اجازت نہیں دیتی اور صاحبزادوں نے جامعہ بھی سنبھال لیا ہے لہٰذا آپ فارغ ہو کر ادھر ہمارے پاس ٹھہر جائیں اور کبھی کبھار پاکستان تشریف لے جایا کریں''۔

فرمایا: ''آپ کی تجویز تو بہت اچھی ہے مگر اس صورت میں بچے کہیں گے کہ والدہ کی وفات کے بعد ابا جی بھی ہمیں تنہا چھوڑ گئے ہیں''۔

میں نے عرض کیا: ''تو آپ اس مرتبہ جب تشریف لے جائیں تو بچوں کے ساتھ مشورہ کر کے ان سے ایک سال کی اجازت لے لیں''۔

اس کے بعد فرمایا: ''ایک سال تو مشکل ہے مگر آئندہ برس اگر خیر رہی تو دو تین ماہ ضرور آپ کے پاس ٹھہروں گا''۔ اسی گفتگو کے دوران بعد دوپہر ہم گھر پہنچ آئے۔

میں نے اسی ملاقات میں اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ''ڈھکڑ'' میں حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی جائے پیدائش حویلی (جس کی میں نے بھی زیارت کی ہے) کے مقام پر کوئی لائبریری یا رفاعِ عامہ کیلئے ادارہ بنانے کی بنیاد رکھیں اور ہم سب کو اس میں حصہ ڈالنے کا موقعہ دیں۔ حضرت نے اس تجویز کے ساتھ اتفاق فرماتے ہوئے فرمایا: ''میں متعلقین اور جامعہ کی انتظامیہ کے سامنے تمہاری تجویز رکھوں گا''۔

برمنگھم ٹھہرنے کے دوران پھر سے ان تمام دوستوں سے الوداعی ملاقات کی خواہش فرمائی جواب تک نہیں ملے

Marfat.com

تھے کچھ تو اطلاع ملنے پر ادھر آ گئے باقی کے گھروں میں ان سے ملاقات کی۔

6 مارچ کی شام تک سب سے ملاقات کر کے بالکل فارغ ہو کر میرے بچوں کو بلایا، سب کو دعائیں اور ڈاکٹر سعدیہ کو 20 £ انعام دیا، ان کی والدہ کو دعائیں دیں کہ آپ نے میری بہت خدمت کی ہے۔

میری بیوی نے پاکستان جانا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں چاہتا ہوں کہ بیوی کے بجائے میں آؤں اور ایک ماہ جامعہ میں رہ کر آپ کی خدمت کروں۔ فرمایا: ''نہیں بلکہ بیوی کو بھیج دو اور جب یہ میرپور پہنچیں گی تو میں گاڑی بھیج کر انہیں گوجرانوالہ بلالوں گا''۔ پھر میں نے بیوی سے بھی کہلوایا مگر مسکراتے ہوئے اسے فرمایا:

''رشیدہ تینوں نئیں پتہ اے کنا سست تے نلیق اے پہلے اٹھاں
سالاں چ انہیں کیہڑیاں خدمتاں کیتیاں نے اینوں رہن دے تو
پاکستان آتے کج دن جامعہ چ رہیہ''

پھر تاکید فرمائی کہ ''جب یہ پاکستان آئیں تو مجھے پیشگی اطلاع دینا بلکہ جہاز پر بٹھا کر اطلاع کرنا'' آپ الوداعی گفتگو فرماتے تو میں زاروقطار رونا شروع کر دیتا۔ آپ پھر تسلی دیتے کہ میں آئندہ سال تمہارے پاس زیادہ دن ٹھہروں گا اور تم نے میری بہت خدمت کی ہے جزاک اللہ میں تم سے بہت خوش ہوں۔

بروز اتوار 7 مارچ 1999ء کی صبح غسل فرمایا، جب ہم نے ناشتے کیلئے دسترخوان بچھایا تو فرمایا: ''سب کو بلا لو اکٹھے ناشتہ کریں''۔ فارغ ہو کر سامنے ٹیبل پر سے میری ڈائری اٹھائی اور اس پر اس طرح دستخط فرمائے۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آخرت کی کامیابیوں سے سرفراز فرمائے۔

توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین

محمد انور جامعہ عربیہ گوجرانوالہ

حال برمنگھم یوکے

۷-۳-۹۹''

یعنی بروز اتوار 7 مارچ 1999ء مطابق 18 ذوالقعدۃ 1419ھ

اسی روز شام کو یا اگلی صبح آپ نے ناروے اپنی بڑی بہن کی فیملی اور دستوں سے ملنے کیلئے جانا تھا اس لئے ناشتے سے فارغ ہو کر بہت سی دعا فرمائی اور سلاؤ SLOUGH کیلئے نکل پڑے۔ ظہر سے پہلے چوہدری ناصر علی کے گھر پہنچ گئے جہاں سے تھوڑی دیر بعد جب میں رخصت ہونے لگا تو اشکبار تھا معانقہ فرماتے ہوئے فرمایا:

''قریشی توں ہمیشہ میری بہت خدمت کردیں میں دلوں
تیرے تے راضی آں منیوں بخش دینویں تے میرے واسطے وی

Marfat.com

دعا کریا کر"۔

میں نے زاروقطار رونا شروع کر دیا تو دوبارہ معانقہ فرمایا اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا: "میں آئندہ سال دو تین ماہ آپ کے پاس رہوں گا کوئی فکر کی بات نہیں مجھے فون کرتے رہنا میں بھی رابطہ رکھوں گا فی امان اللہ!"

غالباً اسی شام آپ اوسلو تشریف لے گئے اور وہاں سے 18 مارچ کو واپس تشریف لائے اور یہیں سلاؤ میں چوہدری ناصر علی کے پاس ٹھہرے رہے جہاں اکثر ہر روز آپ سے بات ہوتی۔

بروز بدھ 24 مارچ 1999ء کی شام کو آپ ہیتھرو ایئر پورٹ لندن سے رخصت ہوئے اور بروز جمعرات 25 مارچ 1999ء کی صبح آپ لاہور پہنچے اور وہاں سے جامعہ میں، لہٰذا نومبر تک آپ سے مسلسل رابطہ رہا جب کبھی طبیعت زیادہ خراب ہوتی تو میں یہاں روزنامہ جنگ لندن میں آپ کی صحت کیلئے درخواست دعا کیلئے خبر لگوا کر آپ کو اطلاع کرتا تو خوش ہو کر دعائیں دیتے۔

2 نومبر 1999ء کی دوپہر کو میں نے فون کیا تو طبیعت مضطرب تھی۔ میں نے پھر رونا شروع کر دیا تو حسب معمول تسلی دی اور فرمایا: "قریشی رویا نہ کر میں تیرے تے بہت خوش آں" عرض کیا: "حضرت میں بیوی کو پاکستان بھیج رہا ہوں ابھی ہیتھرو کیلئے نکل رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میں اسے جہاز پر بٹھا کر اطلاع کروں مگر اس وقت وہاں پاکستان میں رات ہوگی اس لئے فون کیا ہے"۔ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

"قریشی پہلی دفعہ زندگی چ کوئی چنگا کم کیتا ای"

پھر فرمایا: "کل صبح جب یہ خیریت سے میرپور پہنچیں تو مجھے پھر فون کرنا میں ان سے بات کر کے گاڑی بھیج کر جامعہ میں بلوالوں گا"۔ بروز بدھ 3 نومبر 1999ء مطابق 24 رجب 1420ھ تقریباً 11 بجے بیوی نے میرپور پہنچتے ہی مجھے فون کیا کہ میں ابھی بازار پہنچی ہوں۔ آپ حضرت استاذ رحمہ اللہ کو اطلاع کر دیں تو میں ایک دو روز بعد جامعہ چلی جاؤں گی۔ میں نے اسی وقت فون کیا تو صاحبزادہ مولوی محمد منور تسنیم مرحوم کے بیٹے مظفر نے فون اٹھایا اس کی آواز بہت دھیمی تھی۔ میں نے کہا کہ جلدی حضرت الاستاذ کو فون دیں مگر اس نے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے حضرت کا انتقال ہو چکا ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ میں خود موت کا ذائقہ چکھ رہا ہوں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مَاالْعِیْدُ بَعْدَکَ بِالْاَمَانِیْ عَائِدًا
یَا غَائِبًا وَ کَاَ نَّمَا ھُوَ شَاھِدٌ

ابن لأبار البلنسی

Marfat.com

18: حضرۃ الاستاذ مولانا معین الدین خٹکؒ

نبیل العصر ،استاذالعلماء و المشائخ شیخ المنقولات والمعقولات حضرة الاستاذمولانامعین الدین خٹک اولین شیخ الحدیث و التفسیر جامعه عربیه گوجرانواله زَیَّنَ اللّٰهُ وَجْهَهُ.

حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر ایک دعا کا اہتمام فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ شَكُوْرًا وَ اجْعَلْنِی صَبُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَفِیْ أَعْیُنِ النَّاسِ كَبِیْرًا

أخرجه البزازوهو من حديث بريدة رضى الله عنه وفى اسناده عقبة بن عبد الله الاصم وهو ضعيف وقد حسن البزاز حديثه وقال لانعلم رواه عن ابن بريدة الا عقبة الأصم

ترجمہ

''اے اللہ کریم تو مجھے بہت شکر گزار اور صابر بنادے اور اے اللہ تو مجھے میری نظروں میں بہت چھوٹا اور لوگوں کی نظروں میں بہت بڑا کر دے''۔

جبکہ اللہ کریم نے اپنے حبیب ﷺ کو قرآن کریم میں اس طرح مخاطب فرمایا کہ ''وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' ألقلم ۴ ''بے شک آپ عظیم الشان اخلاق کے مالک ہیں''۔

فائدہ

آیہ مبارکہ میں ''خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' سے پہلے ''عَلٰی'' لانے سے مفہوم یہ ہوگیا ہے کہ آپ کو کسی اچھائی کیلئے تکلف کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ معاملات ومعمولات، نشست و برخاست اور قول وفعل میں آپ سے صرف مکارم اخلاق ہی کا صدور ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کا یہ ''خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' بھی آپ کا بڑا معجزہ ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ''اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ''

السنن الكبرىٰ للامام ابى بكر احمد الحسين بن على البيهقى رحمه الله تعالى المتوفّى ۴۵۸ ھ :باب بيان مكارم الأخلاق

''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد اس لئے مبعوث فرمایا ہے تاکہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کردوں''۔

اور آپ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے درجہ بدرجہ جس کو چاہتا ہے اسے اپنے حبیب ﷺ کے خلق عظیم سے حصہ عطا فرماتا ہے۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد علمائے امت کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے نوازتا آیا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا لیکن میں نے اپنی زندگی میں اپنے استاذ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کو ایسے عظیم الشان اخلاق کے ساتھ متصف نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنا علم عطا فرمایا تھا اتنے ہی آپ حلیم

Marfat.com

تھے جس طرح میوہ دار ٹہنی جھکی ہوتی ہے ۔اسی طرح آپ کے تلامذہ جنہیں میں جانتا ہوں ان میں ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کا اخلاق حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مشابہت رکھتا ہے۔

بلاشبہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نابغة العصر اور عبقری شخصیت تھے، منقولات و معقولات پر یکساں مہارت، تمام فنون کی امہات الکتب پر مکمل دسترس اور اپنے دور کے لاجواب خطیب و مدرس اور شیخ الحدیث گویا کہ اپنے شیخ نمونہ سلف فخر الاسلام حضرت علامہ سید فخر الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تمام عظمتوں کے امین، اس کے باوجود طلبہ کے درمیان اپنے آپ کو ان میں سے شمار کرتے۔

حضرت شیخ الجامعہ کا ایک ملفوظ

شیخ الجامعہ حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے شیخ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا تھا: ''اگر ہم آپ کو قریب سے نہ دیکھتے تو شاید آئمہ سلف رحمہم اللہ کے حافظہ کا انکار کر دیتے''۔

اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر ہمیں حضرت شیخ الحدیث کے حافظہ اور سیرت و کردار کا تجربہ نہ ہوتا تو ہم اپنے اسلاف کی عظمتوں کے قائل نہ ہوتے کیوں کہ ہمارے دور کا المیہ ہے کہ

ترک دنیا بمردم آموزند
خویشتن سیم و غلہ اندوزند
عالمے را کہ گفت باشد و بس
ہرچہ گوید نگیرد اندر کس
عالم آں کس بود کہ بد نکند
نہ بگوید بخلق وخود نہ کند

گلستان سعدی شیرازیؒ

علمائے سو لوگوں کو ترک دنیا کا سبق دیتے ہیں جبکہ خود سونا چاندی اور غلہ جمع کرتے ہیں۔لہٰذا جس عالم کا صرف کہنا ہو عمل نہ ہو وہ جو کچھ کہے گا اس کا کسی پر اثر نہیں ہوگا۔عالم تو وہ ہے جو برے کام نہ کرے نہ یہ کہ لوگوں کو کہتا پھرے اور خود عمل نہ کرے۔

مگر الحمدللہ کہ ہمارے شیخ نہ صرف شیخ الحدیث بلکہ عملاً حدیث شریف کی شرح اور ہمارے خیر خواہ تھے۔ہمارے ساتھ اولاد جیسا سلوک فرماتے اور دعائیں دیتے۔

Marfat.com

یاد داشتیں

أَوْلَيْسَ مَوْتِيْ وَالشُّعُوْرُ مُلَازِمٌ
بِأَمَرَّ مِنْ مَوْتِ الْحَبِيْبِ وَأَفْجَعُ

محبوب الخوری الشرتونی

پہلی مرتبہ جامعہ میں آپ کے تشریف لانے سے ایک دودن پہلے شیخ الجامعہ حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ بہت مسرور تھے۔ ایک شام آپ نے تمام طلبہ کو جامعہ کی لائبریری میں جمع کر کے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے محاسن بیان فرمائے جس کے بعد فرمایا کہ مجھے ایک ایسے طالب علم کی ضرورت ہے جو حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ آپ کے کمرے میں بھی ٹھہرے اور آپ کی خدمت بھی کیا کرے۔

ایک مسئلہ تو یہ درپیش تھا کہ ہم میں سے کوئی طالبعلم بھی حضرت شیخ سے قبل ازیں ملاقات نہ ہونے کے باعث مانوس نہ تھا پھراتنی بڑی ہستی کے احترام کا مسئلہ کہ شاید کوئی کوتاہی خود حضرت شیخ یا حضرت شیخ الجامعہ کو ناگوار گزرے اور دوسرا یہ کہ ایک طالب علم کیلئے اپنے کمرے کی آزادی اور شرارتیں ترک کر کے سنجیدگی اختیار کرنا بھی بڑا مسئلہ ہوتا ہے لہٰذا ابھی طلبہ سوچ ہی رہے تھے کہ میں نے کھڑے ہو کر لبیک کہہ دیا جس پر آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ”اوئے توں اگر شیخ الحدیث صاحب دی خدمت کریندا تے مُن شرارتاں کنہیں کرنیاں نے شیطان تے تینوں اپنی جگہ چھڈ کے گیا اے“؟

میں نے عرض کیا: ”حضرت! اگر آپ موقعہ دیں گے تو انشاء اللہ میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ کو شکایت نہ ہو“۔ یہ سن کر آپ بہت مسرور ہوئے اور مجھے یہ سعادت حاصل ہوگئی۔ زندگی میں جلد بازی کے فیصلوں میں اتفاقاً یہ بہت اچھا اور بروقت فیصلہ تھا۔

حضرت شیخ کی تشریف آوری

بروز جمعرات 17 شوال 1392ھ 23 نومبر 1972ء حضرت شیخ الحدیث صاحب بذریعہ عوامی ایکسپریس 4:05 بجے گوجرانوالہ ریلوے سٹیشن پر اترے تو ہم نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا اور خوشی خوشی جامعہ میں پہنچے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے جامعہ کے صحن میں چاند اتر آیا ہو۔

میں نے علاوہ ازیں تین مواقع پر حضرت شیخ الجامعہ کو انتہائی مسرور دیکھا ہے حضرت استاذ مولانا ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جامعہ میں آمد اور اولین دورۂ حدیث کی تکمیل پر۔

بہر حال اسی روز میں کمرہ نمبر ۲ سے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمرہ نمبر ۵ میں منتقل ہو

Marfat.com

گیا۔ حضرت شیخ الجامعہ اور اساتذہ سے ملاقات کے بعد حضرت جب کمرے میں تشریف لائے تو پھر سے باری باری طلبہ آپ سے ملتے اور جو بھی آپ سے ملتا اُسے اپنی زندگی پہلے سے زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی شاید کہ حضرتِ میر تقی میر نے کسی ایسے ہی موقع کی مناسبت سے فرمایا تھا۔

وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا
پھر اُس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

اور اس کے ساتھ ہی میرے ساتھی طلبہ کو یقین ہو گیا کہ جامعہ میں آخری سال کے دوران اشرف کو تقدیر نے سدھرنے کا ایک ایسا سنہری موقعہ دیا ہے جو ہر ایک کو نہیں ملتا کیوں کہ

خرم آں فرخندہ طالع را کہ چشم
بر چنیں روی اوفتد ہر بامداد
مست مے بیدار گردد نیم شب
مست ساقی روز محشر بامداد

گلستان سعدیؒ

اس بابرکت نصیبہ ور کیلئے خوش قسمتی کی بات ہے کہ جس کی نگاہ صبح کو ایسے چہرہ پر پڑے، کیوں کہ شراب کا نشیلا آدھی رات کے بعد ہوش میں آجاتا ہے لیکن ساقی کو دیکھ کر مست ہونے والا قیامت کی صبح تک ہوش میں نہیں آسکتا اور میں ''نلیق آدمی''

دل جب سے نہیں رہا ہمارا
ہر غم سے نجات ہو گئی ہے

نصیر الدین نصیر شاہ صاحبؒ

کے مصداق ہر غم سے نجات پاتے ہوئے مطمئن ہو گیا۔

فائدہ: ہم لوگ خود تو اگرچہ بہت نکمے تھے اور نکمے ہی رہے لیکن ایسی ہستیوں کو قریب سے دیکھنے کے بعد علم و تقویٰ کے نام پر آج تک کوئی شیخ ابوزید سروجی یا قطف الازہار کا الشیخ المختال تقویٰ کے نام پر ہمیں دھوکہ نہیں دے سکا۔

حضرت شیخ کی اولین ہدایت

حضرت ہمیشہ پیار سے اشرف کے بجائے مجھے ''اَشَف'' کہہ کر پکارتے جو آپ کی زبان سے ادا ہو کر اس قدر اچھا لگتا کہ بار بار سننے کو جی چاہتا۔ فرمایا ''اَشَف (مہربان) سنو اس کمرے میں ہم دونوں ساتھی اور دینی بھائی ہیں بالکل اسی طرح بے تکلف رہو جس طرح آپ پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہتے تھے صرف ہمارا کام اپنا اپنا ہے لہٰذا کبھی میں

Marfat.com

آپ کی خدمت کر دوں گا اور کبھی مجھے آپ کی ضرورت پیش آسکتی ہے اگر میری طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے بتا دینا۔ ہاں میں ذرا بوڑھا آدمی ہوں کبھی چائے پیتا ہوں کبھی میں بنالیا کروں گا اور کبھی آپ بنالینا اور کچھ گپ شپ ہو جایا کرے گی''۔ ہائے افسوس کہ

نہ جانے کونسی رت میں بچھڑ گئے وہ لوگ
جو اپنے دل میں بہت احترام رکھتے تھے

نوشی گیلانی

قران السعدین

بروز جمعرات 17 شوال 1392ھ مطابق 23 نومبر 1972ء حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامعہ عربیہ میں درس بخاری سے اولین دورۂ حدیث کا افتتاح فرمایا جس کے بعد اس مبارک تقریب میں مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضرت شیخ الجامعہ رحمہ اللہ کے نام پیغام پڑھ کر سنایا گیا جس میں آپ نے لکھا تھا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کی جامعہ آمد سے جامعہ میں ''قران السعدین'' ہو گیا ہے۔ اس کے بعد مولانا گلزار احمد مظاہری رحمہ اللہ نے زبردست خطاب فرمایا۔

ہمارے مولوی محمد رفیق صاحب ابتک مطمئن نہ تھے کہ حضرت شیخ نے شاید پہلے حدیث نہیں پڑھائی اور ہوسکتا ہے کہ جامعہ کا یہ تجربہ کامیاب نہ ہو۔ لہٰذا وہ نصرت العلوم میں داخلہ لے رہے تھے تو ہم نے ان سے کہا کہ آج کی تقریب میں شریک ہو کر کل سے آپ وہاں داخلہ لے لیں مگر جب حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے درس بخاری میں فن حدیث پر عالمانہ گفتگو فرمائی تو مولوی محمد رفیق صاحب حیران ومتحیر بے ساختہ ''ھائی ہے ھائی ہے'' پکارتے ہوئے ادھر ادھر گھوم رہے تھے انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اپنے جذبات کا اظہار کیسے کریں۔

ان کی محفل میں نصیر ان کے تبسم کی قسم
دیکھتے رہ گئے ہم ہاتھ سے جانا دل کا

نصیر الدین نصیر شاہ صاحبؒ

ہم نے جب حضرت شیخ کو ان کی اس کیفیت اور اس کے پس منظر کی وجہ بتائی تو آپ بہت محظوظ ہوئے اور تبسم فرمایا:

مجال ہے جو کوئی آنکھ بھر کے دیکھ سکے
تری جبیں صفتِ آفتاب ہے ساقی

نصیر الدین نصیر شاہ صاحبؒ

Marfat.com

باقاعدہ کلاس

بروز اتوار 27 شوال 1392ھ مطابق 3 دسمبر 1972ء بخاری شریف کے درس سے باضابطہ اولین دورۂ حدیث شریف کا اس طرح آغاز ہوا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دائیں جانب سے سب ساتھی ایک ایک حدیث شریف پڑھتے جائیں تاکہ حصول سعادت کے ساتھ ساتھ یہ معلوم ہو سکے کہ صحیح تلفظ کے ساتھ سب سے زیادہ صاف اور بلند آواز میں عبارت کون پڑھ سکتا ہے۔

جہاں تک صحیح تلفظ کی بات تھی تو ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب سے زیادہ صحیح تلفظ کس کا ہو سکتا تھا البتہ تیز اور بلند آواز میں پڑھنے کی بنیاد پر حضرت نے مجھے عبارت پڑھنے کا حکم دیا۔ اس طرح ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ حضرت استاذ مولانا مفتی نذیر احمد رحمہ اللہ نے ایک لڑکا ہماری کلاس میں بھیجا کہ اشرف کی بلند آواز سے نیچے کلاسیں متاثر ہو رہی ہیں لہٰذا ذرا آہستہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی جائے۔

اگرچہ کبھی کبھار عبارت میں غلطی ہو جاتی مثلاً ''حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مِخْوَلِ بْنِ رَاشِدٍ'' میں مِخْوَ لْ کو'' مَخْوَلْ'' پڑھ دیا تو ''اشف'' کی آواز بلند ہوتی اور جب تک آپ کچھ فرماتے میں اعراب تبدیل کر چکا ہوتا اور کبھی اسی طرح کی کسی حماقت پر مسکرا دیتے مگر کسی انہونی غلطی پر چہرے پر جلال ظاہر ہو جاتا۔ ایک روز کلاس کے شروع میں ایک پشتون طالبعلم، جو عبارت میں کافی کمزور تھے، نے ذرا روکھے سے انداز میں شکایت کی کہ بخاری شریف کی عبارت پڑھنے کا سب کو برابر حق ہے مگر کافی روز سے صرف اشرف ہی عبارت پڑھتا ہے یہ درست نہیں۔

حضرت نے فرمایا: ''اچھا تو تم عبارت پڑھو''۔ عنعنہ کی عبارت تھی ''عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا'' تو ساتھی نے اس طرح آغاز کیا ''عَنْ نَابِعٍ''

اتنا پڑھنا تھا کہ سارا پشتون خون حضرت کے رخساروں پر آ گیا اور اس کو پشتو میں ہلکی سی ڈانٹ بھی پلا دی۔ اب اس کے بعد پھر میں نے عبارت پڑھنا شروع کر دی اور اس سے پہلے یا بعد سارے عرصے میں حضرت کو کبھی جلال میں نہیں دیکھا۔

نام یاد نہیں البتہ ہماری دورے کی کلاس میں بوجہ مرض ایک ساتھی اکثر بیٹھے بیٹھے گہری نیند سو جاتے تو دونوں طرف کے ساتھی ان کو چٹکی کاٹتے کبھی تو وہ بیدار ہو جاتے مگر زیادہ تر سوئے رہتے حتیٰ کہ کلاس ختم ہو جاتی۔ چند روز بعد اس بیچارے کے جسم پر بالوں کی طرح چٹکیوں کے زخم تھے تو اس نے حضرت سے شکایت کی کہ میں تو عرصہ سے اس لاعلاج مرض کا شکار ہوں مگر ان لوگوں نے میرا حشر کر دیا ہے لہٰذا حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مداخلت پر ان کی جان چھوٹی۔

ایک روز ہم کلاس پڑھ رہے تھے کہ ایک ساتھی مولوی اصغر سیالکوٹی چھٹی پر جاتے ہوئے حضرت شیخ سے ملنے آئے اور عرض کیا کہ والدین نے میری شادی طے کر دی ہے لہٰذا چھٹی جا رہا ہوں۔ اسے رخصت کرتے ہوئے ان کے جامعہ سے چند روز غیر حاضری اور وقت کے ضیاع پر اظہار افسوس فرمایا۔

Marfat.com

أَنْتَ عَبْدِیْ وَأَنَا رَبُّکَ

درس بخاری شریف کے دوران جب ہم اس حدیث شریف پہنچے

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ ، حِیْنَ یَتُوْبُ اِلَیْهِ ، مِنْ أَحَدِکُمْ کَانَ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ بِأَرْضِ فَلَاةٍفَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَیْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَیِسَ مِنْهَا ، فَأَتٰی شَجَرَةً ، فَاضْطَجَعَ فِیْ ظِلِّهَا ، قَدْ أَیِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَیْنَا هُوَ کَذٰلِکَ اِذَا هُوَبِهَاقَائِمَةً عِنْدَهُ ، فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ أَللّٰهُمَّ ، أَنْتَ عَبْدِیْ وَأَنَا رَبُّکَ . أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ .

أخرجه البخاری رحمه الله تعالیٰ فی کتاب . فی خلق افعال العبد باب التوبة و مسلم رحمه الله تعالی فی کتـ التوبة باب فی الحض علی التوبة و الفرح بها

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص جنگل کی زمین میں اپنی سواری پر جائے تو اس کی وہ سواری کھانے پینے کے سامان جو اس پر لدا ہوا تھا سمیت کہیں گم ہو جائے اور یہ آدمی تلاش کے بعد اس کی واپسی سے مایوس ہو کر ایک درخت کے پاس آ کر اس کے سائے میں لیٹ جائے اور جب وہ اس مایوسی کے عالم میں لیٹا ہوا ہو تو اچانک اس کی سواری سامان سمیت اسکے پاس آ کر کھڑی ہو جائے اور وہ اس کی مہار پکڑ لے اور فرط مسرت سے ''أَللّٰهُمَّ ، أَنْتَ رَبِّیْ وَأَنَاعَبْدُکَ'' اے اللہ تو میرا کریم رب اور تیرا بندہ ہوں کہنے کے بجائے اس طرح الٹ کہہ دے۔'' أَللّٰهُمَّ ، أَنْتَ عَبْدِیْ وَأَنَا رَبُّکَ'' اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔

یعنی جلدی اور شدت جذبات میں اس کی زبان سے ادا ہوتے ہوئے الفاظ الٹ جائیں۔ بندے کے بظاہر ان گستاخانہ الفاظ پر مواخذے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشی کی بات والا معاملہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اور سمجھنے کیلئے سوال پر سوال کیے جا رہا تھا۔

حضرت کی حکیمانہ گفتگو کے بعد کلاس میں اگرچہ خاموش ہو گیا مگر دل میں ابھی تک خلش باقی تھی۔ عشاء کے بعد جب میں پاؤں دبا رہا تھا تو اچانک فرمانے لگے: ''اشف تم صبح کلاس میں اس بیچارے مسافر کے پیچھے کیوں پڑے تھے''؟ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے معاملات کو انسانی معاملات کی جگہ رکھ کر نہیں سوچنا چاہیے۔ فرمایا: ''اشف ایک اور بات یاد رکھو بعض باتیں سمجھنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت مقرر ہوتا ہے'' اور بات ختم ہو گئی

چودہ سال بعد

1988ء میں برمنگھم، ایک روز میں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گھر کے اوپر والے حصے میں جا رہا تھا۔ ابھی

Marfat.com

نصف سیڑھیاں باقی تھیں کہ سامنے سے میری چار سالہ منجھلی بیٹی سمیرا آ کر میرے سامنے راستہ روک کر توتلی سی زبان میں کہنے لگی:

''ابو آپ کی موتھی چیچے کڑو '' یعنی اپنا منہ نیچے کرو تو میں بیٹھ گیا جس کے بعد بیٹی میرا سر گودی میں لے کر مجھے بوسہ دیتے ہوئے کہنے لگی: ''ابو آپ میرے بہت اچھے بیٹے ہو''۔

سچی بات یہ ہے کہ اولاد کی طرف سے ساری زندگی ''ابو جی'' سننے کا اتنا لطف نہیں آیا جتنا اس کے ''بیٹا'' کہہ کر پکارنے پر اور اسی عالم سرور میں اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضرت شیخ پاس کھڑے یہ منظر دیکھ کر مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں فرما رہے ہیں ''ہاں تو آشف یہ بات ہے'' اور میں بائیس سال سے ابھی تک اس بات کی مٹھاس محسوس کرتا ہوں۔

حضرت شیخؒ کا حافظہ

میں ایک سال تک دورۂ حدیث کے دوران حضرت کے سفر و حضر میں بطور خادم ساتھ رہا ہوں۔ حدیث شریف پڑھانے کیلئے آپ کو مطالعہ کی خاص ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ صحیح بخاری پر تمام دستیاب شروح اور تعلیقات جو مطالعہ کر رکھی تھیں یا آپ کے شیوخ رحمہم اللہ نے جو جو فرما رکھا تھا وہ ابھی تک لوح حافظہ پر اسی طرح مرتسم تھا۔ جہاں ضرورت ہوتی تو فرماتے میرے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا تھا۔

ہاں عشاء کے بعد کبھی کبھار مجھے حکم فرماتے کہ میں عمدۃ القاری یا فتح الباری سے کوئی مقام پڑھ کر سناؤں اور میرا خیال ہے کہ یہ بھی مرے مطالعہ کیلئے ایسا فرماتے کیوں کہ میں آپ کو اکیلے چھوڑ کر عشاء کے بعد مطالعہ گاہ نہیں جایا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ چائے سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا کہ صحیح بخاری شریف کے ''باب اذا قال المشرک عند موته لا الہ الا اللہ'' کی عمدة القاری سے شرح پڑھوں جب ابو جہل کے حالات میں یہ بات آئی کہ

☆ اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِ سْلَامَ بِأَ حَبِّ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْکَ، عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ أَوْ عَمرِ وبْنِ هِشَامٍ، يَعْنِيْ أَبَا جَهْلٍ.

تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی باب مناقب أبی حفص عمر بن ألخطاب للامام الحافظ ابی العلاعبد الرحمٰن ابن عبد الرحیم المبارکفوری المتوفّٰی ۱۲۸۳ - ۱۳۵۳ واخرجه أسد الغابة فی معر فة الصحابة تالیف الامام عزالدین ابن الأثیرأبی الحسن علی بن محمد ألجزری المتوفّٰی سنة ۶۳۰ هج ترجمة سیدنا عمربن الخطاب تحقیق و تعلیق الشیخ علی محمد معوض الشیخ عادل أحمدعبد الموجود الناشر دارالکتب العلمیة بیروت

ترجمہ

رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل دونوں میں سے جو تجھے پسند ہو اسے میری جھولی میں ڈالتے ہوئے تحریک اسلامی کی نصرت و تائید فرما۔

تو سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام یا اسلام نے انہیں قبول کر لیا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ کی

Marfat.com

اس دعا کے باوجود ابوجہل کے ایمان نہ لانے کے بیان میں اس کے متعلق ایک جملہ اس طرح ہے ''کَانَ أَحْوَلَ مَأْبُوْنًا'' یعنی ابوجہل بھینگا اور مأبون تھا۔

یہ جملہ سنتے ہی حضرت شیخ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''ہاں اشف یہ بات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی غیرت نے گوارا نہیں فرمایا کہ ابوجہل جیسا گندہ انسان صحابہ کی اس پاکیزہ جماعت میں شامل ہو جاتا''۔ پھر فرمایا: ''اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی صالح بزرگ کی دعاء کا مصداق بننے کیلئے بھی نصیب کے ساتھ سیرت اور کردار کی ضرورت ہوتی ہے اشف اب آئی بات سمجھ میں''؟

مأبون

بدفعلی کے نتیجے میں فاعل اور مفعول دونوں کے ذکر اور دبر میں اور اسی طرح عورت کی دبر میں وطی کے نتیجے میں ایک خاص قسم کا کیڑا پیدا ہو جاتا ہے جس کی خوراک مادہ منویہ ہوتا ہے اس لئے فاعل و مفعول دونوں کو بار بار اس خباثت کی حاجت پیدا ہوتی ہے اس مرض کو عربی میں اُبنہ اور متاثر فرد کو''مأبون'' کہا جاتا ہے۔

دراصل ابوجہل مفعول تھا اور آخری دنوں میں جب اس کو فاعل نہیں ملتا تھا تو اس شدید گرمی میں باہر نکل کر گرم پتھر پر بیٹھا کرتا تھا تا کہ گرمی سے کھجلی کم ہو جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمیشہ کیلئے وہاں بھیج دیا جہاں بہت سے گرم پتھر ہیں۔

ایک دن میں شہر سے واپس آیا تو میرے ہاتھ میں نئے سال کی ڈائری ''لیل و نہار'' دیکھ کر فرمایا: ''اَشَف! یہ کیا لائے ہو''؟ عرض کیا تو میرے ہاتھ سے لیکر ایک نظر دیکھنے کے بعد ''فہرست تعطیلات پاکستان'' والا صفحہ کھولکر مجھے واپس کرتے ہوئے فرمایا: ''اَشَف! اسے دیکھو ڈائری میں ترتیب اس طرح درج تھی:

نام تہوار	تاریخ عیسوی	تاریخ ہجری	یوم

پھر فرمایا: ''اَشَف تاریخ پڑھتے جاؤ''۔ جب میں تاریخ پڑھتا تو اس سے پہلے اور بعد والی تفصیل حضرت دہراتے چلے جاتے۔ اس طرح غالباً تمام واقعات دہرا دیئے۔

معین القاری شرح صحیح بخاری کے مقدمے میں مرتب معین القاری حضرت علامہ حافظ محمد عارف صاحب دامت برکاتہم نے ایک واقعہ لکھا ہے جو میں نے بھی حضرت شیخ رحمہ اللہ سے سن رکھا ہے۔

جس روز حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ نے وزارت اعلیٰ سرحد کا حلف اٹھایا تو شیخ بہت خوش تھے کیوں کہ دونوں بزرگ قاسم العلوم مراد آباد میں ہم جماعت تھے۔ فرمایا: ''حضرت مفتی صاحب مجھ سے بہت محبت کرتے تھے جب میں سالانہ امتحان میں اول آیا تو حضرت مفتی صاحب نے ہی مجھے اس کی اطلاع کی اور اس کامیابی پر مبارکباد دی تھی''۔ پھر فرمایا: ''اسی طرح آج ان کے اعزاز پر مجھے خوشی ہے''۔ اور آپ کے بہت سے محاسن بیان فرمائے پھر فرمایا: ''جن دنوں میں مدرسہ قاسم العلوم مراد آباد میں زیر تعلیم تھا تو امتحان میں ''صدرا'' کا پرچہ تھا۔ بعد میں جب ہمارے شیخ

Marfat.com

حضرت مولانا فخر الدین رحمہ اللہ نے میرا پرچہ دیکھا تو جلال میں آ گئے اور فرمایا یہ طالبعلم کون ہے جس نے کتاب سامنے رکھ کر حرف بحرف متن مع حاشیہ نقل کر دیا ہے''؟

اس پر مولانا عجب نور رحمہ اللہ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ کو بتایا کہ اس نے نقل نہیں کی بلکہ اس کا حافظہ ہی ایسا ہے لہٰذا بہتر ہو گا کہ آپ کے سامنے اس سے دوبارہ امتحان لے لیا جائے۔ چنانچہ یہی ہوا اور حضرت نے پہلے کی طرح اپنی لوح حافظہ سے صدرا کا متن مع حاشیہ نقل کر دیا جس کے بعد حضرت مولانا فخر الدین رحمہ اللہ نے اعتراف فرمایا کہ میں نے بڑے بڑے ذہین لوگ دیکھے ہیں مگر ایسا حافظہ کبھی نہیں دیکھا۔

صدرا

صاحب ایسا غوجی حضرت علامہ مفضل اثیر الدین رحمہ اللہ کی فلسفے کے موضوع پر لاجواب مگر مشکل تالیف ''هداية الحكمة'' پر علامہ صدر الدین شیرازی رحمہ اللہ کا حاشیہ ہے اور کمال یہ ہے کہ اس حاشیہ کے حل کیلئے بھی بعد کے علماء نے کتابی شکل میں حواشی لکھے ہیں اس وقت میرے سامنے تیرہ حواشی کی فہرست ہے۔

حالات مصنفین درس نظامی تالیف حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ: صاحب ایساغوجی، صاحب صدرا: ناشر دار الاشاعت کراچی، تذکرۃ المصنفین تالیف العلامۃ مولانا مفتی ابو القاسم محمد عثمان القاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ: علمائے فلسفہ، علامہ صدرا شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ: ناشر القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ۔

تاہم ''صدرا'' کی وجہ شہرت اس کا عرصہ سے درس نظامی کے نصاب میں شامل ہونا ہے جو ہمیشہ سے طلبہ کیلئے گویا چیلنج ثابت ہوا ہے الا ماشاء اللہ، اسی لئے میرے جیسے ''نلیق'' طلبہ کی حضرت علامہ مفضل اثیر الدین اور علامہ صدر الدین شیرازی رحمهما اللہ تعالی سے کبھی نہیں بنی اور مجھے لگتا ہے کہ شاید حضرت غالب بھی کسی ایسی ہی مشکل میں پڑے ہوں گے:

کام اس سے آ پڑا ہے کہ جس کا جہان میں
لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر

غالب

لہٰذا حضرت استاذ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کو درس کے دوران اس لاینحل کتاب کا حفظ ہو جانا آپ کی کرامات میں سے ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے اگرچہ کبھی اس بات کا اظہار نہیں فرمایا لیکن میں ذاتی مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ حضرت ایک بار جو کتاب دیکھ لیتے یا کوئی بات سماعت فرما لیتے تو وہ آپ کی لوح حافظہ پر ہمیشہ کیلئے مرتسم ہو جاتی۔

آبِ حیات اور صدرا

''جن حضرات نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی تصنیفات اور مکاتیب کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ کی اکثر تحریریں

Marfat.com

اردو زبان میں ہونے کے باوجود مضامین کے لحاظ سے اتنی مشکل اور ادق ہیں کہ آجکل کے ہمارے اصحاب درس علماء میں بھی شاذ و نادر ہی ایسے نکلیں گے جو ان کو پوری طرح سمجھ سکیں اور اس ناچیز کے خیال میں آپ کی تصنیفات میں سب سے مشکل اور دقیق ترین یہی کتاب ''آب حیات'' ہے۔ درس نظامی کے جملہ فنون میں سب سے مشکل منطق، فلسفہ اور کلام سمجھے جاتے ہیں اور ان فنون کی درسی کتابوں میں سب سے مشکل ہمارے درسی حلقوں میں، قاضی حمد اللہ، صدرا اور خیالی، کو سمجھا جاتا ہے اس عاجز نے یہ کتابیں پڑھی بھی ہیں اور ان میں جو مشکل ترین ہیں وہ مدرسی کے زمانے میں پڑھائی بھی ہیں خود اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ ان میں سے کسی کتاب کے سمجھنے میں مجھے اتنی مشکل پیش نہیں آئی جتنی کہ ''آب حیات'' کے سمجھنے میں پیش آئی تھی''۔

مسئلہ حیات النبی کی حقیقت: ص١٦: تالیف الشیخ المحقق مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ، ناشر الفرقان بکڈپو نظیر آباد لکھنو

حافظے کا راز

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ
فَأَرْشَدَ نِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ
وَ أَخْبَرَ نِیْ بِأَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ
وَ نُوْرُ اللّٰہِ لَا یُھْدٰی لِعَاصِیْ

ترجمہ

میں نے اپنے استاذ حضرت امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سوء حفظ کی شکایت کی تو آپ نے اس کا علاج یہ بتایا کہ گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرلو۔

پھر آپ نے مجھے بتایا کہ دراصل علم اللہ کے انوار میں سے ایک نور ہے جو کسی گنہگار کو ہدیہ نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نور اور اس کی نافرمانی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ علمائے سلف رحمہم اللہ تعالیٰ چونکہ خود عمل کی غرض سے علم حاصل کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کے بجائے علم و عمل سے مالا مال کر دیا تھا۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات بڑے بڑے علمائے سوء بھی بہت ذہین اور عالم ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ

وَمَنْ لَّمْ یَزِدْہُ الْعِلْمُ تَقْوٰی لِرَبِّہٖ
فَلَمْ یُؤْتِہٖ اِلَّا لِأَجْلِ شَقَائِہٖ

احمد بن علی بن مشرف

جس عالم کا علم اس کے اندر اللہ تعالیٰ کیلئے تقویٰ کا باعث نہیں بنا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی عالم

Marfat.com

کے خلاف حجت کے طور پر اسے علم عطا کیا ہے تا کہ قیامت کے روز وہ اپنی شقاوت کیلئے کوئی عذر پیش نہ کر سکے۔

مولانا مودودی کی تقریر کا پشتو ترجمہ

ایک دفعہ عشا کے بعد فرمایا: ''جب مولانا مودودیؒ پہلی بار پشاور تشریف لائے تو تقریر سے پہلے سوال پیدا ہوا کہ اردو تقریر کا پشتو میں ترجمہ کون کرے اور اس کی ترتیب کیا ہو''؟

کچھ ساتھیوں نے تجویز دی کہ کوئی صاحب اردو تقریر لکھ لیں اور بعد میں ترجمہ کر دیں تا کہ مولانا کی تقریر کا تسلسل نہ ٹوٹے۔

اب سوال یہ تھا کہ اتنی تیزی سے لکھے کون؟

تب میں نے مولانا سے کہا کہ آپ تقریر کریں باقی کام مجھ پہ چھوڑ دیں۔ اس کے بعد مولانا جب تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو کچھ ساتھیوں کو یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ معین الدین تو لکھ نہیں رہا میں نے کہا: ''بھئی اللہ پہ چھوڑ دو اور فکر نہ کرو تا ہم مولانا مودودیؒ نے پورا ایک گھنٹہ تقریر کی''۔

جس کے بعد میں کھڑا ہوا تو پشتو میں اس طرح ترجمہ شروع کیا کہ جہاں مولانا مودودیؒ نے سکتہ کیا وہاں میں نے بھی سکتہ کیا، جہاں کھانسے میں نے بھی اسی طرح کھانسی کی اور جہاں آواز اونچی کی وہاں میں نے بھی آواز اونچی اور اسی طرح دھیمی کی۔ جہاں مولانا مودودیؒ نے انگریزی بولی وہاں میں نے بھی اسی طرح جملے دہرا دیئے لیکن مجھے ان کے مفہوم کا پتہ نہ تھا اس طرح ٹھیک ایک گھنٹے میں ترجمہ مکمل ہو گیا۔

اب مولانا مودودیؒ نے تعجب سے فرمایا کہ مولانا آپ تو ٹیپ ریکارڈر ہیں۔ پھر مولانا نے مجھے سرگودھا کی کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھی دی''

فرمایا جلسہ برخاست ہونے کے بعد سیکیورٹی اہلکار بطور خاص مجھے ملے اور انہوں نے کہا کہ مولانا آپ تو جن ہیں کسی انسان کا بھلا اتنا بڑا حافظہ کیسے ہو سکتا ہے؟

نوٹ: حضرت شیخ کو انگریزی کی ابجد نہیں آتی تھی اس کے باوجود مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریروں میں جو انگلش اصطلاحات استعمال فرمائی ہیں وہ حضرت شیخ کو باقی لٹریچر کی طرح از بر تھیں۔

سادگی کی ایک مثال

فرمایا: ''جب میں مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر کانفرنس میں شرکت کیلئے سرگودھا پہنچا تو منتظمین نے ان تمام علماء کو جنہوں نے بڑی بڑی پگڑیاں، ٹوپیاں اور شیروانیاں پہن رکھی تھیں احترام سے لیجا کر مولانا مودودیؒ کے ساتھ بٹھا دیا اور میرے سادے سے معمولی کپڑے دیکھ کر باہر روک لیا کہ اندر علماء اور مہمانوں کیلئے جگہ مخصوص ہے۔ مگر جب مقررین کی فہرست تیار ہونے لگی تو مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرے متعلق دریافت فرمایا۔ مولانا گلزار احمد مظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تلاش کرتے ہوئے باہر دیکھا تو میں ایک کونے میں بیٹھا تھا، تب انہوں نے

Marfat.com

منتظمین کو جھاڑا اور مجھے اندر لے کر گئے اور مولانا مودودی نے بھی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا بھلا ان کپڑوں میں آپ کو عالم کون تسلیم کرے گا؟

نوٹ: حضرت شیخ رحمہ اللہ کے سادہ سے لباس کے مقابلے میں بعض طلبہ کا لباس زیادہ قیمتی ہوتا تھا، مجلس میں جہاں جگہ ملتی وہیں بلا تکلف بیٹھ جاتے، جو سادہ سا کھانا مل جاتا تناول فرما لیتے، میرا نہیں خیال کہ آپ نے ضرورت واستعمال کی کسی حلال چیز میں کبھی مین میکھ نکالی ہو۔

میں پشتو میں تقریر ماروں یا اردو میں؟

فرمایا کہ ایک بار پشاور میں فلسفۂ شہادت پر جلسہ تھا۔ مقررین میں میرے علاوہ پشاور یونیورسٹی کے ایک پروفیسر صاحب بھی تھے وہ جب سٹیج پر آئے۔ ان سے ملاقات ہوئی تو پروفیسر صاحب کی تقریر مجھ سے پہلے تھی انہوں نے فرمایا:

''ملا صاحب! آپ بتائیے کہ آپ نے کون سے پہلو پر تقریر یاد کر رکھی ہے مجھے بتا دیجیے تاکہ توارد بھی واقع نہ ہو اور آپ کو مشکل بھی پیش نہ آئے''۔

فرمایا: ''میں نے ان سے کہا کہ آپ فکر نہ کریں جس پہلو پر جی چاہے خطاب کریں''۔

پروفیسر صاحب نے پھر مشورہ طلب کیا کہ ''میں پشتو میں تقریر ماروں یا اردو میں؟''

فرمایا: ''میں نے ان سے کہا کہ آپ جس زبان میں بھی مار سکیں مار دیں کوئی فکر نہ کریں اس کے بعد''۔

پروفیسر صاحب نے فرمایا: ''میرا دل ہے کہ آج دونوں میں ماروں''۔

فرمایا کہ ان کے تقریر مارنے کے بعد جب میں نے فلسفۂ شہادت پہ تقریر کی تو پروفیسر صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھے کہنے لگے ''یہ تقریر آپ نے کس کتاب سے یاد کی ہے''؟

ایک روز میں پاؤں دبانے لگا تو معلوم ہوا کہ پنڈلیوں پر گوشت ٹوٹ کر گڈھے پڑے ہیں۔ میرے استفسار پر بتایا کہ 1948ء میں جب جماعت اسلامی نے ملک بھر میں نفاذ شریعت مہم چلا رکھی تھی۔ خان عبد القیوم خان صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ تھے اور ان کی ہدایت پر پولیس نے دوران سفر پہلے تو مجھے آوارہ گردی میں گرفتار کیا تھا مگر بعد میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 110 بستہ ب کا مجرم قرار دیکر نہ صرف بیڑیاں پہنا دی تھیں بلکہ سارا دن چکی پیسنے کی مشقت دیدی تھی۔ میں دن بھر چکی پیستا تھا اور شکایت نہیں کرتا تھا کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے صبر کی توفیق عطا فرمائی حالانکہ بیڑیوں سے پنڈلیوں کے گوشت کو بہت نقصان پہنچا کہ گوشت ٹوٹ کر گڈھے پڑ گئے۔

فرمایا: ''مجھے سخت اذیت میں دیکھ کر ایک روز جیل والوں نے یہ خبر سنائی کہ چونکہ آپ کی جماعت کے امیر مولانا مودودی نے معافی مانگ کر حکومت سے صلح کر لی ہے آپ بھی معافی مانگتے ہوئے اپنی سزا کے خلاف اپیل کریں تاکہ ہم آپ کی سفارش کر کے رہائی دلا دیں''۔

Marfat.com

مگر میں نے ان کو بتایا کہ میں مولانا مودودی کیلئے نہیں بلکہ نفاذ شریعت کے مطالبے پر جیل میں ہوں جس سے دستبردار نہیں ہوسکتا اور دوسری بات یہ کہ مولانا مودودی جیسا بے داغ اور شفاش انسان کبھی جھک نہیں سکتا، یہ تمہاری غلط فہمی ہے، یعنی

هُوَ اللَّيْثُ ، لَا وَاللّٰهِ بَلْ هُوَ أَشْجَعُ
مِنَ اللَّيْثِ فِيْ وَقْتِ الْجِلَادِوَأَقْدَمُ

شهاب الدين الخلوف

واللہ وہ شیر کی طرح جرأتمند بلکہ مقابلے کے وقت اقدام میں اس سے زیادہ شجاع ہے: اور

فَذَاكَ فَتَى الْفِتْيَانِ بَلْ أَشْجَعُ الْوَرٰى
وَ اَشْرَفُهُمْ نَفْسًا وَّ أَدْعَى اِلَى التَّقْوٰى

عبد الجليل الطباطبائی

وہ بہادروں کا سردار اور سب سے بڑھ کر شجاع، شریف النفس اور تقویٰ کا سب سے بڑا داعی ہے۔

حضرت شیخؒ کی سرخروئی

فرمایا: ''رہائی کے تھوڑے دنوں بعد میری نگرانی پر مقرر آفیسر مجھ سے ملنے آیا اور معذرت کرتے ہوئے کہا، مولانا! میں بالکل ایک دہریہ تھا مگر آپ کی استقامت دیکھ کر مسلمان ہوگیا ہوں۔ میرے خیال میں اس دنیا کے اندر ظالم کے مقابلے میں یہ واقعہ میرے شیخ کی فتح مبین ہے۔ رہا باقی لوگوں کا معاملہ تو وہ اب وہاں پہنچ چکے ہے ہیں جہاں دنیا کے تمام ابالسه و اباطله ، اقاسفه و روافضه ، اكاسره وقياصره، دجاجله وجبابره ، فلاسفه ومناطقه ، ملاحده ومراتده ، ملاعنه وفراعنه '' وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ '' الزّلزال / ۸

ترجمہ: اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی اسے بھی دیکھ لے گا۔

کے اصول کے تحت سزا پائیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ

''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ الفاتحه ۴ : بدلے اور جزا کے دن کا تنہا، بااختیار اور انصاف کرنے والا مالک ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْ لَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰى اَهْلِهَا حَتّٰى تُقَادَ الشَّاةُ الْجَلْحَاءُ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ.

وفى الباب عن ابى ذروعبد الله بن أنيس : اخرج حديثهما احمد فى مسنده فى كتاب : باقى مسند المكثرين برقم ۶۹۰۶، ۷۶۵۵ - ۷۹۳۸ - ۸۴۹۲ - ۸۹۶۵ : حديث ابى هريرة حديث حسن صحيح : اخرجه مسلم فى كتاب البر والصلة والآداب باب : تحريم الظلم : تحفة الاحوذى بشرح جامع الترمذى للامام الحافظ ابى العلاعبد الرحمٰن ابن عبد الرحيم المباركفورى المتوفى ۱۲۸۳ - ۱۳۵۳هج رحمه الله تعالىٰ عليه :ابواب صفة القيامة

Marfat.com

برقم ۲۵۳۵ : الناشر دار الکتب العلمیة بیروت

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد روایت کیا ہے، فرمایا: "قیامت کے روز حقداروں کو ان کے پورے پورے حقوق دلائے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلایا جائے گا"۔ اور اس طرح کہ

فَيُنْصَرُ مَظْلُوْمٌ وَيُسْأَلُ ظَالِمٌ
بِمَهْمَا جَنَى وَالصَّادِقُ الْوَعْدِ يَشْهَدُ

السنالي

یعنی مظلوم کی باعزت طریقے سے مدد کی جائے گی اور ظالم سے تفتیش کی جائے گی کہ بتاؤ تم نے کب کہاں اور کیا قصور کیا تھا اور اس کیس میں وہ صادق الوعد ہستی خود مظلوم کی طرف سے گواہی پیش کرے گی۔

نوٹ: اس واقعہ کی باقی تفصیلات حضرت حافظ محمد عارف صاحب نے بھی معین القاری کے مقدمے میں لکھدی ہیں مگر انہیں شاید پنڈلیوں کے گوشت ٹوٹ کر گڑھے پڑنے والی بات کا علم نہ تھا۔

حضرت شیخ کو تمام طلبہ سے یکساں محبت تھی جو بھی ملاقات کیلئے کمرے میں آتا اسے مہمان کی طرح بٹھاتے اور ناصحانہ گفتگو فرماتے۔ اسی طرح تمام طلبہ آپ سے بے پناہ محبت اور احترام کرتے۔

درحیرت انداخت

ایک مرتبہ مجھے شدید بخار ہو گیا تو میں نے اجازت چاہی کہ میں بخار اترنے تک چند روز کسی دوسرے کمرے میں منتقل ہو جاتا ہوں تاکہ آپ کو میری وجہ سے پریشانی نہ ہو۔ مگر شیخ نے فرمایا: "یہ بات مروت اور اخلاق کے خلاف ہے کیوں کہ اب میری باری ہے کہ میں آپ کی خدمت کروں"۔

میں نے جب دوائی کا سیرپ پیا تو گہری نیند آ گئی مگر اچانک محسوس ہوا کہ کوئی میرا سر دبا رہا ہے اور یک دم اپنے دوست محمد امین کی طرف دھیان گیا مگر جب میں نے دیکھا تو حضرت شیخ خود میرا سر دبا رہے تھے۔ مجھے بہت ندامت ہوئی مگر فرمایا: "یہ میری اخلاقی ذمہ داری ہے کیونکہ ہم کمرے کے ساتھی ہیں:

مہرباں تھا جو روز و شب کوئی
اس کا ثانی نہیں ہے اب کوئی

نصیر الدین نصیر شاہ صاحبؒ

جماعتی نظم کی پابندی

حضرت شیخ چونکہ عرصہ دراز سے جماعت اسلامی کے ساتھ وابستہ اور مرکزی شوریٰ کے رکن اور امیر جماعت

Marfat.com

اسلامی صوبہ سرحد رہ چکے تھے اس لئے نظم کی بہت پابندی فرماتے جس کی مثال یہ واقعہ بہت سبق آموز ہے۔

ایک دفعہ چوہدری محمود صاحب ایڈووکیٹ قیم جماعت اسلامی صوبہ پنجاب کی طرف سے جامعہ عربیہ میں تربیتی پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔

چوہدری محمود صاحب نے اپنی تربیتی تقریر میں فرمایا کہ تمام حاضرین نوٹس لکھنے کیلئے کاغذ وقلم لے لیں چونکہ اس اعلان میں کوئی استثنا نہیں تھا اس لئے حضرت شیخ نے فرمایا: ''اشف! جلدی سے ایک قلم اور نوٹ بک لاؤ''۔ جب میں نے قلم اور نوٹ بک لا کر پیش کی تو حضرت نے چوہدری محمود صاحب کی تقریر سے علمی نکات نوٹ کرنے شروع کر دیے۔

یہ دیکھ کر مجھے چوہدری صاحب پر اتنا غصہ آیا کہ میں آگ بگولا ہو گیا، قریب تھا کہ کوئی حرکت کر بیٹھتا مگر حضرت شیخ کی موجودگی مانع تھی پھر میں نے طے کیا کہ ایک خط کے ذریعے مولانا مودودی اور میاں طفیل محمد رحمہما اللہ تعالیٰ سمیت مرکزی شوریٰ کو چوہدری صاحب کے خلاف خط لکھوں گا۔

اسی غصے کی حالت میں میں نے نوٹس وغیرہ بھی نہیں لکھے تھے۔ میری اس حرکت اور غضبناک نگاہوں سے حضرت رحمہ اللہ کو بھی میری بے چینی کا اندازہ ہو گیا تو تقریر ختم ہوتے ہی جب کمرے میں واپس تشریف لائے تو آپ کے پوچھنے پر میں نے سچ سچ بتا دیتے ہوئے عرض کیا کہ میں چوہدری محمود صاحب کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتا اور اب انہیں مزہ چکھانے کی سوچ رہا ہوں۔ تب حضرت نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے میری ساری بات سن کر فرمایا:

''اشف! بیٹھ جاؤ'' پھر کھل کھلا کر ہنسے اور فرمایا: ''اشف! آپ کو کس نے بتایا کہ چوہدری صاحب میرا احترام نہیں کرتے؟ سب لوگ تو میرا احترام کرتے ہیں حالانکہ میں کوئی بڑا آدمی نہیں ہوں جب کہ چوہدری صاحب نے مجھے حکم نہیں دیا بلکہ سب شرکاء سے گزارش کی اور اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ نظم کا تقاضا تھا اس لئے چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان نہ ہو جایا کرو، میں بھی تو ایک کارکن ہی ہوں مگر نہ جانے آپ نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے؟''

''اشف! ان باتوں کو چھوڑو چائے بناؤ تو پھر بات کریں گے''۔ میں جب کچن میں جا رہا تھا تو فرمایا: ''اپنے لئے بھی چائے لانا، جب میں چائے لایا تو ابھی تک میری اس حماقت پر مسکرا رہے تھے، پھر چائے پیتے ہوئے جماعتی نظم کی اہمیت اور خیر و برکات پر ایک علمی گفتگو فرمائی جس کے بعد نہ صرف مجھے اطمینان ہو گیا بلکہ جماعتی زندگی میں نظم کی اہمیت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔

حضرت شیخ انتہائی بذلہ سنج اور حاضر جواب تھے۔ آپ کی مجلس ہمیشہ کشت زعفران بنی رہتی۔ ایک بار مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر شروع ہوا تو مسکراتے ہوئے یہ واقعہ سنایا:

''ایک مرتبہ مولانا نے مجھ سے فرمایا: 'مولانا یہ کیا بات ہے کہ خٹک قبیلہ اپنے شجرے کی نسبت ماں کی طرف کرتا ہے'؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت سادات کی اتباع میں جس طرح آپ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہیں، یہ سن کر مولانا بہت محظوظ ہوئے''۔

Marfat.com

نوٹ: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فاطمی سید اور شیخ الحدیث مولانا معین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خٹک پٹھان ہیں۔

جامعہ عربیہ میں شیخ کے پہلے سال کے دوران مولانا نثار احمد رحمۃ اللہ علیہ (بانی سپارک بروک اسلامک سینٹر برمنگھم) ڈسکہ میں خطابت فرماتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مجھے ساتھ لے کر اکثر جمعہ کے روز مولانا نثار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ڈسکہ چلے جاتے۔ اسی دوران مولانا نثار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سمبڑیال کی ایک جامع مسجد میں خطبہ جمعہ میرے ذمہ لگا دیا تھا۔

میں حضرت شیخ الحدیثؒ کو مولانا مرحوم کے پاس چھوڑ کر سمبڑیال خطبہ دیتا اور واپسی پر رات کو جامعہ عربیہ آ جاتے۔ مرحوم مولانا نثار احمد نور اللہ مرقدہ جذبوں کی طرح جواں، بہار کی طرح خوشگوار اور اسلاف کی طرح باوقار اور علماء نواز انسان تھے۔ ان دنوں چینی کی قلت تھی اس لئے حضرت شیخ الحدیثؒ کیلئے بطور خاص ہری پور سے شہد منگا رکھا تھا۔ ان دونوں بزرگوں کی یہ مجالس بہت یادگار تھیں مگر کاش کہ میں کوئی گفتگو ضبط نہ کر سکا اور کسے یقین تھا کہ

وہ لوگ جو زندہ ہیں وہ مر جائیں گے اک دن
اک رات کے راہی ہیں، گزر جائیں گے اک دن

ساقی فاروقی

چینی کیلئے چائے

اسی دوران میجر ڈاکٹر غلام نبی امیر جماعت اسلامی حافظ آباد نے حضرت شیخ سے درخواست کی کہ جامع مسجد الفتح حافظ آباد میں خطبہ دینا منظور فرمالیں چنانچہ کچھ عرصہ تک شیخ مجھے ساتھ لیکر حافظ آباد جاتے، خطبہ دیتے، دوستوں سے گپ شپ لگاتے اور واپس آ جاتے۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ شیخ کو کثرت پیشاب کی تکلیف ہوئی تو ایک روز میجر ڈاکٹر غلام نبی نے چیک کر کے بتایا کہ آپ کو شوگر ہوگئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ادویات دیتے ہوئے پرہیز کے طور پر چائے میں چینی کے بجائے Aspartame سویٹنر (Artificial Sweetener) تجویز کی تو فرمایا: ''ڈاکٹر صاحب ہم تو چینی کیلئے چائے پیتے تھے اب کیا پئیں گے''؟

معین القاری شرح صحیح البخاری

حضرت شیخ کو لکھنے سے رغبت نہ تھی ویسے بھی ہاتھوں میں پہلے معمولی رعشہ تھا جو بعد میں زیادہ ہو گیا تھا۔ ان دنوں فون کی وافر سہولت نہ تھی اس لئے کبھی کبھی گھر سے خط آ جاتا تو مجھے جواب املاء کرا دیتے اگر کوئی ضروری بات نہ ہوتی تو فرمایا کرتے ''اشفاق ان کو لکھ دو معین الدین ٹھیک ہے''۔

حضرت استاذ حافظ محمد انور قاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا کارنامہ اور ہم پر احسان ہے کہ آپ نے دورۂ حدیث شریف کے دوران حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کا پورا درس بخاری ٹیپ کروا کے محفوظ کر لیا تھا جبکہ جامعہ کے نائب شیخ الحدیث حافظ محمد عارف صاحب دامت برکاتہم۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم اور ہمارے شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے

Marfat.com

بہت محنت سے اسے کتابی شکل میں مرتب کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ ابتک چار ضخیم جلدیں طبع ہو چکی ہیں اس طرح بیس بائیس جلدوں پر مشتمل علمی دنیا میں یہ ایک یادگار شرح بخاری ہوگی اور علمی حلقوں میں ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت شیخ جو گھر والوں کے نام خط لکھنے سے بھی معذور تھے ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم حدیث کے ساتھ بے پناہ شغف کے عوض میں دنیا کے اندر معین القاری کا تحفہ آخرت میں پذیرائی کی علامت ہے۔

اردو زبان پر دسترس

اس کے باوجود کہ حضرت کی مادری زبان پشتو تھی آپ جب حدیث پڑھاتے یا درس دیتے تو انتہائی عالمانہ انداز اور ترتیل سے اردو بولتے جس میں علمی اور فنی اصطلاحات کا رنگ غالب رہتا مگر عام گفتگو میں کبھی کبھی پشتو لہجے کی آمیزش ہو جاتی جس سے گفتگو کا لطف دوبالا ہو جاتا خاص طور پر اگر کبھی کوئی اردو شعر دہراتے تو اوزان کی مناسبت شعر کو دو آتشہ بنا دیتی۔ کبھی کبھی آپ نعیم صدیقی مرحوم کا یہ شعر دہرایا کرتے

لٹا دیارِ حسن میں وفا زدوں کا قافلہ
کدھر کدھر مزار ہیں گرا کہاں کہاں لہو

ایک مرتبہ شورش کاشمیری صاحب کا ذکر ہوا تو فرمایا: ''شورش صاحب نے ایک شعر کہا تھا:

شورش گذشتہ رات عروس البلاد میں
اک جانِ نو بہار کا مہماں رہا ہوں میں

ملک نصر اللہ خان عزیز صاحب نے جب یہ پڑھا تو فرمایا: ''شورش صاحب نے اپنی حماقت پر کتنے سارے لوگ گواہ بنا لیے ہیں''۔

کبھی کبھی جب بہت ہشاش بشاش ہوتے تو یہ شعر دہرایا کرتے مگر مجھے شاعر کا نام یاد نہیں

چھانی ہے ہم نے بھی خاک صحرائے نجد کی
مجنوں کا نام ہو گیا قسمت کی بات ہے

جامع مسجد الفتح حافظ آباد

جماعت اسلامی حافظ آباد کے زیر انتظام ایک عظیم الشان مسجد ہے جہاں جمعہ کے روز بہت بڑا اجتماع ہوتا تھا راقم الحروف نے اسی مسجد میں بتاریخ 22 دسمبر 1972ء مطابق 16 ذوالقعدہ 1392ھ قصہ حضرت نوح علیہ السلام کے موضوع پر اولین خطبہ جمعہ سے اپنی خطابت کا آغاز کیا تھا کیوں کہ ان دنوں مولانا نصیر الدین متعلم جامعہ عربیہ یہاں خطبہ دیتے تھے مگر ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور یہ دونوں صاحبان 'بنگلہ دیش نامنظور' تحریک کے سلسلے میں کوٹ لکھپت جیل لاہور میں نظر بند تھے تو انتظامیہ کی درخواست پر حضرت استاذ حافظ محمد انور قاسمی رحمہ اللہ نے مجھے ان کی جگہ بھیجا تھا۔

Marfat.com

جبکہ مدرسہ عربیہ شہر گوجرانوالہ میں بتاریخ 24 اگست 1973ء مطابق 25 رجب 1393ھ بحکم حضرت شیخ الجامعہ، حضرت شیخ الحدیث حضرت استاذ مفتی نذیر احمد زَیَّنَ اللّٰهُ وُجُوْهَهُمْ اور آپ کی موجودگی میں خطبہ دیا تھا تو تینوں بزرگوں نے تحسین فرماتے ہوئے دعائیں انعام کی تھیں یہ واقعہ میری زندگی کے یادگار واقعات میں سے ہے۔

بہرحال ان دنوں میجر ڈاکٹر غلام نبی صاحب جماعت اسلامی حافظ آباد کے امیر تھے ان کی درخواست اور حضرت شیخ الجامعہ کے حکم پر مولانا نصیرالدین مرحوم نے یہاں جمعہ پڑھانا شروع کیا تھا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جماعت اسلامی حافظ آباد کا ایک نمائندہ وفد حضرت شیخ الجامعہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ چوں کہ جامع مسجد الفتح میں اجتماع جمعہ کی حیثیت ایک بڑے جلسہ عام کی سی ہوتی ہے اس اجتماع میں اعلیٰ تعلیمیافتہ لوگ بھی شریک ہوتے ہیں۔ مولانا نصیرالدین اگرچہ شعلہ بیان مقرر ہیں مگر ابھی طالبعلم ہیں ہماری ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔ لہٰذا حضرت شیخ الحدیث صاحب سے درخواست کی جائے کہ وہ الفتح میں خطبہ دیا کریں۔

حضرت شیخ الجامعہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے اگرچہ آپ کی ضرورت کا احساس اور آپ کی بات سے اتفاق ہے مگر میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کو یہ کہہ نہیں سکتا کیوں کہ وہ اس عالم پیری میں پورا ہفتہ حدیث پڑھاتے ہیں۔ ایک روز ان کے پاس آرام کا ہوتا ہے میں ان کے آرام میں مخل نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر آپ لوگ خود درخواست کریں جس کے بعد حضرت اگر مجھ سے مشورہ کریں گے تو میں مثبت مشورہ دوں گا۔

وفد جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا اور بذریعہ بس سفر کی تفصیلات بھی بتائیں تو حضرت نے تھوڑے توقف کے بعد حامی بھر لی پھر مجھے فرمایا: ''اشف! میں نے اپنی اور آپ کی چھٹی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے جماعت اسلامی حافظ آباد کو دیدی کیوں کہ میں نے سوچا ہے کہ شاید سفر کی تکلیف بارگاہ الٰہی میں عذر کیلئے کافی نہ ہو''۔

چاند کا کردار اپنایا ہے ہم نے دوستو
داغ اپنے پاس رکھے روشنی بانٹا کیے

حفیظ میرٹھی

چنانچہ ہم صبح صبح جامعہ سے نکلتے اور وقت سے بہت پہلے حافظ آباد پہنچ جاتے اور اس مغالطے کی بنیاد پر کہ یہاں اعلیٰ تعلیمیافتہ لوگ شریک اجتماع ہوتے ہیں حضرت معمول سے ذرا ہٹ کر خالص علمی خطاب فرماتے۔

جبکہ میرے خیال میں یہاں میجر ڈاکٹر غلامی نبی صاحب اور ڈاکٹر حبیب اللہ چیمہ صاحب ہی سب سے اعلیٰ تعلیمیافتہ تھے ورنہ سامعین کی اکثریت مقامی سکول وکالج کے طلبہ کے علاوہ دیہی آبادیوں سے نیم خواندہ لوگوں پر مشتمل ہوتی، جن کیلئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سمجھنا مشکل ہی نہیں محال تھا چنانچہ کچھ عرصہ بعد جماعت اسلامی حافظ آباد کا ایک نمائندہ وفد پھر حضرت شیخ الجامعہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ ہمارے سامعین کی اکثریت نیم خواندہ لوگوں پر مشتمل ہے حضرت شیخ کی علمی گفتگو سے چند حضرات کے سوا اکثریت مستفید نہیں ہوتی اور ہم مشکل میں ہیں آپ کوئی حل تجویز فرمائیں؟

Marfat.com

حضرت شیخ الجامعہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بہتر ہوگا کہ آپ حضرات حضرت شیخ الحدیث صاحب کو زحمت نہ دیں اور کوئی عوامی طرز کا خطیب تلاش کر لیں۔

اعلیٰ تعلیم یافتہ

حضرت شیخ الحدیث صاحب کو جب معاملے کا علم ہوا تو بہت مسکرائے فرمایا: ''اشف! ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ وہاں اعلیٰ تعلیمیافتہ لوگ ہیں اب اس میں ہمارا کیا قصور ہے''۔

جب حضرت مولانا نثار احمد رحمہ اللہ کو واقعہ کا علم ہوا تو اس کے بعد آپ کی درخواست پر ہم نے ڈسکہ جانا شروع کیا تھا اور یہ ''اعلیٰ تعلیم یافتہ'' جملہ ''اعلیٰ تلیم یافتہ'' ہو کر ایک عرصہ تک لطیفہ بنا رہا بعد میں میں نے ایک بار عرض کیا تھا کہ حضرت مگر میں تو کم از کم ایک بار اعلیٰ تعلیمیافتہ طبقے یعنی ''حضرت شیخ الجامعہ حضرت شیخ الحدیث اور حضرت استاذ مفتی نذیر احمد زَیَّنَ اللّٰہُ وُجُوْھَھُمْ ''کو خطاب کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں تو مسکرا کے فرمایا کرتے: ''اشف! آپ تو بڑے خطیب ہیں آپ کی کیا بات ہے''۔

بزم ادب

شروع سے جامعہ میں بزم ادب قائم رہی ہے میں نے مدرسہ عربیہ قدیم سے 1968ء میں تقریر کرنا شروع کی تھی۔ پہلی مرتبہ جب اس وقت کے ناظم بزم ادب کے اصرار پر ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ''کا مفہوم بیان کرنے کیلئے کھڑا ہوا تو پسینے سے شرابور کانپتا ہوا بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر مدرسہ کے سفیر سید عبدالکریم شاہ رحمہ اللہ نے مجھے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور کہا کہ اگر تقریر نہیں کر سکتے تو پڑھنے کا کیا فائدہ؟

قہر درویش بر جان درویش کے مصداق چند جملے کہہ کر ''لاکھوں پائے'' اور بیٹھ گیا بہر حال اب شاہ صاحب نے بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔ نیا جامعہ شروع سے حضرت استاذ حافظ محمد انور قاسمی رحمہ اللہ کے انتظام میں آ گیا تھا تو آپ نے بزم ادب کو نئے سرے سے منظم کرنے کا حکم دیا تو انتخاب کے ذریعہ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب ناظم اور مجھے نائب کی ذمہ داری ملی۔

جامعہ میں شروع سے آخر تک ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب درسی امتحان اور شرافت میں اول رہے ہیں جبکہ کچھ عرصہ سے مقابلۂ بیت بازی اور تقریر میں رسمی مقابلے کے بعد میں اول آتا تھا۔

فاضل کلاس میں مولانا عبداللہ راشد صاحب کے داخلے کے بعد بیت بازی اور علامہ نصیرالدین رفاعی کے داخل ہوتے ہی تقریر میں اصل مقابلہ شروع ہوا مگر اللہ تعالیٰ کا کرم ہمیشہ شامل حال رہا۔

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے رفقا کے ساتھ مشاورت کے بعد فی البدیہہ تقریری مقابلے شروع کرائے تھے جس کیلئے مقرر کو صرف تین منٹ پہلے موضوع دیا جاتا۔ ان دنوں 'بنگلہ دیش نامنظور' تحریک چل رہی تھی لہٰذا مجھے موضوع دیا گیا کہ اس موقعہ پر ''اگر میں صدر پاکستان ہوتا تو کیا کرتا'' میں چونکہ شورش کاشمیری اور

Marfat.com

دیگر مشاہیر کی تقاریر سے جملے نوٹ کر کے یاد کرلیا کرتا اور شورش کاشمیری کی نقل کرنے کی کوشش کرتا تقریر میں ایک جملہ تھا:

''ان ناکام و نااہل حکمرانوں اور سیاست دانوں نے ملت کی وحدت کو اس طرح تار تار کر دیا ہے''۔

اور تار تار کے ساتھ دیکھا کہ اکلوتی قمیص سامنے سے تا تار ہو چکی ہے۔ بہرحال حضرت شیخ اس روز جج تھے آپ ہی نے میرے اول آنے کا اعلان فرمایا اور آپ ہی کے ہاتھ سے سرٹیفکیٹ ملا۔

جس کے بعد جب میں کمرے میں پہنچ کر قمیص کو ٹانکے لگا رہا تھا تو حضرت تشریف لائے اور خوشی سے فرمایا: ''اشف! آج ہمارے کمرے کو انعام تو ملا مگر آپ نے قمیص کا حشر کر دیا''۔ بہت بعد میں جب چائے کا دور چلا تو انتہائی شفقت و اخلاص سے فرمایا:

''اشف! آپ اول آئے مجھے خوشی ہے کیوں کہ ہمارے کمرے کو انعام ملا مگر ایک بات یاد رکھو ایسی تقریروں سے صرف دنیا میں انعام ملتا ہے آخرت میں انعام کیلئے ہر کام کا خلوص کے ساتھ سنت نبوی ﷺ کے مطابق سرانجام پانا لازمی ہے''۔ الحمدللہ کہ اس کے بعد کبھی قمیص نہیں پھٹی۔

مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعارف

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اگست 1942ء مطابق شوال 1361ھ میں مدرسہ قاسم العلوم مراد آباد سے فراغت کے بعد واپس وطن لوٹ آئے تھے۔ یہ وہ دور تھا کہ جب مسلمانان ہند پر 1849ء سے انگریز کی غلامی میں نزع کا عالم تھا کیوں کہ مسلمان دراصل براہ راست انگریز کے بجائے ان کے غلاموں کے غلام تھے مگر اس کے باوجود انگریز صرف اور صرف مسلمان امت کے اتحاد سے لرزاں تھا لہٰذا انگریز نے سب سے پہلے مسلمانوں کی وحدت ملی کے حصار میں شگاف ڈالنا شروع کیے اور یہ کام وہ سوائے علمائے سوء کے تعاون کے سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے ایک طرف تو مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو خرید کر جذبۂ جہاد سے سرشار علمائے حق کی کردار کشی کیلئے استعمال کیا اور باقی عام مسلمانوں کے دلوں سے خلافت راشدہ کا تصور مٹانے کیلئے استعمال کیا غالباً یہی وہ دور ہے جس کیلئے حکیم مشرقؒ نے فرمایا تھا:

اے تہی از ذوق و شوق، سوز و درد
می شناسی عصر ما با ما چہ کرد [1]
عصر ما را ز ما بیگانہ کرد
از جمال مصطفیٰ بیگانہ کرد

[1] اے ذوق و شوق اور سوز و درد سے بے گانہ شخص کیا تجھے خبر ہے، کہ ہمارے دور نے ہمارے ساتھ کیا ظلم کیا ہے؟ ہمارے دور

Marfat.com

نے ہمیں اپنے آپ سے بے گانہ کر دیا ہے اور بدنصیبی کی حد یہ ہے کہ ہمارے دور نے ہمیں جمال مصطفیٰ ﷺ سے بے گانہ کر دیا ہے۔

اس دور میں ایک شخص پہلے تن تنہا اور پھر صرف 75 افراد کی قیادت کرتے ہوئے اٹھ کر اعلان کرتا ہے کہ اس سرزمین پر اسلامی شریعت کے سوا اگر کوئی دوسرا نظام مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو ہم انجام کی پرواہ کیے بغیر اس نظام اور اس کے نافذ کرنے والوں سے ٹکرا جائیں گے۔ شروع شروع میں لوگ باطل کے خلاف اس اعلان جہاد کو دیوانے کی بڑ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے مگر جب تصور کو عملی شکل دینے کیلئے ایک منظم شخصیت اور ناقابل تردید لٹریچر سامنے آیا تو دو قسم کے لوگ سامنے آئے۔

ایک طبقے کی لوح حافظہ پر خلافت راشدہ کا تصور ابھرنے لگا اس کے ساتھ ہی "فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" کا اپنی راہ میں کام کرنے والوں کے ساتھ وعدہ بھی یاد آیا تو انہوں نے اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ مولانا کے کیمپ میں آ گئے

مگر کچھ لوگوں نے اس آواز کو دبانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اگر میں یہ بات کہوں کہ میں نے مولانا مودودیؒ کی تمام تحریریں پڑھی ہیں تو اس میں مبالغہ نہیں اور میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ مولانا مودودیؒ نے اپنے بدترین مخالفین کے جواب میں بھی جو لکھا ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک تو مولانا نے کسی کا نام لے کر تنقید نہیں کی اور دوسری بات یہ کہ مولانا نے کہیں کوئی ایسا جملہ نہیں لکھا جو اخلاقی معیار سے گرا ہو اور جس کے متعلق لکھا ہے اس کے سامنے کہتے ہوئے شرمندگی محسوس کریں۔

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ ایک روز حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میری تعلیم کا آخری سال تھا کہ ایک روز مدرسے میں دوران سبق ایک استاذ صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ ان دنوں پنجاب میں ابوالاعلیٰ نامی کوئی مولوی ہے جو یا تو کثرت مطالعہ سے دماغی توازن کھو بیٹھا ہے یا کچھ سنی سنائی باتوں سے خوش فہمی میں مبتلاء ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کروں گا حالاں کہ یہ بات ناممکن ہے، فرمایا کہ یہ بات سنکر مولانا مودودی کے بارے میں جو میں نے تصور قائم کیا وہ یہ تھا کہ یہ کوئی نیم خواندہ دیہاتی بابا ہے جو لٹھ اٹھائے دن بھر بھینسوں کے پیچھے بھاگتا پھرتا ہے اور کسی کی باتوں سے گمراہ ہو گیا ہے یا گرمی کے باعث فی الواقع اس کا دماغی توازن متاثر ہو گیا ہے، فراغت تک جب بھی میرا دھیان اس طرف جاتا تو میں "آہ بیچارا بابا" کہہ کر خاموش ہو جاتا۔

فراغت کے بعد مجھے غائبانہ طور پر مولانا مودودی کا تعارف حاصل ہوا جس کے بعد مجھے آپ کی تحریریں پڑھنے کا موقعہ ملا تو میرے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوا کہ اگر ہم اسلام کے معاشی و معاشرتی قوانین پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے تو فی الواقع اس کے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے کیوں نہ نماز روزے کے مسائل یاد کر کے گھر بیٹھ جائیں یا کوئی ایسا علم پڑھیں جس پر اس دور میں بھی عمل ہو سکتا ہے، فرمایا پھر مولانا کی تحریریں ایسی ٹھوس اور مسکت تھیں کہ سوائے اس کے چارہ نہ

Marfat.com

تھا کہ ہم بھی ان کے کیمپ میں آجاتے لیکن اس راہ میں بہت سی مشکلات پیش آئیں۔

نوٹ: میں ان مشکلات کی تفصیل بھول چکا تھا اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حافظ محمد عارف صاحب کو انہوں نے معین القاری کے مقدمے میں ان کا مفصل ذکر کر دیا ہے۔

میر پور تشریف لانا

میر پور میں ہماری سابقہ رہائش شہر سے ذرا فاصلے پر خانپور گاؤں میں تھی جہاں ان دنوں سڑک کی سہولت نہ ہونے باعث کوئی سواری کا انتظام نہ تھا اسی وجہ سے حضرت استاذ قاضی محمد عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر حضرت استاذ شیخ الجامعہ رحمہ اللہ تعالیٰ جب میر پور تشریف لاتے تو ہمارے محسن چوہدری عبدالخالق امیر جماعت اسلامی کے گھر ٹھہرتے تھے جہاں ہم سے زیادہ محترم چوہدری صاحب آپ کی خدمت کو اپنے لئے اعزاز تصور کرتے۔

ان حالات کے باوجود ہماری فراغت کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ ہم سے ملنے تشریف لائے تو بلا تکلف ہمارے پاس خانپور آکر ٹھہرے تو آپ کے اس کریمانہ اخلاق و تعلق پر ہمارے سارے قبیلے کو فخر محسوس ہوا:

یَامَنْ یُذَکِّرُ نِیْ بِعَهْدِ أَحِبَّتِیْ
طَابَ الْحَدِیْثُ بِذِکْرِهِمْ وَیَطِیْبُ
أَعِدِ الْحَدِیْثَ عَلَیَّ مِنْ جَنَبَاتِهِ
اِنَّ الْحَدِیْثَ عَنِ الْحَبِیْبِ حَبِیْبُ
مَلَأَ الضُّلُوْعَ وَفَاضَ عَنْ أَحْنَائِهَا
قَلْبٌ اِذَا ذُکِرَ الْحَبِیْبُ یَذُوْبُ

ابن زهر الحفيد

میری ذاتی ڈائری پر آپ کے دستخط اس طرح محفوظ ہیں۔

''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ''

معین الدین ۹-۴-۷۳ء ''یعنی

بروز سوموار 5 ربیع الاول 1393ھ مطابق 9 اپریل 1973ء

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ.

Marfat.com

19: حضرت علامہ قاضی مطیع اللہ صاحب

حضرت قاضی مطیع اللہ صاحب دامت برکاتہم جامعہ عربیہ میں ہم میں سے بہت سینئر طالب علم تھے جہاں آپ نے فاضل کے امتحان میں گولڈ میڈل حاصل کیا تھا اور جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورہ حدیث کرنے کے بعد جامعہ عربیہ میں مدرس تعینات ہو گئے تھے جس دوران ہم نے آپ سے متنبی پڑھی تھی۔ آپ کا مزید تعارف "علمائے قریش" کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔

20: حضرت مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب

نوٹ: مندرجہ ذیل تحریر لکھنے تک آپ حیات تھے مگر افسوس کہ اب آپ کا انتقال ہو چکا ہے، اللہ کریم آپ کو بہترین اجر فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں ٹھکانہ نصیب فرمائے۔

عمدۃ المناظرین حضرت استاذ قاضی عصمت اللہ دامت برکاتہم مہتمم جامعہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ، حضرت مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ کے جید تلامذہ میں سے ہیں ہمیں آپ سے دورہ تفسیر پڑھنے کی سعادت حاصل ہے۔

جامعہ عربیہ میں تعلیم کے دوران فراغت سے پہلے راقم الحروف، ڈاکٹر عصمت اللہ اور حافظ شان علی کے دورۂ تفسیر کا مسئلہ درپیش تھا ہم نے حضرت استاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا تو فرمایا کہ حضرت قاضی عصمت اللہ صاحب بہت اچھا پڑھاتے ہیں لہٰذا تم تینوں وہاں چلے جاؤ۔

ایک تو جگہ قریب تھی اور دوسری سہولت یہ کہ جامعہ محمدیہ کے ناظم تعلیم مولانا عبد اللہ راشد نے جامعہ عربیہ میں فاضل ہمارے ساتھ کیا تھا لہٰذا ہم تینوں نے جامعہ محمدیہ پہنچ کر حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں حضرت استاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ کا سلام پیش کیا، مولانا عبد اللہ راشد نے بھی خیر مقدم کیا تو پڑھائی شروع ہو گئی۔

مگر کچھ ساتھیوں کا چند روز میں ہمارے ساتھ رویہ تبدیل ہو گیا تو ہم نے اپنے کمرے کے ساتھی سے جاننے کی کوشش کی تو اس نے بتایا کہ اب سب کو معلوم ہو گیا ہے کہ تم تینوں جامعہ عربیہ کے طلبہ اور مودودیئے ہو۔

دراصل ہم لوگ مقامی امیر جماعت اسلامی محترم امان اللہ بٹ صاحب اور دیگر ساتھیوں سے ملاقات کیلئے گئے تھے جو مدرسہ کے ساتھیوں کو بہت ناگوار گزری حالاں کہ جماعت کے اکثر رفقاء حضرت قاضی صاحب کے مقتدی اور مدرسہ کے معاون و محب تھے جبکہ ہم لوگ جامعہ کے طلبہ تھے جماعت اسلامی یا مولانا مودودی کی نمائندگی کیلئے یہاں نہیں آئے تھے اس لئے اگرچہ بہت صدمہ ہوا مگر تعلیم جاری رکھنے کا فیصلہ کر کے خاموش ہو گئے۔

حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم جید عالم دین، انتہائی تجربہ کار و کامیاب استاذ اور عمدہ مناظر تھے۔ 1/10/1972 جامعہ میں ہنگامی تعطیل کا اعلان کرتے ہوئے پنڈی گھیپ میں معروف اہلحدیث عالم دین و مناظر مولانا حافظ عبد القادر روپڑی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مناظرہ کیلئے تشریف لے گئے اور تیسرے روز جب فاتح کی حیثیت سے واپس تشریف لائے تو جامعہ میں جشن کا سا ماحول تھا۔

Marfat.com

طلبہ کی تعداد بہت زیادہ تھی بڑی رعب دار آواز دور تک گونجتی اور بہت محظوظ ہوتے اکثر بریلوی اوراہلحدیث حضرات زیر بحث آتے بلکہ یہاں پہنچ کر ایسا محسوس ہونے لگا کہ قرآن کریم صرف انہیں دوگروہوں کے رد میں نازل ہوا ہے۔آپ کا یہ ایسا اسلوب تھا کہ جامعہ عربیہ میں ہم اس کے عادی نہ تھے مگر ہمارے ہزاروی ساتھی بہت داد دیتے اس طرح یہ دورہ تفسیر روزانہ ایک جلسہ عام کی شکل اختیار کر جاتا۔ہم تینوں کیلئے فخر یہ تھا کہ حضرت قاضی صاحب ہمارے استاذ بھائی ہیں للہذا کچھ طلبہ اگر ہمیں پسند نہیں کرتے تو کوئی بات نہیں۔

تمہارا مودودی

مگر ہوا یہ کہ ایک روز جب حضرت قاضی صاحب اس آیت پہ پہنچے۔

وَ أَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا () النساء ۲۳

ترجمہ

اور یہ بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو مگر جو پہلے ہو گیا سو ہو گیا اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

تو ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا ''اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا منع ہے مگر پاکستان کا ایک منشی کہتا ہے یہ بھی جائز ہے'' چونکہ میں حضرت کے سامنے تھا للہذا ایسا محسوس ہوا کہ یہ جملے کہتے وقت حضرت نے مجھے مخاطب فرمایا ہے اس لئے میں نے عرض کیا: ''حضرت اگر براہ کرم اس منشی کا نام بتلا دیتے تو اچھا تھا''۔فرمایا: ''نام وام رہنے دو کیوں کہ نام سن کر تمہیں تکلیف ہوگی''۔ یہ سنتے ہوئے پہلی بار باوجود عقیدت واحترام کے مجھے حضرت قاضی صاحب بہت چھوٹے محسوس ہوئے۔

للہذا میں جواب سننے کیلئے کھڑا ہو گیا تو طلبہ نے مجھے ایسے گھورنا شروع کیا گویا کہ میں نے مدرسہ کی دیواریں گرادی ہوں۔میں نے عرض کیا: ''حضرت کیا ایسے آدمی کا جاننا ہمارا حق نہیں جو اس قدر بیباک ہے کہ دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جائز قرار دیتا ہے''؟ اب حضرت قاضی صاحب نے انتہائی حقارت سے گرج کر فرمایا: ''تمہارا مودودی'' یہ سن کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور برداشت نہ کر سکا کہ آخر حضرت اپنے سامنے قرآن کریم کھولے اللہ کے گھر میں بیٹھے اس طرح بھی فرما سکتے ہیں۔

پیش کہ بر آورم زدستت فریاد
ہم پیش تو از دست تو میخواہم داد

حضرت شیخ سعدیؒ

یعنی ''ہم کس در پر آپ کی شکایت کریں ہم تو آپ کے معاملے میں آپ سے انصاف کے طلبگار ہیں'' والی

Marfat.com

بات تھی۔میں نے عرض کیا:''حضرت یہ الزام درست نہیں بلکہ رسائل و مسائل میں ایک استفسار ہے جس کی چار شکلیں ہیں''۔اتنا کہنا تھا کہ طلبہ نے نہ جانے مجھے کیا کیا گالیاں دیں اور قریب تھا کہ مجھے دبوچ لیتے مگر میں نے سوچا کہ اب اس کے بعد یہاں رہنا تو مشکل ہے چلو جو ہوتا ہے دیکھتے ہیں لہٰذا میں کھڑا بات کرنے پہ مصر رہا۔تب حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کے لہجے میں ذرا نرمی آئی۔طلبہ کو خاموش کرایا اور عصر کے بعد مجھ سے بات کرنے کا وعدہ فرمایا تب میں بیٹھ گیا۔

اب جب فارغ ہوئے تو ڈاکٹر عصمت اللہ اور حافظ شان علی نے بھی اس حماقت پر مجھے سرزنش کی مگر کیا ہو سکتا تھا۔ہم مقامی دفتر جماعت اسلامی گئے وہاں سے مولانا مودودیؒ کے رسائل و مسائل کی جلد موم لی جس میں توام متحد الجسم یعنی دو جڑواں بہنوں کے نکاح کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں مولانا مودودیؒ نے ملتان جیل سے ایک مفصل علمی و تحقیقی جواب تحریر فرمایا ہے۔عصر کے بعد چوں کہ مجھے اکیلے ملنا تھا حاضر ہوا مگر اس وقت حضرت کا رویہ بہت اچھا تھا میں نے عرض کیا:

''کتاب لے آیا ہوں''۔فرمایا:''اسے وہاں سے پڑھو''۔جب میں نے سوال اور جواب پڑھ کر سنا دیا تو فرمایا کہ میں نے یہ کتاب نہیں پڑھی ہے''۔پھر مجھ سے فرمایا کہ یہ کتاب مجھے دکھاؤ جب میں نے پیش کرنا چاہی تو ہاتھ کھینچ لیا اور انتہائی حقارت سے میرے ہاتھ میں دیکھ کر فرمایا:''ٹھیک ہے تم جاؤ''۔

اس واقعہ کے بعد ہم تینوں اچھوت کی حیثیت سے دیکھے جانے لگے تو حضرت استاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ کو بھی چھٹی کے روز صورت حال بتائی مگر فرمایا:''قاضی صاحب اچھے استاذ ہیں اب چھوڑنے سے تم لوگوں کا بھی نقصان ہوگا خاموشی سے گزارہ کرو''۔تو ہم نے گزارہ کرنا شروع کر دیا مگر یہ ہوا یہ کہ ایک روز حضرت قاضی صاحب نے ہمیں طلب کیا کہ تمہارے کمرے کے چوتھے ساتھی (نام یاد نہیں رہا) نے شکایت کی ہے کہ تم لوگوں نے اس کی چوری کی ہے:

ہر ایک عقوبت سے ہے تلخی میں سوا تر
وہ رنج جو ناکردہ گناہوں کی سزا ہے

فیض احمد فیض

یہ سن کر حیران رہ گئے کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ ہوا یہ کہ اس پہلے واقعہ کے بعد یہ ساتھی جو دراصل ہزاروی کہلاتے تھے انہوں نے ہمارے ساتھ گفتگو بند کر دی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ اسے یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے یا ہمیں علیحدہ جگہ دی جائے ورنہ ان کا مذہب''بھرشٹ'' ہونے کا خطرہ تھا۔حضرت قاضی صاحب کو تفصیل بتائی تو ایسے محسوس ہوا کہ حضرت کو اس معاملے میں افسوس ہے۔ہم نے یہ بھی عرض کیا کہ اگر ہمارا یہاں رہنا یا پڑھنا ناگوار ہو تو ہم واپس چلے جاتے ہیں مگر حضرت نے فرمایا:''اس کی ضرورت نہیں''۔

اب میں نے ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اور حافظ شان علی صاحب کو بتائے بغیر دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ یہاں سے بھاگ چلنا چاہیے مگر چوری کا الزام لگانے والے سے حساب چکتا کر کے، یہ دونوں چوں کہ بغاوت کے حق میں

Marfat.com

نہ تھے اور چاہتے تھے خاموشی اختیار کی جائے مگر میرے اندر انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔

ایک روز دیکھا کہ یہ ساتھی چارپائی پہ بے خبر لیٹے ہیں ان کی بڑی بڑی نسوانی طرز کی لٹیں تھیں۔ میں نے اندر سے کنڈی لگا کر ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی دبوچ لیا اور سب کا غصہ اسی ایک پر نکال دیا اور اس وقت تک میں گھونسے رسید کرتا رہا جب تک وہ یہ اقرار کرتا کہ وہ قاضی صاحب کو بتائے گا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے اس کے اقرار کر لینے کے بعد میں نے چھوڑا تو اس نے دہائی دی بھاگتا ہوا حضرت قاضی صاحب کے پاس پہنچا اور میری شکایت کر دی۔

میری طلبی ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ حضرت پہلی بات تو یہ ہے کہ بغیر ہم سے بات کیے آپ نے اور آپ کے ان طلبہ نے ہمیں مولانا مودودی کا ترجمان قرار دے کر پوری جماعت کا بدلہ صرف ہم سے لینے کا فیصلہ کیا ہوا ہے حالاں کہ نہ تو ہم مولانا مودودی کے ترجمان ہیں اور نہ جماعت اسلامی کے کارکن ہی، یہ اگرچہ زیادتی کی انتہا ہے اس کے باوجود ہم نے کبھی کسی سے الجھنے کی کوشش نہیں کی۔ پھر اس پر بس نہیں بلکہ ان صاحب نے سازش کے تحت چوری کا الزام لگایا ہے۔ اب ہم اگرچہ مدرسہ چھوڑ رہے ہیں مگر اس الزام سے برأت ضروری تھی اور اس کا یہی طریقہ تھا جو میں نے اختیار کیا ہے۔

اب آپ اس سے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ الزام جھوٹا ہے کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ اب کی بار جھوٹ بولنے پر میں اس کا کیا حشر کرنے والا ہوں۔ اس کے بعد میں نے اسی ساتھی کی طرح خوب جھوٹ بولا کہ اس نے حضرت استاذ مولانا محمد چراغ صاحب کو بھی گالیاں دی ہیں اور چوں کہ وہ آپ کے بھی استاذ ہیں لہٰذا یہ معاملہ میں آپ کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں۔

یہ سن کر حضرت قاضی صاحب نے اس کو بات کرنے کا موقعہ ہی نہ دیا اور فرمایا: ''بد بخت تمہیں معلوم نہیں وہ میرے استاذ ہیں ان کو گالیاں کیوں دیں''۔ اس کو خوب جھاڑ پلائی اور ہمارے کمرے سے منتقل کر دیا اور اب ذرا سکون ملا۔

نوٹ: جب میں ان صاحب کو گھونسے رسید کر رہا تھا تو اس وقت وہ ہر گھونسے پر مولانا مودودی رحمہ اللہ کی بہو بیٹیوں کو گالیاں دیتے جس پر میرا غصہ اور تیز ہو جاتا تو میں مزید دو چار رسید کرتا چوں کہ اس کے منہ پر میں نے لحاف ڈال رکھا تھا اس طرح آواز باہر نہیں جا رہی تھی اس لئے وہ جھوٹ کا اقرار کرنے پہ مجبور ہو گیا۔ اب اگر میں حضرت قاضی صاحب کو سچ بتاتا تو ممکن ہے حضرت اسے شاباشی دیتے اس احتیاط کے پیش نظر میں نے حضرت استاذ مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا اور سچ کے بجائے جھوٹ کام آ گیا۔

ہوئے ہم جو مر کے رسوا

ایک روز، ہم تینوں ساتھی اور ایک اور طالبعلم مولوی عبدالرشید مظفر آبادی شام کے وقت باہر گندے نالے کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ میرا خیال تھا کہ یہ کشمیری ہونے کے باعث ذرا ہمدردی سے بات سنے گا اور میرے مؤقف کی حمایت

Marfat.com

کرے گا کہ جامعہ محمدیہ کے طلبہ نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے یہ مناسب نہیں تھا۔ مگر وہ پہلے سے ذہنی طور پر مشتعل تھا اس نے چھوٹتے ہی مولانا مودودیؒ کو ماں، بہن اور بہو بیٹیوں کی گالیاں دینا شروع کر دیں۔ میں نے جواب میں اسے دھکا دیا تو گندے نالے میں جا گرا۔ گندگی میں لت پت ہونے کے بعد اس نے بجائے مجھے گالیاں دینے کے مولانا مودودی کو مزید گالیاں دینا شروع کر دیں اور ایسی گالیاں کہ ممکن ہے شیطان نے بھی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لی ہوں۔

اور اب چوں کہ دورہ تفسیر کا دورانیہ ختم ہونے والا تھا اس لئے میں نے احتیاط کے طور پہ اس طالبعلم سے کہا کہ اگر آپ نے اس واقعہ کی اطلاع کی تو پھر تم اس گندے نالے سے کبھی باہر نہیں نکل سکو گے۔ ان حالات میں مجھے اندیشہ تھا کہ کم از کم مجھے تو جان بوجھ کر فیل کر دیا جائے گا اور سند نہیں ملے گی مگر الحمد للہ یہ نوبت نہ آئی۔ بلکہ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے آخری سبق پڑھایا اور اپنے ہاتھ سے سند عطا فرمائی۔ حضرت کا نورانی چہرہ اور محبت بھری گفتگو نے سب تلخیاں دور کر دیں۔ جامعہ عربیہ میں واپس پہنچے تو اگر چہ یہ تمام حالات حضرت شیخ الجامعہ کو بتائے مگر آپ برابر حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کی تحسین فرماتے رہے۔

Marfat.com

21 : حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ

بروز جمعرات 02/11/1972ء مطابق 25 رمضان کریم 1392ھ جامعہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ میں حضرت شاہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دورۂ تفسیر کلاس کو اختتامی سبق پڑھا کر شرف تلمذ بخشا اور سب کو سند جاری فرمائی اور یہی مختصر سا رشتۂ تلمذ بھی باعث سعادت ہے۔

22 : حضرۃ الشیخ حسن راشد

حضرت شیخ حسن راشد دامت برکاتہم فاضل جامعہ ازہر کا تعلق علاقہ گلگت سے ہے اور اس وقت آپ برمنگھم میں مقیم اور انتہائی معتدل مزاج، حلیم وکریم اور عالم باعمل ہیں۔ حدیث شریف، اصول فقہ اور فن نحو آپ کا خاص موضوع اور ماہر استاذ اور صرف عربی میں درس دیتے ہیں۔

میں نے پانچ چھ ماہ کے دوران آپ سے یہیں برمنگھم میں صحیح بخاری شریف میں سے کتاب الصوم اور کتاب الزکاۃ کا باقاعدہ درس لیا ہے۔ علاوہ ازیں سبل السلام للصنعانیؒ " الوجیز فی اصول الفقہ اور ألتحفۃ السنیۃ کا درس جاری تھا کہ میری سستی اور مصروفیات کے باعث موقوف ہوگیا۔ البتہ اس تعلق سے مطالعہ کا لطف دوبالا ہوگیا۔

Marfat.com

23 : معمارِ اعظم

A role model of the positive approach.

اک چراغِ عالم افروز : مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ

سوچ لوں پل بھی میں اگر ان کو

نور سا اک دھیان سے اٹھتا ہے

ناصر مصطفیٰ رانا

ہجرت 1965ء تک میں شیعہ سنی، بریلوی دیوبندی اور اہلحدیث جیسی اصطلاحات اور ان کے پس منظر سے بالکل ناواقف تھا مگر 1966ء میں جب جامعہ محمدیہ بھکھی میں داخل ہوا تو حضرت الاستاذ حافظ نذیر احمد صاحب، عم زاد حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب اور بعض سینئر طلبہ کی توجہ سے میرے اندر ایک ایسے نئے انسان نے جنم لیا جس کی نظر میں صرف بریلویت ہی صحیح مسلک تھا اور باقی سب....

جہاں سے دو سال بعد 1968ء میں جب جامعہ عربیہ گوجرانوالہ منتقل ہوا تو اگر چہ یہاں کے اساتذہ اور طلبہ فروعی اختلافات میں کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتے تھے اور اساتذہ طلبہ کو بھی وقت ضائع کرنے سے روکتے تھے مگر شہر کی مناظرانہ فضا نے مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ چنانچہ میں نے چھپ چھپا کر دستیاب مناظرات کا مطالعہ شروع کر دیا۔ جس دوران رئیس المناظرین حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ کا ایک مناظرہ ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' میرے ہاتھ لگ گیا جس نے میرے دل و دماغ سے بریلویت خارج کرتے ہوئے پاکستانی دیوبندیت مرتسم کر دی۔

نوٹ: فتح بریلی کا دلکش نظارہ۔ اب حضرت مولانا نعمانی رحمہ اللہ کے مناظرات پر مشتمل ''فتوحات نعمانیہ'' میں شامل ہے جسے مولانا ابوالمجاہد محمد عابد خلش صاحب نے مرتب کرتے ہوئے کتاب کا پہلا باب اس طرح قائم کیا ہے:

''فتح الابرار علی الفجار، صاعقۂ آسمانی بر فرقۂ رضاخانی''

Marfat.com

میرا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جن لوگوں کی اپنی استعداد، تحقیق اور مطالعہ نہیں ہوتا وہ مناظرانہ تحریروں اور تقریروں سے متاثر ہو کر تعصب کا شکار ہو جاتے ہیں جن کی مثال اس غبارے کی سی ہے جس میں مقدار سے زیادہ ہوا بھر دی جائے اور جب کم عمری میں کسی استاذ کی نگرانی کے بغیر اس عنوان پر مطالعہ مجھے ہضم نہ ہو سکا اور برداشت کا غبارہ پھٹ پڑا تو میں نے جامعہ کے پاکیزہ ماحول کو نظر انداز کرتے ہوئے سرعام بعض مرحوم صالحین رحمہم اللہ پر

چراغ گھر کا ہو مندر کا ہو کہ مسجد کا
ہوا کے پاس کوئی مصلحت نہیں ہوتی

وسیم بریلوی

کے مصداق کفر وضلالت کے فتوے داغنا شروع کر دیئے، حضرت الاستاذ الشیخ قاضی محمد عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب میری اس کیفیت کا علم ہوا تو میری آخرت خطرے میں دیکھ کر مجھے وقت سے پہلے ان موضوعات پر سوچنے کے بجائے درسی کتب پر توجہ دینے کی ہدایت فرمائی۔ اس طرح مطالعہ کا سلسلہ منقطع ہوتے ہی طبیعت میں ذرا ٹھہراؤ سا پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ مگر شب وروز مطالعے کا عادی ہونے کے باعث بے چینی سی محسوس کرنے لگا۔

جس دوران مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دو کتب ''خطبات ۔اور۔ دینیات'' میسر آ گئیں جن کا مطالعہ شروع تو کیا مگر میں اس طرح کی مہذب اور شریفانہ تحریریں پڑھنے کا عادی نہ تھا لہٰذا کئی مرتبہ کتاب شروع کر کے خلاف معمول رکھ دیتا۔ جبکہ حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدے کے مطابق اب دوبارہ کوئی مناظرانہ کتاب پڑھنا نہیں چاہتا تھا لہٰذا ایک روز بادلِ نخواستہ اور

پیاس کہتی ہے کہ اب ریت نچوڑی جائے
اپنے حصے میں سمندر نہیں آنے والا

کے مصداق میں نے خطبات کا مطالعہ شروع کر دیا۔ مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ کلمۂ طیبہ کا مفہوم سمجھاتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''لا الٰہ کہنے کے بعد تم محمد رسول اللہ کہتے ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم نے یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت محمد ﷺ ہی وہ پیغمبر ہیں جن کے ذریعہ سے خدا نے اپنا قانون تمہارے پاس بھیجا ہے۔ خدا کو اپنا آقا اور شہنشاہ مان لینے کے بعد یہ معلوم ہونا ضروری تھا کہ اس شہنشاہ کے احکام کیا ہیں۔ ہم کون سے کام کریں جن سے وہ خوش ہوتا ہے اور کون سے کام نہ کریں جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ کس قانون پر چلنے سے وہ ہم کو بخشے گا اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر وہ ہم کو سزا دے گا۔ یہ سب باتیں بتانے کیلئے خدا نے حضرت محمد ﷺ کو اپنا پیغامبر مقرر کیا۔ آپ ﷺ کے ذریعہ سے اپنی کتاب ہمارے پاس بھیجی اور آپ ﷺ نے خدا کے حکم کے مطابق زندگی بسر کر کے ہم کو بتا دیا کہ مسلمانوں

Marfat.com

کو اس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے۔

بس جب تم نے محمد رسول اللہ کہا تو گویا اقرار کرلیا کہ جو قانون اور جو طریقہ حضور ﷺ نے بتایا ہے تم اسی کی پیروی کروگے اور جو قانون اس کے خلاف ہے اس پر لعنت بھیجوگے۔ یہ اقرار کرنے کے بعد اگر تم نے حضور ﷺ کے لائے ہوئے قانون کو چھوڑ دیا اور دنیا کے قانون کو مانتے رہے تو تم سے بڑھ کر جھوٹا اور بے ایمان کوئی نہ ہوگا، کیوں کہ تم یہی اقرار کر کے تو اسلام میں داخل ہوئے تھے کہ حضرت محمد ﷺ کا ہی لایا ہوا قانون حق ہے اور اسی کی تم پیروی کروگے، اسی اقرار کی بدولت تو تم مسلمانوں کے بھائی بنے، اسی کی بدولت تم نے باپ سے ورثہ پایا، اسی کی بدولت ایک مسلمان عورت سے تمہارا نکاح ہوا، اسی کی بدولت تمہاری اولاد تمہاری جائز اولاد بنی، اسی کی بدولت تمہیں یہ حق ملا کہ تمام مسلمان تمہارے مددگار بنیں، تمہیں زکاۃ دیں، تمہاری جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا ذمہ لیں اور ان سب کے باوجود تم نے اپنا اقرار توڑ دیا۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں کون سی بے ایمانی ہوسکتی ہے؟

اگر تم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے معنی جانتے ہو اور جان بوجھ کر اقرار کرتے ہو تو تم کو ہر حال میں خدا کے قانون کی پیروی کرنی چاہیے، خواہ اس کی پیروی پر مجبور کرنے والی کوئی پولیس اور عدالت اس دنیا میں نظر نہ آتی ہو، جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا کی پولیس اور فوج اور عدالت اور جیل کہیں موجود نہیں ہے اس لئے اس کے قانون کو توڑنا آسان ہے اور گورنمنٹ کی پولیس، فوج، عدالت اور جیل موجود ہے اس لئے اس کے قانون کو توڑنا مشکل ہے، ایسے شخص کے متعلق میں صاف کہتا ہوں کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا جھوٹا اقرار کرتا ہے۔ اپنے خدا کو، ساری دنیا کو، تمام مسلمانوں کو اور خود اپنے نفس کو دھوکہ دیتا ہے"

نور و بشر، علم غیب، حاضر و ناظر اور ما کان و ما یکون کی بحث میں الجھے اور الجھائے بغیر اس سادہ سی عبارت میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا جو مقصد بیان کیا گیا ہے اگر کسی کی سمجھ میں آجائے تو اس کی بدقسمتی ہوگی کہ وہ اس قدر غیر ضروری مسائل میں الجھ کر رہ جائے کہ اصل مقصد ہی فوت ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے کہ اس کے بعد میرا ذہن صاف ہونا شروع ہوگیا اور میں کفر کے فتوے دینے کے بجائے اپنے گریبان میں جھانکنے لگا:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

بہادر شاہ ظفر

مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سادہ تحریروں، انتہائی شفاف و جاذب نظر شخصیت اور شبنمی لہجے نے میری زندگی پر ایسے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں کہ اس کے بعد کسی کی تحریر و تقریر اور شخصیت نے اس طرح متاثر نہیں کیا کہ میں کسی اور کا ہوسکتا۔ حضرت استاذ الشیخ قاضی محمد عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات ،،علم، اختیار اور ہر جگہ موجود ہونے کی صفات میں شرک کے طوفانی دور میں علمائے دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ سے

Marfat.com

قابل قدر خدمات لی ہیں اور حکم (حاکمیت) واقتدار میں شرک کی تردید میں مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ سے وہ کام لیا ہے جس کا نہ ہونا زیان عظیم کا باعث تھا''۔

اور مولانا کا یہی امتیاز ہے کہ آپ نے اس فتنے کے دور میں کوئی نیا شوشہ چھوڑنے یا آستانہ عالیہ سجانے کے بجائے انتہائی مثبت رویہ اپناتے ہوئے میرے جیسے جذباتی طلبہ اور علما بیزار جدید طبقے کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ اللہ کریم مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کو بہترین اجر عطا فرمائے: آمین

مولانا کے بچپن سے وصال تک ''وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ () ۱۲ : یوسف ۷۶ '' کے مصداق برصغیر میں ایسے اہل علم کا دور ہے کہ ان میں سے ہر ایک علمی افق پہ آفتاب ومہتاب کی حیثیت رکھتا ہے جن کی طرف نظر اٹھاتے ہوئے سر سے پگڑی گرتی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی قابل قدر خدمات ہیں جو انہیں دوسرے سے ممتاز تو کرتی ہیں مگر کسی کو دوسرے پہ کلی فضیلت وفوقیت دینا میرے جیسے کم علم کو زیب نہیں دیتا۔

اس دور میں صرف دار العلوم دیوبند کی ایک چھت کے نیچے ایسی ہستیاں موجود تھیں کہ آئمۂ حدیث کے بعد ان کا کوئی ثانی نہیں اور میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ''علم'' اختیار اور ہر جگہ موجود ہونے کی صفات میں شرک کے طوفانی دور میں ان حضرات سے قابل قدر خدمات نہ لی ہوتیں تو ممکن ہے میرے جیسے بعض کم علم اور جذباتی لوگ اب تک قوم نوح کی طرح اپنے صالحین کے بتوں کی پوجا شروع کر چکے ہوتے۔

مولانا مودودی کا امتیاز

مولانا مودودی کو بارہا قریب سے دیکھنے، سننے اور پڑھنے کے بعد میرے نزدیک مولانا کی چند خصوصیات ایسی ہیں جو کم از کم مجھے کسی دوسری شخصیت میں نظر نہیں آئیں اور یہ بات میں محض عقیدت کی بنیاد پر نہیں بلکہ ذاتی تجربے سے کہتا ہوں اور میں کسی کا نام لیے بغیر چند مثالیں پیش کروں گا جن کیلئے میں اللہ کریم کی بارگاہ میں جوابدہ ہوں۔

()

اسی طالبعلمی کے دوران جب میں مولاناؒ کے چند رسائل پڑھ چکا تو قریب سے دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں نے حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اجازت کے ساتھ ساتھ مولاناؒ کے نام ایک رقعہ لکھنے کی درخواست کی تا کہ اس بہانے سے قریب جا سکوں۔ چنانچہ ایک روز میں ظہر سے ذرا پہلے ہی 5/A ذیلدار پارک اچھرہ لاہور پہنچ گیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ عین جماعت کے وقت ہماری دائیں جانب کے کمرے سے ایک ایسی باوقار شخصیت نمودار ہوتی ہے جسے دیکھتے ہی محسوس ہوتا ہے گویا چاندنی اور گلاب کو بشری قالب عطا کر دیا گیا ہو

کیا دیجئے اصلاح خدائی کو وگرنہ
کافی تھا ترا حسن گر ماہ نہ ہوتا

میر ضاحک

Marfat.com

جماعت کی مرکزی قیادت اور کچھ مہمان موجود اور سب کے سب دم بخود محو جمال ہیں مگر کوئی بھی آگے بڑھ کر ہاتھ پاؤں چومنے کے بجائے اس طرح باادب کھڑا ہے کہ

سب تھے محفل میں ان کی محو جمال
ایک کو ایک کی خبر نہ ہوئی

قمر جلالوی

یہاں تک کہ اگلی صف میں پہلے سے موجود کرسی پر آپ کے تشریف فرما ہوتے ہی اقامت اور جماعت کھڑی ہو جاتی ہے۔نماز سے فراغت کے بعد چند نو وارد تو آگے بڑھ کر ہاتھ ملاتے ہوئے مزاج پرسی کرتے ہیں مگر مرکزی قیادت خاموشی سے اپنے اپنے دفاتر کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔

جس دوران میں بھی ہمت کرتے ہوئے مصافحہ کے دوران عرض کرتا ہوں کہ میرے پاس آپ کیلئے حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ صاحب کا دستی مکتوب ہے اور آپ مکتوب طلب فرمانے کے بجائے کرسی سے اٹھتے ہوئے میرے بائیں کندھے پر ہاتھ رکھتے اور مجھے ساتھ لیے اپنے دفتر کی طرف بڑھنے لگتے ہیں یہاں تک کہ اپنی کرسی کے ساتھ کھڑے ہو کر مجھے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”تشریف رکھیے“۔

حضرات اساتذہ اور طلبہ کی خیریت معلوم کرنے کے بعد مکتوب مطالعہ فرماتے ہوئے مجھ سے میرے بارے میں سوال فرماتے ہیں اور چند منٹوں میں اپنی کہانی عرض کر دیتا ہوں اور پھر

گفتگو تھی کہ کوئی کشف دروں جاری تھا
وقت پر جیسے تحیر کا فسوں طاری تھا

مولانا کی کسی بھی رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر کوئی باذوق و سنجیدہ انسان جس نے آپ کو دیکھا، سنا، یا پڑھا ہے وہ آپ کی سیرت وصورت، شخصیت وشباہت، ملاحت وصباحت، نفاست ووجاہت، نظافت وطہارت، صفوت وحشمت، جرأت وجلالت، بسالت وشجاعت، صلاحیت وصالحیت، مروت وظرافت، عبقریت وثقاہت، عدالت وفقاہت، شرافت وفراست، فطانت وذہانت، متانت ودیانت، سیادت واستقامت، جامعیت وکاملیت اور عبدیت وانسانیت کا انکار نہیں کر سکتا۔

هُوَ اللَّيْثُ ، لَا وَاللّٰهِ بَلْ هُوَ أَشْجَعُ
مِنَ اللَّيْثِ فِيْ وَقْتِ الْجِلَادِوَأَقْدَمُ

شهاب الدين الخلوف

واللہ وہ شیر کی طرح جرأتمند بلکہ مقابلے کے وقت اقدام میں اس سے زیادہ شجاع ہے: اور

Marfat.com

فَذَاکَ فَتَی الْفِتْیَانِ بَلْ أَشْجَعُ الْوَرَی
وَ اَشْرَفُھُمْ نَفْسًا وَّ أَدْعَی اِلَی التَّقْوَی

عبد الجلیل الطباطبائی

وہ بہادروں کا سردار اور سب سے بڑھ کر شجاع، شریف النفس اور تقویٰ کا سب سے بڑا داعی ہے۔

ایسی جامع الکمالات شخصیت کی مجلس اور قرب میں بیتے لمحے اگرچہ بہت مختصر ہوتے ہیں مگر اثرات بہت دیرپا، جنہیں الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا کہ

قرب ساقی کی وضاحت بڑی مشکل ہے
ایسے لمحے بتجھ جو تقدیر سے کم آتے ہیں

ان دنوں مولانا تفہیم القرآن لکھ رہے تھے اور مجھے بھی آپ کی مصروفیت کا احساس تھا لہٰذا میں نے خود اجازت چاہی اور رخصت ہوتے ہوئے

میں نے اسے غور سے دیکھا
تب سے خود کو ڈھونڈ رہا ہوں

زبیر قیصر

اس کے بعد آپ سے ملاقاتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے خاص کر جماعت اسلامی گوجرانوالہ کے ساتھ کام کرنے کے دوران اکثر آپ کی زیارت اور شرف تخاطب حاصل رہا ہے۔ مگر میرے لئے حیرت کی بات ہے کہ اس پہلی ملاقات کے بعد پھر کبھی تعارف کرانے کی نوبت نہیں آئی بلکہ جب بھی حاضر ہوا آپ نے حضرات اساتذہ اور جامعہ کے بارے میں دریافت فرمایا اور جب سے جماعت کے ساتھ کام شروع کیا تو کبھی کبھار جماعتی مصروفیات اور احباب کے بارے میں پوچھ لیتے۔ مگر آپ کی مجالس میں بیٹھنے، گفتگو کرنے، خطاب سننے، وفات اور نماز جنازہ میں شرکت کرنے تک جب بھی رخصت ہوئے تشنگی لیے ہوئے کیوں کہ

آں دل کہ رم نمودہ از خوب رو جواناں
دیرینہ سال پیرے بروش بیک نگاہے

وہ مضبوط دل جو بڑے بڑے حسین و جوان چہرے دیکھ کر کبھی نرم نہیں ہوا تھا ان عمر رسیدہ بزرگ نے پہلی نگاہ میں اپنا بنا لیا بلکہ میں کہتا ہوں کہ ایسی ہستی کے قرب، گفتگو اور جمال سے محظوظ ہونے کیلئے میرے جیسے کسی کو ہزار زندگیاں مل جاتیں تو بھی کم تھیں:

ترے بول باد صبا لگیں، ترے لفظ جیسے حیات ہیں
مرے دل میں آ کے سما گئے، مجھے زندگی سے ملا دیا

علینا عترت رضوی

Marfat.com

چند مشاہدات

01 :

1976ء جن دنوں میں جماعت اسلامی گوجرانوالہ شہر کے قیم کی حیثیت سے کل وقتی کارکن تھا۔ ایک روز دفتر جماعت میں بیٹھا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں نصراللہ خان عزیزؔ آپ کے شہر میں ہوں اور ایک ضرورت کے تحت آپ کو تکلیف دے رہا ہوں''۔

ادیب العصر حضرت علامہ ملک نصراللہ خان عزیز ایڈیٹر ہفت روزہ ایشیا لاہور اپنی صاحبزادی کے گھر سے مخاطب اور چاہتے تھے کہ میں انہیں ''اخبار جہاں کراچی'' کا تازہ شمارہ پہنچادوں، میں جب حاضر ہوا تو شکریے کے ساتھ قیمت خرید ادا کیے بغیر میرے ہاتھ سے اخبار قبول نہیں فرمایا۔ حسب معمول اخبار کا سرورق ایک جاذب نظر نسوانی تصویر سے مزین تھا۔ مجھے مخاطب کرتے ہوئے اس طرح گویا ہوئے: ''جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں صحافت سے تعلق رکھتا ہوں اس لئے بعض جرائد کا مطالعہ میری ضرورت ہے اور وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ آپ نوجوان آدمی ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ اخبار کے سرورق پر نسوانی تصویر کے باعث آپ کے دل میں کوئی بدگمانی پیدا ہو''۔

اس کے بعد آپ نے فریج سے تازہ آم نکالے اور خود کاٹتے ہوئے بہت اہتمام سے پلیٹ میرے سامنے رکھدی۔ عرض کیا: ''حضرت آپ ہمارے بزرگ ہیں اور میرے لئے آپ کا اس قدر اہتمام فرمانا''؟ فرمایا: ''اسلام نے مہمان کی خدمت کا حکم دیتے ہوئے عمر کی قید نہیں لگائی''۔ میں جب تک دو تین قاشیں اٹھاتا، آپ نے مزید دو تین آم کاٹ کر سامنے رکھتے ہوئے معذرت بھی کی کہ اس وقت بیٹی گھر پہ موجود نہیں کہ مہمان نوازی کرسکوں۔ لہٰذا سیر ہو کر کھانے کا حکم دیتے ہوئے اخبار بینی میں مصروف ہو گئے تاکہ مجھے تردد نہ ہو۔ آپ کے ساتھ ایمان افروز و روحانی نشست کے بعد رخصت سے پہلے عرض کیا: ''حضرت مجھے اردو ادب میں دلچسپی ہے اگر چند ادیبوں کے نام لکھوا دیتے تو''؟

چند اسمائے گرامی کی فہرست پر سب سے پہلے مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام میرے لئے بالکل نیا تھا۔ فرمایا: ''کائنات کے ادیب اعظم رسول اللہ ﷺ ہی ہیں لہٰذا ایک ادیب کی ایمانی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ مسنون ادب تک محدود رہے''۔

اسی طرح وقت کے ادیب وخطیب اعظم شورش کاشمیری مرحوم رقمطراز ہیں کہ ''مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے زبان وبیان اور علم ونظر کی ریاستیں قائم کی ہیں، انہیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اردو، عربی کے بعد فی الواقع اسلام کی دوسری بڑی زبان ہے۔ ابوالاعلیٰ کے مطالعہ سے ہم سینکڑوں موضوعات حاصل کر سکتے ہیں۔ ابوالکلام کی آواز میں تمکنت تھی۔ عطاءاللہ شاہ بخاری کی آواز میں تنوع تھا۔ ظفر علی خان تلوار کا لہجہ رکھتے تھے اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نسیم صبح کی طرح دھیمے ہیں۔ ابوالکلام کی تمکنت میں ان کا علمی تبحر تھا۔ عطاءاللہ شاہ کے تنوع میں خطابت کا وہبی ملکہ تھا۔ ظفر علی خان شعر وادب میں یکتا تھے۔ ابوالاعلیٰ مودودی کا دھیما پن ان کے دماغ کی صلابت کا ترشح ہے۔ ابوالکلام، عطاءاللہ شاہ بخاری، ظفر علی

Marfat.com

خان اور ابوالاعلیٰ سے ہم بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں لیکن ان کی جگہ نہیں لے سکتے''۔

فن خطابت از شورش کاشمیری مرحوم۔ مطبوعات چٹان لاہور

اس کے لہجے میں رنگ و خوشبو کا

اک حسین امتزاج ملتا ہے

احمد راجا

اور میں خود مولانا کی تحریریں پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ نہ صرف وقت کے سب سے بڑے ادیب بلکہ سب سے بڑے باادب انسان تھے اور نہ صرف خود باادب بلکہ آپ کے قریب رہنے والے بھی ایسے ہی لوگ تھے جیسا کہ ابھی بیان کیا۔ اس وقت کی مرکزی قیادت سمیت ان میں سے بعض حضرات کے ساتھ سفر اور میزبانی کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ جو اعلیٰ انسانی اخلاق سے متصف نہ ہو۔ مولانا مودودی کا کمال ہے کہ اس پر تشدد اور مار دھاڑ کے دور میں بھی ایسے ہیرے تراش لیے تھے جنہوں نے اسلاف کی یادیں تازہ کر دیں۔ خود مولانا اپنے دستخط کے ساتھ ''خاکسار'' لکھتے تھے اور ہم نے دیکھا کہ درحقیقت وہ عملاً خاکسار انسان تھے۔

مولانا کے دور میں بڑے بڑے خطیب گزرے ہیں جو کئی کئی گھنٹے ہزاروں کے مجمع کو مسحور رکھتے تھے اور میں انہیں حضرات کی خوشہ چینی کی بدولت اکثر جامعہ عربیہ کے تقریری مقابلوں میں اول آتا رہا۔ ان حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے بعض کی تقاریر کتابی شکل میں میرے سامنے ہیں مگر میرے جیسا مطالعہ کا عادی شخص بھی چند صفحات سے زیادہ نہیں پڑھ سکتا۔ جبکہ مولانا کی تقاریر کتابی شکل میں پڑھتے ہوئے بھی وہی لطف محسوس ہوتا ہے جو آپ کو سنتے ہوئے حاصل تھا۔

مولانا کی کسی تحریر یا تقریر میں اپنے سخت ترین مخالفین کیلئے بھی کوئی ایسا ایک جملہ نہیں ملتا جو اس کے یا اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ دہرایا جا سکتا ہو جبکہ اس دور کا المیہ تھا کہ بعض ایسی تحریریں سامنے آتی تھیں کہ پڑھتے ہوئے گھن آتی تھی۔ اس وقت بھی میرے سامنے شیلف پہ کچھ ایسی متعفن تحریریں موجود ہیں جنہیں دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ کسی تبخیر معدہ کے مریض نے قے کر دی ہے

نوٹ: اس ملاقات کے دوسرے یا تیسرے دن بروز جمعہ 25 جون 1976ء ملک صاحب اور میں نے دفتر جماعت میں خطاب کیا اور یہی ان کا آخری خطاب تھا جس میں انہوں نے صحت کی بحالی کی صورت میں عمرہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ چنانچہ 2 جولائی 1976ء لاہور سے سفر کیلئے ٹکٹ کنفرم اور مکمل تیاری تھی کہ 3 بجے صبح انتقال فرما گئے

: 02

امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر حضرت مولانا عبدالباری رحمہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں ایک وفد جس میں راقم الحروف اور ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب بھی شامل ہیں۔ سوال و جواب کی ایک طویل نشست کیلئے شام کے قریب جماعت کے مرکز اور آپ کی رہائش گاہ 5/A ذیلدار پارک اچھرہ لاہور پہنچتا ہے۔ جہاں عین مقررہ وقت پر آپ مہمان خانہ میں

Marfat.com

تشریف لاتے ہیں حضرت امیر وفد کے بعد اپنی باری پر عرض گزار ہوتا ہوں: ''گالیاں دینے والے کو اگر متاثر فرد قیامت کے روز معاف نہ کرے تو اس کی سزا کیا ہو سکتی ہے؟''۔ فرمایا: ''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں''؟ عرض کیا: ''میں ان حضرات علمائے کرام کی بات کر رہا ہوں جو آپ کے خلاف بازاری زبان استعمال کرتے اور گالیاں دیتے ہیں''؟

فرمایا: ''مجھے جو بھی گالی دیتا ہے میں اسے معاف کر چکا لیکن اگر اس کے منفی رویہ اپنانے اور گالی دینے سے کچھ دوسرے لوگ دین اور علمائے کرام سے متنفر ہوتے ہیں تو یہ اس کا اور اللہ کریم کا معاملہ ہے ہم دعائے خیر کے سوا کچھ نہیں کر سکتے''۔

مولانا کے یہ الفاظ اپنے ان مخالفین کیلئے تھے جو بعض فروعی مسائل کی آڑ میں اپنے عام جلسوں میں نہ صرف آپ کو گندی گالیاں دیتے بلکہ آپ کی باپردہ بیٹیوں تک کو معاف نہیں کرتے تھے۔

ان دنوں ماہنامہ 'تجلی دیوبند' میں ایک رپورٹ تھی کہ ایک عظیم علمی درسگاہ کے مبلغ اسلام نے وہاں ہندوستان میں خطاب کے دوران مولانا کی بیٹیوں پر کیچڑ اچھالا تو رسالے نے اپنے تبصرے میں لکھا تھا کہ ہمیں آج تک یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ مولانا کی کوئی بیٹیاں ہیں بھی اور یہی معاملہ ہم سب لوگوں کا تھا جو اکثر آتے جاتے رہتے۔

03 :

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ''فَاِنَّ کُلَّ ذِیْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ''

فھوجزأ من حدیث معاذبن جبل رواہ العقیلی فی الضعفاء وابن عدی فی الکامل وابونعیم فی الحلیة من طریق سعیدبن سالم العطارعن ثوربن یزیدعن خالدبن معدان عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مرفوعاواوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات وقال ابو حاتم فی العلل '' حدیث منکر '' وآفتہ سعیدبن سالم العطاروصححہ الشیخ الالبانی فی السلسلة الصحیحة برقم ۱۴۵۳

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر صاحب نعمت حسد کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، کے مصداق مولانا مودودی علمی حلقوں میں انتہائی محمود بھی تھے اور محسود بھی۔ اس دور میں آپ کے مخالفین نے عوام الناس کو ایک نعرہ دیا تھا: ''ایک مودودی سو یہودی'' اور پھر شہر بہ شہر دیواریں سیاہ کر دی گئیں۔ ایک نوجوان فیصل آباد میں اس موضوع پر تقریر سنتا ہے کہ ایک مودودی کو مارنا سو یہودیوں کو قتل کرنے کے برابر ثواب ہے تو وہ اس ثواب کی امید میں ایک خنجر پہلو میں چھپائے مولانا کو قتل کرنے کیلئے لاہور پہنچ جاتا ہے۔ جب مولانا حسب معمول نماز کیلئے نکلتے ہیں تو نوجوان آپ کی شخصیت اور اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا:

سر سے پاؤں تک وہ گلابوں کا شجر لگتا ہے
باوضو ہو کے بھی چھوتے ہوئے ڈر لگتا ہے

بشیر بدر

Marfat.com

اور نماز کے بعد اپنے پہلو سے خنجر نکال کر آپ کے سامنے رکھتے اور تفصیل بتاتے ہوئے معافی کا خواستگار ہوتا ہے

اور مولانا فی الفور اور غیر مشروط طور پر معاف فرما دیتے ہیں۔

مولانا اپنی مجالس میں اکثر اسلامی جمعیت طلبہ کی ایسی ابابیلوں کے ہالے میں گھرے ہوتے جو آپ کے ایک اشارۂ ابرو پر آپ کے مخالفین کی کمین گاہوں تک پہنچ سکتے تھے مگر آپ کی تربیت کا کمال ہے کہ کسی کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے تک کی اجازت نہیں دی۔ اگر یہ واقعہ کسی اور حضرت کے ساتھ پیش آیا ہوتا تو نوجوان کی ہڈیاں بھی نہ ملتیں۔

04 :

علمائے کرام، مدارس اور دیگر دینی ادارے کسی بھی مسلم معاشرے کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں جن کے بغیر معاشرے کی حیثیت ایک بے روح جسم کی ہے۔ مگر افسوس کہ انگریز نے برصغیر کو غلامی کی دلدل میں دھکیلتے ہوئے سب سے پہلے مسلم امت کو اس کے ماضی سے کاٹنے پر زور دیا چنانچہ

"جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے قبل عیسائی پادری قرآن مجید کے قلمی نسخے خریدتے پھرتے تھے۔ اس طرح ہزاروں کی تعداد میں انہوں نے قلمی نسخے جمع کر لیے۔ ان کا خیال تھا کہ جب قلمی نسخے کمیاب ہو جائیں گے تو اس وقت قرآن مجید میں تحریف کرنا آسان ہو جائے گا۔

مگر ایک شخص نے انہیں بتایا کہ قرآن مجید صرف کتابی شکل میں محفوظ نہیں ہے بلکہ یہ تو لوگوں کے سینے میں محفوظ ہے۔ ہر شہر اور ہر قصبے میں سینکڑوں حافظ موجود ہیں اس طرح پورے ملک میں لاکھوں حافظ موجود ہوں گے۔ ان کی موجودگی میں تم کسی لفظ یا زیر زبر کی تحریف بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد وہ لوگ اپنے ارادے سے باز آ گئے"۔

تاریخ قرآن مجید، تالیف پروفیسر سید محمد سلیم، ناشر دعوہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔ بحوالہ تفسیر حقانی از مولانا عبدالحق حقانیؒ: مقدمہ:

اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان دراصل براہ راست انگریز کے بجائے ان کے غلاموں کے غلام تھے مگر اس کے باوجود انگریز صرف اور صرف مسلمان امت کے اتحاد سے لرزاں تھا اور جب اس طرح کی حرکتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہو سکا تو اس نے مسلمانوں کی وحدت ملی کے حصار میں شگاف ڈالنا شروع کیے اور یہ کام وہ سوائے علمائے سو کے تعاون کے سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔

لہٰذا اس نے ایک طرف تو مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو خرید کر جذبۂ جہاد سے سرشار علمائے حق کی کردار کشی کیلئے استعمال کیا اور باقی عام مسلمانوں کے دلوں سے خلافت راشدہ کا تصور مٹانے کیلئے۔ اسی پس منظر نے کچھ ایسے لوگوں کو بھی جنم دیا جنہوں نے فروعی مسائل کی آڑ میں امت کو نہ صرف گروہ در گروہ تقسیم کر دیا بلکہ معمولی سے معمولی اختلاف رائے کی بنیاد پر کفر کے فتوے داغنا شروع کر دیے جس سے نہ صرف مدارس کی ساکھ متاثر ہوئی۔ نہ صرف پورا معاشرہ بدامنی کا

Marfat.com

شکار ہوتا چلا گیا بلکہ دین کا تصور محدود اور نوجوان نسل اسلام سے دور ہوتی چلی گئی۔

ایسے حالات میں ایک شخص پہلے تن تنہا اور پھر صرف 75 افراد کی قیادت کرتے ہوئے اٹھ کر اعلان کرتا ہے کہ اس سرزمین پر اسلامی شریعت کے سوا اگر کوئی دوسرا نظام مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو ہم انجام کی پرواہ کیے بغیر اس نظام اور اس کے نافذ کرنے والوں سے ٹکرا جائیں گے۔

شروع شروع میں لوگ باطل کے خلاف اس اعلان جہاد کو دیوانے کی بڑ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے مگر جب اس تصور کو عملی شکل دینے کیلئے ایک منظم شخصیت اور ناقابل تردید لٹریچر سامنے آیا تو دو قسم کے لوگ سامنے آئے۔

ایک طبقے کی لوح حافظہ پر خلافت راشدہ کا تصور ابھرنے لگا اس کے ساتھ ہی "فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ" کا اپنی راہ میں کام کرنے والوں کے ساتھ وعدہ بھی یاد آیا تو انہوں نے اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ مولانا کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع ہو گئے۔ مگر کچھ لوگوں نے اس آواز کو دبانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

ایسے حالات میں مولانا مودودیؒ کا کمال ہے کہ نہ تو خود معیار سے گرے اور نہ جماعت کو متزلزل ہونے دیا۔ اگر میں یہ بات کہوں کہ میں نے مولانا مودودیؒ کی تمام تحریریں پڑھی ہیں تو اس میں مبالغہ نہیں اور میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ مولانا مودودیؒ نے اپنے بدترین مخالفین کے جواب میں بھی جو لکھا ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک تو مولانا نے کسی کا نام لے کر تنقید نہیں کی اور دوسری بات یہ کہ مولانا نے کہیں کوئی ایسا جملہ نہیں لکھا جو اخلاقی معیار سے گرا ہو اور جس کے متعلق لکھا ہے اس کے سامنے کہتے ہوئے شرمندگی محسوس ہو۔

چراغِ عالم افروز

صدیوں کی غلامی کے بعد بیسویں صدی کے آغاز میں جب ملت اسلامیہ کی روح بیدار ہونے لگتی ہے تو تمام تر فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے امت مسلمہ کی سربلندی اور اسلام کی ترجمانی کیلئے جن نابغہ روزگار ہستیوں نے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا ان میں مولانا مودودی اور امام حسن البنا رحمہما اللہ چراغ عالم افروز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مجھے ڈاکٹر امتیاز ظفر صاحب نے بتایا تھا کہ صرف برمنگھم یونیورسٹی کی لائبریری میں غیر مسلم مفکرین کی لکھی ہوئی سینکڑوں کتب اور مضامین موجود ہیں جن کے مطابق خلافت عثمانیہ کے بعد مولانا مودودی، حسن البنا اور سید قطب شہید وغیرہ نے امت مسلمہ کو پھر سے اس کے ماضی سے جوڑ دیا ہے۔

جماعت اسلامی

جہاں تک جماعت اسلامی کا تعلق ہے تو برصغیر کی تاریخ میں پہلی جماعت ہے کہ جس کے بانی نے اپنی صحت اور تصنیفی مصروفیات کے باعث امارت سے سبکدوشی اختیار فرماتے ہوئے ارکان کو حق دیا کہ وہ امارت کیلئے اپنے میں سے

Marfat.com

کسی بہتر شخص کو منتخب کرلیں اور وہ پوری آزادی سے ایک ایسی شخصیت کو ذمہ داری سونپ دیتے ہیں جس کا مولانا کے خاندان سے دور کا بھی کوئی رشتہ نہیں حالاں کہ مولانا کے اپنے بیٹے موجود ہیں۔

حضرت میاں طفیل محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جب محسوس کرتے ہیں کہ وہ پیرانہ سالی کے باعث اب امارت کے تقاضے پورے نہیں کر سکتے تو وہ اپنے پیش رو کی طرح ارکان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ امارت کیلئے اپنے میں سے کسی بہتر شخص کو منتخب کرلیں اور وہ پھر پوری آزادی سے ایک ایسی شخصیت کو ذمہ داری سونپ دیتے ہیں جس کا مولانا کے خاندان سے کیا صوبے سے بھی تعلق نہیں۔

تیسرے امیر حضرت قاضی حسین احمد صاحب دامت برکاتہم جب محسوس کرتے ہیں کہ وہ پیرانہ سالی کے باعث اب امارت کے تقاضے پورے نہیں کر سکتے تو وہ اپنے پیش رو کی طرح ارکان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ امارت کیلئے اپنے میں سے کسی بہتر شخص کو منتخب کرلیں اور وہ پھر پوری آزادی سے ایک ایسی شخصیت کو ذمہ داری سونپ دیتے ہیں جو لاہور کے بجائے کراچی کے باشندہ ہیں۔

مجھے جماعت کے نظم سے علیحدہ ہوئے اکتیس (31) سال ہو گئے ہیں اور اب تک کا میرا تجربہ اور مشاہدہ یہی ہے کہ سید منور حسن صاحب بھی اس روایت کو برقرار رکھنے کے پابند ہیں اور ان کی امارت کا بھی یہ مطلب نہیں کہ اگر قوم جماعت کو منتخب کرتی ہے تو وہ ہر صورت سربراہ مملکت کا عہدہ خود سنبھال لیں گے بلکہ یہ معاملہ باہمی مشاورت سے طے کیا جائے گا کہ کس نے کون سی خدمت سرانجام دینی ہے۔

اس طرح جماعت نے خاندانی وموروثی سیاست کا عملاً خاتمہ کر کے ایک ایسی مثال قائم کی ہے کہ کوئی جماعت اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔ اس طرح جمہوریت کی دعویدار تمام جماعتوں کے اپنے بنیادی ڈھانچے میں جمہوریت کے بجائے آمریت کارفرما ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک ایک جماعت کی کئی کئی ٹولیاں بن چکی ہیں مگر صاحب زادوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ سوچنے کی بات ہے کہ آخر یہ کونسی جمہوریت اور کیسا اسلام ہے؟ اور کیا ان کا دست و بازو بننا واقعی اسلام اور قوم کی خدمت ہے یا خاندانی سیاست کو تقویت پہنچانے کے مترادف؟

تجربات

ایک طرف تو مولانا مودودی اور آپ کی جماعت کا شفاف ماضی میرے سامنے ہے اور دوسری طرف زندگی میں جو میں نے دیکھا ہے اس کی چند مثالیں پیش کرنے سے پہلے عرض ہے کہ میں بنیادی طور پر علم اور علما پسند انسان ہوں۔ اس طرح علما کی زیارت سے مجھے بہت سرور ملتا ہے لیکن اس شوق کی تکمیل میں جو میں نے دیکھا ہے اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

: 01

26/10/1978 تا 28/10/1978 جماعت اسلامی ضلع جہلم کے تحت جہلم شہر میں ایک تربیتی کیمپ کا انتظام کیا گیا تھا جس میں امیر جماعت حضرت میاں طفیل محمد، حضرت مولانا گلزار احمد مظاہری، حضرت مولانا گوہر الرحمٰن ،حضرت مولانا خان محمد ربانی، حضرت علامہ عنایت اللہ گجراتی، حضرت مولانا حکیم سید شریف احمد اور جناب نعیم صدیقی رحمہم اللہ نے خطاب فرمانا تھا لہٰذا انتظامیہ کی دعوت پر میرپور سے راقم الحروف، ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب، چوہدری محمد یونس امیر شہر، مولوی عبدالرؤف صاحب اور جناب محمد ظفر قریشی صاحب نے شرکت کی جس دوران معلوم ہوا کہ جہلم کی معروف شخصیت فلاں حضرت صاحب جو حضرت مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فاضل تلامذہ میں سے ہیں ان کی مسجد اور مدرسہ تربیت گاہ سے زیادہ دور نہیں۔

تربیت گاہ میں اگرچہ مولانا گوہر الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ دینا تھا اس کے باوجود میں اور ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے اپنے مدرسے اور حضرت استاذؒ کی نسبت سے ان بزرگ شخصیت کا خطاب سننے اور جمعہ پڑھنے کا فیصلہ کیا تو مزید چند رفقا ساتھ ہو گئے۔ مگر جب مسجد کے قریب پہنچے تو چھت سے غلیظ گالیوں کے ساتھ ساتھ ہم پر پتھراؤ شروع کر دیا گیا جس کے بعد ہم بڑی مشکل سے بچ بچا کر واپس تربیت گاہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ ان پتھراؤ کرنے والوں میں یقیناً بزرگ شخصیت شامل نہیں ہو گی مگر سوچنے کی بات ہے کہ آپ کے یہ تربیت یافتہ فارغ ہو کر جن علاقوں اور لوگوں کے امام بنے ہوں گے ان کا کیا انجام ہوا ہو گا؟

پتھر جو مارنے یہ لگے ہیں عبادؔ کو
لگتا ہے ان کے پاس دلائل نہیں رہے

عبدالجلیل عبادؔ

: 02

میں 1990ء کی دہائی میں انگلینڈ سے پاکستان گیا تو میرپور سے آگے ایک ہستی کے زہد و ورع کا بڑا چرچا تھا اسی لئے میں نے برمنگھم سے آپ کے ساتھ خط و کتابت کرتے ہوئے آپ کے دست اقدس پر بیعت ہونے کا ارادہ بھی ظاہر کیا تھا۔ برادر محترم حضرت مولانا قاضی نذیر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بات کی تو بخوشی تیار ہو گئے جس کے بعد ایک طویل اور تکلیف دہ سفر طے کرتے ہوئے ظہر سے ذرا پہلے آستانہ عالیہ پر پہنچ کر آپ کے ایک خادم کے ذریعے تعارف کراتے ہوئے اطلاع کرائی تو ان صاحب نے واپسی پر اس طرح بریف کیا: ''ابھی ظہر قریب ہے اور حضرت صاحب جماعت میں شرکت فرمائیں گے آپ قدم بوسی کے بجائے فاصلے سے زیارت کر لیں اور ظہر کے بعد دوسرے حکم کا انتظار کریں''۔

ہم اگرچہ بھوک سے نڈھال اور تکلیف دہ سفر کے باعث بے حال تھے مگر عقیدت کا تقاضا تھا کہ صبر کیا جائے۔

کچھ دیر بعد وہی حضرت نمودار ہو کر اس طرح گویا ہوئے: ''حضرت صاحب کے حکم کے مطابق ابھی پوری سورہ بقرکے

Marfat.com

ساتھ دو نفل باجماعت ادا کیے جائیں گے جس میں آپ بھی شرکت کریں اور آپ کے حکم کا انتظار کریں''۔

شدت کی بھوک اور کمر توڑ تھکاوٹ کے باوجود جماعت میں شرکت کا ارادہ کرلیا تھا مگر میں دیکھتا ہوں کہ مسجد کے صحن اور چند خواتین کے ہالے میں گھرا ایک بزرگ کا مزار موجود ہے اور چند خواتین بار بار قبر کی پائینتی کی طرف سے سجدے پہ سجدہ کیے جا رہی ہیں۔ خادم صاحب خواتین کو حکم دیتے ہیں کہ وہ نفل پڑھنے تک باہر انتظار کریں اور پھر بالکل قبر کے ساتھ ملاتے ہوئے اس طرح مصلیٰ بچھاتے ہیں کہ جائے سجدہ قبر کے درمیان آجائے اور آگے کھڑے ہو جاتے ہیں اور عقیدتمند پیچھے صف آرا۔

میں بھائی جان سے عرض کرتا ہوں کہ باقی تو سب ٹھیک ہے مگر میں قبر کی سمت اس طرح کے نفل نہیں پڑھ سکتا۔

بھائی جان مجھے پانی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب جب انتظار کا وعدہ کرلیا ہے تو جماعت ختم ہونے تک انتظار ضروری ہے نفلوں کا طویل دورانیہ ختم ہوتے ہی خادم صاحب تشریف لاتے ہیں اور انتہائی بے رخی سے جماعت میں عدم شرکت کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔ مگر میرے جواب دینے سے پہلے ہی بھائی جان اسے بتاتے ہیں کہ یہ کئی روز سے سفر میں ہے اور اس وقت بھوک اور تھکاوٹ سے بھی عاجز آچکا ہے لہٰذا اس کیلئے ممکن نہ تھا۔ خادم صاحب بہت تیزی سے حضرت صاحب کے حجرے کی طرف بڑھتے ہیں اور چند منٹ میں تبرک کے طور پر ایک ایک کھجور پیش کرتے ہوئے حضرت صاحب کی طرف سے یہ پیغام دیتے ہیں کہ ''اس بار میں آپ کو بیعت نہیں کرسکتا اور نہ وظائف میں مشغولیت کے باعث ملاقات ہی ممکن ہے لہٰذا آپ کو واپسی کی اجازت ہے''۔

جیسا جسے چاہا کبھی ویسا نہیں ملتا
دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہوتا
ملنے کو تو ملتے ہیں بہت لوگ جہاں میں
پر ان میں کوئی بھی ترے جیسا نہیں ہوتا

حسن رضوی

: 03

کراچی کی ایک بڑی علمی شخصیت برطانیہ کے دورے پر ہیں اور مجھے اطلاع ملتی ہے کہ آج حضرت مانچسٹر میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے سفری رفاقت کیلئے دو دوستوں کو اپنی گاڑی اور پٹرول سمیت آفر کی تو وہ راضی ہوگئے۔ دو گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد پہنچے تو حضرت صاحب ایک دوسرے بڑے حضرت کی ملاقات کیلئے پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ میں نے کچھ دیر حضرت کے ساتھ گزارنے کیلئے انہیں بھی لفٹ آفر کی تو درخواست قبول فرمالی گئی۔ میں نے بڑے اہتمام سے فرنٹ سیٹ پر بٹھایا تو اگلی منزل کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں ساتھیوں کے سوال کے جواب میں حضرت کی گفتگو کا لب لباب یہ تھا کہ ''پاکستان کو جن بے شمار خطروں اور فتنوں کا سامنا ہے ان میں سب سے بڑا خطرہ مودودیت ہے''۔ اللہ کریم آپ کی مغفرت فرمائے مگر افسوس کہ حضرت صاحب، مودودیت کے مقابلے میں کسی چھوٹے فتنے کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔

Marfat.com

: 04

ایک بہت بڑی اور فی الواقع روحانی شخصیت جو اس دور میں نمونہ سلف تھے اور مجھے بھی آپ کے دست اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل ہے۔ برطانیہ کے دورے کے دوران برمنگھم میں تشریف فرما تھے میں نے حسب معمول حاضر خدمت ہو کر دعوت دی تو بکمال شفقت قبول فرمالی گئی۔

ان دنوں برمنگھم کی مرکزی جامع مسجد میں ایک ہی مکتب فکر کے تحت مگر ایک ہی عنوان پر دو مختلف کانفرنسیں منعقد ہوتی تھیں۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جس کانفرنس کی صدارت فرمانے والے تھے مجھے اس کا اشتہار نہیں ملا تھا مگر دوسری کانفرنس کا اشتہار میں نے اپنی ونڈو پہ لگا رکھا تھا۔ حضرت صاحب تو اس طرح کی باتوں کا نوٹس نہیں لیتے تھے اور میرا خیال نہیں کہ ساری زندگی حضرتؒ کی زبان پہ کبھی کوئی نازیبا لفظ آیا ہو۔ مگر آپ کا چھچھورا سا خادم آگ بگولا کہنے لگا کہ اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو ہم دعوت قبول نہ کرتے۔ عرض کیا کہ آپ کے مقررین تو سٹیج پہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں پر بھونکنے والا کتا بھی ہمارے لیے قابل احترام ہے؟

اس نے کہا ''ہاں کتا قابل احترام ہے مگر یہ آپ کے یار نہیں'' اور پھر اسی طرح کے مکروہات ارشاد فرمائے جا رہے تھے تاوقتیکہ حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیتے۔

اسی طرح ہمارے بزرگ دوست حضرت ڈاکٹر اختر الزمان غوری صاحب نے حضرت صاحب کو مدعو کیا تو میری اور مولانا حافظ ضیاء الحسن طیب صاحب کی ذمہ داری تھی کہ ہم حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو لے آئیں۔

پروگرام کے مطابق حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے میری گاڑی میں تشریف لانا تھا لہٰذا میں گاڑی کو اچھی طرح صاف کر کے مولانا حافظ ضیاء الحسن طیب صاحب کو ساتھ لیے بروقت حاضر ہو گیا مگر مجھے اندازہ نہ تھا کہ آپ کا یہ چھچھورا سا خادم ظاہر کی طرح اندر سے بھی کالا ہے۔ اس نے اشتہار والی بات کا بدلہ چکانے کیلئے باہر آ کر مجھے کہا کہ ''چوں کہ تمہاری گاڑی سے مودودی کی بد بو آتی ہے اس لئے حضرت صاحب اس میں نہیں بیٹھ سکتے''۔

فاصلہ ہو تو نظر آتے ہیں پھولوں کی طرح
جانے کیوں نزدیک آ کر خار بن جاتے ہیں لوگ

: 05

ایک حضرت صاحب انڈیا سے تشریف لائے تو میرے ایک دوست حافظ صاحب، جو آپ کے مرید تھے، نے آپ کی کرامات بیان کرتے ہوئے مجھے حاضری پر آمادہ کر لیا۔ میں قدم بوسی اور بیعت ہونے کی نیت سے والسال حاضر ہوا تو حضرت بہت سارے ہندوستانی علما کے ہالے میں گھرے بیٹھے تھے۔ جب حافظ صاحب نے میرا تعارف کرایا تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے بکمال شفقت قریب بلاتے ہوئے ایک دوسرے بڑے حضرت کا برصغیر کی ایک عظیم دینی درس گاہ کے حوالے سے تعارف کراتے ہوئے انہیں گفتگو مکمل کرنے کی درخواست کی جو میری وجہ سے نامکمل رہ گئی تھی ارشاد فرماتے ہیں:

Marfat.com

''میں عرض کر رہا تھا کہ ہر معاملے میں میانہ روی اچھی ہوتی ہے یہاں تک کہ زیادہ عقل بھی انسان کو تباہ کر دیتی ہے جس طرح کہ مودودی نہ صرف خود گمراہ ہو گیا بلکہ بہت سوں کا ایمان لے ڈوبا''۔

اور اسی کے ساتھ محفل میں ایک بھدا سا قہقہہ بلند ہوتا ہے یہاں تک کہ خود حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی میری عقیدت بھی ہوا ہو جاتی ہے۔ مگر میں حوصلہ کرتے ہوئے اور آپ کی اجازت سے عرض کرتا ہوں: ''حضرت آپ سے میرا سوال یہ ہے کہ عقل اور علم کے بغیر اس بات کا فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ کون گمراہ اور کون ہدایت پر ہے؟ اگر ایک عام اور بے عقل آدمی یہ کام سرانجام دے سکتا تو اللہ تعالیٰ حضرات انبیائے کرام کو کیوں بے مثال خصائص سے متصف فرماتا''؟

ظہر کا وقت ہوا چاہتا تھا لہٰذا مجلس برخاست ہو گئی جس کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ بیعت کیلئے بنیادی شرائط میں سے ہے شیخ کا ہم خیال ہونا اور آپ چوں کہ ہم مسلک ہی نہیں تو میں آپ کو بیعت نہیں کر سکتا:

مجھ کو دھوکہ دے گیا میرا ہی ذوق انتخاب
درحقیقت لوگ جو اچھے نہ تھے، اچھے لگے

06 :

ایک پروگرام کی نسبت سے بہت سارے سارے ساتھی جمع ہیں جس کے دوران پاکستان میں ایک شاعر اسلام کے انتقال کی خبر پہنچتی ہے۔ استرجاع اور دعا کے بعد مجلس میں سے ایک علامہ صاحب اپنی جماعت اور اسلام کیلئے مرحوم کی خدمات کو سراہتے ہوئے ایک واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''مرحوم کا عرصہ دراز سے ارادہ تھا کہ وہ موقع ملتے ہی زندگی میں کم از کم ایک بار جناح کی قبر پر ضرور پیشاب کریں گے۔ مگر وہاں کے سیکورٹی سسٹم اور عوام الناس کی آمد و رفت کے باعث موقع نہیں مل رہا تھا۔ آخری دنوں میں حضرت نے اس کا یہ حل نکالا کہ ایک بوتل میں پیشاب کر کے ساتھ لے گئے اور سیکورٹی گارڈ سے کہا کہ وہ قائد کی قبر پر عرق گلاب چھڑکنا چاہتے ہیں اس طرح وفات سے ایک ہفتہ پہلے مرحوم کی یہ دیرینہ خواہش بھی پوری ہو گئی''۔

میں کہتا ہوں کہ جس معاشرے میں فروعی یا سیاسی اختلاف رائے کے باعث مذہبی طبقے میں سے کچھ لوگ اس انتہا کو پہنچ جائیں کہ ان کے ہاتھوں بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی بے داغ اور بلند قامت شخصیت کی قبر تک محفوظ نہیں ان کا عام لوگوں کے بارے میں کیا رویہ ہوگا؟ اور افسوس کہ

جاہل نہ بک سکا نہ مفلسی بکی
عالم بکا، شعور بکا، آگہی بکی

07 :

میں ایک انتہائی بزرگ ہستی کا خوشہ چین اور معترف ہوں۔ آپ رقمطراز ہیں:

Marfat.com

''نماز کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ امام اس شخص کو بنانا چاہیے جو جمہور اہلسنت کے مسلک کا پابند ہو، لہٰذا جو لوگ مودودی صاحب سے مذکورہ بالا امور میں متفق ہیں انہیں باختیار خود امام بنانا درست نہیں، البتہ اگر کوئی نماز ان کے پیچھے پڑھ لی گئی تو نماز ہو گئی''۔

نوٹ: اگر یہ فتویٰ کسی عام آدمی کا ہوتا تو میں کچھ لکھتا مگر یہاں محبت اور ادب مانع ہے:

کچھ نفرتوں کی نذر ہوا میرا یہ وجود
باقی جو بچ گیا تھا وہ محبت میں مر گیا

رضی الدین رضی

: 08

چند سال پہلے یہاں برمنگھم کی ایک مسجد میں جب میں خطبہ جمعہ دینے کھڑا ہوا تو ایک انتہائی دیندار دوست جلدی سے میرے پاس آئے اور بڑے فخر سے کہنے لگے: ''مولانا فلاں مسجد کی کانفرنس کے دوران فلاں حضرت مناظر اسلام نے تقریر کے دوران قسم اٹھاتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری نماز رفع یدین کے ساتھ ادا فرمائی ہے''۔

میرے دوست جو اسی مسلک سے تعلق رکھتے تھے وہ چاہتے تھے کہ میں اپنے خطبے میں حضرت کی تائید کروں تاکہ رفع یدین کے بارے میں لوگوں کے شبہات دور ہو جائیں۔ مگر میں نے عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم حضرت مناظر اسلام کے پاس اس کی کیا ٹھوس دلیل ہے مگر میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت کی قسم کا اعتبار کر لیا جائے تو کم از کم خلفائے راشدین جو وہاں موجود تھے وہ ضرور رفع یدین کرتے یا ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے والے انہیں ٹوکتے کہ آپ حضرات آپ ﷺ کی آخری سنت کو ترک کرتے ہوئے ہمیں نماز کیوں پڑھاتے ہیں؟

: 09

جن حضرات کا میں نے اوپر تذکرہ کیا ہے ان سب کے بارے میں ایک تیسرا حضرت اپنی کتاب میں دو عنوانات اس طرح قائم کرتا ہے۔

01: ''منافقین سے ''خارجی'' اور خارجیوں سے ''وہابی'' نمودار ہوئے''

02: ''منافقین سے ''خارجی'' اور خارجیوں سے ''وہابی'' اور وہابیوں سے ''دیوبندی'' فرقہ پیدا ہوا''

اب ان عنوانات کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا اندازہ کر لیں چوں کہ مجھے اس طرح کی عبارتوں سے گھن آتی ہے جبکہ ان کے علاوہ مزید دو گروہ میدان میں ہیں جن میں سے ایک برسرِ عام امہات المومنین اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتا ہے اور دوسرے نے نبوۃ ہی علیحدہ کر لی ہے۔

Marfat.com

ان حالات میں ہر انسان کو اپنا ایمان بچانے کی فکر کرنی چاہیے اور اس معاملے میں قرآن کریم کی راہ نمائی موجود ہے۔ جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بات ختم کرتا ہوں۔

ایمان کے تین درجے

اللہ تعالیٰ نے اسلامی بیت المال کی آمدن اس کے ذرائع اور مصارف و مستحقین کے سلسلے میں وضاحت فرمائی ہے کہ مال فیئ کے سب سے پہلے حقدار مہاجرین و انصار ہیں اور پھر

وَالَّذِيْنَ جَاءُ وْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿﴾ ۵۹: الحشر ۱۰

ترجمہ

اور اس مال فیئ میں ان کا بھی حق ہے جو ان کے بعد آئے اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے اور نہ پیدا کر ہمارے دلوں میں بغض اہل ایمان کیلئے اے ہمارے رب بے شک تو شفقت و مہربانی فرمانے والا ہے۔

اس ترتیب سے حضرات صحابہ، مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے بعد سارے مومنین تیسرے درجے پر ہیں جن کا ایمان مشروط ہے اس بات سے کہ وہ اپنے پیش رو بالخصوص حضرات صحابہ، مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم، سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ اور عام مومنین کو نہ صرف اپنے سے بہتر تصور کریں بلکہ ان کی خدمات کے اعتراف میں دعائے خیر بھی کرتے رہیں کیوں کہ

" تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا يَعْمَلُوْنَ " البقرة ۱۴۱

یہ ایسی امت ہے جو گزر چکی جو انہوں نے کیا ان کیلئے ہے اور جو تم نے کیا تمہارے لئے اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ہمارا دور ایسا تھا جس میں میرے جیسے جذباتی لوگ بعض مناظرین سے متاثر ہو کر سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے حق میں دعائے خیر کے بجائے انہیں گمراہ اور کافر قرار دینے کیلئے قبور تک ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ ان حالات میں مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی کا احسان ہے کہ ہمیں مثبت سوچ کا پابند بنا دیا۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مناسبت سے رسول اللہ ﷺ کے چند ارشادات گرامی نقل کر دیئے جائیں۔

مسلمان کو گالی دینا یا لعنت کرنا

☆ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ " سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ کُفْرٌ "

Marfat.com

أخرجه البخاری فی الأدب باب ماینھی عن السباب واللعن ورواہ عن بن مسعود جماعة منھم : أبو وائل ، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود ، وابوالأحوص ، مسروق ، ابو عمر الشیبانی ، مرة ، عامر

ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن مسعود راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق اور قتال کفر ہے۔

جس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹ بولنا منافقت کی علامت ہے اور ایک مسلمان دوسرے پر جھوٹی تہمت لگاتے اور جھوٹ بولتے ہوئے فسق کا ارتکاب کرتا ہے جس کے بعد وہ حالت ایمان کے بجائے حالت نفاق میں آجاتا ہے۔ شارح مسلم حضرت امام نوویؒ نے حدیث شریف کی شرح میں علمائے امت کا فتویٰ نقل کیا ہے۔

''فَسَبُّ الْمُسْلِمِ بِغَیْرِ حَقٍّ حَرَامٌ بِاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ ''بغیر شرعی حق کے مسلمان کو گالی دینا اجماع امت کی رو سے حرام ہے۔

سِبَابٌ

کے معنی میں کسی کو گالی دینا، بے عزت کرنا، اس کے مرتبے سے گرانا اور برا کہنا شامل ہے۔

☆ اَلْمُسْتَبَّانِ شَیْطَانَانِ یَتَهَاتَرَانِ وَیَتَکَاذَبَانِ

حدیث صحیح أخرجه البخاری فی " الأدب المفرد " واحمدفی مسندہ عن عیاض بن حمار رضی اللہ عنه وھو فی " صحیح الجامع الصغیر " برقم ٦٥٧٢

ترجمہ

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دو لوگ ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں تو گویا دونوں شیطان ہیں جو گند اور جھوٹ بکتے ہوئے ایک دوسرے پر حملہ آور ہیں۔

وَالتَّهَاتُرُ : اَلتَّعَالُجُ فِی الْقَوْلِ : گالی گلوچ کے ذریعہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونا۔

عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَاکِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ " وَ لَعْنُ الْمُؤْمِنِ کَقَتْلِهٖ وَمَنْ رَمٰی مُؤْمِنًا بِکُفْرٍ فَهُوَ کَقَتْلِهٖ

ھذا جزء من حدیث ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنه أخرجه الشیخان وانما أخرجه لھذاللفظ الطبرانی فی معجمه الکبیر والبیھقی فی معرفة السنن والآثار ، ألبخاری فی کتاب الادب باب ما ینھی من السباب واللعن وأخرجه ایضا فی کتاب الایمان والنذور باب من حلف بملة سوی ملة الاسلام وأخرجه مسلم فی صحیحه فی کتاب الایمان باب غلظ قتل الانسان نفسه ...

ترجمہ

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن پر لعنت بھیجنا اسے قتل کر دینے کے برابر ہے اور جس نے کسی مومن کو کافر کہا تو یہ ایسا ہے گویا اسے قتل کر دیا۔

Marfat.com

مسلمان کو کافر کہنا

☆ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ لَا يَرْمِ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ وَلَا يَرْمِهٖ بِالْكُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُهٗ كَذَالِكَ

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد تاليف الحافظ نورالدين على بن ابى بكر بن سليمان الهيثمى المصرى ت ٨٠٧هج رحمه الله تعالىٰ عليه كتاب الادب باب فيمنلعن مسلمًا او رماه بكفر. ورواه احمد والبزار ورجاله رجال الصحيح والتبريزى فى مشكاة المصابيح والبغوى فى شرح السنة : رحمهم الله تعالىٰ جميعا

ترجمہ

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو فاسق یا کافر کہہ کر نہ پکارے کیوں کہ جس شخص کی طرف فسق یا کفر کی نسبت کی گئی ہے اگر اللہ کے ہاں وہ اس کا مستحق نہیں تو یہ الفاظ کہنے والے پر واپس پلٹ آئیں گے۔

☆ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ " اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ اَحَدُهُمَا

متفق عليه :ألبخارى فى صحيحه كتاب الادب باب، من أكفر أخاه بتأويل فهو كما قال، ورواه جماعة عن مالك عن نافع عن بن عمر رضى الله عنهما

ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان میں سے ایک ضرور کافر ٹھہرے گا۔

☆ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ " مَامِنْ مُسْلِمَيْنِ اِلَّابَيْنَهُمَامِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ سِتْرٌ فَاِذَا قَالَ اَحَدُهُمَالِصَاحِبِهٖ كَلِمَةَهَجْرٍ فَقَدْ خَرَقَ سِتْرَ اللّٰهِ وَاِذَا قَالَ اَحَدُهُمَالِلْاٰخَرِ كَافِرٌ فَقَدْ كَفَرَ اَحَدُهُمَا "

أخرجه البخارى فى " ألأدب المفرد باب من لم يواجه الناس بكلامه " برقم ٤٣٥ و ضعفه الالبانى رحمهماالله تعالى

ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کا فرمان ہے کہ ہمیشہ دو مسلمانوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پردہ اور رشتہ اخوۃ قائم رہتا ہے تا کہ وہ ایک دوسری کی عزت کو اپنے لئے حلال نہ کرلیں پھر جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو ایسی بات کہہ دیتا ہے جو دوری پیدا کردے تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حجاب کو جلا ڈالا اور جس نے اپنے ساتھی کو کافر کہہ دیا تو ان میں سے ایک ضرور کافر ہو جائے گا۔

☆ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " لَا يَجْتَمِعُ رَجُلَانِ فِیْ

Marfat.com

الْجَنَّةِ أَحَدُهُمَا قَالَ لِأَخِيْهِ : يَا كَافِرُ"

مسنداسحاق بن راهويه للامام ابو يعقوب اسحاق بن ابراهيم بن مخلدبن ابراهيم الحنظلي المروزي المعروف بابن راهويه المتوفي : ٢٣٨هج رحمه الله تعالى : ح رقم ٥٠٢ : تحقيق د عبد الغفور بن عبدالحق البلوشي الناشر مكتبة الايمان – المدينة المنورة – ألطبعة الاولى ١٤٢١ھج – ١٩٩١ء

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دو لوگ جن میں سے ایک نے دوسرے کو کافر کہہ کر مخاطب کیا ہوگا ایک جنت میں اکٹھے نہیں رہ پائیں گے۔

مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں علمائے سو کی طرف سے اس قدر منافرت پھیلا دی گئی ہے کہ ہر وہ آدمی جسے غسل کا مسنون طریقہ بھی نہیں آتا وہ بڑے سے بڑے عالم کو کافر کہنے سے نہیں ہچکچاتا اور زندہ تو زندہ اب ان جہلاء کی بدگوئی سے قبروں میں آرام فرما صالحین بھی محفوظ نہیں یہ ہمارے دور کا بدترین فتنہ ہے۔

Marfat.com

حماقتیں

جامعہ عربیہ اور طالبعلمی کا عنوان اس وقت تک مکمل معلوم نہیں ہوتا جب تک چند لطائف وظرائف کا اندراج نہ کر دیا جائے۔

☆ شہر مدرسہ عربیہ میں حضرت الاستاذ مفتی نذیر احمد دامت برکاتہم کے پاس ''نور الایضاح'' کا سبق تھا ایک ساتھی کا حلیہ تو یاد ہے مگر نام ذہن میں نہیں رہا۔ نور الایضاح کی عبارت پڑھنا ان کی باری تھی باب احکام الجنائز شروع کیا تو پہلی سطر کے آخر میں عبارت تھی ''وَیُلَقَّنُ بِذِکْرِ الشَّھَادَۃِ عِنْدَہٗ مگر بِذِکْرِ الشَّھَادَۃِ کی بجائے بِذَکْرِ الشَّھَادَۃِ پڑھ گئے۔ حضرت الاستاذ مفتی نذیر احمد دامت برکاتہم نے فرمایا: ''بھئی شاباس تمہارے، مناسب موقعہ تلاش کیا ہے مگر اس کا طریقہ کیا ہو گا اس کی تفصیل تو یہاں بیان نہیں ہوئی ہے''۔ ان صاحب کو جب حماقت کا احساس ہوا تو سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ دیر تک عجیب کیفیت طاری رہی کلاس کے بعد اب ہم نے جب تلقین شروع کی تو غصہ کر گئے۔ ہم نے صاحبزادہ مولانا محمد منور تسنیم مرحوم کو ان کے رویہ کہ شکایت کی۔ انہوں نے کہا: ''میں اس کا بندوبست کرتا ہوں''۔ پھر کئی روز تک ان کو تلقین ہوتی رہی۔

قاضی محمد فاروق مرحوم ہمارے میر پور کے ایک بہت پیارے ساتھی تھے ان کے والد مولانا قاضی عبدالرحمٰن مرحوم حضرت الاستاذ قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دوست تھے لہٰذا میری اور ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کی ذمہ داری لگا رکھی تھی کہ ہم اس کا خیال رکھیں کیوں کہ ہم سے چھوٹے اور پہلے سال میں تھے مگر انہوں نے نہ صرف شرارتوں کا ریکارڈ قائم کر دیا بلکہ نئی نئی شرارتیں وضع کیں۔

حضرت قاضی مطیع اللہ صاحب کو امیر المؤمنین کہہ کر پکارتے اور اگر ہم میں سے اس معاملے میں کوتاہی کرتا تو اس کی سختی آ جاتی۔ طرح طرح کی شرارتوں سے ہمیں پریشان کر دیا مگر اس کی شرارتیں سب کو اچھی لگتیں اس لئے شکایت تو کوئی نہیں کرتا مگر ہمارے ذہن میں تھا کہ کبھی موقعہ ملا تو اس کے ساتھ بدلہ شرارت ہو گا۔

قاضی محمد فاروق کی خواہش تھی کہ جلدی سے بڑی کتابیں پڑھ سکیں اس لئے روزانہ ہم سے پوچھتے کہ آج کیا پڑھا ہے ایک روز حضرت الاستاذ حافظ نذیر احمد دامت برکاتہم او پر دفتر میں پڑھا رہے تھے میں راقم الحروف، ڈاکٹر عصمت اللہ اور حافظ شان علی آپ سے مختصر القدوری فی الفقہ الحنفی کا باب الحیض پڑھ کر نیچے اترے تو انہوں نے پوچھا کہ آج کیا پڑھا ہے؟ ہم نے بہت سنجیدگی سے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو حیض نہیں آتا کیوں کہ جب سے آئے ہو کبھی آپ نے ذکر نہیں کیا جبکہ اس کا نہ آنا ایک ایسی خطرناک بیماری ہے کہ سال سے زیادہ زندہ رہنا مشکل ہے۔

Marfat.com

پہلی دفعہ فاروق کے منہ پہ اداسی دیکھی تو اسے ہم نے بتایا کہ یہاں یہ مرض لاعلاج نہیں۔ حضرت الاستاذ حافظ نذیر احمد دامت برکاتہم سے سرجن بشیر الرحمٰن صاحب کے نام رقعہ لو ہم آپ کے ساتھ جائیں گے اور علاج ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اتنی تفصیل بتانا میرے لئے مشکل ہے آپ لوگ حضرت کے نام رقعہ لکھ دیں۔ چنانچہ حافظ شان علی اور ڈاکٹر عصمت اللہ بتاتے رہے اور میں نے لکھنا شروع کر دیا۔ رقعہ تیار ہوتے ہی انہیں تھمایا تو فوراً اس نے جا کر خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت نے چوں کہ ابھی سبق پڑھایا تھا اس لئے سمجھ گئے اور پوچھنے پر قاضی فاروق نے ہمارے نام بتا دیئے۔ حضرت نے فرمایا تم جاؤ اور ان تینوں کو ظہر کے بعد او پر بھیج دو ان کا علاج ہوئے بھی عرصہ ہوا ہے۔ ممکن ہے انہیں بھی علاج کی ضرورت ہو تو تمہارے ساتھ ہی بھیج دوں۔

فاروق نے ہمیں پیغام دیا تو ایسے محسوس ہوا کہ ہمارے گلے تیز دھار چھری کے نیچے ہیں اور دعا کی کہ اگر آج عزرائیل علیہ السلام ادھر گوجرانوالہ کے دورے پہ ہوں تو ظہر سے پہلے ہمیں بھی ساتھ لیتے چلیں کیوں کہ یہ تو یقین تھا کہ مار پڑی بھی تو ایک آدھ تھپڑ ہی ہوگا مگر اس حماقت کے بعد حضرت کا سامنا کرنا مشکل تھا۔ ظہر کے بعد حاضر ہوئے تو سراپا ندامت تھے لہٰذا سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

فرمایا: ''میں نے اس لئے بلوایا تھا کہ شاید تم لوگوں کو بھی چیک اپ کرائے دیر ہو گئی ہے ضرورت ہو تو ساتھ بھیج دوں اور مکمل علاج ہو جائے جیسا کہ تم نے لکھا ہے کہ بیماری خطرناک ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں نقصان پہنچے''؟

مگر ہم چپ سادھے کھڑے رہے۔ پھر فرمایا کہ وہ چھوٹا بچہ ہے اسے تم لوگوں نے اس قدر پریشان کر دیا ہے اب اسے سمجھاؤ۔ اس کے بعد ہم کئی روز تک فاروق مرحوم کے غیض وغضب کا شکار رہے۔ فاروق جامعہ عربیہ میں پہلے سال کے دوران استقاء کے مرض میں مبتلاء ہو کر وفات پا گئے تھے:

جو کبھی لوٹ کر نہیں آئے
ان سے ملنے کو دل ترستا ہے

ماہ رخ زیدی

☆ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جب تک چیک اپ اور شوگر کا علاج شروع ہوتا کثرت پیشاب کی شکایت تھی۔ جب کلاس سے اٹھتے تو مجھے فرماتے: ''اشف! آؤ پیشاب کرتے ہیں''۔ پھر جب کلاس ختم ہوتی تو صاحبزادہ مولوی محمد منور تسنیم کو میں جہاں بھی ملتا وہ اس طرح حضرت شیخ کے انداز میں مجھے کہتے: ''اشف! آؤ پیشاب کرتے ہیں''۔

☆ نئے جامعہ کے ڈائننگ روم میں کھانا کھانے سے پہلے قاضی محمد فاروق مرحوم مجھے اعتماد میں لیکر ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کے خلاف ایک سازش اس طرح تیار کرتے کہ جس روز گوشت پکتا تو وہ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کو ادھر ادھر باتوں میں لگاتے جلدی سے اپنی بوٹیاں ختم کر کے ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کی پلیٹ بدل دیتے۔

☆ مولوی قدرت اللہ شہاب کاشمیری بہت اچھے خوش اخلاق، موثر ومونس ساتھی، کامیاب کاتب ہونے کے علاوہ بہت سی

Marfat.com

خوبیوں کے مالک تھے۔ باورچی منیر شاہ کی علالت کے باعث کچھ عرصہ کیلئے انہوں نے خود بخوشی کچن کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی۔ چوں کہ اسباق بھی ہوتے اس لئے بہت تھک جاتے لہٰذا جو بھی وقت ملتا بس جلدی سے آنکھیں بند کر لیتے تو ہم ان کا حشر کر دیتے وہ کبھی کبھی تنگ پڑ کے پیچھے دوڑتے تو ہم بھاگ جاتے۔

ایک روز عشا کے بعد دیکھا کہ وہ لائبریری کے سامنے چارپائی بچھائے نیم برہنہ اور گہری نیند سو رہے ہیں۔ ہم نے جلدی سے ایک پائپ تلاش کیا جسے ٹوٹی سے جوڑ کر ان کے تکیے کے نیچے سے گزار کر پانی کھول دیا۔ کیوں کہ شدید گرمی سے پانی بھی گرم تھا اس لئے دری پہ کافی پانی جمع ہونے تک انہیں احساس نہ ہوا۔ جب انہوں نے کروٹ لی تو ہم نے شور مچا دیا کہ آپ نے چارپائی پہ پیشاب کر دیا ہے۔ جب انہیں ہوش آیا تو ہم بھاگ نکلے اور ان کے دوبارہ سونے میں جانے تک آوارہ گردی کرتے رہے۔

☆ ایک دفعہ حضرت الاستاذ حافظ محمد انور القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا بھی کہ تم بہت سست ہو گئے ہو؟ کہنے لگے استاذ جی جامعہ میں بڑے بڑے مچھر آ گئے ہیں مجھے سونے نہیں دیتے۔

☆ ایک مرتبہ مولوی قدرت اللہ صاحب اسی طرح گھوڑے بیچ کر سوئے تھے۔ رات بارہ بجے ہم ان کی چارپائی اٹھا کر باہر جی ٹی روڈ پر چھوڑ کر ٹینکی کے قریب چھپ کر تماشہ دیکھنے لگے۔ جب قریب سے ایک ٹرک گزرا تو ڈرائیور نے یہ ماجرا دیکھ کر زور سے ہارن بجایا۔ اب مولوی قدرت اللہ صاحب اٹھ بیٹھے اور دیر تک حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر جب سر پہ چارپائی رکھ کر بھاگے تو ان کی دھوتی بھی اتر گئی۔ پھر چارپائی رکھ کر کافی دیر ہمیں تلاش کرتے اور کہتے رہے: ''سوریو شطانو میں صبح تساں نال نبڑساں''

☆ حافظ عبدالغفار خاور ایک انتہائی خوش الحان اور منفرد مزاج کے ساتھی تھے سنا گیا ہے کہ آج کل وہ اپنے نام کے ساتھ ''خاور کے بعد، یزید'' بھی لکھتے ہیں جس طرح نمازوں کی پابندی کرتے اسی پابندی سے جا کر فلم بھی دیکھا کرتے ایک روز سینما میں کہیں مغرب کا وقت آ گیا تو اپنی سیٹ سے اٹھے۔ نماز کا اعلان کیا با آواز بلند اذان کہی، سکرین کے نیچے نماز ادا کی اور کہا کہ اب فلم چلا دیں۔

☆ ایک روز رات کو جامعہ میں لیٹ پہنچے تو بھوک لگی تھی۔ باورچی منیر شاہ کو آواز دی تو وہ گہری نیند سو چکے تھے۔ اس طرح ان کے انکار پر کچھ ڈائیلاگ بھی دہرائے: ''اوئے جھڑا ساڈے نال متھا لائے او کفن دا ناپ دے کے آئے'' یہ سن کر منیر شاہ ڈر گئے تو انہوں نے صبح حضرت شیخ الجامعہ کے سامنے شکایت کر دی۔ اب حضرت نے جب طلب کیا تو وہ بیچارے پریشان ہو گئے کہ اخراج کی صورت میں تعلیمی سال ضائع ہو جائے گا لہٰذا اس کی بیگناہی کے جھوٹے گواہ کے طور پہ مجھے بھی ساتھ جانا پڑا۔

حضرت شیخ الجامعہ دفتر کے باہر تشریف فرما تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی فرمایا: ''اچھا تے اے کھوجیاں دا گواہ ڈڈو وی نال اے'' پھر فرمایا: ''اوئے اے کفن دی فیکٹری کتھے لائی اے نالے میں سنیا اے جے تو فلماں دیکھدا ایں''؟ آج بہت ڈھٹائی سے نہ صرف جھوٹ بولا بلکہ جھوٹی قسمیں بھی کھائیں۔ بہرحال سرزنش

Marfat.com

کے بعد چھوڑ دیا گیا۔

چوں کہ منیر شاہ سے میری کافی دوستی تھی سگریٹ نوشی میں بھی ہم عادت تھے اس لئے میں نے انہیں سگریٹ کے دھوئیں میں ڈھانپ کر راضی کر لیا اور لاکھوں پائے

نوٹ

مجھے سگریٹ چھوڑے عرصہ ہوا ہے جبکہ ہم میں سے کسی نے کبھی فلم نہیں دیکھی بلکہ ریڈیو بھی کم ہی سنا ہے مگر ظاہر بات ہے کہ عام لوگوں کی طرح طلبہ برادری بھی مختلف المزاج ہوتی ہے ورنہ

ایک کوزہ، اک عصاء، اک خرقۂ ہگل کے سوا
ہم فقیروں نے کسی نعمت کو گھر رکھا نہیں

ماہ تمام ۔ انکار

Marfat.com

جماعت اسلامی کے ساتھ وابستگی

جامعہ عربیہ سے فراغت کے بعد جماعت اسلامی راولپنڈی کی طرف سے کچھ عرصہ تک میں کوٹر نہ کلاں تحصیل کوہ مری میں خطیب رہا ہوں جس دوران مقامی مڈل سکول میں رضا کارانہ طور پر پڑھاتا بھی رہا مگر اب محسوس ہوا کہ اتنا عرصہ گھر سے مسلسل دوری باعث اذیت ہے۔ واپس آکر حضرات اساتذہ سے ملاقات کیلئے جامعہ عربیہ میں حاضر ہوا تو حضرۃ الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ مقامی جماعت اسلامی کو ایک کل وقتی کارکن کی ضرورت ہے جس کیلئے ان حضرات نے مجھ سے رابطہ کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم یہ ذمہ داری سنبھال لو۔ اس طرح میں دو سال تک جماعت اسلامی شہر گوجرانوالہ کا قیم رہا ہوں۔ کیوں کہ ہر روز ایک دو جگہ درس دینا میری بنیادی ذمہ داریوں میں سے تھا اس طرح مجھے خوب مطالعہ کرنا پڑا جو آج تک کام دیتا ہے۔

اسی دوران جماعت کے حلقہ شاہین آباد کے ساتھیوں نے اصرار کیا کہ میں مقامی مسجد بیت التقویٰ میں خطبۂ جمعہ دیا کروں۔ یہاں چوں کہ حاضری اچھی اور عوامی ماحول مزاج کے موافق تھا لہٰذا میر پور منتقلی تک یہ سلسلہ قائم رہا۔

1977ء میں ذوالفقار علی بھٹو حکومت کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک نظام مصطفوی میں بہت تیزی آگئی تھی جس دوران بہت سارے مقامی لیڈر جیل چلے گئے تو مجھے قیم شہر کے ساتھ ساتھ اضافی طور پر تحصیل گوجرانوالہ کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی اس طرح میں نے تحصیل کے اکثر دیہات کا دورہ اور عوامی اجتماعات سے خطاب کیا۔

گرفتاری

12 اپریل 1977ء گوجرانوالہ شہر میں دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قومی اتحاد نے ایک جلوس کا اہتمام کیا تھا جس کیلئے بہت سے انتظامی معاملات میرے سپرد تھے اور الحمد للہ یہ ایک ایسا جلوس تھا کہ انتظامیہ بوکھلا گئی جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ گرفتار کر لیے گئے۔

13 اپریل 1977ء میں نے جماعت کے دفتر سیالکوٹی دروازہ سے تھانہ کوتوالی میں نظر بند حضرات کی خیریت معلوم کرنے کیلئے فون کیا تو SHO ملک محمد ادریس نے بتایا کہ جو لوگ ابھی تک جیل نہیں بھیجے جا سکے وہ سخت بھوکے ہیں لہٰذا آپ ان کے کھانے کا بندوبست کریں۔ جب میں نے تھانے پہنچ کر موٹر سائیکل بند کیا تو چند سپاہیوں نے مجھے گھیرے میں لیتے ہوئے بتایا کہ کل سے آپ کے وارنٹ جاری ہو چکے تھے لہٰذا آپ گرفتار ہیں۔ میں نے کہا: ''اس اہتمام

Marfat.com

کی کیا ضرورت تھی آپ ویسے ہی اطلاع کرتے تو میں آجاتا"۔ بہرحال تعزیرات پاکستان کی منحوس دفعات 307_
353 148
149: 332: 188-186 کے تحت مجھے گرفتار کرلیا گیا۔ ایس ایچ او ملک ادریس نے مجھے دفعات پڑھ کر سنائیں تو میں نے ان کی تفصیل بتانے کو کہا اور یہ معلوم کر کے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ سب Criminal codes ہیں اور کچھ واقعات کی خانہ پری کیلئے صحیح تاریخ کے بجائے میری گرفتاری پر دو روز پہلی کی تاریخ لکھ دی گئی ہے۔

حوالات میں خاکسار تحریک کے ضلعی سالار بابو محمد اسلم، ملک منور رفحان فیکٹری والے، انور تھریڈ ورکس والے ،خواجہ محمد انور کے علاوہ گلستان اور کشمیر محل سینما کے ملازمین وغیرہ پر مشتمل تیس لوگ پہلے سے موجود تھے جنہوں نے میرا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ ہم دعا گو تھے کہ کوئی ایسے صاحب بھی آجائیں جو جماعت کراسکیں۔ میں نے کہا: "اگر آپ لوگوں کی دعا کے نتیجے میں میری گرفتاری ہوئی ہے تو مجھے خوشی ہے"۔

دکھ سدا سکھ کدی کدائیں دکھاں تو سکھ وارے
کیتے دکھ قبول محمد راضی رہن پیارے

میاں محمد بخشؒ

SHO ملک ادریس انتہائی درندہ صفت، بے غیرت اور بدزبان شخص تھا ایسے محسوس ہوتا کہ کسی کنجر خانے سے اٹھا کر اسے وردی پہنادی گئی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک باریش اور سیدھے سادے سے راہگیر نوجوان کو پولیس پکڑ لائی ہے جو اگرچہ دفعہ 144 کے جلوس میں شامل نہ تھا مگر تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کا حامی ہے۔ ملک ادریس کیلئے اتنا اقرار کافی ہے جس پر وہ اسے برہنہ کر کے تشدد اور ماں بہن کی ننگی گالیاں دینا شروع کر دیتا ہے مگر نوجوان شور شرابے اور ہائے اوئے کرنے کے بجائے انتہائی اطمینان سے سب کچھ برداشت کیے جا رہا ہے۔ جس پر یہ درندہ اور بھڑک اٹھتا ہے اور ماں کی ننگی گالی دیتے ہوئے کہتا ہے کہ تم ہائے اوئے کیوں نہیں کرتے ہو کہ کچھ مزہ آئے۔ اور نوجوان کہتا ہے کہ جب مجھے نظام مصطفیٰ کے نام پر مار پڑ رہی ہے تو پھر میں بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہائے اوئے کر کے اپنا ثواب ضائع نہیں کرسکتا۔ یہ جواب پا کر ملک ادریس کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنے دو کارندوں کو اشارہ کرتا ہے جو باولے کتے کی طرح اسے بھنبھوڑ کر رکھ دیتے ہیں، اس کے خون سے فرش سرخ ہو چکا ہے اور ہمیں پختہ یقین ہو چکا ہے کہ اب اس کی شہادت ہونے والی ہے مگر ہم کچھ کر نہیں سکتے اور اسی حال میں جب تھوڑی دیر بعد وہ ہمارے پاس حوالات میں پھینک دیا جاتا ہے تو دیکھ کر سہم جاتے ہیں اور نوجوان بے ہوش ہو جاتا ہے۔

اور پھر حوالات میں روزانہ کا یہی معمول ہمیں دہشت زدہ کر دیتا ہے۔ میں نے حوالاتی ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ جلدی جیل پہنچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم باری باری اور ساری رات باآواز بلند اذان کہتے رہیں۔

Marfat.com

غائبانہ نماز جنازہ

18 اپریل کو کچھ ساتھی ملنے آئے تو معلوم ہوا کہ ملک کے مختلف حصوں میں بہت سے لوگ شہید ہو چکے ہیں تو میں نے ظہر کی نماز کے بعد غائبانہ نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے ساتھیوں کو صبر کی تلقین کی مگر انہیں معلوم نہ تھا کہ میں خود اندر سے ٹوٹ چکا ہوں۔

ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ

چنانچہ اسی غائبانہ نماز جنازہ کے تھوڑی دیر بعد ہم سب ساتھیوں کو ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ منتقل کر دیا گیا جہاں بیرک (Barrack) نمبر 5 میں بہت سے شناسا چہرے موجود تھے جنھوں نے خیر مقدم کیا اور میرے پہنچتے ہی نماز با جماعت اور درس کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میں نے 19 اپریل کو سورہ الفیل سے جب درس کا آغاز کیا تو ساتھیوں نے گلے لگا لیا تاوقتیکہ مورخہ 16 مئی مجھے بیرک نمبر 9 میں منتقل کر دیا جاتا جس پر سب ساتھی اشکبار تھے۔

رہائی

25 مئی کی شام کو جیل میں اطلاع پہنچ گئی تھی کہ میرے سمیت بہت سے حضرات کی ضمانت ہو چکی ہے مگر کاغذی کارروائی کے باعث دوسرے روز 26 مئی 1977ء رہائی عمل میں آئی تو گیٹ پر والد صاحب، ڈاکٹر محمد یوسف صاحب امیر جماعت اسلامی حلقہ چاہ تیلیانوالہ، مستری محمد اقبال صاحب، حکیم احمد دین صاحب، طالبعلم راہنما حمید الدین صاحب اور حافظ محبوب احمد صاحب مدرس جامعہ عربیہ موجود تھے جو مجھے دفتر جماعت لے کر آئے۔

جب میں اپنا موٹر سائیکل، قلم، گھڑی اور کیش لینے تھانہ کوتوالی پہنچا تو معلوم ہوا کہ ملک ادریس تو معطل ہے اور باقی عملہ میری امانتوں کا ذمہ دار ہی نہیں البتہ موٹر سائیکل کی چابی دستیاب تھی۔

26 جون 1977 میں جماعت کے کام سے فارغ ہو کر میرپور منتقل ہو آیا تھا اور اس کے اسباب میں سے ایک سبب شادی کرنا تھا۔ میرپور پہنچ کر بھی جماعت کے ساتھ وابستہ اور کچھ عرصہ کیلئے کل وقتی کارکن کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہوں یہاں تک کہ برطانیہ آ جاتا۔

Marfat.com

شادی

بچپن کے ایک رشتے کا ذکر میں نے پہلے بھی کیا ہے۔ جس کے بعد یہ ایک طویل موضوع ہے جس کیلئے صرف اتنا کہنا ہی مناسب ہوسکتا ہے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

غالب

دورانِ تعلیم والد صاحب نے ایک رشتہ طے کیا تھا مگر کسی وجہ سے منگنی ٹوٹ گئی اور میں سوچتا ہی رہ گیا کہ

قسمتیں کیوں نہیں ملا کرتیں
جب کسی سے مزاج ملتا ہے

احمد رضا راجا

اس کے بعد والد صاحب نے گوجرانوالہ میں ایک رشتہ طے کرنا چاہا تو میں نے آپ کے ایک دوست کو اعتماد میں لیتے ہوئے آپ کو ناراض کیے بغیر اس معاملے کو ختم کرا دیا۔

گوجرانوالہ جماعت کے ساتھ وابستگی کے دوران جماعتی حلقوں میں ایک گھر سے مجھے انتہائی مناسب رشتے کی آفر ہوئی تھی جس کیلئے میں نے بذریعہ حضرت قاری عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ والدین سے اجازت چاہی مگر والدہ نے شدت سے انکار کر دیا جس کے بعد کچھ اس طرح کے حادثات رونما ہوئے کہ میں بہت تنہا اور اداس رہنے لگا:

بے ارادہ کسی صحرا کا سفر ہو جیسے
ہائے جینا بھی کوئی کار دگر ہو جیسے

ناصر مصطفیٰ رانا

استخارہ

مگر حضرت استاذ قاضی محمد عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی شفیق ہستی کو گوارا نہ تھا کہ ان کی موجودگی میں ہم لوگ کسی نعمت سے محروم رہ جائیں۔ آپ ان دنوں راولاکوٹ میں ضلع قاضی تھے جہاں سے چھٹی آئے تو پاس بٹھا کر بہت کچھ سمجھانے اور دعائیں دینے کے بعد اپنی واپسی تک انتظار اور استخارہ کرنے کا مشورہ دے گئے

ان دنوں ہم لوگ مضافاتِ میرپور خانپور گاؤں میں مقیم تھے اور مجھے استخارہ شروع کیے چند روز ہی گزرے تھے کہ ایک دن میں شکار کی نیت سے رائفل ہاتھ میں لیے ڈیم کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں میری موجودہ بیوی مل گئیں انہوں نے حسبِ معمول بہت احترام سے سلام کیا تو لگا کہ میں ان کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ ہم ایک ہی دادا کی

Marfat.com

اولادہیں اور یہ میرے سامنے پروان چڑھی تھیں۔

پھر چند لمحوں کے اندر ہی مجھے محسوس ہوا کہ دراصل یہی میرا آئیڈیل ہے جس کی تلاش میں ہوں اور گرمی کے باوجود دل میں ٹھنڈک سی محسوس کرنے لگا

لہذا میں شکار کا ارادہ ترک کرتے اور اسے گھر آ کر ملنے کو کہتے ہوئے واپس آ گیا جہاں کچھ ہی دیر بعد یہ پسینے پسینے میرے سامنے کھڑی تھیں۔ ان دنوں میرے پاس کوئی ملازمت تھی نہ بنک بیلنس۔ جبکہ تارے توڑ لانا نظام فلکیات میں مداخلت اور کیو گارڈن اٹھا لانا سکاٹ لینڈ یارڈ کو دعوت مبارزت دینے کے مترادف تھا لہذا صرف سچ کہنا ہی مناسب تھا کہ

انہیں پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

مصطفٰی زیدی

لمحہ اقرار

ان حالات اور اس نادان عمر میں کسی لڑکی کیلئے چند لمحوں میں اتنا بڑا فیصلہ کر لینا آسان نہ تھا مگر اس کا یہی وہ لمحہ اقرار ہے جس نے ساری زندگی نہ تو مجھے کسی اور کا ہونے دیا اور نہ مشکل ترین حالات میں بکھرنے ہی دیا ورنہ

مجھے بھی آئینے جیسا کمال حاصل ہے
میں ٹوٹتا ہوں تو پھر بے شمار ہوتا ہوں

اور ایسی صورت میں میرے جیسے انتہائی حساس انسان کیلئے زندہ رہنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوتا ہے۔ بوقت تحریر میری ساری زندگی اک لمحہ موجود کی طرح میرے سامنے ہے اور میں خود اپنا مطالعہ کرتے ہوئے اس نتیجے پہ پہنچ پایا ہوں کہ

اک ترا لمحہ اقرار نہیں مر سکتا
اور ہر لمحہ زمانے کی طرح فانی ہے

مصطفٰی زیدی

اس نازک موقعہ پر سچ کی برکت تھی جس کے بعد بیوی کو مطمئن کرنے کیلئے مجھے زندگی میں کبھی جھوٹ کہنے اور جھوٹی قسم اٹھانے کی نوبت نہیں آئی۔ اس لئے میرا تجربہ ہے کہ جو رشتے جھوٹ پر استوار ہوتے ہیں انہیں قائم رکھنے کیلئے زندگی میں بار بار جھوٹ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

میری اولین تصنیف 'کتاب النکاح' جس کا 750 صفحات پر مشتمل سیکنڈ ایڈیشن 'ہجرت کشمیر' کے بعد بہت جلدی آپ کے ہاتھوں میں ہوگا وہ دراصل اسی لمحہ اقرار کی شرح اور اس موضوع پر میری ساری زندگی کا حاصل مطالعہ

Marfat.com

ہے۔ یہاں موقعہ کی مناسبت سے ایک حکایت بیان کرنا بہت مفید ہوگا۔

حکایت حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام

مَرَّ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِعُصْفُوْرٍ يَدُوْرُ حَوْلَ عُصْفُوْرَةٍ فَقَالَ لِأَصْحَابِهٖ أَتَدْرُوْنَ مَايَقُوْلُ ؟ قَالُوْا : وَمَا يَقُوْلُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ؟ قَالَ يَخْطُبُهَا اِلَى نَفْسِهٖ وَيَقُوْلُ :تَزَوَّجِيْنِيْ اُسْكِنُكِ أَيَّ غُرَفِ دِمَشْقَ شِئْتِ ، قَالَ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَنَّ غُرَفَ دِمَشْقَ مَبْنِيَّةٌ بِالصَّخْرِلَايَقْدِرُ أَنْ يَّسْكُنَهَااَحَدٌ ، لٰكِنَّ كُلَّ خَاطِبٍ كَذَّابٌ.

رواه ابن عساكرعن ابى القاسم زاهربن طاهر عن البيهقى رحمه الله تعالىٰ :البداية و النهاية للامام الحافظ أبى الفداء اسمٰعيل ابن كثير القرشى الدمشقى رحمه الله تعالى المتوفىٰ سنة ٧٧٤ھ : قصة داود بن سليمان عليهماالسلام :تحقيق عبدالرحمٰن الادقى ومحمد بيضوى:الناشر دارالمعرفة بيروت : و، الحاوى فى تفسيرالقرآن تاليف العلامة عبدالرحمٰن بن محمد القماش فى نفس الآية " ولسليمان الريح "

ترجمہ

سیدنا حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے گزرتے ہوئے دیکھا کہ ایک چڑا، چڑیا کے گرد چکر کاٹتے اور گنگناتے ہوئے اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ منظر ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ چڑا کیا کہہ رہا ہے؟

تو اصحاب نے عرض کیا: ''اللہ کے نبی ارشاد فرمائیے''۔ آپ نے فرمایا: ''یہ اس چڑیا سے کہہ رہا ہے کہ تم مجھ سے شادی کر لو تو اس کے بدلے تو دمشق کے جس محل میں چاہے گی میں تجھے اس میں بسا دوں گا''۔

حضرت نے فرمایا: ''حالاں کہ دمشق کے بالا خانے سخت پتھر سے تعمیر کیے گئے ہیں جس کی دیواروں میں کسی کیلئے گھونسلا بنانا یا رہائش اختیار کرنا ممکن ہی نہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ''كُلُّ خَاطِبٍ كَذَّابٌ '' نکاح کا پیغام دینے والے اسی طرح مبالغہ سے کام لیتے، جھوٹ بولتے اور جھوٹے وعدے کر جاتے ہیں''۔

پکے وعدے کر جاتے ہیں
پھر بھی لوگ مکر جاتے ہیں
جھوٹ کہیں تو سچے ٹھہریں
سچ بولیں تو سر جاتے ہیں

اسرار چشتی

Marfat.com

عبرت

اس جیسی تاریخی حکایات کو اگرچہ حدیث شریف کے معیار پر نہیں جانچنا چاہیے تاہم ان میں ہمارے لئے ایک اہم سبق ضرور ہے اور وہ یہ کہ نہ صرف خواتین بلکہ اکثر حیوانات اور چرند پرند ماداؤں (Females) میں بھی حیا کا غلبہ اور ہچکچاہٹ (Hesitation) پائی جاتی ہے جبکہ ''غرض مند دیوانہ ہوتا ہے'' کے مصداق مرد (Males) اپنے کردار سے استحقاق ثابت کرنے کے بجائے جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ''کُلُّ خَاطِبٍ کَذَّابٌ''۔ عام زبان میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرد (Male) اسی طرح جھوٹی قسمیں کھا کر عورت (Female) کو دھوکہ دیتا ہے اور جیسا کہ عربی زبان میں ضرب المثل مشہور ہے کہ۔ کُلُّ خَاطِبٍ عَلَی لِسَانِهِ تَمْرَةٌ.

مجمع الأمثال تاليف العلامة ابوالفضل احمد بن محمد الميدانى النيسابورى رحمه الله : ألباب الثانى والعشرون فيمااوله كاف : تحقيق محمد محى الدين عبدالحميد، الناشر دارالمعرفة بيروت

ترجمہ

نکاح کا پیغام دینے والوں میں ہر ایک کی زبان پر کھجور ہوتی ہے۔

اور اس سے مراد ایسا شخص ہے جو ضرورت کے وقت زبان میں جعلی مٹھاس پیدا کر لے

قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَدَثَنَا الرِّيَاشِيُّ عَنْ مُحَمَّدِبْنِ سَلَامٍ قَالَ : يُقَالُ " أَلْخَاطِبُ أَحْلَى شَيْءٍ لِسَانًاوَعَلَى لِسَانِ كُلِّ خَاطِبٍ تَمْرَةٌ وَهُوَ مِنَ الْحَلَاوَةِ "

البصائر والذخائر : تاليف الاستاذ ابو حيان التوحيدى على بن محمد العباس المتوفى نحو ۴۰۰ هج : رب أعن : تحقيق : دوداد القاضى الناشر دار صادر – بيروت

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد بن سلام رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول روایت کیا ہے۔ فرمایا کہ نکاح کا پیغام دینے والوں کی زبان سب سے زیادہ چاپلوس ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ غرض مند مرد کی زبان پر ہمیشہ کھجور (مٹھاس) ہوتی ہے۔ یعنی مطلب کیلئے میٹھی اور جھوٹی باتیں کرتا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سچ پر یقین کرنے کیلئے بھی بنیادی طور پر دو باتوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور ان میں سے پہلی بات ہے:

01 : کہنے والے کی شخصیت و کردار کیوں کہ

أَلْقَوْلُ　　مَاصَدَّقَهُ　　الْفِعْلُ

وَا　　لْفِعْلُ　　مَا　　وَكَّدَهُ　　الْعَقْلُ

Marfat.com

لَا يَثْبُتُ الْقَوْلُ إِذَا لَمْ يَكُن
يُقِلُّهُ مِنْ تَحْتِهِ الْأَصْلُ

محمود الوراق

أدب الدنيا والدين تاليف الاستاذ محمد بن محمد حبيب البصری البغدادی الشهیر بالماوردی المتوفی ۴۵۰ ھ

ترجمہ

بات وہ سچی ہوتی ہے کہ کہنے والے کا عمل اس کی تصدیق کر دے اور عمل وہ ہوتا ہے کہ عقل اس کی توثیق کر دے کیوں کہ بات اس وقت تک پکی اور سچی نہیں ہو سکتی جب تک نیچے سے اس کی جڑ اور بنیاد اسے اوپر نہ اٹھا دے مضبوط نہ بنا دے۔

جس طرح درخت اپنی جڑ کی مضبوطی کی بنیاد پر پروان چڑھتا ہے اسی طرح بات کے پیچھے مضبوط کردار کی ضرورت ہوتی ہے۔

کسی کی ایسی بات پر تو یقین کیا جاسکتا ہے جسے عقل تسلیم کرلے اور جسے عقل ہی تسلیم نہیں کرتی تو اس کی بات پر یقین کرنے کا مطلب اپنے آپ کو بیوقوف بنانے کے مترادف ہے جیسا کہ حضرت یوسف بن الحسین رازی رحمہ اللہ کا ایک ملفوظ ہے:

إِنْ أَرَدْتَ أَنْ تَعْرِفَ الْعَاقِلَ مِنَ الْأَحْمَقِ فَحَدِّثْهُ بِالْمُحَالِ فَإِنْ قَبِلَ فَاعْلَمْ أَنَّهُ أَحْمَقٌ

مناقب الأبرار ومحاسن الأخيار فی طبقات الصوفية تاليف الأستاذ الحسين بن نصر بن محمد المعروف بابن خميس الموصلی ألمتوفی ۵۵۲ ھ رحمه الله تعالى ::ترجمة يوسف بن الحسين الرازی رحمه الله تعالى :تحقيق وتقديم ألعلامة سعيد عبدالفتاح ، ألناشر دارالكتب العلمية بيروت

حضرت یوسف بن الحسین رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عقلمند اور احمق کی پہچان یہ ہے کہ ان کے سامنے ایک محال چیز کا ذکر کرو۔ محال بات کو تسلیم کر لینے والا احمق ہے۔

02: سننے والے کا حوصلہ۔ یعنی سچ سننے کیلئے بھی حوصلے اور ظرف کی ضرورت ہوتی ہے۔ کم ظرف اور جھوٹ سننے کے عادی لوگوں میں سچ سننے کا حوصلہ نہیں ہوتا کیوں کہ کبھی کبھی سچ کا ثمرہ دیر سے حاصل ہوتا ہے جبکہ ایسے لوگوں میں صبر نہیں ہوتا اور یہی چیزیں ہمارے معاشرے میں مفقود ہیں۔

اور اس کے باوجود کہ خواتین کو معلوم ہوتا ہے کہ مرد حضرات اکثر غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے سبز باغ دکھاتے ہیں اور آج تک کسی نے آسمان سے تارے توڑ کر کسی خاتون کی مانگ میں نہیں ٹانکے اس کے باوجود سیدہ نوشی گیلانی صاحبہ کی طرح پھر بھی تقاضا کرتی رہتی ہیں کہ

بے طلب اور بے ارادے
دل کو اک معتبر سا وعدہ دے

Marfat.com

حالاں کہ آج کل محبت کی دنیا میں ''معتبر سا وعدہ'' کی امید رکھنا عبث ہے لہٰذا اسی مومنانہ عقیدے میں عافیت اور آبرو کی حفاظت ہے کہ

جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تم منصفی سے کہہ دو تمہیں اعتبار ہوتا؟

مومنؔ

بلکہ حضرت غالبؔ مرحوم نے تو مزید چند قدم کے فاصلے سے ایسے وعدے کو دھتکار دیا تھا کہ

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے گر اعتبار ہوتا

جبکہ ساغر صدیقی مرحوم کا تجربہ یہ ہے کہ

ایک وعدہ ہے کسی کا جو وفا ہوتا نہیں
ورنہ ان تاروں بھری راتوں میں کیا ہوتا نہیں

مگر مشکل یہ ہے کہ محبت کی دنیا کے صرف حضرت مومنؔ اور غالبؔ ہی امام نہیں بلکہ چراغ حسن حسرت بھی اسی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا اکثر خواتین انہی کے مسلک پر عمل کرتی ہیں:

امید تو بندھ جاتی ، تسکین تو ہوجاتی
وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا

چراغ حسن حسرتؔ

چنانچہ جس طرح آج کے عاشق اپنے سیاستدانوں کی طرح دھڑلے سے سرعام جھوٹ بولتے ہیں اسی طرح سادہ لوح خواتین اپنے عوام کی طرح دن دھاڑے دھوکہ کھانے کے بعد پروین شاکر کی طرح عمر بھر سراپا انتظار رہتی ہیں:

قریۂ جاں میں کوئی پھول کھلانے آئے
وہ مرے دل پہ نیا زخم لگانے آئے
میرے ویران دریچوں میں بھی خوشبو جاگے
وہ مرے گھر کے در و بام سجانے آئے
اس سے اک بار تو روٹھوں میں اسی کی مانند
اور مری طرح سے وہ مجھ کو منانے آئے
اسی کوچے میں کئی اس کے شناسا بھی تو ہیں
وہ کسی اور سے ملنے کے بہانے آئے

Marfat.com

اب نہ پوچھوں گی میں کھوئے خوابوں کا پتہ
وہ اگر آئے تو کچھ بھی نہ بتانے آئے
ضبط کی شہر پناہوں کی، مرے مالک خیر
غم کا سیلاب اگر مجھ کو بہانے آئے

اور سمجھتی نہیں کہ یہی انتظار مسلسل دراصل بے احتیاطی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں آزمائش اور عذاب کی ایک قسم ہے حضرت یوسف الحسین الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذَارَأَیْتَ اللّٰہَ قَدْ أَقَامَکَ لِطَلَبِ شَیْءٍ وَھُوَ یَمْنَعُکَ ذَالِکَ فَاعْلَمْ أَنَّکَ مُعَذَّبٌ.

مناقب الأبرار ومحاسن الأخيار في طبقات الصوفية تاليف الأستاذ ألحسين بن نصر بن محمد ألمعروف بابن خميس ألموصلي ألمتوفى ۵۵۲ھ رحمه الله تعالى :ترجمة يوسف بن ألحسين ألرازى رحمه الله تعالى :تحقيق وتقديم ألعلامة سعيدعبدالفتاح ، ألناشر دارالكتب العلمية بيروت

ترجمہ

حضرت یوسف بن الحسین الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں کسی ایسی چیز کی جستجو میں لگادے جووہ عطانہیں فرمارہا تواس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کی طرف سے عذاب میں مبتلا کردیئے گئے ہو:

ایک لمحے کی توجہ نہیں حاصل اس کی
اور یہ دل کہ اسے حد سے سوا چاہتا ہے

پروین شاکر

قرآن کریم کی راہ نمائی

وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّھِیْنٍ () ھَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ () مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ () عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ ()

۶۸۔ القلم ۱۰ – ۱۳

ترجمہ: اور نہ بات مانیے بہت قسمیں کھانے والے ذلیل شخص کی جو بہت بے وقعت اور چغلیاں کھاتا پھرتا ہے بھلائی سے روکتا ہے۔حد سے گزر جانے والا اور بدکار ہے اوران سب عیوب کے ساتھ بداصل ہے۔

ان آیات کے اندر جن لوگوں سے اجتناب کرنے اور ان کی باتوں پر اعتبار نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں سب سے پہلے ہے ''حَلَّاف''

حَلَّاف

کے معنی ہوتے ہیں بات بات پہ اور کثرت سے جھوٹی قسمیں کھانے والا۔اردو میں ''چور کی ڈاڑھی میں تنکا''

Marfat.com

مشہور ہے اور ناسخ کے شعر میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ

بے سبب آنکھیں نہیں مجھ سے چراتا وہ صنم
کچھ نہ کچھ میری طرف سے دل میں اس کے چور ہے

یہی وجہ ہے کہ ایسا آدمی مخاطب کے تقاضا کیے بغیر اور بات کا آغاز کرتے ہی قسمیں کھانا شروع کر دیتا ہے جیسا کہ شیطان ملعون نے حضرات آدم و حوّاء علیہما السلام کو جنت سے نکلوانے کیلئے جھوٹی قسم کا حربہ استعمال کیا تھا اور یہی اولین جھوٹی قسم تھی "وَقَاسَمَهُمَا اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ" الاعراف ۲۱

ترجمہ: اور شیطان نے آدم و حوّاء سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

شیطان چوں کہ شر کا مظہر ہے اور یہ حربہ اس کے شرور میں سے بدترین شر تھا اور ہر شر کی نحوست ہوتی ہے لہٰذا جھوٹی قسم کی نحوست یہ ہے کہ

اَلْیَمِیْنُ الْفَاجِرَۃُ تَدَعُ الدِّیَارَ بَلَاقِعَ

رواه البيهقى فى السنن الصغرى عن ابى هريرة ولم يثبت اسناده موصولا وقدروى مرسلا ، صحيح الجامع برقم ۵۳۹۱ وأخرجه الاسماعيلى فى مسند حديث يحى بن أبى كثيرمن طريق على بن ظبيان عن ابى حنيفة عن ناصح أبى عبد الله عن يحى عن أبى سلمة عن أبى هريرة وأخرجه مسندالفردوس من طريق محمدبن الحسن عن ابى حنيفة به فى حديث ذكره الترمذى وأعله بالارسال واورده ابن طاهر بسند شامى من حديث أبى الدرداء ، رواه البزار من حديث عبد الرحمٰن بن عوف بلفظ " أليمين الفاجرة تذهب المال " وقال لا نعلم أسند هشام بن حسان عن يحى بنأبى كثيرغيرهٰذالحديث ولا نعلمرواه عن هشام الا بن عِلاثة وهو لَيِّن الحديث : ألتلخيص الحبيرفى تخريج احاديث الرافعى الكبير.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جھوٹی قسم آبادیوں کو چٹیل میدان بنا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ چوں کہ ستار العیوب و غفار الذنوب ہے لہٰذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ادھر کسی نے جھوٹی قسم کھائی اور ادھر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرما دیا بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جب شر عام ہو جاتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا قانون حرکت میں آ جاتا ہے۔ مگر جب تک مجموعی طور پر سب لوگ گرفتار بلا ہوتے اس وقت تک انفرادی طور پر مرتکبین اس کی پکڑ میں آتے رہتے ہیں جیسا کہ

وَاَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ اَبِیْ سُوَیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ : اِنَّ الْیَمِیْنَ الْفَاجِرَۃَ تَعْقِمُ الرَّحِمَ وَتُقِلُّ الْعَدَدَ وَتَدَعُ الدِّیَارَ بَلَاقِعَ

أخرجه الهندى فى " كنزالعمال " ۱۶/۶۹۶ ح ۴۶۳۸۰ وعزاه لعبدالرزاق عن معمربلاغا (الخطيب ، وابن عساكرعن ابن عباس . البغوى ، وابن قانع عن شيخ يقال له ابو سودة واسمه حسان بن قيس) واما

Marfat.com

حدیث ابن عباس : أخرجه الخطيب (۲۷۲/۷) وابن عساكر(۱۸/۸٦) و أورده الذهبی فی المیزان(۲/۲۲۷، ترجمة ۱۸۲۰ الحسن بن احمدبن الحكم وقال هذا خبرمنته منكر. ووافقه الحافظ فی اللسان (۲/۱۹۴، ترجمة ۸۸۰ الحسن بن احمد بن الحاكم)

ترجمہ: حضرت ابوسوید کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جھوٹی قسم کی نحوست عورتوں کو بانجھ بنا دیتی ہے، عمر میں برکت ختم کر دیتی ہے اور ہنستی بستی آبادیوں کو چٹیل میدان بنا دیتی ہے۔

نوٹ: پہلی حدیث شریف روایت کے اعتبار سے بہت عمدہ ہے مگر دوسری میں ایک ضعیف راوی کے باعث اضطراب تو ہے مگر چوں کہ اس کے مضمون کی پہلی روایت سے تائید ہوتی ہے لہٰذا میں نے پوری تخریج کے ساتھ عبرت کیلئے درج کر دی ہے۔

تو مطلب یہ ہوا کہ جس طرح جھوٹی قسمیں اٹھانے والا خود عذاب الٰہی کی زد میں ہوتا ہے اسی طرح اس کے ساتھ قائم رشتہ اور تعلق بھی مخدوش ہوتا ہے اور بالآخر رسوائی اور پشیمانی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور یہی پچھتاوا ہے حضرت غالبؔ مرحوم کا

دل دیا جان کے کیوں اس کو وفادار، اسدؔ
غلطی کی کہ جو کافر کو مسلماں سمجھا

کسی کافر کو مسلمان سمجھنا، ازدواجی زندگی کی بنیاد جھوٹ پر رکھنا اور عورت کو اس کے حقوق اور عزت سے محروم رکھنا یہ ایسے گناہ ہیں جن کی سزا دنیا پر ہی شروع ہو جاتی ہے:

عورت کو سمجھتا تھا جو مردوں کا کھلونا
اس شخص کو داماد بھی ویسا ہی ملا ہے

تنویر پیرا

Marfat.com

برطانیہ آمد

حکایت

ایک صاحب نے حضرت جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ عنہم کے سامنے اپنی تنگدستی کی شکایت کی تو آپ نے اسے حکم دیا کہ جاؤ اور نکاح کرو۔ وہ شخص نکاح کے کچھ عرصہ بعد پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ حضرت میرے حالات نہیں بدلے اسی طرح فقر و فاقہ کی حالت میں ہوں تو آپ نے بلا توقف اسے طلاق دینے کا مشورہ دیا۔

کسی نے عرض کیا: ''حضرت اس کی وجہ سمجھ نہیں آئی''؟ فرمایا: ''جب یہ پہلی بار آیا تھا تو میرا خیال تھا کہ ممکن ہے یہ ان لوگوں میں سے ہو جن کے ساتھ نکاح کی صورت میں اللہ کریم نے فراخی رزق کا وعدہ فرمایا ہے: ''وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ط اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ () النور ۳۲

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں ان کے نکاح کر دو اگر وہ نادار و غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

اور اب جب اس نے دوبارہ حالات نہ بدلنے کی شکایت ہے تو مجھے محسوس ہوا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو اس ارشاد باری کے تحت آتے ہیں'' وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا '' ۰۴ — النساء ۱۳۰

ترجمہ

اور (نا اتفاقی کی صورت میں) اگر میاں بیوی علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے نیاز کر دے گا، اللہ تعالیٰ وسعت والا حکمت والا ہے۔

بحر العلوم للسمرقندی رحمہ اللہ تعالی المتوفی ۳۷۳ھ

یعنی نکاح کے بعد بھی اگر حالات نہیں بدلے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میاں بیوی کا آپس میں سلوک اتفاق نہیں اور ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ علیحدگی اختیار کر لیں تو اللہ دونوں کی روزی فراخ کر دے گا، ورنہ لڑائی جھگڑے والے گھر سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت دور رہتی ہے بلکہ میاں بیوی دونوں ہی وقت سے بہت پہلے بوڑھے

Marfat.com

ہوجاتے ہیں۔

تمہارے گھر کی فضا سازگار ہے شاید
تم اپنی عمر سے چھوٹے دکھائی دیتے ہو

محمود ہاشمی

فائدہ: جس طرح دنیا میں اللہ کریم نے رزق حلال کے بہت سارے ذرائع اور مواقع مہیا فرمائے ہیں اسی طرح نکاح بھی ایک ذریعہ ہے کہ جب انسان کی زندگی میں بیوی آتی ہے تو اس کی برکت سے اللہ کریم رزق میں کشادگی پیدا فرما دیتے ہیں لیکن اس کیلئے شرط یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان لڑائی جھگڑا نہ ہو چوں کہ گھریلو ناچاقی رحمت کا دروازہ بند کر دیتی ہے لہٰذا ایسی صورت میں بہتر یہی ہوتا ہے کہ روز روز کے لڑائی جھگڑے کے بجائے باعزت طریقے سے علیحدگی اختیار کر لی جائے تو اس صورت میں اللہ کریم دونوں کی روزی فراخ کر دے گا۔

ان حقائق کی روشنی میں معلوم ہوا کہ کچھ لوگ جو غربت اور بے روزگاری کے سبب نکاح نہیں کرتے ان کو خود اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ ضمانت فراہم کی ہے کہ اگر وہ اسلام کی ہدایات کے مطابق نکاح کر لیں تو اللہ کریم ان کی بیویوں کی برکت سے ان کی روزی میں فراخی پیدا کر دے گا۔ یہاں تک کہ نکاح کے لئے مناسب وقت کا انتظار بھی باعث برکت ہے۔

میں ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہوں جسے اللہ کریم نے بیوی کی آمد کے ساتھ ہی بہت سی ایسی نعمتوں سے نوازنا شروع کر دیا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور اس ذات باری کی کریمی کی حد ہے کہ اس نے ہر بچے کی آمد کے ساتھ کسی نہ کسی نعمت کا اضافہ کیا ہے خاص کر بیٹیوں کی پیدائش پر۔

ستمبر 1981ء سے یو کے اسلامک مشن کی دعوت پر میں برطانیہ میں ہوں جس دوران لوٹن بیڈز کے علاوہ برمنگھم کے کئی سینٹرز میں بھی خطیب رہ کر اب فارغ البالی سے گھر کے کونے میں اپنی لائبریری تک محدود ہو گیا ہوں۔

حضرت مولانا نثار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

یہاں برطانیہ میں مجھے حضرت مولانا نثار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، بانی سپارک بروک اسلامک سنٹر برمنگھم، بانی جامعہ تفہیم الاسلام ہری پور ہزارہ، سابق امیر جماعت اسلامی ہزارہ ڈویژن، سابق صدر جمعیت اتحاد العلماء صوبہ پنجاب، مؤسس ماہنامہ اذان برمنگھم کے ساتھ کام کرنے کا یادگار تجربہ ہوا۔ میں نے اپنے اساتذہ کے بعد حضرت مولانا جیسا شفاف انسان نہیں دیکھا اور میں ہمیشہ ان الفاظ میں آپ کا تعارف پیش کرتا ہوں:

عربی کی طرح فصیح، اردو کی طرح متواضع، شیر کی طرح بہادر، ہیرے کی طرح پختہ، پھول کی طرح شگفتہ، بارش کی طرح سخی، آبجو کی طرح مستغنی، دودھ کی طرح خالص، شہد کی طرح شیریں، برف کی طرح اجلے، چاندنی کی طرح

Marfat.com

شفاف، تنہائی کی طرح بے ضرر، کتاب کی طرح دوست، جذبوں کی طرح جواں، بہار کی طرح خوشگوار اور اسلاف کی طرح باوقار انسان:

گوہرؔ وہ شخص ایسا بلا کا حسین تھا
دیکھا اسے تو آپ ہی شرمائی چاند رات

امتیاز علی گوہر

احساس زیاں سے آنکھوں میں بدلیاں اتر آئی ہیں اور اگر عرفیؔ کی طرح حوصلہ میسر آجائے تو میں ان آنکھوں کو حکم دوں کہ وہ ہر صبح دجلہ وفرات اور ہر شام راوی وچناب بھر کے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے غم میں رویا کریں کیوں کہ میرا بال بال حضرت مولانا کی شفقتوں کا مقروض ہے:

عرفیؔ اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

عرفیؔ

ماہنامہ اذان

حضرت مولانا نثار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کی نگرانی میں ماہنامہ اذان کی ادارت کا اعزاز حاصل ہوا جو آپ کی وفات تک جاری رہا مگر حضرت کی وفات کے ساتھ ہی نہ صرف یو کے اسلامک مشن کے ڈھانچے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا بلکہ سب کچھ بدل گیا اور میری طرح بہت سے احباب روحانی طور پر یتیم رہ گئے۔

جس کے بعد بہت سے مراحل ہیں مگر ان کی تفصیل سے میں کتاب کا حسن متاثر نہیں کرنا چاہتا۔ مختصر یہ کہ کچھ تجربات کے بعد میں اگرچہ خیر کے کاموں میں سب حضرات کے ساتھ تعاون کرتا ہوں مگر کسی جماعت کا Committed member نہیں ہوں۔ اللہ کریم جزائے خیر عطا فرمائے بیوی بچوں کو جنہوں نے ایک لائبریری قائم کرادی ہے جس میں بیٹھا لکھنے پڑھنے کا کام کرتا رہتا ہوں جس کے نتیجے میں میری یہ چوتھی تالیف آپ کے سامنے ہے۔

Radio XL

اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے کہ اس نے مجھے ریڈیو XL کی شکل میں ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا فرمادیا ہے جہاں مجھے رمضان شریف کے دوران درس دیتے ہوئے سولہ سال ہوگئے ہیں اس طرح مجھے ایک خیر کی نسبت سے اپنی کمیونٹی میں تعارف اور دعائیں حاصل ہیں۔

Marfat.com

اولاد

ڈاکٹر سعدیہ قریشی

Ph D In History of Science at Christ's College , University Of Cambridge 2005

بڑی بیٹی ڈاکٹر سعدیہ قریشی نے یونیورسٹی آف کیمبرج سے ہسٹری وفلاسفی آف سائنس میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد یونیورسٹی آف کیمبرج کے شعبہ تاریخ وفلاسفی آف سائنس میں سات سال پڑھانے کے بعد اب برمنگھم یونیورسٹی میں تدریس اختیار کر لی ہے۔اس طرح غالباً یہ پہلی پاکستانی کشمیری بچی ہے جس نے حالیہ سالوں میں اتنی تعلیمی ترقی کی ہے۔ڈاکٹر سعدیہ قریشی کی پہلی کتاب دوسال سے مارکیٹ میں ہے۔

Peoples on prade, Published by University of Chicago press Chicago and London

اور الحمدللہ کہ اس سال کے کتب مقابلہ میں سعدیہ کی کتاب کو پہلا انعام دیا گیا ہے۔علاوہ ازیں دوسری کتاب کی تکمیل کیلئے یونیورسٹی نے سعدیہ کو مزید انعام کے طور پر تنخواہ سمیت ایک سال کی چھٹی بھی دیدی ہے۔

سمیہ قریشی

BA - Hons - Accountig & Finance 2003 at Oxford Brookes University

چھوٹی بیٹی سمیہ قریشی نے آکسفورڈ بروک سے اکاؤنٹ اینڈ فائنانس میں بی اے آنرز کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ مقامی عدالتی نظام کے ساتھ کام کیا اب Inland Revenue میں ملازمت اختیار کر لی ہے۔

عمر فاروق قریشی

IMI Motor lighte vehicle technician training levels 1,2 and 3 (Motor engineering) at City College.Birmingham

عمر فاروق نے سٹی کالج سے موٹر انجینئرنگ میں چار سالہ ڈپلومہ مکمل کر لیا ہے۔

سمیرا قریشی

BA - Hons - Business & Business Law at city University Birmingham 2008

Marfat.com

2008ء میں سٹی یونیورسٹی آف برمنگھم سے بزنس اینڈ بزنس لاء میں بی اے آنرز کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد بنک میں ملازمت اختیار کر لی ہے۔

خالد فاروق قریشی

BSC - Hons - Accounting For Management at Aston University Birmingham 2009

Postgraduate Certificate in Education-Birmingham City University Secondary Math Teacher 2011

2009ء میں آسٹن یونیورسٹی سے اکاؤنٹنگ فار منجمنٹ میں بی ایس سی آنرز اور برمنگھم سٹی یونیورسٹی سے ایجوکیشن میں پوسٹ گریجویشن کے بعد 2011ء سے بطور میتھ ٹیچر مصروف ہے۔

سدرہ قریشی

Long Road Sixth Form College Cambridge 2009

زیر نگرانی ڈاکٹر سعدیہ قریشی کیمبرج کے ایک کالج میں زیر تعلیم رہی ہے جہاں سے فراغت کے بعد برسٹل یونیورسٹی میں ایک سال کے بعد تعلیم جاری نہیں رکھ سکی۔

Marfat.com

تالیفات

1 : کتاب النکاح

نکاح سے متعلقہ 432 صفحات پر مشتمل مستقل کتاب جس میں 416 موضوعات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث اور 112 بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا گیا تھا 2007 سے مارکیٹ میں آچکی ہے اور اب اس کے سیکنڈ ایڈیشن پر کام جاری ہے۔ تقریباً 750 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ''ہجرت کشمیر'' کے بعد جلد آپ کے ہاتھوں ہوگی۔ انشاءاللہ

2 : زنبیل

477 موضوعات اور 592 صفحات پر مشتمل میری دوسری کتاب ''زنبیل'' کا موضوع اخلاقیات ہے۔ جس کی ترتیب میں 129 مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے اور 2008 سے مارکیٹ میں ہے۔

3 : آثارِ بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری

اگرچہ چوہدری صاحب کی خدمت میں دوستی کی سوغات ہے لیکن محض چوہدری صاحب کی سوانح نہیں بلکہ میرپور کی تاریخ کا ایک روشن باب اور دینی وسماجی شخصیات کے تذکرے پر مشتمل کاوش جو 2009ء سے مارکیٹ میں ہے۔

4 : ہجرت کشمیر

الحمدللہ کہ ہجرت کشمیر آپ کے سامنے ہے جس کی تاخیر کا باعث تاریخ کشمیر پر حصول کتب میں دشواری اور مطالعہ رہا ہے۔ کیوں کہ میں اس موضوع کو نیا اسلوب دینا چاہتا تھا اور اب یہ فیصلہ کرنے میں قارئین کو آسانی رہے گی کہ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا۔

دیگر مصروفیات

☆ مزید دو کتابیں زیر ترتیب ہیں اگر اللہ کریم نے مہلت دی تو آئندہ سال تک ایک آدھ اور مکمل ہو جائے گی۔

☆ مقامی وقومی اخبارات کے علاوہ کبھی کبھی پاکستانی جرائد میں مضامین ارسال کرتا رہتا ہوں۔

☆ گزشتہ سولہ سال سے برمنگھم کے ریڈیو **XL Worldwide** کی نشریات میں درس قرآن وحدیث کا سلسلہ جاری ہے۔

☆ میں نے اپنے نام سے فیس بک شروع کر کے اسے ذریعہ تبلیغ کے طور پر اپنایا ہے جہاں آپ کو بہت سارے متنوع موضوعات پر مدلل آرٹیکل ملیں گے۔

Marfat.com

میرے احباب

وَأَعْذَبُ شَیْءٍ فِی الزَّمَانِ أَحِبَّةٌ
تَزُوْرُکَ أَوْ تَأْ تِیکَ رَسَائِلُ

ناصيف ألبازجي

دنیا کے تمام اسباب اور نعمتوں میں دوست بہت لذیز نعمت ہیں بشرطیکہ ملاقات یا کم ازکم خط وکتابت کے ذریعے رابطہ رہے۔

وَلَا خَيْرَ فِي الدُّنْيَا بِغَيْرِ صَبَابَةٍ
وَلَا فِيْ نَعِيْمٍ لَيْسَ فِيْهِ حَبِيْبُ

ألبيت بلانسبة فى ، روضة المحبين للامام العلامة شمس الدين محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية رحمه الله تعالىٰ

ترجمہ

دنیا کی زندگی میں محبت جیسی کوئی خیر نہیں اور نعمتوں میں دوست کے بغیر کوئی سرور نہیں۔

اس وقت میری یادوں کے افق پر بہت سے ایسے چاند طلوع ہیں کہ جو کبھی میرے دوست تھے یا جن کو دوست کہتے ہوئے مجھے سرور حاصل ہوتا تھا مگر ہجرت کے وقت ان میں سے اکثر بارڈر کے اس طرف رہ گئے تھے۔ اس طرح آج ان کی یادوں کے سوا میرے پاس کچھ نہیں اسی طرح دور طالبعلمی کے کچھ دوست ایسے تھے کہ سمندروں دور تک لحہ موجود کی طرح میرے ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور میں سوچتا ہوں کہ

وقت کی چند ساعتیں ساغر
لوٹ آئیں تو کیا تماشہ ہو

ساغر صدیقی

تحریکی زندگی میں بہت سے اچھے لوگوں کے قریب رہنے اور ان کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا مگر ان سب میں حضرت مولانا نثار احمد رحمۃ اللہ علیہ بانی سپارک بروک اسلامک سینٹر برمنگھم ایک ایسی نایاب ہستی تھی کہ جن کے بعد مجھے

Marfat.com

ہمیشہ آپ کی کمی محسوس ہوتی رہتی ہے:

هزار خویش که بیگانه از خدا باشد
فدائے یک تنِ بیگانه کا شنا باشد

گلستان سعدیؒ

ترجمہ: ہزار اپنے قریبی جو اللہ کریم سے بیگانے ہوں اس ایک بیگانے پر قربان کہ جو خدا شناس ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتا ہے۔

اور اب جب زندگی کا سفر اختتام پذیر ہونے کو ہے تو میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان میں سے اکثر ایسے بھی تھے کہ میں خود ان کی دوستی کے لائق نہ تھا کیوں کہ

میں فرشتوں کی صحبت کے لائق نہیں
ہم سفر کوئی ہوتا گنہگار سا

بشیر بدر

بہر حال اب جن حضرات کو میں دوست کہہ سکتا ہوں وہ اس لحاظ سے بہت عظیم ہیں کہ میری طرف سے مسلسل کوتاہی کے باوجود ان کے اخلاص میں کمی نہیں آتی۔ اس طرح میں ان کا ممنون و مقروض رہتا ہوں لہٰذا بتقاضائے مروت ان کا مختصر تعارف پیش کرنا ضروری ہے۔ لیکن اس سے پہلے ایک حکایت کا لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں دمشق کے دوستوں سے ناراض ہو کر قدس کے جنگلوں کی طرف نکل گیا جہاں جانوروں سے دوستی کر لی مگر ہوا یہ کہ فرنگیوں نے قید کر کے یہودیوں کے ساتھ طرابلس میں خندق کی کھدائی پہ لگا دیا۔

اس دوران میری جان پہچان والا حلب کا ایک رئیس ادھر سے گزرا تو اسے میری حالت پہ ترس آیا اور دس دینار کے عوض فرنگیوں سے آزادی دلا کر اپنے ساتھ حلب لے گیا جہاں سو دینار کے مہر پہ اپنی ایک بد اخلاق لڑکی سے میرا نکاح کر دیا۔ مگر اس نے میرا جینا دوبھر کر دیا جب میں نے اس کے سخت لہجے اور بد اخلاقی کی شکایت کی تو کہنے لگی: ''کیا تم وہی نہیں جسے میرے باپ نے دس دینار میں فرنگیوں کی قید سے آزاد کرایا تھا''؟ میں نے کہا: ''بی بی! بات یہاں ختم نہیں ہوئی بلکہ اس کے بعد اس نے سو دینار میں تمہارے ہاتھ فروخت کر دیا تھا لہٰذا

پائے در زنجیر پیش دوستاں
بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

ترجمہ

پاؤں میں بیڑیاں پڑے ہوئے اپنے دوستوں کے ساتھ قیدی بنکر رہنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی ان سے دور بیگانوں

Marfat.com

کے ساتھ کسی پھلدار باغ میں آزاد گھومتا پھرے''۔

اس تمہید کے بعد اپنے چند احباب کا تذکرہ لکھنا میرے لئے باعث افتخار ہے۔

ڈاکٹر اختر الزمان غوری چشتی دامت برکاتہم

اَلْمُتَّبِعُ السُّنَنِ وَالْآثَارِ، الحبیب ابن الحبیب ، طبیب ابن الطبیب و کریم ابن الکریم حضرت مولانا صاحبزادہ ڈاکٹر اختر الزمان غوری چشتی دامت برکاتہم

1944ء میں سندھ کے زرخیز ضلع میرپور میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد گرامی وقت کے ولیٔ کامل وطبیب اعظم حضرت مولانا حکیم حیات علی چشتی رحمہ اللہ میرپور آزاد کشمیر سے منتقل ہوکر مقیم ہو گئے تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی والدہ ماجدہ بھی خدا رسیدہ خاتون تھیں جن کے یومیہ معمولات میں سات سال کی عمر سے تہجد اور اس کے بعد دس پارے قرآن کریم و دیگر وظائف کے علاوہ تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا شامل تھا۔ جبکہ روزانہ بیس تیس مہمان بھی آپ کے دسترخوان پہ موجود ہوتے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب اپنے گاؤں میں پرائمری تعلیم کے علاوہ مائی صاحبہ سے قرآن کریم اور دیگر بنیادی دینی تعلیم مکمل کرتے ہوئے ہائی سکول میں داخل ہوئے جہاں سے فراغت کے ساتھ ہی اپنے والد گرامی کے زیر سایہ قائم عظیم دینی درسگاہ مدرسہ اشاعت القرآن ڈگری میں داخل ہو کر حضرت مولانا حافظ محمد شفیع رحمہ اللہ سے درس لیا۔

جس کے بعد دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار میں داخل ہو کر صاحب ''اعلاء السنن محدث کبیر وفقیہ الاثیر حضرت مولانا ظفر احمد عثانی رَوَّحَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ سے درس لینے کی سعادت حاصل کی بعد ازاں جامعہ بنوری ٹاؤن میں داخل ہوکر تکمیل فرمائی جہاں محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا عبد الرؤف سابق استاذ الحدیث دارالعلوم سہارنپور اور حضرت شیخ الحدیث مولانا نور محمد تلمیذ خاص استاذ المحدثین حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری زَیَّنَ اللّٰہُ وُجُوْھَھُمْ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور فراغت کے بعد سندھ یونیورسٹی سے BA اور BEMS کی ڈگریز کے علاوہ قرشی لیبارٹریز لاہور سے فاضل طب و جراحت میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔

الحیات دواخانہ میرپور

تعلیم سے فارغ ہوکر آپ نے سندھ میں ہی اپنا مطب چلانا شروع کیا تھا کہ 1985ء میں والد صاحب کے حکم پر بڑے بھائی حکیم بدیع الزمان صاحب سے مل کر میرپور میں الحیات دواخانہ قائم کیا جو آج تک قائم ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب طب کو ذریعہ معاش کے طور پر اپناتے ہوئے دینی و معاشرتی میدان میں بھی ہمیشہ سرگرم رہے ہیں جس کی تفصیل اس طرح ہے:

Marfat.com

مناصب

صدر زکوٰۃ کونسل ضلع میرپور، صدر طبی کانفرنس، صدر مؤتمر عالم اسلامی، رکن شرعی کونسل آزاد کشمیر، صدر جمعیت علمائے اسلام ضلع میرپور، معاون مؤسسین دارالعلوم الاسلامیہ F-2 میرپور، مدرسہ الحسن رٹہ کے اولین مہتمم، ڈاکٹر صاحب کے برطانیہ منتقل ہونے کے بعد یہ ادارہ چوہدری محمد یوسف صاحب کی نگرانی میں ایک کمیٹی چلارہی ہے۔ بانی الحیات دواخانہ برمنگھم، چیئرمین جامعہ الہدیٰ نوٹنگھم جس کے سیکرٹری حضرت مولانا رضاء الحق صاحب سیاکھوی ہیں۔

جمعیت ہائے علمائے برطانیہ میں سے ایک شاخ تو براہ راست حضرت کے حبالہ امارت وظل عاطفت میں قائم چلی آرہی ہے جس کے سیکرٹری جنرل کی طرف سے متعدد بار اعلان واقرار کے مطابق آپ تاحیات اس کے بے ضرر امیر رہیں گے۔

ایک دوسری باضابطہ اور رجسٹرڈ جمعیت کو بھی بالواسطہ حضرت کا فیض حاصل ہے اور وہ اس طرح کہ اس کے منتخب امیر خود عرصہ دراز سے آپ کے محبّ وسیکرٹری جنرل چلے آرہے ہیں جبکہ تیسری جمعیت بھی آپ ہی کی فیضیافتہ ہے کیوں کہ اس کے اکثر پروگرام آپ ہی کی صدارت میں سرانجام پاتے رہیں۔ ایک چوتھی جمعیت اور آپ میں زمینی فاصلہ تو بہرحال ہے مگر روحانی نہیں کیوں کہ دونوں طرف سے ہمیشہ احترام وعقیدت کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے۔

اس طرح حضرت موصوف کو برطانیہ میں انعقاد پذیر کانفرنسز، طبی ودینی موضوعات پر منعقدہ مجالس اور سیاسی جلسوں کی سب سے زیادہ صدارتیں کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

خلافت

آپ کی پہلی خلافت اپنے والد گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے اور دوسری مجلس تحفظ ختم نبوۃ کے عالمی امیر حضرت الشیخ مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کندیاں شریف سے۔

حضرت نے صاحب حیثیت بڑا آدمی ہونے کے باوجود اپنے ہم مرتبہ احباب کی طرح عقد ثانی کے بجائے بہت سے سیکرٹریز، مرضیٰ ومریدین اور محبین کی بڑی تعداد اس طرح ذخیرہ کر رکھی ہے کہ اس باب میں صرف حضرت ہی صاحب نصاً معلوم ہوتے ہیں لیکن باوجود بظاہر مستحق امیدواران خلافت میں سے کسی کی ابھی تک دستار بندی نہیں فرمائی اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ

طالب ملا کہیں نہ کوئی راہزن ملا
ہم جنگلوں میں درد کی دولت لیے پھرے

مقصود وزیرآبادی

حضرت اپنے اخلاق کریمانہ کے باعث علما ومشائخ، خواص وعوام اور مسلم وغیر مسلم سب میں یکساں مقبول

Marfat.com

اورعزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔آپ کی شبانہ روز خدمت خلق اورمحنت کے باعث چند سال پہلے جب دل نے اپنا بنیادی حق استعمال کرتے ہوئے فنی خرابی کا سگنل دینا شروع کیا کہ دل آخر دل ہی ہوتا ہے سنگ وخشت یا فولاد نہیں۔اسی لئے حضرت غالب مرحوم جنت واپسی سے قبل اپنے تجربے کی روشنی میں یہ راز کی بات کہہ گئے تھے کہ

دل ہی تو ہے‘ نہ سنگ وخشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں

غالب

دل کا بنیادی کام تو جسم میں خون کی گردش کو بحال رکھنا ہے اس کے باوجود حضرت غالب مرحوم نے بھی آنکھوں کی کمائی کے باعث اس بیچارے سے بہت سے اضافی کام لیے تھے جس کے باوجود اگر سالم دل ساتھ لے گئے ہیں تو اس کی وجہ آپ نے خود یومیہ ہزار بار رونا بیان فرمایا ہے جس میں حکمت یہ ہے کہ آنکھیں جب اپنے کیے کی سزا خود بھگت لیتی ہیں تو دل کو اضافی کام نہیں کرنا پڑتا لہٰذا پہلے وقتوں کی طرح آج بھی حضرت غالب کے قبیلے کے لوگ یہی مشورہ دیتے نظر آتے ہیں:

اندھیری رتوں میں گریہ ٔ بے سبب کی توفیق
میسر آئے تو غم کی دولت سنبھال کر رکھنا

افتخار عارف

مگر ہوتا یہ ہے کہ بڑے لوگ اس کی نزاکت کا احساس کیے بغیر نہ صرف روتے نہیں یا رو نہیں سکتے بلکہ اس کے استعمال میں اسراف کے مرتکب پائے جاتے ہیں جس کا نتیجہ خوشگوار نہیں ہوتا۔اس طرح بائی پاس تک معاملہ پہنچ گیا جس کے ساتھ ہی مقامی مساجد میں دعائیں، گھروں میں ورد وظائف اور کچھ گردواروں میں حضرت کی صحت یابی کیلئے پاٹھ شروع کر دیئے گئے۔اللہ تعالیٰ بہر حال کریم اور شافی مطلق ہے اس نے دعا کی قبولیت کا وعدہ بھی فرما رکھا ہے جس کی بنا پر شفا مقدر تھی مثبت نتائج ظاہر ہوتے ہی ڈاکٹر نے بصد احترام رخصت کرتے ہوئے پیشہ وارانہ مشوروں سے بھی مستفید فرمایا کہ آئندہ کیلئے مہمان ومرضیٰ نوازی سمیت اپنی مصروفیات میں کمی کرتے ہوئے پیدل چلنا شروع کر دیں۔حالاں کہ حضرت خود بھی اپنے مریضوں کو یہی مشورہ دیتے آئے ہیں مگر اس کے باوجود حضرت کی مصروفیات، مہمان ومرضیٰ کی آمدورفت میں کمی کے بجائے دوران علالت اس سلسلے کے موقوف ہوجانے کی تلافیٔ مافات کے طور پر روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا جو تا حال جاری ہے۔

اوراس کی بہت سی فنی وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت کی خاندانی کمزوری یا مزاج ایسا ہے کہ جس روز دو چار مہمان دسترخوان پہ حاضر نہ ہوں آپ اچھی طرح کھانا تناول نہیں فرما سکتے۔اس طرح غالباً اہل خانہ بھی اللہ کریم کی بارگاہ میں وقفے وقفے سے مہمان نازل کرنے کی درخواست کرتے رہتے ہیں تا کہ حضرت کو قلبی سکون حاصل رہے۔

چوں کہ میں بھی حضرت کے محبین ومعتقدین میں سے ہوں۔اکثر آپ کے دسترخوان پر حاضری ہوتی رہتی ہے مگر کہیں کسی نشست میں آپ سے جی بھر کے گفتگو کرنے کا موقع نہیں ملتا اگر حصول سعادت کیلئے فون کیا جائے

Marfat.com

تو اکثر اہل خانہ کچن میں اور حضرت فرنٹ روم میں مہمانوں اور مریدوں کے ساتھ مصروف یا اپنے دواخانے میں مریضوں میں گھرے ہوتے ہیں۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضرت تشخیص مرض کی فیس وصول نہیں کرتے بلکہ ادویات کا واجبی سا ہدیہ کافی تصور کرتے ہیں جس میں حسب وعدہ اللہ کریم نے بہت سی برکت عطا فرما رکھی ہے۔

جبکہ برطانیہ جیسے ترقی یافتہ اور دولتمند ملک میں بھی مخلوق خدا کا وہی عقیدہ ہے جو غیر ترقی یافتہ غریب ممالک کے عوام کا ہے کہ فیس لے کر علاج کرنے والے طبیب مخلص نہیں ہوتے جبکہ معالج کے اخلاص کے بغیر شفا کی امید رکھنا بالکل عبث ہے۔

بلکہ بعض مریدین تو یہاں تک اخلاص پہ ایمان رکھتے ہیں کہ ادویات کا واجبی سا ہدیہ بھی حضرت کو پیش کرنے کے بجائے دگنے تگنے ثواب کی نیت سے کسی اور مفید مد میں صرف کرنا زیادہ مناسب خیال کرتے ہوئے ادویات کے بجائے روحانی علاج شروع کرنے کی درخواست کرتے ہیں جس کا کوئی ہدیہ نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود اگر کوئی بامروت مرید دو چار پونڈ پیش کرنا چاہے تو حضرت کے روحانی مسلک میں اس ہدیئے کی حیثیت شجر ممنوعہ کی ہے جس نے جنت سے نکلوا دیا تھا اور اب دنیا سے اخراج کے ڈر سے اپنی جیب میں ڈالنے کے بجائے حضرت کسی ادارے کا ڈبہ آگے کر دیتے ہیں۔

اور جب اس قسم کے مریضوں کی تعداد میں بتقاضائے اخلاص اتنا اضافہ ہو جائے کہ کرائے کے مطب میں بیٹھنے کی گنجائش نہ رہے تو ایک آدھ کو میرے فون نمبر کے ساتھ ساتھ چند فضائل بھی املاء کرا دیتے ہیں تاکہ سند رہے۔ ایک صاحب نے اپنی زندگی کا تجربہ بیان کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ ''میں نے اپنی زندگی میں حضرت جیسا مخلص، پیدائشی نیک اور خوش اخلاق طبیب نہیں دیکھا'' میں نے پوچھا کہ اس کی وجہ؟ اس نے کہا کہ حضرت کو میرے لباس اور شکل سے شبہ ہو گیا تھا کہ میں غریب آدمی ہوں حالاں کہ ایسا نہیں بلکہ بتقاضائے پیشہ میں اجلا لباس پہن ہی نہیں سکتا اور اب وقت کے ساتھ ساتھ عادت سی بن گئی ہے تاہم اگر میں اپنی صفائی میں نہ بولتا تو حضرت مجھے بس کا کرایہ عنایت فرمانے والے تھے۔

میں نے کہا: ''حضرت کی اس قسم کی فیاضی نے نادار و مستحقینِ فیس معالجین و عاملین کو جو عملاً نقصان پہنچایا ہے اس کے کفارے کے طور پر جتنی استغفار لازم آتی ہے اس کیلئے ہر معالج یا عامل کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ براہ کرم آئندہ کیلئے کام سے گھر جا کر غسل کر کے ساتھ صاف کپڑے پہن کر بزرگوں کے پاس جایا کرو اور ہدیہ بھی پیش کیا کرو تاکہ جلدی شفا نصیب ہو۔

اسی طرح تقاریب نکاح میں بھی فیس کے بجائے بچی کے والدین کو افسردہ دیکھ کر حضرت جیب سے کچھ نہ کچھ دے آتے ہیں جس سے مستحق نکاح خوانوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ غالباً حضرت پاکستان کے دورے پہ تھے جس کے باعث یہاں سپارک ہل میں آپ کے ایک مرید کی بچی کا نکاح پڑھانے کیلئے حاضر ہوا تو بچی کے باپ نے نکاح سے پہلے مجلس میں آپ کے ایسے ہی خصائص و فضائل پر تقریر شروع کر دی۔ جس پر عرض کیا: ''میں حضرت کی اقتدا میں مفت نکاح تو پڑھا سکتا ہوں کہ اپنے ہم پیشہ دوستوں کو یہ کہہ کر خاموش کرا دوں گا کہ زوجین کے والدین نے ریاکاری سے بچنے کیلئے ہدیہ میری جیب میں ڈال دیا تھا مگر جیب سے دے کر اس پیشے کو بدنام نہیں کر سکتا''۔ رہا معاملہ حضرت کی اقتدا کا تو وہ

Marfat.com

ویسے بھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے علاوہ کسی کو خلافت عطا فرمانے والے نہیں۔

میں حضرت کا ممنون ہوں کہ میری ٹوٹی پھوٹی تحریروں اور اسی طرح کے ریڈیو پروگراموں پر نہ صرف میری حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں بلکہ سال میں ایک آدھ بار حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی رفاقت میں بنفس نفیس میرے غریب خانے پہ تشریف لا کر میری ہمت بندھا جاتے ہیں۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ آپ کے علم وعمل اور جان ومال میں اپنے شایان شان برکت عطا فرمائے۔ آمین.

حضرت مولانا صاحبزادہ امدادالحسن نعمانی دامت برکاتہم

حضرت موصوف 1944ء میں مشرقی پنجاب کے معروف شہر لدھیانہ میں پیدا ہوئے جہاں سے 1947ء میں ہجرت کے بعد فیصل آباد آکر مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے۔ آپ کے والد چوہدری عمر دین مرحوم اگرچہ فارسی کے بہترین عالم اور مجلس احرار اسلام کے فعال کارکن تھے مگر عربی کتب نہیں پڑھے ہوئے تھے۔ اس طرح صاحبزادہ صاحب اپنے خاندان میں پہلے جید عالم ہیں۔

محلے کی مسجد میں حفظ کے بعد جامعہ رضویہ مظہر الاسلام میں داخل ہوئے جہاں حضرت مولانا محمد سردار احمد رضوی رحمہ اللہ سے کسب فیض کرنے کے بعد جامعہ قاسمیہ لاہور میں حضرت مولانا شاہ محمد رحمہ اللہ سے کچھ عرصہ درسی کتب پڑھیں اور اس کے بعد جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں داخل ہو کر حضرت مولانا غلام محمد اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمہما اللہ سے شرف تلمذ حاصل کیا جس کے بعد جامعہ بنوریہ کراچی میں شیخ العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ سے موقوف الیہ میں درس لینے کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخل ہو کر مشاہیر العصر شیخ الکل حضرت مولانا رسول خان، مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی اور مولانا عبدالرحمٰن رحمہم اللہ سے دورۂ حدیث مکمل کیا۔

1985ء میں یہاں برطانیہ میں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہما اللہ اور حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم نے علمائے برطانیہ کے تعاون اور مشورے سے ختم نبوۃ کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد ڈالی تو حضرت صاحبزادہ صاحب کو ڈپٹی سکریٹری جنرل منتخب کر لیا گیا۔

2000ء میں آپ نے Taunton Road پہ ختم نبوۃ کے نام سے ایک سینٹر کی بنیاد رکھی مگر منظوری نہ مل سکی جس کے بعد 2005ء میں بوڈزلی وِلج میں ایک چرچ خرید کر ختم نبوۃ ایجوکیشن سینٹر قائم کیا۔

آپ کی نگرانی میں اب تک عظمت صحابہ کے نام سے بارہ کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں جو پہلے مرکزی جامع مسجد برمنگھم میں منعقد کرائی جاتی تھیں لیکن اب 2005ء سے اسی سینٹر میں کامیابی سے انعقاد پذیر ہوتی ہیں جن کیلئے حضرت مولانا محمد قاسم اور راقم الحروف ہمیشہ نظامت کے فرائض سرانجام دیتے آئے ہیں۔

Marfat.com

بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری

1983ء سے چوہدری صاحب کے ساتھ شناسائی تھی جو گزشتہ دس برس سے دوستی میں تبدیل ہوگئی ہے۔ میں نے اس دوستی کے اعتراف میں چوہدری صاحب کے تعاون سے پانچ بہتر (562) صفحات پر مشتمل میر پور کی دینی تاریخ کے حوالے سے ایک کتاب ''آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری'' لکھی ہے جو عرصہ سے مارکیٹ میں ہے۔ اس کتاب میں چوہدری صاحب کے تعارف کے ساتھ علماء و مشائخ میر پور کی خدمات کا اعتراف ہے اور میں یہ سعادت حاصل کرنے پر مسرور ہوں۔

چوہدری انجم سلطان شہباز

چوہدری صاحب کے نام ایک عریضہ بتاریخ 07/02/2010 برادر محترم چوہدری انجم سلطان شہباز صاحب مَتَّعْنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِطُوْلِ حَیَاتِہٖ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ سے دعاً ہے کہ میرا یہ عریضہ باعث اطمینان و مسرت ثابت ہو!

باعث تحریر آں کہ آج کے ای میل میں میری تیسری تالیفی کوشش ''آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری'' کے متعلق آپ کی رائے گرامی پڑھ کر مجھے جو دلی مسرت، سرور اور اطمینان حاصل ہوا ہے میں اسے الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ آپ جیسے بلند پایہ صاحب قلم کا میرے جیسے طالبعلم کی اتنی فراخدلی سے حوصلہ افزائی فرمانا یقیناً اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی پرورش کسی عمدہ Blueblood خاندان میں ہوئی ہے ورنہ کم درجے کے انسان کا اتنا حوصلہ اور ظرف نہیں ہوسکتا اور ہمارے دور کا یہی المیہ ہے:

کوئی بھی آدمی پورا نہیں ہے
کہیں آنکھیں کہیں چہرا نہیں ہے

امجد اسلام امجد

یہی وجہ ہے کہ اس قحط کے دور میں میں بڑے بڑے لوگ مایوس ہوئے ہیں:

وہ بے حسی ہے مسلسل شکستِ دل سے منیر
کوئی بچھڑ کے چلا جائے غم نہیں ہوتا

منیر نیازی

Marfat.com

میں نے آپ کے کام اور نام پر غور کیا ہے ''انجم'' سلطان'' شہباز'' تینوں میں استغناء، رفعت اور وسعت مشترک ہیں مجھے خوشی ہے کہ میں اس دور میں آپ جیسے عمدہ انسان سے متعارف ہوں اور اس کا ایک پس منظر ہے۔

میں طبعاً لائبریری کی کتب استعمال نہیں کر سکتا کیوں کہ مطالعہ کے بعد واپسی کے وقت مجھے اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی شادی کے بعد چند روز کیلئے بیوی کو میکے چھوڑنے پر ہوتی ہے۔ اس تکلیف سے بچنے کیلئے میں نے اپنی ذاتی لائبریری پر پچھلے چودہ سالوں میں تقریباً پچیس ہزار پونڈ خرچ کیے ہیں مگر یہ ساری امہات الکتب عربی میں ہیں جو سعودی عرب اور بیروت سے امپورٹ کی گئی ہیں اس کے باوجود ہوا یہ کہ کشمیر کے موضوع پر ایک مضمون کے سلسلے میں چند ماہ پہلے مجھے سپارک ہلSpark Hill اور ہال گرین Hall Green کی پبلک لائبریریز میں جانا پڑا جہاں لائبریری کے استقبالیہ ڈیسک پر تشریف فرما ایک حلیم و معزز خاتون سے مل کر مجھے لائبریری سے انس پیدا ہو گیا۔

محترمہ چوں کہ پیدائشی انگریز تھیں کہنے لگیں: ''کشمیر کے نام سے تو میں بخوبی واقف ہوں مگر کسی موزوں کتاب کی نشاندہی سے قاصر ہوں البتہ پہلے رکنیت حاصل کر لیں اس کے بعد میں آپ کو اردو سیکشن کی طرف راہنمائی کرتی ہوں جہاں ممکن ہے آپ کی مشکل آسان ہو جائے ورنہ یہ کارڈ آپ کو ہماری یاد دلاتا رہے گا''۔

میں جب اردو سیکشن میں پہنچا تو آپ کی بے نظیر کتاب ''اقوام پاکستان کا انسائیکلوپیڈیا'' کے پہلے ایڈیشن کا نسخہ مجھے دعوت مطالعہ دے رہا تھا۔ میں خاتون کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہیں اس کے مطالعے میں منہمک ہو گیا کافی دیر بعد جب دوسری شیلف پر نظر پڑی تو جناب محمد دین فوق صاحب کی ''مکمل تاریخ کشمیر'' دعوت نظارہ دے رہی تھی اس طرح دونوں کتابیں لیکر لوٹا تو اس سے پہلے کہ انہیں واپس کرتا دونوں کتابیں پاکستان سے میرے پاس برمنگھم پہنچ گئیں۔

مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ میں آپ جیسے بڑے رائٹر کی کتب سے ناواقف تھا۔ اس وقت الحمدللہ آپ کی تالیفات میں سے: اقوام پاکستان کا انسائیکلوپیڈیا، تاریخ جہلم، میرا جہلم، تذکرۂ اولیائے جہلم، فردوس کشمیر میرے سامنے ہیں جن کے مطالعہ سے بہت لطف اندوز ہوا ہوں اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس نفرت کے دور میں جہاں بعض ایسی کتب سامنے آئی ہیں جنہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے تبخیر معدہ کے مریض نے مردار کھا کر تے کر دی ہو، آپ نے بحیثیت مجموعی بہت مفید، علمی اور مثبت کام کیا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

آپ نے ''تاریخ جہلم'' میں وجہ تسمیہ کے تحت بعض حضرات کی رائے نقل فرمائی ہے کہ ''جب دارائے اعظم اپنی فتح کے جھنڈے گاڑتا ہوا دریائے جہلم کے کنارے واقع ایک مقام پر پہنچا تو اس نے اپنا پرچم وہاں نصب کر دیا اور اسے 'جائے علم' یعنی پرچم کی جگہ قرار دیا یہ لفظ کثرت استعمال سے جہلم ہو گیا''۔ تاریخ جہلم ص ۹۲

مجھے اگر چہ ان حضرات کی رائے سے اختلاف ہے کیوں کہ دارائے اعظم کے وقت ایسی ترکیب جو فارسی اور عربی کے دو الفاظ پر مشتمل ہے کا استعمال ناقابل فہم توجیہہ ہے اس کے باوجود میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو یقیناً اس پرچم کو مزید بلند کرنے کا سہرا آپ کے سر ہے۔

آپ جیسے فرزند جہلم پر نہ صرف اہل جہلم بلکہ ہم کشمیریوں سمیت ہر پاکستانی کو فخر ہے۔ بہر حال میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

آپ کے علم وعمل، عمر وقلم میں برکت عطا فرمائے۔آپ کی نئی تالیف ''جامع الاقوام'' کا اسی شدت سے انتظار رہے گا جس طرح کہ کسی کو بیوی کا میکے سے واپسی کا انتظار رہتا ہے:

او جانے والے آ کہ تیرے انتظار میں
رستے کو گھر بنائے زمانے گزر گئے

خمار بارہ بنکوی

آپ کی تالیفات میں بعض اسماء واماکن اور ظروف ایسے ہیں کہ انہیں اردو نستعلیق قالب مہیا نہیں کر سکتا کیا بہتر ہو کہ انہیں عربی رسم الخط میں لکھ دیا جائے۔

''تاریخ جہلم'' میں شعرائے جہلم کے ذیل میں آپ کا اسم گرامی پڑھ کر ایسا محسوس ہوا کہ گویا میرا نام لکھا ہو مگر جیسا کہ آپ نے تسلیم فرمایا ہے کہ شعر کے معاملے میں میرا ایک ذوق ہے اس کے باوجود اب تک آپ کی شاعری سے محرومی قرین الفت نہیں۔

آپ نے ''آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری'' میں کمپوزنگ کی جس غلطی کی نشاندہی فرمائی میں اس کیلئے شکر گزار ہوں مگر اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ میں نے کتابیں لکھنے کی غرض سے نیا نیا کمپیوٹر سیکھا ہے اور باوجود اس کہ میں دلی طور پر اس کو اپنا دوست تسلیم کرتا ہوں مگر اس کے اسرار و رموز سے ابھی تک آگاہی نہیں ہو سکی میرے لئے دعا فرمائیں میں اس قابل ہو جاؤں کہ آئندہ آنے والی کتاب میں ایسی غلطیاں نہ پائی جائیں''۔

نوٹ: اس کے بعد چوہدری صاحب نے میری تالیف ''کتاب النکاح'' پر ماہنامہ روہتاس رنگ جہلم میں انتہائی عمدہ تبصرہ لکھا جو بعد میں ماہنامہ چراغ اسلام جامعہ عربیہ گوجرانوالہ نے بھی شائع کیا۔

جب آپ کو معلوم ہوا کہ میں آپ کی تالیف '' فردوس کشمیر'' سے استفادہ کر رہا ہوں تو کتاب کا مکمل Composed مسودہ مجھے ای میل email کر دیا تا کہ میرا وقت بچ سکے۔

چوہدری انجم سلطان شہباز کا شمار پاکستان کے ان اہم سکالرز اور مصنفین میں ہوتا ہے جو اپنا منفرد اور خاص اسلوب رکھتے ہیں۔آپ کی انتھک محنت، کاوش اور لگن کا نتیجہ ہے کہ اس وقت تاریخ و مذہب سمیت متنوع موضوعات پر آپ کی کتب نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کے ممالک کی بک شاپس اور لائبریریز کی زینت ہیں۔

آپ 14 ستمبر 1967ء کو اپنے ننھیالی گاؤں چڑیوالی (ہیڈ مرالہ سیالکوٹ) میں پیدا ہوئے۔آپ کے پردادا حضرت میاں امام دین اور دادا حضرت الحاج میاں محمد عالم اپنے وقت کے جید عالم دین گزرے ہیں جو موضع نروال (تحصیل سرائے عالمگیر) میں آباد تھے۔آپ کے آباء واجداد شوپیاں (جموں و کشمیر) سے ہجرت کر کے پہلے سیالکوٹ اور پھر کھمبی نزد سرائے عالمگیر آباد ہوئے۔

آپ معروف گوت تھوتھال سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول کھر کا کھدریالہ،

Marfat.com

ایف جی سکول منگلا کینٹ، پبلک ویلفیئر پرائمری سکول سیالکوٹ سے حاصل کی۔ میٹرک تک گورنمنٹ ہائی سکول کھر کا کھدریالہ میں زیر تعلیم رہے۔ پانچویں میں ضلع گجرات میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ آٹھویں میں راولپنڈی بورڈ میں نمایاں اعزاز حاصل کیا مگر نامساعد حالات کی وجہ سے میٹرک کے دوران ہی سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا۔

ایک سال محنت ومزدوری کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ تبلیغ الاسلام ہائی سکول جہلم سے میٹرک کا پرائیویٹ امتحان دیا اور کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول سرائے عالمگیر کے پی ٹی سی یونٹ میں داخلہ لیا اور گوجرانوالہ بورڈ میں پہلی پوزیشن حاصل کی جس پر آپ کو چوہدری محمد فاروق شہید (سابق صوبائی وزیر قانون) کے ہاتھوں انعام بھی دیا گیا۔ آپ اس پی ٹی سی یونٹ کے صدر اور اسکاؤٹس میں "چیف سنہرا شاہین" اور ایگزیکٹو کے عہدوں پر رہے اور اسکاؤٹنگ میں پنجاب میں پہلی پوزیشن لی جس پر آپ کا ایک کتاب "الفاروق" اور امتیازی سند دی گئی۔

ایف اے کا پرائیویٹ امتحان راولپنڈی بورڈ سے پاس کیا۔

پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن، ایم اے (اردو) اور بی ایڈ کے امتحانات پاس کیے۔ لالہ موسیٰ ایلیمینٹری کالج فار ٹیچرز سے سی ٹی کا امتحان بھی پاس کیا۔ کمپیوٹر کی فیلڈ میں مختلف کورسز کیے۔ مظفر آباد یونیورسٹی آزاد جموں وکشمیر سے انگلش میں ماسٹر کا امتحان دیا۔ 1990ء سے محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے اور ضلع جہلم کے مختلف سکولوں میں خدمات سرانجام دیں۔ طلبا کے علاوہ بے شمار اساتذہ کو بھی کمپیوٹر اور ریفریشر کورسز کرا چکے ہیں۔ آج کل ڈائریکٹریٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ پنجاب میں ڈسٹرکٹ ٹیچر ایجوکیٹر کے عہدے پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور دولتالہ، سکھو (راولپنڈی) اور ضلع جہلم کے سیکڑوں ٹیچرز کو تربیت دے چکے ہیں۔

سکول کے زمانے سے ہی ادب سے وابستگی ہو گئی۔ جہلم کی ادبی تنظیموں الادب، ادب افروز اور قلم قافلہ میں شامل رہے۔ جہلم ریسرچ سوسائٹی کے صدر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ دینہ کی ادبی تنظیم دیدہ ور کے صدر اور نقوش کے چیف ایگزیکٹو رہے۔ جہلم نیوز ڈاٹ کام میں ڈپٹی ایڈیٹر، جہلم ٹوڈے ڈاٹ کام میں چیف ایڈیٹر، نیوز جہلم ڈاٹ کام میں چیف ایڈیٹر اور ڈیلی پنجاب ڈاٹ کام میں بطور چیف ایڈیٹر کام کیا۔ روزنامہ اخبار جہلم میں سب ایڈیٹر اور ماہنامہ حضور حق میں بطور معاون مدیر کام کیا۔ پوٹھوہاری اخبار سنگی کے چیف ایڈیٹر رہے۔ پوٹھوہار رنگ اور روہتاس رنگ کے نام سے ادبی میگزین کی اشاعت کرتے رہے۔ مؤخر الذکر کے چیف ایڈیٹر رہے۔ پاکستان ٹیلی وژن کے پروگرام "وسنا پوٹھوہار" میں قلعہ روہتاس جہلم کا تعارف کرایا۔ ایف ایم 95 جہلم پر مشاعرہ میں حصہ لیا۔ انگریز مصنفین کی بائیس کتب میں آپ کے حوالجات موجود ہیں۔

آپ کے اساتذہ

آپ کے اساتذہ میں جناب محمد فیض احمد (کھر کا شریف)، جناب محمد عدالت خاں (گڑھا)، جناب محمد بشیر

Marfat.com

احمد (سمبلی)، جناب ابوالاحسان چوہدری نذر محمد (جہلم کینٹ)، جناب چوہدری محمد اکرم (نروال)، جناب چوہدری محمد ادریس (کھر کا شریف)، جناب عبدالخالق (منڈی بہاؤالدین)، جناب سکندر حیات، (چھموں، منڈی بہاؤالدین)، جناب محمد اشرف (مانگٹ، منڈی بہاؤالدین) جناب طارق مدثر (سرگودھا)، جناب قاضی غلام نبی (سرائے عالمگیر) جناب چوہدری عبدالرشید (میہ کلاں)، محترمہ شائستہ جبین صاحبہ (منگلا)، جناب ظفر صاحب (منگلا) کے اسما شامل ہیں۔

پروفیسر ارشد علی کہتے ہیں کہ لوگوں کو دور دراز کی چیزیں تو نظر آتی ہیں مگر اپنے سامنے انجم سلطان شہباز نظر نہیں آتا جس کی بنیادی وجہ ان کا قریب نظری کا نقص ہے۔ پروفیسر ارشاد حسین ارشاد نے اس قطعہ میں ان کو خراج تحسین پیش کیا ہے:

سکندرو پورس کا اسے دمساز کہتے ہیں
شروعات بشر کا یہ بھی ہے ہمراز کہتے ہیں
نہ پوچھو وسعتیں جولانی تحریر کی اس کی
اسے انجمؔ اسے سلطاںؔ اسے شہبازؔ کہتے ہیں

تالیفات

اس وقت آپ کی سو کے قریب کتب اشاعت سے آراستہ ہو چکی ہیں جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:

حیات محمد	حضرت ابوبکر صدیق
تاریخ جہلم	تذکرہ اولیائے جہلم
تاریخ روہتاس	آئینہ روہتاس
مقدمہ ابن خلدون	تاریخ ابن خلدون
تاریخ جنات وشیاطین	فردوس کشمیر
حضرت بابا فرید	حضرت پیر سلمان پارس ۷
میرا جہلم	اقوام جہلم
نماز اور جدید سائنس	دین دلیل کے ساتھ
اینڈ آف ٹائم	دجال ایک فتنہ
حضرت بابا شیر شاہ مشہدی	قصہ شاہ منصور
ہدایت المسلمین	انوار سہروردیہ
اقوام پنجاب	اقوام پاکستان کا انسائیکلوپیڈیا

Marfat.com

تاریخ پوٹھوار — خالد سیف اللہ ۲
سکندر اعظم — رشحات الانس (انگلش)
شیر شاہ سوری — اے کمپری ہینسو بک آف جموں و کشمیر نالج

محترم چوہدری عبدالخالق صاحب دامت برکاتہم

مؤسس جماعت اسلامی میرپور آزاد کشمیر و سابق امیر ضلع

قَالَ رَجُلٌ لِيُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : كَيْفَ صَنَعَ بِكَ اِخْوَتُكَ حَيْثُ طَرَحُوْكَ فِي الْجُبِّ ؟ فَقَالَ لَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ صَنِيْعِ اِخْوَتِيْ وَلٰكِنْ سَلْنِيْ عَنْ صَنِيْعِ رَبِّيْ.

البصائر والذخائر (تفسیر القرآن) تالیف الاستاذ ابوحیان علی بن محمد بن العباس التوحیدی : تفسیر سورۃ یوسف

ترجمہ

ایک صاحب نے حضرت یوسف علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کے بھائیوں نے آپ کو کنوئیں میں پھینکتے ہوئے کیا طریقہ اختیار کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: اس کے بجائے یہ سوال کرو کہ اس موقعہ پہ میرے کریم رب نے کیسے میری دستگیری فرمائی تھی

1947ء اور اس کے بعد 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران اپنے ہم وطن ہندو اور سکھ بلوائیوں نے مسلمانوں پر کیسے کیسے مظالم ڈھائے یہ ایک المناک داستان ہے جس کی کچھ تفصیل بیان کر چکا ہوں اور کچھ بیان کرنے کیلئے الفاظ اور حوصلہ نہیں۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ جب 1965ء ہم بچے کھچے اور لٹے پٹے میرپور پہنچے تو اس وقت اہل میرپور میں سے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کیلئے منتخب فرمایا ان میں ایک معتبر نام ہے محترم چوہدری عبدالخالق صاحب دامت برکاتہم اور آپ کی قیادت میں جماعت اسلامی کے کارکنان کا۔

پرانے میرپور سے چکسواری جاتے ہوئے کھڈ کے اس پار پکی سڑک کے کنارے موضع جھنگ سے مشرق کی طرف ارائیں برادری کے تقریباً چار سو گھروں پر مشتمل ''جدہال'' ایک گنجان آباد اور انتہائی زرخیز گاؤں تھا چوہدری صاحب اور آپ کے مخلتی خاندان کا تعلق اسی جدہال سے تھا جو اب عرصہ سے زیر آب آچکا ہے۔

چوہدری صاحب پرانے میرپور میں آڑھت کا بزنس کرتے تھے اور علاقے میں ایک انتہائی دیندار و مخیّر اور سماجی کارکن کی حیثیت سے معروف رہے ہیں۔ تحریکی خدمات کے ساتھ نیو میرپور میں بزنس کرتے رہے ہیں اور بلاشبہ آپ کی کمائی کا ایک بڑا حصہ تحریک اور تحریکی دوستوں کے کام آیا ہے۔

اب خود تو پیری کے باعث فعال نہیں رہے مگر آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر ریاض احمد صاحب مؤسس ریاض ہسپتال میرپور میدان عمل میں ہیں اللہ کریم آپ کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

Marfat.com

علامہ مفتی عبدالرسول منصورالازھری دامت برکاتہم

اَلْوَاعِظُ الْبَصِیْر ، اَلْفَقِیْهُ الْاَثِیْر علامہ مفتی عبدالرسول منصورالازھری، میرے ان دوستوں میں سے ہیں جنہیں میرا وقت ضائع کرنا گوارا نہیں اس لئے اکثر فون کر کے معلوم کرتے رہتے ہیں کہ آج کتنا مطالعہ کیا یا لکھا؟

20 مئی 1992ء سال ہیتھ برمنگھم میں پہلی مرتبہ حضرت علامہ پیر سید نصیرالدین نصیر شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی جس دوران آپ نے اپنا دیوان ''پیمان شب'' دستخط کے ساتھ ہدیہ فرمایا اور میرے ذوق کی تحسین فرمائی۔ مجلس میں ایک صاحب پاکستان میں سپاہ صحابہ کے کردار پہ انتہائی جاہلانہ طریقے سے کیچڑ اچھالتے ہوئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے تصدیق چاہتے تھے مگر حضرت مرحوم اس کے بجائے اردو شعر وادب کے موضوع پر بات کرنا اور سننا چاہتے تھے جس کیلئے محفل سجائی گئی تھی۔

بالآخر مجبوراً مجھے ان صاحب سے انہیں کے انداز میں مخاطب ہونا پڑا اور جب مجلس میں خاموشی چھا گئی تو آپ نے فرمایا: ''دراصل میں مفتی کے بجائے ایک شاعر قسم کا آدمی ہوں۔ آپ حضرات میں سے جو بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں ایسے مسائل میں حضرت مفتی عبدالرسول منصورالازھری دامت برکاتہم سے رجوع کیا کریں''۔

حضرت مفتی صاحب سے یہی میرا پہلا تعارف تھا جس کے بعد چند سالوں تک کہیں کوئی تذکرہ ہوا نہ ملاقات کی خواہش پیدا ہوئی۔ ابھی چند سال پہلے ایک دوست حاجی مظفر حسین صاحب نے ایک مجلس میں مجھ سے کہا کہ میری دوستی کی خاطر آپ میرے دو بزرگ دوستوں حضرت مفتی صاحب اور حافظ منیر احمد الازھری صاحب سے اگر ملاقات کرلیں تو مجھے خوشی ہوگی جبکہ ملاقات کا بندوبست کرنا میری ذمہ داری ہے۔ اس طرح پہلی ملاقات میں مجھے احساس ہوا کہ ہم لوگ بعض فروعی اختلافات کے باعث قریب رہتے ہوئے بہت جید علمائے کرام کی ملاقات سے محروم رہتے ہیں اور یہ ہمارا قومی المیہ ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے قلمی اور تدریسی کام سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے نہ صرف خود علمی مشاغل میں مصروف زندگی گزاری ہے بلکہ میرے جیسے کاہل دوستوں کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے رہتے ہیں۔ میں جن دنوں اپنی تالیف ''زنبیل'' مرتب کر رہا تھا آپ نے سب دوستوں سے بڑھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور مواد کی مناسبت سے زنبیل نام بھی تجویز فرمایا۔ اس کے بعد پاکستان کے سفر میں جامعہ عربیہ گوجرانوالہ جا کر پریس میں جانے سے پہلے مسودہ ملاحظہ فرما کر بذریعہ فون مجھے اطلاع دی۔ جب کتاب مارکیٹ میں آگئی تو آپ کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی زبیر احمد نوری دامت برکاتہم نے بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحب کے ذریعہ گھر بلوا کر نہ صرف تحسین فرمائی بلکہ بہت سی دعاؤں سے نوازا۔ حضرت مفتی صاحب دوران تالیف اکثر میری معلومات میں اضافہ فرماتے رہتے ہیں اور میری بھی خبر رکھتے ہیں کہ میں کہیں راستے سے ہٹ تو نہیں گیا۔

Marfat.com

حضرت مفتی صاحب بروز جمعہ 19 مئی 1953ء ساہیوال میں پیدا ہوئے اور وہیں سے بچپن میں علمی سفر کا آغاز فرمایا جو ابتک جاری ہے نیچے دیئے گئے خاکے سے آپ کی دینی مصروفیات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تعلیم

مڈل، فاضل عربی، فاضل درس نظامی تنظیم المدارس پاکستان، دورۂ تدریبیہ جامعة الأزهر مصر.

اساتذہ

الشیخ ابوالخیر محمد نوراللہ محدث بصیر پوری، الشیخ ابوالوفاء منظور احمد رضوی میاں والی، الشیخ ابوالحقائق عبدالغفور ہزاروی وزیر آبادی، مولانا عبدالرزاق چشتی گولڑوی، ڈاکٹر عبدالرؤف صبری قاہرہ مصر، الشیخ جابر احمد الحسن شاذلی قاہرہ مصر زَیَّنَ اللّٰہُ وُجُوْھَھُمْ.

مناصب

امیر اسلامی شرعی کونسل برطانیہ، خطیب مسجد النور ریڈ چ، مڈلینڈ، شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ ساہیوال پاکستان، صدر مدرس منظر الاسلام ہارون آباد بہاولنگر پاکستان، صدر مدرس احیاء العلوم بورے والا وہاڑی، صدر مدرس جامعہ عنائتیہ خانیوال پاکستان، پرنسپل جامعہ محی الاسلام صدیقیہ برمنگھم برطانیہ، بانی ادارہ مصباح القرآن مسعود ٹاؤن ساہیوال پاکستان۔

تراجم

اردو ترجمہ تفسیر بیضاوی درسی، بستان العارفین امام نووی رحمہ اللہ، دلائل النبوة ۳ مجلدات الامام ابونعیم الاصفہانی رحمہ اللہ، آلآداب امام بیہقی الشافعی رحمہ اللہ، شفاء السقام امام تقی الدین السبکی الشافعی رحمہ اللہ، عصمت انبیاء کرام علیہم السلام امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ، رسائل امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ، مسح علی الجوربین امام جمال الدین قاسمی شامی رحمہ اللہ، تفسیر جیلانی۔

تالیفات

امام طحاوی مصری رحمہ اللہ، فتاویٰ منصوریہ ۲ مجلدات، فلسفہ موت وحیات، مقالات منصور الازہری ۲ مجلدات، غیر اسلامی ممالک اور شرعی قضاء، اسلام ایمان اور احسان (رسالہ)۔

Marfat.com

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ دامت برکاتہم

ڈاکٹر صاحب نہ صرف رشتے میں میرے بہت قریبی عزیز ہیں بلکہ تقریباً نو سال تک ہم کلاس میٹ رہے ہیں۔ میں نے جب سے لکھنے کا کام شروع کیا ہے۔ نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ ہرلحہ مجھے آپ کا تعاون حاصل رہا خصوصاً احادیث مبارکہ کی تحقیق میں آپ کا تذکرہ اسی کتاب میں ''علمائے قریش'' کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن دامت برکاتہم

حضرت کے ساتھ قریبی رشتہ داری کے بعد جب سے دوستانہ قائم ہوا ہے تب سے ابتک الحمدللہ میرے ساتھ انتہائی اخلاص کے ساتھ اس تعلق کو نبایا ہے اور امید ہے کہ یہ تعلق اسی طرح قائم رہے گا۔

آپ کا تذکرہ اسی کتاب میں ''علمائے قریش'' کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے

برادر محمد ایوب مسلم حفظہ اللہ تعالٰی

میں جن تحریکی دوستوں کے قریب رہا ہوں ان میں سے میری نظر میں برادر محمد ایوب مسلم ایک ایسی تحریکی شخصیت ہیں جو اپنے اللہ تعالیٰ، اپنے رسول ﷺ اور تحریکی مشن سے کبھی دھوکہ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی صلاحیتیں اور اُخلاق حسنہ ودیعت فرمایا ہے جس کی بدولت وہ بہت سے کشیدہ معاملات کو ہنستے مسکراتے اور بلاوجہ کسی کو مورد الزام ٹھہرانے کے بجائے خوش اسلوبی سے حل کر دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ میرے محسن بھی ہیں کہ میں انہیں کے ذریعہ برطانیہ آیا تھا مگر جس جگہ کیلئے آیا تھا وہاں تین سال سے زائد نہ گزار سکا۔ اس کے باوجود آج تک میرے علم میں یہ بات نہیں آئی کہ انہوں نے کہیں کسی سے گلے کے انداز میں بات کی ہو۔ اگرچہ کچھ عرصہ سے مستقل طور پر واپس میرپور جا کر سیٹل ہو گئے ہیں لیکن جب بھی تشریف لاتے ہیں ملاقات کرتے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ برطانیہ مجھ سے جو بھی تھوڑی بہت اللہ کریم نے خدمت لی ہے اس میں وہ برابر کے حصہ دار ہیں اور یہ بھی کہ اللہ کریم کے حضور میں ان کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گا۔ انشاءاللہ۔

Marfat.com

حضرت مولانا محمد قاسم دامت برکاتہم

معلم الحجاج ابوالعاصم حضرت مولانا محمد قاسم میرے ان دوستوں میں سے ہیں جو ''اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ'' کے سنہری اصول پر عمل پیرا رہتے ہوئے میرے جیسے سست و ناکارہ ساتھیوں کے ساتھ نباہتے رہتے ہیں میں نے گزشتہ صفحات میں ۔الحمدللہ کہ یہاں لوکل اور حرمین الشریفین کے سفر میں کئی بار آپ کی رفاقت کا شرف حاصل رہا ہے جس دوران رفقا کیلئے آپ کے جذبہ خدمت، ایثار اور قربانی سے بیحد متاثر ہوا ہوں ۔ حضرت مولانا ہمیشہ دوستوں کے درمیان انتہائی عجز و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کی برکت یہ ہے کہ ہم دوستوں کی نظر میں مولانا بہت عظیم ہیں ۔ مجھے ہمیشہ آپ کے ساتھ مجلس اور سفر کرنے کا شوق رہتا ہے لیکن اب چند سالوں سے حج و عمرہ گروپ کی تیاری میں آپ سے مل کر بھی زیارت تو ہو جاتی ہے مگر گفتگو کا موقعہ نہیں ملتا اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا کے دائیں بائیں دونوں کانوں کے ساتھ ایک ایک موبائل چیچڑی کی طرح چمٹا ہوتا ہے جبکہ دفتر میں تیسرا ڈیسک فون سامنے لہٰذا چند سالوں سے میں فون کے موجد سے بہت نالاں رہنے لگا ہوں ۔

اگر ہماری زندگی میں کبھی Guinness Book Of World Records والوں نے برنگھم کا سروے کیا تو دو وجہ سے یقیناً مولانا کا اسم گرامی سنہرے حروف میں شامل کرنے پر فخر محسوس کریں گے ۔

01: دوستوں کے کسی بھی مشکل وقت میں سب سے پہلے پہنچ کر حتی الامکان ان کی حوصلہ افزائی اور خدمت کرنا ۔

02: چار و ناچار، بالضرورت و بلاضرورت مگر خندہ پیشانی سے دوستوں کے فون سننا اور مفید مشوروں سے نوازنا ۔

چاند کا کردار اپنایا ہے ہم نے دوستو
داغ اپنے پاس رکھے روشنی بانٹا کیے

حفیظ میرٹھی

اور اس روشنی کے ساتھ ساتھ جب تک بھابھی محترمہ کی صحت نے ساتھ دیا ہے مولانا نے دوستوں کی خاطر فرنٹ روم سے دستر خوان بھی نہیں اٹھایا مگر اب عرصہ سے لیڈی پول روڈ کے ریستوران کی بکری میں اضافے کا باعث بنے ہوئے ہیں ۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ظرف کے مطابق آپ کے رزق میں برکت عطا فرمائے ۔

حضرت مولانا 3 اگست 1963ء بمقام گھیلہ کلاں ضلع راولپنڈی میں معزز اعوان خاندان جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محمد بن حنفیہ شاخ سے ہے میں پیدا ہوئے ۔ اپنے گاؤں میں پرائمری جماعت تک پہنچے تھے کہ آپ کے ایک خالہ زاد حاجی محمد شریف مرحوم جو فوج میں ملازمت کے دوران تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک ہو گئے تھے، ریٹائر ہو کر واپس آ گئے جہاں آپ نے مقامی نمبردار صوفی بنارس خان کو ساتھ ملا کر مسجد کو آباد کر کے بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا ۔ مولانا نے ان دونوں بزرگوں سے ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم مکمل کی ۔ اسی دوران حاجی محمد شریف مرحوم نے گھر سے اپنے بیٹے محمد ناصر کو

Marfat.com

تعلیم کیلئے تحصیل جڑانوالہ کے ایک مدرسے میں داخل کرادیا۔

حضرت مولانا نے بھی اپنے والد صاحب سے جڑانوالہ جا کر دینی تعلیم مکمل کرنے کی اجازت چاہی مگر ملک صاحب کی حمیت نے گوارا نہ فرمایا کہ ان کا بیٹا مدرسے میں مانگی روٹیاں کھا کر تعلیم حاصل کرے حالاں کہ مدرسے کا اپنا مطبخ اور رہائش کا عمدہ انتظام تھا مگر بزرگوار اپنے زمانے کے حالات پہ قیاس کرتے ہوئے مطمئن نہ ہو سکے ادھر حضرت مولانا کو یہ فکر لاحق تھی کہ وہ تعلیم میں محمد ناصر سے کہیں پیچھے نہ رہ جائیں۔

ان دنوں حضرت مولانا کے بڑے بھائی فوج میں ملازم تھے جن کی طرف سے مولانا نے خود ہی والد صاحب کے نام ایک خط لکھواڈالا کہ آپ محمد قاسم کو جڑانوالہ بھیج دیں کیوں کہ اس سے پہلے بھی آپ کے گاؤں دونو جوان محمد علی اور شوکت علی وہاں جا کر تعلیم حاصل کرنے کے بعد برسرروزگار تھے۔ لہٰذا بھائی کی طرف سے یہ جعلی خط تیر کی طرح نشانے پہ جالگا اور والد بزرگوار راضی ہو گئے۔ اس طرح آپ نے دارالعلوم امینیہ جڑانوالہ میں داخل ہو کر سات سال میں موقوف الیہ تک تعلیم مکمل کی جس کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخل ہو کر مشاہیر علمائے کرام سے دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔

اساتذۂ کرام

حضرت مولانا میرزاہد خان رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد عثمان صاحب، الشیخ المحدث الکبیر مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمہ اللہ، علامۂ دوراں حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی رحمہ اللہ آپ سے تلمذ کے علاوہ آپ کی تصنیفات میں املاء کا شرف بھی حاصل ہے، حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا محمد عبیداللہ مہتمم جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی زَیَّنَ اللّٰہُ وُجُوْھَھُمْ

مولانا کے ساتھ جامعہ اشرفیہ میں دورۂ حدیث کے دوران اگرچہ 110 ساتھی شامل درس تھے مگر ان میں سے دو کی یاد بہت ستاتی رہتی ہے۔

پیر طریقت حضرت مولانا عبدالرحیم نقشبندی دامت برکاتہم

ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر اور ایک مرتبہ دورۂ برطانیہ کے دوران بلیک برن مین حضرت موصوف سے مجھے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ آپ انتہائی شفاف ونفیس اور جاذب نظر شخصیت کے مالک ہیں۔ حج کے موقعہ پر ایک روز ہمارے کمرے میں تشریف لائے تو طبیعت انتہائی مکدر تھی ہمارے استفسار پر معلوم ہوا کہ کسی ناہنجار نے آپ سے سوال کیا ہے کہ اس پر دوران طواف غسل واجب ہو گیا لہٰذا اب اس کیلئے کیا حکم ہے؟

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم

ان دنوں کراچی میں مقیم ہیں جہاں تعلیمی میدان کے علاوہ فلاحی امور میں آپ کی بہت سی خدمات ہیں۔

Marfat.com

تدریس

مادر علمی جامعہ امینیہ جڑانوالہ میں فراغت کے بعد تین سال تک تدریسی خدمت سرانجام دینے کے بعد جامعہ علوم شرعیہ راولپنڈی میں تدریس کے ساتھ میڈیکل کالج راولپنڈی کی جامع مسجد میں خطیب بھی تعینات رہے۔ اب 1989ء سے برمنگھم میں اپنی اہلیہ اور پانچ بچوں کے ساتھ مقیم اور دوستوں کے علاوہ زائرین حرمین الشریفین کی نہ صرف راہ نمائی بلکہ گھر پہنچائی کی خدمت کیلئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔

اردو ادب میں پسندیدہ کتب

☆ شہاب نامہ۔تالیف قدرت اللہ شہاب

☆ سید بادشاہ کا قافلہ۔تالیف آباد شاہ پوری

☆ آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری۔تالیف محمد اشرف قریشی (یہ میری سعادت ہے)

حضرت علامہ حافظ منیر احمد صابر الازہری

حضرت حافظ صاحب میرے اور حضرت مولانا مفتی عبدالرسول منصور الازہری دامت برکاتہم کے مشترک محبّ محبوب ہیں اور ایک عرصہ تک ہمارا گمان تھا کہ یہ صرف ہمارا امتیاز ہے۔لیکن اب جبکہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ بہت سے یاروں کے یار ہیں اس کے باوجود ہم ہل نہیں سکتے کہ انہیں دل دے چکے ہیں اور شرفاء کوئی چیز دیکر واپس طلب نہیں کیا کرتے۔

حضرت حافظ صاحب نے اپنے محلے سلیمانپورہ (گوبندپورہ) بھلوال کی مسجد کے امام حافظ نجم الدین صاحب مرحوم سے بنیادی تعلیم کے بعد حضرت مولانا سید نذیر احمد خطیب مرکزی جامع مسجد بھلوال سے حفظ کا آغاز کیا اور فیصل آباد میں حضرت حافظ نور زمان صاحب سے تکمیل کی اس کے بعد حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب سے فارسی پڑھی اور پھر مفسر قرآن حضرت پیر سید محمد کرم شاہ صاحب کے پاس جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا سے فراغت حاصل کرنے کے علاوہ سرگودھا بورڈ سے عربی فاضل کیا۔

برطانیہ آنے کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالرسول منصور الازہری دامت برکاتہم کے ہمراہ دورۂ تدریبیہ جامعۃ الأزہر مصر سے بھی سند حاصل کی اور اس وقت ووسٹر میں دینی خدمات کے ساتھ ساتھ اپنا بزنس کرتے ہیں۔

اساتذہ

مفسر قرآن حضرت پیر سید محمد کرم شاہ صاحب الازہری نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا معراج الاسلام صاحب، حضرت مولانا محمد فاضل صاحب

Marfat.com

حضرت مولانا عبدالحی صاحب، حضرت مولانا نصیر الدین صاحب

حضرت مولانا قاضی محمد ایوب صاحب، حضرت مولانا ملک عطا محمد صاحب

حضرت حافظ محمد خان صاحب نوری، ڈاکٹر عبدالرؤف صبری قاہرہ مصر

الشیخ جابر احمد الحسن شاذلی قاہرہ زَیَّنَ اللّٰہُ وُجُوْهَهُمْ

حضرت حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نواز رکھا ہے مگر تین باتوں نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔

(۱) فن کتابت میں مہارت جس میں حضرت مولانا علامہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ آپ کے استاذ تھے۔

(۲) نماز میں روح پرور انداز قرأت۔

(۳) جس بات کو حق سمجھا ہے اسے برملا اور برموقعہ بیان کرنا۔

ہم تینوں دوستوں کے درمیان ایک اور قدر مشترک یہ ہے کہ ہم تینوں دو دو بیٹوں اور پانچ پانچ بیٹیوں کے باپ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْمَا أَعْطَيْتَنَا

مولانا محمد رفیق قریشی دامت برکاتہم

حضرت مولانا رشتے کے علاوہ ہماری طالبعلمی کے بھی رفیق ہیں اور آپ کا تذکرہ اسی کتاب میں ''علمائے قریش'' کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔

مولانا ضیاء المحسن طیب

حضرت مولانا حافظ ضیاء المحسن طیب صاحب سے دوستی کا ایک خوشگوار پس منظر تو یہ ہے کہ ہم دونوں اگرچہ ہم جماعت نہیں مگر جامعہ عربیہ گوجرانوالہ سے فارغ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بقول حضرت مولانا محمد قاسم ہم دونوں ہم مسلک وہم خیال ہیں اور دوسری وجہ یہ کہ ہم دونوں لکھنے کا کام اور ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی بھی کرتے رہتے ہیں۔

بہت اہم اور تیسری بات یہ ہے کہ مولانا کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ علی محمد ندیم رحمہ اللہ تعالیٰ نہ صرف حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قدیم تلامذہ بلکہ حضرت الاستاذ قاضی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے احباب اور میرہ ڈھنڈکوٹ مضافات راجوری سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت مولانا حافظ علی محمد ندیم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک روز اپنے مویشی چراتے ہوئے جب گھر سے کافی دور نکل گئے تو کسی کے ترنم سے ''نور نامہ'' پڑھنے نے بہت متاثر کیا تو کشاں کشاں اس کے پاس جا پہنچے کہ مجھے بھی کچھ اشعار یاد

Marfat.com

کرادو۔اس بزرگ نے کہا کہ اگر تمہیں اتنا شوق ہے تو کیوں نہیں قرآن کریم حفظ کر لیتے کہ خود تلاوت سے لطف اٹھاؤ اور دوسروں کو پڑھا کر ان کی آخرت بھی سنوارو۔

حضرت نے گھر پہنچ کر والدین کے سامنے قرآن کریم حفظ کرنے کی خواہش کا ذکر کیا تو والد صاحب نے امتحاناً کہا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ گھریلو ذمہ داریوں سے بھاگنا چاہتے ہو؟ مگر آپ نے جب استقامت دکھائی تو والد نے اپنے نحیف کندھوں پہ اٹھا کر بیٹے کو بارڈر کراس کرتے ہوئے گوجرانوالہ پہنچا دیا۔ جہاں حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے سند لکھ کر عطا فرمائی تھی اور تادم آخریں حضرت استاذ سے تعلق قائم رہا۔

مولانا ضیاء الحسن صاحب نہ صرف اقرا ٹی وی پر درس کی ریکارڈنگ کے دوران میرے میزبان رہے بلکہ اس سال بہت سے علمائے کرام کے ساتھ افطاری پر مجھے بطور مہمان خصوصی مدعو کر کے میرے ریڈیو پروگرام کی تحسین فرمائی۔ اللہ کریم انہیں اپنے شایان شان اجر عطا فرمائے۔

حضرت مولانا قاری محمد امداد اللہ قاسمی

حضرت مولانا قاری محمد امداد اللہ قاسمی صاحب فاضلِ جامعة العلوم الاسلامية بنوری ٹاؤن کراچی اور حضرت مولانا محمد یوسف خان بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ برمنگھم میں مسجد حمزہ کے خطیب اور شہر کے بڑے مقررین میں شمار ہوتے ہیں۔

حرمین شریفین کے بعد حضرت قاری صاحب کی امامت میں نماز پڑھتے ہوئے جو سرور مجھے حاصل ہوتا ہے وہ کہیں اور نہیں۔ ان کی قرأت میں ایسا سحر ہے جو مجھے کسی اور کا ہونے نہیں دیتا۔ اسی طرح میں اپنی والدہ کی علالت کے باعث پاکستان جا رہا تھا تو آپ نے پانچ ہزار روپے کا چیک دیتے ہوئے فرمایا کہ میں دوری کے باعث عیادت تو نہیں کر سکتا مگر میری طرف سے ان کے علاج میں حصہ ڈال دینا۔ والدہ صاحبہ انتقال فرما گئیں اور وقت بیت گیا مگر حضرت قاری صاحب کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھلا سکتا۔ اللہ کریم انہیں اپنے شایان شان اجر عطا فرمائے۔

حضرت قاری صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم محمد عثمان القاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ قدیم فضلائے دیوبند میں سے تھے۔ حال ہی میں مصنفین درس نظامی رحمہم اللہ تعالیٰ کے حالات زندگی پر مشتمل آپ کی ضخیم تصنیف تذكرة المصنفين المعروف به تراجم العلماء منظر عام پر آئی ہے جو اپنے عمدہ موضوع پر بہت مفید و منفرد اور قابل مطالعہ کتاب ہے۔

Marfat.com

حاجی محمد سلیم

اگست 2003ء میں حاجی محمد سلیم صاحب کے جوان سال بیٹے کے مظلومانہ قتل کی خبر سن کر تعزیت کیلئے حاضر ہوا تو یہ جان کر حیران رہ گیا کہ مقتول کے اخلاق اور معاملات کے باعث لواحقین سے زیادہ تعزیت کرنے والے سوگوار ہیں۔

قبل ازیں اگرچہ اس فیملی سے ملاقات نہیں تھی مگر باہمی تعارف پر معلوم ہوا کہ اس گھر کے سبھی حضرات ریڈیو XI پر باقاعدگی سے میرا درس سنتے ہیں اور مرحوم کی والدہ نے میرے پروگرام میں فون کرتے ہوئے تحسین کی تھی جو کسی ریڈیو پر زندگی کا پہلا فون تھا۔ جبکہ گزشتہ سال 2002ء کی عید الفطر کی صبح مرحوم ہی مجھے عیدی اور مٹھائی دینے صبح صبح میرے گھر آئے تھے۔

یہ سنتے ہی میری لوحِ حافظہ پہ ایک بہت اسمارٹ، خوش رنگ، چاک و چوبند اور ہنستے مسکراتے نوجوان کے تیکھے تیکھے سے نقوش ابھرنے لگے اور چند لمحوں میں ایک خوش پوش اور سڈول نوجوان میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا:

زندگی اس سے زیادہ تو نہیں عمر تری
بس کسی دوست کے ملنے سے جدا ہونے تک

احمد فراز

جواں سال نوید انجم سلیم 25 اور 26 اگست 2003ء کی درمیانی رات ایک دوست سے ملنے گئے جب باہر نکلے تو دیکھا کہ کچھ غنڈے چوری کی نیت سے ان کی لینڈ کروزر کھولنے کی کوشش کر رہے ہیں اور نوید کے للکارنے پر اسے خنجر گھونپ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مرحوم طبی امداد پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ جس سے نہ صرف ان کے خاندان اور دوست بلکہ مقامی کمیونٹی کو بھی دھچکا لگا۔

نوید کو گھر سے والدین نے میرے لئے بیس پونڈ اور مٹھائی کا ڈبہ دیکر بھیجا تھا مگر راستے میں انہوں نے اپنی جیب سے تیس پونڈ ڈال کر پچاس کر دیئے اور جس انداز اور اخلاق سے ملاقات اور عیدی پیش کی یہ مختصر سے لمحات ایک یادگار کی طرح میری لوحِ حافظہ پر مرتسم رہ گئے۔ اسی طرح مرحوم کے سب ملنے والے ان کے محاسن گنواتے ہوئے دعاؤں اور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیے جا رہے تھے۔ ویسے تو

زندگی کی بساط پر باقی
موت کی ایک چال ہیں ہم لوگ

Marfat.com

باقی صدیقی

لیکن وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں جو مختصر ترین مہلت عمر میں بھی دنیا میں اچھی یادیں چھوڑ جاتے ہیں۔یہی لمحہ تعزیت اس فیملی کے ساتھ دوستی کی بنیاد اور یہ ایسا گھرانہ ہے کہ جس کی دوستی کیلئے ایک زندگی کافی نہیں بلکہ بار بار جنم لینے کو جی چاہتا ہے۔

ان کے گھر کی چھت کے نیچے ان کے اخلاق حسنہ کی بدولت مجھے چھ لوگوں کو کلمہ پڑھا کر اسلام میں داخل کرنے کی سعادت حاصل ہے جن میں سے پانچ میاں بیوی اور بچے دراصل پارسی تھے مگر اس خاندان کا قرب انہیں اسلام کے پرچم تلے لے آیا جبکہ ایک سفید فام بچی نے اس گھر کی بہو بننے کیلئے اپنا مذہب قربان کر دیا۔

بیگم ثریا سلیم حضرت مولانا نثار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بطور ٹیچر کام کرتی آئی ہیں مگر اب عرصہ سے خواتین کا ایک حلقۂ درس قائم کر رکھا ہے جہاں کبھی کبھار میری کوئی تحریر بھی پڑھ کر سناتے ہوئے آخرت کا سامان کر دیتی ہیں۔میری تالیفات میں بھی عملاً دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوران ترتیب مسودہ پڑھ کر دعا کے ساتھ ساتھ مفید مشوروں سے بھی نوازتی رہتی ہیں جو میری حوصلہ افزائی کا باعث ہے۔اس طرح ان کی ممتا بھری اخوۃ غریب الوطنی میں میرا بہت بڑا سرمایہ ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ کریم اس گھر کو اپنی حفاظت میں رکھے۔آمین

رفعت چوہدری

ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے معزز ساہی خاندان کی انتہائی باصلاحیت بیٹی جو پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اور برمنگھم میں محکمہ تعلیم سے وابستہ ہیں۔مقامی کمیونٹی میں ریڈیو XL کی عمدہ پریزنٹر کے طور پر مقبول ہیں جہاں ایک سال میری میزبان بھی رہیں جس دوران یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ اسلامی تاریخ اور فقہ پر بھی کافی عبور رکھتی ہیں اور ان دنوں ایک تصنیف کے ارادے سے ریسرچ بھی کر رہی ہیں۔

روشنی ویلفیئر آرگنائیزیشن فار وومن

روشنی ویلفیئر آرگنائیزیشن فار وومن کے نام سے ایک آرگنائیزیشن قائم کر رکھی ہے جس کے پلیٹ فارم سے خواتین کی راہ نمائی کرتی ہیں جس کے باعث بہت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔اللہ کریم آپ کی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔آمین!

Marfat.com

شعرائے کرام

میں خود شاعر تو نہیں مگر شعر میری کمزوری ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ شاعر کا نام حذف کرتے ہوئے شعر کا استعمال اسے بے آبرو کردیتا ہے۔اسی لئے میں نے کبھی قصداً شاعر کا نام حذف نہیں کیا۔زیرِ نظر کتاب میں حسب معمول جن شعرائے کرام کے کلام سے استفادہ کیا گیا ہے ان کیلئے ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ ان کے اسمائے گرامی کی فہرست اس طرح ہے:

☆ ألشيخ أبوبكر الشبلى ☆امام بوصیری ☆ حضرت امیر خسرو ☆ ابراهيم ألمنذر

☆ ابراهيم الطبا طبائی ☆ الستيالى ☆ ابن زهر الحفيد ☆ ابن معصوم

☆ احمد بن علی مشرف ☆ ابن لأبار البلنسي ☆ بهاء الدين زهير ☆ ابن اللبانة الدانی ..

☆ألامام الشافعي المطلبی ☆ الامام ألشوكانى ☆ ألشريف العقيلى ☆ شهاب الدين الخلوف

☆ أبد ألصغير ألعلوى ☆احمد مشتاق ☆حضرت امیر حسن ☆ امیر مینائی

☆ بابه بن احمد بيبه العلوى ☆الطاف حسن قریشی ☆اديب اسحاق ☆ امتیاز علی گوہر

☆ابراہیم ذوق ☆احمد ندیم قاسمی ☆امجد اسلام امجد ☆افتخار عا

☆ اصغر گونڈوی ☆احمد فراز ☆احمد عقیل روبی ☆اعتبار ساجد

☆چوہدری اسم دین اسؔم ساکن فتح پور مضافات راجوری ☆ اسرار چشتی ☆بابا بھلے شاہ

☆بیدل حیدری ☆پروین شاکر ☆باقی احمد پوری ☆بشیر بدر

☆ثمینہ راجا ☆جگر مراد آبادی ☆اقبال کوثر ☆عبدالقادر قادری

☆جاں نثار اختر ☆جمال احسانی ☆جمیل ارشد خان ☆حافظ شیرازی

☆حفیظ میرٹھی ☆حبیب جالب ☆حسن رضوی ☆ خالد بن عدم

☆خمار بارہ بنکوی ☆خورشید عالم ☆داغ دہلوی ☆رئیس امروہوی

Marfat.com

☆راشد عار	☆رضی الدین رضی	☆زبیر قیصر	☆ساقی فاروقی
☆ساغر نظامی	☆ساحر لدھیانوی	☆ساغر صدیقی	☆سیف الدین سیف
☆ شاہ دین	☆شورش کاشمیری	☆ملک نصر اللہ خان عزیز	☆شاہ دین ہمایوں
☆ابو عبد اللہ الحسین بن الحجاج		☆ألصَّمَّۃُ القُشَیرِی ألمتوفی ۹۵ ھ	
☆شکیل بدایونی	☆شہزاد احمد	☆عبدالغفار ألأخرس	☆ عمارۃ الیمنی
☆ صوفی تبسم	☆صہبا اختر	☆ضیا فاروقی	☆طغری مشہدی
☆مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ	☆ قاسم الکستی	☆ألقزاز ألقیروانی	☆ابو الفتح ألبستی
☆ ابن عبد اللہ ألأندلسی	☆ عدنان الغریفی	☆ عرفی	☆عبدالحمید عدم
☆عباس تابش	☆عالم خورشید	☆علی عباس اکبر	☆حاجی عبدالمجید قریشی
☆عبدالجلیل عبّاد	☆مرزا غالب	☆ کبیر داس	☆ فارعۃ
☆ علیناعترت رضوی	☆ألمفتی فتح اللّٰہ	☆ مصطفی بن زکری	☆ قسطندی داوود
☆میاں محمد فاضل قریشی	☆غلام محمد قاصر	☆فیض احمد فیض	☆ قتیل شفائی
☆فیاض الدین صائب	☆فہد ملک	☆ فروغ احمد	☆منیر سیفی
☆ موسیٰ بن یسار المدنی	☆ المبرد ☆	میر ضاحک	☆مقصود وزیر آبادی
☆سید مبارک شاہ	☆علامہ محمد اقبال	☆ حضرت میاں محمد بخش	☆ محمود الوراق
☆ مومن	☆علامہ ماہر القادری	☆حافظ مظہر الدین	☆منظر بھوپالی
☆میر تقی میر	☆ میر درد	☆منیر نیازی ☆	مصطفیٰ زیدی
☆ماہ رخ زیدی	☆حاجی محمد رفیع قریشی	☆ محمود شام	☆ناصیف ألیازجی
☆ ألنابغۃ الشیبانی	☆ ناسخ	☆ نعیم صدیقی	☆وسیم بریلوی
☆ نصیر الدین نصیر شاہ صاحب		☆ انجم سلطان شہباز	
☆ نور ملک	☆ ندیم نیازی	☆ ناصر مصطفیٰ رانا	☆نوشی گیلانی
☆ ناصر کاظمی	☆ ندیم	☆نعمان شوق	☆واحد کاشر
☆وصی شاہ	☆سید انصر	☆اللہ دتہ جوگی جہلمی	☆ ہری چند تمنا
☆ عرفی			

Marfat.com

مصادر ومراجع

01 : القرآن الکریم

02 : ابجدالعلوم . تالیف الاستاذ المحدث العلامة صدیق بن حسن القِنوجی رحمه الله المتوفی . ١٢٤٨ . ١٣٠٧ھ

03 : انوارالباری شرح صحیح البخاری مجموعه افادات حضرة امام العصر حافظ الحدیث العلامة محمد انور شاه الکشمیری نورالله مرقده المتوفی ١٣٥٢ھ

04 : الاصابة فی تمیز الصحابة . تالیف الامام الحافظ ابن حجرالعسقلانی رحمه الله تعالی. الناشر دارالکتب العلمیة بیروت

05 : أسد الغابة فی معرفة الصّحابة تالیف الامام عز الدین ابن الأثیرأبی الحسن علی بن محمد ألجزری المتوفیٰ سنة ٦٣٠ھ رحمه الله تعالیٰ .تحقیق و تعلیق الشیخ علی محمد معوض و الشیخ عادل احمد عبد الموجود ، الناشر دارالکتب العلمیة بیروت

06 : الاعلام بمن فی تاریخ الهندمن الأعلام (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر) علامہ عبدالحی بن فخرالدین بن عبد العلی الحسنی الطالبی المتوفی ١٣٤١ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے" الناشر دار ابن حزم بیروت

07 : أدب الدنیا والدین تالیف الاستاذ محمد بن محمدحبیب البصری البغدادی الشهیر بالماوردی المتوفی ٤٥٠ھ

08 : آب حیات۔تالیف العلامة مولانا محمد حسین آزاد

09 : اردو انسائیکلو پیڈیا مرتب فیروزسنز:::ناشر فیروزسنز لاہور، راولپنڈی، کراچی

10: اوراق جموں وکشمیر۔تالیف پروفیسر ایم نذیر احمد تشنہ ناشر الفیصل لاہور 2008ء

11 : آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری۔تالیف محمد اشرف قریشی۔ناشر جامعہ عربیہ گوجرانوالہ

12 : بحرالعلوم للسمرقندی

Marfat.com

13 : البداية والنهاية للامام الحافظ أبی الفداء اسمٰعیل ابن کثیر القرشی الدمشقی رحمه اللّٰه تعالی المتوفیٰ سنة ۷۷۴ ھج : :تحقیق عبدالرحمٰن الادقی ومحمد بیضوی:الناشر دارالمعرفة بیروت

14 : البصائر والذخائر : تالیف الاستاذ ابو حیان التوحیدی علی بن محمد العباس المتوفی نحو ۴۰۰ ھج : رب أعن : تحقیق : د وداد القاضی الناشر دار صادر – بیروت

15 : بانہال کےاس پار۔تالیف محترمہ بیگم ثریا خورشید

16 : التفسیر الکبیر للامام فخر الدین محمد بن عمر بن الحسین بن الحسن ابن علیؒ التمیمی البکری الرازی الشافعی ۵۴۴ . ۶۰۴ ھج ، الناشر دارالکتب العلمیة بیروت

17 : تفہیم القرآن۔تالیف الاستاذ السید ابوالاعلیٰ مودودی

18 : تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی للامام الحافظ ابی العلاعبد الرحمٰن ابن عبد الرحیم المبارکفوری المتوفّی ۱۲۸۳ – ۱۳۵۳ ھج رحمه اللّٰه تعالیٰ علیه، الناشر دارالکتب العلمیة بیروت

19 : تحفة الأشراف بمعرفة الاطراف للامام الحافظ جمال الدین أبی الحجاج یوسف بن عبد الرحمٰن المزی المتوفیٰ ۷۴۲ ھج معجم مفهرس المسانید الصحابة والرواة عنهم وموسوعة علمیة لجمیع أحادیث الکتب الستة الصحاح ومعه النکت الظراف علی الاطراف تعلیقات الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمه الله تعالیٰ علیه المتوفیٰ ۸۵۲ ھج تصحیح وتعلیق عبد الصمد شرف الدین الناشر دارالکتب العلمیة بیروت

20: تاریخ الخلفاء للامام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکرالسیوطی رحمه اللّٰه تعالیٰ علیه المتوفّٰی ۹۱۱ ھج، الناشر دار الجیل بیروت

21 : *The Northern Frontier Of Kashmir by F.E. Younghusband*

22 : *THIRTY YEARS IN KASHMIR By Dr Arthur Neve (Published 1913 by Edward Arnold in London) (Dr Arthur Neve born 1859 in Sussex, died 1919 in Kashmir*

23 : تاریخ الطبری تاریخ الامم والملوللامام المحقق أبی جعفر محمد بن جریر الطبری ۲۲۴۔ ۳۱۰ ھج رحمه اللّٰه تعالیٰ ،الناشر دارالکتب العلمیه بیروت

24: تلبیس ابلیس تالیف الامام ابوالفرج ابن الجوزی رحمه اللّٰه تعالی . الناشر دارلکتب العلمیة

Marfat.com

بیروت

25 : تاریخ سندھ۔تالیف مولانا عبدالحلیم شرر رحمہ اللہ تعالیٰ

26 : تاریخ ہندوستان۔تالیف شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

27 : تاریخ کشمیر۔تالیف جناب محمد الدین فوق

28 : تاج العروس من جواهر القاموس " علامه مرتضیٰ الزبیدی

29 : تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں ڈاکٹر صابر آفاقی

30 : تاریخ میرپور کا ایک اہم دور تالیف الاستاذ پروفیسر عبدالواحد قریشی، ناشر ادبستان لاہور

31 : تحریک ختم نبوۃ۔تالیف آغا شورش کاشمیری ناشر مکتبہ چٹان لاہور

32 : تذکرۃ الرشید سوانح فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔تالیف الحاج مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ

الناشر ادارہ اسلامیات لاہور

33 : تاریخ جموں۔تالیف الحاج مولوی حشمت اللہ خان لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

34 : تاریخ جدوجہد آزادی کشمیر (عہد عتیق سے دور حاضر تک) مترجم جناب عبدالحمید نظامی از

THE HISTORY OF STRUGGLE FOR FREEDOM IN KASHM Pandit Premnath Bazaz

35 : تواریخ اقوام کشمیر۔تالیف جناب محمد دین فوق

36 : تاریخ اقوام پونچھ۔تالیف جناب محمد الدین فوق

37 : تاریخ تحریک آزادی کشمیر۔سردار محمد گلزار حجازی صاحب

38 : تاریخ پنجاب ۔تالیف منشی سید محمد لطیف ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہوشیار پور ناشر مکتبہ پنجابی دار السلطنت لاہور

39 : تاریخ مخزن پنجاب۔تالیف مفتی غلام سرور قریشی لاہوری ناشر امن پبلی کیشنز لاہور

40: تذکرۃ المصنفین۔تالیف مولانا مفتی محمد عثمان القاسمی

41 : ثناء الأئمة النبلاء على دولة ال سعود الاوفياء الشرفاء . تاليف أبى عمر اسامة بن عطايا بن عثمان العتيبى . ألمكتبة الشاملة

42 : الجواهر المضيّة فى طبقات الحنفية ترجمه على بن يونس البلخىؒ تاليف محى الدين ابو محمد عبدالقادر بن محمد بن محمد نصرالله ابن سالم بن ابى الوفاء القرشى الحنفىؒ ٦٩٦ . ٧٧٥ ھ ,تحقيق الدكتور عبد الفتاح محمد الحلو الناشر مؤسسة الرسالة

43 : *Geography of Jammu & Kashmir State : Climant of Kashmir :*

Marfat.com

Writen by Dr A. N. Raina -
Published by Radha Krishna Anand & Co. Pacca Danga , Jammu

44 : جموں کہ ایک شہر تھا۔ مشترکہ تالیف، جناب رحمت اللہ رعد اور خالد حسن

45 : حکم أخذالوالد مال ولده " تاليف الاستاذ العلامة سائد بكداش حفظه الله تعالى الناشر دار البشائر الاسلامية بيروت

46 : الحبائک فی اخبار الملائک للسیوطی. تحقیق محمد سعیدبن بسیونی زغلول الناشر دارالکتب العلمیه بیروت

47 : حیات طیبہ سوانح حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ: تالیف ابو الاحمدین ناشر ادارہ نقشبندیہ اد دارالعرفان ضلع چکوال

48 : دولة النساء تاليف الاستاذعبدالرحمٰن ألبرقوقي رحمه الله ، ألناشر دار ابن حزم بيروت لبنان

49 : حیات النبی ﷺ تالیف العلامه مولانامنظوراحمد نعمانی

50 : حالات مصنفین درس نظامی تالیف مولانا محمد حنیف گنگوھی

51 : الروض الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم ﷺ الروض الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم ﷺ تالیف الشیخ ابن الوزیرمحمدبن ابراهیم بن علی بن المرتضی بن المفضل الحسنی القاسمی ابوعبدالله عزالدین من آل الوزیرالمتوفی ۸۴۰ ھ . الناشر عالم الفوائد للنشر والتوزیع . ألعزیزیة، مکة المکرمة

52 : روض الانف للسهيلی : ألمكتبة الشاملة

53 : الرسالة القشيرية للامام أبی القاسم عبد الكريم هوازن القشيری المتوفیٰ ۴۶۵ ھ رحمه اللّٰهُ: حواشی خليل المنصور الناشردارالكتب العربية بيروت

54 : روداد قفس۔ تالیف، فرزند کشمیر سید علی گیلانی دامت برکاتہم

55 : رنجیت سنگھ۔ تالیف نریندر کرشن سنہا مترجم کیلاش چند چوہدری ناشر ترقی اردو بورڈ نئی دہلی

56 : راج ترنگنی (بادشاہوں کے قصے) مترجم ٹھاکراچھر چند شاہ پوریہ

57 : زنبیل۔ تالیف محمد اشرف قریشی، ناشر جامعہ عربیہ گوجرانوالہ پاکستان

58 : سنن النسائی بشرح الامام الحافظ جلال الدين السيوطیؒ ت ۹۱۱ ھ وحاشية الامام السندیؒ ت ۱۱۳۸ ھ تحقيق مكتبه تحقيق التراث الاسلامی الناشر دار المعرفة بيروت

Marfat.com

59 : سنن ابن ماجة بشرح الامام ابی الحسن الحنفی المعروف بالسندی المتوفی ۱۱۳۸ھ
رحمہ اللہ تعالیٰ ، الناشر دار المعرفة بیروت
60 : سنن ابی داوٗد للامام الحافظ المصنف المتقن ابی داوٗد سلیمان بن الاشعث السجستانی
الازدی ۲۰۲-۲۷۵ھ : تعلیق عزت عبیدالدعاس وعادل السیدالناشر دار ابن حزم بیروت
61 : السنن الکبریٰ للامام ابی بکر احمد الحسین بن علی البیھقی المتوفّی ۴۵۸ھ رحمہ اللہ
تعالی. تحقیق محمد عبد القادر عطأ ،الناشر دارالکتب العلمیة بیروت
62 : ألسیرة النبویة. تالیف الامام أبی الفداء اسمٰعیل ابن کثیر ألدمشقی (۷۰۱ - ۷۷۴ھ)
رحمہ اللہ تعالی : تحقیق محمد
ألمعتصم باللّٰہ ألبغدادی ، ألناشر دارلکتب العربی بیروت
63 : سی حرفی. تالیف میاں محمد فاضل قریشی ،سانوکوٹ ،مضافات راجوری۔ناشر شریف پرنٹنگ ایجنسی چوک
متی لوہاری گیٹ لاہور
64 : شرح مختصر الطحاوی لابی بکر الجصاص رحمہ اللہ تعالیٰ .تحقیق العلامة
الدکتور عصمت اللہ عنایت اللہ حفظہ اللہ تعالیٰ. الناشر دارالبشائر الاسلامیة . بیروت
65 : شہاب نامہ۔تالیف جناب قدرت اللہ شہاب
66 : شباب کشمیر۔ جناب محمد الدین فوق
67 : شیرازہ۔جناب محمد اشرف ٹاک صاحب متعنااللہ تعالیٰ بطول حیاتہ کی ادارت میں ماہنامہ شیرازہ سرینگر کے
اس موضوع پر آٹھ خصوصی اور ضخیم شمارے ناشر۔جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ اینڈ لینگویجز جموں۔سرینگر
68 :صحیح البخاری للامام ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی رحمہ اللہ تعالیٰ
علیہ الناشر دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض
69 :صحیح مسلم : بشرح القاضی عیاض المسمیٰ اکمال المعلم بفوائد مسلم للامام الحافظ
ابی الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی ت ۵۴۴ھ تحقیق الدکتور یحیٰ اسماعیل
الناشر دار الوفاء
70 :صحیح مسلم بشرح النووی الامام یحیٰ بن شرف النووی الد مشقی الشافعی المتوفی
سنة ۶۷۶ھج رحمہ اللہ تحقیق محمد فواد عبدالباقی النا شر دارالکتب العلمیة بیروت
71: عمدۃ التواریخ
72 : فتح الباری شرح صحیح البخاری تالیف الامام الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ . الناشر دار الفیحاء دمشق

73 : الفقه الحنفی و ادلته باب محرمات النکاح تالیف الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی ؛ الناشر دار الکلم الطیب دمشق

74 : فردوسِ کشمیر: تالیف چوہدری انجم سلطان شہباز، ناشر چوہدری برادرز دینہ

75 : فنِ خطابت تالیف۔شورش کاشمیری ناشر مکتبہ چٹان لاہور

76 : قاموس عربی ، فرنسی ، انجلیزی

77 : قدیم ترین جغرافیہ جموں وکشمیر تالیف کلہن پنڈت کی دوسری کتاب-مترجم ٹھاکر اچھر چند شاہ پوریہ

78 : کنزالعُمّال فی سنن الأقوال والأفعال تالیف الام العلامة علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الهندی المتوفی ۹۷۵ھ هج رحمه الله تعالیٰ علیه : تحقیق محمود عمر الدمیاطی الناشر دار الکتب العلمیة بیروت

79 : الکبائر باب الکبیرۃ الحادیة والثلاثون : القاضی السوء : تالیف الامام الحافظ محمد بن احمد بن عثمان الذهبی المتوفی ۷۴۸ هج : کتب هوامشه الاستاذ عبد السلام عبد الشافی الناشر دارلکتب العلمیة بیروت

80 : *Kashmir by Lieutenant Colonel Sir Francis Edward Younghusband 31 May 1863 - 31 July 1942 (1909)*

81 : *KAMASUTRA - Golden India Sries by Ratankar Pramesh*

82 : کشمیر شناسی۔تالیف جناب جی ایم میر صاحب ناشر مکتبہ رضوان میر پور آزاد کشمیر

83 : کشمیر میں اشاعت اسلام جناب محمد اسد اللہ قریشی

84 : کلیات اقبال فارسی

85 : کلیات اقبال اردو

86 : کشمیر کا سیاسی انقلاب تالیف شبنم قیوم۔کشمیر بکڈ پو پبلشرز، سرینگر کشمیر

87 : کشمیری مسافر چوہدری عبداللطیف صاحب

88 : کشمیر کی رانیاں۔محمد اسمٰعیل ہاتف

89 : کشمیر مسلم سلاطین کے عہد میں۔پروفیسر محب الحسن کی انگریزی کتاب (*KASHMIR UNDER THE SULTANS*) کا ترجمہ۔مترجم علامہ علی حماد عباسی مرحوم۔دار المصنفین اعظم گڈھ

90 : کشمیر میں اشاعت اسلام۔ تالیف سلیم خان گی ناشر یونیورسل بکس لاہور 1986ء

Marfat.com

91 : کشمیر میں اسلام۔منظروپس منظر۔ تالیف ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری۔ناشر مکتبہ علم وادب ریڈ کراس روڈ سرینگر

92 : الکامل فی التاریخ۔امام ابن الاثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔الناشر دار الکتب العربی۔بیروت

93 : گلستان سعدی

94 : ألّلباب فی علوم القرآن تالیف الامام حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی رحمه الله تعالیٰ المتوفّی بعد ٨٨ من الهجرة الطبعة لاولیٰ : تحقیق الشیخ عادل احمد عبد الموجود والشیخ علی محمد معوض. المکتبة الشاملة

95 : لسان العرب تالیف العلامة ابن منظور المتوفی ٦٣٠ ـ ٧١١ھ

96: المحلیٰ بالأثار تصنیف الامام الجلیل ابی محمد علی بن احمد سعید بن حزم الاندلسیؒ تحقیق عبد الغفار سلیمان البسنداری الناشر دارالکتب العلمیة بیروت

97 : المطالب العالیه بزوائدالمسانید الثمانیة لابن حجر العسقلانی رحمه الله تعالیٰ علیه المتوفی ٨٥٢ هج ـ ومعه اتحاف الخیرةالمهرة بزوائد المسانید العشرة تا لیف الحافظ احمد بن ابی بکر

بن اسمٰعیل البوصیری المتوفیٰ ٨٤٠ هج رحمه الله تعالیٰ . تحقیق.محمد حسن محمد حسن اسماعیل الشافعی الناشر دارالکتب العلمیة

98 : مناقب الأبرارومحاسن الأخیارفی طبقات الصوّفیة تالیف الأستاذألحسین بن نصربن محمدألمعروف بابن خمیس ألموصلی ألمتوفی ٥٥٢ھ رحمه الله تعالی :ترجمة یوسف بن ألحسین ألرازی رحمه الله تعالی :تحقیق وتقدیم ألعلامة سعیدعبدالفتاح ، ألناشر دارالکتب العلمیة بیروت

99 : مجمع الأمثال تالیف العلامة ابوالفضل احمد بن محمد المیدانی النیسابوری رحمه الله : ألباب الثانی والعشرون فیمااوله کاف : تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، الناشر دارالمعرفة بیروت

100 : مسئلہ کشمیر، تالیف مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

101 : مسئلہ کشمیر کا حل: تالیف فرزند کشمیر سید علی گیلانی: ناشر انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد

102 : مخزن اخلاق

103 : مہانکوش ۔ مؤلفه کہن سنگھ نہبه *Kahan Singh Nabah*

Marfat.com

104 : مہاراجہ تالیف دیوان جرمنی داس ترجمہ محمد احسن بٹ: ناشر نگارشات مزنگ روڈ لاہور

105 : مسئلہ کشمیر۔ تالیف احمد شجاع پاشا۔ ناشر سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 2002

106 : میرپور میرا شہر، میرا عہد۔ مالک نصیر صاحب

107: نساء مبشرات با لجنة ، تالیف ا لاستاذاحمد خليل جمعة الناشر دار ابن كثير دمشق بيروت

108: نوائے حریت، تالیف الاستاذ سید علی گیلانی: مسئلہ کشمیر کا حل: انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد

109 : نسب قریش۔ مشترکہ ترتیب، الحاج میاں محمد سعید محمد حسین، مولوی عبدالکریم میاں عالم دین، پروفیسر ضیاء الرحمن (مخطوطہ)

110 : وادیٔ جنت نظیر۔ خودنوشت سفرنامہ، جسٹس خواجہ محمد شریف۔ ناشر الفیصل ناشران لاہور

111 : وصیت الاستاذ الشیخ قاضی محمد عبداللہ، تعلیقات ڈاکٹر عصمت اللہ۔ ناشر عبداللہ فونڈیشن میرپور آزاد کشمیر

112 : یگانہ کشمیر۔ تالیف جناب ایم صادق خان اور غلام حسین اظہر

Webs.

113 : htp://kasmirglobal.com/content/kashmir-francis-young

114 : http://www.sikhiwiki.org / Downloaded

115 : http://www.apnaorg.com

116 : htp://www.ajk.gov.pk/urdu/kashmir

117 : http://rajouri.nic.in/history.htm

118 : http;//en.wikipedia.org/wiki/Burberis

119 : http;//en.wikipedia.org/wiki/Burberis

120 : indian summer vegetable - copper wiki

Marfat.com

تالیفات

کتاب النکاح

نکاح سے متعلقہ 432 صفحات پر مشتمل مستقل کتاب جس میں 416 موضوعات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث اور 112 بنیادی ماٰخذ سے استفادہ کیا گیا تھا 2007 سے مارکیٹ میں ہے اور اب اس کے سیکنڈ ایڈیشن پر کام جاری ہے۔ تقریباً 750 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ''ہجرت کشمیر'' کے بعد بہت جلدی آپ کے ہاتھوں ہوگی انشاءاللہ

2 : زنبیل

477 موضوعات اور 592 صفحات پر مشتمل مصنف کی دوسری کتاب ''زنبیل'' کا موضوع اخلاقیات ہے جس کی ترتیب میں 129 ماٰخذ سے استفادہ کیا گیا ہے اور 2008 سے مارکیٹ میں ہے

3 : آثارِ بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری

اگرچہ مصنف کی طرف سے چوہدری صاحب کی خدمت میں دوستی کی سوغات ہے لیکن محض چوہدری صاحب کی سوانح نہیں بلکہ میرپور کی تاریخ کا ایک روشن باب اور دینی وسماجی شخصیات کے تذکرے پر مشتمل کاوش اور 2009 سے مارکیٹ میں ہے

4 : ہجرت کشمیر

الحمدللہ کہ ہجرت کشمیر آپ کے سامنے ہے اور یقیناً ایک نئے اسلوب نگارش نے آپ کو مسرور کیا ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ خَیْرًا مِّمَّا یَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِیْ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ . آمین

محتاج دعا بندہ ناچیز وحقیر پر تقصیر

محمد اشرف قریشی

جمعرات ، یکم محرم الحرام۔ ۱۴۳۴ھ

15 نومبر 2012ء

5 بجے شام۔ برمنگھم

Marfat.com

ہجرتِ کشمیر

مولانا محمد اشرف قریشی

Marfat.com